مظاہرِ حق

شرح (اردو)

مشکوٰۃ شریف

جلد دوم

از افادات

علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ

مظاہر حق (کمپیوٹر)

شرح (اُردو)

مِشکوٰۃ شریف

جلد دوم

از افادات: علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب جدید : مولانا شمس الدین صاحب

ناشر

مکتبۃ العلم

۱۸ - اردو بازار ٥ لاہور ٥ پاکستان

37231788 - 37211788

نام کتاب: ——— مظاہرِ حق (کمپیوٹر)
ازافادات: ——— علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
ترتیب جدید: ——— مولانا شمس الدین صاحب
طابع: ——— خالد مقبول
مطبع: ——— آر آر پرنٹرز

مصححین

مولانا فرید بالاکوٹی صاحب
مولانا عبدالمنان صاحب
مولانا محمد حسین صاحب

ملنے کے پتے

❖ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37224228
❖ مکتبہ علوم اسلامیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور 37221395
❖ مکتبہ جویریہ ۱۸ - اردو بازار ○ لاہور ○ پاکستان 37211788

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔
بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔ (ادارہ)

فہرست

عنوان	صفحہ

بَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَثَوَابِ الْمَرَضِ

یہ باب مریض کی عیادت اور بیماری کے ثواب کے بارے میں ہے

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنازہ کا لفظ جیم کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ مستعمل ہے لیکن کسرہ زیادہ فصیح ہے۔ اگر جیم پر فتحہ پڑھیں تو میت کے لئے استعمال ہوتا ہے اور جنازہ بالکسر تخت اور چارپائی کو کہتے ہیں جس پر میت کو رکھا جاتا ہے۔ بعض حضرات نے بالکل اس کے برعکس کہا ہے یعنی جیم بالفتح چارپائی کو اور جیم بالکسر میت کو کہتے ہیں۔ جنائز میں جیم کا فتحہ ہے کسرہ درست نہیں ہے۔ (مرقات ص ۵)

الفصل الاول:

۱۴۲۳/۱ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ وَفُكُّوا الْعَانِيَ۔ [رواه البخاری]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱۲/۱۰ حدیث رقم ۵۶۴۹۔ والدارمی ۲۹۴/۲ حدیث رقم ۲۴۶۵۔ واحمد فی المسند ۲۹۴/۴

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بھوکے کو کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو اور قیدی کو (دشمن کے ہاتھوں سے) رہائی دلاؤ۔ (بخاری)

تشریح ۞ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان تین باتوں پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین احکام ارشاد فرمائے ہیں۔ یہ تینوں احکام وجوب علی الکفایہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ وجوب علی الکفایہ کا مطلب ہے اگر ایک آدمی نے بھی ادا کر دیا تو دوسروں کے ذمے سے ساقط ہو جاتا ہے یعنی باقی حضرات گناہ گار نہیں ہونگے اور اگر ایک آدمی نے بھی ادا نہ کیا تو سب گناہ گار ہونگے۔

ان احکامات میں سے سب سے پہلا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَطْعِمُوا الْجَائِعَ: بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔ صاحب مرقاۃ نے جائع کی تشریح (المضطر والمسكين والفقير) کے ساتھ کی ہے۔ علامہ طبری رحمہ اللہ نے المضطر کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ المضطر اضطرار سے مشتق ہے۔ کسی ضرورت سے مجبور و بے قرار ہونے کو اضطرار کہا جاتا ہے۔ اور وہ جب ہی ہوتا ہے

جب اس کا کوئی یار ومددگار اور سہارا نہ ہو۔

تو آپ ﷺ کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بھوکے کو کھانا کھلانا سنت ہے اگر اس کی اضطراری کیفیت نہ ہو۔ اگر بھوکا آدمی مرنے کے قریب ہے یعنی اگر اس نے کھانا نہ کھایا تو موت واقع ہو جائے گی اور شہر یا بستی میں کھانا کھلانے کی طاقت رکھنے والے کئی آدمی موجود ہیں تو ان سب پر کھانا کھلانا فرض کفایہ ہے۔ اگر ایک نے بھی کھلا دیا تو سب کی طرف سے ادائیگی ہو جائے گی اگر کھانا کھلانے کی طاقت صرف ایک آدمی ہی رکھتا ہے تو اس کے لئے کھانا کھلانا فرض عین ہوگا۔

آپ ﷺ نے دوسرا حکم اس طرح ارشاد فرمایا کہ مریض کی عیادت کرو یعنی جب کوئی بیمار ہو جائے تو دوسرے مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پاس جائے۔ اس کو تسلی دے کہ ان شاء اللہ آپ جلد صحت مند ہو جائیں گے اور اس کی مزاج پرسی کرے تاکہ اس کا غم و پریشانی کم ہو جائے۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی وجوب علی الکفایہ کا درجہ رکھتا ہے۔ وجوب علی الکفایہ کا مطلب پہلے حکم میں آپ اچھی طرح سمجھ چکے ہیں۔ اگر مریض کی عیادت کرنے والے اور بھی ہیں تو اس وقت ایک آدمی کے عیادت کرنے کی وجہ سے بقیہ سب سے حکم ساقط ہو جائیگا۔ اگر شہر و بستی میں کوئی عیادت (خبر گیری) کرنے والا نہیں ہے اس وقت تیمارداری کرنا واجب ہے۔

تیسرا حکم آپ ﷺ نے اس طرح ارشاد فرمایا کہ قیدی کو رہا کراؤ۔ یہ حکم بھی وجوب علی الکفایہ کا درجہ رکھتا ہے۔ یہاں قیدی سے مراد یا تو وہ قیدی ہے جس کو ناحق قید کیا گیا ہے اور یا وہ قیدی مراد ہے جس کا بادشاہ نے فدیہ لے کر آزاد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ (بعض نے کہا ہے کہ اس سے وہ قیدی مراد ہے جو دشمن کے ہاتھوں قید ہو چکا ہو اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ یہاں عانی سے مراد رقیق اور غلام ہے۔ یعنی غلام کو آزاد کرو۔ (نفحات التشقیح)

قرآن کریم کی آیت کریمہ ﴿فَكُّ رَقَبَةٍ﴾ [البلد:۱۳] کی تفسیر کرتے ہوئے مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی غلام کو آزاد کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور ایک انسان کی زندگی کو بنا دینا ہے۔ (معارف القرآن مفتی شفیع صاحب' سورۃ البلد)

مسلمانوں کے مسلمانوں پر حقوق کا ذکر حدیث کی روشنی میں

۲/۱۴۲۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ۔ [متفق علیه]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱۲/۳۔ حدیث رقم ۱۲۴۰۔ ومسلم فی صحیحه ۱۷۰۴/۴ حدیث رقم (۴۔۲۱۶۲)۔ وابوداؤد ۲۸۸/۵ حدیث رقم ۵۰۳۰ وابن ماجه ۴۶۱/۱ حدیث رقم ۱۴۳۵

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: ① سلام کا جواب دینا۔ ② مریض کی عیادت کرنا۔ ③ جنازے کی پیروی کرنا۔ ④ دعوت کا قبول کرنا۔ ⑤ چھینک مارنے والے کا جواب دینا۔

تشریح: اس حدیث میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے' جو فرضِ کفایہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ سلام کرنا سنت ہے۔ سلام کہنا بھی سلام کے حقوق میں سے ہے (لیکن مریض کی عیادت اور جنازے کی اتباع کے حکم سے روافض وغیرہ مستثنیٰ ہیں) چنانچہ سلام کا

جواب دینے میں تواضع وانکساری ہے اور واجب کو ادا کرنے کا سبب بھی ہے۔
بیمار کی بیمار پرسی کرنا (تا کہ اس کو تسلی ہو اور آپ کے آنے سے اس کا دل خوش ہو جائے اور قلبی طور پر فرحت محسوس کرے۔ (م س)
لیکن اہل بدعت اس سے مستثنیٰ ہیں یعنی روافض وغیرہ کی خبر نہیں پوچھنا چاہیے۔ (کیونکہ ان کی خبر گیری کرنے میں ان کی تکریم ہے اور اہل بدعت کی تکریم کرنا حدیث کی رو سے جائز نہیں ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا اس بارے میں ارشاد موجود ہے جس کا مفہوم یہ ہے۔ جس نے اہل بدعت کی عزت کی اس نے اسلام کو گرانے میں اس کی مدد کی۔ (م۔س)
جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جانا چاہیے۔ لیکن اہل بدعت کے جنازے میں شرکت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔
چوتھا حق مسلمان کا مسلمان پر یہ ہے کہ جب کوئی دعوت دے تو قبول کرے۔ بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ نہ ہو اور امام غزالیؒ نے لکھا ہے جو کھانا آپس میں فخر کرنے کے لیے اور نمود نمائش کے لیے پکایا جائے' اس کو قبول نہیں کرنا چاہیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف وصالحین اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔
چھینک مارنے والے کو چھینک کا جواب دینا۔ یعنی اگر وہ الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے۔ نواب صاحب شرح السنہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ سب اسلام کے حقوق ہیں ان میں سب مسلمان نیک اور بد برابر ہیں بدعتی نہ ہو اور اعلانیہ گناہ کرنے والا نہ ہو اور خاص طور پر اس چیز کا خیال رکھا جائے کہ بشاشت اور مصافحہ نیک مسلمان کے ساتھ ہی ہونا چاہیے نہ کہ علی الاعلان گناہ کرنے والوں کے ساتھ۔

مسلمانوں کے حقوق پر مشتمل دوسری روایت جس میں چھ چیزوں کا ذکر ہے

۳/۱۴۲۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ قِيْلَ مَاهُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا لَقِيْتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَاِذَا دَعَاكَ فَاَجِبْهُ وَاِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ وَاِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ وَاِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَاِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ۔ [رواہ مسلم]

اخرجه مسلم في صحيحه ١٧٠٥/٤ حديث رقم (٥-٢١٦٢)۔ والنسائي ٥٣/٤ حديث رقم ١٩٣٨۔ وابن ماجه ٤٦١/١ حديث رقم ١٤٣٣۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں: آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! وہ کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت تو مسلمان سے ملاقات کرے تو سلام کر اور جس وقت وہ تجھ کو بلائے تو دعوت قبول کر اور جب کوئی تجھ سے خیر خواہی چاہے تو خیر خواہی کر اور جب وہ چھینک مار کر الحمد للہ کہے تو اس کو جواباً یرحمک اللہ کہہ اور جب وہ بیمار ہو جائے تو تو اس کی عیادت کر اور جب وہ مر جائے تو اس کے پیچھے جا (یعنی نمازِ جنازہ و دفن کے لئے ساتھ جائے)۔
تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بھی مسلمان کے چھ حقوق کا ذکر فرمایا ہے' جن میں سے سب سے زیادہ مسلمان کی

خیر خواہی چاہنا ہے۔ حدیث پاک میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: الدین النصیحة۔ دین سراسر خیر خواہی ہے۔ جو شخص دوسرے بھائی کے لیے خیر خواہی کا جذبہ نہیں رکھتا وہ دیندار نہیں ہے۔ احادیث مبارکہ میں دوسروں کے لیے بہتری سوچنے کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خیر الناس من ینفع الناس۔ لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو دوسروں کے لیے نفع بخش ہو۔ (م س) اوپر والی حدیث میں پانچ کا ذکر ہے اور بعد والی میں چھ کا ذکر ہے تعداد میں کوئی حصر نہیں ہے بلکہ حقوق مسلمانی بہت ہیں۔ موقع محل کے لحاظ سے کچھ ان میں سے بیان فرمائے ہیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ بتدریج نازل ہوئے ہوں۔ پہلے پانچ نازل ہوئے ہوں اور پھر چھ نازل ہوئے ہوں۔

سات چیزوں کے کرنے اور سات چیزوں سے باز رہنے کا حکم

۴/۱۴۲۶ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ اَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَاِجَابَةِ الدَّاعِيْ وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَنَهَانَا عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنِ الْحَرِيْرِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ وَالْمِيْثَرَةِ الْحَمْرَاءِ وَالْقَسِّيِّ وَاٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَعَنِ الشُّرْبِ فِي الْفِضَّةِ فَاِنَّهٗ مَنْ شَرِبَ فِيْهَا فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْ فِيْهَا فِي الْاٰخِرَةِ.

[متفق عليه]

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۱۲/۳۔ حديث رقم ۱۲۳۹۔ ومسلم في صحيحه ۱۶۳۵/۳ حديث رقم (۳۔۲۰۶۶)۔ والترمذي في السنن ۱۵۸/۵ حديث رقم ۲۸۰۹۔ والنسائي ۵۴/۴ حديث رقم ۱۹۳۹۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم فرمایا اور سات چیزوں سے منع فرمایا ہے اور جن سات چیزوں کا حکم فرمایا وہ سات چیزیں یہ ہیں: ① مریض کی عیادت کرنا۔ ② جنازے کی اتباع کرنا۔ ③ چھینک مارنے والے کا جواب دینا۔ ④ سلام کا جواب دینا۔ ⑤ دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنا۔ ⑥ قسم کھانے والے کی قسم کو سچا کرنا۔ ⑦ مظلوم کی مدد کرنا اور آپ ﷺ نے ہمیں سات چیزوں سے منع فرمایا: ① سونے کی انگوٹھی پہننے سے۔ ② ریشم پہننے سے۔ ③ اور اطلس سے اور لاہی سے (الحرير والاستبرق والديباج) یہ تینوں ریشمی کپڑے کی اقسام ہیں۔ ④ اور زین پوش سرخ (کپڑے) کے پہننے سے اور قسی کے کپڑے پہننے سے اور چاندی کے برتن استعمال کرنے سے اور ایک روایت میں چاندی کے برتن میں پینے سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے کہ جو شخص دنیا میں اس برتن سے پیئے گا آخرت میں وہ اس برتن سے نہیں پیئے گا۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے

تشریح ۞ آپ ﷺ نے سات چیزوں کے کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ جن میں سے پانچ کی تشریح پہلے ہو چکی ہے۔ چھٹے نمبر پر یہ ہے کہ قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنا۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی آئندہ کام پر قسم کھائے اور مخاطب اس پر قادر بھی ہو اور اس کام میں کوئی گناہ نہ ہو۔ تو اس کو وہ کام کر لینا چاہیے تاکہ اس کی قسم ٹوٹنے نہ پائے۔ بعض حضرات نے اس سے یہ اخذ کیا ہے کہ اگر کوئی کسی کو قسم دے کر کہتا ہے کہ فلاں کام کرو۔ مخاطب کو یہ کام پروردگار کی تعظیم کی خاطر کر لینا چاہیے۔ اگرچہ اس کا کرنا لازمی نہیں ہے۔

مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے اس میں مسلمان اور ذمی دونوں برابر ہیں یہ مدد قول و فعل دونوں کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

میثرۃ کا لغوی معنی روندنا ہے اور اصطلاح میں ایسے ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں جس میں روئی بھری ہوتی ہے عجمیوں کی عادت یہ ہے کہ وہ اس کو زین پر ڈال کر بیٹھتے ہیں تفاخر و تکبر کی وجہ سے اور ریشم کسی بھی رنگ کا ہو تو اس کا استعمال کرنا حرام ہے البتہ اگر ریشم نہ ہو بلکہ صرف سرخ رنگ کا لباس ہو تو اس کا استعمال مکروہ ہے اور قسی ایک کپڑے کا نام ہے جو ریشم اور کتان سے سیا جاتا ہے۔ یہ قس کی طرف منسوب ہے۔ قس مصر کی ایک بستی کا نام ہے جو ساحل سمندر پر واقع ہے۔ (مرقاۃ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بلکہ سونے کے برتن استعمال کرنے میں بہت زیادہ گناہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو دُنیا میں چاندی کے برتن میں پیئے گا آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔ ایسے ہی ریشم پہننے کے بارے میں حدیث مبارکہ میں ہے: ((مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ)) ''جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔'' (صحیح بخاری، جلد سوم، حدیث نمبر: ۷۸۵)

قال میرك: میرک کا کہنا ہے کہ اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ ان چاروں میں کیا فرق ہے؟ تو میں کہوں گا حریر عام ہے۔ دیباج اس کی قسم ہے۔ اور استبرق دیباج کی قسم ہے اور قسی وہ ہے جس کے ساتھ ریشم ملا ہوا ہو۔ (مرقاۃ کتاب الجنائز ص ۸)

مریض کی عیادت کرنے پر انعام

۵/۱۴۲۷ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا عَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِيْ خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ۔ [رواه مسلم]

اخرجه مسلم فی صحيحه ۱۹۸۹/۴۔ حديث رقم (۴۱۔۲۵۶۸)۔ والترمذی فی السنن ۲۹۹/۳ حديث رقم ۹۶۷۔ وابن ماجه ۴۶۳/۱ حديث رقم ۱۴۴۲۔ واحمد فی المسند ۲۷۹/۵۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ اس وقت تک بہشت (جنت) کے میوے کھاتا رہتا ہے جب تک واپس نہ لوٹ آئے۔

تشریح ۞ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تک ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرنے میں اپنا وقت گزارتا ہے اس وقت تک وہ جنت کے پھل کھاتا ہے۔ یعنی وہ وہاں سے لوٹنے تک اللہ کی رحمتیں لوٹتا رہتا ہے۔ یہ نعمت اس کو انسانی ہمدردی کی بنا پر حاصل ہوتی ہے (کیونکہ اس نے بیمار کی عیادت کے لیے کوشش کی ہے تو اللہ تعالیٰ خوش ہو کر اس کو انعام سے نوازتے ہیں)۔

عیادت نہ کرنے پر خدا کی ناراضگی اور کرنے پر انعام کا ذکر

۶/۱۴۲۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِیْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَّهٗ لَوَ جَدْتَّنِیْ عِنْدَهٗ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِیْ قَالَ يَارَبِّ

كَيْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ وَقَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهُ اِسْتَطْعَمَكَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ اَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِیْ قَالَ يَارَبِّ كَيْفَ اَسْقِيْكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ اِسْتَسْقَاكَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهٖ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ۔

[رواہ مسلم]

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱۹۹۰/٤۔ حدیث رقم (٤٣۔٥٥٦٩)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے۔ اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو نے مجھ سے نہ پوچھا۔ بندہ کہے گا اے میرے ربّ! میں کس طرح پوچھتا تو تو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے اور بیماری سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تو نے نہیں جانا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تو نے اس کی حالت دریافت نہیں کی۔ اگر تو اس کی حالت پوچھتا تو مجھ کو اس کے پاس پاتا (یعنی میری رضامندی پالیتا) اے آدم کے بیٹے میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ آدمی کہے گا: اے میرے رب! میں کس طرح کھلاتا تو تو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ فلاں بندے نے تم سے کھانا مانگا تھا تو تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا۔ اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا۔ تو مجھ سے اس کا ثواب حاصل کر لیتا۔ اے آدمؑ کے بیٹے میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا بندہ کہے گا اے میرے رب میں تجھے کس طرح پلاتا۔ اور تو تو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور تجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اے میرے بندے فلاں آدمی نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے اس کو پانی نہیں پلایا۔ اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو اس کا ثواب میرے پاس پالیتا (یعنی حاصل کر لیتا)۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں عیادت نہ کرنے والے پر ناراضگی وشکوہ کا اظہار فرمایا ہے۔ الغرض اس مذکورہ حدیث میں تین باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہیں۔ سب سے پہلے مریض کی عیادت کرنے کی ترغیب دی ہے سوال وجواب کے انداز میں جو کہ سمجھنے والوں کے لیے بڑا موثر طریقہ ہے۔ دوسرے اور تیسرے نمبر پر کھانا کھلانے اور پانی پلانے پر زور دیا گیا ہے اس انداز سے پتہ چلتا ہے کہ مریض کی عیادت کرنے' کھانا کھلانے اور باقی کاموں کے کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات میں سے سب سے بڑا انعام اللہ کی رضا حاصل ہو جاتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے راضی ہو جاتا ہے تو اس کے دُنیا وآخرت کے کام بن جاتے ہیں گویا وہ من کان للّٰہ کان اللّٰہ لهٗ کا مصداق بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا بنا دے ۔آمین۔

بیمار کی فضیلت

۱۴۲۹/۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اَعْرَابِیٍّ يَعُوْدُهُ وَكَانَ اِذَا دَخَلَ عَلٰى مَرِيْضٍ يَعُوْدُهُ قَالَ لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَالَ لَهُ لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ كَلَّا بَلْ حُمّٰى تَفُوْرُ عَلٰى شَيْخٍ كَبِيْرٍ تُزِيْرُهُ الْقُبُوْرَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَعَمْ اِذًا۔ [رواہ البخاری]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۱۲۳۔ حدیث رقم ۵۶۶۲۔ واحمد فی المسند ۳/۲۵۰۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیہاتی کی خبر گیری کے لیے تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار کے پاس حال پوچھنے کے لئے جاتے تو فرماتے بیماری سے غم نہ کھاؤ' یہ پاک کرنے والی ہے' اگر اللہ نے چاہا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کے لیے یہی الفاظ فرمائے اور فرمایا کوئی ڈر نہیں ہے بیماری پاک کرنے والی ہے' اگر اللہ نے چاہا' دیہاتی نے کہا ہر گز کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو بخار ہے جو بوڑھے آدمی پر جوش مارتا ہے اور یہ بخار اس کو قبر میں لے جائے گا (یعنی مار دے گا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! اسی طرح ہوگا (یعنی اگر تمہارا یہی خیال ہے تو پھر ایسا ہی ہوگا) یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں ایک دیہاتی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی: لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ۔ اعرابی نے جواب دیا یہ تو بخار ہے جو قبر میں لے جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا اچھا جو تیرا خیال ہے یعنی اب اسی طرح ہوگا۔ اس نے بیماری کی فضیلت کی نعمت کی ناشکری کی ہے اور جو اللہ رب العزت کی نعمت کی ناشکری کرتا ہے وہ نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی آیت سے ظاہر ہوتا ہے: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ (ابراهیم: ۷) اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور بضرور تمہیں زیادہ دونگا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ تو لازماً ناشکری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محرومی ہوگی۔ اس حدیث پاک سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادنیٰ آدمی کی خبر گیری کے لیے بھی تشریف لے جاتے تھے اور امیر غریب اس معاملے میں سب برابر ہیں۔ (م س) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعرابی کی تیمارداری کے لیے جانا امت کو تعلیم دینے کے لئے تھا۔ تا کہ امت بھی اس کو اپنائے۔ احتمال ہے کہ دیہاتی کافر ہو لیکن بعض علماء کا کہنا ہے کہ وہ کافر نہیں تھا بلکہ مسلمان تھا لیکن اجڈ بیوقوف تھا۔ سخت تکلیف کی وجہ سے اس نے یہ الفاظ کہے۔

بیمار کے لیے دعائیہ کلمات

۸/۱۴۳۰ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَكٰى مِنَّا اِنْسَانٌ مَسَحَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَالَ اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا۔ [متفق علیه]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۱۳۱۔ حدیث رقم ۵۶۷۵۔ ومسلم فی صحیحه ۴/۱۲۷۱ حدیث رقم (۴۶۔۲۱۹۱) وابوداؤد فی السنن ۴/۲۱۷ حدیث رقم ۳۸۹۰۔ والترمذی ۳/۳۰۳ حدیث رقم ۹۷۳۔ وابن ماجه ۱/۵۱۷۔ حدیث رقم ۱۶۱۹ واحمد فی المسند ۱/۷۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم میں سے کوئی آدمی بیمار ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دایاں ہاتھ اس پر پھیرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اے لوگوں کے (پروردگار) بیماری کو دور کر دے اور تو شفا دینے والا ہے شفا دیدے۔ تیری شفاء کے علاوہ کوئی شفاء نہیں ہے' جو بیماری کو دور کر دے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار آدمی کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو کچھ

کلمات پڑھ کر دَم کیا کرتے تھے۔ دَم کرنے کا ثبوت بھی اس حدیث سے ملتا ہے۔ آپ ﷺ بیمار آدمی پر یا درد والی جگہ پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ اے لوگوں کے پالنے والے! بیماری کو دور کردے اور بیمار کو بیماری سے شفا بخش دے تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں ہے کوئی ایسی شفا جو بیماری کو دور کردے۔

پھوڑے پھنسی پر دَم کرنے کا طریقہ

۹/۱۴۳۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ اِذَا اشْتَكَى الْاِنْسَانُ الشَّیْءَ مِنْهُ اَوْ كَانَتْ بِهٖ قُرْحَةٌ اَوْجُرْحٌ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِصْبَعِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔ [متفق علیه]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۰۶/۱۰ حدیث رقم ۵۷۴۵۔ و مسلم فی صحیحه ۱۷۲٤/٤ حدیث رقم (۵٤۔۲۱۹٤)

وابوداؤد فی السنن ۲۱۹/٤ حدیث رقم ۳۸۹۵ وابن ماجه ۱۱۶۳/۲ حدیث رقم ۳۵۲۱۔ واحمد فی المسند ۹۳/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جب (کوئی) آدمی اپنے بدن کے کسی حصہ میں تکلیف کی شکایت کرتا تھا یا اس کے کسی عضو پر پھوڑا یا زخم ہوتا تھا تو نبی کریم ﷺ اپنے ہاتھ کی انگلی سے اشارہ کرکے فرماتے میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ برکت حاصل کرتا ہوں۔ یہ زمین کی مٹی ہمارے بعض (آدمیوں) کے لعاب کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ تاکہ پروردگار کے حکم سے شفا ہو جائے۔ یہ بخاری اور مسلم سے روایت ہے۔

تشریح ۞ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت ہے پھوڑے پھنسی پر دم کرنے کا آپ ﷺ کا طریقہ اس طرح ہوتا تھا کہ ہم میں سے جب کوئی آدمی پھوڑے، پھنسی کی شکایت کرتا تو نبی کریم ﷺ اپنی انگلی رکھ کر یوں دعا فرماتے۔ بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ جو ہماری زمین کی مٹی ہے۔ ہم میں سے بعض کے تھوک سے ملی ہوئی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیمار کو شفا ہو جائے۔

تھوک کا مزاج کی تبدیلی میں بڑا اثر ہوتا ہے اور آدمی کے اپنے وطن کی مٹی بھی مزاج کو برقرار رکھنے میں بڑی تاثیر رکھتی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے ساتھ پانی نہیں لے جاسکتا تو کچھ مٹی لے جائے۔ اگر پانی موافق نہ آئے۔ تو مٹی پانی میں ڈال دے۔ تاکہ مزاج کی تبدیلی سے محفوظ رہے۔ شارحین نے اس کی اور بھی توجیہات بیان کی ہیں۔ یہ سب احتمالات ہیں حقیقت پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اشرف نے کہا کہ یہ حدیث دم ومنتر کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ جب تک اس میں حرام چیزیں نہ ملی ہوئی ہوں۔ یعنی دم کرنے والا جادو کے (ٹوٹکے) اور کفریہ کلمات نہ کہے۔ منتر کسی بھی زبان کا ہو۔ (ہندی۔ ترکی۔ عربی) وغیرہ جب تک اس کے معنی معلوم نہ ہوں تو اس کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔

آیاتِ قرآنیہ پڑھ کر دَم کرنا مسنون ہے (حدیث سے ثابت ہے)

۱۰/۱۴۳۲ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَكٰى نَفَثَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهٖ فَلَمَّا اشْتَكٰى وَجَعَهُ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِيْهِ كُنْتُ اَنْفُثُ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِیْ كَانَ يَنْفُثُ وَاَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (متفق علیه وفی روایة لمسلم) قَالَتْ كَانَ اِذَا مَرِضَ اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ نَفَثَ

عَلَیْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۰۶/۱۰۔ حدیث رقم ۵۷۴۵۔ ومسلم فی صحیحه ۱۷۲۴/۴ حدیث رقم (۵٤۔۲۱۹٤)

وابوداوٗد فی السنن ۲۱۹/٤ حدیث رقم ۳۸۹۵ وابن ماجه ۱۱٦۳/۲ حدیث رقم ۳۵۲۱۔ واحمد فی المسند ۹۳/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو اپنے اوپر معوذات پڑھ کر دم کرتے تھے اور اپنا ہاتھ اپنے جسم پر پھیرا کرتے تھے جہاں تک پہنچ سکتا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر معوذات پڑھ کر دم کیا کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معوذات پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اس طرح (آپ کے بدن مبارک) پر پھیرتی کہ میں معوذات پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر دَم کر دیا کرتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر پھیرتی۔ یہ روایت بخاری اور مسلم سے منقول ہے۔ مسلم شریف کی ایک روایت سے منقول ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب گھر والوں (اہل والوں) میں سے کوئی آدمی بیمار ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم معوذات پڑھ کر دم فرماتے تھے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے قرآنی آیات کے ذریعے دم کرنے کا ثبوت ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں پر بلکہ خود اپنے آپ پر معوذات پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ معوذات سے مراد قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معوذات کا اطلاق تو جمع پر ہوتا ہے جبکہ تعوذ کا معنی تو صرف دو سورتوں (یعنی سورۃ الفلق اور الناس) میں پایا جاتا ہے۔ لہٰذا جمع کا صیغہ لانا درست نہیں ہے۔ تو محدثین نے اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ جمع کا لفظ آیتوں کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔ کیونکہ ان سورتوں میں آیتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اس لئے ان کو معوذات کہا گیا ہے۔ یا دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ قل ھو اللہ کو معوذات میں تغلیباً داخل کیا گیا ہے۔ مسلم شریف کی دوسری روایت میں ہاتھ پھیرنے کا ذکر نہیں آیا ہے۔ یہ احتمال ہاتھ پھیرنے کا بھی ہے لیکن ذکر اس لیے نہیں کیا کہ دم کرنے سے ہاتھ کا پھیرنا سمجھ میں آ جاتا ہے اور احتمال ترک کرنے کا بھی ہے کہ کبھی صرف دم کرنے پر ہی اکتفا کر لیتے تھے۔ اور اولویت دونوں کاموں میں ہے۔

دَم کرنے کا مسنون طریقہ

۱۴۳۳/۳ وَعَنْ عُثْمَانَ ابْنِ اَبِی الْعَاصِ اَنَّهٗ شَکٰی اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا یَجِدُهٗ فِیْ جَسَدِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَعْ یَدَكَ عَلَی الَّذِیْ یَاْلَمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلَاثًا وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ قَالَ فَفَعَلْتُ فَاَذْهَبَ اللّٰهُ مَا کَانَ بِیْ۔

[رواه مسلم]

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۷۲۸/٤۔ حدیث زقم ٦۷۔۲۲۰۲۔ وابوداوٗد فی السنن ۲۱۸/٤ حدیث رقم ۳۸۹۱۔ والترمذی ٤/۳۵۵ حدیث رقم ۲۰۸۰ وابن ماجه ۱۱٦۳/۲ حدیث رقم ۳۵۲۲۔ واحمد فی المسند ۳۹۰/٦۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درد کی شکایت کی جس کو وہ اپنے بدن کے اندر پا رہے تھے (یعنی محسوس کر رہے تھے)۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اپنا ہاتھ

درد والی جگہ پر رکھو اور تین بار بسم اللہ کہو اور سات بار یوں کہو میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں اس کی عزت کے ساتھ اور اس کی قدرت کے ساتھ اس چیز کی برائی سے (یعنی درد سے) جو میں اپنے بدن میں پاتا ہوں۔ اور میں ڈرتا ہوں اس کی (یعنی درد کی) زیادتی سے پس حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں میں نے یہ کام کیا تو اللہ رب العزت نے میری بیماری کو دور کر دیا۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ ﷺ کے دم کرنے کا مسنون طریقہ بیان کیا گیا ہے اور حضرت عثمان بن ابی العاص کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے درد کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اپنی درد والی جگہ پر ہاتھ رکھو۔ اور بسم اللہ تین مرتبہ پڑھو اور سات مرتبہ دعا پڑھو جس کا ذکر حدیث پاک میں گزر چکا ہے۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے یہ دعا پڑھ کر دم کیا تو اللہ رب العزت نے میری بیماری کو دور کر دیا۔ اس حدیث پاک سے بیماری کے لیے دم کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

جبرئیل علیہ السلام کا آپ ﷺ کو دم کرنا

۱۲/۱۴۳۴ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ جِبْرِیْلَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اشْتَکَیْتَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَیْنِ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ۔

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۸۷۱۸/۴ حدیث رقم (۴۰۔۲۱۸۶)۔ وابن ماجہ فی السنن ۱۱۶۵/۲ حدیث رقم ۳۵۲۷۔ واحمد فی المسند ۱۶۰/۶۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جبرئیلؑ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: کہ اے محمدؐ! کیا آپ بیمار ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جی ہاں! جبرئیل نے فرمایا میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ ﷺ پر دم کرتا ہوں ہر ایسی چیز سے جو آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائے ہر شخص کی برائی سے حسد کرنے والے کی آنکھ سے۔ اللہ آپ ﷺ کو شفا دے میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ ﷺ پر منتر (دم) پڑھتا ہوں۔ یہ روایت مسلم سے منقول ہے۔

تشریح ۞ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے اور آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے نبی! کیا آپ ﷺ بیمار ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جی ہاں میں بیمار ہوں۔ جبرئیل علیہ السلام فرمانے لگے میں آپ ﷺ پر اللہ کا نام لے کر ہر تکلیف دینے والی چیز سے اور آدمی کی برائی سے یا حسد کرنے والے سے دم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو شفا بخشے۔ اس حدیث پاک سے تیمارداری کی اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے۔ اور فرشتے کا حضور ﷺ کی مزاج پرسی کرنا اور آپ ﷺ کو دم کرنے سے امت کو اس کام کی اہمیت بتلانا مقصود ہے۔ (م ں)

تکلیف دہ چیزوں سے پناہ پکڑنے کا بیان

۱۳/۱۴۳۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَھَامَّۃٍ وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ وَیَقُوْلُ اِنَّ اَبَاکُمَا یُعَوِّذُ بِھَا اِسْمَاعِیْلَ

وَاِسْحَاقَ۔ (رواه البخاری وفی اکثر نسخ المصابیح بهما علی لفظ التثنية]

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٠٨/٧۔ حدیث رقم ٣٣٧١۔ والترمذی فی السنن ٣٤٦/٤ حدیث رقم ٢٠٦٠۔ وابن ماجه ١١٦٤/٢ حدیث رقم ٣٥٢٥۔ واحمد فی المسند ٢٧٠/١۔ (١) فی المخطوطة (یکون)۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو اللہ کی پناہ میں دیتے تھے اور یہ دعا پڑھتے تھے کہ تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے ان کلمات کے ساتھ جو کہ پورے ہیں ہر شیطان کی برائی سے اور ہر زہریلے جانور سے جو مار ڈالنے والا ہے اور ہر نظر لگا دینے والی آنکھ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے تمہارے باپ حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل اور اسحٰق علیہما السلام کو ان کلمات کے ساتھ اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور مصابیح کے اکثر نسخوں میں بهما تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو ان کلمات کو پڑھ کر اللہ کی پناہ میں دیتے تھے کہ میں تم دونوں کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں ہر سرکش اور حد سے تجاوز کر جانے والے کی برائی سے خواہ وہ جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے یا جانوروں میں سے هامة کا لفظ وضاحت سے ذکر تے کیونکہ ھامۃ سے مراد زہریلا جانور ہے جس کے ڈسنے سے انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے جیسے سانپ وغیرہ۔

وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ سے مراد نظر لگا دینے والی آنکھ یعنی بری نظر سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے کیونکہ نظر کا برحق ہونا حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا والعین حق۔ نظر برحق ہے۔ نظر کس کو کہتے ہیں؟ صاحب مرقاۃ نے نظر کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے جب دیکھنے والا کسی چیز کو دیکھے اور اس کو اچھا سمجھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کرے اور اس کی کاریگری کی طرف اس کی نظر نہ جائے۔ تو ناظر کی نظر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ منظور علیہ کو آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے (مرقاۃ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ کے باپ (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹوں حضرت اسحٰق اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کو اس کلمات کے ساتھ اللہ کی پناہ میں دیتے تھے اور مرجع سے دو کلمیں مراد ہے جن پر من داخل ہے۔ علامہ طیبی نے کہا ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے اور مفرد ضمیر صحیح ہے۔

بھلائی امتحان کا سبب ہے

١٤٣٦/١٤ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّصِبْ مِنْهُ.

[رواه البخاری]

اخرجه البخاری فی صحیحه ١٠٣/١٠۔ حدیث رقم ٥٦٤٥۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی (خیر) کا ارادہ کرتے ہیں اس کو بھلائی (خیر) کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار کر دیتے ہیں۔ یہ روایت بخاری سے نقل کی ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتے ہیں اس کو مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ مصیبت ہر ناپسندیدہ امر کو کہتے ہیں۔ مصیبت کا آنا دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو قہر (ناراضگی) کی وجہ سے ہوتا

ہے اور کبھی مہربانی وشفقت کی بنا پر آتی ہے اگر انسان مصیبت پر صبر کرے تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ مصیبت پر صبر کرنا خدا کی رضامندی اور مہربانی کی علامت ہے۔ اور اگر مصیبت پر جزع وفزع کرے تو یہ خدا کی ناراضگی کی علامت ہے یعنی قہر کی۔ مولانا محمد پالن پوری رحمہ اللہ نے اس بات کو اچھی طرح واضح کیا ہے کہ اگر خدا سے خوف کی حالت میں انسان پر مصیبت آئے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہوتا ہے۔ گناہ کم ہوتے ہیں اور درجات میں ترقی ہوتی ہے یعنی ایسی مصیبت انسان کے لیے باعث رحمت ہے۔ اگر انسان کفر وشرک ومعاصی میں مبتلا ہے اور اس حالت میں انسان پر تکلیف آتی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے۔ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذائقے کا لفظ بمعنی (چکھنا) استعمال فرمایا ہے اور ایمان والے کے لیے ابتلاء کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔ جیسے قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی آزمائش کے لیے فرمایا: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ﴾ [البقر: ۱۵۵] ''اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (خدا کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو۔''

(فتح محمد جالندھری)

مصائب گناہوں کو مٹانے کا باعث ہوتے ہیں

۱۵/۱۴۳۷ وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا اَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ۔ [متفق علیہ]

اخرجه البخاری فی صحيحه ۱۰/۱۰۳۔ حديث رقم ۵۶۴۱۔ ومسلم فی صحيحه ۴/۱۹۹۲ حديث رقم (۵۲۔۲۵۷۳) والترمذی فی السنن ۳/۲۹۸ حديث رقم ۹۶۶۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمان کو جو کوئی رنج وتکلیف، غم یا فکر پہنچتی ہے یہاں تک کہ اگر کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو جھاڑ (مٹا) دیتا ہے۔ بخاری اور مسلم نے اس کو نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس تکلیف کی وجہ سے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ یہ تکلیفیں انسان کے لیے رفع درجات کا سبب بنتی ہیں۔ محدثین کا کہنا ہے کہ لفظ ھم اور غم کا معنی آپس میں قریب قریب ہے بلکہ خفیف سا فرق ہے۔ ھم آئندہ پریشانی کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے اور غم گذشتہ کسی امر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب بھی مسلمان کو کسی قسم کی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ خاص طور پر صغیرہ گناہ جھڑ جاتے ہیں حتی کہ اگر کانٹا بھی چبھ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کانٹے کے چبھنے کی وجہ سے بھی گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

شدتِ مرض پر ثمرہ

۱۶/۱۴۳۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوْعَكُ فَمَسَسْتُهُ بِيَدَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ لَتُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجَلْ اِنِّيْ اُوْعَكُ

كَمَا يُوْعَكُ رَجُلاَنِ مِنكُمْ قَالَ فَقُلْتُ ذٰلِكَ لِاَنَّ لَكَ اَجْرَيْنِ فَقَالَ اَجَلْ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ اَذًى مِنْ مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ اِلاَّ حَطَّ اللّٰهُ بِهٖ سَيِّئَاتِهٖ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا۔ [متفق عليه]

اخرجه البخاري في صحيحه ١١١/١٠ ـ حديث رقم ٥٦٤٨ ـ ومسلم في صحيحه ١٩٩٢/٤ حديث رقم (٤٥ ـ ٢٥٧١) والدارمي في السنن ٤٠٨/٢ حديث رقم ٢٧٧١ ـ واحمد في المسند ٣٨١/١ ـ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس حال میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بخار میں مبتلا تھے۔ میں نے آپ کو اپنا ہاتھ لگایا اور کہا اے اللہ کے نبی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو سخت بخار ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جی ہاں مجھے تم میں سے دو شخصوں کے برابر بخار چڑھتا ہے۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ اس واسطے (اس لیے) ہے کہ آپ کو دوگنا ثواب ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مسلمان کو جب تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو جھاڑ (مٹا) دیتا ہے جیسا کہ درخت کے پتے گرتے ہیں۔ اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بخار میں مبتلا تھے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر ہاتھ لگایا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بخار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں مجھے بخار ہے اور میرا بخار دو آدمیوں کے برابر ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آپ کو دُگنا ثواب دینے کے لیے ہے۔ آپ نے فرمایا جی ہاں پھر فرمایا جب کسی مسلمان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس تکلیف کی وجہ سے اس بندے کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں اور اس کو پاک کر دیتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدتِ درد کا بیان

۱۴۳۹/۱۷ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ اَحَدًا الْوَجَعُ عَلَيْهِ اَشَدُّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

[متفق عليه]

اخرجه البخاري في صحيحه ١١٠/١ ـ حديث رقم ٥٦٤٦ ـ ومسلم في صحيحه ١٩٩٠/٤ حديث رقم (٤٤ ـ ٢٥٧٠) وابن ماجه في السنن ٥١٨/١ حديث رقم ١٦٢٢ واحمد في المسند ١٧٣/٦ ـ

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (شدت) بیماری سے بڑھ کر کسی کی بیماری نہیں دیکھی۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ اس روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری دوسرے لوگوں کی بیماری سے زیادہ ہوا کرتی تھی۔ شدت کی اصل وجہ دوسری روایات سے معلوم ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوہرا اجر دینا مقصود ہوتا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نزع کی کیفیت کا بیان

۱۴۴۰/۱۸ وَعَنْهَا قَالَتْ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ حَاقِنَتِيْ وَذَاقِنَتِيْ فَلاَ اَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِاَحَدٍ اَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ [رواه البخاري]

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۰۳/۱ ـ حديث رقم ٥٦٤٣ ـ ومسلم في صحيحه ۲۱٦۳/٤ حديث رقم (٥٩ ـ ۲۸۱۰)۔
والدارمي في السنن ۴۰۰/۲ حديث رقم ۲۷٤۹ ـ واحمد في المسند ٤٥٤/۳ ـ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے میرے سینے کے بالائی حصے اور میری ٹھوڑی کے درمیان وفات پائی۔ میں آپ ﷺ کی وفات کے بعد کسی کی موت کی شدت کو مکروہ (ناپسند) نہیں سمجھتی۔ (بخاری)

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے دنیا سے رحلت فرماتے وقت کی حالت کو بیان کرتی ہیں کہ جب آپ ﷺ پر نزع کی کیفیت طاری تھی تو آپ ﷺ میرے سینہ پر سہارا لگائے ہوئے تھے میں آپ ﷺ کی موت کی سختی کے بارے میں خوب آگاہ ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ میرا خیال یہ تھا کہ شاید موت (نزع) کی سختی گناہوں کی کثرت کی وجہ سے ہوتی ہے تو جب میں نے نبی کریم ﷺ کی سختی کو دیکھا تو سمجھ گئی کہ موت کی سختی خاتمہ بالسوء کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ تو رفع درجات کے لئے ہے اور صحت وتندرستی کی وجہ سے بھی تکلیف زیادہ ہوتی ہے اس سے پتہ چلتا ہے موت کی آسانی بزرگی کی دلیل نہیں ہے ورنہ آپ ﷺ کو بدرجہ اولیٰ موت کی آسانی حاصل ہوتی۔

مؤمن اور منافق کی زندگی کی حقیقت آپ ﷺ کی زبانی

۱۹/۱۴۴۱ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفِيْئُهَا الرِّيَاحُ تَصْرَعُهَا مَرَّةً وَتَعْدِلُهَا اُخْرٰى حَتّٰى يَاْتِيَهُ اَجَلُهُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الْاَرْزَةِ الْمُجْذِيَةِ الَّتِي لَا يُصِيْبُهَا شَيْءٌ حَتّٰى يَكُوْنَ انْجِعَا فُهَا مَرَّةً وَّاحِدَةً۔ [متفق علیہ]

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۰۳/۱۰ ـ حديث رقم ٥٦٤٤ ـ ومسلم في صحيحه ۱۱٦۳/٤ حديث رقم (٥٨ ـ ۲۸۰۹)
والترمذي في السنن ۱۳۸/٥ حديث رقم ۲۸٦٦ ـ

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مؤمن کی مثال کھیتی کے (پھٹے) (وتازہ) نرم ونازک شاخ کی طرح ہے ہوائیں اس کو جھکاتی (جھلاتی) ہیں کبھی اس کو گرا دیتی ہیں اور کبھی اس کو سیدھا (کھڑا) کر دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ موت کا وقت آ جاتا ہے۔ یعنی بعینہ اسی طرح مسلمان کو کبھی کمزوری اور بیماری کا حادثہ (واقعہ) گرا دیتا ہے۔ اور کبھی صحت وتندرستی اس کو سیدھا اور (چاق وچوبند) کر دیتی ہے اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے وہ سیدھا اور مستحکم (مضبوط) ہوتا ہے۔ اور زمین میں ثابت ہوتا ہے۔ اس پر کوئی چیز اثر انداز نہیں ہوتی۔ وہ نہ جھکتا ہے نہ گرتا ہے حتی کہ وہ ایک بار اکھڑتا ہے۔ (اور زمین پر گر پڑتا ہے) اسی طرح منافق کی مثال ہے وہ ہمیشہ توانا وتندرست رہتا ہے اس کو کوئی بیماری اور کمزوری نہیں پہنچتی۔ وہ یکبارگی زمین پر گر کر مر جاتا ہے۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مؤمن کی مثال کھیتی کی تر وتازہ شاخ کی طرح ہے وہ شاخ اتنی نرم ونازک ہے کہ جب ہوا چلتی ہے تو وہ اس شاخ کو ادھر ادھر جھلاتی ہے یعنی حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مؤمن کی زندگی حوادثات سے خالی نہیں ہوتی کبھی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے۔ کبھی مال کی کمی آ جاتی ہے۔ یہ سارے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحانات ہوتے ہیں۔ اگر وہ صبر وشکر کرے اور خدا کی تقدیر پر راضی وخوش رہے تو کامیابی کی علامت ہے اس لیے

حدیث پاک میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ)) ''دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے''۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر ۲۹۱۸) دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے درجات بلند کرنے کے لئے ان کو تکلیفوں میں مبتلا کرتا ہے یہ سب کامیابی کی علامتیں ہیں۔

آپ ﷺ نے منافق کو صنوبر کے درخت کے ساتھ تشبیہ دی ہے صنوبر کے درخت کی جڑ زمین میں مضبوط ہوتی ہے سخت ہوائیں اس پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ آخر کار وہ ایک ہی دفعہ زمین سے اکھڑ جاتا ہے اسی طرح منافق کی مثال ہے وہ ہمیشہ تندرست وتوانا رہتا ہے پھر بوجہ بیماری اور کمزوری کے ایک ہی بار گرتا ہے یعنی موت آجاتی ہے۔ الغرض منافق اور فاسق کو مصائب وآلام کم ہی پیش آتے ہیں۔ تاکہ اس کو گناہوں کا کفارہ اور ثواب حاصل نہ ہو۔

حدیث کی روشنی میں مؤمن اور منافق کی زندگی میں فرق

۱۴۴۲/۲۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ الرِّیْحُ تُمِیْلُهٗ وَلَا یَزَالُ الْمُؤْمِنُ یُصِیْبُهُ الْبَلَاءُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ شَجَرَةِ الْاَرْزَةِ لَا تَهْتَزُّ حَتّٰی تُسْتَحْصَدَ۔

[متفق علیه]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۱۰۳۔ حدیث رقم ۵٦٤٤۔ ومسلم فی صحیحه ٤/۲۱٦۳ حدیث رقم (۵۸۔۲۸۰۹) والترمذی فی السنن ۵/۱۳۸ حدیث رقم ۲۸٦٦۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا مؤمن کی مثال کھیتی کی مانند (طرح) ہے۔ بادیں (ہوائیں) اس کو ہمیشہ جھکاتی رہتی ہیں اور مؤمن کو ہمیشہ بلائیں (آزمائشیں) پہنچتی رہتی ہیں منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے نہیں ہلتا (یعنی مضبوطی سے کھڑا رہتا ہے) مگر اچانک اکھاڑ دیا جاتا ہے۔ اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ آپ ﷺ نے اس حدیث پاک میں مؤمن اور منافق کی زندگی کو بہترین تمثیل کے ساتھ واضح کیا ہے مؤمن کی زندگی کو کھیتی کی تروتازہ شاخوں سے تشبیہ دی ہے۔ اور منافق کو صنوبر کے درخت کے ساتھ۔ جس کی تفصیل پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

الغرض حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مؤمن کو اللہ تعالیٰ مصائب ومشکلات میں ڈال دیتا ہے۔ تاکہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ اور آخرت میں اس کے درجات بلند ہو جائیں منافق کو ان مذکورہ چیزوں یعنی مصیبتوں میں گرفتار نہیں کرتا یعنی منافقوں کو آزمائشوں میں مبتلا نہیں کرتا۔ تاکہ آخرت میں اس کا عذاب ہلکا نہ ہو۔

بخار پر اجر

۱۴۴۳/۲۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی اُمِّ السَّائِبِ فَقَالَ مَالَكِ تُزَفْزِفِیْنَ قَالَتِ الْحُمّٰی لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِیْهَا فَقَالَ لَا تُسَبِّی الْحُمّٰی فَاِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَایَا بَنِیْ اٰدَمَ كَمَا یُذْهِبُ الْكِیْرُ خَبَثَ الْحَدِیْدِ۔

[رواه مسلم]

اخرجه البخاری مسلم فی صحیحه ۱۹۹۳/٤ حدیث رقم (۵۳۔۲۵۷۵)۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ اُمّ السائبؓ کے پاس تشریف لائے۔ اور ارشاد فرمایا کہ آپ کیوں کانپ رہی ہیں۔ اس نے کہا تپ (یعنی بخار ہے) کہ اس میں اللہ برکت نہ دے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بخار کو برا مت کہو۔ اس لیے کہ بخار بنی آدم (انسانوں) سے گناہوں کو ایسے دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے سے میل کچیل دور کرتی ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ حدیث مذکورہ میں آپ ﷺ نے مؤمن آدمی کو بخار پر ملنے والے اجر وثواب کا ذکر فرمایا ہے۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بخار گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔ خاص طور پر صغیرہ گناہوں کو زائل کر دیتا ہے۔ جیسے اُمّ السائب رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ آپ ﷺ صحابیہ کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لے گئے اور حال دریافت فرمایا۔ انہوں نے کہا مجھے بخار ہے اللہ اس میں برکت نہ دے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بخار کو گالی مت دو۔ یہ تو آپ کے گناہوں کو ختم کرنے کے لیے آیا ہے اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے۔ جو ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات کا بخار ایک سال کا کفارہ ہے اور ایک روایت میں ہے: **ان حمی امتی من جهنم** میری امت کا بخار جہنم میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ شفقت وہمدردی کا معاملہ

۲۲/۱۴۴۴ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْسَا فَرَ كُتِبَ لَهٗ بِمِثْلِ مَاكَانَ یَعْمَلُ مُقِیْمًا صَحِیْحًا۔ [رواه البخاری]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳۶/٦۔ حدیث رقم ۲۹۹٦۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس وقت بندہ (انسان) بیمار ہوتا ہے یا اس کو سفر کرنا پڑتا ہے تو سفر کی وجہ سے اس کے نوافل اوراد و وظائف جو حضر میں کیا کرتا تھا فوت ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے (مانند) برابر ثواب لکھ دیتے ہیں۔ جو گھر میں عمل کرتا تھا۔ (یعنی تندرستی کی حالت میں جو نوافل وغیرہ پڑھتا تھا۔ اس کے برابر اللہ تعالیٰ اس کو ثواب عطا فرماتے ہیں۔)

تشریح ۞ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے ساتھ شفقت وہمدردی کا معاملہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ بیماری کی وجہ سے وہ نیک اعمال نہیں کر سکتا، جو صحت وتندرستی کی حالت میں کیا کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو صحت وتندرستی کی حالت میں عمل کرنے کے برابر ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بے حد مہربان ہیں۔

اور اگر بندہ سفر کی وجہ سے نیک اعمال نہیں کر سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو حضر میں نیک اعمال کرنے کی بقدر ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔ اللہ رب العزت اپنے نیک بندوں کی قدر کرتے ہیں اور نہایت شفقت ومہربانی کا معاملہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بندوں میں شامل فرمالے۔ آمین ثم آمین۔

طاعون کی بیماری پر شہادت کا ثواب

۲۳/۱۴۴۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّاعُوْنُ شَهَادَةُ كُلِّ مُسْلِمٍ۔

[متفق علیہ]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۸۰/۱۰۔ حدیث رقم ۵۷۳۲۔ ومسلم فی صحیحه ۱۵۲۲/۳۔ حدیث رقم (۱۶۶۔ ۱۹۱۶)۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طاعون ہر مسلمان کی شہادت ہے۔ یہ روایت بخاری اور مسلم نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں طاعون کی بیماری کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ طاعون کی بیماری میں جو شخص مبتلا ہو۔ اس پر صبر کرے اور راہِ فرار اختیار نہ کرے اور اگر اسی بیماری میں وہ دنیا سے رخصت ہو جائے تو اس کو شہید کا ثواب ملتا ہے۔ طاعون ایک عام مرض اور وبا ہے جس کی وجہ سے ہوا' مزاج اور بدن کے اندر خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور بعض حضرات نے کہا کہ طاعون مہلک قسم کی بیماری ہے جس کی وجہ سے بدن کے نرم حصوں پر زخم ہو جاتے ہیں۔ جیسے بغلیں وغیرہ اور گردن سیاہ یا سرخ' سیاہ یا سبزی مائل ہو جاتی ہے۔

شہداء کی اقسام

۲۴/۱۴۴۶ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِيْقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيْدُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ [متفق علیہ]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۲/۶۔ حدیث رقم ۲۸۲۹۔ ومسلم فی صحیحه ۱۵۲۱/۳ حدیث رقم (۱۶۴۔ ۱۹۱۴)۔ والنسائی فی السنن (۹۹/۴ حدیث رقم ۲۰۵۴۔ والدارمی ۲۷۳/۲ حدیث رقم ۲۴۱۳۔ واحمد فی المسند ۴۸۹/۳۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہداء کی پانچ قسمیں ہیں: ① ایک طاعون زدہ (طاعون سے ہلاک ہونے والا)۔ ② جو پیٹ کی بیماری سے مرے (ہلاک ہو جائے) یعنی دستوں اور استسقاء وغیرہما سے۔ ③ بدوں اختیار پانی میں ڈوبنے والا۔ ④ دیوار یا چھت کے نیچے دبنے والا۔ ⑤ خدا کی راہ میں جان دینے والا۔

تشریح ۞ اِس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہیدوں کی پانچ قسمیں بیان فرمائی ہیں: ا۔ ڈوبنے والے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ گناہ کے ارادہ سے کشتی پر نہ بیٹھا ہو۔ حقیقی شہید آخری ہے یعنی باقی حکمی شہید ہیں یعنی ان کو بھی شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ حکمی شہداء احادیث مشہورہ سے اور بھی ثابت ہیں جن کو علامہ سیوطیؒ نے جمع کیا ہے پانچ تو اسی حدیث میں مذکور ہیں ذات الجنب والا اور جو جل کر مر جائے اور عورت جو ولادت سے مر جائے یا باکرہ اور وہ عورت کہ جس کی حمل کی حالت میں موت واقع ہو جائے۔ جو عورت حاملہ ہونے کے بعد جننے کی مدت تک یا دودھ چھڑانے کی مدت تک مر جائے۔ اور اسلام کی سرحدوں کی حفاظت ونگہبانی کرنے والا۔ گڑھے میں گرنے والا جس کو درندے یعنی شیر وغیرہ کھا جائیں وہ بھی شہید ہے۔ اور جو شخص اپنے مال یا دین یا خون کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے اور جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہوا مارا جائے

اور شہادت کی رغبت کرنے والا بستر پر فوت ہو جائے تو وہ بھی شہید ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جس کو بادشاہ ظلماً قید کر لے اور وہ قید خانے میں مر جائے وہ بھی شہید ہے اور ظلماً مارا جائے اور اس مار سے وہ مر جائے تو وہ بھی شہید ہے اور توحید کی گواہی دیتے ہوئے جس کی موت آ جائے وہ بھی شہید ہے ایک مرفوع روایت کے مطابق جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بخار شہادت ہے۔ حضرت ابوعبیدہؓ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! شہیدوں میں اللہ کے نزدیک کون اچھا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص کہ جو ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے اور بادشاہ اس کو قتل کر ڈالے اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کو گھوڑا یا اونٹ کچل (مار) ڈالے۔ یا زہریلے جانور کے کاٹنے سے مر جائے وہ بھی شہید ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت جو شخص عشق و محبت میں گرفتار ہو کر بھی پرہیز گاری کی زندگی گزارتا رہا۔ حتیٰ کہ اس کو موت آ گئی وہ بھی شہید ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کو کشتی کی سواری کے دوران چکر اور قے آئے۔ تو اس کو بھی شہید کا اجر ملے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر غیرت لازم قرار دے دی ہے اور مردوں پر جہاد لازمی قرار دے دیا ہے۔ ان عورتوں میں سے جس نے اپنی سوکن کے ہونے پر صبر کیا اس کو بھی شہید کا ثواب ملے گا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک مرفوع روایت ہے۔ جس نے ایک دن میں پچیس مرتبہ یہ دعا پڑھی۔ **اللّٰهم بارك لى فى الموت و فيما بعد الموت** پھر وہ بستر پر فوت ہو گیا تو اس کو اللہ تعالیٰ شہید کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک مرفوع روایت ہے کہ جس نے چاشت کی نماز پڑھی اور ہر مہینے میں تین روزے رکھے سفر اور حضر میں وتر نہ چھوڑے اس کو بھی شہید کا ثواب ملے گا۔ جو سنت کو امت کے فساد کے وقت مضبوطی سے پکڑنے والا ہو وہ بھی شہید ہے اور جس کو طلب علم میں موت آ جائے اور طالب علم سے مراد یہ ہے کہ وہ علم حاصل کرنے میں مشغول ہو۔ تصنیف وتالیف کرنے میں مصروف ہو۔ وہ شہید ہے۔ جو مسلمانوں کو غلہ پہنچائے اور جو اپنی بیوی اولاد اور لونڈی غلام کے لیے کمائے پس وہ شہید ہے اور مرتث (جس کو زخمی حالت میں میدان جنگ سے اٹھایا جائے اور وہ کچھ فائدہ حاصل کر لے) بھی شہید ہے۔ اگر جنبی لڑائی میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے اور شریق جس کے گلے میں پانی پھنس جائے اور دم گھٹ کر مر جائے وہ بھی شہید ہے اور حدیث میں آیا ہے جو مسلمان اپنی بیماری کی حالت میں حضرت یونسؑ کی یہ دعا پڑھے: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (الانبیاء: ۸۷) چالیس مرتبہ پڑھے۔ پھر اپنے اسی مرض میں فوت ہو جائے۔ تو اس کو شہید کا ثواب ملے گا اگر اس مرض میں صحت یاب ہو جاتا ہے تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور سچا امانت دار تاجر شہدا کے ساتھ ہو گا اور جو کوئی شب جمعہ میں فوت ہو جائے تو وہ بھی شہید ہے اور اللہ کی رضا کے لیے اذان دینے والا شخص اس شہید کی طرح ہے جو اپنے خون میں لوٹتا ہے (لت پت ہو رہا ہے) اور جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کی قبر میں کیڑے نہیں پڑتے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس مرتبہ اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور جو شخص مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر سو مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے اور کوئی مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان براءت (یعنی نفاق سے خلاصی اور آگ سے خلاصی) لکھ دیتا ہے۔ نیز اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ اٹھائے گا۔

اور یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ یہ دعا پڑھے: **اعوذ باللّٰه السميع العليم من الشيطان**

الرجیم اور سورۂ حشر کی تین آیات پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے متعین فرما دیتے ہیں جو اس کے لیے شام تک بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ اگر اس دن اس کی موت واقع ہو جائے تو وہ شہید ہو کر دنیا سے رخصت ہوا۔ شام کے وقت پڑھنے پر بھی یہی ثواب ملے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وصیت کی جب وہ سونے کے لیے جائے تو سورۂ حشر کی آخری آیات پڑھے۔ اگر وہ مر گیا تو شہید ہوگا اور جو شخص مرگی سے فوت ہو جائے تو وہ بھی شہید ہوگا اور جو کوئی حج وغیرہ کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو جائے تو وہ بھی شہید ہے۔ جس کی باوضو موت آ جائے۔ جس کو رمضان کے مہینے میں موت آ جائے وہ بھی شہید ہے یا بیت المقدس میں یا مکہ یا مدینہ میں موت آ جائے تو وہ بھی شہید ہے اور دبلاہٹ کی بیماری سے فوت ہو جائے یا جس کو کوئی آفت پہنچے یا بڑی تکلیف تو وہ اس پر صبر کرتے ہوئے فوت ہو جائے تو وہ بھی شہید ہے۔ جو شخص صبح و شام یہ دعا پڑھے گا: مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط۔ حدیث میں اس کی فضیلت بکثرت آئی ہے وہ بھی شہید ہے۔ یا وہ نوے برس کا ہو کر دنیا سے رخصت ہو یا آسیب زدہ (جادو، جنات) وغیرہ کی وجہ سے فوت ہو جائے وہ بھی شہید ہے یا وہ اس حال میں مرے کہ اس کے ماں باپ اس پر راضی ہوں اور نیک بیوی فوت ہو جائے اس حال میں کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو اور ایسے ہی عادل امام اور شرعی حاکم کا مسئلہ ہے جو حق بات کا حکم کرے اور جو شخص ضعیف مسلمان کی مدد کرے بات میں یا چلنے میں وہ بھی شہید ہے۔ (حاشیہ در مختار)

طاعون سے فرار اختیار کرنا منع ہے

۲۵/۱۴۴۷ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ وَاَنَّ اللّٰهَ جَعَلَهٗ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لَيْسَ مِنْ اَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُوْنُ فَيَمْكُثُ فِیْ بَلَدِهٖ صَابِرًا مُّحْتَسِبًا يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُهٗ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اِلَّا كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ شَهِيْدٍ۔ [رواہ البخاری]

اخرجه البخاری فی صحيحه ١٠/١٩٢۔ حديث رقم ٥٧٣٤۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کی حقیقت کے بارے میں پوچھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جس پر چاہے نازل فرما دے۔ یہ مؤمنوں کے لیے رحمت ہے جو صبر کرتے ہیں یعنی جو شخص طاعون والے شہر میں صبر کرتا ہوا ثواب کی خاطر ٹھہرے اور کوئی غرض نہ ہو اور اس کو یقین ہو کہ اسے وہ چیز پہنچ کر رہے گی جو اللہ نے اسکے لیے لکھ دی ہے تو اس کو شہید کے برابر ثواب ملے گا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ بے شک وہ اللہ کا عذاب ہے لیکن مؤمنوں کے لیے رحمت ہے اگر وہ صبر کریں۔ صَابِرًا مُّحْتَسِبًا ترکیب میں یہ دونوں حال واقع ہو رہے ہیں جن کا معنی یہ ہے کہ وہ طاعون سے بھاگنے پر قادر ہو لیکن نہ بھاگے اور ثواب کی نیت سے ٹھہرا رہے۔ کوئی اور غرض مقصود نہ ہو جیسے مال کی حفاظت وغیرہ۔ (مرقاۃ) اور اس کو اس بات کا یقین ہو کہ اللہ نے جو تکلیف اس کے مقدر میں لکھ دی ہے۔ وہ تکلیف تو اس کو پہنچ کر رہے گی اور پھر وہ طاعون میں مبتلا ہو کر مر جائے تو اس آدمی کو شہید کے برابر ثواب ملے گا۔

طاعون کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت

۲۶/۱۴۴۸ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّاعُوْنُ رِجْزٌ اُرْسِلَ عَلٰى طَائِفَةٍ مِنْ بَنِي اِسْرَائِيْلَ اَوْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَّ اَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْهُ۔ [متفق علیه]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۴۵/۱۲۔ حدیث رقم ۲۹۷۴۔ ومسلم فی صحیحه ۱۷۳۶/۴ حدیث رقم (۹۲۔۲۲۱۸) واحمد فی المسند ۱۸۲/۱۔

ترجمہ: حضرت اُسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ طاعون عذاب ہے یہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت پر بھیجا گیا تھا یا فرمایا ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے۔ راوی کو شک ہے کہ پہلی بات ارشاد فرمائی یا دوسری بات؟ جس وقت تم طاعون کے بارے میں سنو کہ وہ کسی زمین میں ہے۔ تو اس زمین کی طرف نہ جاؤ۔ جب تم ایک زمین میں ہو اور اس میں (یعنی اس علاقے میں) طاعون کی بیماری آ جائے تو اس سے بھاگ کر نہ نکلو۔ اس کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طاعون کے بارے میں بتایا ہے کہ طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل پر نازل کیا گیا تھا جب ان کو حکم ہوا: ﴿وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا﴾ تو انہوں نے مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ابن مالک کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون کی وبا بھیجی پس وہ آن کی آن میں سب مر گئے۔ جن کی تعداد چوبیس ہزار بوڑھے افراد پر مشتمل تھی تفاسیر میں اس کا مفصل بیان آیا ہے۔ طاعون والے علاقے میں جانے سے اس لیے منع فرما دیا گیا ہے کہ ایسی وبا والے علاقے میں جانا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے اور بھاگنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ تقدیر سے بھاگنا ممکن نہیں ہے کہاں بھاگ کر جائے گا۔

لہٰذا اس کے بارے میں ضابطہ ہے کہ اگر کسی علاقے میں یہ وبا پھیل چکی ہے تو وہاں جانا نہیں چاہیے وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے اگر وہ کسی علاقے میں سکونت پذیر ہے اور وہاں طاعون پھیل گیا تو وہاں سے بھاگنا نہیں چاہیے۔ اگر وہ بھاگے گا تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا اور بعض مقامات پر وبا سے بھاگنے کا بھی حکم ہے۔ جیسے کوئی گھر کے اندر موجود ہے کہ اچانک زلزلہ آ جائے یا ٹیڑھی دیوار کے نیچے بیٹھا ہوا ہے وہ گرنے کے بالکل قریب ہے وہاں سے بھاگنے کا حکم ہے یعنی ان مقامات میں ہلاکت کا خدشہ ہے تو بھاگنا جائز ہے۔

بینائی کے ختم ہونے پر جنت کا وعدہ

۲۷/۱۴۴۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِحَبِيْبَتَيْهِ ثُمَّ صَبَرَ عَوَّضْتُهٗ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ يُرِيْدُ عَيْنَيْهِ۔ [رواه البخاری]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱۶/۱۰۔ حدیث رقم ۵۶۵۳۔ واحمد فی المسند ۱۴۴/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بلند ہے جس وقت میں اپنے بندے کو اس کی دو پیاریوں (آنکھوں) کے بارے میں مبتلا کرتا ہوں پھر

وہ صبر کرتا ہے تو میں ان دونوں کے عوض (بدلے) اسے بہشت عطا کرتا ہوں یعنی اس کو (جنت) داخل کروں گا۔ دو پیاریوں سے آپ ﷺ کی مراد اس کی دو آنکھیں ہیں۔ (اس حدیث کو بخاری نے نقل کیا ہے)۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں اللہ رب العزت نے اپنے بندے سے جنت کا وعدہ کیا ہے جب وہ دونوں آنکھوں سے محروم ہو جائے اور بینائی کی محرومی پر صبر کرے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کو دونوں آنکھوں کے بدلے جنت عطا کروں گا اور خصوصی مرتبوں سے نوازوں گا۔ لہٰذا جو شخص اس میں مبتلا ہو جائے۔ اس کو صبر کرنا چاہیے اور دل و زبان سے اس کو برا نہ سمجھے۔ خدا کی ناشکری نہ کرے اور اس کا اندھا ہونا خدا کی ناراضگی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ گناہوں کے کفارہ کے لیے ہے اور رفع درجات کے لیے ہے اور نظر بد سے حفاظت کے لیے ہے۔ ایک بزرگ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تو وہ فرمایا کرتے تھے جو تنہائی مجھے ساری عمر میسر نہ آئی وہ نابینا ہونے سے آتی ہے جس کی میں اپنی زندگی میں خواہش رکھتا تھا۔

الفصل الثانی:

مسلمان کی عیادت کرنے پر خدا کی طرف سے انعام

۱۴۵۰/۲۸ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً اِلَّا صَلّٰی عَلَیْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰی یُمْسِیَ وَاِنْ عَادَهٗ عَشِیَّةً اِلَّا صَلّٰی عَلَیْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰی یُصْبِحَ وَكَانَ لَهٗ خَرِیْفٌ فِی الْجَنَّةِ۔ [رواه الترمذی وابو داود]

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۴۷۵/۳ حدیث رقم ۳۰۹۸۔ والترمذی فی السنن ۳۰۰/۳ حدیث رقم ۹۶۹۔ وابن ماجه ۴۶۳/۱ حدیث رقم ۱۴۴۲۔ واحمد فی المسند ۹۱/۱۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے اس کے لیے ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت فرماتے ہیں یہاں تک کہ شام ہو جائے اور جب زوال کے بعد اس کی عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت فرماتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جائے اور اس کے لیے جنت میں باغ ہوگا۔ (ترمذی ابوداؤد)

تشریح ۞ مذکورہ حدیث میں عیادت کرنے پر خدا کی طرف سے جو عیادت کرنے والے کو انعام ملتا ہے۔ اس کا ذکر فرماتا ہے۔ عیادت کرنے والے کے لیے ستر ہزار فرشتے دعاء مغفرت فرماتے ہیں۔ یہ انعام اس کی صرف صبح کے وقت عیادت کرنے پر ملے گا۔ شام کے وقت عیادت کرنے پر بھی یہی انعام ملے گا۔ جنت میں ایک باغ عطا کیا جائے گا۔

عیادت کے بارے میں دو مختلف روایات اور بہتر تطبیق

۱۴۵۱/۲۹ وَعَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ عَادَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِعَیْنِیْ۔

[رواه احمد وابو داود]

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۴۷۷/۳ حدیث رقم ۳۱۰۲۔ واحمد فی المسند ۳۷۵/۴۔

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں میں درد کی وجہ سے میری عیادت کی۔ اس روایت کو احمد اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

تشریح: مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنکھوں کی بیماری والے کی عیادت کرنا سنت ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ تین بیماریاں ایسی ہیں کہ ان میں مبتلا ہونے والے شخص کی عیادت نہ کی جائے اولاً جس کی آنکھیں دکھتی ہوں۔ ثانیاً ڈاڑھ کی درد والا ثالثاً دنبل والا۔ (پھوڑا) یہ حدیث جامع صغیر میں موجود ہے لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔ ان روایات میں تطبیق اس طرح دی جائے گی کہ اگر بیمار کو عیادت کرنے والے کے لیے تکلیف کرنا پڑے اور اس کی طبیعت پر بوجھ ہو۔ جیسے آنکھ کی بیماری والے کو آنکھ کھولنے سے تکلیف ہوگی۔ ڈاڑھ کی درد والے کو بات کرنے میں بہت زیادہ تکلیف ہوگی۔ اور پھوڑے والے کو بیٹھنے میں تکلیف ہوگی اور اگر بیمار کو تکلیف نہ ہو تو عیادت کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ متن والی روایت جس کے اندر عیادت کرنے کی اجازت ہے۔ یہ محمول ہے آخری صورت پر اور جامع صغیر کی روایت محمول ہے پہلی صورت پر۔ اس تطبیق سے دونوں روایتوں کے مابین تعارض رفع ہو جائے گا اور دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے گا۔ (مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ)

باوضو عیادت کرنے کی فضیلت

۳۰/۱۴۵۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَعَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوْعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ مَسِيْرَةَ سِتِّيْنَ خَرِيْفًا۔ [رواه ابو داود]

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۴۷۵/۳ حديث رقم ۳۰۹۷۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر محض ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی اس کو دوزخ سے ساٹھ برس کی مسافت کی مقدار دور رکھا جائے گا۔ اس کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں باوضو عیادت کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ باوضو عیادت کرنا مسنون ہے۔ زین العرب کا کہنا ہے کہ شاید وضو کی حکمت یہ ہے کہ عیادت ایک عبادت ہے اور عبادت کی ادائیگی باوضو ہی اکمل طریقے سے ادا ہو سکتی ہے اور وضو کی حالت میں دعا کرے تو خوب قبول ہوتی ہے۔ اس لیے وضو عیادت سے قبل مستحسن ہے۔

بیمار کے لیے دُعا کرنا مسنون ہے

۳۱/۱۴۵۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا فَيَقُوْلُ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَشْفِيَكَ اِلَّا شُفِيَ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ قَدْ حَضَرَ اَجَلُهٗ۔

[رواه ابو داود والترمذی]

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۴۷/۹۳ حديث رقم ۳۱۰۶۔ والترمذی ۴۱۰/۴ حديث رقم ۲۰۸۰ واحمد فی المسند ۲۳۹/۱۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان بیمار مسلمان کو پوچھے (حال دریافت کرے) پھر سات مرتبہ کہے کہ میں اللہ بزرگ پروردگار عرش والے سے سوال کرتا ہوں کہ آپ کو شفا دے اسے شفا دی جاتی ہے مگر یہ کہ اس کی

موت حاضر ہو جائے یعنی مرض لا علاج ہو جائے۔ابوداؤد اور ترمذی نے اسکو روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے بیمار کے لیے دعا کرنا معلوم ہوتا ہے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مذکورہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو شفا عطا فرما دیتے ہیں مگر یہ کہ اس کی موت کا وقت آ گیا ہو۔

۳۲/۱۴۵۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُعَلِّمُهُمْ مِنَ الْحُمّٰی وَمِنَ الْاَوْجَاعِ کُلِّهَا اَنْ یَقُوْلُوْا بِسْمِ اللّٰهِ الْکَبِیْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ مِنْ شَرِّ کُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب لا نعرفہ الا من حدیث ابراھیم بن اسماعیل وھو یضعف فی الحدیث)

اخرجہ الترمذی فی السنن ٤٠٢/٤ حدیث رقم ٢٠٧٥۔ وابن ماجہ ١١٦٥/٢ حدیث رقم ٣٥٢٦۔ واحمد فی المسند ٣٠٠/١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ صحابہ کو بخار کے لیے دعا سکھاتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْکَبِیْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ مِنْ شَرِّ کُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ۔ میں اللہ بزرگ و برتر کے نام سے برکت چاہتا ہوں اور میں اللہ بزرگ و برتر کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہر جوش مارنے والی رگ کی برائی سے اور آگ کی گرمی کی برائی سے۔اس کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور یہ حدیث غریب ہے اور یہ حدیث ابراہیم بن اسماعیل سے ہی پہچانی جاتی ہے اور ان کو روایت حدیث میں کمزور سمجھا جاتا ہے

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ جسمانی بیماری کے لیے دعا مانگنا مسنون ہے اور آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مذکورہ دعا سکھایا کرتے تھے۔جس کا مفہوم ترجمہ میں بیان ہو چکا ہے۔خصوصاً جوش مارنے والی رگ سے پناہ مانگی ہے اس لئے کہ خون کے غلبے کی وجہ سے جسم کو تکلیف پہنچتی ہے بخار اور دوسرے امراض پیدا ہوتے ہیں اور یہ حدیث ابن ابی شیبہ' ترمذی' ابن ماجہ' ابن ابی الدنیا' ابن سنی اور حاکم نے روایت کی ہے اور بیہقی نے دعوات میں اس کی توثیق کی ہے۔

بیمار کے لیے آپ ﷺ کی جامع دُعا

۳۳/۱۴۵۵ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ اشْتَکٰی مِنْکُمْ شَیْئًا اَوِ اشْتَکَاهُ اَخٌ لَهٗ فَلْیَقُلْ رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ اَمْرُكَ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ کَمَا رَحْمَتُكَ فِی السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِی الْاَرْضِ اِغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَخَطَایَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّیِّبِیْنَ اَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ رَّحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلٰی هٰذَا الْوَجَعِ فَیَبْرَأُ۔ [رواہ ابو داود]

اخرجہ ابو داؤد فی السنن ٢١٨/٤ حدیث رقم ٣٨٩٢۔ واحمد فی المسند ٢١/٦۔

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی بیمار ہو یا تمہارا بھائی بیمار ہو۔تو اس کو یہ دعا پڑھنی چاہیے کہ اللہ ہمارا رب ہے ایسا اللہ کہ اس کی رحمت آسمان میں ہے یا اس کا امر یا اس کی بڑی سلطنت (بادشاہت) آسمان میں ہے یا وہ ایسا ہے کہ اس کی آسمان میں عبادت کی جاتی ہے۔جیسا کہ اس کی زمین میں عبادت کی جاتی ہے یعنی تیرا نام پاک ہے سب نقصانوں سے اور تیرا حکم مانا گیا ہے' آسمان وزمین میں یعنی حکومت آسمان وزمین میں ہے۔جیسا کہ تیری رحمت آسمان وزمین دونوں میں ہے اور تو زمین پر اپنی رحمت بخش دے اور رحمت کی برکت سے ہمارے چھوٹے اور بڑے گناہوں کو معاف فرما۔تو پاکیزہ لوگوں کا رب ہے۔(یعنی محب وکارساز

ہے) تو اپنی رحمت عظیمہ میں سے رحمت نازل فرما جو ہر چیز پر پھیل رہی ہے اور اپنی شفاء میں سے اس بیماری سے شفاء نازل فرما تو وہ بیمار شفایاب ہو جائے گا۔ یہ روایت ابوداؤد نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ آسمان پر اور اس پر رہنے والوں پر محیط ہے۔ بخلاف زمین والوں کے بعضوں پر ہوتی ہے اور بعضوں پر نہیں۔ مؤمنوں پر نازل ہوتی ہے کافروں پر نہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت عام سب پر ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ اور پاکیزوں سے مراد مؤمن ہیں جو شرک سے پاک ہیں یا متقی لوگ مراد ہیں جو برے افعال واقوال سے پاک ہیں۔

مریض کے لیے دُعائیہ الفاظ کہنے کا حکم

۳۴/۱۴۵۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَاءَ الرَّجُلُ يَعُوْدُ مَرِيْضًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا اَوْ يَمْشِيْ لَكَ اِلٰى جَنَازَةٍ۔ [رواہ ابوداود]

اخرجه ابوداؤد في السنن ۴۸۰/۳ حديث رقم ۳۱۰۷۔ واحمد في المسند ۱۷۲/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت آدمی کسی مریض کی عیادت کرے اس کو کہنا چاہیے اے اللہ! اپنے بندے کو شفا عطا فرما کہ وہ تیری خاطر تیرے دشمن کو تکلیف پہنچائے اور اس کو قتل کر دے یا تیری خوشی کی خاطر جنازہ کی طرف چلے۔ یہ روایت ابوداؤد نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی آدمی کسی بھائی کی عیادت کرے تو اس کو عیادت کرتے وقت دعائیہ الفاظ کہنے چاہئیں جیسے مذکورہ حدیث میں الفاظ موجود ہیں: اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا اَوْ يَمْشِيْ لَكَ اِلٰى جَنَازَةٍ: جس کے معنی یہ ہیں اے اللہ اپنے بندے کو شفا بخش تا کہ وہ صحت مند ہو کر یا تو تیرے راستے میں جہاد کرے یعنی اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر کافروں سے لڑے۔ ان کو قتل کرے، زخمی کرے یا تجھے خوش کرنے کے لیے نمازِ جنازہ میں شریک ہو۔

بندہ کو راہ راست پر لانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مواخذہ

۳۵/۱۴۵۷ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اُمَيَّةَ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ وَعَنْ قَوْلِهٖ [وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْءً يُّجْزَ بِهٖ] فَقَالَتْ مَا سَاَلَنِيْ عَنْهَا اَحَدٌ مُنْذُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذِهٖ مُعَاتَبَةُ اللّٰهِ الْعَبْدَ بِمَا يُصِيْبُهٗ مِنَ الْحُمّٰى وَالنَّكْبَةِ حَتّٰى الْبِضَاعَةِ يَضَعُهَا فِيْ يَدِ قَمِيْصِهٖ فَيَفْقِدُهَا فَيَفْزَعُ لَهَا حَتّٰى اِنَّ الْعَبْدَ لَيَخْرُجُ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَمَا يَخْرُجُ التِّبْرُ الْاَحْمَرُ مِنَ الْكِيْرِ۔ [رواہ الترمذی]

اخرجه الترمذي في السنن ۲۲۱/۵ حديث رقم ۲۹۹۱۔ واحمد في المسند ۲۱۸/۶۔

ترجمہ: علی بن زید تابعیؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے نقل کیا ہے امیہؒ سے امیہؒ نے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے اس مذکورہ آیت کے معنی پوچھے کہ اگر تم ظاہر کرو اس چیز کو جو تمہارے دلوں میں ہے یا اس کو چھپاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم سے حساب لے

گا اور اس آیت کے معنی بھی پوچھے جس کے الفاظ حدیث میں گزر چکے ہیں کہ جو شخص برا کام کرے چھوٹا ہو یا بڑا۔ اس کو عقبی (آخرت) میں بدلہ دیا جائے گا۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھ سے یہ مسئلہ کسی نے نہیں پوچھا جب سے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا۔ ان آیتوں میں جو الفاظ محاسبہ اور جزا کے مذکور ہیں یہ بطور عتاب خداوندی کے ہیں۔ (اس عتاب یعنی ناراضگی کی وجہ سے) اس کو بخار غم وفکر لاحق ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آدمی اپنے مال کو آستین میں رکھ کر بھول جاتا ہے پھر اس مال کے نہ ملنے پر غمگین ہو جاتا ہے اس پریشانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو دور کر دیتا ہے۔ وہ بندہ گناہوں سے ایسے نکلتا ہے جیسے بھٹی سے سونا اور آگ میں ڈالنے کی وجہ سے۔ (اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے)۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان مذکورہ آیات کے متعلق اشکال پیش آیا تو حضرت امیہؒ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان کا مطلب پوچھا آپؓ نے ارشاد فرمایا آپ سے پہلے مجھ سے کسی نے یہ مسئلہ نہیں پوچھا۔ جان لیجئے کہ ان آیات کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے دل کی باتوں کا بھی امتحان لے گا اور ان کے قلبی اندیشوں کے بارے میں بھی پوچھے گا اور ان گناہوں کی وجہ سے انسان کو قیامت کے دن جہنم میں داخل کرے گا۔

بلکہ محاسبہ جزا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اکثر طور پر گناہوں کی سزا بطور عتاب (سزا) کے دنیا میں ہی دے دیتا ہے۔ کبھی بخار کی صورت میں اور کبھی غم و پریشانی کی صورت میں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی انسان پر بہت بڑی شفقت و مہربانی ہے کہ میرا بندہ آخرت کا عذاب برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ بیماری و پریشانی دے کر اس کے گناہوں کو جھاڑ دیتا ہے اور صاف کر کے جنت میں لے جاتا ہے۔

علامہ صاحب نے عتاب کا معنی ایک تمثیل سے واضح کیا ہے کہ جیسے ایک دوست اپنے دوسرے دوست سے کسی سوءِ ادبی (یعنی بے ادبی یا کسی اور غلطی کی وجہ سے ناراض ہو اور یہ ناراضگی ظاہراً ہوتی ہے دلی طور پر اس سے ناراضگی نہیں ہوتی۔ بلکہ محبت ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں سے گناہوں کی وجہ کی وجہ سے ظاہری طور پر ناراض ہوتا ہے اور ان کو مصائب میں مبتلا کر کے ان کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔ بلکہ ایسے طریقہ سے ختم کرتا ہے۔ جیسے سونے چاندی کا ڈلا بھٹی سے نکل کر صاف ہو جاتا ہے۔ بلکہ دوسری حدیث میں اس طرح بھی تشبیہ دی گئی ہے جیسے سفید کپڑے سے میل نکل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ محبت کی وجہ سے اور رفع درجات کے لیے۔

دُنیا کے مصائب و پریشانیاں گناہوں کا ثمرہ ہوتا ہے

۳۶/۱۴۵۸ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُصِيْبُ عَبْدًا نَكْبَةٌ فَمَا فَوْقَهَا اَوْ دُوْنَهَا اِلَّا بِذَنْبٍ وَمَا يَعْفُو اللّٰهُ عَنْهُ اَكْثَرُ وَقَرَأَ وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ۔

[رواہ الترمذی]

اخرجه الترمذی ی السنن ٤٧٧/٥ حديث رقم ٣٢٥٢۔ واحمد فی المسند ١٦٧/٦۔

ترجمہ: حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندے کو تھوڑی بہت تکلیف پہنچتی ہے یہ گناہوں کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں سزا دیے بغیر معاف کر دیتا ہے اور یہ گناہ ان گناہوں سے زیادہ

ہوتے ہیں جن پر سزا ملتی ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب بھی تم کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے۔ تو یہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سارے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا انسان پر دنیا میں جو مصیبتیں و پریشانیاں آتی ہیں یہ انسان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے بڑی محبت ہے۔ ان کو دنیا میں ہلکی پھلکی مصیبتیں دے کر (بخار۔ تنگدستی وغیرہ) ان کو بڑی پریشانیوں سے بچا لیتا ہے اور یہ مصیبت ان کے لیے رفع درجات کا باعث بنتی ہے۔ ایک بزرگ کے بارے میں سنا ہے کہ ان کے جوتے کے تسمے کو چوہا کتر گیا اور وہ روتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ میرے گناہوں کی شامت کی وجہ سے ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کوئی کانٹا بھی چبھ (لگ) جائے اس کے لیے ایک درجہ لکھا جاتا ہے اور ایک گناہ مٹ جاتا ہے۔ گویا کہ مؤمن کی تکلیف قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پریشانیوں کی وجہ سے بہت سے ایسے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے جن کی تعداد ان گناہوں سے زیادہ ہوتی ہے جن پر سزا ثابت ہو چکی ہے۔

نیک لوگوں کی عزت افزائی

۱۴۵۹/۳۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا كَانَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ حَسَنَةٍ مِنَ الْعِبَادَةِ ثُمَّ مَرِضَ قِيْلَ لِلْمَلَكِ الْمُوَكَّلِ بِهٖ اُكْتُبْ لَهٗ مِثْلَ عَمَلِهٖ اِذَا كَانَ طَلِيْقًا حَتّٰى اُطْلِقَهٗ اَوْ اَكْفِتَهٗ اِلَيَّ۔

اخرجه الدارمی فی السنن ٤٠٧/٢ حدیث رقم ٢٧٧٠۔ واحمد فی المسند ٢٠٣/٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ جس وقت تک نیکی کے راستے پر گامزن رہتا ہے یعنی عبادت کرتا رہتا ہے پھر بیمار ہو جاتا ہے اور عبادت پر قادر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرشتے سے کہتے ہیں کہ تجھے نیکی لکھنے کے لیے متعین کر دیا ہے تو اس کے لیے نیکیوں کو لکھ اس عمل کے برابر جس کو وہ تندرستی میں کیا کرتا تھا اس وقت تک کہ میں اس کو تندرست کر دوں یا اس کو اپنے پاس نہ بلالوں یعنی موت دے دوں۔

تشریح ۞ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی بڑی عزت کرتے ہیں یہاں تک کہ نیک بندہ جب بیمار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر فرما دیتے ہیں اور اس کو حکم دیتے ہیں کہ اس کے اعمال نامے میں نیکیاں لکھتے جاؤ۔ اس کے ان اعمال کے برابر جو صحت و تندرستی کی حالت میں کیا کرتا تھا۔ اس وقت تک لکھو جب تک میں اس کو تندرستی نہ دے دوں یا اس کو اپنے پاس نہ بلالوں۔ یعنی وہ فوت ہو کر میرے پاس آ جائے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ محبت و شفقت کی واضح دلیل ہے۔

۱۴۶۰/۳۸ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُ بِبَلَاءٍ فِيْ جَسَدِهٖ قِيْلَ لِلْمَلَكِ اُكْتُبْ لَهٗ صَالِحَ عَمَلِهِ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُ فَاِنْ شَفَاهُ غَسَّلَهٗ وَطَهَّرَهٗ وَاِنْ قَبَضَهٗ غَفَرَلَهٗ وَرَحِمَهٗ۔

[رواهما فی شرح السنة]

اخرجه احمد فی المسند ۱٤٨/٣۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جب مسلمان بندے کو جسمانی بیماری پہنچتی ہے (یا مبتلا کر دیا جاتا ہے) تو نیکی لکھنے والے فرشتے کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کے وہ نیک اعمال لکھتا رہ جو یہ صحت کی حالت میں کرتا تھا' اگر اللہ نے شفا دے دی تو اللہ تعالیٰ اس کو دھو دیتے ہیں اور اس کو گناہوں سے پاک کر دیتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ اس کو موت دے دیتا ہے تو اس کو بخش دیتا ہے اور رحم فرماتا ہے۔ یہ دونوں حدیثیں علامہ بغوی نے شرح السنہ میں ذکر کی ہیں۔

تشریح ۞ اِس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی عزت افزائی فرماتے ہیں اس کو بیماری کی حالت میں بھی وہ ثواب عطا فرماتے ہیں جو اس کو صحت مندی کی حالت میں نیک عمل کرنے پر ملا کرتا تھا۔ اس کے لیے بخشش کے دروازے کھول دیتے ہیں اور اس پر رحم فرماتے ہیں۔

شہید کی اقسام

۳۹/۱۴۶۱ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ وَالْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيْدٌ وَالْمَبْطُوْنُ شَهِيْدٌ وَصَاحِبُ الْحَرِيْقِ شَهِيْدٌ وَالَّذِىْ يَمُوْتُ تَحْتَ الْهَدَمِ شَهِيْدٌ وَالْمَرْأَةُ تَمُوْتُ بِجُمْعٍ شَهِيْدٌ۔

[رواه مالك وابو داود والنسائي]

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤٨٢/٣ حديث رقم ٣١١١۔ والنسائي ١٣/٤ حديث رقم ١٨٤٦۔ وابن ماجه ٩٣٧/٢ حديث رقم ٢٨٠٣۔ ومالك فی الموطأ ٢٣٣/١ حديث رقم ٣٦ من كتاب الجنائز۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خدا کے راستے میں شہید ہو جانے کے علاوہ شہادتیں سات ہیں: ① جو وبا (طاعون) میں مرے وہ شہید ہے۔ ② جو ڈوب کر مرے وہ بھی شہید ہے۔ ③ ذات الجنب والا بھی شہید ہے۔ ④ اور پیٹ کی بیماری (یعنی استسقاء اور اسہال) سے مرنے والا بھی شہید ہے۔ ⑤ جو جل کر مرے وہ بھی شہید ہے۔ ⑥ اور جو شخص دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مر جائے وہ بھی شہید ہے۔ ⑦ اور وہ عورت جو حمل کی وجہ سے فوت ہو جائے یا کنواری مر جائے' وہ بھی شہید ہے۔ اس کو امام مالک' اور ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اِس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ شہادت حکمیہ سات قسم کی ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں جو دوسری روایات سے معلوم ہوتی ہیں۔ شہادت حکمیہ کا مفصل بیان الشہداء خمسۃ والی حدیث میں گزر چکا ہے اور اس حدیث میں ایک مشہور بیماری کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ذات الجنب والا شہید ہے اس بیماری میں پسلی کے اندر کی طرف دل اور سینہ کے نزدیک پھنسیاں ہوتی ہیں اس کی علامت یہ ہے کہ مریض کا سانس رکتا ہے اور اکثر طور پر بخار اور کھانسی ہوتی ہے۔ ذَاتُ الْجَنْبِ کو اردو میں نمونیا کہتے ہیں۔

نیک لوگوں پر امتحانات وآزمائش کی بارش (یعنی بکثرت ہونا)

۱۴۶۲/۴۰ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَ مْثَلُ فَالْاَمْثَلُ يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسَبِ دِيْنِهٖ فَاِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهٖ صُلْبًا اِشْتَدَّ بَلَاؤُهٗ وَاِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهٖ رِقَّةٌ هُوِّنَ عَلَيْهِ فَمَا زَالَ كَذٰلِكَ حَتّٰى يَمْشِيَ عَلَى الْاَرْضِ مَالَهٗ ذَنْبٌ۔

[رواه الترمذی وابن ماجة والدارمی وقال الترمذی هذاحدیث حسن صحیح]

اخرجه الترمذی فی السنن ۶۰۱/۴ حدیث رقم ۲۳۹۸۔ وابن ماجه ۱۳۳۴/۲ حدیث رقم ۴۰۲۳۔ والدارمی فی السنن ۴۱۲/۲ حدیث رقم ۲۷۸۳۔ واحمد فی المسند ۱۷۲/۱۔

ترجمہ: حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آدمیوں میں سے کن پر آزمائش (یعنی محنت و مصیبت) زیادہ آتی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا انبیاء۔ پھر وہ جو انبیاء کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھے۔ آدمی کو اپنے دین کے بقدر آزمایا جاتا ہے اگر دین میں مضبوطی ہوتی ہے تو اتنی ہی زیادہ آزمائش سخت ہوتی ہے۔ اگر اس کے دین میں نرمی ہوتی ہے تو اس کی آزمائش بھی کم ہوتی ہے۔ یعنی مضبوط دین والا ہمیشہ آزمائش میں گرفتار رہتا ہے اس کی امتحان کی وجہ سے مغفرت کردی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ زمین پر چلتا ہے۔ اس کے ذمے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آزمائش والوں کے درجے بتائے گئے ہیں کہ سب سے زیادہ امتحانات انبیاء علیہم السلام پر آتے ہیں اس لیے کہ ان کو آزمائشوں سے لذت محسوس ہوتی ہے جیسے دوسرے لوگ نعمتوں سے لذت محسوس کرتے ہیں۔ پھر بہت زیادہ مشابہت رکھنے والے ان کے ساتھ اولیاء اور صلحاء ہوتے ہیں جن پر آزمائشیں آتی ہیں لیکن انبیاء سے کم درجے کی ہوتی ہیں۔ پھر ان سے درجے میں جو کم ہوتے ہیں آزمائش میں بھی ان سے کم ہوتے ہیں اور مضبوط دین والے کی آزمائش بھی مضبوط ہوتی ہے اس لیے کہ وہ صبر ویقین کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ میں اپنے گناہوں کی وجہ سے اسی لائق ہوں اور جو دینی اعتبار سے کم درجے کا ہے۔ اس پر آزمائش کم آتی ہے تاکہ وہ بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے اور ایمان کی کمزوری کی بناء پر دین سے نہ پھر جائے۔

حضور اکرم ﷺ کی نزع کی کیفیت کا بیان

۱۴۶۳/۴۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا اَغْبِطُ اَحَدًا بِهَوْنِ مَوْتٍ بَعْدَ الَّذِيْ رَاَيْتُ مِنْ شِدَّةِ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [رواه الترمذی والنسائی]

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۰۹/۳ حدیث رقم ۹۷۹۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سے میں نے نبی کریم ﷺ کی موت کی سختی دیکھی ہے۔ اس کے بعد میں کسی کے لیے موت کی آسانی کی (آرزو) تمنا نہیں کرتی تھی۔ (ترمذی ونسائی)

تشریح ۞ اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ پہلے مجھے موت کی آسانی کی تمنا ہوا کرتی

تھی۔ جب میں نے نبی اکرم ﷺ کی موت کی سختی کو دیکھا تو مجھے بالکل تمنا نہ رہی۔ معلوم ہوا کہ موت کی سختی عمدہ چیز ہے جب ہی تو آپ ﷺ پر سختی ہوئی۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے تھی حالانکہ آپ ﷺ پر کوئی زیادہ سختی نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ملک الموت نے نہایت نرمی سے روح مبارک کو قبض کیا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کوئی اضطراب نہیں فرمایا۔ صرف پیشانی پر پانی ملتے رہے اور وفات تک نماز کی وصیت فرماتے رہے اور آخری کلمہ کا ورد فرماتے رہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللّٰھم الحقنی بالرفیق الاعلٰی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو خیر میں نے موت کی سختی میں دیکھی ہے وہ موت کی آسانی میں نہیں ہے۔

موت کی سختی کے وقت آپ ﷺ کا دُعا پڑھنا

۱۴۶۴/۴۲ وَعَنْهَا قَالَتْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ وَعِنْدَهٗ قَدَحٌ فِیْهِ مَاءٌ وَهُوَ یُدْخِلُ یَدَهٗ فِی الْقَدَحِ ثُمَّ یَمْسَحُ وَجْهَهٗ ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی مُنْکَرَاتِ الْمَوْتِ اَوْسَکَرَاتِ الْمَوْتِ۔

[رواہ الترمذی و ابن ماجۃ]

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۰۸/۳ حدیث رقم ۹۷۸۔ وابن ماجه ۵۹۱/۱ حدیث رقم ۹۷۸۔ واحمد فی المسند ۶۴/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو آخری وقت میں دیکھا اور آپ ﷺ کے نزدیک ایک پیالہ تھا اور اس میں پانی تھا کہ آپ ﷺ اپنا ہاتھ مبارک پیالے میں ڈالتے تھے اور پھر اپنے چہرہ مبارک پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے اے اللہ موت کی سختی پر یا موت کی شدت پر تو میری مدد فرما۔ اس کو ابن ماجہؒ اور ترمذی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی نزع کی کیفیت کو بیان کرتی ہیں کہ جب آپ ﷺ پر نزع کی کیفیت طاری تھی تو آپ ﷺ کے پاس پانی کا پیالہ پڑا ہوا تھا اور آپ ﷺ اپنا ہاتھ بھگو کر اپنے چہرہ اقدس پر پھیر رہے تھے اور یہ دعا پڑھ رہے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی مُنْکَرَاتِ الْمَوْتِ اَوْسَکَرَاتِ الْمَوْتِ۔ اور یہ ہاتھ بھگو کر پھیرنا موت کی شدت کی وجہ سے تھا۔ شارحین نے اس کی بہت سی وجوہات لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک امت کی تسلی کے لیے ہے۔ جب آپ ﷺ کی اس نزع کی کیفیت کو دیکھیں گے تو صبر کا مظاہرہ کریں گے اور جان نکلنے میں آسانی ہو جائے گی۔

گناہوں کی سزا دینے میں اللہ کی حکمت

۱۴۶۵/۴۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخَیْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِی الدُّنْیَا وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهٖ حَتّٰی یُوَافِیَهٗ بِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ [رواہ الترمذی]

اخرجه الترمذی فی السنن ۶۰۱/۴ حدیث رقم ۲۳۹۶۔ واحمد فی المسند ۸۷/۴۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو گناہوں کی سزا دنیا میں جلدی دے دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے گناہوں کی سزا کو روکے رکھتا ہے (اس کو دنیا میں سزا نہیں دیتا) یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کو اس کے گناہوں کی پوری سزا دے گا۔ امام ترمذیؒ نے اس کو نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ مؤمن کو دنیا میں اس لیئے سزا دے دیتا ہے کہ دنیا کی تکلیف عارضی ہے اور دنیا کی زندگی بھی بہت مختصر ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں سزا دے دیتا ہے۔ تاکہ میرا بندہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے اور گناہ گار آدمی کی سزا کو موقوف رکھتا ہے تاکہ اس کو یکبارگی آخرت کے عذاب میں مبتلا کرے اور آخرت کا عذاب بڑا سخت ہے۔

امتحان پر صبر کرنے سے اللہ کی رضامندی کا وعدہ

۱۴۶۶/۴۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عُظْمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا اِبْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَاءُ وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ ۔ [رواہ الترمذی و ابن ماجة]

اخرجه ابن ماجه ۱۳۳۸/۲ حدیث رقم ۴۰۳۱۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بڑی جزا (یعنی بدلہ) بڑی بلا (یعنی آزمائش) کے ساتھ ہے جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اپنا دوست بنالیتا ہے تو اس کو آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے جو شخص بلا (یعنی آزمائش) کے ساتھ راضی ہوجاتا ہے اللہ کی رضامندی اس کے لیے طے ہوجاتی ہے اور جو شخص آزمائش سے ناراض ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوجاتے ہیں۔ اس کو ابن ماجہؒ اور امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ بندے کی رضامندی اور غصہ خدائے پاک کی رضامندی اور غصے کی علامت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے پوچھا کرتے تھے کہ اللہ کی رضا اور غصہ کس طرح معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے بندے سے راضی ہے یا ناراض۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جواب دیتے تھے اگر بندہ خدا سے راضی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہے اور اگر بندہ خدا سے ناراض ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہے۔

مؤمنوں پر آزمائش اور امتحانات

۱۴۶۷/۴۵ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ اَوِ الْمُؤْمِنَةِ فِیْ نَفْسِهٖ وَمَالِهٖ وَوَلَدِهٖ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ وَمَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيْئَةٍ ۔

(رواہ الترمذی وروی مالك نحوہ وقال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح)

اخرجه الترمذی فی السنن ۶۰۲/۴ حدیث رقم ۲۳۹۹۔ واحمد فی المسند ۲۸۷/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان مرد ہو یا عورت ہو اس کی ذات کو اس کے مال کو اور اس کی اولاد کو ہمیشہ تکلیف پہنچتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ مرنے کے بعد اللہ سے ملاقات کر لیتا ہے۔ یعنی اس پر کوئی خطا نہیں ہوتی۔ آزمائشوں کی وجہ سے اس کی تمام خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور اسی طرح امام مالکؒ نے بھی نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مؤمن بندہ مصائب و پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ کبھی اس کی ذات کو تکلیف پہنچتی ہے اور کبھی اس کے مال کو تکلیف پہنچ رہی ہوتی ہے اور

کبھی اس کی اولاد کو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس بلا لیتا ہے امتحانات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں گویا کہ یہ آزمائشیں انسان کے رفع درجات کے لیے ہیں۔ جیسا کہ پہلی حدیثوں میں گزر چکا ہے۔

بندے کو درجاتِ عالیہ عطا فرمانے کا اللہ عزوجل کا انوکھا انداز

٣٦/١٣٦٨ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدِ السُّلَمِیْ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ یَبْلُغْهَا بِعَمَلِهٖ ابْتَلَاهُ اللّٰهُ فِیْ جَسَدِهٖ اَوْ فِیْ مَالِهٖ اَوْ فِیْ وَلَدِهٖ ثُمَّ صَبَّرَهٗ عَلٰی ذٰلِكَ حَتّٰی یُبَلِّغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِیْ سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ۔ [رواہ احمد وابو داود]

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ٤٧٠/٣ حدیث رقم ٣٠٩٠۔ واحمد فی المسند ٢٧٢/٥۔

ترجمہ: محمد بن خالد سلمیؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے نقل کیا اپنے باپ سے اور ان کے باپ نے نقل کیا اس کے دادا سے یعنی اپنے باپ سے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب بندے کے لیے ایک مرتبہ عالی (بلند درجہ) جنت میں مقدر (طے) کر دیا جاتا ہے اور وہ بندہ اپنے عمل سے اس مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے مال کو اور اس کی اولاد کو امتحان میں ڈال دیتا ہے پھر آزمائش پر اس کو صبر عطا کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے جو اللہ کی طرف سے اس کے لیے طے کیا گیا تھا۔ اس کو ابوداؤد اور احمدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ نے آزمائشوں پر صبر کرنے کی وجہ سے درجات عالیہ دینے کا ایک طریقہ بیان کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی سے راضی ہو جاتا ہے تو اس کو اعلیٰ درجہ جنت میں دینا چاہتا ہے جو اللہ نے اس کے لیے مقدر کر دیا ہے۔ یعنی اس کے لیے درجہ دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ لیکن اس کے اعمال اس قدر طاقت والے نہیں ہیں کہ اس کو اس درجہ تک پہنچا دیں تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اس درجہ تک پہنچانے کے لیے عجیب انداز اختیار فرماتے ہیں کہ اس کو امتحان میں مبتلا کر دیتے ہیں اور وہ اس تکلیف پر صبر کرتا ہے اور صبر کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں مرتبہ عالی عطا فرماتے ہیں۔ یہ درجہ اس کو طاعت اور عبادت کی وجہ سے نہیں ملتا بلکہ صبر کی بدولت نصیب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بلاؤں پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

ننانوے مہلک آزمائشیں

٣٧/١٣٦٩ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شِخِّیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُثِّلَ ابْنُ اٰدَمَ وَاِلٰی جَنْبِهٖ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ مَنِیَّةً اِنْ اَخْطَاَتْهُ الْمَنَایَا وَقَعَ فِی الْهَرَمِ حَتّٰی یَمُوْتَ۔ [رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب]

اخرجه الترمذی فی السنن ٤٥٥/٤ حدیث رقم ٢١٥٠۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن شخیرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ابن آدم کو اس حال میں پیدا کیا گیا ہے کہ اس کے پہلو کے قریب ننانوے آزمائشیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ اگر یہ آزمائشیں اس کو نہ پہنچیں تو وہ بوڑھا ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو موت آ جاتی ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس کو روایت کیا ہے اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان بلاؤں اور مصیبتوں میں گھرا ہوا ہے اور مصیبتیں اس قدر ہیں

کہ ان سے خلاصی نہیں ہے اگر اتفاق سے خلاصی پا بھی لیتا ہے تو بڑھاپے میں داخل ہو جاتا ہے جو ایسی بیماری ہے جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ جس کو اللہ رب العزت نے نکمی عمر سے تعبیر کیا ہے۔ انسان اس میں بہت سے کام کرنے سے عاجز آ جاتا ہے اور اس میں آزمائشیں بکثرت واقع ہوتی ہیں۔ آخر کار اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے کہ مؤمن کے لیے یہی حکم ہے کہ خدا کی تقدیر پر راضی رہے اور اللہ کے حکم پر صبر کرے۔ حدیث قدسی میں بھی اسی قسم کا مضمون وارد ہوا ہے جو میری بلا پر صبر نہیں کرتا اور میری نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا اور میرے فیصلے پر راضی نہیں ہوتا اس کو میرے علاوہ خدا تلاش کر لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا کس قدر غصہ ہے بے صبرے اور ناشکرے پر جو اس کے فیصلے پر راضی نہیں ہوتا۔

اللّٰھم احفظنا منه ووفقنا للصبر والشكر والرضاء۔

قیامت کے دن اہل عافیت کی آرزوئیں یعنی تمنائیں

۷ا/۴۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوَدُّ اَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يُعْطٰى اَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ اَنَّ جُلُوْدَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيْضِ۔

[رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب]

اخرجه الترمذی فی السنن ۶۰۴/۴ حديث رقم ۲۴۰۲۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اہل عافیت (سلامت رہنے والے) قیامت کے دن یہ تمنا کریں گے جبکہ آزمائشوں میں مبتلا ہونے والوں کو بہت ثواب دیا جائے گا۔ کہ کاش ان کے چمڑے قینچیوں سے کاٹ دیے جاتے تا کہ ان کو بھی ان کے برابر ثواب مل جاتا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جن کو دنیا میں کوئی تکلیف نہیں پہنچتی وہ نیک لوگوں کے ثواب کو جب دیکھیں گے تو تمنا کریں کہ کاش ہمیں بھی اتنی تکلیفیں پہنچائی جاتیں کہ ہمارے چمڑے قینچیوں سے کاٹ دیے جاتے تا کہ ہمیں بھی ان کے برابر ثواب مل جاتا۔ لیکن چونکہ دوبارہ دنیا میں آنا نہیں ہوگا اس لئے ان کی یہ تمنا بے سود ہوگی۔ اس میں اللہ کے نیک بندوں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور اشارۃً صبر کی تلقین کی گئی ہے۔ (م س)

مؤمن بندے پر بیماری کے مثبت اثرات

۱۷/۴۹ وَعَنْ عَامِرِ الرَّامِ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَسْقَامَ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اَصَابَهُ السَّقَمُ ثُمَّ عَافَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهُ كَانَ كَفَّارَةً لِّمَا مَضٰى مِنْ ذُنُوْبِهٖ وَمَوْعِظَةً لَّهٗ فِيْمَا يَسْتَقْبِلُ وَاِنَّ الْمُنَافِقَ اِذَا مَرِضَ ثُمَّ اُعْفِيَ كَانَ كَالْبَعِيْرِ عَقَلَهٗ اَهْلُهٗ ثُمَّ اَرْسَلُوْهُ فَلَمْ يَدْرِلِمَ عَقَلُوْهُ وَلِمَ اَرْسَلُوْهُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْاَسْقَامُ وَاللّٰهِ مَا مَرِضْتُ قَطُّ فَقَالَ قُمْ عَنَّا فَلَسْتَ مِنَّا۔ [رواہ ابو داود]

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۴۶۸/۳ حديث رقم ۳۰۸۹۔

ترجمہ: حضرت عامر رامیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیماریوں کا ذکر فرمایا پھر فرمایا کہ مؤمن کو جب تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس بیماری سے عافیت دے دیتا ہے تو اس کی وہ بیماری اس کے گزرے ہوئے (گزشتہ گناہوں) کا کفارہ بن جاتی ہے اس کے لیے نصیحت اور تنبیہ ہو جاتی ہے پس وہ آئندہ کے لیے توبہ کرتا ہے اور پرہیز کرتا ہے اور جب منافق بیمار ہوتا ہے۔ پھر اس کو عافیت (تندرستی) دے دی جاتی ہے تو وہ باندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے کہ اس کے مالک نے اس کو باندھ کر چھوڑ دیا۔ پس اونٹ کو معلوم نہیں کہ مجھے کس لیے باندھا ہے اور کیوں چھوڑا ہے پس نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہؐ! بیماری کیا چیز ہے؟ میں تو کبھی بیمار نہیں ہوا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہمارے پاس سے اٹھ جا تو ہم میں سے نہیں ہے۔ یہ روایت ابوداؤد نے نقل کی ہے۔

تشریح: حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مؤمن جب بیماری سے صحت یاب ہو جاتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ میرے پچھلے گناہوں کا ثمرہ ہے۔ آئندہ میں اپنے دامن کو گناہوں سے بچاؤں گا۔ گویا کہ نیک آدمی اس بیماری کے جھٹکے سے متاثر ہوتا ہے اور راہ راست پر آ جاتا ہے اور دل میں نادم ہوتا ہے۔

جب کہ منافق کا حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ آپ ﷺ نے اس کی مثال اونٹ کے ساتھ دی جس کے مالک نے اس کو باندھا اور چھوڑ دیا اس کو کچھ خبر نہیں ہے کہ مالک نے کیوں باندھا اور کیوں چھوڑا۔ یعنی منافق نہ خبردار ہوتا ہے اور نہ نصیحت حاصل کرتا ہے۔ اور نہ ہی اس کو توبہ کی توفیق ملتی ہے اس کی بیماری اس کے لیے گناہوں کا کفارہ نہیں بنتی اور نہ ہی آئندہ کے لیے نصیحت بلکہ اس کی مثال چوپاؤں کی سی ہے۔ جس کو اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں بیان فرمایا: ﴿أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ (الاعراف: ۱۷۹) آپ ﷺ نے ایسے شخص کے لیے ارشاد فرمایا جو زندگی بھر بیمار نہیں ہوا فرمایا تو ہم میں سے نہیں ہے یعنی ہمارے طریقے پر نہیں ہے اس لیے کہ تو اللہ تعالیٰ کی آزمائشوں میں مبتلا نہیں ہوا جس طرح ہم مبتلا ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آزمائشوں پر صبر کرنے والا بنا دے امین ثم امین۔

بیمار کو تسلی دینا مسنون ہے

۱۴۷۲/۵۰ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتُمْ عَلَی الْمَرِيْضِ فَنَفِّسُوْا لَهٗ فِیْ اَجَلِهٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَيَطِيْبُ بِنَفْسِهٖ. (رواه الترمذی وابن ما جة وقال الترمذی هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤١٢/٤ حديث رقم ٢٠٨٧۔ وابن ماجه ٤٦٢/١ حديث رقم ١٤٣٨۔

ترجمہ: حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت تم بیمار پر داخل ہو (یعنی عیادت کے لیے جاؤ) پس تم اس کے غم کو دور کرو۔ زندگی کے بارے میں یعنی کہو کہ غم نہ کھاؤ کوئی ڈر نہیں ہے شفا مل جائے گی اور عمر دراز ہوگی۔ اس لیے کہ ایسا کہنا مقدر شدہ چیز کو پھیر نہیں سکتا اور اس سے (عیادت کے یہ الفاظ کہنے سے) اس کا دل خوش ہو جائے گا۔ ابن ماجہ اور ترمذی نے اس کو نقل کیا ہے اور امام ترمذی کا یہ کہنا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: بعض حضرات کا کہنا ہے کہ نزع کے وقت مریض کے لیے مسواک کرنا مستحب اور اسی طرح خوشبو لگانا بھی مستحب ہے اور پاک کپڑے پہننا نماز پڑھنا غسل کرنا یہ سب مستحبات میں سے ہیں۔ ان سے روح کا نکلنا آسان ہو جاتا ہے۔

حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ایک مسلمان بھائی دوسرے مسلمان کی عیادت کے لیے جائے تو اس کو تسلی دے اور کہے کہ ابھی تمہاری عمر بہت ہے۔ ایسا کہنے سے گو عمر جو مقدر سے بڑھ نہیں سکتی لیکن وہ شخص خوش ہو جاتا ہے اس کے دل کو تسلی ہوتی ہے کہو اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے تم کو ان شاء اللہ شفاء ہو گی فکر نہ کرو۔

پیٹ کی بیماری سے مرنے والا بھی شہید ہے

۱۴۷۳/۵۱ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَتَلَ بَطْنُهٗ لَمْ يُعَذَّبْ فِيْ قَبْرِهٖ۔

[رواه احمد والترمذی وقال هذاحديث غريب]

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۷۷/۳ حديث رقم ۱۰۶۴۔ واحمد فی المسند ۲۶۲/۴۔

ترجمہ: حضرت سلیمان بن صردؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو پیٹ کی بیماری سے مر گیا جیسے استقاء اور دستوں وغیرھما سے تو اس کو قبر میں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اس کو احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ مرض کی سختی کی وجہ سے گناہ جھڑ جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے جب فوت ہو جاتا ہے تو اس کو شہادت کا درجہ مل جاتا ہے جیسا کہ پہلی حدیثوں میں گزر چکا ہے۔ مسلم شریف کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ شہید کی ہر چیز سے بخشش ہو جاتی ہے مگر قرض سے نہیں۔ اس لیے کہ یہ بندے کے حقوق ہیں بندہ ہی معاف کرے گا تو معاف ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں۔

الفصل الثالث:

غیر مسلم کی عیادت کرنا جائز ہے

۱۴۷۴/۵۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُوْدِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَقَعَدَ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَقَالَ لَهٗ اَسْلِمْ فَنَظَرَ اِلٰى اَبِيْهِ وَهُوَ عِنْدَهٗ فَقَالَ اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ فَاَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ۔ [رواه البخاری]

اخرجه البخاری فی صحيحه ۲۱۹/۳۔ حديث رقم ۱۳۵۶۔ وابوداؤد فی السنن ۴۷۴/۳ حديث رقم ۳۰۹۵۔ واحمد فی المسند ۲۲۷/۳۔

ترجمہ: حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا حضور ﷺ کی خدمت کرتا تھا۔ جب وہ بیمار ہوا تو نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لے گیا چنانچہ آپ ﷺ اس کے سرہانے بیٹھ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ مسلمان ہو جا۔ لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس ہی تھا۔ اس کے باپ نے کہا ابو القاسم (ﷺ) کی اطاعت کرو۔ وہ اسلام لے آیا چنانچہ نبی کریم ﷺ یہ کہتے ہوئے اس کے پاس سے نکلے: میں اللہ کی تعریف بیان کرتا ہوں جس نے اس کو اسلام لانے کی وجہ سے آگ سے نجات عطا فرمائی۔ (بخاری)

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ عیادت کرتے وقت مریض کے سرہانے کی طرف بیٹھنا چاہیے اور یہ مستحب ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر ذمی سے خدمت کروانا جائز ہے اور اس کی عیادت کرنا بھی جائز ہے اور

فاسق کی عیادت کے بارے میں اختلاف ہے اور صحیح قول یہی ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اس حدیث کا ظاہر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تائید کرتا ہے کہ نابالغ لڑکے کا اسلام لانا درست ہے اور علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس لڑکے کا نام عبدالقدوس تھا۔

بیمار کی عیادت پر اللہ کی طرف سے خوشنودی کا اعلان

۵۳/۱۴۷۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيْضًا نَادٰى مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّءْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلاً۔ [رواه ابن ماجة]

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۲۰/۴۔ حدیث رقم ۲۰۰۸۔ وابن ماجه ۴۶۴/۱ حدیث رقم ۱۴۴۳۔ واحمد فی المسند ۳۵۴/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے بیمار کی عیادت کی تو آسمان سے ایک پکارنے والا (فرشتہ) پکارتا ہے خوشی سے جیو یعنی (زندہ رہو) دنیا اور آخرت میں اور تیرا چلنا بہتر ہو دنیا اور آخرت میں اور جنت میں ایک بلند مرتبہ پائے۔ یہ ابن ماجہ نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عیادت کے لیے پیدل جانا افضل ہے۔ آسمان سے فرشتہ عیادت کرنے والے کے لیے پکار کر کہتا ہے کہ دنیا و آخرت میں خوشی کی زندگی گزارو۔ کہ تو نے بیمار کی عیادت کی ہے اس کی مزاج پرسی کی ہے اور شب و روز تیرا اچھا گزرے۔ اس سے بڑھ کر کیا انعام ہوسکتا ہے کہ اللہ رب العزت اس شخص سے خوش ہو کر فرشتے کے ذریعے اعلان کروا رہے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک مرتبہ دینے کا وعدہ کر رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کرنا اور اچھی خبر دینا

۵۴/۱۴۷۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا خَرَجَ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجَعِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِيْهِ فَقَالَ النَّاسُ يَا اَبَا الْحَسَنِ كَيْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِءًا۔

[رواه البخاری]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۷/۱۱۔ حدیث رقم ۶۲۶۶۔ واحمد فی المسند ۳۲۵/۱۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر باہر آئے تو لوگوں نے پوچھا اے ابوالحسن! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس حال میں صبح کی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں صبح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیماری سے اچھے ہونے والے ہیں۔ یعنی خدا کا شکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت بہتر ہے۔ اس کو بخاری نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے جب کبھی کوئی مریض کے بارے میں پوچھے تو اس کو چاہیے کہ اچھی خبر دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے گمان کے موافق کہا یا بطور نیک فال کے اور ادب کا تقاضا بھی یہ ہے کہ جب بھی کوئی بیمار کا حال پوچھے تو اس کو اچھا جواب دینا چاہیے۔

مرگی کی بیماری پر جنت کا وعدہ

۱۴۷۷/۵۵ وَعَنْ عَطَاءِ ابْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ قَالَ لِیْ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلَا اُرِیْكَ امْرَاَةً مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلٰی قَالَ هٰذِهِ الْمَرْاَةُ السَّوْدَاءُ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُصْرَعُ وَاِنِّیْ اَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ لِیْ فَقَالَ اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ یُّعَافِیَكِ فَقَالَتْ اَصْبِرُ فَقَالَتْ اِنِّیْ اَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ لَّا اَتَكَشَّفَ فَدَعَا لَهَا۔ [متفق علیه]

اخرجه البخاری فی صحیحه ١١٤/١٠۔ حدیث رقم ٥٦٥٢۔ ومسلم فی صحیحه ١٩٩٤/٤ حدیث قم (٢٥٧٦۔٥٤) واحمد فی المسند ٣٤٦/١۔

ترجمہ: حضرت عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے کہا کہ کیا میں آپ کو ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا ہاں یعنی دکھایئے۔ فرمایا کہ یہ کالی عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اے اللہ کے رسول! میں مرگی میں مبتلا ہو جاتی ہوں اور بے خودی (یعنی غشی) کی حالت میں ستر کھل جانے کا خوف رہتا ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے میرے لیے دعا فرمائیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو صبر کرے گی تو تیرے لیے جنت ہوگی اور اگر تو چاہے کہ تیرے لیے میں شفا کی دعا کروں تو دعا کر دوں گا۔ تو عورت نے کہا میں صبر کروں گی۔ البتہ عورت نے کہا میں ستر کے کھلنے سے ڈرتی ہوں لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیجئے کہ ایسی حالت میں میرا ستر نہ کھلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ستر نہ کھلنے کی دعا کر دی۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ حدیث پاک میں جس عورت کا تذکرہ گزرا ہے اس کا نام سعیرہ یا سقیرہ تھا۔ سین مہملہ کے ضمہ کے ساتھ۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ وہ حضرت خدیجہؓ کی کنگھی کرنے والی تھی۔ اس حدیث سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ دوا اور دعا دونوں کا استعمال جائز ہے۔ آزمائش پر صبر کرنے کی وجہ سے اور خدا کی تقدیر پر راضی ہونے کی وجہ سے بلکہ حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ بیماری کے ساتھ رہنا صبر کرتے ہوئے یہ عافیت سے افضل ہے۔ اگرچہ دوا کرنا مسنون ہے۔ ابی داؤد والی حدیث کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوا کیا کرتے تھے اور امت کو بھی دوا کا حکم دیا ہے۔ اس لیے کہ اللہ رب العزت نے کوئی بیماری ایسی پیدا نہیں کی جس کی دوا موجود نہ ہو سوائے بڑھاپے کے کہ اس کی کوئی دوا نہیں ہے اور دوا توکل کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ دوا میں اسباب کو اختیار کرنا ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دوا کیا کرتے تھے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم متوکلین کے سردار ہیں اور باوجود اس بات کے دوا کو چھوڑنا توکل کی وجہ سے ہے۔

بیماری کے ساتھ مرنا افضل ہے اور گناہوں سے دُوری کا سبب ہے

۱۴۷۸/۵۶ وَعَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا جَاءَهُ الْمَوْتُ فِیْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ هَنِیْئًا لَهٗ مَاتَ وَلَمْ یُبْتَلَ بِمَرَضٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَیْحَكَ مَا یُدْرِیْكَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ ابْتَلَاهُ بِمَرَضٍ فَكَفَّرَ عَنْهُ مِنْ سَیِّئَاتِهٖ۔ [رواه مالك مرسلا]

اخرجه مالك فی الموطأ ٩٤٢/٢ حدیث رقم ٨ من كتاب العین۔

ترجمہ: یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص کو اچانک موت آ گئی تو ایک شخص نے کہا کہ اس کو موت مبارک ہو کہ وہ بیماری کے اندر گرفتار نہیں ہوا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وائے! تجھے کیسے معلوم ہو گیا ہے؟ یعنی بیمار نہ ہونے کی تعریف مت کرو۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کو بیماری کے ساتھ موت دیتا تو اس کی برائیوں کو دور کر دیتا۔ اس کو مالک رحمہ اللہ نے بطریق ارسال نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ خلاصہ حدیث کا اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص فوت ہو گیا دوسرے شخص نے اس کو مبارک دی کہ یہ شخص بیماری کے اندر مبتلا نہیں ہوا بلکہ کہتے ہیں کہ چلتا پھرتا دنیا سے چلا گیا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے بیمار نہیں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے کہ یہ مبارک کا مستحق ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ اس کو بیماری کے اندر مبتلا کرتا اور تکلیفیں اور آزمائشیں آتیں تو اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا۔ یہ تو کوئی مبارک والی بات نہیں ہے۔ یعنی کوئی خوشی کی چیز نہیں ہے۔ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری گناہوں کو جھاڑ دیتی ہے بلکہ ختم کر دیتی ہے اور رفع درجات کا سبب بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین۔

بیماری کے بعد مریض کے لیے گناہوں کے ختم ہونے کی بشارت

۱۴۷۹/۵۷ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ وَالصُّنَابِحِيِّ اَنَّهُمَا دَخَلَا عَلٰى رَجُلٍ مَرِيْضٍ يَعُوْدَانِهٖ فَقَالَا لَهٗ كَيْفَ اَصْبَحْتَ بِنِعْمَةٍ قَالَ شَدَّادٌ اَبْشِرْ بِكَفَّارَاتِ السَّيِّئَاتِ وَحَطِّ الْخَطَايَا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ اِذَا اَنَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنًا فَحَمِدَنِيْ عَلٰى مَا ابْتَلَيْتُهٗ فَاِنَّهٗ يَقُوْمُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ مِنَ الْخَطَايَا وَيَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَا قَيَّدْتُّ عَبْدِيْ وَابْتَلَيْتُهٗ فَاَجْرُوْا لَهٗ مَا كُنْتُمْ تُجْرُوْنَ لَهٗ وَهُوَ صَحِيْحٌ. [رواه احمد]

اخرجه احمد فى المسند ١٢٣/٤۔

ترجمہ: شداد بن اوس اور صنابحی سے روایت ہے کہ وہ دونوں ایک بیمار شخص کی عیادت کے لیے گئے انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے کس طرح صبح کی؟ اس نے کہا میں نے صبح کی اللہ کی نعمت کے ساتھ (یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلے کی نعمت کو تسلیم کرتے ہوئے میں نے صبح کی) شداد نے کہا تمہیں گناہوں کے جھڑنے اور خطاؤں کے دور ہونے کی خوشخبری ہو' اس لیے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندوں میں سے کسی مؤمن بندے کو مبتلا کرتا ہوں تو وہ مبتلا ہونے کی وجہ سے میری تعریف کرتا ہے وہ بیماری کے بعد اپنی خوابگاہ سے اٹھ کر اس طرح کھڑا ہوتا ہے (یعنی جس جگہ وہ بیمار پڑا تھا گناہوں سے پاک ہو کر) جس طرح اس کی ماں نے آج ہی اس کو جنا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے بندے کو قید کیا اور آزمایا لہٰذا اس کے وہی اعمال لکھتے رہو جن کو تم اس کی تندرستی کی حالت میں لکھا کرتے تھے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اور صنابحی رحمہ اللہ ایک بیمار شخص کی عیادت کے لیے گئے۔ دونوں حضرات نے اس کی مزاج پرسی کی۔ اس نے جواب دیا کہ اللہ کا شکر ہے ہم خدا کی رضاء وقضا کو تسلیم کرتے ہیں۔ تو انہوں نے اس کو گناہوں کے جھڑنے اور برائیوں کے معاف ہونے کی خوشخبری سنائی اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ مبارک سنایا کہ جب بندہ

بیماری سے صحت یاب ہو جاتا ہے تو وہ اس طرح ہو جاتا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ نہیں کیا جیسے اس کی ماں نے اس کو آج جنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کے گناہوں کو ختم کرنے کا طریقہ

۵۸/۱۴۸۰ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَثُرَتْ ذُنُوْبُ الْعَبْدِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَا يُكَفِّرُهَا مِنَ الْعَمَلِ ابْتَلَاهُ اللّٰهُ بِالْحُزْنِ لِيُكَفِّرَهَا عَنْهُ۔ [رواه احمد]

اخرجه احمد في المسند ٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں اور اس کے پاس کوئی نیک عمل نہیں ہوتا جو اس کے گناہوں کو ختم کردے تو اللہ تعالیٰ اس کو غم میں مبتلا کر دیتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو غم کی وجہ سے جھاڑ کر (ختم) کردے۔ یہ احمد نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قلب غمگین کو اپنا دوست رکھتا ہے اور جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں اور اسکے پاس کوئی نیک عمل نہیں ہوتا ہے جو اس کے گناہوں کو مٹادے تو اللہ تعالیٰ اس کو غم میں مبتلا کر دیتا ہے کسی مصیبت میں گرفتار کر دیتا ہے تا کہ وہ اس کے گناہوں کو ختم کردے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے کے ساتھ نہایت درجے کی محبت کی دلیل ہے۔

۵۹/۱۴۸۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيْضًا لَمْ يَزَلْ يَخُوْضُ الرَّحْمَةَ حَتّٰى يَجْلِسَ فَاِذَا جَلَسَ اغْتَمَسَ فِيْهَا۔ [رواه مالك واحمد]

اخرجه مالك في الموطأ ٩٤٦/٢ حديث رقم ١٧ من كتاب العين۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بیمار کی عیادت کرتا ہے۔ تو وہ مسلسل رحمت کے دریا میں رہتا ہے اور جب وہ بیمار کے پاس بیٹھ جاتا ہے تو رحمت کے دریا میں ڈوب جاتا ہے۔ یہ روایت امام احمد اور امام مالک نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیادت کرنے والے کی فضیلت بیان کی ہے۔ عیادت کرنے والا جب تک مریض کے پاس بیٹھا رہتا ہے اس وقت تک وہ رحمت کے دریا میں بیٹھا رہتا ہے۔ اس سے عیادت کرنے والے کی فضیلت ظاہر ہو جاتی ہے اسی کی تائید میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو شخص مریض کی عیادت کرے رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے میں نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ عیادت کرنے والے کے لیے ہے اور مریض کے لیے کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں مزید برآں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بندہ تین دن تک بیمار رہتا ہے تو وہ گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے کہ جیسے اس کی ماں نے اس کو آج ہی جنا ہے۔ (میرک)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا بخار کے لیے عمل

۶۰/۱۴۸۲ وَعَنْ ثَوْبَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَصَابَ اَحَدَكُمُ الْحُمّٰى فَاِنَّ الْحُمّٰى قِطْعَةٌ مِّنَ النَّارِ فَلْيُطْفِئْهَا عَنْهُ بِالْمَاءِ فَلْيَسْتَنْقِعْ فِيْ نَهْرٍ جَارٍ وَلْيَسْتَقْبِلْ جِرْيَتَهُ فَيَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ

اشْفِ عَبْدَكَ وَصَدِّقْ رَسُوْلَكَ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلْيَنْغَمِسْ فِيْهِ ثَلَاثَ غَمَسَاتٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ لَّمْ يَبْرَأْ فِيْ ثَلَاثٍ فَخَمْسٌ فَاِنْ لَّمْ يَبْرَأْ فِيْ خَمْسٍ فَسَبْعٌ فَاِنْ لَّمْ يَبْرَأْ فِيْ سَبْعٍ فَتِسْعٌ فَاِنَّهَا لَا تَكَادُ تُجَاوِزُ تِسْعًا بِاِذْنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ۔ [رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب]

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۵۷/۴ حديث رقم ۲۰۸۴۔ واحمد فی المسند ۲۸۱/۵۔

ترجمہ: حضرت ثوبان ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت تم میں سے کسی کو بخار پہنچ جائے (ہو جائے) اور تحقیق تپ (بخار) آگ کا ایک ٹکڑا ہے پس اس کو چاہیے کہ بخار کو پانی کے ساتھ بجھادے تو وہ جاری نہر میں داخل ہو جائے اور پانی کے بہاؤ کے سامنے کھڑا ہو جائے اور کہے کہ میں اللہ کے نام کے ساتھ شفا طلب کرتا ہوں۔ یا الٰہی! اپنے بندے کو شفا دے اور اپنے رسول کے قول کو سچا کر دے اور مجھ کو شفا دے یہ فعل صبح کی نماز کے بعد آفتاب (سورج) کے نکلنے سے پہلے کرے اور اس میں تین دن تین تین غوطے مارے۔ پس اگر تین دن میں اچھا نہ ہو۔ تو پھر نو (۹) دن کرے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بخار نو دن سے تجاوز نہیں کرے گا۔ یعنی اس عمل کے بعد بخار جاتا رہے گا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور فرمایا ہے یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس عبارت کے اندر یہ بھی احتمال ہے کہ تین روز میں تین غوطے لگانا چاہئیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ ہر دن میں تین ہوں اور یہ علاج بخار کی بعض قسموں کے لیے مخصوص ہے۔ صفراوی مزاج والوں کے لیے جیسے یہ مزاج اہل حجاز والوں کا ہے۔ اس لیے کہ بعض قسموں میں غسل کرنا مضر ہوتا ہے اور ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے مگر تجربہ کار طبیب کے مشورہ کے ساتھ نقصان و ہلاکت سے بچاؤ ہو جاتا ہے اور خطابی نے کہا ہے کہ ایک شخص کو بخار تھا اس نے پانی کے اندر غوطہ مارا اور نہانے کی وجہ سے اس کی حرارت اندر ہی رک گئی اور سخت بیمار ہو گیا اور ہلاک ہونے کے قریب ہو گیا۔ جب تندرست ہوا تو اس نے حدیث کے بارے میں ایک بری بات منہ سے نکالی۔ اس وجہ سے کہ وہ حدیث کا معنی سمجھ نہ سکا کہ یہ حکم ہر طرح کے بخار کے لیے نہیں ہے۔

بخار کو برا مت کہو یہ مسلمان کے لیے باعث رحمت ہے

۱۴۸۳/۶۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ ذُكِرَتِ الْحُمّٰى عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّهَا رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبَّهَا فَاِنَّهَا تَنْفِی الذُّنُوْبَ كَمَا تَنْفِی النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ ۔

[رواه ابن ماجة]

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۱۱۴۹/۲۔ حديث رقم ۳۴۶۹۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بخار کا ذکر کیا گیا تو ایک شخص نے بخار کو برا کہا پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بخار کو برا مت کہو۔ اس لیے کہ بخار گناہوں کو دور کرتا ہے جیسے کہ آگ لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔ اس کو ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مرض کی حالت میں بھی خدا کی شکر گزاری کرنی چاہیے۔ ناشکری نہیں کرنی چاہیے۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ مصیبت میں بھی خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ جس طرح نعمت کے ملنے پر خدا کا شکر کیا جاتا ہے۔ اس

لیے کہ آزمائش کے نازل کرنے میں بھی خدا تعالیٰ کی مخفی مہربانی مقصود ہوتی ہے کیوں کہ روایات سے معلوم ہو چکا ہے کہ بیماری گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ بندے سے گناہوں کو ایسے دور کرتی ہے جس طرح بھٹی لوہے سے میل کو دور کر دیتی ہے۔

بیماری میں خدا کی حکمت

۶۲/۱۴۸۴ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ مَرِيْضًا فَقَالَ اَبْشِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ هِيَ نَارِيْ اُسَلِّطُهَا عَلٰى عَبْدِي الْمُؤْمِنِ فِي الدُّنْيَا لِتَكُوْنَ حَظَّهُ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

[رواه احمد وابن ماجة والبيهقي في شعب الايمان]

اخرجه الترمذي في السنن ٣٥٩/٤ حديث رقم ٢٠٨٨۔ مع اختلاف وابن ماجه في السنن ١١٤٩/٢۔ حديث رقم ٣٤٧٠۔ واحمد في المسند ٤٤٠/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیمار کی عیادت کی اور اس سے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ بخار میں میری آگ ہے میں اسے اپنے مؤمن بندے پر مسلط کرتا ہوں۔ تاکہ وہ بخار اس کے لئے قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے حصہ اور بدلہ ہو جائے اس کو احمد، ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: وان منکم الا واردھا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے ہر کوئی تم میں سے دوزخ میں داخل ہوگا قیامت کے دن' اس لیے مؤمن کو جو بخار ہوتا ہے وہ قیامت کے دن ملنے والے عذاب کا بدلہ اور حصہ ہوتا ہے۔ اس بخار کی وجہ سے قیامت کے دن وہ امن میں رہے گا کیونکہ اس عذاب کے بدلے اس کو بخار پہنچ چکا ہے۔ داخلہ دوزخ میں سب کا ہوگا اس لیے کہ پل صراط جہنم کے اوپر ہے۔ جس پر سے سب کو گزرنا ہے لیکن مؤمن کے ساتھ کامل کی قید لگانی چاہیے کیونکہ یہ بات کامل مؤمن کے لیے ہوتی ہے اس لیے کہ بعض مؤمن گنہگاروں کو عذاب ملے گا۔ وہ اس قید سے نکل جائیں گے۔

مصائب کے بدلے بخشش کا وعدہ

۶۳/۱۴۸۵ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الرَّبَّ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا اُخْرِجُ اَحَدًا مِنَ الدُّنْيَا اُرِيْدُ اَغْفِرُ لَهٗ حَتّٰى اَسْتَوْفِيَ كُلَّ خَطِيْئَةٍ فِيْ عُنُقِهٖ بِسَقَمٍ فِيْ بَدَنِهٖ وَاِقْتَارٍ فِيْ رِزْقِهٖ۔

رواه رزين ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور برتر ہیں اپنی عزت وجلال کی قسم کھاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں کسی بندے کو دنیا سے نہیں نکالوں گا۔ میں ارادہ کرتا ہوں کہ میں اس کو بخش دوں گا یہاں تک میں اس کے ہر گناہ کا بدلہ پورا دوں گا۔ اس کی بدنی بیماری کی وجہ سے اور اس کے رزق میں تنگی دے کر (اس کے گناہوں کو بخش دوں گا) اس روایت کو رزین نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ بندے کے ذمے جو گناہ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دنیا میں دے دیتا ہے۔

کبھی اللہ تعالیٰ بندے کو بیمار کر دیتے ہیں اور کبھی رزق کی تنگی دے دیتے ہیں اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو ختم فرما دیتے ہیں۔ مصائب و پریشانیوں کی وجہ سے گناہوں کا دور ہونا متعدد احادیث سے معلوم ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ بندے کے ان مسائل کی وجہ سے اس کے لیے بخشش کا فیصلہ کر دیتے ہیں۔ الحاصل یہ کہ فقر، بیماری اور آزمائش گناہوں کو مٹا دیتے ہیں جیسے طاقی سفید کپڑے سے میل کچیل کو دور کر دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اپنی بیماری پر اظہارِ افسوس

۶۴/۱۴۸۶ وَعَنْ شَقِيْقٍ قَالَ مَرِضَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَعُدْنَاهُ فَجَعَلَ يَبْكِيْ فَعُوْتِبَ فَقَالَ اِنِّيْ لَا اَبْكِيْ لِاَجْلِ الْمَرَضِ لِاَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَرَضُ كَفَّارَةٌ وَاِنَّمَا اَبْكِيْ اَنَّهٗ اَصَابَنِيْ عَلٰى حَالِ فَتْرَةٍ وَلَمْ يُصِبْنِيْ فِيْ حَالِ اِجْتِهَادٍ لِاَنَّهٗ يُكْتَبُ لِلْعَبْدِ مِنَ الْاَجْرِ اِذَا مَرِضَ مَا كَانَ يُكْتَبُ لَهٗ قَبْلَ اَنْ يَمْرَضَ فَمَنَعَهٗ مِنْهُ الْمَرَضُ ۔

رواہ رزین۔

ترجمہ: حضرت شقیق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے۔ پس ہم نے ان کی عیادت کی تو انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ وہ بیماری یا زندگی کی محبت کی وجہ سے روتے ہیں۔ پس فرمانے لگے کہ میں بیماری کے سبب نہیں روتا اس لیے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ بیماری گناہ جھڑنے کا سبب ہے' میں اس لیے روتا ہوں کہ مجھ کو بیماری (یعنی بڑھاپے کی حالت) سستی میں پہنچی ہے۔ اور جوانی کی حالت میں مجھ کو بیماری نہیں پہنچی۔ اس لیے کہ جوانی میں بیماری پر بندے کے لیے ان تمام اعمال کا ثواب لکھا جاتا ہے جن کا بیماری سے پہلے لکھا جاتا تھا اور اس بیماری نے اُسے اِس سے باز (روکے) رکھا۔ یہ رزین نے نقل کی ہے۔

تشریح ❁ حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ بڑھاپے میں بیماری کے دوران روتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے تو بیماری بڑھاپے کی حالت میں پہنچی ہے۔ بڑھاپے میں بندہ کام کرنے سے عاجز آ جاتا ہے۔ کمزوری بڑھ جاتی ہے اور جوانی کی حالت میں انسان بہت سے کام کر سکتا ہے۔ اس لیے کہا گیا ہے۔ جوانی کی حالت میں عبادت کرنا شیوۂ پیغمبری ہے۔ بڑھاپے میں اعمال صالحہ کم ہوتے ہیں اور بیماری کی وجہ سے جب اعمال کم ہوں گے تو کم لکھے جائیں گے۔ کاش کہ جوانی میں بیمار ہوتا۔ تا کہ حالت صحت میں کیے جانے والے اعمال کا ثواب لکھا جاتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عیادت کا طریقہ

۶۵/۱۴۸۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَعُوْدُ مَرِيْضًا اِلَّا بَعْدَ ثَلَاثٍ ۔

[رواه ابن ماجة والبيهقي في شعب الايمان]

اخرجه ابن ماجه في السنن ۴۶۲/۱ حديث رقم ۱۴۳۷ ـ والبيهقي في شعب الايمان ۵۴۲/۶ حديث رقم ۹۲۱۶ـ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن کے بعد مریض کی عیادت کرتے تھے۔ اس حدیث کو

ابن ماجہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

تشریح ❁ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ تین دن تک انتظار کرتے جب تین راتیں گزر جاتیں تو آپ ﷺ مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔ عیادت کرنا زمانے کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ کیونکہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان مبارک ہے: عودوا المریض۔ مریض کی عیادت کرو۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں حضرت انس ؓ کی یہ حدیث ضعیف ہے۔ ممکن ہے کہ یہ حدیث اس پر محمول ہو کہ آپ مجلس سے غیب ہونے والے کے بارے میں پوچھتے ہوں تین دن کے بعد اس آدمی کی بیماری کے متعلق علم ہونے کے بعد آپ ﷺ اس کی عیادت کرتے ہوں۔ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جب میرا بندہ بیمار ہوا اور اس نے تین دن سے قبل اس کو ظاہر کر دیا۔ فقد شکانی۔ پس اس نے میری شکایت کی۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہر مریض اپنے مرض پر تین دن تک صبر کرے اور ظاہر نہ کرے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حدیث موضوع ہے۔

مریض سے دُعا کروانے کا حکم

۶۶/۱۴۸۸ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰى مَرِيْضٍ فَمُرْهُ يَدْعُوْ لَكَ فَاِنَّ دُعَاءَهٗ كَدُعَاءِ الْمَلَائِكَةِ۔ [رواه ابن مالك]

اخرجه ابن ماجه ٤٦٣/١ حديث رقم ١٤٤١۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو تم اس کو اپنے لیے دعا کا کہو کیونکہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح ہے۔ اس کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں مریض کی دعا کو فرشتوں کی دعا کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے اس لیے کہ بیمار آدمی گناہوں سے بچنے کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ کیونکہ جس طرح فرشتے گناہوں سے بچے رہتے ہیں اسی طرح بیمار آدمی بھی گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ یا جس طرح فرشتے ہمیشہ اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح بیمار آدمی بھی اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگا رہتا ہے اور خدا سے آہ و زاری اور التجا کرنے میں ہمیشہ مصروف رہتا ہے۔ کیونکہ وہ بیماری کی وجہ سے ہر وقت اللہ کو یاد کرتا رہتا ہے۔ ہر گھڑی ہر آن وہ اللہ کی یاد میں مصروف رہتا ہے۔ انہی وجوہات کی بنا پر اس کی دعا فرشتوں کی دعا کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔

مریض کے پاس اتنی اونچی آواز میں بولنا منع ہے جس سے مریض کو تکلیف پہنچے

۶۷/۱۴۸۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ تَخْفِيْفُ الْجُلُوْسِ وَقِلَّةُ الصَّخَبِ فِي الْعِيَادَةِ عِنْدَ الْمَرِيْضِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَثُرَ لَغَطُهُمْ وَاخْتِلَافُهُمْ قُوْمُوْا عَنِّيْ۔

رواه رزين۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ مریض کے پاس کم بیٹھنا اور عیادت کرتے وقت بیمار کے پاس شور و غل (اونچی) باتیں کرنا ممنوع ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں جب غل زیادہ ہوا اور صحابہ ؓ کے مابین اختلاف ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ یعنی کھڑے ہو جاؤ۔ یہ رزین نے نقل کی ہے۔

تشریح ⊛ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مریض کے پاس اونچی بولنے اور زور وشور سے بحث ومباحثہ کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا وقت قریب تھا اور گھر میں بہت سے لوگ موجود تھے۔ چنانچہ ان لوگوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قلم اور دوات لے کر آؤ تا کہ میں تمہارے لیے ایک وصیت لکھ دوں۔ تا کہ تم گمراہ ہونے سے بچ جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری غالب ہے اور ہمارے پاس قرآن موجود ہے۔ پس کتاب اللہ تم کو کافی ہے اور اہل بیت نے اختلاف کیا اور دوسرے لوگوں نے بھی بعض لوگ کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوات لے کر آؤ۔ تا کہ تمہارے لیے کچھ لکھ دیں اور بعض ان میں سے کہتے تھے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے پس یہی کافی ہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شور وغل زیادہ ہو گیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں اختلاف فرمایا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔ رافضی اس سے یہ بات نکالتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت کے بارے میں کچھ لکھنا چاہتے تھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا۔ اس کا جواب ابن حجرؒ نے بڑا بہترین دیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لکھنے کا ارادہ کیا تو صحابہؓ کے مابین اختلاف واقع ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحتاً لکھنا ترک کر دیا اور دل میں خیال آیا کہ لکھنے میں مصلحت نہیں ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر لکھنے کا مصمم ارادہ کر لیتے تو کسی کی کوئی مجال نہ تھی حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کا بھی بس نہ چلتا اس واقعہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن زندہ رہے۔ ان دنوں میں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت کے بارے میں لکھنے میں مصلحت دیکھتے تو ضرور لکھتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے مقدمہ میں نص جلی پر اکتفا کیا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیماری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنانا اور اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب کے سامنے خطبہ پڑھا اور لوگوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کو کہا اور فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے پسند کیا ہے۔ کیا ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی دنیا کے لیے پسند نہ کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آدمی کو بھیجا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ رہے تھے۔ اس کے باوجود مجھے امام نہیں بنایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسی ہستی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں ارشاد فرمایا ہے لایخافون لومة لائم۔ ابوسفیان بن حرب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لڑائی کے لیے مدینہ کا میدان گھوڑوں اور پیادوں سے بھر دوں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ غصہ ہوئے اور اس کو ڈانٹا اور برا بھلا کہا۔ تا کہ وہ اور تمام لوگ جان لیں۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسے خلیفہ ہیں کہ حقیقت میں ان کی خلافت میں کوئی شک نہیں ہے۔

مریض کے پاس کم بیٹھنے کا حکم

۱۴۹۰ /۶۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعِيَادَةُ فَوَاقُ نَاقَةٍ وَفِىْ رواية سعيد بن المسيب مرسلا افضل العيادة سرعة القيام۔ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

اخرجه البيهقى فى شعب الايمان ٥٤٣/٦ حديث رقم ٩٢٢٢۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عیادت کا افضل (بہترین) زمانہ اونٹنی کے

(دودھ) دوہنے کے درمیانی وقفے کی مقدار ہے۔ سعید بن مسیب کی روایت میں بطریق ارسال نقل کیا گیا ہے کہ بہترین عیادت وہ عیادت ہے جس میں عیادت کرنے والا جلدی اٹھ جائے۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مریض کے پاس کم مقدار میں بیٹھنا چاہیے اور بیمار کے پاس اس قدر بیٹھے کہ اس کو تکلیف نہ ہو۔ مریض کے پاس بیٹھنے کی مقدار آپ ﷺ نے بیان فرمائی کہ اتنی مقدار مریض کے پاس بیٹھنا چاہیے جتنا اونٹنی کے دو مرتبہ دودھ دھونے کا درمیانی وقفہ ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ دیر بیٹھنے میں مریض کو تکلیف ہوگی۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ ہم حضرت سری سقطی رحمہ اللہ کی عیادت کو گئے اور ان کے پاس دیر تک بیٹھے رہے۔ وہ مرض الموت میں مبتلا تھے' ان کے پیٹ میں تکلیف تھی۔ ہم نے ان سے کہا ہمارے لیے دعا کرو۔ انہوں نے کہا یا الٰہی ان کو مریض کی عیادت کرنے کی کیفیت سکھا دیجئے گویا کہ انہوں نے اشارہ کیا کہ مریض کے پاس کم بیٹھنا چاہیے جب اس کی عیادت کے لیے جائے اور جس وقت مناسب سمجھے کہ مریض زیادہ دیر بیٹھنے کو دوستی کی بنا پر یا تبرکاً یا خدمت کے لیے بہتر سمجھتا ہے تو وہ مستثنیٰ ہے۔ یعنی اس صورت میں مریض کے پاس سے جلدی اٹھنا بہتر نہیں ہے۔

مریض کی کھانے کی خواہش پوری کرنے کا حکم

۶۹/۱۴۹۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا فَقَالَ لَهٗ مَا تَشْتَهِیْ قَالَ اَشْتَهِیْ خُبْزَ بُرٍّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ عِنْدَهٗ خُبْزُ بُرٍّ فَلْیَبْعَثْ اِلٰی اَخِیْهِ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَهٰی مَرِیْضُ اَحَدِکُمْ شَیْئًا فَلْیُطْعِمْهُ۔ [رواه ابن ماجة]

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۱/۴۶۳ حدیث رقم ۱۴۳۹۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کی عیادت کی پس آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کس چیز کے کھانے کو دل چاہتا ہے۔ اس نے کہا گیہوں (گندم) کی روٹی کھانے کو دل چاہتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس گیہوں (گندم) کی روٹی ہو پس چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کی طرف بھیج دے پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت مریض کسی چیز کی خواہش کرے تو چاہیے کہ تم اس کو کھلا دو۔ اس روایت کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مریض کی کھانے کی خواہش کو پورا کرنا چاہیے اس خواہش سے مراد خواہش صادق ہے اور وہ صحت کی نشانی ہے اور یہ بھی ہے کہ مریض کو کھانا نقصان نہیں پہنچاتا بلکہ تقویت اور صحت ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ بات ضروری ہے کہ اس کے کھانے سے مریض کو نقصان نہ ہو۔ کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حکم کلی نہیں بلکہ جزئی ہے یعنی تمام حضرات کے لئے نہیں ہے بلکہ بعضوں کے لیے ہے اور علامہ طیبی نے کہا ہے یہ توکل پر مبنی ہے یا زندگی کی ناامیدی پر یعنی جس کے جینے کی توقع نہ ہو۔ اس کے لیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مانگے اس کو کھلا دو۔

سفر جہاد کی موت گھر کی موت سے افضل ہے

۷۰/۱۴۹۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ تُوُفِّیَ رَجُلٌ بِالْمَدِیْنَةِ مِمَّنْ وُلِدَ بِهَا فَصَلّٰی عَلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا لَیْتَهٗ مَاتَ بِغَیْرِ مَوْلِدِهٖ قَالُوْا وَلِمَ ذَاكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا مَاتَ بِغَیْرِ مَوْلِدِهٖ قِیْسَ لَهٗ مِنْ مَوْلِدِهٖ اِلٰی مُنْقَطَعِ اَثَرِهٖ فِی الْجَنَّةِ ۔ [رواہ النسائی وابن ماجة]

اخرجه النسائی فی السنن ٧/٤ حدیث رقم ١٨٣٢۔ وابن ماجه ١/٥١٥ حدیث رقم ١٦١٤۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کی مدینہ منورہ میں وفات ہوگئی اور وہ مدینہ میں ہی پیدا ہوا تھا۔ تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا کاش کہ یہ اپنی پیدائش کی جگہ سے باہر فوت ہوتا (یعنی سفر وغیرہ میں) صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ کس لیے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت آدمی غیر وطن میں مرتا ہے اس کے وطن سے لے کر اس کے نقش قدم کے منقطع (ختم) ہونے تک ناپا جاتا ہے۔ (اس کو نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے)

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں سفر جہاد میں مرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جب آدمی سفر میں مرتا ہے تو وہ جگہ جہاں پر اس کی موت آئی ہے' سے لے کر اپنے وطن تک' اس مسافت کے مابین جتنی جگہ ہے' اتنی مقدار میں جگہ اس کو جنت میں ملے گی اور اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے مراد سفر جہاد ہے کوئی دنیاوی سفر مراد نہیں ہے۔

سفر جہاد' بمنزلہ شہادت

۱۴۹۳/۱۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَوْتُ غُرْبَةٍ شَهَادَةٌ۔

[رواہ ابن ماجة]

اخرجه ابن ماجه فی السنن ١/٥١٥ حدیث رقم ١٦١٣۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مسافرت کی موت (یعنی سفر کی حالت میں مرنا) شہادت ہے۔ اس کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے اگر کوئی سفر کی حالت میں فوت ہوگیا تو اس کو شہید کا ثواب ملے گا۔ اسی طرح جو جہاد کے لیے سفر کرتا ہے اس کو بھی شہادت کا ثواب ملے گا۔

بیمار ہو کر مرنے پر شہادت کا ثواب

۱۴۹۴/۷۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ مَرِیْضًا مَاتَ شَهِیْدًا وَّوُقِیَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَغُدِیَ وَرِیْحَ عَلَیْهِ بِرِزْقِهٖ مِنَ الْجَنَّةِ۔ [رواہ ابن ماجة والبیهقی فی شعب الایمان]

اخرجه ابن ماجه فی السنن ١/٥١٥ حدیث رقم ١٦١٥۔ والبیهقی فی شعب الایمان ٧/١٧٤ حدیث رقم ٩٨٩٧۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص بیمار ہو کر فوت ہو جائے وہ شہید مرتا ہے اور اس کو قبر کے فتنے سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اس کو جنت سے صبح و شام ہمیشہ روزی دی جاتی ہے۔ اس کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح ❁ اکثر نسخوں میں لفظ مریضاً ہی واقع ہوا ہے۔ جو کہ درست ہے اور بعض نسخوں میں تغیر کر کے غریباً لکھ دیا ہے۔ لیکن صحیح ابن ماجہ میں مرابطاً ہے۔ اس لیے میرک نے اپنے نسخہ کے حاشیہ میں صوابہ مرابطاً لکھا ہے پھر اس کے نیچے لکھا ہے:

كذا في سنن ابن ماجه في باب ماجاء مريضًا مات شهيدًا۔ پھر بعضوں نے مرض سے عام مرض مرادلیا ہے اور بعضوں نے خاص مرض مرادلیا ہے۔ یعنی استسقاء واسہال وغیرہ۔ ملاعلی قاری فرماتے ہیں کہ ان قیودات کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ حدیث میں راوی نے غلطی کی ہے حفاظ کے اتفاق کے ساتھ جیسے حدیث میں: من مات مرا بطاعنه کے من مات مریضًا ہے۔

حدیث کا خلاصہ یہ ہے جو شخص بیماری کی حالت میں فوت ہو جائے۔ وہ شہیدوں میں سے اٹھایا جائے گا اللہ رب العزت اس کو قبر کے فتنے سے بچالیں گے اور اس کو صبح وشام اللہ پاک اپنے خزانوں میں سے روزی عطا فرمائیں گے۔

طاعون سے مرنے پر شہید کا حکم لگایا جائے گا

۷۳/۱۴۹۵ وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْتَصِمُ الشُّهَدَاءُ وَالْمُتَوَفَّوْنَ عَلٰى فُرُشِهِمْ اِلٰى رَبِّنَا عَزَّوَجَلَّ فِي الَّذِيْنَ يَتَوَفَّوْنَ مِنَ الطَّاعُوْنِ فَيَقُوْلُ الشُّهَدَاءُ اِخْوَانُنَا قُتِلُوْا كَمَا قُتِلْنَا وَيَقُوْلُ الْمُتَوَفَّوْنَ اِخْوَانُنَا مَاتُوْا عَلٰى فُرُشِهِمْ كَمَا مُتْنَا فَيَقُوْلُ رَبُّنَا اُنْظُرُوْا اِلٰى جِرَاحَتِهِمْ فَاِنْ اَشْبَهَتْ جِرَاحُهُمْ جِرَاحَ الْمَقْتُوْلِيْنَ فَاِنَّهُمْ مِنْهُمْ وَمَعَهُمْ فَاِذَا جِرَاحُهُمْ قَدْ اَشْبَهَتْ جِرَاحَهُمْ۔

[رواه احمد والنسائی]

اخرجه النسائی فی السنن ٦/٣٧ حدیث رقم ٣١٦٤۔ واحمد فی المسند ٤/١٢٨۔

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شہید اور وہ لوگ جو اپنے بستروں پر فوت ہوئے یعنی وہ حقیقی شہید نہیں' اپنے رب کے پاس ان لوگوں کے بارے میں جو طاعون (وبا) سے مرے ہیں جھگڑا کریں گے۔ شہید ان لوگوں کے بارے میں کہیں گے یہ ہمارے بھائی ہیں اور ہمارے مشابہ ہیں تو ان کو بھی مرتبے میں ہمارے برابر ہونا چاہیے۔ مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ یہ بھی قتل کیے گئے اور ہم بھی قتل کیے گئے۔ اور طبعی وفات پانے والے کہیں گے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں' یہ بھی اپنے بچھونوں پر فوت ہوئے جیسا کہ ہم بچھونوں پر فوت ہوئے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان کے زخموں کی طرف دیکھو اگر ان کے زخم مقتولین (یعنی جو اللہ کے راستے میں شہید ہونے والوں) کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوں تو وہ ان میں سے ہیں یعنی ثواب میں ان کے ساتھ ملحق ہیں۔ یعنی حشر ونشر میں ان کے ساتھ ہوں گے اچانک دیکھیں گے تو ان کے زخم ان کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوں گے۔ امام احمد اور نسائی نے اس کو نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ شہداء حقیقی اللہ کے دربار میں جھگڑا کریں گے۔ کہ طاعون کی بیماری سے مرنے والے بھی ہمارے بھائی ہیں جس طرح ہم زخمی ہو کر کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے ویسے یہ بھی جنات کے ہاتھ سے زخمی ہو کر مرے۔ علماء نے لکھا ہے کہ بسا اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے کسی نے ان کو نیزہ مارا ہے۔ اس لیے طاعون طعن سے بمعنی نیزہ مارنے کے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو طاعون کی وبا سے مرے گا شہیدوں میں سے اٹھایا جائے گا۔

طاعون سے بھاگنے کی ممانعت اور جمے رہنے کی فضیلت

۷۴/۱۴۹۶ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْفَارُّ مِنَ الطَّاعُوْنِ كَالْفَارِّ مِنَ الزَّحْفِ

وَالصَّابِرُ فِيْهِ لَهُ اَجْرُ شَهِيْدٍ۔ [رواه احمد]

اخرجه احمد فی المسند ۳۲۴/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے طاعون کی بیماری سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا کہ کفار کی لڑائی سے بھاگنے والا اور اس میں صبر کرنے والے کو شہید کا ثواب ملے گا۔ اس کو احمدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں طاعون کی بیماری سے بھاگنے سے منع فرمایا گیا ہے اور فرمایا: طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسے کہ لڑائی سے بھاگنے والا ہے۔ جو کفار کے مقابلے میں لڑی جا رہی ہے۔ اگر وہ کفار سے لڑتا ہوا مارا گیا تو وہ شہید ہے اسی طرح اگر وہ طاعون کی مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا تو وہ بھی شہید ہے اور حدیث کے ظاہر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس بیماری پر صبر کرنے والے کو بھی شہید کا ثواب ملے گا اگرچہ وہ اس بیماری سے نہ مرے۔

علامہ طیبیؒ کا کہنا ہے کہ اس کی مشابہت گناہ کبیرہ کے ساتھ ہے۔ اگر اس کا اعتقاد ہے کہ اگر وہ بھاگے گا نہیں تو ضرور مر جائے گا اور اگر بھاگے گا تو بچ جائے گا تو یہ کفر ہے۔

بَابُ تَمَنِّى الْمَوْتِ وَذِكْرِهٖ

موت کی آرزو کرنے کے اور اس کو یاد کرنے کا بیان

موت کی آرزو کرنا دنیا کی تکلیف کی وجہ سے اور مرض اور محتاجی وغیرہما کی وجہ سے مکروہ ہے۔ اس لیے کہ یہ بے صبری کی علامت ہے اور تقدیر الٰہی پر راضی نہ ہونے کی نشانی ہے' جبکہ محبت الٰہی اور دیدار الٰہی کے شوق کی وجہ سے اور دنیا فانی سے خلاصی اور آخرت کی زندگی سے محبت اور اس کی نعمتوں کو پانے کی خاطر موت کی آرزو کرنا' یہ ایمان اور کمال ایمان کی مثال ہے اور اسی طرح دینی نقصان کے خوف کی وجہ سے یاد کرنا مکروہ نہیں ہے اور موت کو یاد کرنا کنایہ ہے کہ وہ خوف الٰہی رکھے اور اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرے اور توبہ و استغفار کرے اور آخرت کے نفع کو مقدم رکھے۔ ورنہ موت کو بغیر عمل کے یاد کرنا کچھ فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ دل کی سختی کا باعث ہے جیسا کہ غفلت کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو یاد کرنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں۔

الفصل الاول:

موت کی تمنا نہ کرو' نیکیوں کی زیادتی درازیٔ عمر کا باعث ہے

۱/۱۴۹۷ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنّٰى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ اِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَّزْدَادَ خَيْرًا وَاِمَّا مُسِيْئًا فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَّسْتَعْتِبَ۔ [رواه البخاری]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۲۷/۱۰۔ حدیث رقم ۵۶۷۳۔ والنسائی فی السنن ۲/٤ حدیث رقم ۱۸۱۸۔ والدارمی ۴۰۳/۲ حدیث رقم ۲۷۵۸۔ واحمد فی المسند ۲۶۳/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی تم میں سے موت کی تمنا نہ کرے اگر نیک ہے۔ ہو سکتا ہے کہ

(درازئ عمر کی وجہ سے نیکیوں میں زیادتی کرے) اور اگر بدکار ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہے اور لوگوں کے حقوق ادا کرکے۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے کہ موت کی تمنا ہرگز نہ کرو کیونکہ زندگی نیکیوں کے بڑھنے کا باعث بنتی ہے۔ اگر وہ نیکوکار ہوگا۔ تو اس کی نیکیاں بڑھ جائیں گی۔ اگر وہ برائی کرنے والا ہوگا تو ممکن ہے زندگی کے کسی حصہ میں اس کو توبہ کی توفیق مل جائے اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے پر قادر ہو جائے۔ اس طرح عمر دراز اس کے لیے باعث رحمت بن جائے گی۔

اگر اس کی عمر کم ہوئی تو نہ نیکیوں کے بڑھنے کی گنجائش رہے گی اور نہ ہی توبہ کی توفیق مل سکے گی۔ اسی حکمت کے پیش نظر آپ ﷺ نے موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق ہو تو موت کی تمنا کرنا محمود و مطلوب ہے۔ جیسے بعض اولیائے کرام کے بارے میں آتا ہے۔ وہ لقاء اللہ کا شوق رکھتے تھے۔ تو ان کے حضرات کے نزدیک موت محبوب سے ملنے کا ایک ذریعہ ہے۔ جیسے کہا کرتے ہیں۔ **الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب**۔ کیونکہ اس میں اصل مقصود تو محبوب سے ملاقات ہے۔ موت ایک واسطہ و ذریعہ ہے۔

موت کی تمنا صرف ایک حالت میں جائز ہے جب دین کا نقصان ہو رہا ہو اور اس کی حفاظت ناممکن ہو جائے۔

موت کی آرزو کرنا منع ہے

۱۴۹۸ /۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَتَمَنّٰی اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ وَلَا یَدْعُ بِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَهٗ اِنَّهٗ اِذَا مَاتَ اِنْقَطَعَ اَمَلُهٗ وَاِنَّهٗ لَا یَزِیْدُ الْمُؤْمِنَ عُمُرُهٗ اِلَّا خَیْرًا۔ [رواہ مسلم]

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ٤/٢٠٦٥ حدیث رقم (١٣۔ ٢٦٨٢)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے اور نہ ہی موت آنے سے پہلے موت کی دعا کرے۔ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کی (زیادہ نیکی کرنے کی) امید منقطع (ختم) ہو جاتی ہے کیونکہ مؤمن کی زندگی کی زیادتی نیکیوں کے بڑھنے کا باعث بنتی ہے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے کہ تمنا نہ دل سے ہو نہ ہی زبان سے کیونکہ عمر کی برکت سے ہی انسان نیکی کرسکتا ہے۔ کیونکہ جب عمر ختم ہو جاتی ہے۔ تو نیکی کرنے کی اُمید بھی ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ نیکیوں کے بڑھانے کا سبب ختم ہو چکا ہے۔ حدیث پاک میں عمر کے بارے میں وارد ہوا ہے : **طوبی لمن طال عمرہ وحسن عملہ**۔ یعنی نیک بخت ہے وہ انسان جس کی عمر لمبی ہو اور اس کے عمل اچھے ہوں اور دوسری روایت میں ہے: اعمال کے لحاظ سے طبعی عمروں والے تم سے بہتر اور اچھے ہیں۔ مؤمن کے زندہ رہنے سے اس کے اعمال نامے میں نیکیاں بڑھتی رہتی ہیں۔ کیونکہ وہ مصائب پر صبر کرتا ہے اور نعمتوں کی قدردانی کرتا ہے اور اللہ کے فیصلے پر راضی رہتا ہے۔ الغرض وہ آزمائش کے گھر میں اپنے مولیٰ کی اطاعت و شکر گزاری کرتا ہے اور صبر کرتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی نیکیاں بڑھتی رہتی ہیں۔

دُنیا کی تکالیف پر موت مانگنے سے ممانعت

۳/۱۴۹۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَہٗ فَاِنْ کَانَ لَابُدَّ فَاعِلاً فَلْیَقُلِ اللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ۔

[متفق علیہ]

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ۱۰/۱۲۸۔ حدیث رقم ۵۶۷۱۔ ومسلم فی صحیحہ ۲۰۶٤/٤ حدیث رقم (۱۰۔ ۲۶۸۰) وابوداوٗد فی السنن ۴۸۰/۳ حدیث رقم ۳۱۰۸۔ والترمذی ۳۰۲/۳ حدیث رقم ۹۷۱۔ والنسائی ۳/٤ حدیث رقم ۱۸۲۱۔ وابن ماجہ ۱٤۲۵/۲ حدیث رقم ٤۲۶۵۔ واحمد فی المسند ۱۰۱/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ضرر (تکلیف) کی وجہ سے کوئی آدمی مرنے کی تمنا نہ کرے۔ خواہ وہ تکلیف مالی ہو یا بدنی ہو۔ پس اگر اس کو ضرور ہی موت کی آرزو (تمنا) کرنی ہے تو یہ دعا پڑھے: اے اللہ! مجھے زندہ رکھ۔ جب تک میری زندگی بہتر ہو اور مجھے موت دے دے جب موت میرے لئے جینے سے یعنی زندہ رہنے سے بہتر ہے۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں موت کی تمنا کرنے کے بارے میں تفصیل بیان کی گئی ہے۔ امام نوویؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ فتنہ دینی کے خوف کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور اسی لیے امام شافعیؒ اور عمر بن عبدالعزیز رحمہما اللہ سے موت کی تمنا کرنا منقول ہے اور خدا کی راہ میں شہادت کی آرزو کرنا بھی مستحب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شہادت کی موت مانگنا ثابت ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے طاعون کی حالت میں موت کی تمنا کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ طاعون کی بیماری میں شہادت کی تمنا کرنا مستحب ہے اور مسلم میں ہے جس نے صدقِ دل سے شہادت کی دعا مانگی اس کی دعا قبول کی جائے گی اور اس کو شہادت کا ثواب ملے گا۔ اگرچہ اس کو شہادت نہ ملی ہو اور مدینہ منورہ کی موت کی آرزو کرنا بھی مستحب ہے۔ اس لیے کہ بخاری شریف میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی دعا کی تھی: اللّٰھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلک واجعل موتی فی بلد رسولک اور زندہ رہنا' مرنے سے بہتر ہے جب اطاعت وفرمانبرداری گناہوں سے زیادہ ہو اور زمانہ فتنہ سے خالی ہو اور جب معاملہ اس کے بالکل برعکس ہو۔ یعنی گناہ نیکیوں سے زیادہ ہوں اور زمانہ فتنہ وآزمائش سے خالی نہ ہو۔ تو زندگی سے موت بہتر ہے۔ خلاصہ حدیث کا یہ ہے کہ اس حدیث میں موت کے بارے میں تفصیل بیان کی گئی ہے کہ زیادہ تکالیف وامتحانات پر صبر کرنا چاہیے۔ موت کی تمنا نہ کرے۔ موت کی آرزو صرف شہادت میں مستحب ہے۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک شہر مدینہ منورہ کی موت کی اور آخر میں ایک ضابطہ بیان فرمادیا کہ اگر زندگی میں گناہ بڑھ رہے ہیں تو موت بہتر ہے۔ اگر نیکیاں بڑھ رہی ہیں تو زندگی افضل ہے۔

نزع کے عالم میں ملاقات کی محبت

۴/۱۵۰۰ وَعَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ وَمَنْ کَرِہَ لِقَاءَ اللّٰہِ کَرِہَ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ فَقَالَتْ عَائِشَۃُ اَوْبَعْضُ اَزْوَاجِہٖ اِنَّا لَنَکْرَہُ الْمَوْتَ قَالَ لَیْسَ ذٰلِکَ

وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَكَرَامَتِهٖ فَلَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا اَمَامَهٗ فَاَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ وَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا حُضِرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَعُقُوْبَتِهٖ فَلَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَهَ اِلَيْهِ مِمَّا اَمَامَهٗ فَكَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ۔ [متفق علیه وفی روایة عائشة والموت قبل لقاء الله]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۵۷/۱۱۔ حدیث رقم ۶۵۰۷۔ ومسلم فی صحیحه ۲۰۶۵/٤ حدیث رقم (۲٦۸٤/۱۵) والترمذی فی السنن ٤۸۰/٤ حدیث رقم ۲۳۰۹۔ والنسائی ۱۰/٤ حدیث رقم ۱۸۳۸۔ والدارمی ٤۰۲/۲ حدیث رقم ۲۷۵٦۔ ومالك فی الموطأ ۲٤۰/۱ حدیث رقم ۵۰ من کتاب الجنائز واحمد فی المسند ۱۰۷/۳۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اللہ کی ملاقات کو دوست رکھے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو ناخوش رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناخوش رکھتا ہے۔۔ حضرت عائشہ ؓ یا آپ ﷺ کی بیویوں میں سے کسی نے کہا کہ ہم مرنے کو ناپسند سمجھتے ہیں۔ فرمایا ایسا نہیں ہے۔ لیکن مؤمن کو جب موت آتی ہے تو اس کو خوشخبری دی جاتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ عزت عطا فرماتے ہیں۔ کوئی چیز دنیا اور زینت دنیا سے پیاری نہیں ہے۔ (محبوب نہیں ہے) اس چیز کی بہ نسبت جو اس کے آگے ہے۔ یعنی اللہ کے نزدیک مرتبہ اور بزرگی کے۔ پس مؤمن اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور تحقیق کافر کو جب موت آتی ہے تو اس کو خدا کے عذاب کی خبر دی جاتی ہے۔ یعنی اس کو قبر اور دوزخ کے عذاب کے بارے میں بتایا جاتا ہے تو اس کے نزدیک (یعنی کافر کے نزدیک) اس سے زیادہ کوئی ناپسندیدہ چیز نہیں ہوتی۔ پس کافر اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ اسکی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے یعنی اسکو اپنی رحمت سے اور مزید نعمتوں سے دور کر دیتا ہے۔ اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔ (متفق علیہ) حضرت عائشہ ؓ کی روایت میں ہے کہ موت اللہ کی ملاقات سے پہلے ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں نزع کے عالم میں ملاقات کی محبت اور کراہیت ملاقات مراد ہے۔ خدا کی ملاقات سے مراد موت ہے اور حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ملاقات سے مراد موت نہیں ہے۔ بلکہ آخرت کے گھر کی طرف لوٹنا اور اس چیز کا طلب کرنا ہے جو اس کے پاس ہے۔ جو شخص دنیا کی طرف مائل نہ ہوا اور نہ ہی دنیا کی زندگی پر راضی ہوا اس نے دنیا کی زندگی کو ترک کر دیا اور ناپسند کیا اور اللہ کی ملاقات کو پسند کیا اور جس نے دنیا کی زندگی کو اختیار کیا اور اس کی طرف مائل ہوا اور اللہ کی ملاقات کو ناپسند کیا پھر خدا کی ملاقات کی محبت موت کی محبت کو لازم کرنے والی ہے۔ موت خدا کی ملاقات کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ حضرت عائشہ ؓ اس حدیث سے یہی سمجھی تھیں کہ خدا کی ملاقات سے مراد موت ہے۔

حضور ﷺ نے اس کو بیان فرمایا کہ: لیس الا مر کذلك۔ معاملہ اس طرح نہیں ہے یعنی خدا کی ملاقات سے مراد موت نہیں ہے اور یہ جبلت طبعی (یعنی فطری تقاضے کے مطابق نہیں ہے) اور نہ ہی اس کی تمنا کرنی چاہیے بلکہ جو شخص خدا کی محبت کا طالب ہوتا ہے اور اس سے ملاقات کا خواہشمند ہوتا ہے اور موت کا اثر طبیعت کے تقاضے کے مطابق پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ولکن المؤمن۔ موت سے پہلے اللہ کی ملاقات ممکن نہیں ہے بلکہ موت کے بعد ہے اس لیے کہ جو خدا کی ملاقات کو پسند کرتا ہے وہ حقیقت میں موت کو پسند کرتا ہے۔ بغیر موت کے خدا کی ملاقات ممکن نہیں ہے۔ اس میں اس بات پر دلالت موجود ہے کہ ملاقات موت کے بعد ہے یعنی موت کا وجود پہلے ہوگا۔ پھر ملاقات ممکن ہوگی۔

موت انسان کی نجات کا ذریعہ ہے

۵/۱۵۰۱ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَالَ مُسْتَرِيْحٌ اَوْ مُسْتَرَاحٌ مِنْهُ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُسْتَرِيْحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ فَقَالَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيْحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَاَذَاهَا اِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيْحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ۔ [متفق علیه]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳٦۲/۱۱ حدیث رقم ٦۵۱۲۔ ومسلم فی صحیحه ٦۵٦/۲ حیث رقم (٦۱۔۹۵۰) والنسائی فی السنن ٤۸/٤ حدیث رقم ۱۹۳۰ ومالك فی الموطأ ۲٤۱/۱ حدیث رقم ۵٤ من کتاب الجنائز واحمد فی المسند ۲۹٦/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جنازہ لایا گیا پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ راحت پانے والا ہے۔ یا اوروں (یعنی دوسروں) کو اس سے راحت ہوئی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! راحت پانے والا کون ہے اور وہ کون ہے جس سے دوسروں کو راحت ہوئی۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مؤمن بندہ مرنے کی وجہ سے دنیا کے غم اور تکلیفوں سے راحت پاتا ہے اور اللہ کی رحمت میں داخل ہو جاتا ہے اور فاجر بندہ یعنی گنہگار اس سے بندے، شہر اور درخت اور تمام جانور اس کے شر سے راحت پاتے ہیں۔ اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنی موت کی وجہ سے نجات حاصل کرتا ہے۔ اگر بندہ مؤمن ہے تو وہ دنیا کے مصائب و پریشانیوں سے نجات حاصل کر لیتا ہے دنیا کی ایذا سے مراد گرمی اور سردی ہے یا اہل دنیا کی ایذا ہے۔

مسروقؒ نے کہا ہے مجھے کسی چیز پر اتنا رشک نہیں آتا جتنا مؤمن بندے پر آتا ہے کہ اس کو قبر میں امن کی زندگی نصیب ہوتی ہے اللہ کے عذاب سے نجات اور دنیا سے راحت پاتا ہے اور ابوداؤدؒ کا کہنا ہے کہ میں موت کو اللہ کی ملاقات کی خاطر دوست رکھتا ہوں اور مرض کو گناہوں کے کفارے کی خاطر دوست رکھتا ہوں اور فقر کو عجز و انکسار کی خاطر پسند کرتا ہوں اور گنہگار بندہ جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو بندے اس سے راحت (موت کے بعد) حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ دنیا میں چلتے پھرتے اکثر اوقات غیر شرعی باتیں کرتا تھا اور جب لوگ اس کو منع کرتے تو وہ ان کو تکلیف دیتا اگر خاموش رہتے تو اپنے دین و دنیا کو اس سے نقصان پہنچاتے۔ اب جب یہ مر گیا تو اس سے دوسرے انسانوں نے راحت پائی اور سب خدا کا شکر ادا کریں گے اچھا ہوا آنکھوں سے دور ہوا۔ اس نے تو ہماری ناک میں دَم کر رکھا تھا۔ (م س)

اور شہروں وغیرہ نے بھی اس گنہگار بندے سے راحت پائی۔ کیونکہ یہ ہر وقت گناہوں میں مشغول رہتا تھا اور ظلم و زیادتی اس کا پیشہ تھا۔ اس کی وجہ سے دنیا میں فساد برپا ہوتا ہے اور ارکان دین میں خلل پیدا ہوتا ہے اور خدا کی زمین پر سب سے زیادہ یہ ناپسندیدہ ہے اور اس کی نحوست کی وجہ سے زمین کو بھی تکلیف ہوتی ہے کہ آسمان سے زمین پر بارش نازل نہیں ہوتی۔ جب یہ مر گیا تو زمین پر بارش برسی اور زمین نے اس کی تکلیف سے راحت حاصل کر لی اور زمین پر کھیتیاں سرسبز و شاداب ہو کر لہرانے لگیں اور جانوروں وغیرہ نے بھی اس سے راحت حاصل کی الغرض زمین اور زمین والوں کو بھی اس سے راحت حاصل ہو گئی۔

دُنیا کی حیثیت مسافر خانے کی طرح ہے

۶/۱۵۰۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِىْ فَقَالَ كُنْ فِى الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ ۔ [رواه البخاری]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۲۹/۱۱۔ حدیث رقم ۶۴۱۴۔ والترمذی فی السنن ۴۹۰/۴ حدیث رقم ۲۳۳۳۔ وابن ماجه ۱۳۷۸/۲ حدیث رقم ۴۱۱۴۔ واحمد فی المسند ۲۴/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا (مونڈھا) کندھا اہتمام وآگاہ کرنے کے لئے پکڑا اور پھر فرمایا تو دنیا میں ایسے ہو جا جیسے مسافر ہے بلکہ راہ گزر یعنی راستے کو عبور کرنے والا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کر اور جب تو صبح کرلے تو شام کا انتظار نہ کر اور اپنی تندرستی کو۔ اپنی بیماری سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جان۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث مبارکہ میں یہ تلقین کی گئی ہے کہ انسان کو دنیا میں مسافر کی طرح زندگی بسر کرنی چاہیے۔ متن کے اندر بِمَنْكِبِى کا لفظ جو گزرا ہے یہ مفرد میں حرف ی کے سکون کے ساتھ ہے اور ایک نسخہ میں حرف ی کی تشدید کے ساتھ تثنیہ ہے۔ اس حدیث میں انسان کو دنیا کی بے ثباتی کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ تم دنیا کی طرف رغبت نہ کرو۔ اس لیے کہ تم آخرت کی طرف سفر کرنے والے ہو اس کو اپنا وطن نہ بناؤ۔ اس کی لذتوں سے محبت نہ کرو۔ اور لوگوں سے یکسوئی اختیار کرو اور ان کے ساتھ اختلاط کم سے کم رکھو۔ اس لیے کہ تم ان سے جدا ہونے والے ہو اور اپنی زندگی کی بقا کا خیال چھوڑ دو اور ایسی چیز کے ساتھ تعلق رکھو جس کے ساتھ مسافر اکثر طور پر تعلق نہیں رکھا کرتے۔ جب مسافر اپنے وطن جانے کا ارادہ رکھتا ہو تو راستے میں مشغول نہیں ہوتا۔ بلکہ گزرنے والے کا لفظ زیادہ مناسب ہے اس لیے کہ مسافر بھی تو شہروں میں سکونت اختیار کر لیتا ہے بخلاف گزرنے والے کے کہ وہ سکونت اختیار نہیں کرتا اور جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کر اور جب صبح کرے تو شام کا انتظار نہ کرے عمل کرنے میں جلدی کرؤ تاخیر نہ کرو۔ دن کے عمل کو رات تک مؤخر نہ کرو اور رات کے عمل کو دن تک مؤخر نہ کرو۔

غنیمت شمر اے شمع وصل پروانہ ☆ کہ این معاملہ تا صبحدم نخواہد ماند

اور ظاہر کلام اس طرح ہے کہ یہ اور مابعد کا کلام موقوفاً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ہے لیکن اس کو احیاء العلوم میں مرفوعاً ذکر کیا ہے۔

بیماری سے پہلے تندرستی کو غنیمت سمجھو یعنی تندرستی میں جس قدر عمل ہو سکے کرو۔ تاکہ بیماری میں تمہیں ویسا ہی ثواب ملے اگرچہ بیماری میں عمل نہیں کر سکے گا۔ اور زندگی کو غنیمت سمجھو یعنی اس میں عمل کرو۔ تاکہ تمہیں موت کے بعد اپنے کیے ہوئے اعمال حسنہ کا ثواب مل سکے کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے: الدنیا مزرعة الاخرة۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو تم بوؤ گے وہی کاٹو گے۔

غنیمت دان جوانا دولت حسن وجوانی را ☆ نہ پنداری کہ ایام جوانی جاوداں باشد

اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھنا

۱۵۰۳/۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِثَلَاثَةِ اَيَّامٍ يَقُوْلُ لَا يَمُوْتَنَّ اَحَدُكُمْ اِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ۔ [رواه مسلم]

اخرجه مسلم فی صحيحه ٢٢٠٥/٤ حديث رقم (٨١۔ ٢٨٧٧)۔ وابو داوٗد فی السنن ٤٨٤/٣ حديث رقم ٣١١٣۔ وابن ماجه ١٣٩٥/٢ حديث رقم ٤١٦٧۔ واحمد فی المسند ٢٩٣/٣۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے تین دن پہلے سنا۔ نہ مرے تم میں سے کوئی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھتے ہوئے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❀ اس حدیث پاک میں اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ مؤمن آدمی کو خدا کی مغفرت و کرم کا امیدوار رہنا چاہیے اور خدا کے وعدے پر بھروسہ کرے علماء نے یہاں تک لکھا ہے کہ سعادت مندی کی علامت یہ ہے کہ زندگی میں اس پر اللہ تعالیٰ کا خوف غالب ہو اور جب قریب المرگ ہو تو امید غالب ہو اور یہ بھی لکھا ہے کہ نیک گمان رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ نیک اعمال کرے۔ یعنی اپنی زندگی میں اچھے اعمال کرو۔ تا کہ خدا کے ساتھ تمہارا گمان موت کے وقت اچھا ہو جائے اس لیے کہ جس کے عمل موت سے پہلے برے ہونگے۔ اس کا گمان بھی موت کے نزدیک برا ہوگا اور یہ بھی لکھا ہے کہ امید کی حقیقت یہ ہے کہ عمل کرے اور خدا پر امید کامل رکھے اور دنیا کی خدمت کرنے سے گریز کرے اور خدا ہی سے امید رکھے کہ وہ ہی عطا کرنے والا ہے۔ جھوٹی امید ہرگز نہ رکھے جو اس کو عمل سے باز رکھے اور گناہوں کا سبب ہو۔ وہ امید نہیں ہوتی بلکہ آرزو اور غرور ہوتا ہے حسن بصریؒ کا کہنا ہے کہ اگر کوئی تم میں سے کہے کہ میں خدا پر اچھا گمان رکھتا ہوں۔ فرمایا کہ وہ جھوٹ کہتا ہے اگر اس کا گمان خدا پر اچھا ہوتا تو وہ ضرور نیک عمل کرتا۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے قیامت کے دن ملاقات کے بارے میں سوال

۱۵۰۴/۸ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ شِئْتُمْ اَنْبَأْتُكُمْ مَا اَوَّلُ مَا يَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا اَوَّلُ مَا يَقُوْلُوْنَ لَهٗ قُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ هَلْ اَحْبَبْتُمْ لِقَائِيْ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ يَا رَبَّنَا فَيَقُوْلُ لِمَ فَيَقُوْلُوْنَ رَجَوْنَا عَفْوَكَ وَمَغْفِرَتَكَ فَيَقُوْلُ قَدْ وَجَبَتْ لَكُمْ مَغْفِرَتِيْ۔

[رواه فی شرح السنه وابو نعيم فی الحلية]

اخرجه احمد فی المسند ٢٣٨/٥۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم چاہو تو میں تم کو خبر دوں اس چیز کی کہ سب سے پہلے اللہ قیامت کے دن لوگوں سے کیا فرمائے گا اور اس چیز کی کہ مؤمن اللہ رب العزت کو کیا کہیں گے۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! جی ہاں بتائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تحقیق اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو فرمائیں گے کہ کیا تم میری ملاقات کو دوست رکھتے تھے؟ کہیں گے ہاں اے ہمارے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نے میری ملاقات کو کیوں پسند کیا؟ وہ کہیں گے، ہم آپ سے درگزر کرنے کی امید رکھتے تھے اور آپ سے بخشش کی امید رکھتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا

میری بخشش تمہارے لیے ثابت ہو چکی ہے اس کو شرح السنہ میں نقل کیا ہے اور ابونعیم نے حلیہ میں ذکر کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے بندوں سے قیامت کے دن سوال کریں گے کہ تم کس وجہ سے میری ملاقات کو پسند کرتے تھے؟ مؤمن عرض کریں گے یا الٰہی ہم تیری رحمت کے اور اپنے گناہوں کی بخشش کے امیدوار تھے اور بخشش کی امید رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ تحقیق میری مغفرت تم پر واجب ہو چکی ہے۔ اس حدیث کا فائدہ بیان کرتے ہوئے نواب صاحب نے فرمایا کہ یہ بھی احتمال موجود ہے کہ ملاقات سے مراد آخرت کے گھر کی طرف رجوع کرنا مراد ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ملاقات اور رؤیت باری تعالیٰ مراد ہو۔ ابن ملک نے لفظ کہے: **لای سبب اذنبتم۔** یعنی تم گناہ کئے تھے اور صحیح یہ ہے کہ **احببتم لقائی۔** تم نے میری ملاقات کو کیوں پسند کیا۔

موت کو کثرت سے یاد کرو

۹/۱۵۰۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ۔

[رواه الترمذی والنسائی وابن ماجه]

اخرجه الترمذی فی السنن ٤٧٩/٤ حدیث رقم ٢٣٠٧۔ والنسائی ٤/٤ حدیث رقم ١٨٢٤۔ وابن ماجه ١٤٢٢/٢ حدیث رقم ٤٢٥٨۔ واحمد فی المسند ٢٩٣/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لذتوں کو توڑ دینے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ اس کو امام ترمذیؒ نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں موت کو یاد کرنے کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرو۔ کیونکہ یہ لذتوں کو توڑنے والی ہے اور موت کو یاد کرنے سے غفلت دور ہو جاتی ہے اور انسان دنیا میں مشغول رہنے سے رکا رہتا ہے اور اطاعت خداوندی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جو کہ آخرت کا توشہ ہے اور امام نسائیؒ نے یہ الفاظ بھی زیادہ کئے ہیں: **فانه لایذکر کثیر الا قلله ولا فی قلیل الا کثره۔** یعنی مالداری کی حالت میں موت یاد نہیں آتی اگر مالداری کی حالت میں موت یاد آئے تو زیادہ مال تھوڑا معلوم ہونے لگتا ہے مال سے بے رغبتی اور اس کے فانی ہونے کی وجہ سے وہ مال میں کمی محسوس نہیں کرتا۔ بلکہ اس کو زیادہ سمجھتا ہے جب دنیا کو فانی جانتا ہے تو تھوڑے مال پر قناعت کرتا ہے اور اسی پر ہی صبر و شکر کر کے اس مال کو کافی سمجھتا ہے۔

حقیقتِ حیا

۱۰/۱۵۰۶ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ یَوْمٍ لِاَصْحَابِهٖ اسْتَحْیُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَیَاءِ قَالُوْا اِنَّا نَسْتَحْیِیْ مِنَ اللّٰهِ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ قَالَ لَیْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنْ مَنِ اسْتَحْیٰی مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَیَاءِ فَلْیَحْفَظِ الرَّاْسَ وَمَا وَعٰی وَلْیَحْفَظِ الْبَطْنَ وَمَا حَوٰی وَلْیَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلٰی وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ تَرَكَ زِیْنَةَ الدُّنْیَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْیٰی مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَیَاءِ۔ [رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب]

اخرجه الترمذی فی السنن ٥٥٠/٤ حدیث رقم ٢٤٥٧۔ واحمد فی المسند ٣٨٧/١۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ اللہ سے حیا کرو جیسے حیا کا حق ہے۔ یعنی جس طرح واجب اور لائق ہے اور اللہ سے ڈرو جیسے ڈرنے کا حق ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہیں اے اللہ کے نبی! ہم اللہ کے اوامر ونواہی بجالاتے ہیں اور تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اس بات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ صرف کہنے سے حیا نہیں ہوتی کہ ہم حیا کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے صحیح حیا کا حق یہ ہے کہ سر اور سرین کی حفاظت کرے اور چاہیے کہ پیٹ کی حفاظت کرے اور جو پیٹ نے جمع کیا ہے اور چاہیے کہ وہ یاد کرے موت اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے کو اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے' اس کو چاہیے کہ وہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دے۔ پس تحقیق جس نے یہ مذکورہ کام کیا۔ اس نے اللہ سے حیا کی جیسے کہ حیا کرنے کا حق ہے۔ اس کو امام احمد نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خدا سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اپنے سر کی حفاظت کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اپنے سر کی حفاظت کرو۔ یعنی اپنے سر کو غیر اللہ کے سامنے مت جھکاؤ اور نہ لوگوں کے دکھانے کے لیے نماز پڑھو اور نہ کسی کو جھک جھک کر سلام مت کرو۔ یہ بہت برا ہے اور اپنے سر کو از راہِ تکبر بلند نہ کرو اور سر کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ اپنے ناک' کان' زبان کو گناہوں سے بچا۔ کہ زبان سے غیبت اور جھوٹ نہ بولے اور آنکھ سے نامحرم اور گناہ کی چیزیں نہ دیکھے بلکہ بدنظری سے بچے اور نامحرم کو دیکھ کر اپنی نگاہوں کو پست کرے۔ تا کہ گناہ کبیرہ سے بچ جائے اور کان کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ کانوں سے غیبت اور جھوٹی کہانیاں نہ سنے۔

اور پیٹ کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ چیزوں سے اپنا پیٹ نہ بھرے اور وہ چیزیں جن کا تعلق پیٹ کے ساتھ ہے۔ ان کو گناہوں سے بچائے جیسے ستر ہاتھ اور دل۔ ستر سے حرام کاری نہ کرے۔ یعنی زنا میں مبتلا نہ ہو اور پاؤں سے گناہوں کے مقامات پر چل کر نہ جائے۔ ناچ گانے تماشے کی جگہوں سے بچے اور اپنے ہاتھوں سے کسی کو تکلیف نہ دے۔ حدیث پاک پر پورا پورا عمل کرے۔ جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور چوری بھی نہ کرے نامحرم کو ہاتھ نہ لگائے اور دل میں برا عقیدہ نہ رکھے۔ بلکہ اس سے بچے اور خدا کے علاوہ کسی کو یاد نہ کرے اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے سے ڈرے کہ ایک دن ہمیں قبر کے پیٹ میں جانا ہے ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی اور جو شخص دنیا کو فانی سمجھتا ہے وہ اس کی لذات وشہوات کو چھوڑ دیتا ہے اور جو شخص آخرت کی نعمتوں کو چاہتا ہے وہ دنیا کی آسائشوں کو چھوڑ دیتا ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں پوری پوری ایک انسان میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ یہاں تک کہ اولیاء کے اندر بھی نہیں۔

اور امام نوویؒ کا کہنا ہے کہ اس حدیث کا کثرت سے بیان کرنا مستحب ہے کیونکہ اس کے ذکر سے دنیا و مافیہا سے نفرت اور آخرت کی فکر و رغبت نصیب ہوتی ہے۔

مؤمن کے لیے موت باعث نعمت ہے

۱۵۰۷/۱۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ۔

(رواه البيهقي في شعب الايمان)

اخرجه البيهقي في شعب الايمان ١٧١/٧ حديث رقم ٩٨٨٤۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ موت مؤمن کا تحفہ ہے اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مؤمن آدمی کے لیے موت بطور سبب اور ذریعہ کے ہے کیونکہ اپنے ایمان وعمل کی وجہ سے جنت میں جائے گا۔ موت اس کے لیے سبب اور ذریعہ بن جائے گی۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے اعمال کا ثواب آخرت میں پائے گا۔

موت کے وقت پیشانی پر پسینہ آنا مؤمن کے لیے رحمت ہے

۱۵۰۸/۱۲ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ يَمُوْتُ بِعَرَقِ الْجَبِيْنِ.

[رواه الترمذى النسائى وابن ماجة]

اخرجه الترمذى فى السنن ٣١٠/٣ حديث رقم ٩٨٢۔ والنسائى ٦/٤ حديث رقم ١٨٢٩ وابن ماجه ٤٦٧/١ حديث رقم ١٤٥٢۔ واحمد فى المسند ٣٥٧/٥۔

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ مؤمن کو پیشانی کے پسینے کے ساتھ موت آتی ہے۔ اس کو امام ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے وقت پیشانی پر پسینہ آنا نزع کی شدت سے کنایہ ہے۔ اس کی وجہ سے گناہ جھڑتے ہیں اور درجے بلند ہوتے ہیں اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ مشقت سے کنایہ ہے کہ مؤمن طلب حلال میں مشقت اٹھاتا ہے اور ہمیشہ عبادت میں ریاضت کرتا ہے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے موت کی وجہ سے مؤمن آدمی پر سوائے پیشانی پر پسینہ آنے کے کوئی مشقت اور شدت نہیں آتی۔

۱۵۰۹/۱۳ وَعَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْتُ الْفُجَاءَةِ اَخْذَةُ الْاَسَفِ۔

[رواه ابو داود وزاد البيهقى فى شعب الايمان ورزين فى كتابه اخذة الا سف للكافرورحمة للمو من]

اخرجه ابوداؤد فى السنن ٤٨١/٣ حديث رقم ٣١١٠ واحمد فى المسند ٤٢٤/٣۔

ترجمہ: حضرت عبیداللہ بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ناگہانی (اچانک) مرنا غضب کی پکڑ (یعنی غصے سے پکڑنا) ہے اس کو ابو داؤدؒ نے نقل کیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور زرین نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ غضب کا پکڑنا کافر کے لیے ہے اور مؤمن کے لیے رحمت ہے۔

تشریح ۞ اَخْذَةُ الْاَسَفِ: شدید غم کو کہتے ہیں۔ لیکن اصطلاح میں اس سے مراد اچانک موت ہے۔ اچانک موت کا آنا خدا کی ناراضگی کی نشانی ہے وراس میں انسان کے لیے مہلت ہے۔ تاکہ وہ سفر آخرت کی تیاری کرے۔ یعنی توبہ اور اعمال صالحہ اختیار کرے۔ علماء نے یہ لکھا ہے کہ یہ بات کافروں کے لیے ہے اور یہ ان کے لیے اس لیے ہے کہ وہ راہ راست پر نہیں ہیں۔ جیسا کہ روایت میں آتا ہے کہ اچانک موت کا آنا نیکوکاروں کے لیے نیک ہے اور برے آدمیوں کے لیے برا ہے۔

نزع کے وقت بندۂ مؤمن کی قلبی کیفیت

۱۴/۱۵۱۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی شَابٍّ وَھُوَ فِی الْمَوْتِ فَقَالَ کَیْفَ تَجِدُکَ قَالَ اَرْجُو اللّٰہَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاِنِّیْ اَخَافُ ذُنُوْبِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَجْتَمِعَانِ فِیْ قَلْبِ عَبْدٍ فِیْ مِثْلِ ھٰذَا الْمَوْطِنِ اِلَّا اَعْطَاہُ اللّٰہُ مَا یَرْجُوْا وَاٰمَنَہٗ مِمَّا یَخَافُ۔

[رواہ الترمذی وابن ماجۃ وقال الترمذی ھذا حدیث غریب]

اخرجہ الترمذی فی السنن ۳/۳۱۱ حدیث رقم ۹۸۳۔ وابن ماجہ ۲/۱۴۲۳ حدیث رقم ۴۲۶۱۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان کے پاس تشریف لائے اس حالت میں کہ وہ جوان نزع کی کیفیت میں مبتلا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو اپنے آپ کو اس وقت کس طرح پاتا ہے؟ آیا تو خدا کی رحمت کی امید رکھتا ہے یا اس کے غضب سے ڈر رہا ہے کہنے لگا کہ میں اللہ سے رحمت کی امید رکھتا ہوں اور اس کے باوجود میں اپنے گناہوں سے ڈرتا بھی ہوں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندے کے دل میں (اس وقت) دو چیزیں جمع نہیں ہوتیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اس کو وہی چیز عطا کر دیتا ہے جس کی وہ امید رکھتا ہے یعنی رحمت اور امن دے دیتا ہے اس چیز سے کہ جس چیز سے وہ ڈرتا ہے یعنی عذاب سے۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابن ماجہ نے اور امام ترمذیؒ نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں ایک نوجوان کا واقعہ بیان کر کے مؤمن آدمی کی نزع کے وقت قلبی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ بندہ مؤمن عین نزع کی حالت میں اللہ سے رحمت کا امیدوار بھی ہوتا ہے اور اس کے غضب سے ڈر بھی رہا ہوتا ہے حدیث میں ھذا الموطن مراد سکرات الموت ہے یا اس وقت سے وہ حالت مراد ہے کہ آدمی حکماً موت کے کنارہ پر ہو۔ جیسے قتال کے وقت کہ انسان لڑائی کے وقت عین موت کے کنارہ پر ہوتا ہے اور اسی طرح قصاص کے وقت موت اس کے سر پر منڈلا رہی ہوتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ:

موت کی تمنا کرنا منع ہے

۱۵/۱۵۱۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَمَنَّوُا الْمَوْتَ فَاِنَّ ھَوْلَ الْمُطَّلَعِ شَدِیْدٌ وَاِنَّ مِنَ السَّعَادَۃِ اَنْ یَطُوْلَ عُمْرُ الْعَبْدِ وَیَرْزُقُہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ الْاِنَابَۃَ۔ [رواہ احمد]

اخرجہ احمد فی المسند ۳/۳۳۲۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مرنے کی آرزو (تمنا) نہ کرو۔ کہ جانکنی (جان نکلنے) کا وقت سخت ہے اور تحقیق نیک بختی (خوش قسمتی) ہے کہ بندے کی عمر دراز (لمبی) ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو نیکی کی طرف رجوع نصیب فرمائے۔ (احمد)

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ مطلع کہتے ہیں بلند جگہ پر چڑھ کر کسی چیز کو دیکھنا اور مطلع سے مراد یہاں سکرات الموت اور اس کے شدائد ہیں۔ موت سے قبل اس میں آدمی گرفتار ہو جاتا ہے۔ حدیث کا

خلاصہ یہ ہے کہ موت کی تمنا کرنا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ بندہ جو اکثر طور پر موت کی تمنا کرتا ہے بے صبری، غم، تنگی دِلی کی بنا پر کرتا ہے دنیا کے مصائب و پریشانیوں کی وجہ سے کرتا ہے۔ تو موت کے وقت تکلیفیں اور دلی تنگی زیادہ ہوگی۔ بلکہ اس موقع پر تو غضب الٰہی کا بھی مستحق ہوسکتا ہے کیونکہ اس نے موت کی تمنا کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ بے صبری اور تنگ دلی کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا منع ہے۔

اگر موت کی تمنا دیدار الٰہی کے شوق اور آخرت سے محبت کی بنا پر ہو تو جائز ہے۔ دوسری وجہ سے اس لیے منع ہے کہ دنیا چند روز کی زندگی ہے اور موت خود بخود آنے والی ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے: **الدنیا مزرعة الاخرة**۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور اس زندگی کو غنیمت سمجھ کر آخرت کی تیاری کرنی چاہیے اگر یہاں بوئے گا تو آخرت میں کاٹے گا۔

فکرِ آخرت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ

۱۶/۱۵۱۲ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ جَلَسْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَّرَنَا وَرَقَّقَنَا فَبَکٰی سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ فَاَکْثَرَ الْبُکَاءَ فَقَالَ یَالَیْتَنِیْ مِتُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاسَعْدُ اَعِنْدِیْ تَتَمَنَّی الْمَوْتَ فَرَدَّدَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ یَا سَعْدُ اِنْ کُنْتَ خُلِقْتَ لِلْجَنَّةِ فَمَا طَالَ عُمْرُكَ وَحَسُنَ مِنْ عَمَلِكَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكَ۔ [رواہ احمد]

اخرجه احمد فی المسند ۲۶۷/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نصیحت کی اور ہمارے دلوں کو فکر آخرت پر وعظ کر کے نرم کیا۔ پس سعد بن ابی وقاصؓ بہت روئے۔ پھر فرمایا کاش کہ میں لڑکپن (جوانی) میں مرجاتا اور گنہگار نہ ہوتا اور آخرت کے عذاب سے نجات پالیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے سعد! کیا تو میرے سامنے مرنے کی تمنا کرتا ہے پھر اس کو تین بار دہرایا۔ پھر فرمایا اے سعد اگر تمہیں اللہ نے جنت کے لیے پیدا کیا ہے تو جس قدر تمہاری عمر لمبی ہوگی اور تمہارے اعمال بھی اچھے ہوں گے تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ (احمد)

تشریح ✿ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو موت کی آرزو کرنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا میرے ہوتے ہوئے موت کی آرزو کرنا کسی بھی طرح بہتر نہیں ہے۔ کیونکہ میرے جمال باکمال کا نظارہ کرنا اور میری محبت کا شرف حاصل کرنا تمہارے لیے ہر نعمت سے بہتر ہے۔ تو پھر تم کیونکر موت کی تمنا کرتے ہو۔ اگرچہ تمہیں مرنے کے بعد درجات اور نعمتیں حاصل ہوں۔

الغرض میرے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھنے کو کوئی نعمت نہیں پہنچ سکتی کہ یہ دنیا میں ایک نقد جنت ہے ایک درویش سے کسی نے پوچھا کہ مؤمن کو جینا بہتر ہے یا مرنا؟

اس نے کہا زمانہ نبوت میں جینا بہتر تھا اور اب اس کے بعد یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرنا بہتر ہے اور آخری جملے کے بعد تردید کی شق محذوف ہے وہ یہ کہ: **وان کنت خلقت للنار فلا خیر فی موتك ولا یحسن الا سراء الیه**۔ یعنی اگر تو آگ کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ تو مرنے میں کوئی خیر نہیں ہے اور تیرا موت کے لیے جلدی کرنا بھی اچھا نہیں ہے یعنی

تیرے حق میں بہتر نہیں ہے۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا اپنی مالی حالت کو بیان کرنا

۱۷/۱۵۱۳ وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی خَبَّابٍ وَقَدِ اكْتَوٰی سَبْعًا فَقَالَ لَوْلَا اَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَمَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لَتَمَنَّيْتُهُ وَلَقَدْ رَاَيْتُنِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَمْلِكُ دِرْهَمًا وَاِنَّ فِیْ جَانِبِ بَيْتِیَ الْاٰنَ لَاَرْبَعِيْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ قَالَ ثُمَّ اُتِیَ بِكَفَنِهٖ فَلَمَّا رَاٰهُ بَكٰی وَقَالَ لٰكِنْ حَمْزَةُ لَمْ يُوْجَدْ لَهٗ كَفَنٌ اِلَّا بُرْدَةٌ مَلْحَاءُ اِذَا جُعِلَتْ عَلٰی رَاْسِهٖ قَلَصَتْ عَنْ قَدَمَيْهِ وَاِذَا جُعِلَتْ عَلٰی قَدَمَيْهِ قَلَصَتْ عَنْ رَاْسِهٖ حَتّٰی مُدَّتْ عَلٰی رَاْسِهٖ وَجُعِلَ عَلٰی قَدَمَيْهِ الْاِذْخِرَ۔

[رواه احمد و الترمذی اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ اُتِیَ بِكَفَنِهٖ اِلٰی اٰخِرِهٖ]

اخرجه احمد فی المسند ۵/۱۱۱۔

ترجمہ: حضرت حارثہ بن مضربؒ سے روایت ہے کہ میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے پاس اس حال میں گیا کہ ان کے بدن پر سات جگہ داغ تھے کہنے لگے اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا کہ کوئی تم میں سے مرنے کی آرزو نہ کرے البتہ میں اس کی آرزو کرتا اور ایک وقت تھا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ کہ میں ایک درہم کا بھی مالک نہیں تھا اور اب میرے گھر میں چالیس ہزار درہم ہیں پھر حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے پاس کفن لایا گیا۔ بڑا نفیس کفن تھا۔ پس کفن کو دیکھ کر رونے لگے اور فرمانے لگے۔ اگرچہ ایسا کفن جائز ہے لیکن حمزہ رضی اللہ عنہ کا کفن صرف سیاہ سفید خطوں والی چادر تھی۔ جس وقت آپ کے سر پر ڈالی جاتی۔ تو آپ کے قدم ننگے ہو جاتے اور جس وقت قدموں پر ڈالی جاتی تو سر پر کم رہ جاتی یہاں تک کہ چادر کو کھینچ کر ان کے سر پر کر دیا گیا اور پاؤں پر اذخر گھاس رکھ دی گئی۔ اس کو امام احمد اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔ لیکن ترمذی نے ثُمَّ اُتِیَ بِكَفَنِهٖ آخر تک ذکر نہیں کیا۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت خباب بن ارت صحابی قدیم الاسلام ہیں۔ اپنے اسلام کو ظاہر کرنے کی وجہ سے سب سے پہلے ان کو تکالیف پہنچائی گئیں۔ جنگ بدر میں حاضر ہوئے اور اکثر جنگوں میں شرکت کی۔ بدن پر داغ لگوانے سے منع بھی کیا گیا ہے۔ لیکن بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ منع اس لیے ہے کہ اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ یہ بطور سبب کے ہے اور اللہ تعالیٰ شفا دینے والا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے یا نہی اس بات پر محمول ہے کہ اس کی ضرورت نہیں ہے اور حضرت خبابؓ نے شدید مرض سے بے قرار ہو کر موت کی تمنا کی تھی۔ یا مالداری کے خوف کی وجہ سے کہ ان کی وجہ سے میں قیامت کے دن گرفتار نہ ہو جاؤں۔ دوسری بات زیادہ بہتر ہے کیونکہ مابعد کا جملہ اس کا ہی مؤید ہے جیسے ولقد رایتنی الخ۔ حضرت حمزہؓ، حضرت عبدالمطلب کے بیٹے تھے ان کو سید الشہداء کا لقب ملا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اتنا قریبی رشتہ ہونے کی بنا پر بھی تکفین کے وقت حالت یہ تھی کہ کفن بھی پورا نہیں تھا۔ اگر سر پر ڈالتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے اور اگر پاؤں کی طرف کھینچتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔ تو پھر آپؓ کے پاؤں پر اذخر گھاس رکھ دی گئی یا اذخر گھاس سے ڈھانپ دیا گیا۔

اذخرایک خوشبودار گھاس ہے جس کو چھتوں پر بچھاتے ہیں اوراس کے بہت زیادہ فوائد ہیں اور حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فقیر صابر' غنی شاکر سے یعنی مالدار شکر گزاری کرنے والے سے بہتر ہے۔ اس لیے ایک بڑے صحابی نے اپنی حالت کا اظہار افسوس کیا۔

بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ مَنْ حَضَرَهُ الْمَوْتُ

یہ باب اُس شخص کے پاس پڑھنے کے بیان میں ہے جس کوموت حاضر ہوجائے

علماء نے لکھا ہے کہ موت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ پاؤں سست ہوجاتے ہیں ان کے اندر بالکل طاقت نہیں رہتی۔ اگر کھڑے کرنا چاہیں تو کھڑے نہیں ہوسکتے اور ناک کا بانسا مڑ جاتا ہے اور کن پٹیاں اندر کو دھنس جاتی ہیں اور خصیتین کا گوشت لٹک جاتا ہے اور جو چیزیں میت کے پاس پڑھی جائیں' ان میں سے چند چیزیں یہ ہیں: ① لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرنا۔ ② انا للہ پڑھنا۔ ③ دعائے خیر کرنا اور ④ سورۃ یٰسین کا پڑھنا یا اس کے مثل کوئی اور چیز جس کا تذکرہ حدیثوں کے اندر موجود ہے۔

الفصل الاول:

قریب المرگ کے لیے کلمہ طیبہ کی تلقین

۱۵۱۴/۱ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ [رواه مسلم]

اخرجه مسلم فی صحیحه ٦٣١/٢ حدیث رقم (٩١٦/١)۔ وابوداوٗد فی السنن ٤٨٧/٣ حدیث رقم ٣١١٧۔ والترمذی فی السنن ٣٠٦/٣ حدیث رقم ٩٧٦۔ والنسائی ٥/٤ حدیث رقم ١٨٢٦۔ وابن ماجه ٤٦٤/١ حدیث رقم ١٤٤٥۔ واحمد فی المسند ٣/٣۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اشخاص مرنے کے قریب ہوں۔ ان کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے جب کوئی شخص مرنے کے قریب ہو تو اس کے پاس کلمہ طیبہ پڑھا جائے تاکہ وہ سن کر پڑھنا شروع کردے۔ تلقین کے معنی سمجھانا اور یہاں مراد پڑھنا ہے کہ قریب المرگ کے پاس پڑھے اور جمہور علماء کے نزدیک تلقین کرنا مستحب ہے۔

مریض یا میّت کے پاس حاضری کے وقت اچھی دعا کرنا

۱۵۱۵/۲ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِیْضَ اَوِ الْمَیِّتَ فَقُوْلُوْا خَیْرًا فَاِنَّ الْمَلَائِکَةَ یُؤَمِّنُوْنَ عَلٰی مَا تَقُوْلُوْنَ۔ [رواه مسلم]

اخرجه مسلم فی صحیحه ۶۳۳/۲ حدیث رقم (۶۔ ۹۱۹)۔ وابو داوٗد فی السنن ۴۸۶/۳ حدیث رقم ۴۱۱۵۔ والترمذی فی السنن ۳۰۷/۳ حدیث رقم ۹۷۷۔ والنسائی ۴/۴ حدیث رقم ۱۸۲۵۔ وابن ماجه ۴۶۵/۱ حدیث رقم ۱:۴۴۷۔ واحمد فی المسند ۳۰۶/۶۔

ترجمہ: حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس وقت تم مریض کے پاس یا قریب الموت کے پاس حاضر ہو تو اس کے لیے بھلائی کی بات کہو۔ اس لیے کہ فرشتے تمہارے کہنے پر آمین کہتے ہیں۔ یعنی تم جو بھلی (اچھی) دعا کرو یا بری دعا کرو۔ اس پر آمین کہتے ہیں۔ اس کو مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں مریض یا میّت کے پاس حاضر ہو کر دعا کرنے کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ جب تم ان کے لئے اچھی یا بری دعا کرو گے تو فرشتے آپ کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ میّت دو حال سے خالی نہیں ہو گی۔ یا تو میّت حکمی ہو گی جیسے قریب المرگ شخص یا حقیقی ہو گی۔ اگر عبارت سے میّت حکمی مراد ہے۔ تو یہ شک راوی ہے اور اگر میّت حقیقی مراد ہے۔ تو یہ تنویع کے لیے ہے اور فَقُوْلُوْا خَيْرًا کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی زبان سے اچھے کلمات کہو۔ اپنے لیے اچھی دعا کرو اور بیمار کے لیے شفا کی دعا کرو اور میت کے لیے مغفرت مانگو یہ بہترین طریقہ ہے۔

مصیبت پر صبر کرنے کا اچھا بدلہ

۳/۱۵۱۶ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيْبُهُ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ مَا اَمَرَهُ اللّٰهُ بِهٖ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا اِلَّا اَخْلَفَ اللّٰهُ لَهٗ خَيْرًا مِنْهَا فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ اَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرٌ مِنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اِنِّيْ قُلْتُهَا فَاَخْلَفَ اللّٰهُ لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ [روہ مسلم]

اخرجه مسلم فی صحیحه ۶۳۱/۲ حدیث رقم (۳۔۹۱۸)۔ وابو داوٗد فی السنن ۴۸۸/۳ حدیث رقم ۳۱۱۹۔

ترجمہ: حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب بھی کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے تھوڑی ہو یا زیادہ پس اس کو وہ چیز پڑھنی چاہئے کہ جس کا اللہ نے اس کو حکم دیا ہے یعنی یوں کہنا چاہیے: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ یا اللہ! میری مصیبت کی وجہ سے مجھے ثواب عطا فرما اور میرے لیے اس سے بہتر بدلہ دے جو چیز میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس چیز سے بہتر بدلہ عطا فرماتے ہیں پس جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو میں نے کہا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے کون مسلمان بہتر ہو گا کہ وہ سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے اپنے خاندان کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی۔ پھر میں نے یہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ مجھے ابو سلمہ کے عوض (بدلے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عطا کیے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ گئی۔

تشریح ❁ اس حدیث مبارکہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کا معنی یہ ہے کہ ہم اور جو چیز اللہ نے ہمارے لیے پیدا کی ہے وہ سب خدا کی ملک ہے اور ہم اسی خداوند کریم کی طرف لوٹنے والے ہیں پس اس آیت میں تسلیم واقرار ہے کہ ہم اور جو چیزیں ہماری ملک میں ہیں اور جو چیزیں ہماری طرف منسوب ہیں یہ سب عاریتاً ہیں۔ مالک حقیقی اور خالق حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اسی کی طرف ہماری ابتداء اور انتہا ہے۔ جب انسان اپنے قلب و دماغ میں یہ مضمون جمالے

تو مصیبت پر صبر کرنے کی وجہ سے مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ اور الفاظ پڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ جزع فزع بھی کرتا ہے تو اس کا کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ اس کے پڑھنے کا حکم کہاں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مصیبت کے وقت کلمہ استرجاع پڑھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور دوسرا یہ کہ حدیث پاک میں پڑھنے والے کی فضیلت بیان فرمائی ہے گویا کہ یہ حکم ہی ہے۔

لفظ اجرنی ہمزہ کے زبر کے ساتھ اور جیم کے پیش کے ساتھ اور ہمزہ کے زبر کے ساتھ اور جیم کے زیر کے ساتھ منقول ہے دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں' میں نے یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھی تھی جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وفات پائی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بجالانے کے لیے اور فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے یہی کلمات پڑھنا چاہے لیکن میرے دل میں خیال آیا کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو میرا خاوند بن سکتا ہے؟ اس کے بعد ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی۔ کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے عیال سمیت مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ شریک رضاعی بھائی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی کے بیٹے بھی تھے پھر امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس خلجان کے باوجود میں نے یہی کلمات پڑھے۔ اس کی وجہ سے میں حضورؐ کے نکاح میں آئی جو کہ سید البشر ہیں۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا واقعہ

۱۵۱۷/۴ وَعَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِىْ سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهٗ فَاَغْمَضَهٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الرُّوْحَ اِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ اَهْلِهٖ فَقَالَ لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِىْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِى الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِىْ عَقِبِهٖ فِى الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْلَنَا وَلَهٗ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِىْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِيْهِ۔ [رواہ مسلم]

اخرجه مسلم في صحيحه ٦٣٤/٢ حديث رقم (٧۔ ٩٢٠)۔ وابوداؤد في السنن ٤٨٧/٣ حديث رقم ٣١١٨۔ وابن ماجه ٤٦٧/١ حديث رقم ١٤٥٤۔

ترجمہ: انہیں سے روایت ہے یعنی اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابو سلمہ رضی اللہ عنہ پر اس حال میں داخل ہوئے کہ ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں کو بند کیا اور پھر فرمایا۔ جب روح قبض کی جاتی ہے تو بینائی ختم ہو جاتی ہے۔ تو ان کے اہل و عیال ان کی وفات پر رونے لگے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے نفسوں کے خلاف دعا نہ کرو مگر بھلائی کے ساتھ یعنی واویلا اور بددعا نہ کرو۔ اس لیے کہ فرشتے تمہارے کہنے پر آمین کہتے ہیں۔ خواہ تمہاری دعا بھلی ہو یا بری۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یاالٰہی! ابو سلمہ کی بخشش فرما اور اس کا درجہ بلند کر دے' ہدایت یافتوں کے درمیان اور پس ماندوں (یعنی پیچھے رہنے والوں) کا کارساز ہو جا۔ اے جہانوں کے پروردگار ہماری بخشش فرما اور اس کی قبر کشادہ کر دے اور روشن کر دے۔ اس کو مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان کی روح نکل جاتی ہے تو جسم کا ہر حصہ بے جان ہو جاتا ہے حتیٰ کہ آنکھوں سے بینائی بھی چلی جاتی ہے جب بینائی چلی گئی۔ تو آنکھیں کھلی رہنے دینے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس لیے روح نکلنے کے بعد آنکھوں کو بند کر دیا جاتا ہے۔ الغرض روح کا نکلنا آنکھیں بند کرنے کی علت ہے۔

وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یمنی چادر کا ڈالنا

۵/۱۵۱۸ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ سُجِّيَ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ۔ [متفق عليه]

اخرجه البخاری فی صحيحه ۱۱۳/۳۔ حديث رقم ۱۲۴۱۔ ومسلم فی صحيحه ۶۵۱/۲۔ حديث رقم (۴۸۔ ۹۴۲)۔ وابوداوٗد فی السنن ۴۸۹/۳ حديث رقم ۳۱۲۰۔ واحمد فی المسند ۱۵۳/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یمنی چادر ڈالی گئی۔ اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا فانی سے رحلت فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یمنی چادر ڈال دی گئی۔

الفصل الثانی:

۶/۱۵۱۹ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

[رواه ابو داود]

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۴۸۶/۳ حديث رقم ۳۱۱۶۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کی آخری کلام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اس کو ابوداوٗد نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آخری وقت میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھے گا جنت میں داخل ہوگا۔ یا تو عذاب سے پہلے دخول خاص ہوگا یا گناہوں پر عذاب دیئے جانے کے بعد جنت میں دخول ہوگا اور پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔ تاکہ یہ دوسرے مؤمنین سے ممتاز ہو سکے جن کا آخری کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نہ تھا۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ کلمہ زبان سے کہے یا دل سے کہے ثواب ملے گا اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ دل و زبان سے کہنا افضل ہے۔

قریب المرگ کے پاس سورۂ یٰسین پڑھنا

۷/۱۵۲۰ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ يٰسٓ عَلٰى مَوْتَاكُمْ۔

[رواه احمد وابو داود وابن ماجة]

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۴۸۹/۳۔ حديث رقم ۳۱۲۱۔ وابن ماجه ۴۶۶/۱ حديث رقم ۱۴۲۸۔ واحمد فی المسند ۲۶/۵۔

ترجمہ: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سورۂ یٰسین اپنے مردوں پر پڑھو۔ اس کو ابو داوٗد احمد اور ابن ماجہ نے نقل کیا۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں قریب المرگ شخص کے نزدیک سورۂ یٰسین پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہاں مردوں سے مراد قریب المرگ ہے۔ شاید اس کے پڑھنے میں یہ حکمت ہے کہ قریب المرگ شخص سورۂ یٰسین کے پڑھنے سے یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر اور احوال قیامت اور بعث بعد الموت۔ دعوت کی کیفیت۔ توحید کا اثبات' سابقہ امتوں کے حالات۔ حساب اور جزا وغیرہ

سے لذت حاصل کرے۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے حقیقی مردے مراد ہوں۔ دفن سے پہلے ان کے گھروں میں پڑھے۔ یا دفن کرنے کے بعد سرہانے کی طرف کھڑے ہو کر پڑھے۔ ایک اور حدیث کے حوالے سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اگر کسی میت یعنی قریب المرگ شخص کے پاس یا حقیقی میت کے پاس سورۂ یٰسین پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر آسانی کر دیتا ہے۔ ابن عدی وغیرہ نے ایک حدیث نقل کی ہے۔ جو شخص ہر جمعہ کے دن اپنے والدین کی قبر کی زیارت کرے یا ان میں سے ایک کی یعنی ماں کی یا باپ کی ہر جمعہ میں۔ پھر قبر کے نزدیک کھڑا ہو کر سورۂ یٰسین پڑھے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ سورۂ یٰسین کے حرفوں کی بقدر اس کے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ جمعہ سے مراد جمعہ کا دن ہے یا پورا ہفتہ ہے۔

میت کو بوسہ دینا جائز ہے

۸/۱۵۲۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ وَهُوَ مَيِّتٌ وَهُوَ يَبْكِيْ حَتّٰى سَالَ دُمُوْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى وَجْهِ عُثْمَانَ۔ [رواه ابو داود والترمذی وابن ماجة]

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۵۱۳/۳ حدیث رقم ۳۱۶۳۔ والترمذی ۳۱۴/۳ حدیث رقم ۹۸۹۔ وابن ماجه ۴۶۸/۱ حدیث رقم ۱۴۵۶۔ واحمد فی المسند ۴۳/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی میت کو بوسہ دیا اور آپ ﷺ رو پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے آنسو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے چہرے پر گرے۔ (ابوداؤد، ترمذی وابن ماجہ)

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو بوسہ دینا جائز ہے۔ مہاجرین میں سے سب سے پہلے انتقال مدینہ منورہ میں حضرت عثمان مظعون رضی اللہ عنہ کا ہی ہوا ہے اور سب سے پہلے جنت البقیع میں انہیں کو دفن کیا گیا۔ اس کے بعد جنت البقیع کو قبرستان بنا دیا گیا اور آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے دست مبارک سے پتھر اٹھا کر بطور نشانی کے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر رکھا اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو بوسہ دینا اور اس پر آنسوؤں سے رونا درست ہے۔ واویلا کرنا جائز نہیں ہے۔

۹/۱۵۲۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَيِّتٌ۔

[رواه الترمذی وابن ماجة]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۶/۳۔ حدیث رقم ۱۲۴۲۔ والترمذی فی السنن ۳۱۵/۳ حدیث رقم ۹۸۹۔ والنسائی ۱۱/۴ حدیث رقم ۱۸۴۰۔ وابن ماجه ۴۶۸/۱ حدیث رقم ۱۴۵۷۔ واحمد فی المسند ۵۵/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو بوسہ دیا اس حال میں آپ ﷺ کی وفات ہو چکی تھی۔ اس کو ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث کا خلاصہ ظاہر ہے۔ آپ ﷺ کے رحلت فرمانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو بوسہ دیا۔ اس حال میں کہ آپ ﷺ دنیا وفانی سے کوچ کر چکے تھے۔

تکفین میں جلدی کرنے کا حکم

۱۰/۱۵۲۳ وَعَنْ حُصَيْنِ بْنِ وَحْوَحٍ اَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَاءِ مَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَقَالَ اِنِّیْ لَاَرٰى طَلْحَةَ اِلَّا قَدْ حَدَثَ بِهِ الْمَوْتُ فَاٰذِنُوْنِیْ بِهٖ وَعَجِّلُوْا فَاِنَّهٗ لَا يَنْبَغِیْ لِجِيْفَةِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَیْ اَهْلِهٖ ۔ [رواہ ابو داود]

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳/ ۵۱۰ حدیث رقم ۳۱۵۹۔

ترجمہ: حضرت حصین ابن وحوح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ طلحہ ابن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور فرمایا کہ ''میرا خیال ہے کہ طلحہ کی موت قریب ہے لہٰذا جب ان کا انتقال ہو جائے تو مجھے ان کے انتقال کی اطلاع کر دینا (اور ایک روایت میں ہے کہ ''تاکہ میں ان کی نماز پڑھنے کے لئے آسکوں'') اور تم (غسل دینے تجہیز و تکفین اور تدفین میں) جلدی کرنا کیونکہ مسلمان میت کو اسکے اہل خانہ کے پاس روکے رکھنا مناسب نہیں۔ (ابوداؤد)

الفصل الثالث:

قریب الموت شخص کے لیے کلمات کی تلقین

۱۱/۱۵۲۴ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ لِلْاَحْيَاءِ قَالَ اَجْوَدُ وَاَجْوَدُ ۔ [رواہ ابن ماجة]

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۱/ ۴۶۵ حدیث رقم ۱۴۴۶۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے قریب الرگوں کو یہ کلمہ تلقین کرو: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ جو بردبار بزرگ ہے۔ اللہ بڑے عرش کا پروردگار ہے سب تعریفیں عالموں کے پروردگار کے واسطے ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ! تندرستوں کو سکھلانا کیسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہتر اور بہتر ہے۔ یہ روایت ابن ماجہؒ نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ ابن عبداللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ فرماتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو ان کلمات کو اپنی وفات کے وقت پڑھ لے جنت میں داخل ہوگا۔ وہ کلمات یہ ہیں: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ تین مرتبہ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ تین مرتبہ۔ اس کے بعد: تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ يُحْيِیْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۔

فاسق اور مومن کے آخری وقت میں فرق

۱۲/۱۵۲۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَيِّتُ تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ فَاِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا قَالُوْا اُخْرُجِیْ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ كَانَتْ فِی الْجَسَدِ الطَّيِّبِ اُخْرُجِیْ حَمِيْدَةً وَاَبْشِرِیْ

بِرَوْحٍ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَلَا تَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى تَخْرُجَ ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا اِلَى السَّمَاءِ فَيُفْتَحُ لَهَا فَيُقَالُ مَنْ هٰذَا فَيَقُوْلُوْنَ فُلَانٌ فَيُقَالُ مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَةِ كَانَتْ فِى الْجَسَدِ الطَّيِّبِ اُدْخُلِىْ حَمِيْدَةً وَاَبْشِرِىْ بِرَوْحٍ وَّرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانٍ فَلَا تَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى تَنْتَهِىَ اِلَى السَّمَاءِ الَّتِىْ فِيْهَا اللّٰهُ فَاِذَا كَانَ الرَّجُلُ السُّوْءُ قَالَ اُخْرُجِىْ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ كَانَتْ فِى الْجَسَدِ الْخَبِيْثِ اُخْرُجِىْ ذَمِيْمَةً وَاَبْشِرِىْ بِحَمِيْمٍ وَغَسَّاقٍ وَاٰخَرَمِنْ شَكْلِهٖ اَزْوَاجٍ فَمَا تَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى تَخْرُجَ ثُمَّ يُعْرَجُ اِلَى السَّمَاءِ فَيُفْتَحُ لَهَا فَيُقَالُ مَنْ هٰذَا فَيُقَالُ فُلَانٌ فَيُقَالُ لَا مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الْخَبِيْثَةِ كَانَتْ فِى الْجَسَدِ الْخَبِيْثِ اِرْجِعِىْ ذَمِيْمَةً فَاِنَّهَا لَا تُفْتَحُ لَكِ اَبْوَابُ السَّمَاءِ فَتُرْسَلُ مِنَ السَّمَاءِ ثُمَّ تَصِيْرُ اِلَى الْقَبْرِ۔ [رواہ ابن ماجة]

اخرجه ابن ماجه فى السنن ۱۴۲۳/۲ حديث رقم ۴۲۶۲۔ واحمد فى المسند ۳۶۴/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی قریب الموت ہوتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ جب آدمی نیک ہوتا ہے تو رحمت کے فرشتے کہتے ہیں اے پاک جان! پاک بدن سے نکل' اس حالت میں کہ خدا اور مخلوق کے سامنے تیری تعریف کی گئی ہے اور جنت میں راحت اور پاک رزق کی اور اپنے رب کی ملاقات کی جو تجھ سے ناراض نہیں ہے۔ پس اسے مسلسل یہی بات کہی جاتی ہے تو وہ خوش ہو کر باہر نکلتی ہے۔ پھر اس کو فرشتے آسمان کے کھلوانے کے بعد یا پہلے ہی سے کھولا جاتا ہے' لے جاتے ہیں۔ پھر آسمان کے دربان کہتے ہیں یہ شخص کون ہے؟ روح کو لے جانے والے فرشتے کہتے ہیں کہ یہ فلاں شخص ہے یعنی فلاں آدمی کی روح ہے۔ اس کا نام ونشان ذکر کرتے ہیں۔ پھر کہا جاتا ہے خوش بختی ہے پاک جان کے لیے۔ کہ جو پاک بدن میں تھی۔ اس حالت میں اس کی تعریف کی گئی ہے۔ اس کو راحت اور پاک رزق کی خوشخبری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ اس حالت میں کہ وہ غصے نہیں ہے۔ پھر جان کو بدستور اسی طرح کہا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ جس آسمان میں خدا کی خاص رحمت ہوتی ہے' جب آدمی برا ہوتا ہے (یعنی کافر) ملک الموت کہتا ہے اے بری جان تو نکل جو برے بدن میں تھی۔ اس حال میں نکل کہ برائی کی گئی ہے اور خوشخبری ہو تجھے گرم پانی اور پیپ اور طرح طرح کے عذابوں کی جو مذکور ہو چکا ہے۔ پھر جان کو بدستور کہا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کراہت کے ساتھ نکلتی ہے۔ پھر فرشتے اس کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس کی ذلت کو ظاہر کرنے کے لیے آسمان کے دروازے اس کے لیے کھلوائے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص ہے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ ناپاک جان کے لیے ناخوشخبری ہو۔ جو ناپاک بدن میں تھی۔ لوٹ جا اس حال میں کہ برائی کی گئی ہے۔ تیرے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے پس آسمان سے چھوڑ دی جاتی ہے اور قبر کی طرف لوٹ آتی ہے۔ اس کو ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان قریب المرگ ہوتا ہے تو اس کے پاس موت کے فرشتے آتے ہیں یعنی رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے دونوں حاضر ہوتے ہیں۔ اگر وہ دیکھتے ہیں کہ مرنے والا نیک آدمی ہے۔ تو رحمت کے فرشتے اپنے کام میں لگ جاتے ہیں۔ کام کی تفصیل حدیث کے متن میں مذکور ہو چکی ہے۔ اگر مرنے والا برا آدمی ہوتا ہے تو عذاب کے فرشتے اپنے کام میں لگ جاتے ہیں اس کی تفصیل بھی حدیث پاک میں مذکور ہو چکی ہے اور صالح آدمی

سے مراد یا تو مؤمن ہے۔ جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھتا ہے اور فاسق کے بارے میں سکوت اختیار کیا گیا ہے۔ یعنی اس کا ذکر نہیں کیا جیسا کتاب وسنت کا طریقہ ہے تا کہ وہ خوف ورجا کے درمیان رہے اور اس کی روح پھر قبر کی طرف لوٹ آتی ہے اور پھر اس کو اسفل السافلین میں قید کر دیا جاتا ہے۔ بخلاف مؤمن کی روح کے وہ آسمان وزمین میں سیر کرتی ہے۔ و شرح في الجنة حيث شاء وتاوى الى قناديل تحت العرش اور وہ جنت میں سیر کر رہی ہوتی ہیں جہاں چاہے اور عرش کے نیچے قندیلوں میں ٹھکانہ پکڑتی ہے اور اس کا کلی طور پر قبر میں جسد خاکی سے تعلق ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ وہ قبر میں قرآن پڑھتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور نعمتیں حاصل کرتا ہے۔ وینام کنوم العروس اور دلہن کے سونے کی طرح سو جاتا ہے اور وہ اپنے مقام اور مرتبے کے لحاظ سے جنت کے مرتبوں کے نظارے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے ساتھ شامل کر لے۔ (مرقات)

پس روح، احوالِ برزخ اور آخرت کا امر یہ سب خرق عادت ہے۔ پس مؤمن آدمی اس کو مشکل نہ سمجھے۔ اللہ رب العزت کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

آپ ﷺ نے کافر کی روح کا ذکر کرتے ہوئے کراہت محسوس فرمائی

۱۳/۱۵۲۶ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَ انِهَا قَالَ حَمَّادٌ فَذَكَرَ مِنْ طِيْبِ رِيْحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ قَالَ وَيَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَاءِ رُوْحٌ طَيِّبَةٌ جَاءَ تْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِيْنَهٗ فَيُنْطَلَقُ بِهٖ اِلٰى رَبِّهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اِنْطَلِقُوْبِهٖ اِلٰى اٰخِرِ الْاَجَلِ قَالَ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُهٗ قَالَ حَمَّادٌ وَذَكَرَ مِنْ نَتْنِهَا وَذَكَرَ لَعْنًا وَيَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَاءِ رُوْحٌ خَبِيْثَةٌ جَاءَ تْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ فَيُقَالُ اِنْطَلِقُوْا بِهٖ اِلٰى اٰخِرِ الْاَجَلِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَيْطَةً كَانَتْ عَلَيْهِ عَلٰى اَنْفِهٖ هٰكَذَا۔ [رواه مسلم]

اخرجه مسلم في صحيحه ٢٢٠٢/٤ حديث رقم (٧٥۔ ٢٨٧٢)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس وقت مؤمن کی روح نکلتی ہے اس کو دو فرشتے لے کر اوپر چڑھتے ہیں۔ (اس کو حماد نے کہا ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث کے راوی ہیں۔۔ پس حضور ﷺ نے یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی خوشبو یا مشک کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اس سے مشک کو بو آتی ہے۔ اس طرح اس لیے کہا کہ راوی کو الفاظ نبوی ﷺ بعینہٖ یاد نہ رہے ہوں) پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اور آسمان والے کہتے ہیں کہ پاک روح زمین کی طرف سے آتی ہے۔ اس کے بعد روح کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ تجھ پر اللہ کی رحمت ہو اور اس جسم پر بھی اللہ کی رحمت ہو کہ تو اس کو آباد رکھتی تھی پھر اس کو پروردگار کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کو قیامت تک مہلت دے دی جائے۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کافر کی روح نکلتی ہے حماد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی بدبو کا ذکر کیا اور اس کی لعنت کا اور آسمان والے کہتے ہیں کہ ناپاک روح زمین کی طرف سے آئی ہے۔۔ پھر کہا جاتا ہے اس کو لے جاؤ اور قیامت تک مہلت دے دو۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ آپ ﷺ پر چادر تھی آپ ﷺ نے اپنی ناک پر اس طرح سے چادر کو رکھا۔ (مسلم)

تشریح ۞ اس حدیث میں مؤمن اور کافر کی روح کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمت کے فرشتوں کو حکم فرماتے ہیں کہ مؤمن کی روح کو لے جاؤ تاکہ یہ جنت میں قیام کرے یا اس کے نزدیک ایک مدت تک رہے پھر اس نے ہمارے پاس آنا ہے۔ یہاں اجل سے مراد مدت برزخ ہے' برزخ اس مدت کو کہتے ہیں جو مرنے اور قیامت کے مابین درمیانی وقت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ناک پر چادر رکھ کر بتایا کہ آپ ﷺ نے کافر کی روح کا ذکر کرتے ہوئے اپنی ناک پر چادر اس طرح رکھی تھی اور حضور ﷺ کو بطور مکاشفہ کے کافر کی روح معلوم ہوئی اور اس کی بدبو آئی۔ اس لیے چادر کا کونا رکھا۔

مؤمنوں کی ارواح کا بعد میں آنے والی روحوں سے احوال پوچھنا

۱۴/۱۵۲۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ اَتَتْ مَلَآئِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِیْرَةٍ بَیْضَاءَ فَیَقُوْلُوْنَ اُخْرُجِیْ رَاضِیَةً مَّرْضِیًّا عَنْكِ اِلٰی رَوْحِ اللّٰهِ وَرَیْحَانٍ وَرَبٍّ غَیْرِ غَضْبَانَ فَتَخْرُجُ كَاَطْیَبِ رِیْحِ الْمِسْكِ حَتّٰی اَنَّهٗ لَیُنَاوِلُهٗ بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتّٰی یَاْتُوْا بِهٖ اَبْوَابَ السَّمَاءِ فَیَقُوْلُوْنَ مَا اَطْیَبَ هٰذِهِ الرِّیْحَ الَّتِیْ جَاءَ تْكُمْ مِنَ الْاَرْضِ فَیَاْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَلَهُمْ اَشَدُّ فَرَحًا بِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ بِغَائِبِهٖ یَقْدَمُ عَلَیْهِ فَیَسْاَلُوْنَهٗ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ فَیَقُوْلُوْنَ دَعُوْهُ فَاِنَّهٗ كَانَ فِیْ غَمِّ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ قَدْ مَاتَ اَمَا اَتَاكُمْ فَیَقُوْلُوْنَ قَدْ ذُهِبَ بِهٖ اِلٰی اُمِّهِ الْهَاوِیَةِ فَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا احْتُضِرَ اَتَتْهُ مَلَآئِكَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ فَیَقُوْلُوْنَ اُخْرُجِیْ سَاخِطَةً مَسْخُوْطًا عَلَیْكِ اِلٰی عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَتَخْرُجُ كَاَنْتَنِ رِیْحِ جِیْفَةٍ حَتّٰی یَاْتُوْنَ بِهٖ اِلٰی بَابِ الْاَرْضِ فَیَقُوْلُوْنَ مَا اَنْتَنَ هٰذِهِ الرِّیْحُ حَتّٰی یَاْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْكُفَّارِ۔ [رواہ احمد والنسائی]

اخرجه النسائی فی السنن ۸/۴ حدیث رقم ۱۸۳۳۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت مؤمن کو موت آتی ہے تو رحمت کے فرشتے سفید کپڑا لے کر آتے ہیں۔ پھر روح کو خطاب کر کے کہتے ہیں۔ تو نکل اس حال میں کہ تو راضی ہے اور اللہ تجھ سے راضی کیا گیا ہے۔ خدا کی رحمت اور خوب رزق کی طرف اور اپنے اس پروردگار کی طرف جو تجھ سے ناراض نہیں ہے۔ پس روح بہترین مشک کی خوشبو کی طرح نکلتی ہے یہاں تک کہ بعض فرشتے بعضوں سے بطور تعظیم وتکریم کے روح کو ہاتھوں ہاتھ لے لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کو آسمان کے دروازوں تک لے آتے ہیں پس فرشتے آپس میں کہتے ہیں کیا خوب خوشبو ہے جو تم کو زمین کی طرف سے پہنچی پھر اس کو مؤمنوں کی ارواح کی طرف لے جاتے ہیں جہاں مؤمنوں کی روحیں رہتی ہیں۔ علیین میں یا جنت کے دروازے پر یا عرش کے نیچے ان کے مرتبے کے حساب سے پس وہ روحیں اس روح کے آنے کی وجہ سے بہت خوش ہوتی ہیں۔ جیسے تم میں سے کوئی غائب شخص سفر سے واپس آتا ہے اور اس کے گھر والے نہایت خوش ہوتے ہیں۔ اس طرح اس مؤمن کی روح جانے کی وجہ سے دوسری روحیں خوش ہوتی ہیں پھر مؤمنوں کی روحیں اس روح سے پوچھتیں ہیں کہ فلاں آدمی نے کیا کیا؟ فلاں نے کیا کیا ہے؟ فلانے فلانے شخصوں کا کیا حال ہے؟ یعنی نام لے کر احوال پوچھتے ہیں ان آشناؤں کا کہ جن کو دنیا میں چھوڑ کر فوت ہو گئے تھے پھر روحیں آپس میں کہتی ہیں کہ ان کو چھوڑ دو۔ وہ تو دنیا کے غم میں ہیں۔ جب راحت حاصل کریں گے تب پوچھنا پس یہ روح راحت حاصل

کرنے کے بعد کہتی ہے کہ فلاں آدمی مرگیا جس کے تم احوال پوچھتے تھے۔ کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ پس روحیں کہتی ہیں کہ اس کو دوزخ کی آگ کی طرف لے گئے ہیں اور جب کافر کی موت آتی ہے تو فرشتے اس کے پاس عذاب کے ٹاٹ لے کر آتے ہیں پھر فرشتے کافر کی روح کو مخاطب کر کے کہتے ہیں نکل تو اللہ کے عذاب کی طرف ناخوش ہے اور ناخوشی یعنی ناراضگی کی گئی تجھ پر پھر روح مردار بدبودار کی طرح نکلتی ہے پھر اس کو زمین کے دروازوں کی طرف لایا جاتا ہے پس فرشتے کہتے ہیں کس قدر بری ہے یہ بدبو۔ یہاں تک کہ اس کو کفار کی روحوں کی طرف لایا جاتا ہے۔ اس کو امام احمد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

تشریح ✿ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ فرشتے جو ریشمی کپڑا لے کر آتے ہیں اس میں روح کو لپیٹ کر لے جاتے ہیں اور مردے بعد میں آنے والی روحوں سے عزیز واقرباء اور جان پہچان والوں کا حال پوچھتے ہیں کہ فلاں آدمی کا کیا حال ہے؟ اگر وہ نیک ہوتا ہے تو اس کی دینداری اور اطاعت وفرمانبرداری پر خوش ہوتی ہیں تو ان کے لیے استقامت کی دعا کرتی ہیں۔ اگر وہ گناہ کرتے ہیں تو روحیں ان پر غمگین ہوتی ہیں اور بخشش کی دعا کرتی ہیں۔ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ زمین کے دروازوں سے مراد آسمان کے پہلے دروازے ہیں اس پر اوپر کی حدیث دلالت کرتی ہے: ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا اِلَى السَّمَاءِ اور یہ بھی احتمال ہے کہ دروازے سے زمین مراد ہو اور اس روح کو اسفل السافلین کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ یہی بہتر ہے اور کفار کی روحوں کا ٹھکانا سجین ہے۔ سجین جہنم کی ایک گہری جگہ کا نام ہے اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں محفوظ و مامون فرمائے۔ آمین۔

کافر اور مؤمن کی نزع کی کیفیت کا بیان

۱۵۲۸/۱۵ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا اِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهٗ كَاَنَّ عَلٰى رُءُوْسِنَا الطَّيْرَ وَفِيْ يَدِهٖ عُوْدٌ يَنْكُتُ بِهٖ فِي الْاَرْضِ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ اسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ اِذَا كَانَ فِيْ انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَاِقْبَالٍ مِنَ الْاٰخِرَةِ نَزَلَ اِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ بِيْضُ الْوُجُوْهِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الشَّمْسُ مَعَهُمْ كَفَنٌ مِنْ اَكْفَانِ الْجَنَّةِ وَحَنُوْطٌ مِنْ حَنُوْطِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَجْلِسُوْا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَجِيْءُ مَلَكُ الْمَوْتِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَيَقُوْلُ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ اُخْرُجِيْ اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ قَالَ فَتَخْرُجُ تَسِيْلُ كَمَا تَسِيْلُ الْقَطْرَةُ مِنَ السِّقَاءِ فَيَاْخُذُهَا فَاِذَا اَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوْهَا فِيْ يَدِهٖ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى يَاْخُذُوْهَا فَيَجْعَلُوْهَا فِيْ ذٰلِكَ الْكَفَنِ وَفِيْ ذٰلِكَ الْحَنُوْطِ وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَاَطْيَبِ نَفْحَةِ مِسْكٍ وُجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ قَالَ فَيَصْعَدُوْنَ بِهَا فَلَا يَمُرُّوْنَ يَعْنِيْ بِهَا عَلٰى مَلَاٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ اِلَّا قَالُوْا مَا هٰذَا الرُّوْحُ الطَّيِّبُ فَيَقُوْلُوْنَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ بِاَحْسَنِ اَسْمَائِهِ الَّتِيْ كَانُوْا يُسَمُّوْنَهٗ بِهَا فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يَنْتَهُوْا بِهَا اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَسْتَفْتِحُوْنَ لَهٗ فَيُفْتَحُ لَهُمْ فَيُشَيِّعُهٗ مِنْ كُلِّ سَمَاءٍ مُقَرَّبُوْهَا اِلَى السَّمَاءِ الَّتِيْ تَلِيْهَا حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهٖ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اُكْتُبُوْا كِتَابَ عَبْدِيْ فِيْ عِلِّيِّيْنَ وَاَعِيْدُوْهُ اِلَى الْاَرْضِ فَاِنِّيْ مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ وَفِيْهَا اُعِيْدُهُمْ وَمِنْهَا اُخْرِجُهُمْ تَارَةً اُخْرٰى قَالَ فَتُعَادُ

رُوْحُہٗ فِیْ جَسَدِہٖ فَیَاْتِیْہِ مَلَکَانِ فَیُجْلِسَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَنْ رَّبُّکَ فَیَقُوْلُ رَبِّیَ اللّٰہُ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَادِیْنُکَ فَیَقُوْلُ دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَا ھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ فَیَقُوْلُ ھُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ وَمَا عِلْمُکَ فَیَقُوْلُ قَرَاْتُ کِتَابَ اللّٰہِ فَاٰمَنْتُ بِہٖ وَصَدَّقْتُ فَیُنَادِیْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ اَنْ صَدَقَ عَبْدِیْ فَاَفْرِشُوْہُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَاَلْبِسُوْہُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَافْتَحُوْا لَہٗ بَابًا اِلَی الْجَنَّۃِ قَالَ فَیَاْتِیْہِ مِنْ رَوْحِھَا وَطِیْبِھَا فَیُفْسَحُ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ مَدَّ بَصَرِہٖ قَالَ وَیَاْتِیْہِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْہِ حَسَنُ الثِّیَابِ طَیِّبُ الرِّیْحِ فَیَقُوْلُ اَبْشِرْ بِالَّذِیْ یَسُرُّکَ ھٰذَا یَوْمُکَ الَّذِیْ کُنْتَ تُوْعَدُ فَیَقُوْلُ لَہٗ مَنْ اَنْتَ فَوَجْھُکَ الْوَجْہُ یَجِیْءُ بِالْخَیْرِ فَیَقُوْلُ اَنَا عَمَلُکَ الصَّالِحُ فَیَقُوْلُ رَبِّ اَقِمِ السَّاعَۃَ رَبِّ اَقِمِ السَّاعَۃَ حَتّٰی اَرْجِعَ اِلٰی اَھْلِیْ وَمَالِیْ قَالَ وَاِنَّ الْعَبْدَ الْکَافِرَ اِذَا کَانَ فِیْ اِنْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْیَا وَاِقْبَالٍ مِنَ الْاٰخِرَۃِ نَزَلَ اِلَیْہِ مِنَ السَّمَاءِ مَلَائِکَۃٌ سُوْدُ الْوُجُوْہِ مَعَھُمُ الْمُسُوْحُ فَیَجْلِسُوْنَ مِنْہُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ یَجِیْءُ مَلَکُ الْمَوْتِ حَتّٰی یَجْلِسَ عِنْدَ رَاْسِہٖ فَیَقُوْلُ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْخَبِیْثَۃُ اُخْرُجِیْ اِلٰی سَخَطٍ مِنَ اللّٰہِ قَالَ فَتَفَرَّقُ فِیْ جَسَدِہٖ فَیَنْتَزِعُھَا کَمَا یُنْزَعُ السَّفُّوْدُ مِنَ الصُّوْفِ وَالْمَبْلُوْلُ فَیَاْخُذُھَا فَاِذَا اَخَذَھَا لَمْ یَدَعُوْھَا فِیْ یَدِہٖ طَرْفَۃَ عَیْنٍ حَتّٰی یَجْعَلُوْھَا فِیْ تِلْکَ الْمُسُوْحِ وَیَخْرُجُ مِنْھَا کَاَنْتَنِ رِیْحِ جِیْفَۃٍ وُجِدَتْ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ فَیَصْعَدُوْنَ بِھَا فَلَا یَمُرُّوْنَ بِھَا عَلٰی مَلَاءٍ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ اِلَّا قَالُوْا مَا ھٰذَا الرُّوْحُ الْخَبِیْثُ فَیَقُوْلُوْنَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ بِاَقْبَحِ اَسْمَائِہِ الَّتِیْ کَانَ یُسَمّٰی بِھَا فِی الدُّنْیَا حَتّٰی یَنْتَھِیَ بِہٖ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَیُسْتَفْتَحُ لَہٗ فَلَا یُفْتَحُ لَہٗ ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُفَتَّحُ لَھُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اُکْتُبُوْا کِتَابَہٗ فِیْ سِجِّیْنٍ فِی الْاَرْضِ السُّفْلٰی فَتُطْرَحُ رُوْحُہٗ طَرْحًا ثُمَّ قَرَاَ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَکَاَنَّمَا خَرَّمِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُہُ الطَّیْرُ اَوْ تَھْوِیْ بِہِ الرِّیْحُ فِیْ مَکَانٍ سَحِیْقٍ فَتُعَادُ رُوْحُہٗ فِیْ جَسَدِہٖ وَیَاْتِیْہِ مَلَکَانِ فَیُجْلِسَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَنْ رَّبُّکَ فَیَقُوْلُ ھَاہُ ھَاہُ لَا اَدْرِیْ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَادِیْنُکَ فَیَقُوْلُ ھَاہُ ھَاہُ لَا اَدْرِیْ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَا ھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ فَیَقُوْلُ ھَاہُ ھَاہُ لَا اَدْرِیْ فَیُنَادِیْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ اَنْ کَذَبَ فَاَفْرِشُوْہُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوْا لَہٗ بَابًا اِلَی النَّارِ فَیَاْتِیْہِ مِنْ حَرِّھَا وَسَمُوْمِھَا وَیُضَیَّقُ عَلَیْہِ قَبْرُہٗ حَتّٰی تَخْتَلِفَ فِیْہِ اَضْلَاعُہٗ وَیَاْتِیْہِ رَجُلٌ قَبِیْحُ الْوَجْہِ قَبِیْحُ الثِّیَابِ مُنْتِنُ الرِّیْحِ فَیَقُوْلُ اَبْشِرْ بِالَّذِیْ یَسُوْءُکَ ھٰذَا یَوْمُکَ الَّذِیْ کُنْتَ تُوْعَدُ فَیَقُوْلُ مَنْ اَنْتَ فَوَجْھُکَ الْوَجْہُ یَجِیْءُ بِالشَّرِّ فَیَقُوْلُ اَنَا عَمَلُکَ الْخَبِیْثُ فَیَقُوْلُ رَبِّ لَا تُقِمِ السَّاعَۃَ [وَفِیْ روایۃ نحوہ وزاد فیہ] اِذَا خَرَجَ رُوْحُہٗ صَلّٰی عَلَیْہِ کُلُّ مَلَکٍ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَکُلُّ مَلَکٍ فِی السَّمَاءِ وَفُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ السَّمَاءِ لَیْسَ مِنْ اَھْلِ بَابٍ اِلَّا وَھُمْ یَدْعُوْنَ اللّٰہَ اَنْ یُعْرَجَ بِرُوْحِہٖ مِنْ قِبَلِھِمْ وَتُنْزَعُ نَفْسُہٗ یَعْنِی الْکَافِرَ مَعَ الْعُرُوْقِ فَیَلْعَنُہٗ کُلُّ مَلَکٍ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَکُلُّ مَلَکٍ فِی السَّمَاءِ وَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ لَیْسَ مِنْ اَھْلِ بَابٍ اِلَّا وَھُمْ یَدْعُوْ نَ اللّٰہَ اَنْ لَّا یُعْرَجَ رُوْحُہٗ مِنْ قِبَلِھِمْ ۔ [رواہ احمد]

اخرجہ ابوداوٗد فی السنن ۵/۱۱۴ حدیث رقم ۴۷۵۳ ۔ واحمد فی المسند ۲۸۷/۴ ۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انصار کے ایک شخص کے جنازے کے لیے نکلے۔ ہم قبر کے پاس پہنچے اور (ابھی تک) ان کو دفن نہیں کیا گیا تھا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھ گئے۔ گویا کہ ہمارے سروں پر جانور بیٹھے ہوتے تھے۔ یعنی سر جھکا کر چپکے سے بیٹھے تھے اور دائیں بائیں نہیں دیکھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں ایک لکڑی تھی۔ اس کے ساتھ زمین کو کریدتے اور خط کھینچتے تھے جیسے متفکر (اور گہری سوچ میں ڈوبنے والے) کرتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور دو یا تین مرتبہ یہ الفاظ ارشاد فرمائے: ''لوگو! اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر سے پناہ مانگو'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب مؤمن بندہ دنیا کے انقطاع (آخری وقت) میں پہنچتا ہے یعنی مرنے کے قریب پہنچتا ہے۔ تو اس کی طرف آسمان سے نہایت روشن فرشتے مثل آفتاب کے اُترتے ہیں۔ ان کے پاس جنت کے ریشمی کپڑوں میں سے کفن ہوتا ہے اور جنت کی خوشبوؤں میں سے خوشبو ہوتی ہے۔ یعنی جنت کا مشک عنبر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے سامنے بڑے ادب سے بیٹھ کر روح کے نکلنے کا انتظار کرتے ہیں۔ پھر ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں یہاں تک کہ اس کے سر کے پاس بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں اے پاک جان تو اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کی خوشنودی کی طرف نکل پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر جان لیٹی ہوئی نکلتی ہے۔ جیسے پانی کا قطرہ مشک میں سے بہتا ہے۔ یعنی سہولت و نرمی کے ساتھ۔ پس دوسرے فرشتے روح کو ملک الموت کے ہاتھ سے لے لیتے ہیں پلک جھپکتے ہوئے سب اشتیاق اور در غبت کے ساتھ اس کو لے لیتے ہیں اور کفن اور خوشبو میں رکھتے ہیں اور اس کی روح سے روئے زمین کی بہترین مشک کی خوشبوؤں کی طرح خوشبو نکلتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پس فرشتے اس کو لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں تو فرشتوں کی جماعت پوچھتی ہے کہ یہ پاک روح کون ہے؟ چنانچہ روح کو لانے والے فرشتے کہتے ہیں فلاں بیٹا فلانے کا ہے۔ یعنی اس روح کے بہترین نام و لقب سے اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ دنیا والے اس کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اسی طرح وہ آپس میں سوال و جواب کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ فرشتے اس کو لے کر پہلے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر فرشتے اس کے لیے دروازہ کھلواتے ہیں پھر اس کے ساتھ دوسرے آسمان کے مقرب مل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کو ساتویں آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ عزت و بزرگی والے ارشاد فرماتے ہیں میرے بندے کا نامہ اعمال علیین میں رکھ دو۔ پھر اس کو زمین کی طرف لے جاؤ۔ یعنی اس کے بدن کی طرف جو کہ زمین میں مدفون ہے تاکہ وہ بدن کے ساتھ مل جائے اور سوال و جواب کے لیے تیار ہو جائے۔ اس لیے کہ میں نے بنی آدم کو زمین ہی سے پیدا کیا ہے اور پھر زمین کی طرف ان کے بدنوں اور روحوں کو بھیجتا ہوں اور اسی سے دوسری مرتبہ نکالوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پھر روح اس کے بدن میں دوبارہ داخل کر دی جاتی ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے (منکر نکیر) آتے ہیں اور اس کو بٹھاتے ہیں پھر اس کو کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ پس وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر اس سے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے' پھر اس کو کہتے ہیں یہ شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر فرشتے پوچھتے ہیں کہ تو نے کیسے پہچانا کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ پس وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی ہے اور میں اس پر ایمان لایا ہوں اور دل سے تصدیق کی۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول ہونا معلوم ہو گیا۔ پھر آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی زبانی کہ یہ میرا بندہ سچا ہے اس کے لیے جنت کے بچھونے بچھا دو اور اس کو جنت کے لباس پہناؤ اور اس کے لیے بہشت کی طرف

دروازہ کھول دو۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کو جنت کی طرف سے ہوا اور خوشبو آتی ہے اور پھر اس کی قبر کو حد نگاہ تک کشادہ کر دیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا پھر اس کے پاس ایک خوبرو (خوبصورت چہرے والا) اچھے کپڑے پہنے ہوئے خوشبو لگائے ہوئے ایک شخص آتا ہے۔ پس وہ کہتا ہے کہ خوشخبری ہے تیرے لیے اس چیز کے ساتھ جو تمہیں خوش کرے۔ یعنی تمہارے لیے وہ نعمتیں میسر ہیں کہ ان کو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کان نے سنا۔ یہ وہ دن ہے کہ تجھ سے اس کے بارے میں دنیا میں وعدہ کیا گیا تھا۔ مرنے والا انسان اس سے پوچھتا ہے پھر تو کون ہے کہ تیرا چہرہ اتنا حسن و جمال والا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں جو خوبصورت شکل میں تیرے پاس آیا ہوں۔ پھر میت کہتی ہے اے میرے رب! قیامت قائم کر دے اے میرے رب! قیامت قائم کر دے۔ تا کہ میں اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ جاؤں اور بے شک کافر بندہ جب دنیا کے ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے اور آخرت کی تیاری میں ہوتا ہے تو کالے چہروں والے عذاب کے فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے اس کے سامنے ٹاٹ بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے کی طرف بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے خبیث جان اللہ کے عذاب کی طرف نکل۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا پھر جان کافر کے بدن میں پھیل جاتی ہے' خدا کے خوف سے بھاگتی ہے۔ اور نکلنا نہیں چاہتی اور عذاب کے آثار دیکھتی ہے۔ بخلاف مؤمن کی روح کے' کہ وہ اللہ کے انوار و کرم دیکھ کر خوشی سے جلدی نکل آتی ہے۔ پھر ملک الموت اس کی روح کو سختی کے ساتھ اور زور کے ساتھ کھینچتا (نکالتا) ہے جیسے ترصوف سے آنکڑہ کھینچا جاتا ہے۔ کھینچتے وقت ترصوف سے اس کو کچھ لگ جاتا ہے۔ تو اس طرح کافر کی روح کھینچی جاتی ہے رگوں کی انتہا سے سختی اور قوت کے ساتھ' تو ایسی حالت ہو جاتی ہے جیسے رگوں کے ساتھ کچھ نکل آیا ہے پس ملک الموت اس کو لے لیتا ہے پھر فرشتے اس کے ہاتھ میں ایک پلک جھپکنے کی مقدار بھی نہیں چھوڑتے یہاں تک کہ اس کو ان ٹاٹوں کے درمیان میں رکھتے ہیں اور روح سے نہایت گندی بدبو مردار کی طرح نکلتی ہے اس طرح کی بو روئے زمین پر نہیں پائی جاتی۔ پھر وہ اس کو لے کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور اس کو لے کر فرشتوں کی جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں اور فرشتے کہتے ہیں یہ ناپاک روح کون ہے؟ پس روح کو قبض کرنے والے فرشتے کہتے ہیں یہ فلاں کا بیٹا فلاں ہے۔ بدترین وصفوں کے ساتھ جن ذکر کرتے ہیں۔ جس کا ذکر دنیا میں کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کو آسمان دنیا تک پہنچا دیا جاتا تھا پس اس کے لیے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر آپ ﷺ نے بطور سند کے آیت تلاوت فرمائی۔ یعنی کافروں کے لیے آسمان کے دروازوں میں سے کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا اور وہ جنت میں داخل نہیں ہونگے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جس طرح یہ امر مشکل ہے ایسے ہی کافر جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ یہ بالکل محال ہے۔ اس کو تعلیق بالمحال کہتے ہیں پس اللہ عزت اور بزرگی والا ارشاد فرماتا ہے اس کا نامہ اعمال سجین میں لکھو۔ یہ ایک جگہ کا نام ہے جو ساتویں زمین کے نیچے کی زمین ہے۔ پھر اس کی روح کو پھینکا جاتا ہے اور پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ کہ جو شخص خدا کے ساتھ شریک کرے گویا کہ وہ آسمان سے منہ کے بل گرا۔ یعنی ایمان و توحید کی بلندی سے کفر و شرک کی پستی میں گر پڑا پس پرندے اس کو اچک لیتے ہیں یعنی ہلاک ہو جاتا ہے یا ہوا اس کو دور مکان میں پھینک دیتی ہے۔ یعنی وہ خدا کی رحمت سے دور ہوتا ہے پھر اس کے بدن میں روح ڈال دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھاتے ہیں پھر اس کو کہتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ پس وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ......! میں نہیں جانتا۔ پھر اس کو کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ......! میں نہیں جانتا۔ پھر اس کو کہتے ہیں یہ شخص کون ہے جو

تمہارے پاس بھیجا گیا ہے؟ پس وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ......! میں نہیں جانتا۔ پھر پکارنے والا آسمان کی طرف سے پکارتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے۔ اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھادو اور دوزخ کی طرف اس کا دروازہ کھول دو۔ پس اس کو گرمی اور اس کی گرم ہوا پہنچتی ہے اور اس پر اس کی قبر تنگ کردی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی پسلیاں قبر میں اِدھر اُدھر نکل آتی ہیں (یعنی ایک دوسرے میں دھنس جاتی ہیں) اور اس کے پاس ایک شخص بدشکل (بدصورت) برے کپڑے پہنے ہوئے آتا ہے اس سے بدبو آتی ہے پس وہ کہتا ہے۔ خوشخبری ہو۔ تجھے اس چیز کی جو راضی نہ کرے تجھ کو۔ آج وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ پس مردہ اس کو کہتا ہے کہ تو کون ہے؟ تیرا چہرہ نہایت برا ہے۔ تو برائی کے ساتھ آیا ہے۔ پس وہ کہتا ہے کہ میں تیرا عمل ہوں پھر مردہ کہتا ہے۔ اے میرے پروردگار تو قیامت قائم نہ کر اور ایک روایت میں اسی طرح کا مضمون اور اضافے کے ساتھ ہے کہ جس وقت مؤمن کی روح نکلتی ہے تو ہر فرشتہ جو آسمان وزمین کے درمیان میں ہے اور ہر فرشتہ جو آسمان میں ہے اس پر رحمت بھیجتا ہے۔ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ہر دروازے والے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ اس کی روح کو ان کی طرف سے چڑھادیا جائے۔ تاکہ وہ ان کے ساتھ چل کر عزت واکرام حاصل کریں اور کافر کی جان رگوں سے نکال لی جاتی ہے۔ پس تمام فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ آسمان اور زمین اور آسمان دنیا میں اور آسمان کے دروازے اس کے لیے بند کردیئے جاتے ہیں اور آسمان دنیا کے دروازوں میں سے کوئی دروازہ ایسا نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اس کی روح کو آسمان کی طرف نہ چڑھایا جائے (یعنی ہماری طرف سے لے جایا جائے)۔ (احمد)

تشریح ۞ اس حدیث پاک کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن آدمی کی جان آسانی سے نکلتی ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ مؤمن پر بڑی سختی ہوتی ہے بظاہر دونوں روایتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ان میں تطبیق اس طرح سے دی جائے گی کہ سختی روح نکلنے سے پہلے ہوتی ہے اور روح کے نکلتے وقت مؤمن پر آسانی کا معاملہ ہوتا ہے۔

بخلاف کافر کے اس کو دونوں وقت میں دشواری اور مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پھر فرشتے کافر کی روح کو قبض کر کے سجین میں داخل کردیتے ہیں۔ سجین جہنم کے اندر ایک گڑھے کا نام ہے جو ساتویں زمین کے نیچے ہے اس میں جہنمیوں کے اعمالنامے رکھے جاتے ہیں اور اس بات میں اس طرف اشارہ موجود ہے کہ دوزخ ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔ فی مکان سحیق سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شیطان نے اس کو گمراہی میں پھینک دیا ہے اور اللہ کے قرب سے دور چلا گیا ہے۔

فِیْ سِجِّیْنٍ فِی الْاَرْضِ السُّفْلٰی فَتُطْرَحُ رُوْحُهٗ طَرْحًا۔ اس میں کافر کی حالت کو بیان کیا گیا ہے کہ اس کو سجین میں پھینکا جاتا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب منکر نکیر سوال کرتے ہیں تو مردہ ہاہ ہاہ کرتا ہے۔ یہ ہاہ ہاہ وہ کلمات ہیں جو ایک متحیر (حیران کن) آدمی بولا کرتا ہے۔ یعنی جیسے اس کو کسی چیز کا علم نہیں ہے اور قبر کافر آدمی کو اس طرح بھینچتی ہے۔ (یعنی مردے کی پسلیاں ایک دوسرے کے اندر گھس جاتی ہیں) اور مؤمنوں کے لیے یعنی اللہ کے اولیاء کو قبر کی زمین اس طرح ملتی ہے جیسے ماں بچے کو بڑے اشتیاق سے گلے لگاتی ہے یعنی اس کے ساتھ محبت وشفقت کا معاملہ کرتی ہے۔

حدیث پاک میں کافر کی روح کے نکالنے کے بارے میں اشارہ کیا گیا ہے کہ کافر کی روح رگوں سے بڑی سختی سے نکالی جاتی ہے۔ اس کی روح کو بدن کے ساتھ خصوصی تعلق ہوتا ہے اور وہ جسم کو چھوڑنا نہیں چاہتی اس لئے اسے کھینچ کر سختی کے ساتھ

نکالا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا آخری وقت اور اُمّ بشر رحمۃ اللہ علیہا کا سوال وجواب

۱۶/۱۵۲۹ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ كَعْبًا الْوَفَاةُ اَتَتْهُ اُمُّ بِشْرٍ بِنْتُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُوْرٍ فَقَالَتْ يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ اِنْ لَقِيْتَ فُلَانًا فَاقْرَأْ عَلَيْهِ مِنِّىَ السَّلَامَ فَقَالَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ يَا اُمَّ بِشْرٍ نَحْنُ اَشْغَلُ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَمَا سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِىْ طَيْرٍ خُضْرٍ تَعْلُقُ بِشَجَرِ الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى قَالَتْ فَهُوَ ذَاكَ۔

[رواه ابن ماجة والبيهقي في كتاب البعث والنشور]

اخرجه ابن ماجه ۱/۴۶۶ حديث رقم ۱۴۴۹۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن کعب اپنے والد حضرت کعب سے روایت کرتے ہیں کہ جب ان کے والد حضرت کعب کو موت آئی۔ تو ان کے پاس براء بن معرور کی بیٹی اُمّ بشر آئی اور کہنے لگی اے ابوعبدالرحمٰن (کعب کی کنیت ہے) اگر تو مرنے کے بعد فلاں آدمی سے ملاقات کرے۔ تو اس کو میری طرف سے سلام کہنا۔ کعب نے فرمایا۔ اے اُمّ بشر! اللہ تجھ کو بخشے (معاف فرمائے) ہم تو اس سے بہت زیادہ مشغول ہونگے۔ اُمّ بشر کہنے لگی اے ابوعبدالرحمٰن کیا تو نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے نہیں سنا۔ تحقیق مؤمنوں کی روحیں سبز جانوروں (یعنی پرندوں) کے قالبوں (جسموں) کی طرح بہشت کے درختوں کے میوے کھائیں گی۔ فرمایا ہاں سنا ہے فرمانے لگی یہ وہ ہی ہے۔ یعنی یہ وہی فضل وعنایت ہے جس کی امید رکھی جاتی ہے۔ (اس کو ابن ماجہ اور بیہقی نے البعث والنشور کی کتاب میں روایت کیا ہے)۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ بندہ مؤمن جب فوت ہوتا ہے تو پہلے پہنچنے والی روحوں سے ملاقات کرتا ہے وہ روحیں بقیہ دنیا والوں کے بارے میں نام لے لے کر حالات پوچھتی ہیں۔ ان کے بارے میں سوال وجواب کرتی ہیں جیسے کہ اوپر والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے جیسے اُمّ بشر حضرت کعب کو مرنے کے بعد روحوں کو اپنی طرف سے سلام بھیج رہی ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ روحوں کی روحوں سے ملاقات ہوتی ہے حضرت عبدالرحمٰن بزرگ تابعین میں سے تھے اور ان کے باپ حضرت کعب بڑے جلیل القدر صحابی تھے اور حضرت براء بن معرور بھی انصاری صحابی تھے۔ اُمّ بشر ان کی بیٹی تھیں۔ انہوں نے کعب کو وفات کے وقت پیغام دیا اگر فلاں آدمی سے تیری ملاقات ہو تو اس کو میری طرف سے سلام عرض کرنا۔ ظاہر ہے۔ کہ انہوں نے براء کا یا بشر کا نام لیا ہوگا۔ پس کعب نے کہا کہ اللہ تجھ کو بخشے یہ بات تو وہاں کہنی چاہیے جہاں کسی سے ایسی بات سنتے ہیں۔ حضرت کعب فرمانے لگے تم کیسی بات کرتی ہو۔ ہم تو اپنے کام میں بہت زیادہ مشغول ہوں گے۔ ہمیں سلام کی کیا خبر۔ اس کی تائید قرآن مجید کی آیت کریمہ سے ہوتی ہے: ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ﴾ (عبس: ۳۷) یعنی اس دن ہر آدمی کے لیے ایسی حالت ہوگی جو اس کو ہر چیز سے بے نیاز کر دے گی۔ اس دن انسان کو اپنی بھی خبر نہ ہوگی چہ جائیکہ دوسرے کی خبر گیری کرے۔ اس پر اُمّ بشر نے ان کے عذر کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ تو ان لوگوں میں سے نہیں ہوگا جس کا حال آپ نے سنایا ہے۔ آپ تو مؤمنوں میں سے ہونگے۔ جن کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ نہایت خوشحال ہو

نکے۔ بلکہ ایک روایت میں آتا ہے مؤمنوں کی روحیں سبز پرندوں کے جسموں میں ہونگی جنت میں سیر کرینگی اور وہاں کے پھل کھائیں گی اور پانی پئیں گی اور عرش کے نیچے سونے کی قندیلوں میں قرار پکڑیں گی اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہونگی جو جنت کے پتوں کے ساتھ معلق ہونگی۔

مؤمن کی روح کا مسکن

۱۷/۱۵۳۰ وَعَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَيْرٌ تَعَلَّقُ فِىْ شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يُرْجِعَهُ اللّٰهُ فِىْ جَسَدِهٖ يَوْمَ يَبْعَثُهٗ۔

[رواه مالك و النسائى والبيهقى فى كتاب البعث والنشور]

اخرجه النسائى فى السنن ١٠٨/٤ حديث رقم ٢٠٧٣۔ وابن ماجه ١٤٢٨/٢ حديث رقم ٤٢٧١۔ ومالك فى الموطأ ٢٢٤٠/١ حديث رقم ٤٩ من كتاب الجنائز۔ واحمد فى المسند ٤٥٥/٣۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمنؒ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ بے شک مؤمن کی روح پرندے کے قالب میں ہوتی ہے اور جنت کے درختوں کے میوے کھاتی ہے پھر اللہ قیامت کے دن اس کی روح کو دوبارہ اس کو جسم کے اندر لے آئے گا۔ اس روایت کو امام مالکؒ نسائی اور بیہقی نے کتاب بعث ونشور میں ذکر کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ مؤمن کی روح کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھا جاتا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آدمی کی روح کو جانور کے بدن میں داخل کر دیا جاتا ہے تو اس کا مقام ومرتبہ بحیثیت انسان کے کم ہو گیا اور وہ آدمی سے جانور بن گیا۔ اس سے تو قلب حقیقت لازم آتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ روح کو جانور کے بدن کے ساتھ ایسا تعلق نہیں جیسا انسانی بدن کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ روح اس میں تصرف کرتی ہے۔ بلکہ ایسا ہوتا ہے جیسے ہیرے موتی جواہرات صندوق میں محفوظ رکھ دیتے ہیں۔ اس میں بھی انسان کی تعظیم وتکریم ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ صرف شہداء کے لیے ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ عام مؤمنوں کے لیے ہے حدیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

۱۸/۱۵۳۱ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ يَمُوْتُ فَقُلْتُ اِقْرَاْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ۔ [رواه ابن ماجه]

اخرجه ابن ماجه فى السنن ٤٦٦/١ حديث رقم ١٤٥٠۔

ترجمہ: حضرت محمد بن منکدرؒ سے روایت ہے کہ میں جابر بن عبداللہؓ کے پاس گیا اور وہ مرنے کے قریب تھے۔ پس میں نے کہا میرا حضور ﷺ کو سلام کہنا۔ یہ روایت ابن ماجہ نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مرنے والا بندہ کسی شخص کا سلام مرے ہوئے کو پہنچا سکتا ہے جیسا کہ مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے اوپر والی حدیث میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں جابر بن عبداللہ ؓ کی موت کے وقت موجود تھا۔ میں نے ان سے کہا میرا اسلام حضور ﷺ کو عرض کر دینا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرنے والے کو سلام کا ہدیہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَ تَكْفِينِهٖ

یہ باب میّت کے غسل وکفن کے بارے میں ہے

اس باب میں میت کے نہلانے اور کفنانے کے آداب مذکور ہیں اور میت کا نہلانا فرض کفایہ کا درجہ رکھتا ہے تمام علماء کے نزدیک اگر بعض آدمی نہلا دینگے تو سب آدمیوں کے ذمے سے فرض ساقط ہو جائے گا۔ ورنہ سب گنہگار ہوں گے اور اس میں اختلاف ہے۔ میت کے غسل میں نیت شرط ہے یا نہیں۔ شیخ ابن ہمام نے کہا ہے ظاہر تو یہی ہے کہ نیت شرط ہے۔

الفصل الاول:

میت کو غسل دینے کا طریقہ

۱/۱۵۳۲ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهٗ فَقَالَ اِغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِى الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِىْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حَقْوَهٗ فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ وَفِىْ رِوَايَةٍ اِغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْسَبْعًا وَابْدَاْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا وَقَالَتْ فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ فَاَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا۔ [متفق علیه]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳۰/۳۔ حدیث رقم ۱۲۵٤۔ ومسلم فی صحیحه ٦٤٦/۲ حدیث رقم (۳٦۔۹۳۹)۔ وابوداوٗد فی السنن ۵۰۳/۳ حدیث رقم ۳٦٤۲۔ والترمذی ۳۱۵/۳ حدیث رقم ۹۹۰۔ والنسائی ۲۸/٤ حدیث رقم ۱۸۸۱۔ وابن ماجه ٤٦۸/۱ حدیث رقم ۱٤۵۸۔ ومالك فی الموطأ ۲۲۲/۱ حدیث رقم ۲ من كتاب الجنائز۔ واحمد فی المسند ۸٤/۵۔

ترجمہ: حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ہم آپ کی بیٹی حضرت زینب کو غسل دے رہی تھیں کہ آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے (پردے کی اوٹ سے) ارشاد فرمایا کہ اس کو پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ تین مرتبہ نہلاؤ۔ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ نہلاؤ۔ اگر ضرورت محسوس کرو۔ یعنی پانی میں پتوں کو جوش دلاؤ اور اس سے نہلاؤ کہ اس سے خوب پاکی اور صفائی ہوتی ہے اور فرمایا آخری مرتبہ کافور یا فرمایا کسی قدر کافور ڈال لو۔ پس جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے بتلاؤ پس جب ہم فارغ ہوئیں تو ہم نے آپ ﷺ کو اطلاع کی تو آپ ﷺ نے اپنا تہہ بند دیا کہ اس کو بدن سے لگا دو۔ یعنی اس کو کفن کے نیچے رکھ دو۔ اس طرح کہ بدن سے لگا رہے اور ایک روایت میں آتا ہے کہ اس کو طاق بار (مرتبہ) غسل دو۔ تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ اور اس کے دائیں طرف شروع کرو اور وضو کے اعضاء سے اور اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نے ان کے بالوں کی تین چوٹیاں گوندھیں (یعنی بٹیں) پھر ہم نے ان کو ان کے پیچھے ڈال دیا اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں غسل کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ او کا لفظ اس میں ترتیب کے لیے یا تخییر کے لیے ہے۔ اگر پہلے غسل میں پاک ہو جائے۔ تو تین بار نہلانا مستحب ہے اور اس سے تجاوز کرنا مکروہ ہے۔ اگر دو بار یا تین بار میں پاک ہو تو مستحب ہے کہ پانچ مرتبہ غسل دے ورنہ سات مرتبہ اور سات بار سے زیادہ مناسب نہیں ہے۔ اگر اس پر زیادتی کریں تو مکروہ ہے جیسے ابن مالک اور قاضی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دو بار بیری کے پتوں اور کافور کے پانی کے ساتھ نہلائے۔ جیسا کہ ہدایہ کی کتاب سے ظاہر ہوتا ہے اور ابوداؤد شریف میں ہے کہ ابن سیرین نے اُمّ عطیہؓ سے غسل سیکھا تھا۔ وہ بیری کے پتوں کے ساتھ دو مرتبہ یا تین مرتبہ نہلایا کرتی تھیں اور شیخ ابن ہمام نے کہا کہ کافور کو پانی میں ملا کر استعمال کرے۔ چنانچہ جمہور علماء کا مسلک یہی ہے اور کوفیوں کا کہنا ہے کہ کافور کو میّت کی خوشبو میں ڈالے اور نہلانے اور بدن خشک کرنے کے بعد بدن کو لگا دے اور علماء نے لکھا ہے کہ اگر کافور نہ ملے تو مشک کو اس کی جگہ استعمال کر سکتے ہیں اور بیری کے پتوں سے میل خوب دور ہو جاتا ہے اور مردے کی صورت نہیں بگڑتی۔ بیری کے پتوں کے استعمال اور کافور کے لگانے سے موذی جانور دفع ہو جاتے ہیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے لیے تہہ بند عنایت کی۔ تا کہ اس کو برکت حاصل ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صالحین کے لباس سے برکت حاصل کرنا مستحب ہے جیسا کہ موت سے پہلے صالحین کے لباس سے برکت حاصل کرنا۔ لیکن یہ کپڑا کفن کے کپڑوں سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے اور غسل کی ابتداء دائیں طرف سے کرے یعنی دائیں ہاتھ، پہلو اور پاؤں سے ابتداء کرے۔

اور مواضع الوضو میں واؤ مطلق جمع کے لیے ہے پس وضوء کے اعضاء پہلے دھونے چاہئے پھر دوسرے اعضا دھوئے اور وضو کے اعضاء سے مراد وہ اعضاء ہیں جن کا دھونا فرض ہے۔ کلی کروانا اور ناک میں پانی ڈالنا ہمارے نزدیک ضروری نہیں ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ نہلانے والا اپنی انگلی پر کپڑا لپیٹ لے اور اس سے دانتوں کو اور تالو کو اور دونوں کانوں کو اندر سے ملے اور نتھنوں کو (یعنی ناک کو) صاف کرے اس پر اب بھی لوگوں کا عمل ہے اور مختار عمل یہ ہے کہ سر پر مسح کرے۔ غسل کے بعد پاؤں کو نہیں دھونا چاہیے۔ بلکہ دوسرے اعضاء وضو کو دھوتے وقت پاؤں بھی دھو لینے چاہییں اور میت کے پہلے ہاتھ نہ دھوئے جائیں۔ بلکہ منہ سے شروع کرے بخلاف جنبی کے۔ کیونکہ جنبی آدمی اعضاء دھونے کے لیے پہلے ہاتھ صاف کرتا ہے اور میت کو دوسرے کے ہاتھ سے نہلایا جاتا ہے۔ اس لیے میت کے ہاتھ دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کے بال کھلے رہنے دینے چاہیے گوندھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کا بیان

۲/۱۵۳۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِىْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ يَمَانِيَّةٍ بِيْضٍ سُحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عَمَامَةٌ۔ [متفق عليه]

اخرجه البخاری فی صحيحه ۱۳۵/۳۔ حديث رقم ١٢٦٤۔ ومسلم فی صحيحه ٦٤٩/٢ حديث رقم (٤٥۔٩٤١)۔ وابوداؤد فی السنن ٥٠٦/٣ حديث رقم ٣١٥١۔ والترمذی ٣٢١/٣ حديث رقم ٩٩٦۔ والنسائی ٣٥/٤ حديث رقم ١٨٩٨ وابن ماجه ٤٧٢/١ حديث رقم ١٤٦٩۔ ومالك فی الموطأ ٢٢٣/١ حديث رقم ٥ من كتاب الجنائز۔ واحمد فی

المسند ۶/۹۳۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جو یمنی اور سحول کی بنی ہوئی روئی کے تھے اور ان میں سلا ہوا کرتا اور پگڑی نہیں تھی۔ اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کے بارے میں بیان کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن صرف تین کپڑے تھے جن میں سلا ہو کرتا نہیں تھا اور نہ ہی پگڑی تھی اس کے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں عمامہ اور کرتا بالکل نہیں تھا بعضوں نے اس کا یہ مطلب اخذ کیا ہے کہ کرتا اور عمامہ تین کپڑوں میں نہ تھے بلکہ تین کپڑوں کے علاوہ تھے۔ تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں پانچ کپڑے تھے۔ لیکن پہلے معنی واضح ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں تین کپڑے تھے اور اسی پر علماء کا اختلاف مترتب ہوتا ہے کہ کیا کفن میں قمیص اور عمامہ مستحب ہے یا نہیں۔ اس میں امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے کہا ہے کہ تین لفافے ہوں ان میں قمیص اور عمامہ نہ ہو اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تین کپڑے ہوں ازار یعنی لنگی اور قمیص یعنی کفن اور لفافہ یعنی پوٹ کی چادر پس حدیث پاک میں جو قمیص کی نفی ہے وہ اس میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ سلا ہوا قمیص نہ تھا۔ بغیر سلا تھا۔ جس کو کفنی کہتے ہیں انتہیٰ اور سحولیہ سحول کی طرف منسوب ہے اور سحول ایک بستی کا نام ہے جو یمن میں واقع ہے۔

کفن بہتر ہونا چاہیے

۳/۱۵۳۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا كَفَّنَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهٗ۔ [رواه مسلم]

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲/۶۵۱ حدیث رقم (۴۹۔ ۹۴۳)۔ وابوداوٗد فی السنن ۳/۵۰۵ حدیث رقم ۳۱۴۸۔ والترمذی ۳/۳۲۰ حدیث رقم ۹۹۵۔ وابن ماجه ۱/۴۷۳ حدیث رقم ۱۴۷۴۔ والنسائی فی السنن ۴/۳۳ حدیث رقم ۱۸۹۵۔ واحمد فی المسند ۳/۲۹۵۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اس کو چاہیے اچھا کفن دے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اپنے مردوں کو اچھے کفن دو۔ اس لیے کہ وہ قبر میں آپس میں ملاقات کرتے ہیں۔ اچھا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کفن پورا ہو۔ لطیف و سفید ہو۔ اس میں فضول خرچی نہ کی گئی ہو۔ اچھے سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ ناموری اور تکبر کی خاطر کفن دیا جائے تاکہ لوگوں کے اندر اس کا نام ہو۔ ایسا کرنا حرام ہے کفن میں نیا کپڑا ہو یا دھلا ہوا دونوں برابر ہیں اور علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کفن میں فضول خرچی کرنا شریعت میں منع ہے کہ بہت زیادہ قیمتی کپڑے میں کفن نہیں دینا چاہیے۔ یہ مال کو ضائع کرنے کے مترادف ہے اور مال کا ضیاع بہت بری چیز ہے اور قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

حدیث مذکورہ میں کفن کا حکم صرف اسی کے ساتھ خاص تھا عام نہیں تھا

۴/۱۵۳۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ وَلَا تَمَسُّوْهُ

بِطِيْبٍ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهٗ فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳۷/۳ حدیث رقم ۱۲۶۷۔ ومسلم فی صحیحه ۸۶۵/۲ حدیث رقم (۹۳۔ ۱۲۰۶)۔ والترمذی فی السنن ۲۸۶/۳ حدیث رقم ۹۵۱۔ والنسائی ۳۹/٤ حدیث رقم ۱۹۰٤۔ وابن ماجه ۱۰۳۰/۲ حدیث رقم ۳۰۸٤۔ والدارمی ۷۱/۲ حدیث رقم ۱۸۵۲۔ واحمد فی المسند ۲۱۵/۱۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا پس اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی اور وہ حالت احرام میں تھا اور اسی حالت میں فوت ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو پانی اور بیری کے ساتھ غسل دو اور اس کو اس کے دو کپڑوں میں کفن دو۔ اور خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانکو۔ پس وہ قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا اُٹھایا جائے گا۔ یہ روایت بخاری اور مسلم نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم اگر مر جائے تو اس کو کفن محرموں والے لباس میں دینا چاہیے اور خوشبو نہ لگانی چاہیے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا یہی مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک محرم اور غیر محرم دونوں برابر ہیں۔ مگر اس صحابی کو دو کپڑوں میں دفنانا ضرورت کی بنا پر تھا کیونکہ اس کے پاس ان دو کپڑوں کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔ خوشبو لگانے اور سر ڈھانکنے سے جو منع کیا گیا تھا وہ خاص اسی کے لیے تھا۔ یہ سب کے لیے حکم نہیں ہے واللہ اعلم۔

عنقریب ہم خبابؓ کی حدیث جس کا آغاز یہ ہے۔ مصعب بن عمیرؓ کا قتل جامع مناقب کے باب میں ہم ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

الفصل الثانی:

سفید کپڑے کی دوسرے کپڑوں پر فضیلت و برتری

۱۵۳٦/۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ وَمِنْ خَيْرِ اَكْحَالِكُمُ الْاِثْمِدُ فَاِنَّهٗ يُنْبِتُ الشَّعْرَ وَيَجْلُو الْبَصَرَ۔

[رواه ابو داود والترمذی وروی ابن ماجة الی مَوْتَاكُمْ]

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۳۳۲/٤ حدیث رقم ٤۰٦۱۔ والترمذی ۳۱۹/۳ حدیث رقم ۹۹٤ والنسائی ۳٤/٤ حدیث رقم ۱۸۹٦۔ وابن ماجه ٤۷۳/۱ حدیث رقم ۱٤۷۲ واحمد فی المسند ۲٤۷/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم سفید کپڑے پہنو اس لیے کہ وہ تمہارے کپڑوں میں سے بہتر کپڑے ہیں اور اپنے مردوں کو سفید کپڑوں میں کفن دو اور اثمد تمہارے سرموں سے بہتر ہے اس لیے کہ پلکوں کے بالوں کو جماتا ہے اور بینائی کو روشن کرتا ہے اور اس کو ابوداؤد اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور ابن ماجہ نے لفظ مَوْتَاكُمْ تک روایت کی ہے۔

تشریح ۞ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سفید کپڑوں کو بقیہ کپڑوں پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں امر استحباب کے لیے ہے ابن ہمامؒ نے فرمایا کہ سفید کپڑے پہننا اور ان میں کفن دینا اولیٰ ہے اور محرموں کو یمنی اور کتان کی چادر میں کفن دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور عورتوں کو ریشمی زعفرانی اور سرخ رنگ کے

کپڑوں میں کفن دینا جائز ہے۔ اس کے لیے ایک ضابطہ بیان کر دیا گیا ہے وہ ضابطہ یہ ہے کہ جن کپڑوں کو زندگی میں پہننا جائز ہے ان کو زندگی کے بعد استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ یعنی ان کپڑوں کا کفن بنانا بھی جائز ہے۔

اور اثمد سرمے کو اکثر لوگ استعمال کرتے ہیں اور بہتر یہ ہے کہ اس کو نبی کریم ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے لگائے۔ کیونکہ سونے کے وقت اثمد سرمہ خوب تاثیر کرتا ہے۔

کفن میں اسراف جائز نہیں ہے

۷/۱۵۳۷ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُغَالُوْا فِي الْكَفَنِ فَإِنَّهٗ يُسْلَبُ سَلْبًا سَرِيْعًا۔

[رواہ ابو داود]

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۵۰۸/۳ حدیث رقم ۳۱۵۴۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کفن کو بہت مہنگا کپڑا نہ لگاؤ۔ کیونکہ وہ بہت جلد چھینا جاتا ہے یعنی بہت جلد خراب ہو جاتا ہے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ کفن میں اسراف درست نہیں ہے اور گراں قیمت کا کفن نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ جلد پرانا اور خراب ہو جاتا ہے۔ اس لیے گراں قیمت کے کفن سے منع کیا گیا ہے اور اوسط درجے کا کفن دینا مستحب ہے۔

قریب المرگ کے لیے نئے کپڑے پہننا

۷/۱۵۳۸ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ دَعَا بِثِيَابٍ جُدُدٍ فَلَبِسَهَا ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ الْمَيِّتُ يُبْعَثُ فِيْ ثِيَابِهِ الَّتِيْ يَمُوْتُ فِيْهَا۔ [رواہ ابو داود]

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۴۸۵/۳ حدیث رقم ۳۱۱۴۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگوائے۔ پھر ان کو پہنا اور فرمانے لگے کہ میں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میت کو انہی کپڑوں میں اٹھایا جاتا ہے جن میں اس کو موت آتی ہے اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے جو نئے کپڑے حدیث پر عمل کرنے کی نیت سے پہنے۔ اس سے مراد ظاہری معنی ہے کہ مردہ کپڑوں میں اٹھے گا۔ لیکن یہ مشکل ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ لوگ ننگے بدن اور ننگے پاؤں اٹھیں گے۔ علماء نے اس کے معنی یہ لکھے ہیں کہ کپڑوں سے مراد وہ اعمال ہیں جس کو کرتے ہوئے آدمی کی موت آتی ہے۔ عرب لوگ اعمال کا لفظ کپڑوں پر بھی استعمال کرتے تھے اس لیے کہ جس طرح کپڑے بدن سے لگے ہیں۔ اسی طرح اعمال بھی بدن سے متعلق ہوتے ہیں۔

چنانچہ بعض حضرات نے اسکی تاویل اعمال سے کی ہے کہ اپنے اعمال کو درست کرو اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے جو نئے کپڑے پہنے تھے صفائی اور طہارت کی خاطر پہنے تھے۔ اس وقت انکو حضور ﷺ کی حدیث بھی یاد آ گئی اور انہوں نے حدیث بھی بطور دلیل

پیش کردی اور یا حدیث کا یہ مطلب ہے کہ قبر سے کپڑے پہنے ہوئے اٹھیں گے اور محشر میں ننگے ہوں گے۔

۸/۱۵۳۹ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الْكَفَنِ الْحُلَّةُ وَخَيْرُ الْاُضْحِيَّةِ الْكَبْشُ الْاَقْرَنُ۔ [رواہ ابو داود ورواہ الترمذی و ابن ماجۃ عن ابی امامۃ]

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۳/۵۰۹ حدیث رقم ۳۱۵٦۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہترین کفن حلہ ہے اور بہترین قربانی سینگوں والا دنبہ ہے۔ اس کو ابوداؤد نے' ترمذی نے اور ابن ماجہ نے ابوامامہ سے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ حدیث کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہترین کفن حلہ ہے۔ یعنی بہترین کفن لنگی اور چادر ہے۔ یعنی کفن کے اوپر اور یہ کفن سنت ہے۔ یا پھر بغیر قمیص کے مراد ہوں اس صورت میں یہ معنی ہونگے کہ ایک کپڑے پر اکتفاء نہ کرے بلکہ دو کپڑے بہتر ہیں۔ دو کپڑوں میں کفن کافی ہوتا ہے اور یہ ادنیٰ درجہ ہے اگر تین کپڑوں میں کفن دیں تو یہ سنت اور کمال مرتبہ ہے اور سینگوں والا دنبہ اکثر فربہ اور قیمتی ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو پسند فرمایا ہے۔

شہداء کا پہنا ہوا لباس ان کا کفن ہے

۹/۱۵۴۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلٰى اُحُدٍ اَنْ يُّنْزَعَ عَنْهُمُ الْحَدِيْدُ وَالْجُلُوْدُ وَاَنْ يُّدْفَنُوْا بِدِمَائِهِمْ وَثِيَابِهِمْ۔ [رواہ ابو داود وابن ماجۃ]

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۳/٤۹۷ حدیث رقم ۳۱۳٤۔ وابن ماجه ۱/٤۸۵ حدیث رقم ۱۵۱۵۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا کہ شہداء احد کے جسموں سے لوہا (یعنی زرہیں) اور ہتھیار اور چمڑے وغیرہ اتار دو اور انہیں ان کے خون اور خون میں بھرے ہوئے کپڑوں سمیت ہی دفن کر دو۔ اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کے کفن کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ ان کا لباس ہی ان کا کفن جو انہوں نے پہن رکھا ہے۔

اس حدیث میں شہداء کے غسل اور نماز کے بارے میں امام شافعی اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہما اللہ کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شہید کے لیے غسل نہیں ہے اور نہ ہی نماز ہے اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک غسل ضروری نہیں ہے۔ لیکن نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

الفصل الثالث:

جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کا مختصر کفن

۱۰/۱۵۴۱ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ فَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ كُفِّنَ فِيْ بُرْدَةٍ اِنْ غُطِّيَ رَاْسُهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَاْسُهٗ

وَاَرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ اَوْ قَالَ اُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اُعْطِيْنَا وَلَقَدْ خَشِيْنَا اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ۔ [رواہ البخاری]

اخرجه البخاری فی صحيحه ۳۵۳/۷۔ حدیث رقم ۴۰۴۵۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابراہیمؒ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پاس (افطار کے وقت) کھانا لایا گیا اور وہ روزے سے تھے۔ پس وہ کہنے لگے۔ حضرت مصعب بن عمر رضی اللہ عنہ مارے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے اور ایک چادر میں کفنائے گئے۔ اگر ان کا سر ڈھانکا جاتا۔ تو ان کے پاؤں کھل جاتے تھے۔ اگر پاؤں ڈھانکے جاتے تھے تو ان کا سر کھل جاتا تھا۔ تو پھر سر کو ڈھانک دیا گیا اور پاؤں پر اذخر رکھ دی گئی۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے یوں بھی فرمایا: کہ حمزہؓ مارے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ یعنی ان کا کفن بھی ایسا ہی تھا۔ جیسا کہ اوپر حدیث میں مذکور ہوا ہے۔ پھر ہمارے لیے دنیا کشادہ کر دی گئی۔ اس قدر کشادہ کی گئی۔ یعنی ہمیں دنیا اس قدر دے دی گئی کہ ہم ڈرتے تھے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا ثواب جلدی نہ دے دیا گیا ہو۔ پھر اسی ڈر کی وجہ سے رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا۔ اس کو بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان بیان کی ہے اور فرمایا کہ کس قدر جلیل القدر عظمت والے صحابہ تھے اور ان کو کس قدر مختصر کفن دیا جا رہا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی طرف دیکھو کہ وہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کس قدر جلیل القدر فضلاء صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے اور جنگ احد میں شہید ہوئے اور حالت کفر میں بڑی وسعت والے تھے۔ جب مسلمان ہوئے نہایت زہد و فقر اختیار کر لیا۔ آپ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ کمر میں تسمہ باندھے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا اس شخص کو دیکھو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا دل ایمان سے روشن کر دیا ہے میں نے اس کو مکہ میں دیکھا کہ اس کے ماں باپ اس کو اچھا کھانا کھلاتے تھے۔ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ دوسو درہم کا لباس پہنتا تھا۔ خدا اور رسول کی محبت میں اس حال میں پہنچ گیا اور حضرت حمزہ بن عبد المطلب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سید الشہداء کا لقب دیا تھا اور حضرت حمزہؓ اہل بدر و شہدائے احد میں سے ہیں اور اس کے باوجود اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم ان لوگوں میں داخل نہ ہو جائیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا﴾ (الاسراء: ۱۸) یعنی جو شخص دنیا کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کو جلدی عطا کر دیتے ہیں۔ جو چیز ہم اس کے لیے چاہتے ہیں پھر ہم اس کو دوزخ والوں میں شمار کرتے ہیں اور وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ اس میں دنیا چاہنے والوں کی برائی کو بیان کیا گیا یعنی روندا ہوا ہوتا ہے چنانچہ خدا کی رحمت سے دور کیا گیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ پر خوف نمایاں تھا کہ کہیں میں بھی ان میں داخل نہ ہو جاؤں۔ الحاصل بات یہ ہے کہ یہ آیت بڑے طالب دنیا کے حق میں اللہ پاک نے ارشاد فرمائی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ایسے نہیں تھے لیکن خدا کا ڈر غالب تھا کہ اس مالداری کی وجہ سے میں بھی کہیں ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤں' اس وجہ سے کھانا کھانا چھوڑ دیا۔ باوجودیکہ روزے سے ہونے کی وجہ سے کھانے کی سخت ضرورت اور احتیاج تھی' یہ ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کا خوف خدا۔ جب خوف کا غلبہ ہوتا ہے تو آدمی لذتوں سے کوسوں دور رہتا ہے۔ اس حدیثِ پاک سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ

ضرورت کے وقت جس قدر کفن میسر ہو وہی مسنون ہے۔

بدترین کافر کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ

۱۵۴۲/۱۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ بَعْدَ مَا اُدْخِلَ حُفْرَتَهٗ فَاَمَرَ بِهٖ فَاُخْرِجَ فَوَضَعَهٗ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَنَفَثَ فِيْهِ مِنْ رِيْقِهٖ وَاَلْبَسَهٗ قَمِيْصَهٗ قَالَ وَكَانَ كَسَا عَبَّاسًا قَمِيْصًا۔ [متفق عليه]

اخرجه البخاري في صحيحه ۲٦٦/۱۰۔ حديث رقم ۵۷۹۵۔ ومسلم في صحيحه ۲۱٤۰/٤ حديث رقم (۲۔۲۷۷۳)۔ والنسائي في السنن ۳۷/٤ حديث رقم ۱۹۰۱۔ واحمد في المسند ۳۸۱/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس وقت جب عبداللہ بن ابی کو قبر میں رکھ دیا گیا تھا (یعنی اتار دیا گیا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نکالنے کا حکم صادر فرمایا چنانچہ اسے نکالا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اس کے منہ میں لعاب دھن ڈالا اور اس کو اپنا کرتہ پہنایا حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کرتہ پہنایا تھا۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار تھا اور اس کے مرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ جو معاملہ فرمایا اس کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ ظاہراً نفاق رکھتا تھا۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے جنگ بدر میں قید کر کے لایا گیا تھا تو وہ اس وقت ننگے تھے اور کسی کا کپڑا اُن کو پورا نہ آتا تھا۔ اور عبداللہ بن ابی دراز قد تھا۔ اس نے اپنا کرتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو پہنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کا بدلہ اتارنے کے لیے اپنا کرتہ اس کو پہنایا تاکہ منافق کا احسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ رہ جائے اور اس میں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ قرآن مجید وفرقان حمید میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرمایا ہے کہ منافقوں کے لیے دعا نہ کرو۔ یعنی نمازِ جنازہ نہ پڑھو اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم منافق کی قبر پر تشریف لے گئے اس کو کرتہ بھی پہنایا اور لعاب دھن بھی اس کے منہ میں ڈالا۔ علماء کرام نے اس کا جواب یوں لکھا ہے یہ واقعہ آیت اترنے سے پہلے کا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فقط بدلا اتارنا تھا۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کے بیٹے کی خاطر داری کے لیے یہ کام کیا تھا۔ حقیقت میں اس کا بیٹا مؤمن تھا۔ نفاق سے پاک تھا اور بھی بہت سے جوابات لکھے گئے ہیں۔ جو دوسری شروحات میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

بَابُ الْمَشْيِ بِالْجَنَازَةِ وَالصَّلٰوةِ عَلَيْهَا

باب ہے جنازے کے ساتھ چلنے اور اس کی نماز پڑھنے کے بارے میں

جنازے کے ساتھ پیدل چلنا یا سوار ہو کر چلنا دونوں جائز ہیں لیکن پیدل چلنا افضل درجہ رکھتا ہے اور سوار کو چاہیے کہ جنازے کے پیچھے چلے۔ اور پیدل چلنے والے کے لیے دونوں طرح جائز ہے۔ لیکن پیچھے چلنا زیادہ افضل ہے اور نمازِ جنازہ

کا حکم یہ ہے کہ اگر بعض حضرات پڑھ لیں گے تو سب کے ذمے سے فرضیت ساقط ہو جائے گی۔ اگر کسی نے بھی نہ پڑھی تو سب گناہ گار ہونگے اور نمازِ جنازہ کی صحت کے لیے شرط یہ ہے کہ میّت مسلمان ہو اور پاک بھی ہو۔ میّت جنازہ پڑھنے والے کے آگے ہونی چاہیے اس قید کی رو سے غائب کی نمازِ جنازہ جائز نہیں ہے اور اس پر بھی نمازِ جنازہ پڑھنی جائز نہیں جو سواری کی پیٹھ پر ہو یا لوگوں کے کندھے پر ہو اور نمازی کی پیٹھ کے پیچھے نہ ہوں۔ اگر غسل دینے کے بغیر دفن کر دیا گیا اور قبر کھودنے بغیر اس کو باہر نکالنا بھی ممکن نہ ہو۔ تو پھر اس سے طہارت کی شرط ساقط ہو جائے گی اور بغیر غسل کے اس کی قبر پر نماز ادا کی جائے گی۔ اگر نکالنا ممکن العمل ہو تو اس کو نکال کر غسل دیں اور نماز پڑھیں اور اگر جان بوجھ کر بغیر غسل دیئے دفنا دیا اور نماز پڑھی پھر قبر کھودنے کے بعد نکال کر غسل دیا۔ تو پھر دوبارہ نماز پڑھیں۔

الفصل الاول:

صالح اور غیر صالح کے جنازے کا حکم اور اس کو جلدی کرنے کی حکمت

۱۵۴۳/۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَیْهِ وَاِنْ تَكُ سِوٰی ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ۔ [متفق علیه]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۸۲/۳۔ حدیث رقم ۱۳۱۵۔ ومسلم فی صحیحه ۶۵۱/۲ حدیث رقم (۵۰۔۹۴۴)۔ والترمذی فی السنن ۳۳۵/۳ حدیث رقم ۱۰۱۵ وابن ماجه ۴۷۴/۱ حدیث رقم ۱۴۷۷۔ واحمد فی المسند ۲۴۰/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنازے میں جلدی کرو۔ اگر میّت نیک ہے تو اس کے لیے بھلائی اور بہتری ہے کہ اس کو بھلائی کی جانب جلد پہنچاؤ۔ اگر اس کے علاوہ ہے یعنی برا شخص ہے تو اس کو اپنی گردنوں سے جلدی اتارو۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں جنازے کو جلدی لے جانے کا حکم دیا گیا ہے کہ جنازے کو جلدی لے کر چلو اور جلدی چلنے سے دوڑنا مراد نہیں ہے بلکہ درمیانی چال چلے اور جلد جلد قدم اٹھائے اور قریب قریب قدم رکھے الحاصل یہ کہ چال معمولی سے زیادہ اور دوڑنے سے کم ہونی چاہیے آگے جلدی چلنے کا فائدہ بیان فرمایا ہے اگر نیک ہے تو اس کو اس کے مقام کی طرف جلدی لے جانا چاہیے تاکہ آخرت کے انعام واکرام کو جلدی حاصل کر لے۔

اگر وہ برا ہے تب بھی جلدی چلو تاکہ تم جلد از جلد اپنی گردنوں سے اس برے کا بوجھ اتار سکو۔ یہ ہے جنازے میں جلدی چلنے کی حکمت۔

صالح اور غیر صالح میّت کی پکار

۱۵۴۴/۲ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰی اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِیْ وَاِنْ كَانَتْ غَیْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِاَهْلِهَا یَا وَیْلَهَا اَیْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا یَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانُ وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ۔ [رواه البخاری]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۸۱/۳۔ حدیث رقم ۱۳۱۴۔ والنسائی فی السنن ۴۱/۴ حدیث رقم ۱۹۰۹۔ واحمد فی

المسند ۳/ ۴۱۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جنازہ تیار ہو جاتا ہے اور لوگ اس کو اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں اور اگر وہ نیک بخت ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو۔ یعنی میری منزل کی طرف اور اگر برا ہوتا ہے یعنی بد بخت تو وہ اپنے لوگوں کو کہتا ہے ہائے مصیبت مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ اس کی یہ آواز ہر چیز سنتی ہے سوائے آدمی کے اگر اس آواز کو انسان سن لے تو وہ بیہوش ہو جائے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا۔ کہ جنازے کو جلدی لے جانا چاہیے کیونکہ مؤمن آدمی جلدی چلنے کو کہتا ہے۔ اس لیے کہ وہ جنت کی نعمتیں دیکھ رہا ہوتا ہے اور اس کی طرف لپکتا ہے اور رغبت کرتا ہے جو چیزیں انسان کو بھلی لگیں وہ اسی طرف بھاگتا ہے۔ یہ انسانی فطرت بھی ہے۔

اور بد بخت آدمی عذاب کو دیکھ کر شور مچاتا ہے اور واویلا کرتا ہے کیونکہ اس کی آخرت (یعنی آنے والا جہان) بے آباد ہوتا ہے اس لیے وہ اس کی طرف رغبت نہیں کرتا۔ اور میت حقیقت میں کلام کرتی ہے اگرچہ روح نکل جائے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اس کی کیفیت اس طرح ہوتی ہے جس طرح قبر میں سوال کے لیے زندہ کیا جاتا ہے۔

تکریم میّت ضروری ہے

۳/۱۵۴۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَقْعُدْ حَتّٰى تُوْضَعَ۔ [متفق علیه]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳/ ۱۷۸۔ حدیث رقم ۱۳۱۰۔ ومسلم فی صحیحه ۲/ ۶۶۰ حدیث رقم (۷۷۔۹۶۹)۔ وابوداؤد فی السنن ۳/ ۵۱۸ حدیث رقم ۳۱۷۳ والترمذی ۳/ ۳۶۰ حدیث رقم ۱۰۴۳۔ وابن ماجه ۱/ ۴۹۲ حدیث رقم ۱۵۷۲۔

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم جنازے کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ یعنی جو شخص جنازے کے ساتھ نماز کے لیے جائے تو اس کے لیے حکم یہ ہے جنازہ کے رکھنے سے پہلے زمین پر نہ بیٹھے۔ یعنی جب تک میت لوگوں کے کندھوں سے اتار کر زمین پر نہ رکھ دی جائے یا جب تک قبر میں نہ اتاری جائے۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں میت کی تعظیم و تکریم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب جنازہ گھر سے نکلے تو میت کے احترام کے لئے اور عظمت ایمان کی وجہ سے کھڑے ہو جاؤ۔ کھڑے ہونے سے اس بات کی طرف بھی اشارہ نکلتا ہے کہ یہ وقت بے پرواہ ہونے کا نہیں ہے بلکہ بیقرار ہو کر اٹھ کر کھڑا ہو جائے اور ان کے غم میں شریک ہو جائے اور جب تک زمین پر جنازے کو نہ رکھا جائے تو بیٹھنا نہیں چاہیے بلکہ کندھا دینے کے لیے ساتھ موجود رہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ جب جنازے کے ساتھ جانے کا ارادہ نہ ہو تو اُٹھ کر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اسے اختیار حاصل ہے چاہے کھڑا ہو چاہے بیٹھا رہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ دونوں عمل مستحب ہیں اور جمہور علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیثیں منسوخ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ جو آگے آ رہی ہے۔

موت کی ہولناکی کی وجہ سے جنازے کی تکریم ضروری ہے

۱۵۴۶ /۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ مَرَّتْ جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا مَعَهٗ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا يَهُوْدِيَّةٌ فَقَالَ اِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ فَاِذَا رَاَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا۔ [متفق علیه]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۷۹/۳۔ حدیث رقم ۱۳۱۱۔ ومسلم فی صحیحه ۶۶۰/۲ حدیث رقم (۷۸۔ ۹۶۰) وابوداوٗد فی السنن ۵۱۹/۳ حدیث رقم ۳۱۷۴۔ والنسائی ۴۵/۴ حدیث رقم ۱۹۲۲۔ وابن ماجه ۴۹۲/۱۔ حدیث رقم ۱۵۴۳ واحمد فی المسند ۳۱۹/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک جنازہ گزرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے پس ہم نے کہا اے رسول خدا! یہ تو یہودیہ کا جنازہ ہے یعنی یہ مسلمان کا جنازہ نہیں ہے جس کی تکریم وتعظیم کی جائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا موت ڈر اور گھبراہٹ کی جگہ ہے۔ پس جب تم جنازے کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اگرچہ کافر ہی کا جنازہ کیوں نہ ہو اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ جنازے کی ہر لحاظ سے تکریم وتعظیم ضروری ہے۔ چاہے کافر ہی کا جنازہ کیوں نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ بیان فرمائی جس کا مفہوم ہے کہ موت ڈر اور گھبراہٹ کا مقام ہے۔ اس لیے جب جنازے کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔

۱۵۴۷ /۵ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ رَاَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَقُمْنَا وَقَعَدَ فَقَعَدْنَا يَعْنِيْ فِي الْجَنَازَةِ۔

(رواہ مسلم وفی روایة مالك وابی داود قام فی الجنازة ثم قعد بعد)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۷۹/۳۔ حدیث رقم ۱۳۱۱۔ ومسلم فی صحیحه ۶۶۰/۲ حدیث رقم (۷۸۔ ۹۶۰) وابوداوٗد فی السنن ۵۱۹/۳ حدیث رقم ۳۱۷۴۔ والنسائی ۴۵/۴ حدیث رقم ۱۹۲۲۔ وابن ماجه ۴۹۲/۱۔ حدیث رقم ۱۵۴۳ واحمد فی المسند ۳۱۹/۳۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کھڑے ہوئے تو ہم بھی کھڑے ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تو ہم بھی بیٹھ گئے۔ یعنی جنازے کو دیکھ کر۔ اس کو مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔ اور امام مالکؒ کی روایت کے مطابق کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہوئے پھر اس کے بعد بیٹھ گئے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کی تکریم وتعظیم کی خاطر کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ پہلی روایت کے دو معنی لیے جا سکتے ہیں۔ ایک معنی تو یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہوئے ہم بھی کھڑے ہو گئے اور جب نظر سے غائب ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے اور ہم بھی بیٹھ گئے۔

دوسرے معنی کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے پہل آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر کے لیے جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے اور بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے بلکہ بیٹھے رہتے تھے لہٰذا کھڑے ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل اخیر کے ساتھ منسوخ گیا۔ منسوخ کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم پہلے تھا اب نہیں ہے اور دوسری روایت کے مطابق یہی دونوں معنی ہیں اور دوسرے معنی بالکل ظاہر ہیں۔

نمازِ جنازہ اور تدفین میں شرکت کرنے پر عظیم اجر

۶/۱۵۴۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَّكَانَ مَعَهُ حَتّٰى يُصَلِّيَ عَلَيْهَا وَيَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَّمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيْرَاطٍ۔ [متفق علیه]

اخرجه البخاري في صحيحه ٢٩٧/٦۔ حديث رقم ٣٢٠٤۔ ومسلم في صحيحه ٦٥٦/٢ حديث رقم (٦٢۔ ٩٥١)۔ وابوداوٗد في السنن ٥٤١/٣ حديث رقم ٣٢٠٤۔ والترمذي ٣٤٢/٣ حديث رقم ١٠٢٢۔ والنسائي ٧٢/٤ حديث رقم ١٩٨٠ وابن ماجه ٤٦٠/١ حديث رقم ١٥٣٤۔ ومالك في الموطأ ٢٢٦/١ حديث رقم ١٤ من كتاب الجنائز۔ واحمد في المسند ٢٨١/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص مسلمان کے جنازے کے ساتھ ایمان اور ثواب کے طلب کرنے کی نیت سے جائے اور اس کے ساتھ نمازِ جنازہ تک رہے اور اس کو دفن کر کے فارغ ہونے تک ساتھ رہے۔ تحقیق وہ دو قیراط اجر لے کر واپس لوٹتا ہے۔ ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے اور جو شخص نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کرنے سے پہلے لوٹ جائے تو ایک قیراط ثواب لے کر لوٹتا ہے۔ اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں نمازِ جنازہ میں شرکت کرنے اور اس کی تدفین میں شامل ہونے پر اجر عظیم کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ جو مسلمان یہ دونوں کام کرے اس کو دو قیراط کا ثواب ملے گا۔ شارح نے لکھا ہے قیراط دینار کے بارہویں حصے کو کہتے ہیں اور یہاں قیراط سے مراد عظیم حصہ ہے یعنی بڑا ڈھیر۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جو جنازے کے ساتھ چلا اور دفن کر کے واپس آیا اس کو تین قیراط ثواب ملے گا۔ (مرقاۃ) ایک قیراط نماز کے لیے یعنی نمازِ جنازہ پڑھنے پر اور دو تدفین کے لیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نجاشی کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا

۷/۱۵۴۹ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَّ الْيَوْمَ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ وَخَرَجَ بِهِمْ اِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ۔ [متفق علیه]

اخرجه البخاري في صحيحه ٢٩٧/٦۔ حديث رقم ٣٢٠٤۔ ومسلم في صحيحه ٦٥٦/٢ حديث رقم (٦٢۔ ٩٥١)۔ وابوداوٗد في السنن ٥٤١/٣ حديث رقم ٣٢٠٤۔ والترمذي ٣٤٢/٣ حديث رقم ١٠٢٢۔ والنسائي ٧٢/٤ حديث رقم ١٩٨٠ وابن ماجه ٤٦٠/١ حديث رقم ١٥٣٤۔ ومالك في الموطأ ٢٢٦/١ حديث رقم ١٤ من كتاب الجنائز۔ واحمد في المسند ٢٨١/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن نجاشی مرا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مرنے کی خبر لوگوں تک پہنچائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر عیدگاہ کی طرف نکلے پھر ان کے ساتھ صف باندھی اور چار تکبیریں کہیں۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی۔ نجاشی حبشہ کے بادشاہ کا

لقب تھا اور اس نجاشی کا نام جس پر آپ ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھی اصحمہ تھا۔ پہلے وہ عیسائیوں کے دین پر تھا۔ پھر حضور ﷺ پر ایمان لے آیا اور ہجرت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوب خدمت کی۔ پس جب وہ فوت ہوا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو بتایا اور عید گاہ جا کر غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ جو کوئی مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھے گا۔ اس کو اجر نہیں ملے گا۔ یعنی وہ اجر سے محروم رہے گا اور ابن ہمام نے خلاصہ میں لکھا ہے کہ میّت اور قوم مسجد میں ہوں اور اس حالت میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے یا میّت مسجد سے باہر ہو اور ساری قوم یا بعض قوم مسجد میں ہو اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس صورت میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ جب میّت مسجد سے باہر ہو اور بعض نے کہا ہے۔ مکروہ تحریمی ہے اور بعضوں نے اس کو تنزیہی کہا ہے اور اس حدیث کی روشنی میں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ غائب پر جائز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں۔ احناف کہتے ہیں کہ اس میں احتمال ہے کہ نجاشی کا جنازہ حضور ﷺ کے سامنے آ گیا ہو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ درمیان میں حائل رکاوٹوں کو مٹانے پر قادر ہے اور حضور ﷺ سامنے جنازے کو دیکھ رہے ہوں۔ یہ خصوصیت حضور ﷺ کو حاصل ہوئی ہے دوسروں کو نہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے نجاشی کا جنازہ آپ ﷺ پر ظاہر کر دیا گیا اور آپ ﷺ نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی۔

نمازِ جنازہ میں تکبیرات کا مسئلہ

۸/۱۵۵۰ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ کَانَ زَیْدُ بْنُ اَرْقَمَ یُکَبِّرُ عَلٰی جَنَائِزِنَا اَرْبَعًا وَاَنَّہٗ کَبَّرَ عَلٰی جَنَازَۃٍ خَمْسًا فَسَأَلْنَاہُ فَقَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکَبِّرُھَا۔ [رواہ مسلم]

اخرجه مسلم فی صحیحه ۶۵۹/۲ حدیث رقم (۷۲۔ ۹۵۷)۔ وابوداؤد فی السنن ۵۳۷/۳ حدیث رقم ۳۱۹۷۔ والترمذی فی السنن ۳۴۳/۳ حدیث رقم ۱۰۲۳۔ والنسائی ۲۷/۴ حدیث رقم ۱۹۸۲۔ وابن ماجه ۴۸۲/۱ حدیث رقم ۱۵۰۵۔ واحمد فی المسند ۳۶۷/۴۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ صحابی ہمارے جنازوں پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے اور ایک جنازے پر انہوں نے پانچ تکبیریں کہیں۔ پس ہم نے پوچھا کہ آپ تو ہمیشہ چار تکبیریں کہتے تھے۔ آج پانچ کیوں کہیں تو وہ فرمانے لگے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی پانچ تکبیریں کہتے تھے۔ اس کو مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں نمازِ جنازہ کی تکبیرات کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا تکبیروں کی تعداد پانچ ہے یا چار۔ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تکبیرات چار ہیں۔ اس پر اجماع ہے کہ پانچ تکبیریں کبھی کبھار کہی گئی ہیں۔ یا ابتداء میں کہی تھیں اور حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ بھی منقول ہیں۔ لیکن علماء نے لکھا ہے کہ آخر الامر آپ ﷺ سے چار ہی ثابت ہوتی ہیں۔ جو چار کے علاوہ منقول ہیں وہ منسوخ ہیں اور اگر زید بن ارقم صحابیؓ نسخ کے قائل نہ ہوں۔ تو ان کی وجہ سے اجماع میں کچھ ضرر واقع نہیں ہوتا۔

نمازِ جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ

۱۵۵۱/ ۹ وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ فَقَالَ لِتَعْلَمُوْا اَنَّهَا سُنَّةٌ۔ [رواہ البخاری]

اخرجه البخاري في صحيحه ۲۰۳/۳۔ حديث رقم ۱۳۳۵۔ وابوداوٗد في السنن حديث رقم ۳۱۹۸ والترمذي في السنن ۳۴۵/۳ حديث رقم ۱۰۲۶۔ النسائي ۷۵/٤ حديث رقم ۱۹۸۸ وابن ماجه ۴۷۹/۱ حديث رقم ۱۴۹۵۔

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوف تابعیؒ سے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے جنازہ کی نماز پڑھی۔تو انہوں نے تکبیر اولیٰ کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ میں نے سورۃ فاتحہ پڑھی تا کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ نمازِ جنازہ میں سورۃ فاتحہ کے پڑھنے اور نہ پڑھنے کے بارے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت سے مراد یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کا نمازِ جنازہ میں پڑھنا واجب نہیں ہے انتہیٰ۔اگر سورۃ فاتحہ پڑھی ثنا کے لیے تو یہ سنت کے قائم مقام ہوتی ہے اور ابن ہمامؒ نے کہا ہے کہ نمازِ جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔مگر ثنا کی نیت سے پڑھے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازِ جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ثابت نہیں ہے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کو جنازہ میں نہیں پڑھتے تھے۔انتہیٰ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پڑھنا واجب ہے پس ان کے نزدیک سنت سے مراد طریقہ ہے۔پس اس تاویل سے وجوب کی نفی نہ ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جنازے کے موقع پر جامع دُعا

۱۵۵۲/ ۱۰ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ قَالَ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذٰلِكَ الْمَيِّتُ۔ [رواہ مسلم]

اخرجه مسلم في صحيحه ۶۶۲/۲ حديث رقم (۸۵۔ ۹۶۳)۔ والنسائي في السنن ۸۳/٤ حديث رقم ۱۹۸۳۔ وابن ماجه ۴۸۱/۱ حديث رقم ۱۵۰۰۔

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی۔پس میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یاد کرلی۔یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیسری تکبیر کے بعد فرماتے تھے اے اللہ اس کے گناہوں کو بخش دے۔اس کی نیکیوں کو قبول کر اور اس کو مکروہات سے نجات عطا فرما اور اس کی تقصیرات کو معاف فرما اور جنت میں اس کی مہمانی بہتر کر دے اور اس کی قبر کو کشادہ کر دے اس کو پانی' برف اور اولے کے ساتھ پاک اور اس کو گناہوں سے پاک کر دے جیسا کہ تو

سفید کپڑے کو میل سے صاف کرتا ہے اور دنیا کے گھر سے بہتر گھر بدلہ میں اور بہتر اہل عطا فرما دنیا کے اہل والوں سے یعنی (خادموں) سے اور دنیا کی بیوی سے بہتر بیوی عنایت فرما اور اس کو جنت میں داخل کر دے (ابتداً) اور اس کو عذابِ قبر سے پناہ دے یا فرمایا دوزخ کے عذاب سے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کو قبر کے فتنہ سے بچا یعنی فرشتوں کے جواب میں پریشانی ہے اور آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے جب میں نے یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس میت کے بارے میں سنی تو مجھے رشک آنے لگا۔ یہاں تک کہ میرے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ کاش میں اس مرنے والے کی جگہ میں ہوتا۔ اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ دعا کا خلاصہ کچھ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میت کے لیے دعا فرمائی یا الٰہی! اس کو دنیا کی عورتوں سے بہتر بیوی یعنی حورِعین عنایت فرما۔ پس اس بات میں کوئی اشکال نہیں ہے کہ دنیا کی عورتیں حوروں سے افضل ہونگی۔ نماز، روزے کی وجہ سے جیسے کہ حدیث میں وارد ہو چکا ہے اور منیہ میں لکھا ہے کہ اس دعا کو آہستہ پڑھنا مستحب ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کے لیے پکار کر پڑھی ہے۔ یہ دعا نسائی اور ترمذی رحمہ اللہ نے بھی روایت کی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے جو دعائیں میت کے لیے حدیث میں وارد ہوئی ہیں۔ ان میں یہ دعا سب سے بہتر ہے۔

مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کا ثبوت

۱۱/۱۵۵۳ وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ لَمَّا تُوُفِّیَ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَتْ اُدْخُلُوْا بِهِ الْمَسْجِدَ حَتّٰی اُصَلِّیَ عَلَیْهِ فَاُنْکِرَ ذٰلِكَ عَلَیْهَا فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَقَدْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی ابْنَیْ بَیْضَاءَ فِی الْمَسْجِدِ ، سُهَیْلٍ وَ اَخِیْهِ۔ [رواه مسلم]

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲/۶۶۹ حدیث رقم (۱۰۱۔ ۹۷۳)۔ وابوداؤد فی السنن ۳/۵۳۱ حدیث رقم ۳۱۹۰۔

ترجمہ: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ ان کو مسجد میں داخل کرو۔ تاکہ میں بھی نمازِ جنازہ میں شریک ہوسکوں۔ تو لوگوں نے مسجد میں داخل کرنے سے انکار کر دیا۔ تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں۔ البتہ تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیضاء کے دونوں بیٹوں کی مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھی تھی یعنی سہل اور اس کے بھائی کی۔ اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کے بارے میں ائمہ کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مذکورہ حدیث کی رو سے مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنی جائز ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے کہ صحابہ کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کا انکار کر دیا اور عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کا نہیں تھا۔ چنانچہ مسجد کے قریب ایک جگہ مقرر تھی۔ وہاں نمازِ جنازہ پڑھی جاتی تھی اور ابوداؤد شریف میں ممانعت کی حدیث بھی موجود ہے کہ جو کوئی مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھے گا اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو جواز کی روایت پیش کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھی۔ یہ عذر کی بنا پر تھا کہ بارش برس رہی تھی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم معتکف تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں صراحتاً آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معتکف تھے اس لیے مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھی۔

نمازِ جنازہ پڑھاتے وقت امام کہاں کھڑا ہو اس کے تعین کے بارے میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف

۱۵۵۴/۱۲ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِمْرَاَةٍ مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا فَقَامَ وَسْطَهَا۔ [متفق عليه]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۰۱/۳۔ حدیث رقم ۱۳۳۱۔ ومسلم فی صحیحه ۶۶۴/۲ حدیث رقم (۸۷۔ ۹۶۴)۔ وابوداؤد فی السنن ۵۳۶/۳ حدیث رقم ۳۱۹۵۔ والترمذی ۳۵۳/۳ حدیث رقم ۱۰۳۵۔ والنسائی ۷۰/٤ حدیث رقم ۱۹۷۶۔ وابن ماجه ٤۷۹/۱ حدیث رقم ۱٤۹۳۔ واحمد فی المسند ۱٤/۵۔

ترجمہ: حضرت سمرۃ بن جندب سے روایت ہے کہ میں نے ایک عورت کے جنازے کے موقع پر جو نفاس کی وجہ سے فوت ہوگئی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں کھڑے ہوئے۔ (بخاری اور مسلم)

تشریح ۞ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نمازِ جنازہ پڑھاتے وقت امام کہاں کھڑا ہو اس کے بارے میں ائمہ کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

امام شافعیؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ امام عورت کے کولہوں کے سامنے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے اور مرد کے سر کے سامنے کھڑا ہو۔ یہ حدیث دلیل ہے عورتوں کی نماز کے لیے اور دوسری بات دوسری حدیث سے ثابت ہے ہمارے نزدیک یہ ہے کہ امام میت کے سینے کے سامنے کھڑا ہو خواہ مرد ہو یا عورت۔ شیخ ابن ہمام نے کہا ہے کہ حدیث سینے کے سامنے کھڑے ہونے کے منافی نہیں ہے۔ اس لیے کہ سینہ تمام اعضاء کے درمیان میں ہوتا ہے اوپر سر اور ہاتھ ہوتے ہیں۔ نیچے پیٹ اور پاؤں ہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سینہ کے سامنے کھڑے ہوئے ہوں' کولہوں کی طرف مائل ہوں۔ راوی نے دونوں چیزوں کی قربت کی وجہ سے گمان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے درمیان کولہوں کے سامنے کھڑے ہوتے ہوں۔

اور شمنی نے کہا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ امام عورت کے کولہوں کے سامنے کھڑا ہو۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس سلسلے میں کوئی حد مقرر نہیں ہے جس جگہ بھی کھڑا ہو جائے درست ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا

۱۵۵۵/۱۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ دُفِنَ لَيْلًا فَقَالَ مَتٰى دُفِنَ هٰذَا قَالُوا الْبَارِحَةَ قَالَ اَفَلَا اٰذَنْتُمُوْنِيْ قَالُوْا دَفَنَّاهُ فِيْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ فَكَرِهْنَا اَنْ نُّوْقِظَكَ فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ۔ [متفق عليه]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱۷۱/۳۔ حدیث رقم ۱۲٤۷۔ ومسلم فی صحیحه ۶۵۸/۲ حدیث رقم (۶۹۔ ۹۵٤)۔ وابن ماجه ٤۹۰/۱ حدیث رقم ۱۵۳۰۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک قبر پر سے ہوا جس میں مردے کو رات کے وقت دفن کیا گیا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کب دفن کیا گیا تھا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا آج۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ کہ ہم نے اس کو اندھیری رات میں دفن کیا تھا۔ پس ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگانا ناپسند سمجھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی پھر اس پر نماز پڑھی۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ بعد از تدفین قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی جا سکتی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ بن براء بن عمیرؓ کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی۔

قبر کو منور کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا

۱۵۵۶/۱۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ اِمْرَاَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ اَوْ شَابٌّ فَفَقَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ عَنْهَا اَوْ عَنْهُ فَقَالُوْا مَاتَ قَالَ اَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُوْنِیْ قَالَ فَكَاَنَّهُمْ صَغَّرُوْا اَمْرَهَا اَوْ اَمْرَهٗ فَقَالَ دُلُّوْنِیْ عَلٰى قَبْرِهٖ فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰى اَهْلِهَا وَاِنَّ اللّٰهَ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِیْ عَلَيْهِمْ۔ [متفق عليه ولفظه لمسلم]

اخرجه البخاری فی صحیحه ٢٠٤/٣۔ حدیث رقم ١٣٣٧۔ ومسلم فی صحیحه ٦٥٩/٢ حدیث رقم (٧١۔٩٥٦)۔ وابن ماجه ٤٩٠/١ حدیث رقم ١٥٣٣۔ واحمد فی المسند ٣٨٨/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کالے رنگ کی عورت مسجد (نبویؐ) میں جھاڑو دیتی تھی یا ایک تو جوان تھا جو جھاڑو دیا کرتا تھا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو موجود نہ پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے اس عورت یا جوان کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں گیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا مرگئی یا مرگیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آپ لوگوں نے مجھے کیوں نہیں بتایا تا کہ میں بھی نماز جنازہ پڑھتا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ صحابہؓ نے حقیر جانا (کم جانا) اس عورت کو یا اس شخص کو کہ کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اس شخص کے لیے آپ کو تکلیف دیں۔ حقیقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم مقصود تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر کے بارے میں بتادو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی قبر کے بارے میں بتایا گیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قبر پر نماز پڑھی اور ارشاد فرمایا کہ قبر تاریکیوں سے بھری ہوتی ہے میرے نماز پڑھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مردوں کے لیے قبر کو روشن کر دیتا ہے۔ جو اس پر میں نے نماز پڑھی۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔ اس کے لفظ مسلم کے ہیں۔

تشریح ۞ اس روایت میں راوی کو شک ہے کہ عورت جھاڑو دیتی تھی یا مرد جھاڑو دیتا تھا اور ان قبروں سے مراد وہ قبریں ہیں جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمازِ جنازہ پڑھنا ممکن تھا اور اس میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے کہ آیا قبروں پر نمازِ جنازہ پڑھنا چاہیے یا نہیں۔ جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ پڑھنا مشروع ہے خواہ پہلے پڑھ چکے ہوں یا نہ پڑھ چکے ہوں۔

ابراہیم نخعیؒ ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر پہلے نمازِ جنازہ نہ پڑھی ہو تو پڑھنا درست ہے۔ اگر پہلے پڑھ چکے

ہوں تو پڑھنا درست نہیں ہے لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک شرط یہ ہے کہ اگر میت قبر میں پھٹی نہ ہو تو نماز پڑھنا درست ہے۔ اگر پھٹ گئی ہے تو درست نہیں ہے بعضوں نے اس بات کا اندازہ تین دن سے کیا ہے اگر دفن کرنے کے بعد تین دن نہیں گزرے تو سمجھ لیجئے کہ مردہ نہیں پھٹا اگر تین دن یا زیادہ گزر چکے ہوں تو جان لیجئے کہ وہ پھٹ چکا ہوگا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حدیثوں میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ قبروں پر نماز جنازہ پڑھ لیا کرتے تھے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے جو کہ دوسرے لوگوں کے لئے حکم نہیں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبروں کے نورانی ہونے کے لیے پڑھتے تھے اور مطلقاً درست نہیں ہے۔

چالیس موحد آدمیوں کے جنازے میں حاضر ہونے کی فضیلت

۱۵/۱۵۵۷ وَعَنْ كُرَيْبٍ مَّوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ مَاتَ لَهٗ ابْنٌ بِقُدَيْدٍ اَوْ بِعُسْفَانَ فَقَالَ يَا كُرَيْبُ انْظُرْ مَا اجْتَمَعَ لَهٗ مِنَ النَّاسِ قَالَ فَخَرَجْتُ فَاِذَا نَاسٌ قَدِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ تَقُوْلُ هُمْ اَرْبَعُوْنَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَخْرِجُوْهُ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ۔ [رواہ مسلم]

اخرجه مسلم في صحيحه ٦٥٥/٢ حديث رقم (٥٩۔ ٩٤٨)۔ وابن ماجه ٤٧٧/١ حديث رقم ١٤٨٩۔ واحمد في المسند ٢٧٧/١۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام حضرت کریب رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ ان کا بیٹا مقام قدید میں یا عسفان میں فوت ہوگیا۔ یہ دونوں جگہوں کے نام ہیں اور مکہ کے قریب ہیں پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دیکھو اس کی نماز جنازہ کے لیے کس قدر لوگ جمع ہیں۔ کریب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نکلا تو دیکھا بہت زیادہ لوگ جمع ہو چکے تھے۔ میں نے آکر ان کو بتایا تو انہوں نے کہا کہ کیا تیرے گمان کے مطابق چالیس آدمی ہونگے۔ کہا ہاں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا جنازہ کو نکالو۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جب کوئی مسلمان مرجائے اور اس کی نماز جنازہ میں چالیس آدمی شریک ہو جائیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرماتے ہیں۔ اس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

۱۶/۱۵۵۸ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَيِّتٍ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ اُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهٗ اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ۔ [رواہ مسلم]

اخرجه البخاري في صحيحه ٢٢٨/٣۔ حديث رقم ١٣٦٧۔ ومسلم في صحيحه ٦٥٥/٢ حديث رقم (٦٠۔ ٩٤٩)۔ والترمذي في السنن ٣٧٣/٣۔ حديث رقم ١٠٥٩۔ والنسائي ٤٩/٤ حديث رقم ١٩٣٢۔ واحمد في المسند ٢٨١/٣۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں جب میت کی نماز جنازہ مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت پڑھے جن کی تعداد سو کو پہنچ جائے۔ تو سب اس کے لیے شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت میت کے حق میں قبول ہو جائے گی۔ اس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے جنازے میں سو آدمی شریک ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان سو آدمیوں کی شفاعت کو میت کے حق میں قبول فرما لیتے ہیں۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ اگر چالیس (۴۰) آدمی شریک ہو جائیں جو خدا کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت بھی میت کے حق میں قبول فرما لیتے ہیں۔

ممکن ہے کہ پہلے سو کی فضیلت اُتری ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے حال پر فضل و کرم فرماتے ہوئے چالیس ۴۰ کے جمع ہونیکی فضیلت اتاری ہو۔ احتمال ہے کہ دونوں عددوں سے کثرت مراد ہے نہ کہ خاص عدد۔

لوگوں کے تذکرے کی بنا پر میّت کے ساتھ سلوک (جنت یا دوزخ)

۱۵۵۹/۱۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰى فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ مَا وَجَبَتْ فَقَالَ هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ (متفق عليه وفى رواية) اَلْمُؤْمِنُوْنَ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ۔ [متفق عليه]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک جنازے پر گزرے۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا تذکرہ بھلائی کے ساتھ کیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا واجب ہوئی۔ پھر وہ دوسرے جنازے پر گزرے پس انہوں نے اس کا برائی کے ساتھ تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا واجب ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا واجب ہوئی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کی تم نے تعریف کی اس کے لیے جنت اور جس شخص کا تم نے برائی کے ساتھ ذکر کیا ہے اس کے لیے دوزخ واجب ہو چکی ہے۔ پس تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو جاؤ۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ مؤمن زمین میں اللہ کے گواہ ہیں۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح لوگ مرنے والے کا تذکرہ فرمائیں گے اسی طرح کا میت کے ساتھ سلوک کیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے جس میت کا اچھا تذکرہ فرمایا۔ تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ جنت واجب ہو چکی ہے اور جس میت کا برا تذکرہ فرمایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جہنم واجب ہو چکی ہے۔ مؤمن زمین میں بطور اللہ کے گواہ کے ہیں۔

اور مظہر نے کہا ہے یہ حکم عام نہیں ہے کہ جس شخص کے حق میں ایک جماعت گواہی دیدے خیر یا شر کی۔ تو پہلے کے لیے جنت کی امید کی جا سکتی ہے اور دوسرے کے لیے دوزخ کا خوف مراد ہو سکتا ہے باقی یہ بات کہ آپ ﷺ نے جو دوزخ اور جنت کے واجب ہونے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ وہ اس وجہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ ربّ العزت نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطلع کر دیا ہو۔ بلکہ زین العرب نے کہا ہے کسی کا بھلائی اور برائی کے ساتھ ذکر کرنا اس کے جنت اور جہنم کے واجب ہونے کو ثابت نہیں کرتا۔ بلکہ یہ جنتی اور دوزخی ہونے کی علامت ہے۔ کسی نیک آدمی کی تعریف کرنا اپنی ذاتی خواہش کے بغیر اور کسی کو برا کہنا' یہ علامت تو ہو سکتی ہے جنتی اور دوزخی ہونے کی۔ ورنہ اگر کوئی فاسق شخص اٹھ کر۔ اہل فسق کی تعریف کرے۔ یا ایک نیک بخت

آدمی کی تعریف بیان کرے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ باقی حدیث میں جو آیا ہے کہ تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔ یہ اکثریت کے اعتبار سے فرمایا ہے کہ بندہ جیسا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ویسے ہی بندوں سے کہلواتا ہے اور یہ کہنا کہ جنتی اور جہنمی ہونے کی علامت ہے یہ بات ہرگز نہیں ہے جو کچھ صحابہ کرامؓ یا مؤمن کہہ دیں۔ ان کے کہنے سے جنتی نہیں ہو جائیگا اور نہ ان کے کہنے سے دوزخی بن جائے گا۔ بلکہ اس کو جنتی کہنا اور کسی کو جہنمی کہہ دینا قطعاً جائز نہیں ہے۔ اگرچہ اس کے لیے کثیر جماعت گواہی دے۔ بلکہ اس کے لیے جنت کی امید کی جاسکتی ہے کہ اس کے لیے ایک جماعت نے بھلائی (نیکی) کی گواہی دی ہے اور اگر اس کے لیے ایک کثیر جماعت نے برائی کی گواہی دی ہے۔ تو دوزخ کے عذاب کا خوف کیا جاسکتا ہے قطعی طور پر جنتی اور جہنمی ہونے کی گواہی نہیں دی جاسکتی۔ واللہ اعلم۔

مؤمنوں کی گواہی پر جنت کا فیصلہ آپ ﷺ کی زبانی

۱۵۶۰/۱۸ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهٗ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ قُلْنَا وَثَلَاثَةٌ قَالَ وَثَلَاثَةٌ قُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ۔ [رواہ البخاری]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۲۹/۳ حدیث رقم ۱۳۶۸۔ والنسائی فی السنن ۵۰/٤ حدیث رقم ۱۹۳٤۔ واحمد فی المسند ۲۲/۱۔

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس مسلمان کے حق میں چار شخص بھلائی کی گواہی دیں اللہ تعالیٰ اس کو بہشت (جنت) میں داخل کرے گا۔ ہم نے کہا اگر تین شخص گواہی دیں تو پھر بھی جنت میں داخل کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تین آدمی بھی گواہی دیں تب بھی داخل کریگا اور ہم نے کہا اگر دو آدمی گواہی دیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا دو بھی پھر ہم نے ایک شخص کی گواہی کے بارے میں نہیں پوچھا۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ بندے کو اس کی نیکی کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ مؤمنوں کا اس پر گمان درست ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے کہ یہ صالح انسان ہے جیسے کہ کہا گیا ہے: السنة الخلق اقلام الحق۔ یعنی مخلوق کی زبانیں حق کے قلم ہیں۔

میت کو برا مت کہو

۱۵۶۱/۱۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا۔ [رواہ البخاری]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۵۸/۳۔ حدیث رقم ۱۳۹۳۔ والنسائی فی السنن ۵۳/٤ حدیث رقم ۱۹۳٦۔ والدارمی ۳۱۱/۲ حدیث رقم ۲۵۱۱۔ واحمد فی المسند ۱۸۰/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مردوں کو برا مت کہو۔ تحقیق وہ اس چیز کا بدلہ پالیں گے جو انہوں نے آگے بھیجی ہے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مردوں کو برا کہنے سے اور لعن کرنے اور گالیاں وغیرہ دینے سے سختی سے منع فرمایا ہے اگر چہ وہ کافر و عاجز ہی کیوں نہ ہو۔ مگر جس کا کفر پر مرنا یقیناً ثابت ہو چکا ہے تو اس کو برا کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسے فرعون۔ ابولہب ابوجہل وغیرہ۔ اس لیے کہ جیسا انہوں نے دنیا میں کام کیا۔ اس کا بدلہ پالیا اگر مرنے والا نیک آدمی ہے تو وہ اللہ کی طرف سے ثواب پائیگا اور جنت حاصل کرے گا۔ اس کو برا نہیں کہنا چاہیے اگر بدکار ہے شاید کہ مرنے کے بعد اللہ نے اس کے گناہوں کو بخش دیا ہو۔ اگر نہ بھی بخشا ہو تو تمہیں اس کی برائی کرنے میں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ اس لیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مرنے کے بعد مردے کو گالی مت دو۔ یعنی اس کو برا نہ کہو۔ کیونکہ وہ اعمال کا بدلہ آخرت میں حاصل کرلے گا۔

تدفین کے وقت قاریٔ قرآن کا اکرام

۲۰/۱۵۶۲ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْ لَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوْا۔ [رواه البخاری]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۱۲/۳۔ حدیث رقم ۱۳۴۷۔ والترمذی فی السنن ۳۵۴/۳ حدیث رقم ۱۰۳٦۔ والنسائی ٦۲/٤ حدیث رقم ۱۹۵۵۔ وابن ماجه ٤۸۵/۱ حدیث رقم ۱۰۳٦۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ شہدائے اُحد میں سے دو شخصوں کو ایک کپڑے میں جمع کرتے تھے پھر فرماتے تھے کہ ان میں سے قرآن کس کو زیادہ یاد ہے؟ جب اشارے سے آپ ﷺ کو ایک کے بارے میں بتا دیا جاتا تو اس کو قبر میں آگے کر دیتے یعنی قبلہ کی جانب گویا کہ وہ قاری ہونے کی وجہ سے امام ہو جاتا اور فرماتے کہ میں قیامت کے دن گواہی دوں گا کہ یا اللہ تیرے راستے میں مارے گئے اور پھر آپ ﷺ نے ان کو ان کے خون سمیت دفن کرنے کا حکم فرمایا اور نہ ان پر نماز پڑھی اور نہ ہی ان کو غسل دیا۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح عرب میں کپڑے کی قلت کی وجہ سے ایک کپڑے میں دو کو دفن کیا گیا۔ علامہ طیبیؒ نے لکھا ہے فی ثوب واحد سے مراد فی قبر واحد ہے یعنی اس سے مراد ہے کہ دو آدمیوں کو ایک قبر میں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہید کے لیے نہ غسل ہے نہ نماز۔ شہید کو غسل نہ دینے پر تمام ائمہ کرام کا اتفاق ہے اور نماز نہ پڑھنے کے بارے میں اختلاف ہے امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ نماز نہ پڑھے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھنی چاہیے ان کی دلیل بہت زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے۔

جنازے کے ساتھ پیدل چلنا

۲۱/۱۵٦۳ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفَرَسٍ مَعْرُوْرٍ فَرَكِبَهٗ حِيْنَ انْصَرَفَ مِنْ جَنَازَةِ ابْنِ الدَّحْدَاحِ وَنَحْنُ نَمْشِيْ حَوْلَهٗ۔ [رواه مسلم]

اخرجه مسلم فی صحیحه ٦٦٤/۲ حدیث رقم (۸۹۔ ۹٦۵)۔ وابوداوٗد فی السنن ۵۲۱/۳ حدیث رقم ۳۱۷۸۔ والترمذی ۳۳٤/۳ حدیث رقم ۱۰۱۳۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بغیر زین کے گھوڑا لایا گیا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے اس وقت کہ جب ابن دحداح کے جنازے سے لوٹے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد چل رہے تھے اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جنازے کے ساتھ پیدل چلنا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابن دحداح رضی اللہ عنہ کے جنازے کے ساتھ پیدل چلے اور فرمایا کہ ملائکہ پیدل چلتے ہیں۔ سوار ہونا مناسب نہیں سمجھا اور جب جنازے سے واپس ہوئے تو سوار ہوئے پس اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جنازے سے لوٹتے ہوئے سوار ہونا مکروہ نہیں ہے۔

الفصل الثانی:

جنازے کے ساتھ چلنے کا طریقہ

۲۲/۱۵۶۴ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاكِبُ يَسِيْرُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِيْ يَمْشِيْ خَلْفَهَا وَاَمَامَهَا وَعَنْ يَّمِيْنِهَا وَعَنْ يَّسَارِهَا قَرِيْبًا مِنْهَا وَالسِّقْطُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَيُدْعٰى لِوَالِدَيْهِ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ (رواه ابو داود وفی رواية احمد والترمذی والنسائی وابن ماجة) قَالَ الرَّاكِبُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِيْ حَيْثُ شَاءَ مِنْهَا وَالطِّفْلُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَفِى الْمَصَابِيْحِ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ زِيَادٍ۔

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۵۲۲/۳ حديث رقم ۳۱۸۰۔ والترمذی فی السنن ۳۴۹ حديث رقم ۱۰۳۱۔ والنسائی ۵۵/٤ حديث رقم ۱۹٤۲۔ وابن ماجه ٤۷۵/۱ حديث رقم ۱٤۸۱۔ واحمد فی المسند ۲٤۷/٤۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سوار جنازے کے پیچھے چلے اور پیدل چلنے والا اس کے پیچھے چلے اور آگے چلے اور اس کے دائیں بائیں چلے اور کچے بچے (یعنی ناتمام بچے) کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے اور اس کے ماں باپ کے لیے اگر دونوں مسلمان ہوں، بخشش و رحمت کی دعا کی جائے۔ اس کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔ احمد ترمذی اور نسائی ابن ماجہؒ کی ایک روایت کے اندر اس طرح ہے فرمایا سوار جنازے کے پیچھے چلے اور پیادہ (پیدل چلنے والا) جس طرف چاہے چلے اور لڑکا مر جائے تو اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے اور مصابیح میں روایت مغیرہ بن زیاد سے ہے۔

تشریح: اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ سوار جنازے کے پیچھے چلے۔ یہ عذر پر محمول ہے یا جواز پر اور ہمارے نزدیک پیدل چلنے والے کے لیے پیچھے چلنا افضل ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک آگے چلنا افضل ہے اور جنازے کے دائیں بائیں چلنا جائز ہے اور چاروں طرف چلنے میں بہتر یہ ہے کہ وہ جنازے کے قریب رہے۔ تاکہ بوقت ضرورت معین و مددگار رہے۔

اور ناتمام بچے پر ہمارے اور امام شافعیؒ کے نزدیک نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی جب پیدا ہوتے وقت زندگی کی کوئی علامت پائی جائے۔ یعنی بچے کی پیدائش کے وقت عضو اس کا کوئی حرکت کرے اور اس کے بعد مر جائے۔

اور امام احمدؒ کے نزدیک اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے جب وہ چار مہینے اور دس دن کے بعد پیدا ہو۔ اگرچہ آواز کا نکلنا معلوم نہ ہو اور ابن ہمام نے کہا ہے کہ اس میں بہتر یہ ہے کہ اس کا اکثر حصہ نکل چکے اور وہ زندہ ہو۔ یعنی اگر آدھے سے زیادہ نکل

آیا اور حرکت بھی کرتا ہے تو نماز پڑھی جائے اور اگر کم نکلا ہے تو نماز نہیں پڑھی جائے گی اور اس کے ماں باپ کے لیے دعا کی جائے اور ہمارے نزدیک مستحب یہ ہے کہ تکبیر اولیٰ کے بعد **سبحانك اللّٰهم وبحمدك......** پڑھے اور دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھے۔ جو التحیات میں پڑھتے ہیں اور تیسری تکبیر کے بعد **اللّٰهم اغفر لحینا ......** اور لڑکے کے جنازے پر **اللهم اجعله لنا فرطًا واجعله لنا ذخرًا واجعله لنا شافعًا ومشفعًا** پڑھے اور دوسری روایت میں لفظ سقط کی بجائے **لکفل** واقع ہوا ہے مراد دونوں سے ایک ہی ہے (یعنی ناتمام بچہ) لڑکے پر نماز پڑھنے کے بارے میں کلام ہے اور مصابیح میں مغیرہ بن زیاد ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ معلوم نہیں کہ یہ تحریف کیونکر واقع ہوئی ہے۔ اس لیے کہ مغیرہ بن زیاد نہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں اور نہ ہی تابعین رحمہم اللہ میں سے ہیں اور یہ حدیث مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔

جنازے سے آگے چلنے پر شیخین کا عمل

۱۵۶۵/ ۲۳ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يَمْشُوْنَ اَمَامَ الْجَنَازَةِ۔ (رواه احمد وابوداد وابن ماجة وقال الترمذي واهل الحديث كانهم يرونه مرسلا)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۵۲۲/۳۔ حدیث رقم ۳۱۷۹۔ والترمذی فی السنن ۳۲۹/۳ حدیث رقم ۱۰۰۷۔ والنسائی ۵٦/٤ حدیث رقم ۱۹٤٤۔ وابن ماجه ٤٧٥/١ حديث رقم ١٤٨٢۔ ومالك في الموطأ ٢٢٥/١ حديث رقم ٨ من كتاب الجنائز۔ واحمد في المسند ٨/٢۔

ترجمہ: زہری سے روایت ہے کہ سالم نے نقل کی اور انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا۔ یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ جنازے کے آگے چلتے تھے۔ اس کو امام احمد ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ ابن ماجہؒ اور امام ترمذی اور اہل حدیث اس کو مرسل جانتے ہیں۔

تشریح ۞ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ وہ جنازے کے آگے چلا کرتے تھے اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی جنازے کے آگے چلتے تھے۔

یہ حدیث امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی دلیل ہے ان حضرات کے نزدیک جنازے کے آگے چلنا افضل ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مابعد حدیث پر عمل کر کے کہا ہے کہ پیچھے چلے یہ مناسب ہے۔ لوگ جنازے کو دیکھ کر عبرت پکڑتے ہیں اور جنازے کو کندھا دینے کے لیے مستعد رہتے ہیں اور پیچھے چلنے سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ وہ لوگ رخصت کرنے والوں کی طرح ہیں جس طرح مہمان کو رخصت کرتے ہیں۔ جنازے کے ساتھ چلنے والے کے لیے کلام کرنا اور بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے اور قرآن پڑھنا بھی مکروہ ہے بلکہ اپنے دل میں اللہ کو یاد کرے اور اہل حدیث اس حدیث کو مرسل کہتے ہیں۔ اس کا راوی زہری ہے یا سالم جو کہ تابعین میں سے ہیں حقیقت میں یہ حدیث مرفوع ہے کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما صحابی ہیں ان سے مروی ہے۔

جنازے کے پیچھے چلنا چاہیے کیوں کہ وہ تابع نہیں ہے

۱۵۶٦/ ۲۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَنَازَةُ مَتْبُوْعَةٌ وَّلَا تَتْبَعُ

لَيْسَ مَعَهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا ۔ رواه الترمذی و ابو داود و ابن ماجة قال الترمذی و ابو ما جد الراوی رجل مجهول

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۵۲۵/۳ حدیث رقم ۳۱۸۴۔ والترمذی ۳۳۲/۳ حدیث رقم ۱۰۱۱۔ وابن ماجه ۴۷۶/۱ حدیث رقم ۱۴۸۴۔ واحمد فی المسند ۴۱۵/۱۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنازہ تابع کیا گیا ہے کہ لوگ اس کے پیچھے چلیں اور وہ خود تابع نہیں ہے کہ وہ لوگوں کے پیچھے رہے۔ وہ شخص جنازے کے ساتھ نہیں جو آگے بڑھ جائے۔ (یعنی اس کو ساتھ چلنے کا ثواب نہیں ملتا) اس کو امام ترمذیؒ اور ابوداؤد اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے امام ترمذیؒ نے کہا ہے۔ ابو ماجد راوی مجہول ہے۔

تشریح ۞ یہ حدیث ہمارے مسلک کی تائید کرتی ہے کہ جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے اور جو پہلی حدیث گزری ہے۔ اس میں احتمال ہے کہ وہ بیان جواز کے لیے ہو اور ابو ماجد مجہول راوی ہیں راوی کا متاخر ہونا مجتہد کے لیے نقصان کا باعث نہیں ہے یعنی ابو ماجد امام اعظمؒ سے پیچھے ہیں ان کا مجہول ہونا مضر نہیں ہے۔ کیونکہ ان تک پہنچنے والے تمام راوی اچھے ہیں۔

میت کو کندھا دینے پر حقوق کی ادائیگی

۲۵/۱۵۶۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً وَحَمَلَهَا ثَلَاثَ مِرَارٍ فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ مِنْ حَقِّهَا [رواه الترمذی] وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَقَدْ رُوِیَ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَلَ جَنَازَةَ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۵۹/۳ حدیث رقم ۱۰۴۱۔ شرح السنة۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص جنازے کے ساتھ چلے اور اس کو تین بار اٹھائے۔ پس اس نے اس کا حق ادا کر دیا جو اس پر تھا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور تحقیق شرح السنہ میں روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لکڑیوں کے درمیان سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا۔

تشریح ۞ اس حدیث میں جنازے کو کندھا دینے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ جنازے کو اٹھانے والے کی مدد کرے پھر چھوڑ دے تا کہ اٹھانے والا راحت پکڑے پھر اٹھالے تھوڑی دیر راستے میں پھر چھوڑ دے۔ اس طرح تین بار کرے اور اس نے مؤمن کا حق جو اس پر تھا ادا کر دیا۔

اور دو لکڑیوں سے اٹھانے کا طریقہ یہ امام شافعیؒ کا ہے کہ جنازے کو تین آدمی اس طرح اٹھائیں۔ کہ ایک آدمی جنازے کے آگے کھڑا ہو۔ دو لکڑیوں کے درمیان۔ یعنی دونوں ڈنڈوں کے درمیان اور دو آدمی اس کے پیچھے اور ہر ایک اپنے کندھے پر لکڑی رکھے پھر اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ جو چاہے اس کی مدد کرے۔

اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افضل تربیع ہے۔ یعنی چار آدمی جنازے کو اٹھائیں اور اس کی لکڑیوں کو کندھے پر رکھیں۔ اس کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور احتمال ہے کہ تین آدمیوں کی روایت جو اٹھانے کی ہے کسی خاص وقت

کے لیے ہو یا مکان کی تنگی کی وجہ سے ہو یا اُٹھانے والوں کی قلت کی وجہ سے ہو۔

جنازے کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے

۱۵۶۸/ ۲۶ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ فَرَاٰى نَاسًا رُكْبَانًا فَقَالَ اَلَا تَسْتَحْيُوْنَ اَنَّ مَلٰئِكَةَ اللّٰهِ عَلٰى اَقْدَامِهِمْ وَاَنْتُمْ عَلٰى ظُهُوْرِ الدَّوَابِّ۔

[رواه الترمذی وابن ماجة وروی ابوداود نحوه وقال الترمذی وقد روی عن ثوبان مو قوفا]

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۲۱/۳۔ حدیث رقم ۳۱۷۷۔ والترمذی ۳۳۳/۳ حدیث رقم ۱۰۱۲۔ ابن ماجه ۴۷۵/۱ حدیث رقم ۱۴۸۰۔

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں شریک ہوئے۔ پس لوگوں کو سوار دیکھا تو فرمایا۔ کیا تم حیا نہیں کرتے کہ خدا کے فرشتے اپنے قدموں پر ہیں۔ (یعنی پیدل چل رہے ہیں) اور تم جانوروں کی پیٹھوں (یعنی پشتوں) پر سوار ہو۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابن ماجہؒ اور اسی طرح کی روایت ابوداؤد سے بھی ہے۔ امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے۔ ثوبانؓ سے یہ موقوف روایت کی گئی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ مطلقاً جنازے کے پیچھے سوار ہو کر چلنا منع ہے اور اوپر ایک حدیث میں گزرا کہ سوار آدمی جنازے کے پیچھے چلے۔ پس ان دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح دی جائے گی کہ جنازے کے پیچھے سوار ہو کر چلنا جائز ہے۔ لیکن یہ معذور بیمار یا لنگڑے کے حق میں ہے یا اس کے علاوہ کوئی عذر رکھتا ہو اور جو شخص معذور نہیں ہے اس کے لیے جنازے کے پیچھے سوار ہو کر چلنا جائز نہیں ہے اور حدیث غیر معذور کے حق میں ہے۔ اس لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ضرورت محسوس کرے تو سوار ہو کر چلنا بلا کراہت جائز ہے اور موقوفاً کا مطلب یہ ہے کہ یہ قول حضرت ثوبانؓ کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں ہے لیکن یہ بھی مرفوع کے معنی میں ہے اس لیے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر نہیں بتا سکتے۔

۱۵۶۹/ ۲۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ عَلَى الْجَنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔

[رواه الترمذی وابو داود وابن ماجة]

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۴۵/۳ حدیث رقم ۱۰۲۶۔ وابن ماجه ۴۷۹/۱ حدیث رقم ۱۴۹۵۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے پر سورت فاتحہ پڑھی۔ اس کو امام ترمذی' ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے جنازے پر سورۂ فاتحہ پڑھنا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں گزرا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے پر نماز کے بعد سے پہلے بطور تبرک کے پڑھی اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے اس کی اسناد قوی نہیں ہیں۔

اس حدیث کا راوی منکر الحدیث ہے جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ نمازِ جنازہ میں فاتحہ کی قراءت مسنون ہے اور علماء نے جو لکھا ہے یہ صریح نہیں ہے یعنی کہ اس قول سے یہ ثبوت نہیں ملتا ہے کہ حضورؐ نے سورۂ فاتحہ پڑھی۔

میت کے لئے دُعا کرنے کا حکم

۲۸/۱۵۷۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ۔ [رواه ابو داود وابن ماجة]

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۳۸/۳ حدیث رقم ۳۱۹۹۔ وابن ماجه ۴۸۰/۱ حدیث رقم ۱۴۹۷۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت میت پر نماز پڑھو تو خالص اس کے لیے دعا کرو۔ یعنی کسی کے دکھاوے کے لیے نہ ہو اور خالصتاً اللہ کی خوشنودی مقصود ہو اور دل سے دعا کرو۔ اس کو ابوداؤدؒ اور ابن ماجہ نے نقل کیا۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ میّت کے لیے خلوص دل سے دعا کرنی چاہیے۔ خلوص دل کا مطلب یہ ہے کہ یہ دعا لوگوں کے دکھاوے کے لیے نہ ہو اور خالصتاً اللہ کی رضا مقصود ہو۔ لوگوں میں ناموری اور ریاکاری کے لیے نہ ہو۔

میت کے لیے دُعا

۲۹/۱۵۷۱ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى عَلَى الْجَنَازَةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاَحْيِهِ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ (رواه احمد وابو داود والترمذی وابن ماجة ورواه النسائی) عَنْ اَبِیْ اِبْرَاهِيْمَ الْاَشْهَلِيِّ عَنْ اَبِيْهِ وَانْتَهَتْ رِوَايَتُهُ عِنْدَ قَوْلِهِ وَاُنْثَانَا وَفِیْ رِوَايَةِ اَبِیْ دَاؤُدَ فَاَحْيِهِ عَلَى الْاِيْمَانِ وَتَوَفَّهُ عَلٰى اِسْلَامٍ وَفِیْ اٰخِرِهِ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۴۴/۳ حدیث رقم ۱۰۲۴۔ وابن ماجه ۴۸۰/۱ حدیث رقم ۱۴۹۸۔ واحمد فی المسند ۳۶۸/۲۔ اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۳۹/۳ حدیث رقم ۳۲۰۱۔ والترمذی ۷۴۰/۴ حدیث رقم ۱۹۸۶۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت جنازے کی نماز پڑھتے تھے تو فرماتے اے الٰہی! ہمارے زندوں ہمارے مردوں اور ہماری عورتوں کو بخش دے۔ اے اللہ! جس کو تو زندہ رکھے اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو تو موت دے تو ایمان پر موت دے اے اللہ! تو ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر جو مصیبت کی وجہ سے ہم کو ملا ہے اور اس کے بعد ہمیں فتنے میں نہ ڈال۔ اس کو امام احمدؒ اور ابوداؤد و ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے اور امام نسائیؒ نے ابراہیم اشہلیؒ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے نقل کی ہے اور اس کی روایت لفظ انثانا تک پوری ہو چکی ہے اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اس کو ایمان پر زندہ رکھ اور اسلام پر اس کو موت دے اور اس کے آخر میں یہ ہے اور اس کے پیچھے ہمیں گمراہ نہ کر۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میّت کے لیے جنازے میں دعا کرتے تو زندوں اور مردوں کے لیے مردوں اور عورتوں کے لیے ایمان اور سلامتی کی دعا فرماتے اور کہتے کہ اے اللہ! مصیبت پر صبر کرنے کی وجہ سے جو اجرو

ثواب ملنے والا ہے اس پر محروم نہ فرمائیے۔

آپ ﷺ کا میت کے لیے مغفرت ورحمت کی دعا کرنا

۳۰/۱۵۷۲ وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ [رواه ابو داود وابن ماجة]

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۵۴۰/۳ حديث رقم ۳۲۰۲۔ وابن ماجه ۴۸۰/۱ حديث رقم ۱۴۹۹۔

ترجمہ: حضرت واثلة بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمارے ساتھ ایک مسلمان شخص پر نماز پڑھی۔ پس میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے اے اللہ فلان ابن فلان (یعنی فلاں کا بیٹا فلاں) تیری امان میں ہے اس لیے کہ تجھ پر ایمان رکھتا تھا اور قرآن کو چنگل مار کر پکڑنے والا ہے۔ (مضبوطی سے پکڑنے والا ہے) کیونکہ وہ امن دینے والا ہے اس کو قبر کے فتنہ سے بچا (یعنی قبر کے عذاب سے) اور آگ کے عذاب سے۔ تو وفا والا ہے یعنی جو بندوں کے ساتھ وعدہ کرتا ہے۔ تو پورا کرتا ہے اور تو حق والا ہے جو کہتا ہے پورا کرتا ہے اے اللہ تو اس کی بخشش کر دے اور اس پر رحم فرما۔ تحقیق تو بخشنے والا مہربان ہے' اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے مغفرت و بخشش کی دعا جن الفاظ کے ساتھ مانگی ہے ان کی وضاحت کچھ اس طرح ہے۔

ملا علی قاریؒ لفظ حبل کے معنی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ حبل کا معنی عہد و پیان ہے اور لفظی معنی رسّی کے بھی ہیں لیکن آخری معنی جو زیادہ مناسب ہے وہ چنگل مارنے کے ہیں یعنی مضبوطی سے پکڑنا اور لفظ حبل سے مراد قرآن پاک ہے۔ جیسے کہ قرآن کریم میں آتا ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ [آل عمران:۱۰۳] یعنی چنگل مارو اللہ کی کتاب کے ساتھ اور جواز کے لفظ سے مراد قرآن کریم ہے اس میں اضافت بیانیہ ہے۔ یعنی قرآن کو چنگل مار کر پکڑو اور مل کر پکڑو۔ ایمان' امان اور معرفتِ الٰہی کا سبب بنتا ہے۔

مُردوں کو اچھے الفاظ سے یاد کرو یعنی ان کی خوبیاں بیان کرو

۳۱/۱۵۷۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَ كُفُّوْا عَنْ مَسَاوِيْهِمْ۔ [رواه ابو داود والترمذی]

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲۰۶/۵ حديث رقم ۴۹۰۰۔ واخرجه الترمذی ۳۳۹/۳ حديث رقم ۱۰۱۹۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے مردوں کی نیکیوں کو یاد کرو اور ان کی برائیاں کرنے سے باز رہو۔ اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ تم اپنے مردوں کی اچھائیاں بیان کیا کرو۔ کیونکہ نیک لوگوں کا

مردے کو اچھے الفاظ کے ساتھ یاد کرنا اور اس کی خوبیوں کو بیان کرنا۔ اس کے لئے نزولِ رحمت کا باعث ہے اور اس حدیث میں امر استحباب کے لیے ہے اور مردوں کی برائیاں ذکر کرنے سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اس میں امر وجوب کے لیے ہے یعنی برائی کو ذکر نہ کرنا واجب ہے جیسے کہ حجۃ الاسلام نے فرمایا ہے کہ میّت کی غیبت کرنا زندہ کی غیبت سے زیادہ سخت ہے اس لیے کہ زندہ سے تو دنیا میں بخشوانا ممکن ہے بخلاف میت کے کہ اس سے بخشوانا ممکن نہیں ہے۔

اور بعض علماء نے کتاب الازہار میں لکھا ہے کہ اگر غسل دینے والا میت میں کوئی اچھی چیز دیکھے مثلاً چہرے کا روشن ہونا اور اس سے خوشبو آنا۔ تو اس کو بیان کرنا مستحب ہے اور اگر اس میں کوئی بری چیز دیکھے جیسے کہ مردے سے بو آتی ہو یا اس کا چہرہ کالا ہو جائے یا بدن میں کوئی اور عیب ظاہر ہو جائے تو اس کو بیان کرنا حرام ہے اس کو بیان نہیں کرنا چاہیے۔

مرد اور عورت کے جنازے پر امام کے کھڑا ہونے کا بیان

۳۲/۱۵۷۴ وَعَنْ نَافِعٍ اَبِیْ غَالِبٍ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَلٰی جَنَازَةِ رَجُلٍ فَقَامَ حِيَالَ رَأْسِهٖ ثُمَّ جَاءُ وْا بِجَنَازَةِ امْرَاَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالُوْا يَا اَبَا حَمْزَةَ صَلِّ عَلَيْهَا فَقَامَ حِيَالَ وَسَطِ السَّرِيْرِ فَقَالَ لَهُ الْعَلَاءُ ابْنُ زِيَادٍ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْجَنَازَةِ مَقَامَكَ مِنْهَا وَمِنَ الرَّجُلِ مَقَامَكَ مِنْهُ قَالَ نَعَمْ. [رواه الترمذی وابن ماجة وفی روایة ابی داود نحوهمع زیارة فقام عند عجیزة المراة]

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۵۳۳/۳ حدیث رقم ۳۱۹۴۔ والترمذی ۳۵۲/۳ حدیث رقم ۱۰۳۴۔ وابن ماجه ۴۷۹/۱۔ حدیث رقم ۱۴۹۴۔

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابی غالب ہے کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک شخص کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس کے سر کے مقابل کھڑے ہوئے۔ پھر لوگ قریش کی ایک عورت کا جنازہ لے کر آئے اور کہنے لگے اے ابوحمزہ! (انس رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) اس عورت کی بھی نمازِ جنازہ پڑھادیں۔ پس آپ تخت کے درمیان کھڑے ہوئے اس پر حضرت علاء بن زیاد نے کہا کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح جنازے پر کھڑے ہوئے دیکھا ہے یعنی جس طرح آپ عورت کے جنازے کے درمیان میں کھڑے ہوئے اور مرد کے جنازے کے سر کے مقابل کھڑے ہوئے اس کو ابن ماجہؒ اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور ابوداؤد کی ایک روایت میں بھی اسی طرح مذکور ہے لیکن اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورت کے کولہے کے پاس کھڑے ہوئے۔

تشریح امام کو جنازہ پڑھاتے وقت میت کے کس مقام پر کھڑا ہونا چاہیے اس میں ائمہ کرام کا اختلاف پہلی فصل میں مذکور ہو چکا ہے۔

الفصل الثالث:

جنازے کے احترام میں کھڑے ہونا

۳۳/۱۵۷۵ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰى قَالَ كَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ

فَمَرَّ عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِيْلَ لَهُمَا اَنَّهَا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَیْ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ فَقَالَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهٖ جَنَازَةٌ فَقَامَ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَالَ اَلَيْسَتْ نَفْسًا۔ [متفق علیه]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۱٤/۳ حدیث رقم ۱۳۱۲۔ والبخاری فی صحیحه ۲۱٤/۳۔ حدیث رقم ۱۳۱۲۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہما قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو دونوں حضرات کھڑے ہوگئے۔ان سے کہا گیا کہ یہ جنازہ ذمی کا ہے۔پس دونوں صحابیوں نے کہا۔کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ جاندار نہیں ہے۔اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا کہ جنازے کے گزرنے پر کھڑے ہونے میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں۔حدیث پاک میں جو اہل الارض کا لفظ آیا ہے اس سے مراد زمیندار ہے یعنی ذمی مراد ہے ان کو زمیندار کمینگی اور رتبہ کم ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے یا اس وجہ سے کہ مسلمانوں نے ان کو زمین پر مقرر کر رکھا ہے اور ان سے خراج وصول کرتے ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کے جنازے کے گزرنے پر کھڑے ہوئے۔تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا۔کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ کیا یہ جاندار نہیں ہے کہ اس کی موت سے انسان ڈرے اور عبرت حاصل کرے۔

الحاصل یہ کہ موت ڈر اور مقام عبرت ہے اس لیے وہ دونوں صحابہ جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے۔پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق جنازے کے گزرنے پر کھڑا ہونا منسوخ ہو چکا ہے چنانچہ ہوسکتا ہے کہ ان دونوں صحابہ کو منسوخ ہونے کا علم نہ ہوا ہو۔

یہودیوں کی مخالفت کرنے کا حکم

۳۴/۱۵۷۶ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَبِعَ جَنَازَةً لَمْ يَقْعُدْ حَتّٰی تُوْضَعَ فِی اللَّحْدِ فَعَرَضَ لَهٗ حِبْرٌ مِنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ لَهٗ اِنَّا هٰكَذَا نَصْنَعُ يَا مُحَمَّدُ قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ خَالِفُوْهُمْ۔

[رواه الترمذی وابو داود وابن ماجة وقال الترمذی هذا حدیث غریب وبشر بن رافع الراوی لیس بالقوی]

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۲۰/۳ حدیث رقم ۳۱۷٦۔ والترمذی ۳٤۰/۳ حدیث رقم ۱۰۲۰۔ وابن ماجه ٤۹۳/۱ حدیث رقم ۱۵٤۵۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کسی جنازے کے ساتھ جاتے تو اس وقت تک نہیں بیٹھتے تھے جب تک اس کو قبر میں نہیں اتار دیا جاتا تھا۔پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہودیوں کا ایک عالم آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد! ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں۔یعنی اس وقت تک ہم بھی کھڑے رہتے ہیں۔جب تک مردے کو قبر میں نہ رکھا جائے۔پس راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہودیوں کی مخالفت کرو۔اس کو امام ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے

اور بشر بن رافع اس حدیث کا راوی قوی نہیں ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں یہودی یعنی غیر مسلمان کی مخالفت کرنی چاہیے۔ آپ ﷺ کا طرزِ عمل جو یہودیوں کی مخالفت کے بارے میں ہے اس حدیث پاک میں نمایاں معلوم ہو رہا ہے۔

جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہونے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے

۳۵/۱۵۷۷ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِالْقِيَامِ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاَمَرَنَا بِالْجُلُوْسِ۔ [رواه احمد]

اخرجه احمد فی المسند ۸۲/۱۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہو جانے کا حکم فرمایا پھر بعد میں بیٹھے رہے (یعنی پھر جنازے کو دیکھ کر قیام فرمانا چھوڑ دیا) اور ہمیں بیٹھ رہنے کا حکم فرمایا۔ اس کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ حدیث پاک کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہونا مکروہ ہے۔ یہ امر بطور استحباب کے ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ امر اباحت کے لیے ہے۔

۳۶/۱۵۷۸ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ اِنَّ جَنَازَةً مَرَّتْ بِالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ فَقَامَ الْحَسَنُ وَلَمْ يَقُمْ اِبْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ الْحَسَنُ اَلَيْسَ قَدْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ جَلَسَ۔ [رواه النسائی]

يخرجه النسائی فی السنن ٤٦/٤ حديث رقم ١٩٢٤۔

ترجمہ: محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک جنازہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرا۔ پس حضرت حسنؓ کھڑے ہوئے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کھڑے نہ ہوئے اس پر حضرت حسنؓ نے کہا کیا نبی کریم ﷺ یہودی کے جنازے کے لئے کھڑے نہیں ہوئے تھے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں کھڑے ہوئے تھے لیکن پھر بیٹھ گئے تھے۔ اس کو امام نسائی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث کا خلاصہ کچھ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ جنازوں کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے اور اس کے بعد بیٹھ جاتے اور پھر اٹھتے نہیں تھے پھر کھڑا ہونا منسوخ ہو گیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو منسوخی کا علم نہ ہوگا' اس لیے انکار کیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زبانی یہودی کے جنازے پر کھڑے ہونے کا سبب

۳۷/۱۵۷۹ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ كَانَ جَالِسًا فَمُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَامَ النَّاسُ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْجَنَازَةُ فَقَالَ الْحَسَنُ اِنَّمَا مُرَّ بِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى طَرِيْقِهَا جَالِسًا وَكَرِهَ اَنْ تَعْلُوَ رَأْسَهٗ جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَامَ۔ [رواه النسائی]

اخرجه النسائی فی السنن ٤/٤٧ حدیث رقم ١٩٢٧۔

ترجمہ: حضرت جعفر بن محمدؒ سے (یعنی جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے) روایت ہے کہ انہوں نے اپنے باپ محمد بن باقرؒ سے نقل کیا ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے قریب سے ایک جنازہ گزرا۔ پس لوگ کھڑے ہوئے یعنی وہ لوگ جن کو منسوخی کا علم نہ تھا۔ یہاں تک کہ جنازہ گزر گیا۔ پس حضرت حسنؓ نے کہا۔ کہ جب یہودی کا جنازہ گزرا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا کہ یہودی کا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے بلند ہو۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اس کو امام نسائیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کا جنازہ دیکھ کر کھڑے اس لیے ہوئے تھے کہ اس کا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے اونچا نہ ہو۔

پہلی حدیث میں حضرت حسنؓ نے لوگوں کے جنازے پر کھڑے ہونے پر اعتراض کیا جبکہ اس سے پہلی حدیث میں آپؓ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر اس طرح کیا تھا۔ کہ وہ جنازے کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوئے پس ہوسکتا ہے کہ یہودی کے جنازے میں کھڑے ہونے والی حدیث میں تحقیق وتلاش سے یہ بات ثابت ہوگئی ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ کے لیے کھڑا ہونا کسی سبب کی وجہ سے تھا بعد میں منسوخ ہوگیا ہوگا اور کھڑے ہونے کے اسباب مختلف تھے۔ کبھی تو ڈرنے کی وجہ سے کھڑے ہوجاتے تھے اور کبھی ملائکہ کی تعظیم کی خاطر کھڑے ہوجاتے اور کبھی یہودی کے جنازے کے بلند ہونے کی وجہ سے کہ کہیں میرے سر مبارک سے یہودی کافر کا جنازہ بلند نہ ہوجائے اس سبب سے بھی کھڑے ہوجاتے تھے۔

اور محدثین فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منقطع ہے اس لیے کہ امام محمد باقرؒ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نہیں تھے۔

فرشتوں کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا

۱۵۸۰/۳۸ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَامَرَّتْ بِكَ جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ اَوْ نَصْرَانِيٍّ اَوْ مُسْلِمٍ فَقُوْمُوْا لَهَا فَلَسْتُمْ لَهَا تَقُوْمُوْنَ اِنَّمَا تَقُوْمُوْنَ لِمَنْ مَّعَهَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ۔ [رواه احمد]

اخرجه احمد فی المسند ٤/٣٩١۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تجھ پر (تیرے پاس سے) یہودی یا نصرانی کا جنازہ گزرے تو کھڑے ہوجاؤ۔ اس لیے کہ تم اس جنازے کے لیے کھڑے نہیں ہوتے بلکہ تم فرشتوں کے لیے کھڑے ہوتے ہو جو جنازہ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اس کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہونے کے اسباب مختلف تھے۔ چنانچہ ان کا بیان اوپر والی حدیث کی شرح میں مذکور ہو چکا ہے اور اس میں وضاحت سے بتایا گیا ہے کہ کھڑے ہونے کا حکم پہلے تھا۔ اب منسوخ ہو چکا ہے اور منسوخی کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

۱۵۸۱/۳۹ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ جَنَازَةً مَرَّتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ فَقِيْلَ اِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَالَ اِنَّمَا قُمْتُ لِلْمَلَائِكَةِ۔ [رواه النسائی]

هذا الحديث ساقط من مخطوطة المشكاة وكذلك من المرقاة۔ ولذا لم يشرحه الامام ملاعلی۔ وقد اثبت فی نسخة المشكاة المطبوعة [مشكاة المصابيح ۱/ ۵۳۰ طبعه المكتب الاسلامی۔ تحقيق ناصر الدين الالبانی] وقد اثبت الحديث اتمامًا للفائدة۔ وحافظ علی ترتيبه كما جاء فی النسخة المطبوعه۔ فهو مثبت فی المتن فقط دون الشرح۔ وهو فی معنی الحديث السابق [۱۶۸۵] والله تعالٰی اعلم۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ملائکہ کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔

جنازے کی تین صفوں پر بہشت کا وعدہ

۱۵۸۲/ ۴۰ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوْفٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا اَوْجَبَ فَكَانَ مَالِكٌ اِذَا اسْتَقَلَّ اَهْلَ الْجَنَازَةِ جَزَّاَهُمْ ثَلَاثَةَ صُفُوْفٍ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ [رواه ابوا داؤدوفی رواية الترمذی قال كان مالك ابن هبيرة اذا صلی علی جنازة] فَتَقَالَّ النَّاسَ عَلَيْهَا جَزَّاَهُمْ ثَلَاثَةَ اَجْزَاءٍ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوْفٍ اَوْجَبَ وَرَوٰى ابن ماجة نحوه.

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳/ ۵۱٤ حديث رقم ۳۱۶۶ والترمذی فی السنن ۳/ ۳٤۷ حديث رقم ۱۰۲۸۔ وابن ماجه ۱/ ٤۷۸ حديث رقم ۱٤۹۰۔

ترجمہ: مالک بن ھبیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے اور اس پر مسلمانوں کی تین صفیں نمازِ جنازہ پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہشت (جنت) اور مغفرت واجب کر دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ جب اہل جنازہ کو کم خیال کرتے تو اس حدیث کی وجہ سے لوگوں کو تین صفوں میں تقسیم کر دیتے تھے اس حدیث کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور ترمذی کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت مالک بن ھبیرہ جب کوئی نمازِ جنازہ پڑھاتے اور لوگوں کو کم خیال کرتے تو ان کو تین حصوں میں تقسیم کر دیتے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس شخص کے جنازے میں تین صفیں شامل ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت واجب کر دیتے ہیں۔ ابن ماجہ نے بھی اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث کا خلاصہ اس طرح سے بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جنت کو واجب کرنا یہ عقائد کا مسئلہ ہے کہ جس شخص کے جنازے میں تین صفیں ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہشت و مغفرت اپنے اوپر واجب کر لیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور یہاں اس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہشت کو واجب کرتے ہیں ظاہراً ان دونوں باتوں میں منافات ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدائے عزوجل کا اپنے اوپر کسی چیز کا واجب کر لینا یہ اس کی مہربانی اور وعدے کی بنا پر ہے۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ اللہ رب العزت وعدے کو پورا نہ کریں۔ اس طرح کے واجب کرنے کو واجب لغیرہ کہتے ہیں اور واجب لذاتہ حق تعالیٰ کے حق میں ممنوع ہے۔ علامہ کرمانی کا کہنا ہے کہ نمازِ جنازہ میں سب صفوں سے بہتر پچھلی صف ہے، تواضع کی وجہ سے۔ اس لیے کہ پچھلی صف ہونے سے عجز و انکساری نصیب ہوتی ہے اور جنازہ کے علاوہ دوسری نمازوں میں افضل پہلی

صف میں کھڑے ہونا ہے اور جنازے کے بعد میّت کے لیے دعا نہ کرے کیونکہ یہ نمازِ جنازہ میں ایک قسم کی زیادتی ہے جو کہ منع ہے۔ اس لیے کہ نمازِ جنازہ خود ایک مستقل اور جامع دعا ہے۔ جس کے پڑھ لینے کے بعد کسی چیز کی کمی باقی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے' آمین۔ (م س)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا میّت کے لئے جامع دُعا کرنا

۴۱/۱۵۸۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الصَّلَاةِ عَلَی الْجَنَازَةِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَیْتَهَا اِلَی الْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِیَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْلَهُ۔ [رواه ابو داود]

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۳/۵۳۸ حدیث رقم ۳۲۰۰۔ واحمد فی المسند ۲/۴۵۸۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ جنازہ میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اے اللہ! تو اس کو پالنے والا ہے اور تو نے اس کو پیدا کیا ہے اور تو نے اس کو اسلام کی طرف ہدایت دی ہے اور تو نے ہی اس کی روح کو قبض کیا ہے اور تو اس کے باطن کو خوب جانتا ہے اور ہم سفارش کرنے کے لئے آئے ہیں۔ اے اللہ! تو اس کو بخش دے۔ اس کو ابو داوٗدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے کے موقع پر میّت کے لیے جامع دعا فرمائی ہے۔ جس کا ترجمہ مذکور ہو چکا ہے۔ جس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے یا الٰہی تو ہی اس بندے کو پالنے والا ہے اور پیدا کرنے والا ہے اور تیرے کرم کی بارش سے اس کو اسلام کی دولت ملی ہے اور تو ہی اس کو دنیا میں بھیجنے والا ہے اور تو ہی اپنے پاس بلانے والا ہے یا الٰہی! یہ ہر لحاظ سے تیرا بندہ ہے (اور نہایت ہی گندا ہے) یا اللہ تو اس کے باطن کو خوب جانتا ہے اور اس کے ظاہر کا بھی خوب علم رکھتا ہے اور ہم تو اس کے سفارشی بن کر آئے ہیں یا الٰہی! ہماری سفارش کو قبول فرما کر اس کی بخشش فرما اور ہماری دعا کو قبول فرما۔ آمین ثم آمین۔

نابالغ کے لیے عذابِ قبر سے پناہ مانگنا حدیث سے ثابت ہے

۴۲/۱۵۸۴ وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ صَلَّیْتُ وَرَاءَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَلٰی صَبِیٍّ لَمْ یَعْمَلْ خَطِیْئَةً قَطُّ فَسَمِعْتُهُ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ [رواه مالك]

اخرجه مالك فی الموطأ ۱/۲۲۸ حدیث رقم ۱۸ من کتاب الجنائز۔

ترجمہ: حضرت سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک ایسے لڑکے کی نمازِ جنازہ پڑھی کہ جس نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ پس میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز میں کہتے ہوئے سنا۔ کہ یا الٰہی اس کو عذابِ قبر سے پناہ عطا فرما۔ اس کو امام مالکؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ علامہ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ: لَمْ یَعْمَلْ خَطِیْئَةً قَطُّ ۔ لفظ "صَبِیٍّ" کے لئے صفت کا صیغہ ہے اس لیے کہ

نابالغ کا گناہ کرنا مقصود نہیں ہو سکتا اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ عذاب قبر سے جو پناہ مانگی گئی ہے اس یہاں عقوبت (سزا) اور قبر کا سوال و جواب مراد نہیں ہے بلکہ قبر کی وحشت اور ضغطۂ قبر مراد ہے۔ اور ان چیزوں سے بالغ و نابالغ ہر دو کو سابقہ پڑے گا۔ اس کو علامہ سیوطیؒ نے ذکر کیا ہے اور علماء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ نابالغ سے قبر میں سوال و جواب ہوگا یا نہیں' بعض علماء کا کہنا ہے کہ بچوں سے قبر میں سوال نہیں ہوگا یہی درست ہے اس لیے کہ غیر مکلّف کو عذاب ہونا یہ شریعت کے قاعدے کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم۔

نمازِ جنازہ میں سورت فاتحہ پڑھنا اور نابالغ بچے کے لیے دُعا کرنا

۴۳/۱۵۸۵ وَعَنِ الْبُخَارِيِّ تَعْلِيقًا قَالَ يَقْرَأُ الْحَسَنُ عَلَى الطِّفْلِ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَفَرَطًا وَذُخْرًا وَاَجْرًا۔ [بخاری تعلیقاً]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۰۳/۳ تعلیق باب قراء ة الفاتحة من کتاب الجنائز۔

ترجمہ: حضرت امام بخاریؒ سے تعلیقاً روایت ہے یعنی حدیث کے ترجمۃ الباب میں یہ حدیث بغیر سند کے مذکور ہے کہ حسن بصریؒ بچے کے جنازے پر سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے یعنی تکبیر اولیٰ کے بعد سبحانک اللھم کی جگہ اور تیسری تکبیر کے بعد کہتے تھے یا الٰہی تو اس کو ہمارے لیے پیشوا (امام) اور پیش رو (اور آگے بڑھنے والا) اور باعث ثواب اور ذخیرہ بنا۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں حضرت حسن بصریؒ کا عمل بیان کیا گیا ہے کہ وہ نمازِ جنازہ میں سورت فاتحہ پڑھا کرتے تھے اور اس کے بعد یہ مذکورہ دعا پڑھتے جو پڑھنے والے کے لیے نفع سے خالی نہیں ہے۔ یعنی بچے کے وارث کے لیے اس میں آخرت کے منافع مضمر ہیں۔ یعنی ماں باپ کے لیے وہ فوت ہونے والا پیشوا بنے گا۔ ثواب اور ذخیرہ کا باعث بنے گا۔ جس طرح جمع کیا ہوا مال انسان کے کام آتا ہے۔ اس طرح یہ بچہ بھی قیامت کے دن اس کے کام آئے گا۔ جس کی ھولنا کی قرآن پاک میں بیان کردی گئی اس آڑھے وقت میں یعنی مشکل وقت میں یہ بچہ تیرے لیے باعث غنیمت بن جائے گا۔ حقیقت میں اس کا مقصود لواحقین کو آخرت کی نعمتیں یاد رکھ کر تسلی و تشفی دینا مقصود ہے کہ بچے کے فوت ہونے پر صبر کا مظاہرہ کریں۔ (م س)

ناتمام بچے پر شرعی احکامات (نہ نماز پڑھی جائے' نہ وارث بنے' نہ بنایا جائے) نافذ نہیں ہوتے

۴۴/۱۵۸۶ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الطِّفْلُ لَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَلَا يَرِثُ وَلَا يُوْرَثُ حَتّٰى يَسْتَهِلَّ۔ [رواه الترمذی و ابن ماجة الا انه لم یذکر ولا یورث]

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۵۰/۳ حدیث رقم ۱۰۳۲۔ وابن ماجه ۴۸۳/۱ حدیث رقم ۱۰۳۲۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ناتمام بچے پر نماز نہ پڑھی جائے اور نہ وہ کسی کا وارث ہو اور نہ ہی اس کو وارث بنایا جائے جب تک کہ پیدائش کے وقت کوئی آواز نہ آئے۔ یعنی جب تک زندگی کی علامت ظاہر نہ ہو۔ اس کو ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے مگر ابن ماجہؒ نے وَلَا يُوْرَثُ کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ ناتمام بچے کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے جب تک زندگی کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو جائے اور نہ وہ کسی کا وارث بنے اور نہ ہی بنایا جائے۔

۱۵۸۷/۴۵ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّقُوْمَ الْاِمَامُ فَوْقَ شَیْءٍ وَّالنَّاسُ خَلْفَہٗ یَعْنِیْ اَسْفَلَ مِنْہُ۔ [رواہ الدار قطنی فی المجتبی فی کتاب الجنائز]

اخرجہ ابوداؤد فی السنن ۳۹۹/۲ حدیث رقم ۵۹۷۔ والدار قطنی ۸۸/۲ حدیث رقم ۱ من باب نھی رسول اللّٰہ ان یقوم الامام فوق شیئ۔

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے امام کو تنہا کسی چیز کے اوپر کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے جبکہ اور لوگ اس کے پیچھے ہوں یعنی اس سے نیچے ہوں۔ اس حدیث کو دارقطنی نے مجتبیٰ میں کتاب الجنائز میں روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر امام فقط نیچے کھڑا ہو اور لوگ اونچے کھڑے ہوں تو بطریق اولیٰ منع ہوگا اور یہ حکم سب نمازوں کے لیے ہے۔ نمازِ جنازہ کی خصوصیت نہیں ہے اور حدیث کا لفظ بھی مخصوص نہیں ہے لیکن اس حدیث کو نمازِ جنازہ پر محمول کر کے اس باب میں لائے ہیں کیونکہ حدیث اس باب میں یعنی کتاب الجنائز میں آتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ لوگوں کی یہ عادت ہو کہ نماز جنازہ میں اس طرح کرتے ہوں پس ان کو اس طریقے سے منع کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ دَفْنِ الْمَیِّتِ

یہ باب مُردوں کے دفن کرنے کے بیان میں ہے

الفصل الاوّل:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا مرتے وقت بھی حضور ﷺ کی اتباع کا شوق

۱۵۸۸/۱ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ ھَلَکَ فِیْہِ اِلْحَدُوْا لِیْ لَحْدًا وَانْصِبُوْا عَلَیَّ اللَّبِنَ نَصْبًا کَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ [رواہ مسلم]

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۶۶۵/۲ حدیث رقم (۹۰۔ ۹۶۶)۔ والنسائی ۸۰/۴ حدیث رقم ۲۰۰۷۔ وابن ماجہ ۴۹۶/۱ حدیث رقم ۱۵۵۶۔

ترجمہ: حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنے مرض الوفات میں فرمایا کہ مجھے دفن کرنے کے لیے لحد بناؤ اور میرے اوپر کچی اینٹیں کھڑی کرو۔ جیسے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیا گیا تھا۔ یعنی جس طرح حضور ﷺ کی قبر پر کیا گیا تھا۔ اس کو مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اپنی قبر بھی حضور ﷺ کی قبر کے مشابہ کرنا چاہتے ہیں یعنی صحابہ کو

آپ ﷺ کی کامل اتباع کا شوق ہوا کرتا تھا اور فرمایا کہ میری قبر کو بغلی بناؤ۔ حدیث پاک میں بھی لحد کی فضیلت آئی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا ۔لحد ہمارے لیے ہے اور شق (یعنی درمیان سے کھودنا) ہمارے غیر کے لیے ہے اور ابن ہمام کا کہنا ہے کہ لحد سنت ہے اور اگر زمین نرم ہو اور لحد کے گرنے کا خوف ہو تو پھر شق کرے یعنی درمیان سے کھودے۔ جیسا کہ ہمارے ہاں قبریں بنتی ہیں اور مجھ پر کچی اینٹیں کھڑی کرو۔ یعنی اینٹوں سے لحد کو بند کر دو۔ علماء نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک کی لحد کو اینٹوں سے بند کیا گیا تھا۔

قبر میں بطورِ بستر کے چادر بچھانا ممنوع ہے

۲/۱۵۸۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جُعِلَ فِيْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطِيْفَةٌ حَمْرَاءُ۔ [رواه مسلم]

اخرجه مسلم فی صحیحه ۶۶۵/۲ حدیث رقم (۹۱۔ ۹۶۷)۔ والترمذی فی السنن ۳۶۵/۳ حدیث رقم ۱۰۴۸۔ والنسائی ۸۱/٤ حدیث رقم ۲۰۱۲۔ واحمد فی المسند ۳۵۵/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک میں (لوئی) سرخ چادر ڈالی گئی تھی۔ اس کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ حضرت شقران نے صحابہؓ کے مشورے کے بغیر ہی آپ ﷺ کی قبر مبارک میں لوئی یعنی سرخ چادر بچھا دی تھی اور شقرانؓ فرماتے ہیں میں نے اس کو ناپسند کیا کہ اس کو آپ ﷺ کے بعد کوئی استعمال کرے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ لوئی کا رکھنا آپ ﷺ کے خصائص میں سے تھا اور بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے قبر میں لوئی یعنی سرخ چادر رکھنے کی وجہ سے شقران سے جھگڑا کیا اور ابن عبدالبر نے کتاب الاستیعاب میں لکھا ہے کہ چادر کو قبر میں مٹی ڈالنے سے پہلے نکال لیا گیا تھا اور علماء نے مردے کے نیچے کپڑا بچھانا مکروہ قرار دیا ہے اس لیے کہ یہ اسراف اور مال کو ضائع کرنا ہے۔
اور چادر رکھنے کی اور بھی وجوہات بیان کی گئی ہیں اور ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ زمین تر تھی اس وجہ سے چادر بچھائی گئی تھی۔

آپ ﷺ کی قبر کوہان نما تھی

۳/۱۵۹۰ وَعَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ اَنَّهٗ رَاٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا۔ [رواه البخاری]

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۰۰/۳ حدیث رقم ۱۳۹۰۔

ترجمہ: حضرت سفیان تمارؒ (یعنی کھجور فروش) سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی قبر کو دیکھا جو اونٹ کے کوہان کی طرح تھی۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کوہان نما تھی اور امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ نے اس حدیث کو دلیل بنایا ہے اور دوسری صحیح احادیث مبارکہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قبر کو بطور کوہان کے بنانا افضل ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مسطح بنانا افضل ہے۔

تصویر اور بلند قبر بنانے کی ممانعت

۴/۱۵۹۱ وَعَنْ اَبِی الْهَیَّاجِ الْاَسَدِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ عَلِیٌّ اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَهٗ۔ [رواه مسلم]

اخرجه مسلم فی صحیحه ۶۶۶/۲ حدیث رقم (۹۳۔ ۹۶۹)۔ وابن داوٗد فی السنن ۵۴۸/۳ حدیث رقم ۳۲۱۸۔ والترمذی فی السنن ۳۶۶/۳ حدیث رقم ۱۰۴۹۔ واحمد فی المسند ۹۶/۱۔

ترجمہ: ابوالہیاج اسدی تابعی سے روایت ہے کہ مجھ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تجھ کو اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کام کے لیے مجھے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھیجا تھا' وہ کام یہ ہے کہ تو کسی تصویر کو نہ چھوڑ بلکہ اس کو مٹا دے اور تو کسی بلند قبر کو نہ چھوڑ مگر اس کو برابر کر دے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ علماء کرام نے لکھا ہے کہ تصویر رکھنی حرام ہے اور اس کا مٹانا واجب ہے اور اس کے بالکل سامنے بیٹھنا جائز نہیں ہے اونچی قبر کو پست کر دینا چاہیے اور اس قدر زمین کے قریب کر دیں کہ یہ بطور نشانی کے باقی رہے۔ اس کی مقدار بالشت کے بقدر مسنون ہے۔ ازہار میں لکھا ہے علماء کرام فرماتے ہیں ایک بالشت سے زیادہ قبر کو گرانا مستحب ہے۔

قبر پر بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے کی ممانعت

۵/۱۵۹۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ یُّبْنٰی عَلَیْهِ وَاَنْ یُّقْعَدَ عَلَیْهِ۔ [رواه مسلم]

اخرجه مسلم فی صحیحه ۶۶۷/۲۔ حدیث رقم (۹۴۔ ۹۷۰)۔ والترمذی ۳۶۸/۳ حدیث رقم ۱۰۵۲۔ والنسائی ۸۶/۴ حدیث رقم ۲۰۲۷۔ وابن ماجه ۴۹۸/۱ حدیث رقم ۱۵۶۲۔ واحمد فی المسند ۲۹۹/۶۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو گچ کرنے سے اور قبر پر عمارت بنانے سے اور قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کو مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں تین چیزوں سے منع کیا گیا ہے: (۱) قبر کو گچ کرنے سے اور (۲) اس پر عمارت بنانے سے اور (۳) قبر پر بیٹھنے سے اور ازہار میں لکھا ہے کہ قبروں پر گچ کی ممانعت کراہت کی بنا پر ہے اور یہ کراہت دونوں صورتوں کو شامل ہے خواہ چنائی سے کرے یا قبر کے اوپر گچ کرے اور قبر پر عمارت بنانا درست نہیں ہے اور اس کا گرا دینا واجب ہے اگرچہ وہ مسجد ہی کیوں نہ ہو۔ علامہ تورپشتی نے کہا ہے کہ عمارت بنانے میں دونوں چیزوں کا احتمال ہے۔ خواہ قبر پر مکان وغیرہ سے بنائے خواہ خیمہ وغیرہ کھڑا کرے۔ دونوں ممنوع ہیں۔ کیونکہ ان کا کچھ فائدہ نہیں ہے اور تورپشتی کا کہنا ہے کہ یہ جاہلیت کا فعل ہے اور کافر میّت پر ایک سال تک سایہ کیا کرتے تھے اور قبر پر بیٹھنا اس لیے منع ہے کہ یہ مؤمن کے اکرام کے منافی ہے اس میں میّت کا حقیر جاننا لازم آتا ہے اور بعض حضرات نے کہا کہ بیٹھنے سے مراد یہ ہے کہ غم کی وجہ سے قبر پر ہی بیٹھا رہے اور اپنا کام کاج چھوڑ دے اور فقیر بن کر بیٹھ جائے۔ اس لیے منع فرمایا گیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ خیمہ لگائے ہوئے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر بیٹھا ہوا ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے غلام اس کو اتارو۔ اس کو اس کا عمل سایہ کر رہا ہے اور ہمارے علماء میں سے بعض شراح نے کہا ہے کہ مال کو ضائع کرنے کے مترادف ہے اور بعض پہلے لوگوں نے مشائخ اور علماء مشہورین کی قبر پر عمارت بنانے کو مباح قرار دیا ہے تاکہ لوگ زیارت کے لیے آئیں تو بیٹھ کر راحت حاصل کر سکیں۔ زائرین کے لیے نہ کہ مردوں کے لیے یعنی قبر والوں کے لیے نہیں۔ (مرقات)

۶/۱۵۹۳ وَعَنْ اَبِیْ مَرْثَدِ الْغَنَوِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَيْهَا۔ [رواہ مسلم]

اخرجه مسلم فی صحیحه ۶۶۸/۲ حدیث رقم (۹۷۔ ۹۷۲)۔ وابوداوٗد فی السنن ۵۵۴/۳ حدیث رقم ۳۲۲۹۔ والترمذی ۳۶۷/۳۔ حدیث رقم ۱۰۵۰۔ والنسائی ۶۷/۲ حدیث رقم ۷۶۰۔

ترجمہ: حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبروں پر مت بیٹھو اور نہ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔ اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث پاک کا خلاصہ کچھ اس طرح سے بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں قبروں پر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے بھی منع کیا گیا ہے اور علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے اور قبر کو روندنا بھی مکروہ ہے اکثر لوگ اس طرح کرتے ہیں کہ جب کوئی ان کا عزیز و اقارب قبر میں مدفون ہوتا ہے۔ تو اس کی قبر تک پہنچنے کے لیے قبروں کو روندتے ہوئے آگے گزر جاتے ہیں یہ مکروہ ہے اور ضرورت کی خاطر روندنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے قبر کھودنے کے لیے جانا جائز ہے اور مستحب یہ ہے کہ ننگے پاؤں قبروں میں داخل ہو۔ جیسے کہ شرعۃ الاسلام میں ہے۔ قبر کے نزدیک سونا اور تکیہ لگانا مکروہ ہے اور قبر کے پاس استنجا کرنا نہایت مکروہ ہے اور ہر وہ چیز کراہت میں داخل ہے جو سنت سے ثابت نہیں ہے۔ مگر قبر کی زیارت اور دعا کرنا مکروہ نہیں ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں تشریف لے جاتے اور یہ دعا پڑھا کرتے تھے: **السلام علیکم دار قوم مؤمنین۔ وانا ان شاء اللہ بکم لا حقون۔ اسال اللہ لی ولکم العافیۃ۔**

اور قبر کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھو۔ اگر وہ قبر یا قبر والے کی تعظیم کی خاطر پڑھتا ہے۔ تو یہ صریح کفر ہے ورنہ مکروہ تحریمی ہے اور اگر جنازہ سامنے رکھا ہو۔ تو اس میں کراہت زیادہ ہے۔ اہل مکہ اس طرح کرتے تھے کہ اپنے جنازے اپنے سامنے رکھ دیتے تھے اور پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھتے۔

اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے جو ضابطہ بیان کیا ہے کہ وہ چیز مکروہ ہے جو سنت سے ثابت نہیں ہے، مگر زیارت اور دعا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قراءت قرآن بھی قبر پر سنت نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے باوجود اس کے کہ اکثر احادیث اور آثار سے قبر پر قرآن پڑھنا ثابت ہے۔ چنانچہ انہوں نے تیسری فصل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما والی حدیث کی شرح کرتے ہوئے ذکر کیا ہے اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ قرآن پاک کی قراءت کرنا دعا میں داخل ہے۔ یعنی وہ بھی حکماً دعا ہے لہٰذا مکروہ نہیں ہے۔

قبر پر بیٹھنا کس قدر ناپسندیدہ عمل ہے

۷/۱۵۹۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّجْلِسَ اَحَدُكُمْ عَلٰى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهٗ فَتَخْلُصَ اِلٰى جِلْدِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّجْلِسَ عَلٰى قَبْرٍ۔ [رواہ مسلم]

اخرجه مسلم فی صحیحه ٦٦٧/٢ حدیث رقم (٩٦۔ ٩٧١)۔ وابوداؤد فی السنن ٥٥٣/٣ حدیث رقم ٣٢٢٨۔ والنسائی ٩٥/٤ حدیث رقم ٢٠٤٤۔ وابن ماجه ٤٩٩/١ حدیث رقم ١٥٦٦۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم میں کوئی شخص آگ کے انگارے پر بیٹھے اور وہ آگ اس کے کپڑے جلا دے اور وہ آگ جلد تک پہنچ جائے بہ نسبت اس کے کہ کوئی قبر پر بیٹھے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے کی شناعت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اور قبر پر بیٹھنے کو آگ پر بیٹھنے سے زیادہ ضرر والا شمار کروا اور فرمایا کہ آگ پر بیٹھنا قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ یعنی قبر پر بیٹھنے کا ضرور زیادہ ہے بنسبت آگ پر بیٹھنے کے۔

الفصل الثانی:

بغلی قبر مسنون ہے

۸/۱۵۹۵ وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا يَلْحَدُ وَالْاٰخَرُ لَا يَلْحَدُ فَقَالُوْا اَيُّهُمَا جَاءَ اَوَّلًا عَمِلَ عَمَلَهٗ فَجَاءَ الَّذِیْ يَلْحَدُ فَلَحَدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ فی شرح السنة)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ٣٨٨/٥ حدیث رقم ١٥١٠۔

ترجمہ: عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں دو شخص (قبر کھودنے والے تھے ایک ان میں سے ابوطلحہ انصاریؓ تھے جو لحد بناتے تھے یعنی بغلی قبر اور دوسرے ابوعبیدہ بن الجراح جو لحد نہیں کرتے تھے بلکہ شق کرتے تھے۔ جیسے یہاں قبریں بنتی ہیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہؓ نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ان میں سے جونسا پہلے آجائے اپنا کام کرے یعنی اگر لحد والا پہلے آئے تو لحد کھودے اور شق والا پہلے آئے تو شق کھودے۔ پس وہ شخص آیا جو لحد کھودا کرتا تھا۔ تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحد کھودی گی شرح السنہ میں یہ روایت موجود ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ لحد شق سے افضل ہے اور شق بھی مشروع ہے۔ کیونکہ اگر شق مشروع نہ ہوتی تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم شق کیوں کھودا کرتے۔

لحد نکالنا مسنون ہے

۹/۱۵۹۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا۔

[رواہ الترمذی وابو داود والنساء وابن ماجة ورواہ احمد عن جریر بن عبد اللّٰه]

اخرجه ابوداؤد فی السنن ٥٤٤/٣ حدیث رقم ٣٢٠٨۔ والترمذی فی السنن ٣٦٣/٣ حدیث رقم ١٠٤٥ والنسائی ٨٠/٤

حدیث رقم ۲۰۰۹۔ وابن ماجه ۴۹۶/۱ حدیث رقم ۱۵۵۴۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لحد ہمارے لیے ہے اور شق ہمارے غیروں کے لئے ہے۔ اس کو امام ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور امام احمدؒ نے یہ روایت جریر بن عبداللہ سے کی ہے۔

تشریح ۞ علماء حدیث نے اس کے کئی معنی لکھے ہیں لیکن ظاہری معنی یہ ہیں کہ لحد ہمارے واسطے ہے اور شق ہمارے غیر کے لیے ہے یعنی لحد نکالنا انبیاء کی سنت ہے۔ اس حدیث پاک میں لحد کو شق پر ترجیح دی گئی ہے۔

قبر گہری اور صاف ہونی چاہیے

۱۰/۱۵۹۷ وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ اُحُدٍ اِحْفِرُوْا وَاَوْسِعُوْا وَاَعْمِقُوْا وَاَحْسِنُوْا وَادْفِنُوا الْاِثْنَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ فِيْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ وَقَدِّمُوْا اَكْثَرَهُمْ قُرْاٰنًا۔

[رواه احمد والترمذی وابو داود والنسائی وری ابن ماجة الی قوله واحسنوا]

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۵۴۷/۳ حدیث رقم ۳۲۱۵۔ والترمذی ۱۸۵/۴ حدیث رقم ۱۷۱۳۔ والنسائی۔

ترجمہ: حضرت ہشام بن عامرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قبریں کھودو اور فراخ کرو اور گہرا کرو اور قبروں کو اچھا کرو۔ یعنی ہموار اور کوڑے کرکٹ سے صاف کرو اور (مردوں کو) دفن کرو، دو آدمیوں کو اور تین کو ایک قبر میں۔ قبلے کی جانب سب سے پہلے اس شخص کو رکھو جس کو قرآن زیادہ یاد ہو۔ یہ احمدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ نے روایت کی ہے اور ابن ماجہؒ نے لفظ اَحْسِنُوْا تک روایت کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں قبر کی نوعیت کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ قبر گہری صاف ستھری ہونی چاہیے۔ احد کے دن جب جنگ ہو چکی اور شہداء کو دفن کرنے کا ارادہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ قبریں کھودو یہ امر وجوب کے لیے اور باقی بطور استحباب کے ہیں اور قبروں کو گہرا کرنے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے قبر کو گہرا کرنا سنت ہے اس لیے کہ اس سے میت درندوں وغیرہ سے محفوظ رہتی ہے اور مظہر نے کہا ہے کہ قبر اتنی گہری ہونی چاہیے کہ اگر آدمی کھڑا ہو کر ہاتھ اونچا کرے تو انگلیوں کے سرے قبر کے کنارے کے برابر ہوں اور ایک قبر میں دو تین آدمیوں کو دفن کرنا ضرورت کی وجہ سے ہے اور بلا ضرورت درست نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس کو قرآن زیادہ یاد ہو اس کو قبر میں پہلے رکھو۔ اس سے عالم باعمل کی تعظیم کا درس ملتا ہے عالم کا اکرام اس کی زندگی میں بھی کیا جائے اور مرنے پر بھی اس کے اکرام کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور ایک نماز جیسے ایک میت پر ہو سکتی ہے۔ ایسے ہی زیادہ میتوں پر بھی ادا کی جا سکتی ہے جب ایک وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو اگر چاہے تو علیحدہ علیحدہ میت پر نماز پڑھے اور چاہے تو سب کو ایک جگہ جمع کر کے نماز پڑھ لے۔ پھر آگے رکھنے میں چاہے۔ آگے پیچھے رکھیں قبلہ کی جانب اور چاہے قطار باندھ کر طول میں رکھیں اور بہتر یہ ہے امام قریب کھڑا ہو۔

شہیدوں کی آخری آرام گاہیں ان کی شہید ہونے کی جگہیں ہیں

۱۱/۱۵۹۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ جَاءَتْ عَمَّتِيْ بِاَبِيْ لِتَدْفِنَهٗ فِيْ مَقَابِرِنَا فَنَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا الْقَتْلٰى اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداود والنسائی والدارمی ولفظہ للترمذی)

اخرجه ابوداؤد في السنن ۵۱۴/۳ حديث رقم ۳۱۶۵۔ والترمذي ۱۸۷/۴۰ حديث رقم ۱۷۱۷۔ والنسائي ۷۹/۴ حديث رقم ۲۰۰۴۔ وابن ماجه ۴۸۶/۱ حديث رقم ۱۵۱۶۔ والدارمي ۳۵/۱ حديث رقم ۴۵۔ واحمد في المسند ۲۹۷/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد کا دن ہوا تو میری پھوپھی میرے باپ کو لائیں۔ تا کہ ان کو ہمارے مقبرے میں دفن کریں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ندا دینے والے نے ندا دی۔ یعنی پکارنے والے نے پکارا کہ شہیدوں کو ان کے شہید ہونے کی جگہ کی طرف لے جاؤ۔ اس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابوداؤد اور نسائیؒ اور دارمی نے روایت کیا اور اس کے الفاظ ترمذی کے ہیں۔

تشریح ✿ اس حدیث پاک میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد کا واقعہ پیش آیا اور بعض مسلمان شہید ہو گئے اور میرا باپ بھی شہید تھا۔ تو میری پھوپھی میرے باپ کو لے کر آئی۔ تا کہ اس کو بھی جنت البقیع میں دفن کر دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی آواز دینے والے نے آواز دی کہ جہاں وہ شہید ہوئے ہیں' وہاں ہی دفن کرو اور اس طرح جو کوئی کسی شہر میں فوت ہو جائے۔ اس کو دوسرے شہر کی طرف منتقل نہ کیا جائے۔ یہ ہمارے بعض علماء کا کہنا ہے اور ازھار میں لکھا ہے کہ میت کی نقل مکانی کی حرمت کے بارے میں یہ حدیث ایک مضبوط دلیل ہے اور ظاہر بات یہی ہے کہ یہ نہی شہداء کے ساتھ خاص ہے اور اس نہی کو اس پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ شہداء کو دفن کرنے کے بعد نقل کرنا منع ہے یا' دفن کرنے کے بعد بغیر عذر کے نقل کرنا منع ہے۔ علامہ طیبیؒ نے فرمایا ہے اگر ضرورت ہو تو میت کو نقل کرنا جائز ہے اور بلا ضرورت نقل کرنا درست نہیں ہے اور شیخ ابن الہمام نے کہا ہے۔ اگر مردے کو دفن کرنے سے پہلے یا قبر کی درستگی کی خاطر ایک دو کوس تک لے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اس لیے کہ قبرستان اتنی دور ہوا ہی کرتے ہیں مستحب ہے کہ اس کو اسی قبرستان میں دفن کیا جائے جس شہر میں اس کو موت آئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ایک منزل پر تھے وہاں ان کو موت آ گئی اور ان کے جنازے کو مکہ مکرمہ لایا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کی زیارت کو آئیں تو فرمانے لگیں۔ اگر میں موت کے وقت موجود ہوتی تو کبھی بھی آپ کے جنازے کو منتقل نہ کرتی اور اسی جگہ دفن کرتی جہاں موت آئی تھی۔ دفن کرنے کے بعد اور مٹی ڈالنے کے بعد قبر کھودنا درست نہیں ہے مگر کسی عذر کی وجہ سے' مدت کی کمی و بیشی کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور عذر یہ ہے کہ غصب کی زمین ہو یا شفیع اس کو لے جائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کتنے ہی ایسے تھے جو کفرستان کی زمین میں دفن کیے گئے اور ان کو وہاں سے منتقل نہیں کیا گیا۔ اگر زمین کا مالک چاہے کہ وہ اپنی زمین کو ہموار کرے اور وہاں زراعت کرے اس کو کھودنے کا حق پہنچتا ہے اور ایک عذر یہ بھی ہے کہ دفن کرتے وقت لحد میں کسی کا کپڑا یا مال رہ جائے تو اس کو نکالنے کے لیے بھی کھودنا جائز ہے اور شیخ ابن الہمام نے کہا اگر کسی عورت کا بیٹا دوسرے شہر میں مر جائے اور اس کو وہاں دفن کر دیا جائے اور عورت وہاں موجود نہ ہو اور بے صبری کا مظاہرہ کر رہی ہو اور اس کو نقل کرنا چاہتی ہو تو نقل کرنے میں کوئی گنجائش نہیں ہے اور بعض متاخرین کا اس کو جائز رکھنا معتبر نہیں ہے۔

اور صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ جب کوئی کسی شہر میں مر جائے تو اس کو دوسرے شہر کی طرف نقل کرنا مکروہ ہے اس لیے کہ

اس میں یعنی نعش کی منتقلی میں مشغول ہونا بے فائدہ بات ہے اور دفن کرنے میں تاخیر ہوتی ہے اگر بغیر غسل کے یا بغیر نماز کے دفن کر دیا جائے تو اس کو بالاتفاق دوبارہ نکالا نہیں جائے گا اور میت کو گھر میں دفن نہ کیا جائے۔ جس گھر میں وہ قیام پذیر ہے اس لیے کہ گھر میں مدفون ہونا انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے۔

میت کو قبر میں کیسے اُتارا جائے

۱۵۹۹/۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سُلَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِہٖ۔ (رواہ الشافعی)

البیهقی فی السنن والشافعی فی مسندہ ص ۳٦٠۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سر کی طرف سے قبر میں اتارا گیا۔

تشریح ❁ علماء کرام اس کی صورت یوں بیان فرماتے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں اتارا گیا جنازہ قبر کی پائینتی کی طرف لے جایا گیا۔ وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو اٹھا کر قبر میں اتارا گیا۔ شوافع میت کو قبر میں اس طرح ہی اتارتے ہیں اور ہمارے نزدیک میت کو قبلہ کی جانب رکھا جاتا ہے اور اس کو اٹھا کر قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور ہمارے نزدیک یہی مسنون ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح مردے کو رکھتے تھے جیسا کہ آئندہ حدیث میں آرہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اس طریقے سے قبر میں اتارا گیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ حجرہ مبارک میں اس قدر وسعت نہ تھی کہ قبلہ کی جانب سے اتارتے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک دیوار سے ملی ہوئی تھی۔ حنفیہ کی طرف سے اس روایت کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں اتارنے کے بارے میں اضطراب آیا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد شریف میں ایک روایت موجود ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبر میں قبلے کی جانب اور سرہانے کی طرف سے داخل کیا گیا اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے۔ جب دونوں حدیثوں میں تعارض پیش آیا تو دونوں ساقط ہو گئیں۔

میت کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارنا مسنون ہے

۱۶۰۰/۱۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ قَبْرًا لَیْلًا فَاُسْرِجَ لَہٗ بِسِرَاجٍ فَاَخَذَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَۃِ وَقَالَ رَحِمَکَ اللّٰہُ اِنْ کُنْتَ لَاَوَّاھًا تَلَّاءً لِلْقُرْاٰنِ۔ (رواہ الترمذی وقال فی شرح السنۃ اسنادہ ضعیف)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۷۳/۳ حدیث رقم ۱۰۵۷۔ والبغوی فی شرح السنن ۳۹۸/۵ حدیث رقم ۱۵۱٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو ایک شخص کو دفن کرنے کے لیے قبر میں داخل ہوئے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چراغ روشن کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کو قبلہ کی جانب سے لیا اور فرمایا۔ تجھ پر اللہ رحمت کرے تحقیق تو اللہ کے خوف کی وجہ سے بہت رونے والا تھا اور قرآن کریم کی بہت زیادہ تلاوت کرنے والا تھا۔ یعنی ان دونوں چیزوں کی وجہ سے رحمت و مغفرت کا مستحق ہوگا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور شرح السنہ میں کہا گیا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے یعنی اس کی اسناد ضعیف ہیں۔

تشریح ❁ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس بارے میں جابر اور

یزید بن ثابتؓ سے بھی حدیث آئی ہے اور اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کو دفن کرنا مکروہ نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض حضرات نے لکھا ہے اور یہ حنفیہ کی دلیل ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک قبلے کی طرف سے میت کو اتارنا مسنون ہے۔

میت کو قبر میں اُتارتے وقت کی دُعا

۱۴/۱۶۰۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اُدْخِلَ الْمَیِّتَ الْقَبْرَ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَعَلٰی سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

[رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ وروی ابوداود الثانیۃ]

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۵۴۶/۳ حدیث رقم ۳۲۱۳۔ والترمذی فی السنن ۳۶۴/۳ حدیث رقم ۱۰۴۶۔ وابن ماجه ۴۹۴/۱ حدیث رقم ۱۵۵۰۔ واحمد فی المسند ۲۷/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میت کو قبر میں رکھا کرتے تھے تو ارشاد فرماتے تھے۔ میں اللہ کے نام کے ساتھ رکھتا ہوں اور اللہ کے حکم کے ساتھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ساتھ اور ایک روایت میں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر رکھتا ہوں اس کو احمد اور ترمذی اور ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے اور ابو داؤد نے دوسری روایت کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث شریف میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کو قبر میں اتارتے وقت دعا فرمائی۔ وہ دعا یہ ہے: بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَعَلٰی سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ یعنی ایک روایت میں سنت کی بجائے ملت کا لفظ ارشاد فرمایا ہے۔

قبر پر پانی چھڑکنے اور (بطور نشانی کے) سنگریزے رکھنے کا ثبوت

۱۵/۱۶۰۲ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْہِ مُرْسَلاً اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَثٰی عَلَی الْمَیِّتِ ثَلَاثَ حَثَیَاتٍ بِیَدَیْہِ جَمِیْعًا وَّاَنَّہٗ رَشَّ عَلٰی قَبْرِ ابْنِہٖ اِبْرَاھِیْمَ وَوَضَعَ عَلَیْہِ حَصْبَاءَ۔

[رواہ فی شرح السنۃ وروی الشافعی من قولہ رش]

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۴۰۱/۵ حدیث رقم ۱۵۱۵۔

ترجمہ: امام جعفر صادقؒ جو امام محمدؒ کے بیٹے ہیں۔ انہوں نے اپنے باپ سے یعنی امام باقرؒ سے بطریق ارسال کے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کر کے تین لپیں (مٹھیاں) ڈالیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور نشانی کے طور پر سنگریزے رکھے۔ اس کو شرح السنۃ میں نقل کیا ہے اور امام شافعیؒ نے لفظ رش سے روایت کیا ہے (یعنی لفظ رَش سے لے کر آخر تک روایت امام شافعیؒ کی ہے)۔

تشریح ۞ مذکورہ روایت کو امام احمدؒ نے اسناد ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یعنی آپ پہلی لپ بھر کر یہ دعا پڑھتے تھے: منها خلقنكم اور دوسری لپ کے ساتھ: وفيها نعيد كم اور تیسری لپ کے ساتھ: ومنها نخرجكم تارة اخرى...... اور ابن ملک کا کہنا ہے کہ قبر پر میت کے ساتھ حاضر ہونا کہ لپ بھر کر مٹی ڈال سکے اور پانی چھڑکنا مسنون ہے۔

ایک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک شخص کو خواب میں مرنے کے بعد پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اس نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے میری نیکیوں کا وزن کیا تو میری برائیاں نیکیوں پر غالب آ گئیں۔ تو اچانک نیکیوں کے پلڑے میں ایک تھیلی گری جس کی وجہ سے میری نیکیوں کا پلڑا جھک گیا۔ جب میں نے اس تھیلی کو کھولا تو تھیلی کے اندر ایک مٹھی مٹی کی تھی۔ جو کہ میں نے ایک مسلمان کی قبر پر ڈالی تھی۔ اس حدیث کو مواہب نے ذکر کیا ہے۔

قبر کو گچ یعنی چونا کرنا منع ہے

۱۶/۱۶۰۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَاَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهَا وَاَنْ تُوْطَاَ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۶۸/۳ حدیث رقم ۱۰۵۲۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو گچ کرنے، ان پر لکھنے اور ان کو روندنے سے منع فرمایا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں قبر کی تزئین کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے: القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار۔ یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ اس کو ظاہری زیبائش کی ہرگز ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی ظاہری نمود و نمائش سے میت کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے گریز بہتر ہے۔ (م س)

باقی حدیث کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ قبر کو گچ بھی نہ کیا جائے، اور نہ ہی اس پر لکھا جائے اور نہ ہی پاؤں سے اس کو روندا جائے۔

گچ کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے منع فرمایا کہ یہ ایک قسم کی زینت اور تکلف ہے جیسے کہ میں نے پہلے ذکر کر دیا ہے اور مٹی سے لیپ کرنا جائز ہے اور اللہ و رسول کا نام اور قرآن کا لکھنا مکروہ ہے۔ تاکہ وہ پامال نہ ہوں اور حیوان وغیرہ ان پر پیشاب نہ کریں اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اللہ کا نام اور قرآن مسجد کی دیواروں پر لکھنا بھی مکروہ ہے اور پتھر کا کتبہ لکھ کر لگانا یہ بھی مکروہ ہے اور بعض حضرات نے صالح میت کے لئے مشروع کر دیا ہے کہ اس کا نام پتھر پر لکھ کر لگایا جا سکتا ہے تاکہ ایک لمبی مدت کے گزرنے کے بعد بھی لوگ اس کو پہچان سکیں۔

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کرنا

۱۷/۱۶۰۴ وَعَنْهُ قَالَ رُشَّ قَبْرُ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الَّذِیْ رَشَّ الْمَاءَ عَلٰی قَبْرِهٖ بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ بِقِرْبَةٍ بَدَاَ مِنْ قِبَلِ رَاْسِهٖ حَتّٰی انْتَهٰی اِلٰی رِجْلَيْهِ۔ (رواه البیهقی فی دلائل النبوة)

رواه البیهقی فی دلائل النبوة

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر پانی چھڑکا گیا۔ وہ شخص جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

قبر مبارک پر پانی چھڑکاؤ کیا وہ حضرت بلال بن رباحؓ تھے انہوں نے مشک کے ساتھ سرہانے کی طرف سے چھڑکنا شروع کر دیا اور پاؤں تک چھڑکا۔ اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث کا خلاصہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حدیث شریف میں قبر پر پانی چھڑکنے کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ جس کی تفصیل ضمناً گزر چکی ہے۔

قبر پر پتھر رکھنا بطور علامت کے مسنون ہے

۱۸/۱۶۰۵ وَعَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ اَبِیْ وَدَاعَةَ قَالَ لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ اُخْرِجَ بِجَنَازَتِهٖ فَدُفِنَ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلاً اَنْ یَّاْتِیَهٗ بِحَجَرٍ فَلَمْ یَسْتَطِعْ حَمْلَهَا فَقَامَ اِلَیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَیْهِ قَالَ الْمُطَّلِبُ قَالَ الَّذِیْ یُخْبِرُنِیْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی بَیَاضِ ذِرَاعَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ حَسَرَ عَنْهُمَا ثُمَّ حَمَلَهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَاْسِهٖ وَقَالَ اَعْلَمُ بِهَا قَبْرَ اَخِیْ وَاَدْفِنُ اِلَیْهِ مَنْ مَّاتَ مِنْ اَهْلِیْ۔ (رواه ابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳/۵۴۳ حدیث رقم ۳۲۰۶۔

ترجمہ: حضرت مطلب بن ابی وداعہؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعونؓ کا جنازہ نکالا گیا (یعنی اٹھایا گیا) اور ان کو دفن کیا تو نبی علیہ السلام نے ایک شخص کو حکم دیا کہ ایک بڑا پتھر لے کر آؤ تا کہ بطور علامت (نشانی) کے رکھا جائے۔ پس وہ شخص اس پتھر کو نہ اٹھا سکا پھر اس کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور دونوں آستینیں اوپر چڑھائیں۔ راوی کا کہنا ہے کہ اس شخص نے مجھے بتایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں کی سفیدی کو دیکھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو کھولا۔ پھر پتھر کو اٹھایا اور حضرت عثمانؓ کی قبر کے سرہانے رکھ دیا اور فرمایا کہ میں نے اس کے ساتھ اپنے بھائی کی قبر کا نشان کیا ہے اور میں اپنے گھر والوں میں سے جو وفات پائے گا اسے اس کے قریب دفن کروں گا۔ اس کو ابو داؤدؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں راوی مطلب بن وداعہ صحابی رسول ہیں۔ جو فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے انہوں نے صحابی سے روایت کی ہے خود موجود نہ ہونے کی وجہ سے اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ شریک بھائی تھے۔ تیرہ (۱۳) آدمیوں کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا ہے اور جنگ بدر میں حاضر ہوئے اور مہاجروں میں سے مدینہ منورہ میں انہوں نے سب سے پہلے وفات پائی اور ان کے پاس سب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے اور ازھار میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر پر پہچان رکھنے کے لیے نشانی رکھنی مستحب ہے۔ تا کہ اعزہ واقارب کو ایک جگہ دفن کر سکیں۔

قبر کی اُونچائی بالشت کی بقدر اُونچی ہونی چاہیے

۱۹/۱۶۰۶ وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ فَقُلْتُ یَا اُمَّاهُ اكْشِفِیْ لِیْ عَنْ قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ فَكَشَفَتْ لِي عَنْ ثَلَاثَةِ قُبُوْرٍ لَا مُشْرِفَةٍ وَّلَا لَا طِئَةٍ مَبْطُوْحَةٍ بِبَطْحَآءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ۔

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۵۴۹/۳ حدیث رقم ۳۲۲۰۔

ترجمہ: حضرت قاسم بن محمدؒ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ میں نے کہا۔ اے میری ماں! رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیاروں (یعنی ابوبکر و عمر) کی قبر میرے لئے کھول دیجئے۔ پس انہوں نے میرے لیے تینوں قبریں کھول دیں۔ نہ تو بہت بلند تھیں اور نہ ہی وہ زمین کے ساتھ ملی ہوئی تھیں۔ بلکہ بقدر بالشت بلند تھیں۔ میدان کی سرخ کنکریاں ان پر بچھی ہوئی تھیں جو مدینہ منورہ کے اردگرد ہیں۔ اس کو ابوداوٗدؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ❀ اس حدیث سے مترشح ہوتا ہے کہ قبروں کی اونچائی ایک بالشت سے اونچی نہ ہو اور نہ ہی زمین کے ساتھ ملی ہوئی بلکہ بالشت کی مقدار اونچی ہو جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور شیخین رضی اللہ عنہما کی قبریں ہیں۔ یہ قبریں جن کا تذکرہ ابھی حدیث میں گزرا ہے یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں تھیں اور جب حجرے کا دروازہ کھلا ہوتا تھا۔ تو دروازے پر پردہ پڑا رہتا تھا جب صحابہ رضی اللہ عنہم چاہتے تو اندر تشریف لے جاتے۔

۲۰/۱۶۰۷ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا اِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ بَعْدُ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَجَلَسْنَا مَعَهُ۔ (رواه ابو داود والنسائی وابن ماجة وزادفی اخره كان علی رؤسنا الطير)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۵۴۶/۳ حدیث رقم ۳۲۱۲۔ والنسائی ۷۸/۴ حدیث رقم ۲۰۰۱۔ وابن ماجه ۴۹۴/۱ حدیث رقم ۱۵۴۹۔ واحمد فی المسند ۲۸۷/۴۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انصار میں سے ایک شخص کے جنازے کے لیے نکلے۔ ہم قبر کے پاس پہنچے اور ابھی تک اس کو دفن نہیں کیا گیا تھا یعنی ابھی تک اس کی قبر نہیں کھدی تھی پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف بیٹھے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد۔ اس کو ابوداوٗد۔ نسائی ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے اور ابن ماجہؒ نے اس کے آخر میں یہ بات بھی زیادہ کی ہے کہ ہم اس طرح بیٹھے جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں۔ یعنی نہایت خاموش اور سر جھکائے بیٹھے تھے۔

نوٹ: اس حدیث کی مکمل تفصیل بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ مَنْ حَضَرَهُ الْمَوْتُ کی تیسری فصل میں گزر چکی ہے اور وہ اس سے لمبی حدیث ہے۔

میت کی بے اکرامی ممنوع ہے

۲۱/۱۶۰۸ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهٖ حَيًّا۔

(رواه مالك وابو داود وابن ماجة)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۵۴۳/۳ حدیث رقم ۳۲۰۷ وابن ماجه ۵۱۶/۱ حدیث رقم ۱۶۱۶۔ ومالك فی الموطأ ۲۳۸/۱ حدیث رقم ۴۰ من كتاب الجنائز۔ واحمد فی المسند ۱۶۸/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مردے کی ہڈی کو توڑنا زندہ کی ہڈی کو

توڑنے کی طرح ہے۔یعنی توڑنا گناہ ہے۔اس کو امام مالک ابوداؤد اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ میت کی حقارت کرنا ممنوع ہے جیسا کہ زندہ کی حقارت کرنا ممنوع ہے کیونکہ میت کو بھی زندہ کی طرح ایذا اور تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

الفصل الثالث:

حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا کی تدفین کا بیان

۲۲/۱۶۰۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُدْفَنُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَاَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ لَّمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَنَا قَالَ فَانْزِلْ فِيْ قَبْرِهَا فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۵۱/۳ حدیث رقم ۱۲۸۵۔ واحمد فی المسند ۱۲٦/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اس وقت حاضر تھا۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیؓ اور حضرت عثمانؓ کی بیوی امّ کلثوم رضی اللہ عنہا کو دفن کیا جا رہا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس بیٹھے تھے۔میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں دیکھیں کہ آنسو بہا رہی تھیں۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے کہ جس نے آج رات اپنی بیوی سے صحبت نہ کی ہو۔پس ابو طلحہؓ نے کہا کہ میں ہوں۔فرمایا پس تو ان کی قبر میں اتر پھر حضرت ابوطلحہؓ قبر میں اترے۔اس کو بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی تدفین کا بیان ہے دفن کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے آج رات عورت سے صحبت نہ کی ہو۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادۃً پوچھا کہ آیا حضرت عثمانؓ نے کسی عورت سے صحبت کی ہے یا نہیں۔پس حضرت عثمانؓ نے انکار نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنی کسی باندی یا بیوی سے صحبت کی تھی اور اس میں ایک نکتہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس لیے پوچھا کہ صحبت کرنا اگرچہ ممنوع نہیں ہے لیکن صحبت نہ کرنے میں فرشتوں کے ساتھ مشابہت ہو جاتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عنقریب صحبت نہ کی ہو وہ دفن کرے۔ابوطلحہؓ اجنبی صحابی ہیں انہوں نے قبر میں اتارا یہ ان کی خصوصیات میں سے ہے۔یا ان کا قبر میں اتارنا بیان جواز کے لیے تھا۔ابن ہمامؒ کا کہنا ہے کہ عورت کو قبر میں اتارنے یا نکالنے کا کام مردوں کا ہی ہے اس لیے اجنبی مرد کا عورت کو چھونا بوقت ضرورت اس کی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی جائز ہے۔لیکن درمیان میں کپڑا حائل ہونا چاہیے۔پس جب عورت فوت ہو جائے اور کوئی محرم موجود نہ ہو کہ اس کو دفن کرے تو پھر اس کا طریقہ یہ ہے کہ معمر نیک بخت تلاش کیا جائے۔تاکہ اس کو دفن کرے اگر ضعیف یعنی معمر شخص نہ ہو تو نیک بخت جوان سے یہ تدفین کا کام لیا جا سکتا ہے۔

اگر محرم ہو خواہ دودھ کی وجہ سے ہو یا سسرال کا ہو تو وہ اتر کر دفن کرے۔اگر کوئی کہے کہ خاوند اور محارم نیک بخت لوگوں سے اولیٰ ہیں جیسے کہ علماء کرام کا فرمانا ہے۔تو پھر ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عثمانؓ نے کیوں نہیں دفن کیا۔تو اس کا جواب اس طرح سے دیا جاتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت عثمانؓ کو کچھ عذر ہوگا۔اس لیے قبر میں نہیں اترے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا نزع کی حالت میں بیٹے کو نصیحت کرنا

۱۶۱۰/۲۳ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لِابْنِهٖ وَهُوَ فِيْ سِيَاقِ الْمَوْتِ اِذَا اَنَا مِتُّ فَلَا تَصْحَبْنِيْ نَائِحَةٌ وَلَا نَارٌ فَاِذَا دَفَنْتُمُوْنِيْ فَشُنُّوْا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ اَقِيْمُوْا حَوْلَ قَبْرِيْ قَدْرَ مَا يُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتّٰى اَسْتَاْنِسَ بِكُمْ وَاَعْلَمَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّيْ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۱۱۲/۱ حديث رقم (۱۹۲۔ ۱۲۱)۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نزع کی حالت میں اپنے بیٹے عبداللہ کو کہا کہ جس وقت میری موت آ جائے۔ میرے پاس کوئی نوحہ کرنی والی نہ ہو اور نہ ہی میرے پاس آگ ہو اور جب میرے دفن کا ارادہ کرو۔ تو مجھ پر سہولت کے ساتھ (آرام کے ساتھ) مٹی ڈالو پھر میری قبر کے پاس دعا کے لیے اتنا وقت کھڑے رہو کہ اونٹ کو ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جائے یہاں تک کہ میں تمہارے ٹھہرنے کی وجہ سے آرام حاصل کروں اور میں جان لوں کہ میں اپنے پروردگار کے فرشتوں کو کیسے جوابات کے ساتھ واپس کرتا ہوں۔ اس کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں میت کے ساتھ آگ وغیرہ لے کر جایا کرتے تھے۔ فخر وریاکاری کے لیے تاکہ خوشبو جلائیں اور ضرورت کے وقت اس کو کام میں لائیں۔ اس سے منع فرمایا۔ جیسے یہاں بعض لوگ کرتے ہیں کہ جنازوں کے ساتھ موم بتیاں مشعلیں اور پنج شاخے وغیرہ لے جاتے ہیں یا گکڑ والے اپنے ساتھ آگ لے کر چلتے ہیں یہ ممنوع ہے اور تمہیں ان خرافات میں نہیں پڑنا چاہیے بلکہ میت کے لیے دعا استغفار قرآن اوراذکار وغیرہ میں مشغول ہونا چاہیے۔ جیسے کہ ابوداؤد شریف کی ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب دفن سے فارغ ہو جاتے تو کھڑے ہو جاتے یعنی ٹھہر جاتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی مانگو تاکہ وہ سوال و جواب کے وقت کامیاب ہو جائے۔

میت کو جلدی دفن کرنے کا حکم

۱۶۱۱/۲۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوْهُ وَاَسْرِعُوْا بِهٖ اِلٰى قَبْرِهٖ وَلْيُقْرَاْ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَاتِحَةُ الْبَقَرَةِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ۔

(رواه البيهقي في شعب الايمان والصحيح انه موقوف عليه)

رواه البيهقي في شعب الايمان۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے ہیں جس وقت کوئی آدمی تم میں سے فوت ہو جائے پس اس کو روکے نہ رکھو اور اس کو اس کی قبر کی طرف جلدی پہنچاؤ اور اس کے سر کے قریب یعنی سرہانے کھڑے ہو کر سورۃ بقرہ کا ابتدائی حصہ مفلحون تک تلاوت کرو اور اس کے پاؤں کے پاس کھڑے ہو کر سورۃ بقرہ کا آخری حصہ یعنی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ آخر تک پڑھو۔ بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ عبداللہ بن عمر پر موقوف ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ میت کو دفن کرنے میں بغیر عذر کے تاخیر نہ کرو اور ابن ہمامؒ کا کہنا ہے میت کو تیار کرنے میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ وَاَسْرِعُوْا والا جملہ اس کے لیے تاکید ہے۔ یا اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جنازے کو لے کر جلدی چلنا سنت ہے یعنی درمیانی چال چلے دوڑے نہیں اور نہ ہی آہستہ چلے اور دفن کرنے کے بعد میت کے سرہانے کھڑے ہو کر سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات مفلحون تک اور میت کے پاؤں کے پاس کھڑے ہو کر سورۃ بقرہ کا آخری حصہ "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ" سے لے کر آخر تک تلاوت کرے اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورۃ فاتحہ اور معوذتین کی تلاوت کرو اور قل ھو اللہ احد اور ان کا ثواب اہل مقابر کو پہنچاؤ اور زیارت قبور کا مقصد یہ ہے کہ زیارت کرنے والے عبرت پکڑیں اور مردوں کے لیے یہ ہے کہ اس کی دعا سے فائدہ اٹھائیں۔ انتھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بطریق مرفوع روایت ہے تم میں سے جو بھی کسی قبرستان پر گزرے وہ قل ھو اللہ گیارہ مرتبہ پڑھے۔ پھر اس کا ثواب مردوں کو بخشے ان کو اس کا ثواب قبرستان کے مردوں کی تعداد کے برابر پہنچایا جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی قبرستان میں داخل ہو پھر سورۃ فاتحہ اور قل ھو اللہ اور الھکم التکاثر پڑھے اور کہے کہ میں نے اس کلام کا ثواب مؤمنین اور مؤمنات کے لیے بخشا ہے۔ تو مردے اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کرتے ہیں اور حماد مکیؒ نے کہا ہے میں ایک رات قبرستان کی طرف نکلا میں اپنا سر ایک قبر پر رکھ کر سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ قبرستان والے حلقہ لگائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کیا قیامت ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ لیکن ایک شخص نے ہمارے بھائیوں میں قل ھو اللہ پڑھی ہے اور اس کا ثواب ہمیں بخشا ہے ہم ایک برس سے اس کو بانٹ رہے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو کوئی قبرستان میں داخل ہو کر سورۃ یٰسین کی تلاوت کرے۔ اللہ رب العزت ان سے عذاب ہلکا کر دیتا ہے اور اس کے لیے مردوں کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ علامہ سیوطی نے شرح الصدور میں میّت کو قرآن پاک کا ثواب پہنچنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے پھر جمہور سلف یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ مردوں کو ثواب پہنچتا ہے اور امام شافعیؒ اس میں اختلاف کرتے ہیں انتھیٰ۔ امام شافعیؒ نے اپنے مسلک کے ثبوت کے لیے جو دلائل پیش کیے ہیں۔ علامہ سیوطیؒ نے ان دلائل کے متعدد جوابات دیے ہیں اور فرمایا کہ عبادت بدنی کا ثواب پہنچتا ہے جو ان جوابات کو دیکھنا چاہتا ہے شرح الصدور یا مرقات میں دیکھ لے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا میّت کے منتقل کرنے کو ناپسند کرنا

۲۵/۱۶۱۲ وَعَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ بِالْحُبْشِیِّ وَھُوَ مَوْضِعٌ فَحُمِلَ اِلٰی مَکَّةَ فَدُفِنَ بِھَا فَلَمَّا قَدِمَتْ عَائِشَةُ اَتَتْ قَبْرَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَتْ:

وكنا كندماني جذيمة حقبةً ☆ من الدهر حتى قيل لن يتصدعا

فلما تفرقنا كاني ومالكا ☆ لطول اجتماع لم نبت ليلة معا

ثُمَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ لَوْ حَضَرْتُكَ مَا دُفِنْتَ اِلَّا حَیْثُ مُتَّ وَلَوْ شَھِدْتُكَ مَا زُرْتُكَ۔ [رواہ الترمذی]

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۷۱/۳ حدیث رقم ۱۰۵۵۔

ترجمہ: ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی وفات حبشی کے مقام پر ہوئی تو ان کو مکہ کی طرف لایا گیا اور مکہ میں دفن کیا گیا۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حج کے لیے (مکہ) تشریف لائیں تو عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس آئیں وہاں یہ اشعار پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے: ہم دونوں جزیمہ کے دو ہم نشینوں کی طرح تھے۔ جو ایک لمبی مدت تک آپس میں جدا نہ ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ کہا گیا۔ وہ دونوں ہرگز جدا نہ ہونگے پس جب ہم دونوں جدا ہوئے گویا میں اور مالک باوجود لمبا عرصہ ساتھ رہنے کے پھر ہم نے ایک رات بھی اکٹھے نہیں گزاری۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر میں تیرے مرنے کے وقت حاضر ہوتی تو تو وہاں ہی دفن ہوتا جس جگہ تجھے موت آئی تھی موت کی جگہ پر دفن کرنا سنت اور افضل ہے اور اگر میں تیرے پاس تیرے مرنے کے وقت حاضر ہوتی تو میں تیری زیارت نہ کرتی۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ میّت کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر تدفین کے لیے منتقل کرنا منع ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی منتقلی کو ناپسند فرمایا اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی وفات حبشی مقام پر ہوئی تھی۔ حبشی مکہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے اور بعضوں نے کہا ہے مکہ سے ایک منزل کا نام ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی جدائی میں دو اشعار پڑھے اور وہ دونوں شعر تمیم بن نویرہ کے ہیں جو انہوں نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ جن کو خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہلاک کر دیا تھا کے مرثیے میں پڑھے تھے۔

ترجمہ اشعار: ''تمیم کہتے ہیں، ہم تھے جذیمہ کے دو ہم نشینوں کی طرح ایک لمبے زمانے سے۔ جذیمہ ایک بادشاہ کا نام تھا جو عراق اور جزیرۂ عرب میں حکومت کرتا تھا اور اس بادشاہ کے دو ہم نشین تھے مالک اور عقیل۔ یہ چالیس سال تک اس کے ہم نشین رہے اور ان کو نعمان نے قتل کیا تھا اور ان کے قتل کا بھی عجیب قصہ ہے جو مقامات حریری میں مذکور ہے پس تمیم اپنے بھائی سے مرثیے میں کہتا ہے کہ میں اور تو جذیمہ کے دو ہم نشینوں کی طرح اکٹھے رہتے تھے آپس میں محبت کرتے تھے۔ ایک لمبی مدت تک۔ لوگ میں مشہور ہو گیا تھا۔ کہ ان کی آپس میں جدائی نہیں ہوگی۔ پھر تمیم کہتا ہے کہ ہم ایسے جدا ہوئے یعنی میں اور مالک یعنی مالک کے ہلاک ہونے کی وجہ سے۔ ایک مدت تک۔ ایسے لگتا تھا کہ کبھی ہم دونوں ایک رات بھی اکٹھے نہیں ہوئے تھے۔

اور حدیث پاک میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں تیری قبر کی زیارت نہ کرتی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت ہے کیونکہ میں نے تمہیں مرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے میں تیری قبر کی زیارت کرنے کو آئی ہوں۔ تاکہ ملاقات کے قائم مقام ہو جائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک میّت کو قبر میں اتارنے کا طریقہ

۲۶/۱۶۱۳ وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ سَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدًا وَّرَشَّ عَلٰى قَبْرِهٖ مَاءً۔

(رواہ ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۱/۴۹۵ حدیث رقم ۱۵۵۱۔

ترجمہ: حضرت ابورافعؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے سعد کو جنازے (میت کی چارپائی) سے سر کی طرف سے نکالا اوران کی قبر پر پانی چھڑکا اس کو ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کی لغوی تشریح اور وضاحت دوسری فصل کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما (۱۶۰۰/۱۳) میں گزر چکی ہے۔

قبر پر مٹی ڈالنے کا مسنون طریقہ

۱۶۱۴/۲۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَةٍ ثُمَّ اَتَی الْقَبْرَ فَحَثٰی عَلَیْهِ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ ثَلَاثًا. (رواہ ابن ماجۃ)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۱/۴۹۹ حدیث رقم ۱۵۶۵۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک جنازے پر نماز پڑھی۔ پھر قبر کے پاس تشریف لائے۔ پھر آپ ﷺ نے تین لپیں (تین مٹھیاں) اس پر سر کی طرف سے ڈالیں۔ اس کو ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں مٹی ڈالنے کا مسنون طریقہ بتایا گیا ہے کہ تین مٹی کے لپیں یعنی مٹھیاں بھر کر قبر پر ڈالی جائیں اور پھر دعا پڑھی جائے۔ مٹی ڈالتے وقت کی دعا پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

قبر پر تکیہ لگا کر بیٹھنے کی ممانعت

۱۶۱۵/۲۸ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ قَالَ رَاٰنِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَّکِئًا عَلٰی قَبْرٍ فَقَالَ لَا تُؤْذِ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ اَوْلَا تُؤْذِهٖ۔ (رواہ احمد)

رواہ احمد

ترجمہ: عمرو بن حزمؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ کو قبر پر تکیہ لگائے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ قبر والے کو تکلیف نہ دو یا فرمایا اس کو ایذا نہ دو۔ یہ امام احمدؒ نے روایت کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا کہ قبر پر سہارا لگا کر بیٹھنا منع ہے یہ شاید اس وجہ سے ہے کہ تکیہ یا سہارا لگا کر بیٹھنے سے میت کی روح ناخوش ہوتی ہے۔ اس لیے بھی کہ اس میں اس کی حقارت لازم آتی ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

بَابُ الْبُكَآءِ عَلَى الْمَيِّتِ

میت پر رونے کا بیان

فائدہ: ① مردے پر بغیر نوحہ اور چلانے کے رونا جائز ہے نوحہ اور چلانا مکروہ ہے اور میت کی بڑھ چڑھ کر تعریف کرنا

مکروہ ہے۔ جیسے کہ زمانہ جاہلیت میں رواج تھا۔ میت کی خوبیوں کا ذکر کرنا اور تعریف کرنا مکروہ نہیں ہے اور تعزیت کرنا مستحب ہے اور تعزیت کے معنی ہیں کہ مصیبت زدہ کو صبر کی تلقین کرے اور تسلی دے اور تعزیت ایک سے زیادہ بار نہیں کرنی چاہیے اور تیسرے روز رشتہ داروں وغیرہ کا جمع ہونا اور تکلفات کرنا اور ناحق مال ضائع کرنا اور یتیموں کا مال وصیت کے بغیر کھانا بدعت ہے اور حرام ہے اور قاموس کے مصنف مجد الدین ؒ نے اپنی کتاب سفر السعادۃ میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی اور صحابہ کرام ؓ کی جنازے کے علاوہ جمع ہونے کی عادت نہیں تھی کہ جمع ہو کر قرآن پڑھیں اور ختمات پڑھیں۔ نہ قبر پر اور نہ قبر کے علاوہ پر یہ سب بدعت ہیں انتہی۔ گھر میں یا مسجد میں بیٹھنا جائز ہے اس لیے کہ جب آپ ﷺ کو جعفر، زید اور ابن رواحہ کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ مسجد میں غمگین بیٹھے اور لوگ تعزیت کے لئے آتے تھے لیکن اس طرح سے تعزیت نہ کرتے تھے جس طرح اب متعارف ہے انتہی اور اکثر علماء کے نزدیک میت والے کے نزدیک جمع ہونا مکروہ ہے اور سخت مکروہ ہے کہ گھر کے باہر بیٹھ جائیں اور لوگ جمع ہو کر تعزیت کریں اس لیے کہ یہ جاہلیت کا فعل ہے بلکہ جب دفن سے فارغ ہو جائیں تو متفرق ہو جائیں اور اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہو جائیں اور صاحب میت کو بھی چاہیے کہ اپنے کام میں مشغول ہو جائے اور قبر کے گرد حلقہ باندھ کر قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔ (حق فی الترجمۃ سفر السعادۃ)

فائدہ: ﴿۴﴾ میت زدہ کی تعزیت کرنا اچھی بات ہے اور تعزیت کا وقت مرنے سے تین دن تک ہے اور اس کے بعد مکروہ ہے اگر تعزیت کرنے والا غائب ہو یا مصیبت زدہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے جب ملے تعزیت کر لے۔ دفن کے بعد تعزیت کرنا اولیٰ ہے۔ یہ تب ہے اگر وہ بہت زیادہ جزع وفزع نہ کریں۔ اگر دیکھیں کہ وہ بہت زیادہ جزع وفزع کرتے ہیں تو دفن کرنے سے پہلے ہی تعزیت متاخرین کے نزدیک بہتر ہے اور مستحب ہے کہ عام تعزیت کرے۔ میت کے تمام چھوٹوں اور بڑوں سے مردوں اور عورتوں سے تعزیت کرے۔ اگر عورت جوان ہو تو اس سے تعزیت صرف محرم ہی کرے۔

اور تعزیت کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ یوں کہے اللہ تعالیٰ تیری میت کو بخشے اور اس سے درگزر کرے اور اس کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور اس کی مصیبت پر تمہیں صبر نصیب کرے اور اس کے مرنے پر تجھے ثواب عطا فرمائے اور تعزیت کے بہترین الفاظ یہ ہیں جو آپ ﷺ نے بیان فرمائے ہیں۔ وہ الفاظ یہ ہیں: **((ان للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطی و کل شیٔ عندہ باجل مسمی))** "یعنی اللہ کی ہی کی مِلک ہے وہ چیز جو اس نے لی اور اسی کی لیے وہ چیز ہے جو اس نے عطاء کی اور ہر چیز کا اس کے پاس وقت مقرر ہے"۔ اگر کافر مر جائے اور قریبی اس کا مسلمان ہو تو وہ یوں تعزیت کرے۔ اللہ تجھے بہت ثواب عطا فرمائے اور تجھے اچھی تسلی دے اور تیری میت کو بخشے اور اگر میت مسلمان ہو اور اس کا قریبی غیر مسلم ہو تو یوں تعزیت کرے اللہ تعالیٰ میت کی بخشش فرمائے اور تمہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور یہ نہ کہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو بہت ثواب دے اور عجم کے شہروں میں جو رسم و رواج ہے کہ سڑکوں اور بازاروں میں بچھونے بیٹھتے ہیں اور راستے بند کر دیے جاتے ہیں راہ گیروں کو تکلیف ہوتی ہے یہ بہت بری رسم ہے اور مصیبت کے لیے تین دن تک بیٹھنا جائز ہے اور اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے اور مردوں کے لیے کوئی مضائقہ نہیں ہے اور چہرہ کالا کرنا اور گریبان چاک کرنا اور منہ کا نوچنا اور بالوں کا بکھیرنا اور سر پر مٹی ڈالنا اور ہاتھوں اور سینے کا پیٹنا اور قبروں پر آگ روشن کرنا۔ جاہلیت کی رسوم ہیں اور کھانا پکا کر میت والے کے گھر بھیجنا مکروہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

فائدہ: ﴿۵﴾ لوگ جو تیسرے دن تکلفات کرتے ہیں، بچھونے بچھاتے ہیں، خیمے کھڑے کرتے ہیں اور خوشبوئیں تقسیم کرتے

ہیں یہ سب بدعت کے کام ہیں اور نامشروع ہیں کذا نقلہ الشیخ عن مطالب المؤمنین اور نصاب میں لکھا ہے کہ لوگوں نے جو تیسرے روز خوشبو لگانے کی عادت مقرر کر رکھی ہے اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے کہ وہ تیسرے روز سوگ اتارنے کے لیے خوشبو لگاتی ہیں اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ پرہیز خوشبو کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ اس وجہ سے ہے کہ عورتوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور تعزیت کے آداب یہ ہیں کہ صاحب مصیبت سے مصافحہ کرے اور تواضع اختیار کرے اور زیادہ کلام نہ کرے اور نہ ہی مسکرائے۔ شیخ الاسلام۔

الفصل الاول:

غم کی وجہ سے آنسوؤں کا جاری ہو جانا نبوت کے منافی نہیں ہے

۱/۱۶۱۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِىْ سَيْفِ الْقَيْنِ وَكَانَ ظِئْرًا لِاِبْرَاهِيْمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْرَاهِيْمَ فَقَبَّلَهٗ وَشَمَّهٗ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَ اِبْرَاهِيْمُ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَّاَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ اِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ اَتْبَعَهَا بِاُخْرٰى فَقَالَ اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۷۲/۳ حدیث رقم ۱۳۰۳۔ ومسلم فی صحیحه ۱۸۰۷/۴ حدیث رقم (۶۲۔ ۲۳۱۵)۔ وابوداؤد فی السنن ۲۹۳/۳ حدیث رقم ۳۱۲۶۔ وابن ماجه ۵۵۶/۱ حدیث رقم ۱۵۸۹۔ واحمد فی المسند ۱۹۴/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوسیف لوہار کے گھر گئے۔ (جو کہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دایہ کا شوہر تھا) پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو لیا ان کا بوسہ لیا اور ان کو سونگھا یعنی اپنی ناک رکھی اور اپنا منہ ان کے منہ پر رکھا۔ جیسے کوئی بو سونگھتا ہے اور پھر ہم ان کے پاس چند روز کے بعد گئے اس حال میں کہ ابراہیم نزع کی حالت میں تھے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عوف کے بیٹے یہ رحمت ہے پھر اس رونے کے بعد پھر روئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غمگین ہے اور ہم باوجود اس کے نہیں کہتے مگر وہ چیز کہ جس سے ہمارا رب راضی ہو جائے۔ اے ابراہیم! ہم تیری جدائی کے غم سے روتے ہیں اس کو بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے۔

(متفق علیه)

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس ابوسیف کا جو نام آیا ہے۔ اس کا اصل نام براء تھا لوہار کا کام کرتے تھے اور ان کی بیوی کا نام خولہ بنت منذر انصاریہ ہے۔ یہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دایہ تھیں اور حضرت ابراہیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے تھے سولہ (۱۶) یا سترہ (۱۷) مہینے کی عمر میں وفات پائی۔

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نزع کی حالت میں ان کے پاس تشریف لے گئے اور پیار کیا اور رو پڑے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے پوچھا یا رسول اللہ لوگ تو روتے ہیں اور آپ بھی روتے ہیں بڑی شان معرفت کے باوجود۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا رونا رحمت ہے یعنی اس کو اس حال میں مبتلا دیکھ کر رحم آ رہا ہے یہ رونا اس کا اثر ہے نہ کہ بے صبری کی وجہ سے جیسا کہ تو نے خیال کیا ہے اور دل غمگین ہے۔ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اگر ایسے موقع پر بھی کسی کا دل غمگین نہ ہوتو یہ اس شخص کی سنگدلی اور رحمت کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے لہٰذا یہ غم کی وجہ سے رونا اہل کمال کے نزدیک بہت زیادہ کامل ہے بنسبت اس شخص کے حال سے جس کا بیٹا فوت ہو جائے اور وہ ہنستا رہے پس انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہر حق والے کو اس کا حق دے۔

غم کی وجہ سے آنسوؤں کا نکلنا

۲/۱۴۱۷ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ اَرْسَلَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِ اَنَّ ابْنًا لِّيْ قُبِضَ فَأْتِنَا فَاَرْسَلَ يَقْرَأُ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّرِجَالٌ فَرُفِعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهٗ تَتَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا فَقَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ فَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۵۱/۳۔ حدیث رقم ۱۲۸٤۔ ومسلم فی صحیحه ٦۳۵/۲ حدیث رقم (۱۱۔ ۹۲۳)۔ وابو داوٗد فی السنن ٤۹۲/۳ حدیث رقم ۳۱۲۵۔ والنسائی ۲۱/٤ حدیث رقم ۱۸٦۸۔ واحمد فی المسند ۲۰٤/۵۔

ترجمہ: حضرت اُسامہ بن زید ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بیٹی یعنی حضرت زینب ؓ نے حضور ﷺ کو اپنے بیٹے کی وفات کی خبر بھیجی' آپ نے اس کو سلام بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اللہ ہی کے لیے ہے۔ جو چیز اس نے لی اور اس کی ہے جو چیز اس نے دی یعنی اولاد وغیرہ ان کے ہلاک ہونے کی وجہ سے جزع فزع نہیں ہونی چاہے۔ اس لیے کہ وہ اپنی امانت لے لیتا ہے اور ہر چیز اس کے نزدیک مدت معین کے ساتھ ہے۔ یعنی تیرے بیٹے کی زندگی بھی اتنی ہی ہے جتنی اس کے مقدر میں تھی پس چاہیے کہ تو صبر کرے اور ثواب پائے۔ پھر دوبارہ حضور ﷺ کی بیٹی نے آدمی بھیجا اور حضور ﷺ کو قسم دی کہ ضرور تشریف لائیں چنانچہ حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ' معاذ بن جبل' ابی کعب اور زید بن ثابت ؓ اور دوسرے صحابہ کرام ؓ بھی ہو لئے۔ پس لڑکے کو آپ ﷺ کی گود میں دے دیا گیا جو نزع کی کیفیت سے دوچار تھا۔ پس حضور ﷺ کی دونوں آنکھیں بہنے لگیں پھر سعد عرض کرنے لگے اے اللہ کے نبی ﷺ یہ کیا ہے۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف انہیں پر رحمت کرتا ہے جو اس کے بندوں پر رحم کرتے ہیں۔ اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں حضرت زینبؓ کے بیٹے کی وفات کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے نواسے کو نزع کی حالت میں اٹھایا اور رو پڑے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت سعدؓ نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ تو رحمت ہے اور آنسوؤں کا جاری ہو جانا حرام نہیں ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا گمان تھا کہ شاید آنسوؤں کی تمام اقسام حرام ہیں اور آپ ﷺ بھول کر روتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے امت کو آگاہ کر دیا کہ آنسوؤں سے رونا حرام نہیں ہے۔ بلکہ وہ رحمت ہے لیکن نوحہ کرنا گریبان چاک کرنا چہرے کو پیٹنا حرام ہے۔

نامعلوم بیماری پر آپ ﷺ کا پریشان ہو کر آنسوؤں کا جاری ہو جانا

۳/۱۶۱۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اِشْتَكٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوًى لَهٗ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ مَعَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ وَجَدَهٗ فِيْ غَاشِيَةٍ فَقَالَ قَدْ قُضِيَ قَالُوْا لَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَ الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا فَقَالَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰى لِسَانِهٖ اَوْ يَرْحَمُ وَاِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۷۵/۳۔ حدیث رقم ۱۳۰٤۔ ومسلم فی صحیحه ٦٣٦/٢ حدیث رقم (١٢۔ ٩٢٤)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے معلوم نہیں کہ کونسی بیماری تھی پس نبی کریم ﷺ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی معیت میں ان کی عیادت کرنے کو آئے تو جب ان کے پاس گئے۔ تو ان کو بے ہوشی کی حالت میں پایا۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرمایا کہ کیا وہ فوت ہو گئے ہیں صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ! نہیں پھر آپ ﷺ اس کو دیکھ کر از راہ مہربانی کے روئے اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی رو پڑے پس آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ آنکھوں کے آنسوؤں کے ساتھ اور دل کے غم کی وجہ سے عذاب نہیں کرتا۔ لیکن اس چیز کے ساتھ اللہ عذاب دیتا ہے اور اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا اور تحقیق مردے کو لوگوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ یہ بخاری اور مسلمؒ نے روایت کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ لوگوں کے بلند آواز سے رونے کی وجہ سے میّت کو عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے اور اس لیے واویلا کرنا نوحہ کرنا اور چہرہ کو پیٹنا ان تمام چیزوں کو منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں بے صبری کی علامت ہیں اور اس کی مزید تحقیق تیسری فصل میں آ جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مصیبت پر واویلا کرنا ممنوع ہے

۴/۱۶۱۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ

الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۶۳/۳۔ حدیث رقم ۱۲۹۴۔ ومسلم فی صحیحه ۹۹/۱ حدیث رقم (۱۶۵۔ ۱۰۳)۔ والترمذی فی السنن ۳۲۴/۳ حدیث رقم ۹۹۹۔ والنسائی ۲۰/۴ حدیث رقم ۱۸۶۲۔ وابن ماجه ۵۰۴/۱ حدیث رقم ۱۵۸۴۔ واحمد فی المسند ۴۳۲/۱۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو رخسار کو پیٹے اور گریباں پھاڑے اور جاہلیت کی طرح پکارے یعنی رونے کے وقت ایسے الفاظ کہے جو واویلا اور نوحہ کی طرز پر ہوں وہ شرعاً جائز نہیں ہیں۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو رخساروں کو پیٹے اور اپنے گریبان کو پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی طرح پکارے، پگڑی پھینکے، سر پیٹے، بال نوچے یہ سب چیزیں شرعاً ممنوع ہیں اور بے صبری کی علامت ہیں اور اللہ تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہیں۔

مصیبت کے وقت بے صبری کا مظاہرہ کرنا ممنوع ہے

۵/۱۶۲۰ وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ اُغْمِیَ عَلٰی اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ اُمُّ عَبْدِاللّٰهِ تَصِيْحُ بِرَنَّةٍ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَلَمْ تَعْلَمِیْ وَكَانَ يُحَدِّثُهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا بَرِیْءٌ مِّمَّنْ حَلَقَ وَصَلَقَ وَخَرَقَ۔ (متفق علیه ولفظه لمسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۶۵/۳۔ حدیث رقم ۱۲۹۶۔ ومسلم فی صحیحه ۱۰۰/۱ حدیث رقم (۱۶۷۔ ۱۰۴)۔ والنسائی فی السنن ۲۰/۴ حدیث رقم ۱۸۶۳ وابن ماجه ۵۰۵/۱ حدیث رقم ۱۵۸۶۔

ترجمہ: حضرت ابی بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیہوش ہو گئے۔ تو ان کی بیوی اُمّ عبداللہ نے چلا کر رونا شروع کر دیا۔ پھر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ہوش میں آئے پس فرمایا کیا تو نے نہیں جانا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس شخص سے بیزار ہوں کہ جو مصیبت کے وقت سر کے بال منڈائے، چلا کر روئے اور اپنے کپڑے پھاڑے۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے اور اس کے واسطے مسلمؒ کے لفظ ہیں۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بھی یہ بیان کیا گیا ہے کہ مصیبت کے وقت بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ رونا چلانا سر کے بال منڈا دینا یہ سب ممنوع ہیں۔ یہ زمانہ جاہلیت کے افعال تھے اور اکثر عورتوں سے سرزد ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو بہت زیادہ پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بیزار ہوتے ہیں۔

حسب ونسب میں فخر کرنا ممنوع ہے

۶/۱۶۲۱ وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُوْنَهُنَّ الْفَخْرُ فِی الْاَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِی الْاَنْسَابِ وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ وَالنِّيَاحَةُ وَقَالَ النَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٦٤٤/٢ حدیث رقم (٢٩ـ ٩٣٤)۔ واحمد فی المسند ٣٤٢/٥۔

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا چار چیزیں میری امت میں جاہلیت کے کاموں میں سے ہیں یعنی اکثر لوگ ان کو نہیں چھوڑیں گے۔ ① حسب میں فخر کرنا۔ ② نسب میں طعن کرنا۔ ③ ستاروں کے ذریعے پانی طلب کرنا۔ ④ اور نوحہ کرنا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نوحہ کرنے کی والی عورت جس وقت وہ مرنے سے پہلے توبہ نہیں کرے گی تو قیامت کے دن موقف (میدان حشر) میں کھڑی کی جائے گی اور اس پر قطران کا کُرتہ ہوگا اور خارش کا کرتہ ہوگا۔ اس کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ آپ ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں چار چیزوں کو زمانہ جاہلیت میں سے شمار کیا ہے: ① حسب کہتے ہیں آدمی اپنے اندر موجود خوبیوں کو اچھا سمجھے جیسے بہادری اور فصاحت وغیرہ۔ ② لوگوں کے نسب میں طعن کرے۔ کہ فلانے آدمی کا باپ برا تھا دادا برا تھا ان دونوں چیزوں میں اپنی تعظیم اور لوگوں کی حقارت لازم آتی ہے اس لیے یہ دونوں مذموم ہیں مگر اسلام کی وجہ سے اپنے آپ کو اچھا سمجھے اور کفر کی وجہ سے دوسرے کو حقیر جانے یہ تو جائز ہے اور باقی ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا کہ اگر فلاں ستارہ فلاں جگہ پر ہوگا تو بارش برسے گی۔ الحاصل یہ اعتقاد رکھنا حرام ہے اور بندے پر واجب ہے کہ وہ اعتقاد رکھے کہ بارش اللہ تعالیٰ ہی نازل کرتے ہیں اور نوحہ کرنے سے بھی ممانعت ہے۔ جس کی تفصیل پہلی حدیثوں میں گزر چکی ہے اور میت کو اچھی خوبیوں کے ساتھ یاد کرنا کہ بڑا بہادر تھا اور ایسا ایسا تھا جب نوحہ کرنے والی نے مرنے سے پہلے توبہ نہ کی تو حدیث پاک میں بڑی سخت وعید نازل ہوئی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو قطران کا لباس پہنائے گا۔

قطران ایک بدبو والی، لیس دار دوا ہے۔ جو ''ابہل'' نامی درخت سے نکلتی ہے، ہندی میں اس کو ہوبیر کہتے ہیں اور یہ خارشی اونٹوں کو ملا کرتے ہیں آگ اس کو بہت جلد پکڑتی ہے اسی سے فرنیچر کے لئے ''وارنش'' اور ''گوند'' بھی تیار کی جاتی ہے یہ لوہے کو زنگ سے بچانے کے لئے بھی استعمال کی جاتی ہے۔ قرآن حکیم میں بھی آیا ہے: ﴿سَرَابِيلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ......﴾ [ابراهيم: ٥٠] پس اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس پر خارش مسلط ہوگی اور اس پر قطران ملیں گے تا کہ تکلیف زیادہ پہنچے والعیاذ باللہ۔ (مجم)

آپ ﷺ کا ایک عورت کو مصیبت و پریشانی کے وقت صبر کی تلقین کرنا

۷/۱۶۲۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَةٍ تَبْكِيْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اتَّقِى اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ قَالَتْ اِلَيْكَ عَنِّيْ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِيْ وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيْلَ لَهَا اِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِيْنَ فَقَالَتْ لَمْ اَعْرِفْكَ فَقَالَ اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١٤٨/٣۔ حدیث رقم ١٢٨٣۔ ومسلم فی صحیحه ٦٣٧/٢ حدیث رقم (١٥ـ ٩٢٦)۔ وابوداؤد فی السنن ٤٩١/٣ حدیث رقم ٣١٢٤۔ والنسائی ٢٢/٤ حدیث رقم ١٨٦٩۔ والترمذی ٣١٣/٣ حدیث رقم ٩٨٧۔ وابن ماجه ٥٠٩/١ حدیث رقم ١٥٩٦۔ واحمد فی المسند ١٣٠/٣۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے کہ وہ آواز نکال کر رو رہی تھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے عذاب سے ڈرو اور نوحہ مت کرو۔ ورنہ عذاب ہوگا اور صبر کرو اور عورت نے کہا تو ایک طرف ہو جا اس لیے کہ تو مجھ جیسی مصیبت میں گرفتار نہیں ہوا اور اس عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہنچانا۔ پھر اس کو بتایا گیا کہ یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آئی۔ پس اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کسی دربان کو نہ پایا جیسا کہ بادشاہوں اور امیروں کے دروازوں پر دربان ہوتے ہیں۔ پس اس نے کہا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہنچانا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ صبر تو پہلے صدمہ کے وقت ہے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ❁ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں مصیبت و پریشانی کے وقت صبر کرنے کی تلقین فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا۔ کہ صبر وہ ہے۔ جب سب سے پہلے انسان کو مصیبت پہنچے تو وہ اس پر صبر کرے یہ صبر نہیں ہے کہ پہلے واویلا کرلے، نوحہ کرلے اور بعد میں تھک ہار کر کہے کہ میں نے صبر کیا۔ یہ صبر نہیں ہے، صبر تو پہلے صدمے کے وقت ہوتا ہے۔

اس حدیث میں جو عورت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانے بغیر جواب دیا پھر پریشان ہو گئی کیونکہ اس سے غافل تھی۔ کسی نے کہا کہ کلام کی طرف دیکھو کہنے والے کی طرف نہ دیکھو کون کہہ رہا ہے۔ یہ دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے۔

صبر کامل اور پسندیدہ صبر وہ ہی ہے جس پر ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ پہلے صدمے کے وقت صبر کرنے پر ہی ملتا ہے ورنہ تھک ہار کر خود بخود صبر آ جاتا ہے اور ان مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے نوحہ کرنا میت کی بھلائیوں کو شمار کرنا مثلاً کیا کڑیل جوان تھا اور پکار پکار کر رونا، چہرے کا پیٹنا، گریبان پھاڑنا، بالوں کا بکھیرنا، بالوں کا نوچنا، کالا منہ کرنا، سر پر مٹی ڈالنا اور اس طرح کے بے صبری کے کام کرنے ممنوع ہیں۔

تین بیٹوں کے فوت ہونے پر ملنے والا اجر

۸/۱۶۲۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ فَيَلِجُ النَّارَ اِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۴۱/۱۱۔ حدیث رقم ۶۶۵۶۔ ومسلم فی صحیحه ۲۰۲۸/۴ حدیث رقم (۱۵۰۔ ۲۶۳۲) والترمذی فی السنن ۳۷۴/۳۔ حدیث رقم ۱۰۶۰۔ اخرجه النسائی ۲۵/۴ حدیث رقم ۱۸۷۵۔ وابن ماجه ۵۱۲/۱ حدیث رقم ۱۶۰۳۔ ومالك فی الموطأ ۲۳۵/۱ حدیث رقم ۳۸ من کتاب الجنائز۔ واحمد فی المسند ۲۳۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ اس کے تین بیٹے فوت ہو جائیں اور وہ جہنم میں داخل ہو۔ مگر قسم پوری کرنے کے لیے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ❁ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ [مریم : ۷۱] تم میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو آگ میں داخل نہیں ہوگا۔ اگرچہ وہ ایک گھڑی کے لیے ہی جائے تمام لوگ پل صراط سے گزریں گے۔ نیک لوگ بجلی اور ہوا کی طرح گزر جائیں گے اور بد لوگ کو تکلیف دی جائے گی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے تین بیٹے فوت ہو جائیں وہ دوزخ میں داخل نہیں ہونگے مگر اتنی مقدار میں کہ قسم پوری ہو جائے صرف پل صراط سے گزریں گے اور وہ عذاب

سے محفوظ رہیں گے۔ عرب لوگ کہتے تھے کہ میں نے یہ تمام محض قسم پوری کرنے کے لیے کہا ہے یعنی قسم کو اپنے ذمے سے ساقط کرنے کے لیے قسم پورا کرنے کے لیے ادنیٰ فعل بھی کافی ہے۔

۹/۱۶۲۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنِسْوَةٍ مِنَ الْاَنْصَارِ لَا يَمُوْتُ لِاِحْدَا كُنَّ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَتَحْتَسِبُهُ اِلَّا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِنْهُنَّ اَوْ اِثْنَانِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَوِ اثْنَانِ۔

(رواه مسلم وفی روایة لهما ثلا یة لم یبلغو الحنث)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۸۸/۳ حدیث رقم ۱۳۸۱ ومسلم فی صحیحه ۲۰۲۸/٤ حدیث رقم (۱۵۱۔ ۲٦۳۲)۔ والترمذی فی السنن ۳۷۳/۳ حدیث رقم ۱۰۵۹۔ والنسائی ۲۵/٤ حدیث رقم ۱۸۷۳۔ وابن ماجه ۵۱۲/۱ حدیث رقم ۱٦۰٤۔ ومالك فی الموطأ ۲۳۵/۱ حدیث رقم ۳۹ من کتاب الجنائز۔ واحمد فی المسند ۵۱۰/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں سے ارشاد فرمایا: تم میں سے جس کے تین بیٹے فوت ہو جائیں تو وہ ثواب پائے گی اور جنت میں داخل ہوگی۔ ایک عورت نے ان میں سے کہا اے اللہ کے رسول! اگر دو۲ بیٹے فوت ہو جائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین کی خصوصیت نہیں ہے اگر دو بھی فوت ہو جائیں تو یہی بشارت ہے۔ اس کو امام بخاری مسلم نے روایت کیا ہے اور ایک روایت بخاری اور مسلم کی میں یوں ہے کہ اگر تین بیٹے فوت ہو جائیں اور وہ بلوغ تک نہ پہنچے ہوں۔ تو وہ بھی مذکورہ ثواب حاصل کریں گے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹوں کی وفات پر عورت کو جنت کی خوشخبری سنائی ہے کہ وہ عورت جس کے تین بیٹے فوت ہو جائیں تو وہ صبر وشکر سے کام لے جزع وفزع نہ کرے اور ثواب کی طالب رہے۔ یعنی نوحہ نہ کرے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے تو بغیر عذاب کے صبر یا شفاعت کرنے کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگی اور دو کے بارے میں احتمال ہے وحی آ گئی ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور متوجہ ہو کر دعا کرنی ہوگی اور وہ قبول ہوگی اور دوسری روایت میں غیر بالغ کی قید بڑوں کی نسبت اس لیے لگائی کہ چھوٹے لڑکوں کے ساتھ عورتوں کو محبت بہت ہوتی ہے اور ان کے مرنے کا بہت رنج ہوتا ہے چھوٹے بچے والدین کے ساتھ زیادہ مانوس ہوتے ہیں۔

اپنے پیارے کی وفات پر جنت کی ضمانت

۱۰/۱۶۲۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ مَا لِعَبْدِى الْمُؤْمِنِ عِنْدِىْ جَزَاءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ اِلَّا الْجَنَّةَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲٤۱/۱۱۔ حدیث رقم ٦٤۲۲۔ والنسائی ۲۳/٤ حدیث رقم ۱۸۷۱۔ واحمد فی المسند ٤۱۷/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ مؤمن بندے کے لیے میرے پاس بدلہ ہے۔ جس وقت اس کے پیارے کی دنیا سے روح قبض کر لیتا ہوں۔ پھر وہ ثواب کا طالب رہے تو بہشت عطا کروں گا۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا۔ اگر کسی شخص کا کوئی محبوب شخص باپ یا بیٹا ہو وفات پا جائے یا اس کے

علاوہ کوئی دنیا سے وفات پا جائے اور وہ اس کو پسند کرتا ہے تو بہت زیادہ ثواب پائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائیں گے اور خدا کا راضی ہونا سب سے افضل ہے۔ اہل دنیا کی قید سے پتہ چلتا ہے کہ پیارا اہل آخرت میں سے ہوگا تو اس کے مرنے پر صبر کرنے کی فضیلت اس سے بھی زیادہ ہے۔

الفصل الثّانی:

نوحہ سننا اور کرنا دونوں ممنوع ہیں

۱/۱۶۲۶ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ النَّائِحَۃَ وَالْمُسْتَمِعَۃَ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجہ ابوداوٗد فی السنن ۴۹۴/۳ حدیث رقم ۳۱۲۸۔ واحمد فی المسند ۱۶۵/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوخدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی پر لعنت کی ہے۔ اس کو ابو داوٗدؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ❁ اس مضمون کی تفصیل پہلی حدیثوں میں گزر چکی ہے اب اس مذکورہ حدیث کے خلاصے پر ہی فقط اکتفا کیا جاتا ہے کہ نوحہ کرنے والی وہ عورت ہے جو کسی کی موت پر اس کی بھلائیاں یاد کر کے روئے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ نوحہ کرنے والی وہ عورت ہوتی ہے جو مصیبت پر بلند آواز کے ساتھ روئے اور نوحہ سننے والی وہ عورت ہے جو قصداً نوحہ سنے اور اس پر راضی ہو۔

پریشانی اور خوشی کے وقت مؤمن کی قلبی کیفیت

۲/۱۶۲۷ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجَبٌ لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَہٗ خَیْرٌ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَشَکَرَ وَاِنْ اَصَابَتْہُ مُصِیْبَۃٌ حَمِدَ اللّٰہَ وَصَبَرَ فَالْمُؤْمِنُ یُؤْجَرُ فِیْ کُلِّ اَمْرِہٖ حَتّٰی فِی اللُّقْمَۃِ یَرْفَعُھَا اِلٰی فِیْ اِمْرَاَتِہٖ۔ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

اخرجہ احمد فی المسند ۱۸۲/۱ والبیھقی فی شعب الایمان ۱۸۹/۹ حدیث رقم ۹۹۵۱۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے مؤمن کا عجب حال ہے کہ اگر اس کو کوئی نیکی پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر ادا کرتا ہے۔ اگر اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اور صبر کرتا ہے پس مؤمن کو اس کے ہر کام پر ثواب ملتا ہے۔ یعنی صبر و شکر وغیرہ کے یہاں تک کہ لقمہ اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے (اس پر بھی اسے ثواب ملتا ہے)۔ اس کو بیہقیؒ نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر مباح چیزوں میں نیکی کی نیت کرے گا تو ثواب ملے گا۔ چنانچہ اگر اس نے بیوی کے منہ میں نوالہ ڈالا اور یہ نیت کی کہ اس کا حق مجھ پر واجب ہے اور حق کی ادائیگی کے لیے یہ میں نے کام کیا ہے اور اللہ کی رضا کے لیے یہ کام کرتا ہوں تو اس کو ثواب ملے گا۔

مؤمن کے فوت ہونے پر آسمان وزمین بھی روتے ہیں

۱۳/۱۶۲۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَلَهٗ بَابَانِ بَابٌ يَّصْعَدُ مِنْهُ عَمَلُهٗ وَبَابٌ يَّنْزِلُ مِنْهُ رِزْقُهٗ فَاِذَا مَاتَ بَكَيَا عَلَيْهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۵۴/۵ حدیث رقم ۳۲۵۵۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مؤمن کے لیے دو دروازے ہیں۔ ایک دروازے سے اس کے اعمال چڑھتے ہیں اور ایک دروازے سے روزی اترتی ہے پس جب وہ آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس پر دونوں دروازے روتے ہیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس قول سے سمجھی جاسکتی ہے۔ پس کافروں پر آسمان وزمین نہ روئے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ مؤمن کے فوت ہونے پر آسمان وزمین کے دروازے روتے ہیں۔ ایک دروازے سے نیک اعمال آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور اعمال نامے میں ان کے اعمال لکھے جاتے ہیں اور ایک دروازے سے آسمان سے رزق اترتا ہے اور جس جس کے مقدر میں ہوتا ہے اس کو پہنچتا ہے۔ جب انسان مرجاتا ہے تو دونوں دروازے روتے ہیں کیونکہ ایک دروازے سے اس کے نیک اعمال اوپر چڑھتے تھے اور دوسرے دروازے سے رزق اترتا تھا اور وہ دونوں نیک عمل پر مدد ومعاون تھے اور اب مؤمن کے فوت ہونے پر اس سعادت سے محروم ہو گئے اور مذکورہ آیت کافروں کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ کافروں کے مرنے پر نہ آسمان روتا ہے اور نہ ہی زمین روتی ہے۔ معلوم ہوا کہ اگر مؤمن کے مرنے پر یہ دونوں روتے ہیں۔

ثواب مصیبت ومشقت کے بقدر ہوتا ہے

۱۴/۱۶۲۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطَانِ مِنْ اُمَّتِيْ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهِمَا الْجَنَّةَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِكَ قَالَ وَمَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطٌ مُوَفَّقَةٌ فَقَالَتْ فَمَنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِكَ قَالَ فَاَنَا فَرَطُ اُمَّتِيْ لَنْ يُّصَابُوْا بِمِثْلِيْ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۷۶/۳ حدیث رقم ۱۰۶۲۔ واحمد فی المسند ۳۳۴/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں سے وہ شخص جس کے دو بیٹے بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو چکے ہوں اللہ تعالیٰ اس کو ان دونوں کی وجہ سے بہشت میں داخل کرے گا پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جس کا ایک بیٹا فوت ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک بیٹا فوت ہونے پر بھی وہی حکم ہے۔ اے مُوَفَّقَةٌ! اے توفیق دی گئی پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ وہ شخص جس کا ایک بھی بیٹا نہ ہوا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت کا میر منزل ہوں۔ ان کو میری مصیبت کی طرح کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا دنیا سے رحلت فرما جانا ہی ان کے لیے بڑی مصیبت ہوگی۔ اس کو امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں "فرطان" کا لفظ آیا ہے۔ یہ فرط کا تثنیہ ہے۔ فرط اس کو کہتے ہیں جو منزل پر پہنچ کر قافلے کے جانے سے پہلے پانی، خوراک وغیرہ کا قافلے کے لیے انتظام کرتا ہے اور یہاں فرط سے مراد وہ اولاد ہے جو بلوغت سے پہلے فوت ہو جائے۔ اس کو فرط اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ جنت میں جا کر نعمتوں کی درستگی کرتا ہے یعنی ماں باپ کی شفاعت کر کے جنت میں لے جائے گا اور **یَامُوَفَّقَةُ** کا خطاب حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و کمالات کی بنا پر **یَامُوَفَّقَةُ** سے خطاب کیا۔ کیونکہ آپؓ نیک اور بھلی باتوں کو پوچھنے والی تھیں۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں میر منزل ہوں۔ یعنی میں ان سے پہلے جاؤں گا اور شفاعت کر کے جنت میں لے کر جاؤں گا۔ اس لیے بندے کو جو ثواب ملتا ہے بقدر مشقت کے ملا کرتا ہے تو میرا دنیا سے اٹھ جانا ان کے لیے سب مصیبتوں سے بڑھ کر مصیبت ہو گی۔ اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں ہو گی۔

بیٹے کے فوت ہونے پر جنت میں بیت الحمد کی خوشخبری

۱۵/۱۶۳۰ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِمَلٰٓئِکَتِہٖ قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِیْ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیَقُوْلُ قَبَضْتُمْ ثَمَرَۃَ فُؤَادِہٖ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیَقُوْلُ مَاذَا قَالَ عَبْدِیْ فَیَقُوْلُوْنَ حَمِدَکَ وَاسْتَرْجَعَ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ ابْنُوْا لِعَبْدِیْ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ وَسَمُّوْہُ بَیْتَ الْحَمْدِ۔

(رواہ احمد والترمذی)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۳۴۱/۳ حدیث رقم ۱۰۲۱۔ واحمد فی المسند ۴۱۵/۴۔

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس وقت کسی بندۂ مؤمن کا فرزند (بیٹا) فوت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو یعنی ملک الموت اور اس کے تابعداروں کو کہتا ہے کہ تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کر لی۔ پس فرشتے کہتے ہیں کہ ہاں! پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم نے میرے بندے کے دل کے میوے کو قبض کر لیا؟ پس فرشتے کہتے ہیں جی ہاں! پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے کیا کہا؟ کہتے ہیں کہ تیری تعریف کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا پس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے لیے بہشت میں ایک بڑا گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ اس کو امام احمد اور ترمذیؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں خلاصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ کسی کی اولاد کا فوت ہو جانا حقیقت میں اس کے لیے بڑا غم ہوتا ہے اور جتنی بڑی پریشانی ہوتی ہے اتنا بڑا انعام بھی ملا کرتا ہے اس گھر کا نام بیت الحمد اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ حمد و تسلیم کے بدلے میں ملتا ہے جو اس نے مصیبت کے وقت کی تھی۔

تسلی دینے والے کو اجر ملنا

۱۶/۱۶۳۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَزّٰی مُصَابًا فَلَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ وقال الترمذی ھذا حدیث غریب لا نعرفہ مرفوعا الا من حدیث علی ابن عاصم الراوی وقال ورواہ بعضھم عن محمد بن سوقۃ بھذا الا سناد مو قوفا)۔

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۸۵ حدیث رقم ۱۰۷۳۔ وابن ماجه ۵۱۱/۱ حدیث رقم ۱۶۰۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو شخص مصیبت زدہ کو تسلی دے تو اس کو بھی اس کی طرح (یعنی مصیبت زدہ کی طرح) ثواب ملتا ہے اس کو ابن ماجہؒ اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو مرفوع نہیں جانتے مگر علی بن عاصم راوی کی حدیث سے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے اس کو بعض محدثوں نے محمد بن سوقہ سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت اسی سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مصیبت زدہ کو تسلی دینے والے کو بھی اس کے برابر ثواب ملتا ہے جتنا مصیبت پر صبر کرنے والے کو ملتا ہے۔ تسلی دینے والا خواہ اس کے پاس جا کر تسلی دے یا لکھ کر بھیجے۔ تو اس کو بھی اسی طرح ثواب ملے گا۔ اس لیے کہ یہ صبر کا باعث ہے۔ جیسے **الدال علی الخیر کفاعله**: جو نیکی کا راستہ بتاتا ہے اس کو بھی نیکی کرنے والے کی طرح ثواب ملتا ہے۔ یہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث سے اس کو مزید تاکید حاصل ہوتی ہے وہ حدیث یہ ہے :

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُعَزِّىْ أَخَاهُ بِمُصِيْبَةٍ إِلَّا كَسَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ مِنْ حُلَلِ الْكَرَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ [ابن ماجه : ح : ۱۶۰۱] "جو کوئی مسلمان اپنے بھائی کی تعزیت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن بزرگی کے جوڑے پہنائے گا۔ اس کی سند حسن و مرفوع ہے اور مکررات ۳ مرتبہ ہے۔"

بیٹے کی وفات پر عورت کو تسلی دینے کے باعث جنت کا لباس پہنایا جائے گا

۱۷/۱۶۳۲ وَعَنْ اَبِىْ بَرْزَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَزّٰى ثَكْلٰى كُسِىَ بُرْدًا فِى الْجَنَّةِ۔ [رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب]

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۸۸/۳ حدیث رقم ۱۰۷۶۔

ترجمہ: حضرت ابو برزہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اس عورت کو تسلی دے جس کا بیٹا فوت ہو چکا ہو اس کو جنت میں اچھا لباس پہنایا جائے گا۔ اس کو ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی عورت کے بیٹے کی وفات پر جس نے اس عورت کو تسلی دی اس کو جنت کا لباس پہنایا جائے گا۔ صرف تسلی دینے پر کتنی عظیم نعمت حاصل کرے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی و شفقت کی دلیل ہے۔

میت کے اہل والوں کے لیے کھانے کا انتظام کرنا

۱۸/۱۶۳۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ لَمَّا جَاءَ نَعْیُ جَعْفَرٍ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَقَدْ اَتَاهُمْ مَا يَشْغَلُهُمْ۔ (رواه الترمذی وابو داود وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۴۹۷/۳ حدیث رقم ۳۱۳۲۔ والترمذی ۳۲۳/۳ حدیث رقم ۹۹۸۔ وابن ماجه ۵۱۴/۱ حدیث رقم ۱۶۱۰۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ جب جعفرؓ کے مرنے کی خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کو

ارشاد فرمایا کہ حضرت جعفرؓ کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو۔ تحقیق ان کے پاس وہ چیز آئی ہے۔ جو کھانا پکانے سے روک دیتی ہے۔ (یعنی حضرت جعفرؓ کے مرنے کی خبر)۔ اس کو امام ترمذی ابوداؤد ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رشتے داروں اور ہمسایوں کے لیے مستحب ہے کہ میت کے گھر والوں کے لیے کھانا بھیجیں اور کھانا اس قدر ہو کہ پیٹ بھر کر کھالیں اور ایک رات و دن کے لیے کافی ہو جائے اور بعضوں نے کہا ہے کہ تین دن تک کھانا بھیجنا چاہیے کیونکہ ایام تعزیت تین دن ہیں اور ان کے علاوہ کے لیے (یعنی میت کے اہل خانہ کے علاوہ کے لئے) کھانے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے یعنی میت کے اہل والوں کے علاوہ کہ ان کو کھانا کھانا چاہیے یا نہیں اور ابوالقاسم نے کہا ہے کہ کوئی مضائقہ نہیں ہے اس لیے کہ دوسرے لوگ میت کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہونگے جب اہل میت کے لیے کھانا پکایا جائے تو اہل میت کو اصرار کر کے کھانے پر لایا جائے تا کہ ان کو کھانا نہ کھانے کی وجہ سے ضعف نہ ہو جائے۔ ان کا کھانا نہ کھانا حیاء کی وجہ سے یا غم کی زیادتی کی وجہ سے ہے اور کھانا کھلانا نوحہ کرنے والی عورتوں کے لیے سخت حرام ہے اس لیے کہ گناہ پر ان کی مدد کرنی لازم آتی ہے۔ اہل میت کا لوگوں کو جمع کر کے کھانا کھلانا بدعت و مکروہ ہے۔ حضرت جریرؓ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم اس کو نیاحت (یعنی نوحہ کرن سے) سے شمار کرتے تھے اور اس سے اس کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے اور امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا کھانا بھی مکروہ ہے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں جب یتیم یا غائب شخص کا مال نہ ہو۔ اگر یتیم یا غائب کا مال ہوگا تو اس کا کھانا بلا خلاف حرام ہے۔

الفصل الثالث:

نوحہ کرنے پر عذاب کی وعید

۱۹/۱۶۳۴ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يُعَذَّبُ بِمَانِيحَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١٦٠/٣۔ حدیث رقم ١٢٩١۔ ومسلم فی صحیحه ٦٤٣/٢ حدیث رقم (٢٨۔ ٩٣٣)۔ والترمذی فی السنن ٣٢٤/٣ حدیث رقم ١٠٠٠۔ واحمد فی المسند ٦١/٢۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جس پر نوحہ کیا جاتا ہے اس کو قیامت کے دن نوحہ کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ نوحہ کرنے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ناپسند کیا ہے اور اس پر عذاب کی وعید بھی سنائی ہے کہ جس پر نوحہ کیا جائے گا اس کو قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔

میت کو زندوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے

۲۰/۱۶۳۵ وَعَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ وَذُكِرَ لَهَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ تَقُوْلُ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِاَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَمَا اِنَّهُ لَمْ يَكْذِبْ وَلٰكِنَّهُ نَسِيَ اَوْ اَخْطَا

اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ يَّبْكِىْ عَلَيْهَا فَقَالَ اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِىْ قَبْرِهٖ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۵۲/۳۔ حدیث رقم ۱۲۸۹۔ ومسلم فی صحیحه ۶۴۳/۲ حدیث رقم (۲۷۔ ۹۳۲)۔ وابوداؤد فی السنن ۴۹۴/۳ حدیث رقم ۳۱۲۹۔ والترمذی ۳۲۸/۳ حدیث رقم ۱۰۰۶۔ والنسائی ۱۷۱/۴ حدیث رقم ۱۸۵۶۔ وابن ماجه ۵۰۸/۱ حدیث رقم ۱۵۹۵۔ ومالك فی الموطأ ۲۳۴/۱ حدیث رقم ۳۷ من کتاب الجنائز۔ واحمد فی المسند ۳۸/۲۔

ترجمه: عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت ہے' فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنا جبکہ ان سے ذکر کیا گیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میت کو زندہ کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ اللہ ابو عبدالرحمٰن کی مغفرت فرمائے۔ انہوں نے جھوٹ نہیں بولا۔ لیکن وہ بھول گئے جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ خاص صورت میں فرمایا تھا یا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے غلطی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر یہودیہ کی قبر کے پاس سے ہوا۔ اس پر رویا جا رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب عزیز و اقارب اس پر روتے ہیں تو اس کو اپنی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میت کو زندوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ یہ ایک خاص موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔ یہ حکم عام نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھول گئے ہیں یا خطا واقع ہوئی ہے اور اللہ بخشے یہ کلمہ وہاں بولتے ہیں جب کوئی بات کہتے ہوئے خطا کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا تھا وہ ایک خاص یہودیہ کے حق میں فرمایا تھا اور کفار بھی اس کے حکم میں ہیں۔ بلکہ یہ فرمایا کہ وہ عذاب میں ہے اور خوار و ملعون ہے۔ جیسا کہ کافروں کا حال ہوتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کفر کی وجہ سے فرمایا تھا کہ اس کو عذاب دیا جاتا ہے اور حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں بطریق کلیہ کے فرمایا تھا کہ میت پر رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے یہ اعتراض حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اجتہاد سے کیا تھا لیکن یہ اعتراض جب وارد ہوتا جب یہ حدیث خاص اسی فقیہ کے بارے میں وارد ہوئی ہوتی۔ حالانکہ یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ اور متعدد روایات کے ساتھ آئی ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اور دوسرے حضرت سے بھی مطلق اور مقید دونوں طرح آتی ہے۔ خاص صورت کہاں رہی اور اس کے بارے میں علماء کرام نے اختلاف کیا ہے۔ وہ ان شاء اللہ آگے مذکور ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اُونچی آواز سے رونے کو ناپسند کرنا

۲۱/۱۶۳۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ قَالَ تُوُفِّيَتْ بِنْتٌ لِّعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ بِمَكَّةَ فَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنِّىْ لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ وَهُوَ مُوَاجِهُهٗ اَلَا تَنْهٰى عَنِ الْبُكَاءِ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ كَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ بَعْضَ ذٰلِكَ ثُمَّ حَدَّثَ فَقَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ مِنْ مَّكَّةَ حَتّٰى اِذَا

كُنَّا بِالْبَيْدَآءِ فَإِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هٰؤُلَاءِ الرَّكْبُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا هُوَ صُهَيْبٌ قَالَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اُدْعُهٗ فَرَجَعْتُ اِلٰى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ ارْتَحِلْ فَالْحَقْ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ فَلَمَّا اَنْ اُصِيْبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِيْ يَقُوْلُ وَااَخَاهُ وَاصَاحِبَاهُ فَقَالَ عُمَرُ يَا صُهَيْبُ اَتَبْكِيْ عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ عُمَرَ لَا وَاللّٰهِ مَا حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ وَلٰكِنْ اِنَّ اللّٰهَ يَزِيْدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ حَسْبُكُمُ الْقُرْاٰنُ وَلَا تَزِرُوَا زِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى قَالَ بْنُ عَبَّاسٍ عِنْدَ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى قَالَ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ فَمَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ شَيْئًا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۵۱/۳۔ ۱۲۸٦ ومسلم فی صحیحه ٦٤١/۳ حدیث رقم (۲۳۔ ۹۲۷)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ ؒ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان ؓ کی بیٹی مکہ میں وفات پا گئی۔ ہم اس کے نمازِ جنازہ اور دفن میں حاضر ہونے کے لیے آئے اور جنازے میں حاضر ہونے کے لیے عبداللہ بن عمر اور ابن عباس ؓ بھی تشریف لائے۔ پس میں ان دونوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ پس عبداللہ بن عمر ؓ نے عمرو بن عثمان ؓ کو کہا جو ان کے سامنے تھے۔ کیا تم اپنے گھر والوں کو رونے سے منع نہیں کرتے ہو؟ اس لیے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ میّت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ پس ابن عباس ؓ نے کہا کہ حضرت عمر ؓ کہتے ہیں کہ اس میں عام رونا معلوم ہوتا ہے اور وہ خاص رونے کو منع کرتے تھے جو آواز اور نوحہ کے ساتھ ہو۔ پھر ابن عباس ؓ نے حدیث بیان کی کہ میں حضرت عمر ؓ کے ساتھ مکہ سے لوٹا۔ یہاں تک کہ ہم بیداء مقام پر پہنچے۔ جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ پس اچانک حضرت عمر ؓ ایک کیکر کے درخت کے نیچے قافلے سے ملے پھر ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ نے مجھے کہا۔ جا کر دیکھو اس قافلہ میں کون ہیں؟ پس میں نے دیکھا کہ وہ صہیب ؓ امیر تھے اور ان کے ہمراہی تھے۔ ابن عباس ؓ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو خبر دی۔ پھر حضرت عمر ؓ نے کہا اس کو بلاؤ' میں صہیب ؓ کے پاس گیا اور کہا کہ چلیے امیر المؤمنین حضرت عمر ؓ سے ملاقات کرو۔ جب عمر ؓ زخمی ہوئے تو حضرت صہیب ؓ روتے ہوئے داخل ہوئے اور کہنے لگے اے میرے بھائی! اے میرے صاحب! حضرت عمر ؓ نے کہا اے صہیب ؓ! کیا تو مجھ پر آواز کے ساتھ رویا ہے اور پیغمبر ؐ نے ارشاد فرمایا تحقیق مردہ یا قریب المرگ کو اس کے اہل والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے جو آواز اور نوحہ کے ساتھ ہو۔ پس ابن عباس ؓ نے کہا کہ جب حضرت عمر ؓ کی وفات ہوئی میں نے ان کا یہ قول حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے سامنے پیش کیا پس حضرت عائشہ ؓ فرمانے لگیں اللہ تعالیٰ حضرت عمر ؓ پر رحم فرمائے۔ کہ خدا کی قسم! آپ ﷺ نے اس طرح نہیں فرمایا کہ میّت کو اہل والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ نہ مطلق رونے سے اور نہ بعض رونے سے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے کافر کو عذاب زیادہ دیتا ہے اور حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں قرآن تم کو کافی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ابن عباس ؓ کہتے ہیں کہ اس آیت کے قریب یہ مضمون بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہنساتا اور

رلاتا ہے۔ابن ابی ملیکہ نے کہا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ نہیں کہا۔اس کو امام بخاری اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد کے محراب میں زخمی ہوئے اوران کو گھر اٹھا کر لایا گیا اورلوگ ان کی خبر کو گئے۔توان میں صہیبؓ بھی موجود تھے۔وہ یہ کہہ کر رونے لگے اے میرے بھائی! اے میرے صاحب! اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ نوحہ ہے۔اس لیے کہ نوحہ وہ ہوتا ہے جو بلند آواز سے ہو اور یہ ایسا نہیں تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر رونے سے منع فرمایا کہ کہیں یہ حد سے نہ بڑھ جائیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جونفی کی ہے وہ اس مفہوم کی نفی کی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھے ہیں بلاشبہ حدیث صحیح ہے اختلاف صرف مفہوم کے بارے میں۔عمراور ابن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں مؤمن اور کافرکو لواحقین کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایسی بات ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ کافر کے حق میں ہے۔کافرعذاب کے اندر ہی مبتلا ہوتا ہے چاہے اہل وعیال والے روئیں یا نہ روئیں۔لیکن اللہ تعالیٰ کافر کے اہل والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب میں زیادتی کر دیتا ہے اور کافرکو اس کے اہل کے رونے کی وجہ عذاب ہوتا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ کافر ان کے رونے پرراضی ہوتا ہے اور بعض رونے اور نوحہ کی وصیت کر کے جاتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ سے دلیل پکڑی ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کہ کسی کا گناہ کسی پر نہیں لکھا جاتا۔پس رونا اور نوحہ کرنا تو اہل میت کا ہے میت کو عذاب میں کیوں مبتلا کیا جائے گا۔آگے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کلام کی تائید کی ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مذہب کی نفی کی ہے رونا اور ہنسنا غم اور خوشی یہ سب خدا کی طرف سے ہے۔تو اس بات کو عذاب میں کیا دخل حاصل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس بات پر اعتراض وارد ہوتا ہے یوں تو سارے افعال اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔بندہ اس کو کرتا ہے اور اس کو ثواب وعذاب دیا جاتا ہے۔ہنسنا دوحال سے خالی نہیں ہے یا تو مسلمان بھائی کو دیکھ کر ہنستا ہے تو وہ ثواب پاتا ہے اور اگر بطور تمسخر کے ہنستا ہے تو وہ گنہگار ہوتا ہے اسی طرح غم اور خوشی ہیں کبھی اچھے ہوتے ہیں تو ثواب دیا جاتا ہے اگر برے ہوتے ہیں تو ان کو عذاب دیا جاتا ہے اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس طرح ہوگا کہ جب ہنسنا اور رونا بے اختیاری ہو اور جب اختیاری ہوگا تو ثواب وعذاب پائیں گے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول سن کر خاموش رہنا قبولیت پر دلالت نہیں کرتا کہ انہوں نے بات مان لی ہے۔بلکہ جھگڑے کو ختم کر دیا ہے جیسے کہ معرفت والوں کی شان کے لائق ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میّت پر بلند آواز سے رونے کو سختی سے منع کیا ہے

۲۲/۱۶۳۷ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا جَاءَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَّابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ یُعْرَفُ فِیْہِ الْحُزْنُ وَّاَنَا اَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ تَعْنِیْ شَقَّ الْبَابِ فَاَتَاہُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَّذَکَرَ بُکَاءَ ھُنَّ فَاَمَرَہٗ اَنْ یَّنْھَاھُنَّ فَذَھَبَ ثُمَّ اَتَاہُ الثَّانِیَةَ لَمْ یُطِعْنَہٗ فَقَالَ انْھَھُنَّ فَاَتَاہُ الثَّالِثَةَ قَالَ وَاللّٰہِ غَلَبْنَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَزَعَمَتْ اَنَّہٗ قَالَ فَاحْثُ فِیْ اَفْوَاھِھِنَّ التُّرَابَ فَقُلْتُ اَرْغَمَ اللّٰہُ اَنْفَکَ لَمْ تَفْعَلْ مَا اَمَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ تَتْرُکْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعِنَاءِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱٦٦/۳ حدیث رقم ۱۲۹۹۔ ومسلم فی صحیحه ٦٤٤/۲ حدیث رقم (۳۰۔ ۹۳۵)۔

والنسائي في السنن ١٤/٤ حديث رقم ١٨٤٧۔ واحمد في المسند ٥٩/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زید ابن حارثہ اور جعفرؓ اور ابن رواحہ کی غزوہ موتہ میں شہادت کی خبر آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر غم تھا۔ میں دروازے کے سوراخ سے دیکھ رہی تھی۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ حضرت جعفرؓ کی عورتیں ایسے ایسے کر رہی ہیں ہیں اور ان کے رونے کا ذکر کیا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ان کو منع کرو۔ وہ شخص پھر گیا اور پھر دوبارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ عورتوں نے کہنا نہیں مانا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کو منع کرو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تیسری مرتبہ آیا۔ یعنی گیا اور منع کیا اور انہوں نے نہ مانا۔ پھر تیسری بار آ کر کہا کہ اللہ کی قسم عورتوں نے ہم پر غلبہ پا لیا ہے۔ پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گمان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا خاک آلود ہو تیری ناک۔ تو کیوں نہیں حکم مانتا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم کرتے ہیں اور تو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ روایت کیا ہے۔

تشریح ❁ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو میت پر بلند آواز کے ساتھ رونے کو سختی سے منع فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے پر بھی جب وہ عورتیں منع نہ ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔ اس بات سے مراد یہ ہے کہ ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو۔ ان کو نصیحت کوئی نفع نہیں دے گی اور لفظ ارغم اللہ سے آخر تک کا حاصل یہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خدا تجھ کو ذلیل و رسوا کرے کہ تو نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہو رہا ہے کہ باوجود منع کرنے کے باز نہیں آ رہی ہیں کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر رہی ہیں اور تو نے ان کو کیوں نہیں ڈانٹ ڈپٹ کر منع کیا کہ بار بار تیرے آنے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہوتی۔

نوحہ کرنا شیطانی عمل ہے

۲۳/۱۶۳۸ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا مَاتَ اَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ غَرِيْبٌ وَّفِيْ اَرْضِ غُرْبَةٍ لَاَ بْكِيَنَّهٗ بُكَاءً يُتَحَدَّثُ عَنْهُ فَكُنْتُ قَدْ تَهَيَّاْتُ لِلْبُكَاءِ عَلَيْهِ اِذَا اَقْبَلَتِ امْرَاَةٌ تُرِيْدُ اَنْ تُسْعِدَنِيْ فَاسْتَقْبَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُرِيْدِيْنَ اَنْ تُدْخِلِي الشَّيْطَانَ بَيْتًا اَخْرَجَهُ اللّٰهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ وَكَفَفْتُ عَنِ الْبُكَاءِ فَلَمْ اَبْكِ۔

(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٦٣٥/٢ حديث رقم (١٠۔ ٩٢٢)۔

ترجمہ: حضرت امّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ جب ابو سلمہ کی وفات ہوئی (جو امّ سلمہؓ کے خاوند اول تھے)۔ میں نے کہا کہ ابو سلمہ مسافر اور مسافرت کی زمین میں تھے البتہ میں ان پر رونا روؤں گی ایسا رونا کہ میرا رونا (بطور مثال کے) نقل کیا جائے گا۔ پس میں نے ان پر رونے کی تیاری کی اچانک ایک عورت آئی جو میرے ساتھ رونے کا ارادہ رکھتی تھی۔ (یعنی میرے رونے میں شریک ہونا چاہتی تھی) پس اس کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو شیطان کو اس گھر میں داخل کرنا چاہتی ہے کہ جس کو اللہ نے اس گھر سے دو مرتبہ نکالا ہے تو میں رونے سے باز آ گئی اور نوحہ کر کے نہ روئی۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث پاک میں نوحہ کرنے کی مذمت بیان کی گئی ہے کہ اس عورت نے نوحہ کرنے کی تیاری کی یعنی دف کا قصد کیا اور اسباب مہیا کئے' سیاہ کپڑے پہنے اور شاید کہ ان کو معلوم نہیں ہوگا کہ نوحہ کرنا حرام عمل ہے اور دو بار سے مراد یہ ہے ایک بار تو جب مسلمان ہوئے اور دوسری بار جب کہ دنیا سے نکلے یا دو بار سے مراد یہ ہے کہ ایک بار جب مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور دوسری بار جب کہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

خوبیاں بیان کرنے سے ممانعت

۲۴/۱۶۳۹ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اُغْمِيَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ فَجَعَلَتْ اُخْتُهٗ عَمْرَةُ تَبْكِيْ وَاجَبَلَاهُ وَاكَذَا وَاكَذَا وَتُعَدِّدُ عَلَيْهِ فَقَالَ حِيْنَ اَفَاقَ مَا قُلْتِ شَيْئًا اِلَّا قِيْلَ لِيْ اَنْتَ كَذٰلِكَ زَادَ فِيْ رِوَايَةٍ فَلَمَّا مَاتَ لَمْ تَبْكِ عَلَيْهِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۱۶/۷ حدیث رقم ۴۲۶۷۔

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن رواحہ بے ہوش ہو گئے۔ ان کی بہن عمرہ نے رونا شروع کر دیا اور یہ کہنا شروع کیا افسوس! اے ایسے اور ایسے اور گنتی شروع کر دی یعنی ان کی خوبیاں بیان کرنا شروع کر دیں۔ جب عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو ہوش آئی تو انہوں نے کہا کہ جو کچھ تو نے میرے لئے کہا وہ مجھے بطور تنبیہ کے کہا گیا ہے کہ کیا تو ایسا ہی ہے (یعنی اگر تو نے واجبلاہ کہا ہے تو مجھے کہا گیا کہ کیا تو پہاڑ ہے کہ تیرے ساتھ پناہ پکڑتے ہیں) اور اور ایک روایت میں زیادہ کیا گیا ہے پس جب عبداللہ بن رواحہ فوت ہوئے تو بہن نہیں روئی۔ اس کو بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح اس حدیث پاک میں نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن رواحہ جب ایک دفعہ بیمار ہوئے اور ان پر بے ہوشی کا غلبہ ہوا اور قریب المرگ ہو گئے تو ان کی بہن نے ان کے لئے وَاجَبَلَاهُ وغیرہ کے الفاظ کہنے شروع کئے' جب انہیں افاقہ ہوا تو اپنی بہن سے کہنے لگے کہ تو نے وَاجَبَلَاهُ کے الفاظ کیوں کہے کہ مجھ سے سرزنش کی گئی کہ تو واقع میں پہاڑ ہے لوگ تیری طرف پناہ پکڑتے ہیں یہ ان کو بطور تحکم اور وعید کے کہا گیا۔ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ میّت یا قریب المرگ شخص کی خوبیاں بیان نہیں کرنی چاہئیں۔

میت پر اس کی خوبیاں بیان کر کے رونا سخت منع ہے

۲۵/۱۶۴۰ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَامِنْ مَيِّتٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ بَاكِيْهِمْ فَيَقُوْلُ وَاجَبَلَاهُ وَاسَيِّدَاهُ وَنَحْوَ ذٰلِكَ اِلَّا وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ مَلَكَيْنِ يَلْهَزَانِهٖ وَيَقُوْلَانِ اَهٰكَذَا كُنْتَ۔

(رواه الترمذی قال هذا حدیث غریب حسن)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۲۶/۳ حدیث رقم ۱۰۰۳۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ جب کوئی میّت دنیا سے رخصت ہوتی ہے۔ تو ان میں سے اس پر کھڑا ہو کر رونے والا کہتا ہے کہ اے پہاڑ کی طرح اور اے سردار! اللہ تعالیٰ اس

کے کہنے کی وجہ سے میت پر دو فرشتے متعین کر دیتا ہے وہ فرشتے اس کے سینے پر مکے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کیا تو ایسا ہی تھا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور کہا یہ حدیث غریب حسن ہے۔

تشریح ❁ اوپر حدیث میں: اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ میں علماء نے جو اختلاف کیا ہے اس کی تشریح میں اس اختلاف کو بیان کیا گیا ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ میت کو رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے اس میں کئی مذاہب ہیں:

1. ایک مذہب تو یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے مطلق ہے مقید نہیں ہے یعنی اس میں وصیت یا کافر وغیرہ کی کوئی قید نہیں ہے اور بہر کیف پکار کر رونے اور نوحہ کرنے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ یہ مذہب عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔
2. رونے سے مطلقاً عذاب نہیں ہوتا۔
3. عذاب کا تعلق مردے کی حالت ہوتا ہے۔ یعنی رونے کی وجہ سے اس پر عذاب نہیں ہوتا۔ گناہوں کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔
4. یہ کافر کے حق میں ہے اور یہ دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول ہیں۔
5. یہ وعید اس شخص کے حق میں ہے جس کے یہاں نوحہ کا رسم و رواج ہو اور یہی امام بخاریؒ کا مذہب ہے۔
6. یہ اس شخص کے حق میں ہے جو وصیت کر کے جائے کہ میرے بعد نوحہ کرنا' رونا۔ اس کو بھی عذاب ہوگا۔ کیونکہ یہ اس کا فعل ہے۔
7. یہ اس شخص کے حق میں ہے جو مرتے وقت وصیت نہ کرے اور اس کو معلوم ہو جائے کہ یہ میرے بعد نوحہ کریں گے پھر بھی ان کو نوحہ سے منع نہ کرے۔
8. میت کو ان کی باتوں کے بیان کر کے رونے کی وجہ سے بھی عذاب ہوتا ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کہتے تھے اے عورتوں کو بیوہ کرنے والے اور اے اولاد کو یتیم کرنے والے! اے گھروں کو خراب کرنے والے!
9. عذاب ہونے کا معنی ملائکہ کا غصہ کرنا ہے جب اس کے گھر والے بین کر کے بیان کرتے ہیں جو اوپر مذکور ہوا ہے۔
10. نوحہ کرنے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ انتہیٰ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان کے برا رونے کی وجہ سے میت رنج و غم میں مبتلا ہو جاتی ہے' ان کی گناہوں کی باتیں سننے کی وجہ سے اس کو رنج ہوتا ہے اور اچھے اعمال سننے کی وجہ سے خوشی ہوتی ہے۔

الحاصل یہ ہے اگر میت اس گناہ کا سبب ہے یعنی اس نے نوحہ کرنے کی وصیت کی ہے یا وہ اس پر راضی ہوگا۔ تو عذاب حقیقت پر محمول ہوگا۔ ورنہ وہ نزع کے وقت یا مرنے کے بعد رنج و غم میں مبتلا ہوگا اور اس میں کافر اور مؤمن برابر ہیں اور اس بات سے آیت: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ......﴾ [الانعام: ١٦٤] سے احادیث مطلقہ سے تطبیق حاصل ہو جاتی ہے جو اس باب میں مذکور ہوئی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عورتوں کے بین کرنے کو منع کرنا

۲۶/۱۷۴۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَاتَ مَيِّتٌ مِّنْ اٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَمَعَ النِّسَاءُ يَبْكِيْنَ

عَلَيْهِ فَقَامَ عُمَرُ يَنْهَا هُنَّ وَيَطْرُدُ هُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُنَّ يَا عُمَرُ فَاِنَّ الْعَيْنَ دَامِعَةٌ وَالْقَلْبُ مُصَابٌ وَالْعَهْدُ قَرِيْبٌ۔ (رواہ احمد والنسائی)

اخرجه النسائی فی السنن ۱۹/٤ حدیث رقم ۱۸۵۹۔ وابن ماجه ۵۰۵/۱ حدیث رقم ۱۵۸۷ واحمد فی المسند ٤٤٤/۲۔ (۱) راجع الحدیث رقم (۱۷۲۲)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں کوئی (یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا) فوت ہوگئیں (جیسا کہ مابعد والی روایت میں ان کا نام صراحتاً مذکور ہے) پس اس پر عورتیں جمع ہو کر رونے لگیں۔ حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور ان کو (یعنی اجنبیوں کو) منع کرتے اور مارتے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر! ان کو چھوڑ دو اس لیے کہ آنکھیں روتی ہیں اور دل مصیبت زدہ ہے اور مرنے کا وقت نزدیک ہے۔ اس کو امام احمدؒ اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورتیں کچھ آواز سے روتی ہوں گی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو منع فرمایا۔ کہ ایسے نہیں کرو۔ یہ نہ ہو کہ نوحہ جو شرعاً ممنوع ہے وہ کرنے لگ جائیں پس حضورؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منع فرمایا اور ان کا عذر بیان کیا اور فرمایا کہ غلبہ حزن کے وقت رونے میں ممانعت نہیں ہے اور خالی رونا بالا جماع مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ رونے کا صدور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوا ہے اپنے بیٹے ابراہم کی موت پر حدیث پاک میں جو رونے کی ممانعت آتی ہے وہ برار رونا رونے پر ہے۔

نرمی کے ساتھ برائی سے منع کرو

۲۷/۱۶۴۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَاتَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَكَتِ النِّسَاءُ فَجَعَلَ عُمَرُ يَضْرِبُهُنَّ بِسَوْطِهٖ فَاَخَّرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ وَقَالَ مَهْلًا يَّا عُمَرُ ثُمَّ قَالَ اِيَّاكُنَّ وَنَعِيْقَ الشَّيْطَانِ ثُمَّ قَالَ اِنَّهٗ مَهْمَا كَانَ مِنَ الْعَيْنِ وَمِنَ الْقَلْبِ فَمِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَمِنَ الرَّحْمَةِ وَمَا كَانَ مِنَ الْيَدِ وَمِنَ اللِّسَانِ فَمِنَ الشَّيْطَانِ۔ (رواہ احمد)

اخرجه احمد فی المسند ۳۳۵/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینبؓ کی وفات ہوئی تو عورتیں رونے لگیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے کوڑے کے ساتھ مارنا شروع کیا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہاتھ سے پیچھے کیا اور فرمایا: اے عمرؓ! نرمی اختیار کرو۔ پھر عورتوں کو ارشاد فرمایا اپنے آپ کو شیطان کی آواز سے دور رکھو۔ یعنی چلا کر اور بین کر کے نہ روئیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آنکھ اور زبان سے ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے (یعنی آنسو اور غم) اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو۔ وہ شیطان کی طرف سے ہے اس کو امام احمدؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث کا خلاصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چہرہ کو پیٹنا کپڑے پھاڑنا اور بال نوچنا اور زبان سے چلانا نوحہ کرنا باتیں کرنا ربّ کو سخت ناپسند ہے۔ پس وہ شیطان کی طرف سے ہیں اور شیطان ان کو پسند کرتا ہے۔

حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی کا اظہارِ افسوس کے لیے خیمہ کھڑا کرنا

۲۸/۱۶۴۳ وَعَنِ الْبُخَارِيِّ تَعْلِيقًا قَالَ لَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلَى قَبْرِهٖ سَنَةً ثُمَّ رُفِعَتْ فَسَمِعَتْ صَائِحًا يَقُوْلُ اَلَا هَلْ وَجَدُوْا مَا فَقَدُوْا فَاَجَابَهٗ اٰخَرُ بَلْ يَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا۔

اخرجه احمد فی المسند ۱/۳۳۵۔

ترجمہ: یہ روایت امام بخاریؒ سے بطریق تعلیق (یعنی بغیر سند کے منقول ہے) کہ جب حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی وفات ہوئی جن کا نام بھی حسن ہی تھا۔ ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک برس تک خیمہ کھڑا کیا پھر اس کے بعد اٹھالیا تو اس نے غیب سے آواز سنی۔ کہ کیا انہوں نے گمشدہ چیز کو پالیا ہے؟ دوسرے ہاتف غیبی نے جواب دیا بلکہ وہ مایوس ہو کر واپس لوٹ گئے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں حسنؓ کی بیوی کے اظہارِ غم کا ایک انداز بیان کیا گیا کہ انہوں اپنے شوہر کی وفات پر خیمہ کھڑا کیا اور خود بھی وہیں ٹھہریں اور دردِ مصیبت اور غمِ فراق تازہ کرتی رہیں اور ظاہر ہے کہ انہوں نے خیمہ اس لیے کھڑا کیا ہو گا کہ حسنؓ کے دوست احباب قراءت قرآن وذکر کے لئے جمع ہوں اور دعائے مغفرت ورحمت کریں۔

بُری رسموں کے اپنانے پر وعید

۲۹/۱۶۴۴ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّاَبِيْ بَرْزَةَ قَالَا خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةٍ فَرَاٰى قَوْمًا قَدْ طَرَحُوْا اَرْدِيَتَهُمْ يَمْشُوْنَ فِيْ قُمُصٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبِفِعْلِ الْجَاهِلِيَّةِ تَأْخُذُوْنَ اَوْ بِصَنِيْعِ الْجَاهِلِيَّةِ تَشَبَّهُوْنَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَدْعُوَ عَلَيْكُمْ دَعْوَةً تَرْجِعُوْنَ فِيْ غَيْرِ صُوَرِكُمْ قَالَ فَاَخَذُوْا اَرْدِيَتَهُمْ وَلَمْ يَعُوْدُوْا لِذٰلِكَ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۱/۴۷۶ حدیث رقم ۱۴۸۵۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین اور ابو برزہ سے روایت ہے کہ دونوں نے کہا۔ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے کے لیے نکلے ہم نے کئی آدمیوں کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی چادریں پھینک دی تھیں اور اپنے کرتوں میں چل رہے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم جاہلیت کے فعل پر عمل کرتے ہو یا جاہلیت کے کام کے ساتھ مشابہت رکھتے ہو؟ میں نے ارادہ کیا کہ تم پر بددعا کروں تا کہ تم اپنے گھروں کو اپنی صورتوں کے علاوہ یعنی بندر اور سور وغیرہ بن کر جاؤ۔ راوی کہتا ہے کہ انہوں نے اپنی چادریں لے لیں اور دوبارہ ایسا کام نہیں کیا۔ اس کو ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں یہ رسم تھی کہ چادر کو اوڑھا کرتے تھے اور جاہلیت کی رسم یہ تھی کہ جب جنازے پر جاتے تو چادر نہیں اوڑھتے تھے۔ کہ یہ پریشانی کی طرف اشارہ تھا۔ علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ جب اتنے سے تغیر پر شدید وعید نازل ہوتی ہے تو بری رسموں کے اپنانے پر کیا حال ہوگا۔

نوحہ کرنے والی کا جنازے کے ساتھ جانا منع ہے

۳۰/۱۶۴۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُتْبَعَ جَنَازَةٌ مَعَهَا رَانَّةٌ۔

(رواه احمد وابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه في السنن ۱/ ۵۰۴ حديث رقم ۱۵۸۳۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنازے کے ساتھ جانے سے منع فرمایا ہے جس کے ساتھ نوحہ کرنے والی ہو۔ اس کو امام احمدؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جنازے کے ساتھ چلنا سنت ہے لیکن برے فعل کو ترک کرے اور اسی طرح اگر کوئی اور چیز بری ہو تو اس کو بھی چھوڑنا ضروری ہے اور یہ حدیث اصلاً مضبوط ہے اور اس سے ایک یہ بات بھی نکلتی ہے جس مجلس یا دعوت میں خلافِ شرع بات ہو۔ تو اس دعوت کو قبول نہ کرے اگرچہ دعوت کو قبول کرنا سنت ہے لیکن برے فعل کی وجہ سے اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔

چھوٹے بچوں کا فوت ہو جانا والدین کے لیے دخولِ جنت کا باعث ہے

۳۱/۱۶۴۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهُ مَاتَ ابْنٌ لِيْ فَوَجَدْتُّ عَلَيْهِ هَلْ سَمِعْتَ مِنْ خَلِيْلِكَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ شَيْئًا يُطَيِّبُ بِاَنْفُسِنَا عَنْ مَوْتَانَا قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صِغَارُهُمْ دَعَامِيْصُ الْجَنَّةِ يَلْقٰى اَحَدُهُمْ اَبَاهُ فَيَاْخُذُ بِنَاحِيَةِ ثَوْبِهٖ فَلَا يُفَارِقُهُ حَتّٰى يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ۔

(رواه مسلم واحمد واللفظ له)

اخرجه مسلم في صحيحه ۴/ ۲۰۲۹ حديث رقم (۱۵۴۔ ۲۶۳۵)۔ واحمد في المسند ۲/ ۴۸۸۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میرا چھوٹا بیٹا مر گیا پس میں نے اس پر غم کیا ہے کیا تم نے اپنے دوست (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم) سے اللہ کی رحمتیں اور اللہ کا سلام ان پر ہو کوئی ایسی چیز سنی ہے کہ جو ہمارے دلوں کو ہمارے مردوں کی طرف سے خوش کر دے یعنی جو ہماری اولاد سے چھوٹے بچے مر گئے کہ آیا وہ کچھ کام آئیں گے یا نہیں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلمانوں کے چھوٹے لڑکے دریا کے جانور کی طرح ہونگے۔ بہشت میں وہ اپنے باپ سے ملیں گے اور اس کے کپڑے کا کونا پکڑیں گے اور اس سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ وہ اس کو بہشت میں داخل کر دیں گے۔ اس کو مسلمؒ اور احمدؒ نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ انہی کے ہیں۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ چھوٹا بچہ جو فوت ہو گیا ہو گا وہ اپنے والد کو قیامت کے دن بہشت میں لے جائے گا اور حدیث میں جو لفظ دعامیص آیا ہے اس کی وضاحت کچھ اس طرح ہے کہ یہ دعموص کی جمع ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا جانور ہوتا ہے جو پانی میں غوطہ مارتا رہتا ہے اور پھر نکل آتا ہے اور دعموص اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو بادشاہ اور امرا کے کاموں مشغول ہوتا ہے۔ اس طرح یہ لڑکے جنت میں سیر کرتے ہیں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔ ان کو کسی جگہ جانے سے کوئی منع نہیں کرتا جیسے دنیا کے بچے کو کسی گھر میں جانے سے نہیں روکا جاتا اور نہ ان سے پردہ کیا جاتا ہے اور اس میں باپ کا ہی ذکر کیا ماں کا نہیں

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ماں کو بھی اسی طرح جنت میں لے جائیگا۔ چنانچہ بعض احادیث میں ماں اور باپ دونوں مذکور ہوئے ہیں۔

دو یا تین بچوں کی وفات پر جنت کا وعدہ

۳۲/۱۶۴۷ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ذَھَبَ الرِّجَالُ بِحَدِیْثِکَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَّفْسِکَ یَوْمًا نَّاْتِیْکَ فِیْہِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَکَ اللّٰہُ فَقَالَ اجْتَمِعْنَ فِیْ یَوْمِ کَذَا وَکَذَا فِیْ مَکَانِ کَذَا وَکَذَا فَاجْتَمَعْنَ فَاَتَاھُنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَھُنَّ مِمَّا عَلَّمَہُ اللّٰہُ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْکُنَّ امْرَاَۃٌ تُقَدِّمُ بَیْنَ یَدَیْھَا مِنْ وَّلَدِھَا ثَلَاثَۃً اِلَّا کَانَ لَھَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَاَۃٌ مِنْھُنَّ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَوِ اثْنَیْنِ فَاَعَادَتْھَا مَرَّتَیْنِ ثُمَّ قَالَ وَاثْنَیْنِ وَاثْنَیْنِ وَاثْنَیْنِ۔ (رواہ البخاری)

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ۱۹۵/۱۔ حدیث رقم ۱۰۱۔ ومسلم فی صحیحہ ۲۰۲۸/۴ حدیث رقم (۱۵۲۔ ۲۶۳۳)۔ واحمد فی المسند ۷۲/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم کے پاس آئی کہنے لگی اے اللہ کے نبی ﷺ! مرد حضرات آپ ﷺ کی حدیثوں سے فیض یاب ہوتے ہیں تو ایک دن ہمارے لیے بھی مقرر کر دیجئے ہم آپ ﷺ کے پاس اس دن حاضر ہو جائیں۔ تاکہ آپ ﷺ ہم کو وہ علم سکھائیں جو اللہ نے آپ ﷺ کو سکھایا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم فلاں دن میں فلاں جگہ جمع ہو جاؤ یعنی مسجد میں یا گھر میں اور فلانی جگہ میں یا مکان کے آگے کی جانب حضور ﷺ نے فرمایا پھر عورتیں جمع ہوئیں۔ پس آپ ﷺ نے ان کو سکھایا جو اللہ پاک نے آپ کو سکھایا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا جب کسی عورت کی اولاد میں سے تین لڑکے یا لڑکیاں فوت ہو جائیں تو اس کے لیے آگ سے پردہ ہوگا۔ پس ایک عورت نے ان میں سے کہا۔ اے اللہ کے رسول! اگر دو بچے ہوں تو......! یہ بات دوبار کہی۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا دو بچے ہوں یا دو یا دو۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ عورتوں کو بھی علم دین سے حصہ دیا کرتے تھے اور ان کو علم دین سکھانے کے لیے وقت نکالتے تھے اور ان کو جمع کر کے خطاب فرمایا کرتے تھے۔ کہ فلاں جگہ جمع ہو جاؤ۔ مسجد میں یا کسی گھر میں یا مکان کے آگے کی جانب یا آخر کی جانب۔ تو پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کے دو یا تین بچے فوت ہو جائیں تو وہ بچے اس کے لیے آگ سے نجات کا ذریعہ بنیں گے۔ ایک عورت نے پوچھا یا رسول اللہ! جس کے دو بچے فوت ہو جائیں اس کے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کے لیے بھی یہی بشارت ہے۔

ناتمام بچے کی پیدائش کی وجہ سے بھی ماں باپ کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا

۳۳/۱۶۴۸ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمَیْنِ یَتَوَفّٰی لَھُمَا ثَلَاثَۃٌ اِلَّا اَدْخَلَھُمَا اللّٰہُ الْجَنَّۃَ بِفَضْلِ رَحْمَتِہٖ اِیَّاھُمَا فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوِ اثْنَانِ قَالَ اَوِ اثْنَانِ قَالُوْا اَوْ وَاحِدٌ قَالَ اَوْوَاحِدٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ السِّقْطَ لَیَجُرُّ اُمَّہٗ بِسَرَرِہٖ اِلَی الْجَنَّۃِ اِذَا احْتَسَبَتْہُ۔

(رواہ احمد وروی ابن ماجۃ من قولہ والذی نفسی بیدہ)

اخرجه ابن ماجه ۵۱۲/۱ حدیث رقم ۱۶۰۵۔ واحمد فی المسند ۲۴۱/۵۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب دو مسلمانوں یعنی ماں اور باپ کے تین فرزند یعنی تین بیٹے فوت ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنی رحمت کے ساتھ بہشت میں داخل کرے گا۔ پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے۔ یا دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں دو اور عرض کیا یا ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک بھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تحقیق کچا حمل یعنی ناتمام بچہ گرتا ہے۔ البتہ وہ اپنی ماں کو بہشت کی طرف انول نال کے ذریعے کھینچے گا۔ جب کہ وہ اس کی ماں اس کے مرنے کو اپنے حق میں ثواب سمجھے۔ اس کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے اور ابن ماجہؒ نے جو روایت کیا ہے وہ: قوله والذي نفس بيده ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث مبارک میں یہ بتایا گیا کہ ناتمام بچہ بھی اپنے والدین کو بہشت میں لے جائے گا۔ جب ایسا بچہ جس کے ساتھ ماں کے دل کا تعلق نہیں ہے یعنی وہ اپنی ناتمامیت کی وجہ سے محبت قلبی سے خالی ہوتا ہے جب اس بچے کا اتنا ثواب ہے۔ تو کامل بچے کے فوت ہونے پر کتنا ثواب ملے گا۔

حدیث میں جو انول نال کا لفظ آیا ہے۔ اس سے مراد وہ نال ہے جو پیدائش کے وقت بچے کی ناف کے ساتھ لگی ہوتی ہے۔ پیدائش کے بعد دائی اس کو کاٹ دیتی ہے۔

قیامت کے دن انول نال رسّی بن جائے گی اور بچہ اس رسی کے ذریعے سے ماں کو کھینچ کر بہشت میں لے جائے گا۔

چھوٹے فوت شدہ بچے اپنے والدین کے لیے آگ سے نجات کا ذریعہ ہونگے

۳۴/۱۷۴۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَدَّمَ ثَلَاثَةً مِّنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ كَانُوْا لَهٗ حِصْنًا حَصِيْنًا مِنَ النَّارِ فَقَالَ اَبُوْذَرٍّ قَدَّمْتُ اثْنَيْنِ قَالَ وَاثْنَيْنِ قَالَ اُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ اَبُو الْمُنْذِرِ سَيِّدُ الْقُرَّاءِ قَدَّمْتُ وَاحِدًا قَالَ وَوَاحِدًا۔ (رواه الترمذی وابن ماجة وقال الترمذی هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۷۵/۳ حدیث رقم ۱۰۶۱۔ وابن ماجه ۵۱۲/۱ حدیث رقم ۱۶۰۶۔ واحمد فی المسند ۳۷۵/۱۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے تین بچے اپنی اولاد میں سے آگے بھیجے ہوں (یعنی وہ حد بلوغ کو نہ پہنچے ہوں اور اس کے مرنے سے پہلے مر گئے ہوں) اس کے لیے دوزخ کی آگ سے مضبوط پناہ ہونگے۔ پس ابوذرؓ نے فرمایا میں نے دو آگے بھیجے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو کے لیے بھی یہی بشارت ہے۔ ابی بن کعبؓ جن کی کنیت ابوالمنذر رہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بھیجا ہے یہ قاریوں کے سردار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک کے لیے بھی یہی حکم ہے (یعنی ایک بھی آگ سے پناہ ہوگا)۔ اس کو امام ترمذی، ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث کا مضمون پہلے بھی روایات میں گزر چکا ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے فوت شدہ بچے ماں باپ کے لیے سفارشی بنتے ہیں۔ ایک بچے سے لے کر تین بچوں تک حدیث میں صراحت آتی ہے جن کے فوت ہو جائیں تو وہ بچے اپنے ماں باپ کے لیے آگ سے نجات کا ذریعہ بنتے ہیں۔ جب کہ ناتمام بچہ اپنی ماں کو کھینچ کر بہشت میں لے جائے گا۔ تو کامل بچہ

جب فوت ہو جائے گا تو وہ بدرجہ اولیٰ اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جائے گا اور ان کے لیے آخرت کا ذخیرہ بن جائے گا اور آخری وقت تک اپنے ماں باپ کا ساتھ نہیں چھوڑے گا جب تک جنت میں داخل نہ کر دے گا۔

۳۵/۱۶۵۰ وَعَنْ قُرَّةَ الْمُزَنِيِّ اَنَّ رَجُلاً كَانَ يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ابْنٌ لَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُحِبُّهُ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَبَّكَ اللّٰهُ كَمَا اُحِبُّهُ فَفَقَدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ ابْنُ فُلَانٍ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تُحِبُّ اَنْ لَّا تَاْتِيَ بَابًا مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اِلَّا وَجَدْتَّهُ يَنْتَظِرُكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُ خَاصَّةً اَمْ لِكُلِّنَا قَالَ بَلْ لِكُلِّكُمْ۔ (رواہ احمد)

اخرجه احمد فی المسند ۳۵/۵۔

ترجمہ: "اور حضرت قرہ مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا کرتا تھا اور اس کا لڑکا بھی اس کے ساتھ ہوتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ "کیا تم اسے عزیز رکھتے ہو؟" اس نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ سے ایسی محبت کرے جیسا کہ میں اپنے اس بچہ سے کرتا ہوں۔" کچھ عرصہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو نہیں پایا تو پوچھا کہ "فلاں شخص کے بیٹے کو کیا ہوا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! اس کا لڑکا مر گیا۔" اس کے بعد جب وہ شخص حاضر ہوا تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ کل قیامت کے روز تم جنت کے جس دروازے پر بھی جاؤ وہاں اپنے بچے کو اپنا منتظر پاؤ ایک شخص نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! یہ بشارت بطور خاص اسی شخص کے لئے ہے یا سب کے لئے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب کے لئے۔" (احمد)

۳۶/۱۶۵۱ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ السِّقْطَ لَيُرَاغِمُ رَبَّهُ اِذَا اَدْخَلَ اَبَوَيْهِ النَّارَ فَيُقَالُ اَيُّهَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهُ اَدْخِلْ اَبَوَيْكَ الْجَنَّةَ فَيَجُرُّهُمَا بِسَرَرِهٖ حَتّٰى يُدْخِلَهُمَا الْجَنَّةَ۔

(رواہ ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۵۰۹/۱ حدیث رقم ۱۵۹۷۔

ترجمہ: "اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جب اللہ تعالیٰ" سقط کے والدین کو دوزخ میں داخل کرے گا تو وہ اپنے پروردگار سے جھگڑے گا چنانچہ اس سے کہا جائے گا کہ "پروردگار سے جھگڑنے والے اے ناتمام بچے اپنے والدین کو جنت میں لے جاؤ۔" لہٰذا وہ ناتمام بچہ اپنے والدین کو اپنی آنول نال کے ذریعہ کھینچے گا یہاں تک کہ انہیں جنت میں لے جا کر ہی چھوڑے گا۔" (ابن ماجہ)

صدمے کے ابتداء میں صبر کرنا دخول جنت کا باعث ہے

۳۷/۱۶۵۲ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى لَمْ اَرْضَ لَكَ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ۔ (رواہ ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۵۱۳/۱ حدیث رقم ۱۶۰۸۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے آدم کے بیٹے! اگر تو مصیبت پر صبر کرلے اور پہلے صدمہ کے وقت ثواب طلب کرے تو میں تیرے لیے جنت کے علاوہ کسی ثواب پر راضی نہیں ہوتا۔ (یعنی میں اس کے بدلے بہشت میں داخل کروں گا)۔ اس کو ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو مصیبت کے وقت صبر کرنے پر جنت کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔ جو ابتداء صدمے کے وقت صبر کرتا ہے۔ میں اس کو جنت میں داخل کروں گا اور اس سے راضی ہو جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی معیت اس بندے کے ساتھ ہوگی۔

مصیبت کا وقت یاد آنے پر کلمہ استرجاع پر ملنے والا ثواب

۳۸/۱۶۵۳ وَعَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ وَلَا مُسْلِمَةٍ يُصَابُ بِمُصِيبَةٍ فَيَذْكُرُهَا وَإِنْ طَالَ عَهْدُهَا فَيُحْدِثُ لِذَالِكَ اِسْتِرْجَاعًا اِلَّا جَدَّدَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَهٗ عِنْدَ ذٰلِكَ فَاَعْطَاهُ مِثْلَ اَجْرِهَا يَوْمَ اُصِيبَ بِهَا۔ (رواه احمد والبيهقى فى شعب الايمان)

اخرجه احمد فى المسند ۱/۲۰۱۔

ترجمہ: حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ کوئی مسلمان مرد اور کوئی مسلمان عورت ایسی نہیں کہ اس کو مصیبت پہنچے اگرچہ مصیبت کا وقت طویل ہو چکا ہو پھر وہ مصیبت کو یاد کر کے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہی ثواب عطا کر دیتا ہے جتنا ثواب مصیبت کے وقت دیا گیا تھا۔ اس کو امام احمدؒ اور بیہقیؒ نے شعب ایمان میں روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور اس تکلیف پر وہ صبر کرتا ہے تو جب بھی اس کو وہ مصیبت کا وقت یاد آ جائے اور وہ انا للہ...... پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو ثواب عطا فرماتے ہیں جو اس کو مصیبت کے وقت دیا گیا تھا۔

ادنیٰ مصیبت و پریشانی کے وقت بھی کلمہ استرجاع کی تلقین

۳۹/۱۶۵۴ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ اَحَدِكُمْ فَلْيَسْتَرْجِعْ فَاِنَّهٗ مِنَ الْمَصَائِبِ۔

رواهما البيهقى فى شعب الايمان

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت تم میں سے کسی ایک کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کو چاہیے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے۔ اس لیے کہ یہ بھی مصیبتوں میں سے ہے۔

تشریح ۞ اِس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ ادنیٰ مصیبت پر بھی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہیے۔ الحاصل اگر جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے اور آپ ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ ﷺ چراغ کے بجھ

جانے پر بھی کلمہ استرجاع پڑھا کرتے تھے۔

اُمتِ محمدیہ کی فضیلت

۴۰/۱۶۵۵ وَعَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ سَمِعْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ يَا عِيْسٰى اِنِّيْ بَاعِثٌ مِنْ بَعْدِكَ اُمَّةً اِذَا اَصَابَهُمْ مَا يُحِبُّوْنَ حَمِدُوا اللّٰهَ وَاِنْ اَصَابَهُمْ مَا يَكْرَهُوْنَ احْتَسَبُوْا وَصَبَرُوْا وَلَا حِلْمَ وَلَا عَقْلَ فَقَالَ يَارَبِّ كَيْفَ يَكُوْنُ هٰذَا لَهُمْ وَلَاحِلْمَ وَلَا عَقْلَ قَالَ اُعْطِيْهِمْ مِّنْ حِلْمِيْ وَعِلْمِيْ۔ (رواهما البيهقى فى شعب الايمان)

اخرجه البيهقى فى شعب الايمان ۱۹۰/۹ حديث رقم ۹۹۵۳۔

ترجمہ: ام درداءؓ سے روایت ہے کہ میں نے ابو درداءؓ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ میں نے ابوالقاسم ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے تحقیق اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔ میں تیرے پیچھے ایک امت کو پیدا کروں گا۔ جس وقت ان کو کوئی نعمت پہنچے گی وہ خدا کا شکر ادا کرینگے اور اگر ان کو کوئی برائی پہنچے گی یعنی کوئی مصیبت پہنچے گی تو وہ ثواب کی امید رکھیں گے اور صبر کریں گے اور اس حال میں کہ نہ بردباری ہوگی نہ عقل ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے اے میرے ربّ! کیسے ہوگا؟ جب کہ ان کے لیے حلم وعقل نہیں ہوگی۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا میں ان کو اپنے حلم میں سے دونگا اور اپنے علم میں سے دونگا۔ بیہقی نے یہ دونوں شعب الایمان میں روایت کی ہیں۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں جس امت کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد حضور ﷺ کی امت کے صلحاء ہیں۔ بردباری اور عقل نہیں ہے کا مطلب یہ ہے کہ مصیبت کی وجہ سے بردباری اور عقل جاتی رہے گی۔ اس کے باوجود صبر کریں گے اور ثواب کی امید رکھیں گے۔ یہ دونوں صفتیں ایسی ہیں کہ ان کی وجہ سے آدمی جزع فزع کرنے سے باز رہتا ہے اور نفع اور ضرر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتا ہے۔ ان کے نہ ہونے کے باوجود صبر کرنا بڑی عجیب بات ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا جب ان کے اندر بردباری اور عقل نہیں ہوگی تو صبر کیسے کریں گے؟ اور ثواب کی امید کیسے رکھیں گے تو اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا کہ میں ان کو ان کے صبر کرنے کی وجہ سے اور ثواب کی امید رکھنے کی وجہ سے اپنے پاس سے علم وحلم دوں گا۔

بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ

یہ باب قبروں کی زیارت کرنے کے بیان میں ہے۔ اس کے عنوان کے تحت وہ احادیث مبارکہ لائی جائیں گی جن کے اندر قبروں پر جانے کے فضائل اور ان کے آداب اور مقاصد کو بیان کیا گیا ہے۔

الفصل الاول:

ابتدائے اسلام میں تین چیزوں کی ممانعت کرنے اور پھر رخصت دینے کا بیان

۱/۱۶۵۶ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا

وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَاَمْسِكُوْا مَابَدَا لَكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيْذِ اِلَّا فِيْ سِقَاءٍ فَاشْرَبُوْا فِي الْاَسْقِيَةِ كُلِّهَا وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ٦٧٢/٢ حديث رقم (١٠٦ ـ ٩٧٧)۔ واخرجه ابوداوٗد فی السنن ٩٨/٤ حديث رقم ٣٦٩٨۔ والنسائي فی السنن ٨٩/٤ حديث رقم ٢٠٣٢۔ واحمد فی المسند ١٤٥/١۔

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا۔ پس ان کی زیارت کرو اور میں نے تم کو منع کیا تھا تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے۔ اب رکھو جب تک تم چاہو۔ میں نے تم کو مشک کے علاوہ دیگر برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا اور اب تم تمام برتنوں میں پیو لیکن نشہ آور چیز نہ ہو۔ اس کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان فرمایا گیا ہے کہ ابتدائے اسلام میں حضور ﷺ نے تین مذکورہ چیزوں سے منع کیا تھا۔ وہ تین مذکورہ چیزیں یہ ہیں: (① قبروں کی زیارت کرنے سے' ② قربانی کے گوشت کو جمع کرنے سے' ③ نبیذ بنانے سے) لیکن بعد میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آپ کو تینوں چیزوں کی اجازت دے دی ہے۔

ا۔ قبروں کی زیارت کرنے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ جاہلیت کا زمانہ قریب تھا کہیں لوگ قبروں پر جا کر کفر و شرک میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ پس جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ دلوں کے اندر اسلام مضبوط ہو چکا ہے۔ تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ تو اب تمام علماء کے نزدیک قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ اس لیے کہ زیارت کرنے سے دل نرم ہوتا ہے' موت یاد آ جاتی ہے اور دنیا کے خالی ہونے کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور بھی بہت زیادہ فوائد ہیں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ مردوں کے لیے دعا اور استغفار ہوتی ہے اور یہ سنت ہے آپ ﷺ جنت البقیع میں تشریف لے جاتے تھے اور مردوں پر سلام بھیجتے تھے اور ان کے لئے استغفار کرتے تھے اور علماء نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ آیا عورتوں کو قبروں کی زیارت کرنی چاہیے یا نہیں۔ درست بات یہ ہے کہ عورتیں آپ ﷺ کے روضہ مبارک کے علاوہ دوسری قبروں کی زیارت نہ کریں۔ چنانچہ یہ مسئلہ **باب مواضع الصلوٰۃ** میں حدیث کے فائدہ کے ضمن میں مذکور ہو چکا ہے۔ جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لعن رسول الله ﷺ زائرات القبور** ...... مفصلاً روایاتِ فقہیہ کے ساتھ درج ہے جو چاہے وہاں دیکھ لے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زیارت کی کئی قسمیں ہیں:

زیارت کی ایک قسم تو موت اور آخرت کو یاد کرنے کے لیے ہے اس کے لیے تو فقط قبروں کا دیکھنا ہی کافی ہے۔

دوسری قسم زیارت کی یہ ہے کہ دعا وغیرہ کے لیے قبرستان جائے اور یہ مسنون ہے تیسری قسم زیارت کی حصول برکت کے لیے ہے۔ یہ نیک لوگوں کی قبروں کی زیارت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے اس لیے کہ ان کے لیے قبروں میں تصرفات و برکات بے شمار ہوتی ہیں اور جو بھی قسم دوستی اور رشتے داری کا حق ادا کرنے کے لیے قبر کی زیارت کی جاتی ہے جیسا کہ ابونعیم کی حدیث (جس کو بیہقی نے شعب الایمان میں بطریق ارسال روایت کیا ہے) میں آیا ہے جو کوئی ماں باپ کی قبر کی زیارت کرتا ہے یا جمعہ کے دن قبر پر جاتا ہے۔ تو اس کو حج کے برابر ثواب ملتا ہے اور پانچویں قسم زیارت کی یہ ہے کہ زیارت مہربانی اور انسیت کی خاطر ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے جو شخص اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے اور سلام کرتا ہے تو وہ اس

زیارت کرنے والے کو پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

قبر کی زیارت کرنے کے آداب:

قبر کی طرف منہ کرے اور پیٹھ قبلہ کی طرف کر کے میت کے منہ کے سامنے کھڑا ہو اور سلام کرے اور قبر کو ہاتھ نہ لگائے اور چومے نہیں اور جھکے نہیں اور چہرے پر خاک نہ ملے۔ یہ عیسائیوں کی عادت ہے اور قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنا مکروہ نہیں ہے اور مستحب امر یہ ہے کہ زیارت کرتے وقت سورۂ اخلاص سات مرتبہ پڑھے اور اس کا ثواب میت کو بخشے اور جمعہ کے دن قبرستان جانا دوسرے دنوں سے افضل ہے۔ چنانچہ حرمین شریفین میں یہی معمول ہے۔ جمعہ کے دن معلیٰ اور بقیع میں زیارت کے لیے جاتے ہیں اور یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ میت کو بقیہ ایام کی نسبت جمعہ کے دن زیادہ علم و ادراک سے نوازا جاتا ہے اور وہ دوسرے دنوں کی بنسبت جمعہ کے دن زیادہ زیارت کرنے والوں کو پہچانتا ہے اور قبروں کو بغیر ضرورت روندنا مکروہ ہے اور مستحب یہ ہے کہ میت کی طرف سے اللہ کے نام پر سات دن تک کچھ خرچ کیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے ابتدائے اسلام میں تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا۔ کیونکہ لوگ محتاج تھے۔ ہر آدمی قربانی کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا اور محتاجوں کو دینے کا حکم فرمایا۔ جب لوگوں پر فراخی ہوگئی اور ان کو ضرورت نہ رہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے گوشت کو رکھنے کی اجازت دے دی اور ارشاد فرمایا کہ جتنے دن چاہو رکھو۔

اور میں نے تمہیں مشک کے علاوہ کسی دوسرے برتن میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا نبیذ اس کو کہتے ہیں جو کھجور یا انگور کو پانی میں بھگو کر بنایا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کو پیتے ہیں یہ حلال ہے۔ جب تک نشہ کرنے والی نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے اسلام میں فرمایا تھا کہ نبیذ کو مشک میں رکھا جائے۔ اس لیے کہ مشک پتلی ہوتی ہے اور جلدی گرم ہو کر نشہ نہیں پیدا کرتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگنا

۲/۱۶۵۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ زَارَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّهٖ فَبَكٰی وَاَبْكٰی مَنْ حَوْلَهٗ فَقَالَ اسْتَاْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ وَاسْتَاْذَنْتُهٗ فِیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاَذِنَ لِیْ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ۔

اخرجه مسلم فی صحیحه ۶۷۱/۲ حدیث رقم (۱۰۸۔ ۹۷۶)۔ وابوداؤد فی السنن ۵۵۷/۳ حدیث رقم ۳۲۳۴۔ والنسائی ۹۰/۴ حدیث رقم ۲۰۳۴۔ وابن ماجه ۵۰۱/۱ حدیث رقم ۱۵۷۲۔ واحمد فی المسند ۴۴۱/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اور خود بھی روئے اور ان لوگوں کو بھی رلایا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد تھے پھر فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی تھی۔ کہ میں اس کے لئے بخشش کی دعا کروں۔ پس مجھے اجازت نہ دی گئی اور میں نے پروانگی (اجازت) مانگی تھی کہ اس کی قبر کی زیارت کروں تو مجھے اجازت دے دی گئی۔ پس قبروں کی زیارت کرو کیونکہ قبروں کی زیارت کرنا موت کو یاد دلاتا ہے۔ اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ تھا۔ حضور ﷺ چھ برس کی عمر کو پہنچے تو وہ حضور ﷺ کو لے کر اپنے ننھیال کے لوگوں سے ملاقات کی غرض سے مدینہ گئیں۔ وہاں سے پھر مکے کو آ رہی تھیں۔ جب ابواء کے مقام پر پہنچی تو وہاں ہی آپ کا انتقال ہوا اور اسی جگہ پر آپ کی قبر بنی۔ جب ایک دفعہ حضور ﷺ ان کی قبر پر پہنچے تو بہت روئے اور لوگوں کو بھی رلایا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ حالت میں کفر میں فوت ہوئیں تھی یہ متقدمین کا مذہب ہے اور متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے والدین نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ پھر اس کی تین صورتیں بیان کرتے ہیں: ا۔ایک صورت تو یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ دین ابراہیمی پر تھے۔ ایام فترت میں تھے کہ ان کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی اور زمانہ نبوت سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا حضور ﷺ کی دعا سے پھر وہ ایمان لائے اگرچہ یہ حدیث آپ ﷺ کے والدین کے ایمان لانے کی ضعیف ہے لیکن تعدد طرق کے اعتبار سے تصحیح و تحسین کے لائق ہے۔ گویا کہ بات متقدمین سے چھپی ہوئی تھی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے متاخرین پر ظاہر کر دی اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اس بارے میں رسالے تصنیف کئے ہیں اور اس کو دلیلوں سے ثابت کیا ہے اور مخالفین کے شبہات کے جوابات دیے ہیں جو دیکھنا چاہے۔ وہاں سے مطالعہ کرے اور بہتر اس مسئلے کے بارے میں یہی ہے کہ سکوت اختیار کیا جائے۔

زیارتِ قبور کے وقت آپ ﷺ کا مسلمانوں کو دُعا سکھانا

۳/۱۶۵۸ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوْا اِلَى الْمَقَابِرِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ۔

(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٦٧١/٢ حدیث رقم (١٠٤۔ ٩٥٧)۔ وابن ماجه فی السنن ٤٩٤/١ حدیث رقم ١٥٤٧۔ واحمد فی المسند ٣٥٣/٥۔

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ مسلمانوں کو سکھاتے تھے کہ جب قبرستان کی طرف نکلیں تو کہیں اے مؤمنوں اور مسلمانوں کے گھر والو تم پر سلام ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم تمہارے ساتھ ملیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت مانگتے ہیں (یعنی مکروہات (ناپسندیدہ) کاموں سے خلاصی مانگتے ہیں)۔ اس کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں قبروں کی جگہ کو آپ ﷺ نے گھر فرمایا ہے اس لیے کہ ان میں مردے رہتے ہیں اور جس طرح زندہ گھروں میں رہتے ہیں مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَهْلَ الدِّيَار کا بیان ہے اور وَالْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ تاکید ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ:

قبرستان سے گزرتے وقت کی مسنون دُعا

۴/۱۶۵۹ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِيْنَةِ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳/۹۶۹ حدیث رقم ۱۰۵۳۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قبرستان کے پاس سے گزرے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرے کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے اے قبروں والو! تم پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی بخش دے اور تمہیں بھی بخش دے تم ہم سے پہلے پہنچ چکے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔ اس کو امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک کا مفہوم اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ متوجہ ہونے کا مطلب یہ ہے سلام کرتے وقت اپنا چہرہ میت کے چہرے کی طرف کرے اور دعا کرنے میں بھی اسی طرح کہے اور ابن حجر کے علاوہ تمام مسلمانوں کا اسی پر عمل ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک سنت یہ ہے کہ دعا کی حالت میں قبلہ کی طرف منہ کرے اور مظہر نے کہا ہے کہ میت کی زیارت اس کی حالت حیات میں زیارت کی طرح ہے۔ اگر زندگی میں اس سے ملا کرتا تھا اور اس کے عظیم القدر ہونے کی وجہ سے دور ہو کر بیٹھا تھا۔ پس اسی طرح اس کی زیارت میں کھڑا رہے یا اس سے دور بیٹھے اور اگر حالت حیات میں اس کے قریب بیٹھا کرتا تھا۔ تو زیارت کے وقت بھی اس کے قریب بیٹھے۔

اور جب زیارت کرے تو سورۂ فاتحہ پڑھے اور قل ھو اللہ احد تین مرتبہ پھر اس کے لیے دعا کرے اور قبر کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ اس کو بوسہ دے۔ کیونکہ یہ عیسائیوں کی علامت ہے۔ عظیم القدر سے مراد یہ ہے یا تو وہ رشتے میں بڑا ہو والدین کی طرح یا وہ دین میں بڑا ہو استاد کی طرح۔

الفصل الثالث:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر شب میں قبرستان جانا

۵/۱۶۶۰ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ اِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَّا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُّؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲/۶۶۹ حدیث رقم (۱۰۲۔ ۹۷۴)۔ والنسائی فی السنن ۴/۹۳ حدیث رقم ۲۰۳۹۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رات کو ان کی باری ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخر شب میں مدینہ کے قبرستان کی طرف نکلتے۔ پھر فرماتے سلام ہو تم پر اے مؤمنین کی قوم اور تمہارے پاس وہ چیز آئی ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا (یعنی ثواب وعذاب کا) قیامت کے دن تک تمہیں ڈھیل دی گئی ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اے اللہ بقیع غرقد والوں کو بخش دے۔ اس کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصے میں مدینہ منورہ کے باہر غرقد کے مقام

پر تشریف لے جاتے۔ اس میں مدینہ والوں کی قبریں تھیں اور غرقد کی وجہ تسمیہ اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ غرقد ایک درخت کا نام تھا جو وہاں بکثرت پائے جاتے تھے اس لیے اس کو بقیع غرقد کہا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زیارتِ قبور کے لیے دُعا کا پوچھنا

۶/۱۲۶۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَيْفَ اَقُوْلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تَعْنِيْ فِيْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ قَالَ قُوْلِيْ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ۔

اخرجه مسلم فى صحيحه ٦٦٩/٢ حديث رقم (١٠٣ـ ٩٧٤)۔ واخرجه النسائى ٩٣/٤ حديث رقم ٢٠٣٨۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! میں کس طرح کہوں؟ یعنی میں قبروں کی زیارت کو جاؤں تو کیا کہوں؟ (یعنی میں کیا دعا کروں؟) فرمایا کہو کہ مؤمنوں کے گھر والوں اور مسلمانوں کے گھر والوں کو سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سے پہل کرنے والوں اور پیچھے رہنے والوں پر رحم کرے۔ اگر اللہ نے چاہا تو ہم تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اس کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب کوئی مسلمان اپنے ایسے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جو دنیا میں اس کو جانتا تھا پھر وہ اس کو سلام کرے تو وہ فوت ہونے والا اس کو سلام کا جواب بھی دیتا ہے اور پہچانتا بھی ہے۔

۷/۱۲۶۲ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ يَرْفَعُ الْحَدِيْثَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَلَهٗ وَكُتِبَ بَرًّا ۔ (رواه البيهقى فى شعب الا يمان مرسلا)

رواه البيهقى فى شعب الايمان

ترجمہ: حضرت محمد بن نعمانؒ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچاتے تھے (یعنی نسبت کرتے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر جمعہ کے دن اپنے والدین کی قبر کی زیارت کرے یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے اس کی بخشش کر دی جاتی ہے۔ اعمالنامے میں اس کو ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں بطریق ارسال روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے والدین کی قبر کی زیارت کی۔ اس کو ایسے شمار کیا جائے گا جیسے وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا ہے۔ جب فوت ہونے کے بعد فقط قبر کی زیارت کرنے پر اتنا ثواب ہے۔ تو حالت حیات میں اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا کس قدر ثواب ہوگا اور ایک روایت کے مطابق تو ماں باپ کی حالت حیات میں زیارت کرنے پر حج و عمرے کا ثواب ملتا ہے۔

قبروں کی زیارت کرنے سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے

۸/۱۲۶۳ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ

فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه ۱/۱ ۵۰ حديث رقم ۱۵۷۱۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا۔ پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔ پس بے شک قبروں کی زیارت کرنا تمہیں دنیا سے بے رغبت کر دے گا اور آخرت کو یاد دلائے گا۔ اس کو ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❂ قبروں کی زیارت کرنے سے انسان کے دل میں دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے کہ جب انسان کا انجام یہ ہے تو اس میں دل لگانا بے جا ہے اور اس سے انسان آخرت کو یاد کرتا ہے انسان کو پتہ چلتا ہے کہ اس جہاں کے علاوہ دوسرا جہان بھی ہے جہاں پر انسان کو جانا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں میں جا کر انسان انہیں عبرت کی نگاہ سے دیکھے اور موت کو یاد کرے اور موت کو یاد کرنا لذتوں کو توڑ دیتا ہے۔

قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت

۹/۱۷۶۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ (رواه احمد والترمذی وابن ماجة وقال الترمذی هذا حديث حسن صحيح وقال قدارأى بعض اهل العلم ان هذا كان قبل ان يرخص النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فی زيارة القبور فلما رخص دخل فی رخصته الرجال والنساء وقال بعضهم انما كره زيارة القبور للنسآء لقلة صبر هن و كثرة جزعهن تم كلامه)۔

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۷۱/۳ حديث رقم ۱۰۵۶۔ والنسائی ۹٤/٤ حديث رقم ۲۰٤۳۔ وابن ماجه ۵۰۲/۱ حديث رقم ۱۵۷۵۔ واحمد فی المسند ٤٤۲/۳۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے ان عورتوں پر جو قبروں کی بہت زیادہ زیارت کرنے والی ہیں۔ اس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا کہ بعض اہل علم اس طرف گئے ہیں یہ لعنت کا کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجازت دینے سے قبل تھا۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی تو اس میں مرد اور عورت دونوں داخل ہو گئے اور بعض علماء نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنے کو بے صبری اور بہت زیادہ جزع و فزع کرنے کی وجہ سے ناپسند قرار دیا ہے۔ امام ترمذیؒ کا کلام پورا ہوا۔

تشریح ❂ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ کیونکہ یہ بے صبری کا مظاہرہ کرتی ہیں اور بہت زیادہ جزع و فزع کرنے والی ہیں۔

زیارت کرتے وقت میّت کا لحاظ کرنا ضروری ہے

۱۰/۱۷۶۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِيْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّيْ وَاضِعٌ ثَوْبِيْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَاَبِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَا دَخَلْتُهُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَاءً

مِنْ عُمَرَ۔ (رواہ احمد)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۵۷/۳۔ حدیث رقم ۱۴۹۶۔ ومسلم فی صحیحه ۵۰/۱ حدیث رقم (۲۹۔ ۱۹)۔ وابوداوٗد فی السنن ۲۴۲/۲ حدیث رقم ۱۵۸۴۔ والترمذی فی السنن ۲۱/۳ حدیث رقم ۶۲۵۔ والنسائی ۵۵/۵ حدیث رقم ۲۵۲۲۔ وابن ماجه ۵۶۸/۱ حدیث رقم ۱۷۸۳۔ والدارمی فی السنن ۴۶۱/۱ حدیث رقم ۱۶۱۴۔ واحمد فی المسند ۲۳۳/۱۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے گھر میں داخل ہوتی تھی کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مدفون تھے۔ اس حالت میں کہ میں اپنا کپڑا (یعنی چادر) اُتار دیتی تھی اور میں اپنے دل میں کہتی تھی کہ کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ اس میں میرے خاوند اور میرے والد حضرت ابوبکرؓ مدفون ہیں۔ یہ دونوں میرے لئے اجنبی نہیں ہیں۔ پس جب عمر رضی اللہ عنہ کو میرے گھر میں ان کے ساتھ دفن کر دیا گیا تو خدا کی قسم پھر میں اس مکان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے کپڑا اوڑھے بغیر داخل نہیں ہوتی تھی کیونکہ وہ (میرے لئے) اجنبی تھے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ زیارت کرتے وقت میّت کا لحاظ کرنا چاہیے جس طرح اس کی زندگی میں لحاظ کیا کرتے تھے۔ شرح الصدور میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے' فرماتے ہیں مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں آگ پر پاؤں رکھوں یا تیز تلوار پر کٹ جاؤں' اس چیز سے کہ میں کسی شخص کی قبر پر چلوں اور فرمایا میرے نزدیک قبروں پر بول و براز کرنا اور لوگوں کے سامنے کرنا برابر ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے اور ابن ابی دنیا سلیم بن عقبہؒ سے روایت کرتے ہیں ان کا گزر ایک مقبرے پر ہوا اس حال میں ان کو زور کا پیشاب آیا ہوا تھا۔ پس لوگوں نے ان کو کہا کہ اتر کر پیشاب کرلو۔ کہنے لگے خدا کی قسم میں مردوں سے ایسے حیا کرتا ہوں جیسے زندوں سے کرتا ہوں۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کتاب الصلوٰۃ پوری ہو چکی ہے۔ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد واله واصحابه اجمعین ولا حول ولا قوة الا باللّٰہ العلی العظیم۔

یہ کتاب زکوٰۃ کے بیان کے بارے میں ہے

❶ زکوٰۃ کا ثبوت:

زکوٰۃ کا حکم قرآن پاک میں نماز کے حکم کے ساتھ بیاسی (۸۲) جگہ پر مذکور ہے۔ یہ نماز اور زکوٰۃ دونوں کے کمال اتصال کی دلیل ہے۔

❷ زکوٰۃ کی فرضیت کب ہوئی؟

زکوٰۃ ہجرت کے دوسال بعد فرض کی گئی رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو اور روزہ بھی ہجرت کے دوسرے سال فرض کیا گیا۔ لیکن ملا علی قاریؒ کے مطابق زکوٰۃ پہلے فرض ہوئی اور روزہ بعد میں۔ ملا علی قاریؒ زکوٰۃ کی فرضیت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ اجمالاً مکہ میں فرض ہوئی اور اس کا نصاب اور مقادیر کی تفصیل مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔

❸ کیا انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ فرض ہے؟

انبیاء علیہم السلام پر بالاجماع زکوٰۃ فرض نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ مال کے میل کچیل کے ازالے کے لیے مشروع ہوئی ہے اور یہ بات واضح ہے کہ انبیاء علیہم السلام میل و کدورت سے پاک ہیں اور جو قرآن میں آیا ہے: وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ...... (مریم : ۳۱) اس زکوٰۃ سے مراد زکوٰۃ النفس ہے۔

❹ زکوٰۃ کی لغوی تشریح اور وجہ تسمیہ:

زکوٰۃ کا لغوی معنی بڑھنا اور پاک کرنا اور زکوٰۃ کو زکوٰۃ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے ادا کرنے سے مال بڑھتا ہے اور پاک ہوتا ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرنے والے کے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے اور زکوٰۃ پر لفظ صدقہ کا بھی اطلاق ہوتا ہے اس لیے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والے کے صدق ایمان پر دلیل ہے۔

❺ زکوٰۃ کا حکم:

زکوٰۃ کا منکر کافر ہوتا ہے اور اس کو ترک کرنے والا سخت گنہگار ہوتا ہے اور منکر زکوٰۃ کو قتل کرنے کا حکم ہے یہ محیط السرخسی

میں مذکور ہے اور یہ فی الفور سال کے اختتام پر واجب ہوتی ہے اور اس کو جان بوجھ کر مؤخر کرنے والا بھی گنہگار رہوتا ہے اور امام رازیؒ کی روایت کے مطابق زکوٰۃ علی التراخی واجب ہوتی ہے اس لیے مؤخر کرنے والا موت کے نزدیک گنہگار رہوگا۔

❻ زکوٰۃ کن لوگوں پر فرض ہے؟

زکوٰۃ مسلمان، عاقل بالغ آزاد پر فرض ہے وہ مال اس کی ملکیت میں ایک سال تک رہا ہو اور اس کی ضرورت اصلیہ سے زائد ہو اور مال نامی یعنی بڑھنے والا ہو۔ غیر نامی نہ ہو۔ خواہ مال نامی حقیقۃً ہو یا تقدیراً ہو اور ملک اس میں کامل ہونی چاہیے۔ پس کافر پر اور غلام و دیوانے پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

زکوٰۃ قرض دار پر فرض نہیں ہے مال قرض سے زیادہ ہو اور نصاب کو پہنچ جائے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی اور قرض میں یہ بھی قید ہے کہ بندوں میں سے اس کا کوئی مطالب ہو۔ پس نذر اور کفارات اور فطرہ اور ان کی مانند جو چیزیں ہیں وجوب زکوٰۃ میں مانع نہیں ہیں۔ اس لیے کہ ان میں بندوں کی طرف سے کوئی مطالب نہیں ہے اور زکوٰۃ کا جو فرض ہے حاکم اس کا ظاہری مال میں مطالبہ کرسکتا ہے یعنی مویشی اور مال تجارت میں خواہ وہ مال شہر میں لے آئے یا لے کر جائے دوسرا نقدی اور مال تجارت میں کہ شہر میں تجارت کرتا ہے تو کوئی مطالبہ نہیں ہے پہلی صورت مانع وجوب زکوٰۃ ہے اور دوسری صورت مانع نہیں ہے اگر عورت مہر کا تقاضا کرتی ہے تو زکوٰۃ مانع ہے ورنہ نہیں اور بحرالرائق وغیرہ میں ہے۔

معتمد مذہب کے مطابق دین (قرض) زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کے لیے مانع ہے۔

اور مطلق قرض مانع ہے خواہ وہ قرض معجّل ہو یا مؤجل اگرچہ وہ بیوی کا طلاق تک یا موت تک مہر مؤجل ہو اور بعضوں نے کہا کہ مہر مؤجل مانع نہیں ہے کہ اس کا کوئی عادۃً مطالبہ نہیں کرتا بخلاف مہر معجّل کے اور بعض حضرات نے کہا کہ اگر خاوند ادا کا ارادہ رکھتا ہے تو مانع زکوٰۃ ہے ورنہ نہیں۔ اس لیے کہ وہ قرض شمار نہیں ہوتا۔ کذافی غایۃ البیان اور عورت کو مہر کی وجہ سے غنیہ شمار کیا جاتا ہے۔ جب خاوند مال دار ہو تو یہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مہر کی وجہ سے غنیہ شمار نہیں ہوتی۔ یہ اختلاف مہر معجّل کی صورت میں ہے اور مہر موجل کی وجہ سے کوئی اختلاف نہیں ہے بالاتفاق غنیہ شمار کی جاتی ہے

❼ نصاب کی تفصیل:

نصاب کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ وہ مال حوائج اصلیہ سے فارغ ہو۔ یعنی ضروریات زندگی سے خالی ہو جیسے اصلی گھر جو اپنی رہائش کے لیے ہوتا ہے اور بدن کے کپڑے اور گھر کا سامان اور سواری کا جانور اور خدمت کے لیے غلام اور استعمال کا ہتھیار اور اہل علم کی کتابیں اور صنعت و حرفت کے اوزار۔ مثلاً اگر کسی نے تجارت کی نیت سے مکان خریدا اور پھر اس میں رہنے لگا۔ تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور اگر مکان تجارت کی نیت سے لے اور رہائش سے فارغ ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب ہے اسی طرح اور چیزوں کو سمجھ لیجئے گا۔ اگر مکان یا غلام وغیرہ اس کی حاجت اصلیہ سے فارغ ہوں اور ان میں تجارت کی نیت بھی نہ ہو تو زکوٰۃ اس میں واجب نہیں ہے۔

اور یہ جو ملکیت کے کامل ہونے کی شرط لگائی ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والا اصل میں اس چیز کا مالک بھی ہو اور اس مال میں حق تصرف بھی رکھتا ہو۔ اس وجہ سے مکاتب پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

❽ ضمار کی تفصیل! مال ضمار اس کو کہتے کہ جس تک آدمی نہ پہنچ سکے اور ایسے مال کی کئی اقسام ہیں:

① ایک تو وہ مال جو ضائع ہو جائے۔ ۲ دوسرا وہ جس کو آدمی جنگل میں رکھ کر بھول جائے ۳۔ تیسرا یہ کہ وہ دریا میں ڈوب جائے۔ ۴۔ چوتھا یہ کہ کوئی اس کو غصب کرلے اور اس پر کوئی گواہ موجود نہ ہو اور ۵۔ پانچواں نمبر یہ ہے کہ ظالم نے ظلماً لے لیا ہو۔ ۶۔ اور چھٹا یہ کہ وہ کوئی قرض لے کر منکر ہو گیا ہو اور کوئی گواہ نہ ہو۔ اگر ان مالوں میں کسی قسم کا مال مل جائے۔ تو اس پر سابقہ ایام کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ بخلاف اس مال کے جو گھر میں دفن کر کے بھول گیا تھا اس پر اس کو بقیہ ایام کی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔

بخلاف اس قرض کے کہ قرض لینے والا اقرار کرتا ہو۔ خواہ لینے والا مالدار ہو یا مفلس یا انکار کرتا ہو۔ لیکن اس کے گواہ موجود ہوں اور قاضی اس کو جانتا ہو تو اسے مال میں زکوٰۃ دینا ہوگی۔ اس تفصیل کے تحت کہ اگر وہ قرض مال تجارت کے بدلے ہو تو جب وہ مال نصاب کے پانچویں حصے کو پہنچے گا تو بقیہ ایام کی زکوٰۃ دینا ہوگی۔

اگر قرض مال تجارت کے بدلے نہ ہو تو جیسے گھر میں پہننے والے کپڑے بیچے یا خدمت کا غلام بیچا یا رہنے والا گھر بیچا اور خریدنے والے کے ذمے قرض ہے پس اس میں پچھلے ایام کی زکوٰۃ دینا اسی وقت واجب ہوگا جب بقدرِ نصاب وصول ہو جائے۔

اور جو قرض ایسا ہو کہ مال کے بدلے میں نہ ہو جیسے مہر وصیت اور بدل خلع وغیرہ۔ جب اس میں زکوٰۃ دینی ہوگی تو اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ بقدر نصاب کے ہو اور اس پر ایک سال گزر جائے تو سابقہ ایام کی زکوٰۃ اس پر واجب نہیں ہوگی۔ بلکہ اسی سال کی جس سال اس کا قبضہ رہا ہوگا اور یہ حکم تب ہے کہ وہ پہلے سے صاحب نصاب نہ ہو اور اگر وہ پہلے سے صاحب نصاب ہو تو اس کے حق میں یہ مال مال مستفاد ہے تو پہلے مال کے ساتھ اس کی بھی زکوٰۃ دے گا۔ اس میں سال کا گزرنا شرط نہیں ہے۔

❾ زکوٰۃ کی شرائط:

زکوٰۃ ادا کرنے کی شرط یہ ہے کہ ادا کرتے وقت یہ نیت کرے کہ میں زکوٰۃ ادا کرتا ہوں یا مال سے زکوٰۃ نکالتے وقت نیت کرے اور اگر سارا مال اللہ کے راستے میں دے دے اور زکوٰۃ کی نیت نہ کرے۔ تو زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے۔

بشرطیکہ کسی اور واجب کی نیت سے نہ دے۔ اگر تھوڑا مال دیا ہے تو جتنا دیا ہے تو اس کی زکوٰۃ امام محمدؒ کے نزدیک ادا ہو جائے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ادا نہیں ہوگی اور زکوٰۃ کو ساقط کرنے کے لیے حیلہ کرنا مکروہ ہے۔ اگر تجارت کے لیے غلام خریدا پھر خدمت لینے کی نیت کی تو وہ تجارت کا نہ رہا بلکہ خدمت کے لیے ہو گیا۔ تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اگر خدمت کی نیت سے خریدا اور پھر تجارت کی نیت کی تو تجارت کے لیے نہیں ہوگا۔ جب تک اس کو بیچے نہیں۔ جب بیچے گا تو اسکی قیمت میں زکوٰۃ دینی ہوگی اور زکوٰۃ کا نصاب اسقدر مال کو کہتے ہیں کہ اس میں زکوٰۃ دینا واجب ہو جائے اور اس سے کم میں نہ ہو۔ مثلاً چاندی یا مال تجارت ۲۰۰ دوسو درہم کی بقدر ہو چنانچہ آگے سب کے نصاب حدیثوں میں مذکور ہیں اور نصاب کی دو قسمیں ہیں:

❶ نامی اور ❷ غیر نامی۔

نامی کہتے ہیں بڑھنے والے مال کو اور غیر نامی نہ بڑھنے والا مال۔ پھر نامی دو قسم پر ہے: ① حقیقی اور ② تقدیری۔

① حقیقی مال یہ ہے کہ نفع سے بڑھتا ہے اور جانور بچوں کی وجہ سے بڑھتے ہیں۔ ② اور مال تقدیری وہ ہے جو ظاہر میں

بڑھتا نہیں ہے لیکن بڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور غیر نامی جیسے مکان اسباب وغیرہ جو اصل ضرورت کے علاوہ ہوں۔

نصاب نامی اور غیر نامی میں فرق یہ ہے کہ نصاب نامی کے مالک پر زکوۃ فرض ہوتی ہے اور اس کے لیے زکوۃ لینا نذر کا وصول کرنا اور صدقات واجبہ کا لینا درست نہیں ہوتا اور صدقہ فطر اور قربانی کرنی واجب ہو جاتی ہے اور نصاب غیر نامی کے مالک پر صرف زکوۃ فرض نہیں ہوتی بقیہ احکام اس کے نصاب نامی کے مالک والے ہیں۔ ملتقی الابحر وبحر درمختار وعالمگیری ومولانا۔

الفصل الاول:

زکوۃ کے بنیادی احکام

۱/۱۶۶۶ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ اِنَّكَ تَأْتِيْ قَوْمًا اَهْلَ كِتَابٍ فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاِيَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۳ حديث رقم ۱۴۰۲ قسما منه۔ واخرجه مسلم كاملاً فی صحيحه ۶۸۰/۲ حديث رقم (۲۴۔ ۹۸۷)۔ وابوداؤد فی السنن ۳۰۲/۲ حديث رقم ۱۶۵۸۔ والدارمی فی السنن ۴۶۲/۱ حديث رقم ۱۶۱۷۔ واحمد فی المسند ۴۸۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف امیر یا قاضی بنا کر بھیجا اور فرمایا تم اہل کتاب کی ایک قوم یعنی یہود و نصاری کے پاس جا رہے ہو پس ان کو اس بات کی طرف دعوت دو کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اگر انہوں نے یہ بات مان لی تو ان کو بتاؤ کہ اللہ نے ان پر دن و رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر انہوں نے اس بات کو مان لیا تو ان کو بتاؤ کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے۔ جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے فقیروں کو دی جائے پس اگر وہ یہ بات مان لیں تو تم ان کے اچھے مال لینے سے بچو۔ یعنی چھانٹ کر مال نہ لو۔ بلکہ ان کے مال کے تین حصے کرو۔ اچھا برا اور درمیانہ اور زکوۃ میں درمیان کا مال وصول کرو اور مظلوم کی بددعا سے بچو اور زکوۃ میں وہ چیز وصول نہ کرو جو اس پر واجب نہیں ہے یا اس کو زبان سے تکلیف نہ دو۔ تا کہ وہ بددعا نہ کرے۔ کیونکہ مظلوم کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو مذکورہ بالا نصیحتوں سے نوازا اہل کتاب کے ہاں مشرک اور ذمی بھی تھے مگر اہل کتاب کا غلبہ تھا۔ اس لیے ان ہی کو ذکر کیا ہے۔ ابن ملک رحمہ اللہ کا کہنا ہے یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کفار کو لڑائی سے پہلے اسلام کی طرف بلانا واجب ہے بشرطیکہ ان کو اسلام کی

دعوت نہ پہنچی ہوا گران کو اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہو۔تو ان کو اسلام کی طرف بلانا مستحب ہے۔

زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لیے سخت وعید

۲/۱۶۶۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَّلَا فِضَّةٍ لَا یُؤَدِّیْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ صُفِّحَتْ لَهٗ صَفَائِحُ مِنْ نَّارٍ فَاُحْمِیَ عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَیُکْوٰی بِهَا جَنْبُهٗ وَجَبِیْنُهٗ وَظَهْرُهٗ کُلَّمَا رُدَّتْ اُعِیْدَتْ لَهٗ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ الْعِبَادِ فَیَرٰی سَبِیْلَهٗ اِمَّا اِلَی الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَالْاِبِلُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ اِبِلٍ لَا یُؤَدِّیْ مِنْهَا حَقَّهَا وَمِنْ حَقِّهَا حَلْبُهَا یَوْمَ وِرْدِهَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ اَوْ فَرَمَا کَانَتْ لَا یَفْقِدُ مِنْهَا فَصِیْلًا وَّاحِدًا تَطَاُهٗ بِاَخْفَافِهَا وَتَعَضُّهٗ بِاَفْوَاهِهَا کُلَّمَا مَرَّعَلَیْهِ اُوْلَاهَا رُدَّعَلَیْهِ اُخْرَاهَا فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ الْعِبَادِ فَیَرٰی سَبِیْلَهٗ اِمَّا اِلَی الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ بَقَرٍوَلَا غَنَمٍ لَا یُؤَدِّیْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ لَّا یَفْقِدُ مِنْهَا شَیْئًا لَیْسَ فِیْهَا عَقْصَاءُ وَلَا جَلْحَاءُ وَلَا عَضْبَاءُ تَنْطَحُهٗ بِقُرُوْنِهَا وَتَطَاُهٗ بِاَظْلَافِهَا کُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ اُوْلَاهَا رُدَّ عَلَیْهِ اُخْرَاهَا فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ الْعِبَادِ فَیَرٰی سَبِیْلَهٗ اِمَّا اِلَی الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْخَیْلُ قَالَ ثَلَاثَةٌ هِیَ لِرَجُلٍ وِزْرٌوَّهِیَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ وَّهِیَ لِرَجُلٍ اَجْرٌ فَاَمَّا الَّتِیْ هِیَ لَهٗ وِزْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِیَاءً وَفَخْرًا وَّنِوَاءً عَلٰی اَهْلِ الْاِسْلَامِ فَهِیَ لَهٗ وِزْرٌوَاَمَّا الَّتِیْ هِیَ لَهٗ سِتْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَمْ یَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِیْ ظُهُوْرِهَا وَلَا رِقَابِهَا فَهِیَ لَهٗ سِتْرٌ اَمَّا الَّتِیْ هِیَ لَهٗ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فِیْ مَرْجٍ وَّرَوْضَةٍ فَمَا اَکَلَتْ مِنْ ذٰلِکَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّاکُتِبَ لَهٗ عَدَدَ مَا اَکَلَتْ حَسَنَاتٌ وَکُتِبَ لَهٗ عَدَدَ اَرْوَاثِهَا وَاَبْوَالِهَا حَسَنَاتٌ وَلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَیْنِ اِلَّا کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَدَدَ اٰثَارِهَا وَاَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٍ وَلَا مَرَّبِهَا صَاحِبُهَا عَلٰی نَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا یُرِیْدُ اَنْ یَّسْقِیَهَا اِلَّا کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَدَدَ مَا شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْحُمُرُ قَالَ مَا اُنْزِلَ عَلَیَّ فِی الْحُمُرِ شَیْءٌ اِلَّا هٰذِهِ الْاٰیَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ۔

(رواہ مسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳ حدیث رقم ۱۴۰۲ قسما منه۔ واخرجه مسلم کاملاً فی صحیحه ۶۸۰/۲ حدیث رقم (۲۴۔ ۹۸۷)۔ وابوداؤد فی السنن ۳۰۲/۲ حدیث رقم ۱۶۵۸۔ والدارمی فی السنن ۴۶۲/۱ حدیث رقم ۱۶۱۷۔ واحمد فی المسند ۴۸۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی سونا اور چاندی رکھنے والا اس کا حق ادا نہ کرے یعنی زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ تو جب قیامت کا دن ہوگا۔ ان کے لیے آگ کے تختے بنائیں جائیں گے۔ یعنی وہ تختے سونے چاندی کے ہوں گے۔ لیکن آگ میں گرم کیے جائیں گے۔ گویا کہ وہ آگ کے ہوں گے۔ پس ان کو دوزخ کی آگ سے گرم کیا جائے گا اور ان تختوں کے ساتھ اس کے پہلو اس کی پیشانی اور اس کی پیٹھ کو داغ دیا جائے گا۔ جب وہ تختے ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ تو گرم کرنے کے لیے آگ میں ڈالیں جائیں گے اور نکال کر پھر داغ دیے جائیں گے ہمیشہ یوں ہی کرتے رہیں گے۔ اس دن تک جس دن کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔ اس کو بندوں کے سامنے حکم کیا جائے گا۔ پس وہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کی طرف دیکھ لے گا۔ کہا گیا اے اللہ کے رسول! یہ حکم تو نقدی کا ہے اور اونٹوں کا کیا حکم ہے؟ یعنی ان کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو کیا عذاب ہوگا۔ فرمایا جب کسی اونٹ کے مالک نے ان کا حق ادا نہ کیا یعنی زکوٰۃ نہ دی۔ تو قیامت کے دن اس کو منہ کے بل اونٹوں کے سامنے ہموار میدان میں ڈالا جائے گا۔ اس حالت میں کہ اونٹ گنتی میں بھی مکمل ہونگے اور موٹا ہونے میں بھی تا کہ ان کے روندنے میں تکلیف زیادہ ہو اور اس کو اپنے پاؤں کے ساتھ کچلیں گے اور اس کو اپنے دانتوں سے کاٹیں گے اور اونٹوں کی ایک جماعت ان پر گزرے گی تو وہ دوسری جماعت بھی ان کے پیچھے آئے گی۔ یعنی اس طرح سے اس کو کچلا جائے گا۔ ایک قطار کے بعد دوسری قطار اونٹوں کی کچلے گی اس دن جس دن کی مقدار پچاس ہزار برس ہے یہاں تک کہ اس کو بندوں کے سامنے حکم کیا جائے گا۔ پس وہ بہشت (جنت) یا دوزخ کی طرف اپنا راستہ دیکھے گا۔ پوچھا گیا اے اللہ کے رسول! گاؤں کے مالک اور بکریوں کے مالک کا کیا حال ہوگا؟ تو ارشاد فرمایا: جب گاؤں اور بکریوں کا مالک ان کا حق ادا نہیں کریگا تو قیامت کے دن اس کو ہموار میدان میں ڈالا جائے گا اور اس سے کوئی چیز کم نہیں ہوگی اور ان میں کوئی گائیں بکری ایسی نہیں ہوگی جن کے مڑے ہوئے سینگ ہوں نہ منڈی ہوئی اور نہ سینگ ٹوٹی ہوئی۔ یعنی تمام کے سینگ سلامت ہونگے۔ پھر ان کو اپنے سینگوں کے ساتھ خوب سینگ ماریں گے اور اس کو اپنے کھروں کے ساتھ کچلیں گے۔ جب ایک جماعت گزر جائیگی تو دوسری جماعت لائی جائے گی۔ اس دن کہ جس دن کی مقدار پچاس ہزار برس کے برابر ہوگی یہاں تک کہ اس کو بندوں کے سامنے حکم دیا جائے گا۔ پس وہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کی طرف دیکھ لے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھوڑوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ گھوڑوں کا کیا حکم ہے؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گھوڑے تین طرح کے ہوتے ہیں ایک تو آدمی کے لیے گناہ کا سبب ہوتے ہیں اور دوسرے آدمی کے لیے پردہ ہوتے ہیں اور تیسرے آدمی کے لیے بطور ثواب کے ہوتے ہیں۔ پس وہ گھوڑے جو گناہ کا سبب بنتے ہیں۔ اور وہ گھوڑے جو اس کے لئے پردہ ہیں وہ جن کو فخر و ریا کاری کے لیے اور اہل اسلام سے دشمنی کے لئے باندھا گیا ہے۔ پس یہ گھوڑے اس کے لیے گناہ کا سبب بنتے ہیں وہ ہیں پس وہ گھوڑے اس شخص کے ہیں جنہیں آدمی نے اللہ کے راستے میں باندھا پھر وہ ان کی پیٹھوں (یعنی پشتوں) پر سوار ہو کر اور گردنوں پر سوار ہو کر اللہ رب العزت کی اطاعت کو نہیں بھولا۔ تو وہ گھوڑے اس کے لیے پردہ ہیں اور وہ گھوڑے جو باعث ثواب ہیں، تو وہ گھوڑے اس شخص کے ہیں کہ جس نے ان کو سرسبز چراگاہ میں اہل اسلام کے لیے خدا کے راستے میں باندھا ہے۔ تو جب بھی وہ اس چراگاہ اور سبزے سے کھاتے ہیں۔ اس کے لیے ان چیزوں کے کھانے کی بقدر نیکیاں لکھی جاتی ہیں یعنی گھاس دانہ وغیرہ۔ اس کے لیے ان کی لید اور پیشاب کی بقدر نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ جب وہ گھوڑے اپنی رسی کو توڑتے ہیں پھر وہ ایک یا دو میدانوں کی طرف دوڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے

ان کے نقش قدم کے برابر اوران کی لید کے برابر نیکیاں لکھ لیتا ہے۔ جو اس حالت میں کرتے ہیں اور جب ان کا مالک ان کو نہر پر سے لے کر گزرتا ہے تو وہ اس سے پیتے ہیں حالانکہ اس کا پانی پلانے کا ارادہ نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے پانی پینے کی بقدر نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ پھر آپ سے پوچھا گیا اللہ کے رسول گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا گدھوں کے بارے میں مجھ پر کچھ نازل نہیں ہوا۔ مگر ایک جامع آیت جو سب نیکیوں اور بندگیوں کے لیے جامع ہے جو شخص ایک ذرے کے برابر بھلائی کرے گا اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ایک ذرہ کے برابر برائی کرے گا وہ بھی اس کو دیکھ لے گا۔ اس کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لیے قیامت کے دن سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے کہ وہ دن جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہوگی۔ یعنی کافروں کو وہ دن پچاس ہزار برس کا معلوم ہوگا اور باقی گنہگاروں کو ان کے گناہوں کی بقدر دراز معلوم ہوگا اور کامل مؤمنین کو وہ دن دو رکعتوں کی بقدر معلوم ہوگا اور وہ اپنا راستہ بہشت کی طرف دیکھ لے گا بشرطیکہ اس کے ذمہ اور کوئی گناہ نہ ہو اور یہ عذاب ترکِ زکوٰۃ کے گناہ کو جھاڑ دے گا اور وہ آدمی جنت میں داخل ہوگا۔ اگر اس کے ذمے اس کے علاوہ اور گناہ ہوں گے یا اس عذاب سے ترکِ زکوٰۃ کا گناہ مکمل طور پر نہیں جھڑے گا تو وہ دوزخ میں داخل ہو گا اور اسے عذاب دیا جائے گا اور باقی مخلوق حساب میں مشغول ہوگی۔ عرب لوگوں کے ہاں دستور تھا کہ وہ اپنے اونٹوں کو تیسرے یا چوتھے دن پانی پلانے کے لیے لے جاتے تھے اور لوگ پانی پر جمع ہوتے تھے اور اونٹوں کے مالک ان کا دودھ دوھ کر ایک دوسرے کو پلایا کرتے تھے' اگرچہ اونٹوں کے بارے میں وجوبی حکم زکوٰۃ ہی ہے لیکن منجملہ اونٹوں کے حقوق کے مستحب امر یہ بھی ہے کہ جس دن اونٹ پانی پینے کے لیے جائیں تو مستحب یہ ہے کہ دودھ دھو کر مسکینوں محتاجوں کو پلائے لیکن یہ مروت اور خدائے تعالیٰ کے شکر کی بنا پر ہے حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے حق کی عدم ادائیگی کی وجہ سے بھی عذاب ہوسکتا ہے۔ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ وہ گھوڑوں کو پانی پلانے کی نیت نہیں رکھتا تھا بلا قصد کے گھوڑوں نے پانی پیا اس کو تو یہ ثواب حاصل ہوگا اور اگر قصداً پلایا گیا تو کچھ اور ثواب حاصل کرے گا۔ حضور ﷺ نے علی اسلوب الحکیم ارشاد فرمایا کہ گھوڑوں کے وجوبی حق کا حال مت پوچھو بلکہ اس کے بارے میں بھی پوچھو جو نفع اور ضرر ان کے پالنے والے کو ہوتا ہے اور ایک وہ گھوڑے ہوتے ہیں جو ان کے لیے پردہ ہوتے ہیں ان سے آدمی کا پردہ ڈھکا رہتا ہے اور لوگ نہیں جانتے کہ فقیر محتاج ہے اور لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو سوال کرنے سے محفوظ رکھتا ہے اور حاجت پیش کرنے سے اور لوگوں کو دکھانے کے لیے کہ لوگ اس کی وجاہت وحشمت کو دیکھ کر مرعوب ہوں اور جان لیں کہ یہ مجاہد ہے اور حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔

اور فخر سے مراد یہ ہے کہ وہ اس نیت سے گھوڑا پالے کہ اپنے سے ادنیٰ آدمی پر فخر بیان کروں گا اور دوسری قسم میں جو راہ خدا کا لفظ آیا ہے اس سے مراد جہاد نہیں ہے اور مراد یہ ہے کہ وہ اچھی نیت سے باندھے کہ اللہ کی اطاعت میں کام آئے۔ یعنی اپنی سواری کے لیے باندھے اور اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے سوار ہو اور اپنے فقر وضرورت کو لوگوں سے مخفی رکھے۔ جیسا کہ روایت میں آیا ہے: "ربطها تغنيا و تعففا" یعنی گھوڑے باندھے مال حاصل کرنے کے لیے اور مانگنے سے بچنے کے لیے یعنی سواری پر سوار ہو کر تجارت کے لیے یا کھیتی باڑی کے لیے جائے تو اس وقت یہ سوال سے محفوظ رہے گا تو خدا کی راہ سے مراد یہ ہے تاکہ تکرار لازم نہ آئے۔ تیسری قسم میں خدا کی راہ سے مراد جہاد ہے۔ یعنی سواری پر سوار ہو کر بھی اللہ کے حقوق کو بھی نہ بھلایا اور

اگر کسی نے سواری کے طور پر مانگا یا گھوڑیوں پر چھوڑنے کے لیے شوافع کا کہنا ہے گھاس ودانہ وغیرہ کے ساتھ ان کے خبر گیری کرے اور ان سے ضرر کو دور کرے اور یہ اختلاف اس لیے ہے کہ ہمارے نزدیک گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے پھر گھوڑوں والوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ گھوڑے کے پیچھے ایک دینار دے۔ یا قیمت معین کرے ان کی او پر دوسو درہموں کے پیچھے پانچ درہم دے جیسا کہ زکوٰۃ کا حساب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور صاحبین کے نزدیک گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان کے غلام اور گھوڑے میں صدقہ نہیں ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر جنگل میں چرنے والے گھوڑے کے لیے ایک دینار ہے اور گھوڑے کی قیمت کے تعین کے بارے میں حضرت عمر رحمہ اللہ سے روایت کی گئی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے جو حدیث روایت کی ہے غازی کے گھوڑے پر محمول ہے کہ وہ اس پر سوار ہوتا ہے اور ایسے ہی خدمت کرنے والا غلام اور خدا کے راستے میں اہل اسلام کے لیے جہاد کرے اور مسلمانوں کو دے تا کہ سوار ہو کر جہاد کریں اگر کسی کو سواری کے لیے گدھا دے۔ کسی نیکی کے کام کے لیے تو ثواب حاصل کرے گا اگر وہ سواری گناہ کے لیے استعمال ہو گی تو گناہ گار ہو گا۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کے لیے وعید

۳/۱۶۶۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَا لاً فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهُ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَاْخُذُ بِلِهْزِ مَتَيْهِ يَعْنِىْ شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۳/۔ حديث رقم ۱۴۰۳۔ والنسائی ۳۸/۵ حديث رقم ۲۴۸۱۔ ومالك فی الموطأ ۲۵۶/۱ حديث رقم ۲۲ من كتاب الزكاة واحمد فی المسند ۳۵۵/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کو اللہ نے مال دیا ہو۔ پس اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی پس اس کے لیے اس کا مال گنجا سانپ بنا دیا جائے گا۔ اس کی آنکھوں میں دو سیاہ نقطے ہوں گے' قیامت کے دن وہ سانپ بطور طوق کے اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا پھر اس کے منہ کی دونوں طرفوں کو (یعنی اس کی دونوں باچھوں کو) پکڑے گا۔ پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں۔ تیرا گنج ہوں۔ (یعنی خزانہ ہوں) پھر یہ آیت تلاوت فرمائی اور وہ لوگ گمان نہ کریں جو بخل کرتے ہیں۔ آخر آیت تک۔ اس کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا قیامت کے دن اس کا مال اس کے لیے گنجا سانپ بن کر سامنے آئے گا۔ گنجا سانپ وہ ہے جس کے سر پر بال نہ ہوں یہ اس کے بہت زیادہ زہریلے ہونے کی علامت ہوتی ہے اور اس کی لمبی عمر کی علامت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور دلیل کے یہ آیت پڑھ کر سنائی کہ سنو اللہ تعالیٰ بھی اس طرح ارشاد فرماتے ہیں پوری آیت اس طرح سے ہے:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ط بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ط سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ (آل عمران: ۱۸۰)

''جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لئے بہتر خیال نہ کریں بلکہ وہ ان کے لئے بدتر ہے عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کنجوسی کی ہوئی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لئے ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ تعالیٰ آگاہ ہے۔''

زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے والے پر سخت وعید

۴/۱۶۶۹ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ یَکُوْنُ لَهٗ اِبِلٌ اَوْ بَقَرٌ اَوْ غَنَمٌ لَّا یُؤَدِّیْ حَقَّهَا اِلَّا اُتِیَ بِهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَعْظَمَ مَا تَکُوْنُ وَاَسْمَنَهٗ تَطَأُهٗ بِاَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهٗ بِقُرُوْنِهَا کُلَّمَا جَازَتْ اُخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَیْهِ اُوْلَاهَا حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲/۳۔ حدیث رقم ۱٤٦٠۔ ومسلم فی صحیحه ٦٨٦/٢ حدیث رقم (۳۰۔ ۹۹۰)۔ والنسائی فی السنن ۲۹/۵ حدیث رقم ۲٤٥٦۔ وابن ماجه ٥٦٩/١ حدیث رقم ۱۷۸۵۔ واحمد فی المسند ۳۲۱/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے فرمایا جب کسی شخص کے پاس اونٹ' گائے یا بکری ہوں اور وہ ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے قیامت کے دن ان کو لایا جائیگا اس حال میں کہ وہ بہت بڑے ہوں گے اور بہت زیادہ موٹے ہونگے اور وہ اپنے پاؤں سے اپنے مالک کو کچلیں گے اور اس کو اپنے سینگوں کے ساتھ مارینگے۔ جب ان کی آخری جماعت گزر جائے گی تو ان کی پہلی جماعت کو دوبارہ لایا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کو آدمیوں کے سامنے لایا جائے گا۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ پہلے بیان ہو چکا ہے اگر صاحب نصاب نے زکوٰۃ ادا نہ کی۔ تو وہ مال یا خزانہ اس کے لیے گنجا سانپ بن جائے گا اور اگر جانور ہیں تو وہ بندے کو اپنے سینگوں کے ساتھ ماریں گے اور اپنے کھروں سے روندیں گے یہاں تک کہ کچل کر رکھ دیں گے۔ جماعت در جماعت اس کے اوپر سے روندتی ہوئی گزر جائے گی۔ پھر آخر کار اللہ تعالیٰ اس کے جہنم کی طرف جانے کا فیصلہ کریں گے۔

عاملین زکوٰۃ کو خوش کر کے بھیجو

۵/۱۶۷۰ وَعَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاکُمُ الْمُصَدِّقُ فَلْیَصْدُرْ عَنْکُمْ وَهُوَ عَنْکُمْ رَاضٍ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٦٨٦/٢۔ حدیث رقم (۲۹۔ ۹۸۹)۔ والترمذی فی السنن ۳۹/۳ حدیث رقم ٦٤٧۔ وابن ماجه ٥٧٦/١ حدیث رقم ۱۸۰۲۔ والدارمی ٤٨٤/١ حدیث رقم ۱٦۷۰۔ واحمد فی المسند ٣٦٥/٤۔

ترجمہ: حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تمہارے پاس کوئی (امام کی طرف سے) زکوٰۃ لینے والا آئے جس کو ساعی اور عامل کہتے ہیں وہ تم سے اس حالت میں لوٹ کر جائے کہ وہ تم سے راضی ہو۔ اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ (رواہ مسلم)

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے ساعیوں کا احترام کرو اور ان کو زکوٰۃ پوری ادا کرو۔ زکوٰۃ کی ادائیگی میں حیلے بہانے سے گریز کرو جو مالک زکوٰۃ اکثر زکوٰۃ ساقط کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کرنے والوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دُعا کرنا

۶/۱۶۷۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ فُلَانٍ فَاَتَاهُ اَبِیْ بِصَدَقَتِهٖ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی (متفق علیه) وفی روایة اذا اتی الرجل النبی ﷺ بصدقته قال اللهم صل علیه۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۶۸۳/۳۔ حدیث رقم ۱۴۹۷۔ ومسلم فی صحیحه ۷۵۶/۲ حدیث رقم (۱۷۶۔ ۱۰۷۸) وابوداؤد فی السنن ۲۴۶/۲ حدیث رقم ۱۵۹۰ والنسائی فی السنن ۳۱/۵ حدیث رقم ۲۴۵۹۔ وابن ماجه ۵۷۲/۱ حدیث رقم ۱۷۹۶ واحمد فی المسند ۳۵۵/۴۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب کوئی قوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زکوٰۃ لے کر آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔ اے اللہ! فلاں شخص پر رحمت بھیج۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میرا باپ زکوٰۃ لے کر آیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ! ابواوفیٰ کی آل پر رحمت بھیج۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔ ایک روایت میں اس طرح بھی آیا ہے کہ جب آپ کے پاس کوئی شخص زکوٰۃ لے کر آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اے اللہ! اس پر رحمت بھیج۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یوں بیان کیا جاتا ہے۔ لفظ صلوٰۃ کے ساتھ کسی انسان کے لیے دعا کرنا درست نہیں ہے۔ سوائے نبی کے اور نبی کسی پر صلوٰۃ بھیجے تو درست ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو زکوٰۃ لانے والوں پر صلوٰۃ بھیجا کرتے تھے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور کسی دوسرے کے لیے یہ مناسب نہیں ہے۔

عاملِ زکوٰۃ کے لیے نصیحت

۷/۱۶۷۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ عَلَی الصَّدَقَةِ فَقِیْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِیْلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ وَالْعَبَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا یَنْقِمُ ابْنُ جَمِیْلٍ اِلَّا اَنَّهٗ کَانَ فَقِیْرًا فَاَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَاَمَّا خَالِدٌ فَاِنَّکُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ اَدْرَاعَهٗ وَاَعْتُدَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْعَبَّاسُ فَهِیَ عَلَیَّ وَمِثْلُهَا مَعَهَا ثُمَّ قَالَ یَا عُمَرُ اَمَا شَعَرْتَ اَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِیْهِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۳۱/۳۔ حدیث رقم ۱۴۶۸۔ ومسلم فی صحیحه ۶۸۶/۲ حدیث رقم (۱۱۔ ۹۸۳)۔ وابوداؤد فی السنن ۳۷۳/۲ حدیث رقم ۱۶۲۳۔ والنسائی ۳۳/۵ جدیث رقم ۲۴۶۴۔ واحمد فی المسند ۳۲۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عامل زکوٰۃ بنا کر بھیجا پس کسی نے بتایا ابن جمیلؓ اور خالد بن ولیدؓ اور حضرت عباسؓ نے زکوٰۃ نہیں دی۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن جمیل نے خدا کی نعمت کا

انکار نہیں کیا۔ کیونکہ وہ فقیر تھا پس اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے غنی کر دیا اور خالد بن ولیدؓ پر تم ظلم کرتے ہو یعنی اس لیے نہیں کہ اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے بلکہ اس لیے کہ اس نے اپنی زرہیں اور لڑائی کا سامان (یعنی ہتھیار اور جانور اور لڑائی کا سامان اللہ کے راستے میں) وقف کر رکھا ہے اور تم اس کو مال تجارت سمجھتے ہو اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زکوٰۃ میرے ذمے ہے۔ اس کی مثل اس کے ساتھ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ کیا تم نہیں جانتے آدمی کا چچا اس کے باپ کی مانند ہوتا ہے پس حضرت عباسؓ کو میرے باپ کے مقام پر سمجھ کو ان کی تعظیم کرو اور ان کو تکلیف مت دو۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ ابن جمیل پہلے منافق تھا پھر مسلمان ہوا اور محتاج تھا۔ اس نے حضور ﷺ سے دعا کروائی کہ اگر میں دولت مند ہو جاؤں تو میں خدا کی شکر گزاری کروں گا۔ پس حضور ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی اور وہ غنی ہو گیا پس اس کو چاہیے تھا کہ خدا کا شکر ادا کرے۔ اس نے نعمت خداوندی کی ناشکری کی اور زکوٰۃ کا بھی انکار کر دیا اور حضور ﷺ نے اس پر بطور زجر کے کلام فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول نے اس کو غنی کیا۔ یعنی غناء کی نسبت اپنی طرف کی اس لیے کہ وہ آپ کی دعا سے غنی ہوا تھا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کے چچا تھے آپ ﷺ نے ان کی زکوٰۃ اپنے ذمے لے لی تھی اس کا سبب یہ تھا کہ حضور ﷺ نے ان سے دگنی زکوٰۃ لے لی تھی ایک تو اسی سال کی۔ جس کی مانگتے تھے اور دوسری آئندہ سال کی جیسے کہ فرمایا **مِثْلَهَا مَعَهَا**۔ یعنی آئندہ سال کی زکوٰۃ۔

عامل زکوٰۃ کا ہدیہ لینا جائز نہیں ہے

۸/۱۶۷۳ وَعَنْ اَبِیْ حُمَيْدِ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلاً مِّنَ الْاَزْدِ يُقَالُ لَهُ ابْنُ اللُّتْبِيَّةِ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا اُهْدِيَ لِيْ فَخَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اَسْتَعْمِلُ رِجَالاً مِّنْكُمْ عَلٰى اُمُوْرٍ مِّمَّا وَلاَّنِيَ اللّٰهُ فَيَاْتِيْ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذِهٖ هَدِيَّةٌ اُهْدِيَتْ لِيْ فَهَلاَّ جَلَسَ فِيْ بَيْتِ اَبِيْهِ اَوْ بَيْتِ اُمِّهٖ فَيَنْظُرَ اَيُهْدٰى لَهُ اَمْ لاَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لاَ يَاْخُذُ اَحَدٌ مِّنْهُ شَيْئًا اِلاَّ جَاءَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلٰى رَقَبَتِهٖ اِنْ كَانَ بَعِيْرًا لَّهُ رُغَاءٌ اَوْبَقَرًا لَّهُ خُوَارٌ اَوْ شَاةً تَيْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَاَيْنَا عُفْرَةَ اِبْطَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ (متفق عليه) قَالَ الْخِطَابِيُّ وَفِيْ قَوْلِهٖ هَلاَّ جَلَسَ فِيْ بَيْتِ اُمِّهٖ اَوْ اَبِيْهِ فَيَنْظُرَ اَيُهْدٰى اِلَيْهِ اَمْ لاَ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ كُلَّ اَمْرٍ يَتَذَرَّعُ بِهٖ اِلٰى مَحْظُوْرٍ فَهُوَ مَحْظُوْرٌ وَكُلُّ دَخِيْلٍ فِي الْعُقُوْدِ يُنْظَرُ هَلْ يَكُوْنُ حُكْمُهُ عِنْدَ الْاِنْفِرَادِ كَحُكْمِهٖ عِنْدَ الْاِقْتِرَانِ اَمْ لاَ هٰكَذَا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ.

اخرجه البخاري في صحيحه ٢٢٠/٥ـ حديث رقم ٢٥٩٧ـ ومسلم في صحيحه ١٤٦٣/٣ حديث رقم (٢٦ـ ١٨٣٢)ـ وابوداؤد في السنن ٣٥٤/٣ حديث رقم ٢٩٤٦ـ واحمد في المسند ٤٢٣/٥ـ

ترجمہ: حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قوم ازد کے ایک شخص کو عامل مقرر کیا اس کا نام ابن

لُتبیہ تھا جب ابن لتبیہ مدینہ میں آیا اور کہا کہ اتنی مقدار میں زکوٰۃ کا مال تمہارے لیے ہے یعنی تم اس کے مستحق ہو اور اتنی مقدار میں مجھے بطور تحفہ کے دیا گیا ہے پس نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور اس کی تعریف کی پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تم میں سے کسی شخص کو عامل مقرر کرتا ہوں ان کاموں کے اوپر جن کاموں پر اللہ نے مجھے حاکم کیا ہے۔ پھر ان میں سے ایک شخص آتا ہے اس کام سے اور کہتا ہے کہ یہ تمہارے لیے ہے اور یہ مجھ کو تحفہ دیا گیا ہے پس وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا۔ پھر دیکھتے کہ اس کو ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر اس میں سے کوئی لے گا۔ تو اس کو قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہوگا۔ اگر اونٹ ہوگا تو اس کے لیے بھی ایک آواز ہوگی۔ اگر بیل ہوگا تو اس کے لیے بھی ایک آواز ہوگی۔ اگر بکری ہوگی تو اس کے لیے بھی ایک آواز ہوگی پھر آپ ﷺ نے دونوں دست مبارک اٹھائے۔ یہاں تک کہ ہم نے آپ ﷺ کے بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ یعنی بہت اونچے اٹھائے پھر فرمایا یا: اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا ہے جو آپ نے فرمایا تھا۔ اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا ہے۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا۔

تشریح ۞ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عامل زکوٰۃ کو ہدیہ وصول نہیں کرنا چاہیے یہ تحفہ اس کو عامل کی وجہ سے ملا ہے اگر وہ گھر بیٹھے رہتا تو اس کو تحفہ ہرگز نہ ملتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عامل کا دوست یا قریبی رشتے دار اس کو پہلے سے تحفہ بھیجا کرتا تھا تو لینا جائز ہے اور ابن الملک نے کہا ہے کہ اگر کوئی عامل کو اس لیے تحفہ دیتا ہے کہ وہ زکوٰۃ میں سے کچھ چھوڑ دے گا تو یہ جائز نہیں ہے۔

قال الخطابی: خطابی نے کہا کہ وہ عامل اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھا پس دیکھتے کہ اس کو کیسے تحفہ بھیجا جاتا ہے۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ حرام چیز کے لیے جس چیز کو وسیلہ پکڑا جائے تو وہ وسیلہ بھی حرام ہے اور جو عقد عقدوں میں داخل ہو۔ جیسے ہبہ اور نکاح وغیرہ تو دیکھا جائے گا کہ ان کا الگ الگ حکم ایک دوسرے سے متعلق ہونے کے حکم کے موافق ہے یا نہیں۔ اگر موافق ہے تو درست ہے اگر موافق نہیں تو درست نہیں۔ اسی طرح شرح السنہ میں مذکور ہے۔

وسیلہ کے حرام ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس میں وہ قرض بھی داخل ہے کہ اس قرض کو نفع کی خاطر حاصل کرے اور گروی پر رکھ لے۔ پھر اس کے اندر بغیر کرائے کے رہے اور جانور سواری کے لیے لے اور اس پر بغیر عوض کے سوار ہو۔ دوسرے قاعدے کی مثال یہ ہے کہ کسی کے ہاتھ کوئی چیز دس روپے کی سو روپیہ میں بیچے تاکہ بیچنے والا اس کو ایک ہزار روپیہ قرض دے اور اس قرض کا نفع اس چیز کے ثمن میں سمجھ لے۔ پس یہ درست نہیں ہے اس لیے کہ اگر وہ فقط چیز ہی بیچتا تو وہ کس لیے لاتا اس نے وہ چیز قرض کے لالچ سے لی ہے گویا اس نے وہ قرض اس چیز کے مول میں ادا کیا اور جہاں دو عقد ایسے جمع ہو جائیں کہ ایک کو دوسرے سے الگ کریں تو بھی جائز اور درست ہوں۔ مثلاً اسی صورت مذکورہ میں دس روپے کی چیز دس روپیہ میں ہی بیچتا۔

اور یہ دونوں قاعدے علامہ خطابی نے حدیث سے نکالے ہیں۔ پہلا قاعدہ تو ہمارے مذہب اور امام شافعی کے مذہب کے موافق ہے۔

اس لیے کہ یہ قاعدے وضابطے مقرر ہیں کہ وسائل مقاصد کا حکم رکھتے ہیں پس نیکی کا وسیلہ عین نیکی ہے اور معصیت کا وسیلہ عین معصیت ہے۔

اور دوسرا قاعدہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے مذاہب کے مطابق ہے کہ وہ حیلوں کو ناپسند کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان کی وجہ سے ربا وغیرہ نکلتا ہے

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرھما ان کو مباح سمجھتے ہیں پس وہ اس قاعدے کے قائل نہیں ہیں اور اس سے ہرگز کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ یہ مسئلہ جو بطور مثال ذکر کیا گیا' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درست ہے بلکہ یہ ان کے نزدیک بھی درست نہیں۔

عامل زکوٰۃ کے لیے دیانتداری کی ترغیب

۹/۱۶۷۴ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عُمَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلٰى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهُ كَانَ غُلُوْلاً يَّاْتِيْ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۴۶۵/۳ حدیث رقم (۳۰۔ ۱۸۳۳)۔ وابوداوٗد فی السنن ۳۵۳/۳ حدیث رقم ۲۹۴۳۔ واحمد فی المسند ۱۹۲/۴۔

ترجمہ: حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کو تم میں سے ہم کسی کام پر عامل بنائیں پھر وہ سوئی کی مقدار کے برابر کوئی چیز چھپالے اور وہ چیز سوئی سے چھوٹی ہو یا بڑی ہو۔ یہ چھپانا خیانت ہوگا اور قیامت کے دن اس کو ازراہِ فضیحت کے (یعنی شرمندگی کے) لائے گا۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ پہلی روایات میں بھی مذکور ہو چکا ہے۔ عامل زکوٰۃ کو دیانتداری کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور ایک سوئی کے برابر بھی اس کو خیانت نہیں کرنی چاہیے۔ اگر سوئی کے برابر بھی خیانت کرے گا تو قیامت کے دن اس کو بڑی شرمندگی کا سامنا کرے گا اور قیامت کے دن اس کو پیش کرنا ہوگا۔

الفصل الثانی:

زکوٰۃ مال کو پاک کرنے کا سبب ہے

۱۰/۱۶۷۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ كَبُرَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ عُمَرُ اَنَا اُفَرِّجُ عَنْكُمْ فَانْطَلَقَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَبُرَ عَلٰى اَصْحَابِكَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرُضِ الزَّكٰوةَ اِلَّا لِيُطَيِّبَ مَابَقِيَ مِنْ اَمْوَالِكُمْ وَاِنَّمَا فَرَضَ الْمَوَارِيْثَ وَذَكَرَ كَلِمَةً لِتَكُوْنَ لِمَنْ بَعْدَكُمْ فَقَالَ فَكَبَّرَ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَلَا اُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَّا يَكْنِزُ الْمَرْءُ الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ اِذَا نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَاِذَا اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَاِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۳۰۵/۲ حدیث رقم ۱۶۶۴۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اور جولوگ کہ سونا اور چاندی جمع کرتے

ہیں...... مسلمانوں پر یہ آیت بہت بھاری ہوئی (یعنی گراں گزری) عمرؓ نے کہا میں تم سے اس فکر کو کھول دونگا۔ پس عمر آئے اور عرض کرنے لگے اے اللہ کے نبیؐ! آپ کے صحابہ پر یہ آیت بھاری ہوگئی ہے۔ فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اس لیے فرض کی ہے تاکہ تمہارے مال میں سے جو چیز باقی ہے اس کو پاک کردے اور اللہ نے میراث مقرر کی ہے اور ایک کلمہ ذکر کیا تاکہ میراث اس شخص کے لیے ہوجائے جو تمہارے پیچھے ہے۔ پس ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے اس مشکل کے حل ہونے کی وجہ سے خوشی کے باعث اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے لیے فرمایا کہ کیا میں تم کو نہ بتاؤں ایسی بہترین چیز کے بارے میں جس کو آدمی جمع کرے؟ وہ نیک بخت عورت ہے۔ جب دیکھے اس کی طرف وہ اس کو خوش کرے جب اس کو حکم کرے تو اس کی فرمانبرداری کرے۔ جب اس سے غائب ہو تو اس کی حفاظت کرے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

تشریح اس حدیث پاک میں جس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ پوری اس طرح سے ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (التوبہ : ۳٤) یعنی جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے پس ان کو دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے۔ یعنی ان کو جہنم کی آگ میں گرم کر کے ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغیں گے۔ پس جب یہ آیت اتری تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر گراں گزرا۔ اس لیے کہ وہ آیت کے ظاہر سے یہ سمجھے کہ مطلق مال کا جمع کرنا منع ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مذکورہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر گراں گزری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ نے زکوٰۃ تو اس لیے فرض کی ہے کہ باقی مال پاک ہوجائے جب زکوٰۃ دینے سے بقیہ مال پاک ہوجائے گا تو باقی مال کے جمع کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے آیت مذکورہ میں جو وعید آئی ہے وہ تو اس وقت مال جمع کرنے کے بارے میں ہے جب آدمی زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ اگر زکوٰۃ دے کر مال جمع کرے تو وہ اس وعید کے تحت داخل نہیں ہے اور و ذکر كلمة : یہ راوی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے :انما فرض المواريث کے بعد ایک کلمہ ذکر کیا جو مجھے یاد نہیں ہے مجھے صرف اسی قدر یاد رہا کہ اللہ تعالیٰ نے میراث اس لیے فرض کی ہے کہ میراث طیب تمہارے پچھلوں کے لیے ہے جو وارث بنیں گے۔ اگر مال مطلق جمع کرنا مانع ہوتا تو اللہ تعالیٰ زکوٰۃ اور میراث کو بیان نہ کرتا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیان کیا کہ مال کا جمع کرنا منع نہیں ہے جب تک زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔

صحابہؓ یہ سن کر خوش ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دوسری رغبت کے لئے فرمایا کہ مال جمع کرنے سے بہتر چیز نیک بخت خوبصورت عورت ہے کیونکہ سونا چاندی تیرے ہاتھ سے نکلنے کے بعد نفع نہیں دیتا۔ بخلاف بیوی کے جب تک وہ تیرے پاس رہتی ہے وہ تیری رفیق حیات بن کر رہے گی۔ وہ تجھے خوش کرے گی اور تیری حاجت روائی کرتی رہے گی اور تیری فرمانبرداری کے اندر مشغول رہے گی اور تیرے پیچھے گھر کے مال کی حفاظت کرے گی اور اولاد کی دیکھ بھال کرے گی اور اس کے اولاد پیدا ہوتی ہے جو بعد میں تیری قوت بازو بنے گی اور تیرے مرنے کے بعد تیری جانشین ہوگی اور بہت کام آئے گی اور ایک مرفوع روایت میں آیا ہے کہ جس نے نکاح کیا اس نے دو تہائی اپنا دین مضبوط کرلیا۔

عاملین زکوٰۃ کو خوش کرنے کا حکم

۱۱/۱۶۷۶ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَأْتِيْكُمْ رُكَيْبٌ مُبَغَّضُوْنَ فَاِنْ جَاءُ وْكُمْ فَرَحِّبُوْا بِهِمْ وَخَلُّوْا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَبْتَغُوْنَ فَاِنْ عَدَ لُوْا فَلِاَ نْفُسِهِمْ وَاِنْ ظَلَمُوْا فَعَلَيْهِمْ وَاَرْضُوْهُمْ فَاِنَّ تَمَامَ زَكَاتِكُمْ رِضَاهُمْ وَلْيَدْعُوْا لَكُمْ۔ (رواہ ابو داود)

أخرجه أبو داؤد في السنن ٢/٢٤٥ حديث رقم ١٥٨٨

ترجمہ: حضرت جابر بن عتیکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے پاس ایک چھوٹا قافلہ آئے گا (یعنی زکوٰۃ لینے کے لیے عامل آئیں گے) ان کے ساتھ دشمنی کی جائے گی۔ (یعنی لوگ اپنی طبیعت کے مطابق ان سے دشمنی رکھیں گے۔ اس لیے کہ وہ مال لینے کو آتے ہیں) پس جو جس وقت وہ تمہارے پاس آئیں۔ تو تم ان کو مرحبا کہو اور ان کے آنے پر خوش ہو جاؤ اور زکوٰۃ کا مال ان کے سامنے پیش کر دو۔ کوئی چیز مال اور ان کے درمیان حائل نہ رکھو۔ اگر وہ زکوٰۃ لینے مین عدل کریں گے تو اس کا ثواب پائیں گے اور اگر تم پر ظلم کریں گے تو ظلم کا وبال ان پر پڑے گا اور زکوٰۃ لینے والوں کو راضی کرو۔ اس لیے کہ تمہاری پوری زکوٰۃ ان کی رضامندی ہے اور چاہیے کہ عامل تمہارے لیے دعا کریں۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں جو یہ کہا گیا ہے کہ اگر عامل زکوٰۃ وصول کرنے میں تم پر ظلم کریں گے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ اعتقاد کے اعتبار سے ظالم جانو اگر حقیقتاً ظلم کریں تو پھر یہ بات آپ نے بطور مبالغہ کے فرمائی ہے کیونکہ ظالم کو کیسے راضی کیا جا سکتا ہے اور راضی کرو یعنی ان کو راضی کرنے میں خوب کوشش کرو۔ یہاں تک کہ ان کو زکوٰۃ واجب بغیر حیل و حجت اور خیانت کے دو۔ اگرچہ زکوٰۃ مال کے ادا کرنے سے ادا ہو جاتی ہے اور راضی کرنا اس کا کمال ہے اور زکوٰۃ لینے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرے۔

زکوٰۃ لینے والوں کو ناراض نہ کرو اگرچہ وہ ظلم کریں

۱۲/۱۶۷۷ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ جَاءَ نَاسٌ يَعْنِيْ مِنَ الْاَعْرَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّ نَاسًا مِّنَ الْمُصَدِّقِيْنَ يَاْتُوْنَا فَيَظْلِمُوْنَا فَقَالَ اَرْضُوْا مُصَدِّقِيْكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنْ ظَلَمُوْنَا قَالَ اَرْضُوْا مُصَدِّقِيْكُمْ وَاِنْ ظُلِمْتُمْ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه مسلم في صحيحه ٦٨٥/٢ حديث رقم (٢٩۔ ٩٨٩)۔ وابوداوٗد في السنن ٢٤٦/٢ حديث رقم ١٥٨٩۔ والنسائي ٣١/٥ حديث رقم ٢٤٦٠۔ واحمد في المسند ٣٦٢/٤۔

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ گنواروں (دیہاتیوں) میں سے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے لوگ زکوٰۃ لینے والوں میں سے ہمارے پاس آتے ہیں اور ہم پر ظلم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا زکوٰۃ لینے والوں کو راضی کرو۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگرچہ وہ ہم پر ظلم کریں؟ آپ ﷺ

نے فرمایا اپنے زکوٰۃ لینے والوں کو راضی کرو اگرچہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اس کو ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ خلاصۃ الحدیث یہ ہے کہ عاملین کو راضی کر کے بھیجو اور ان کو خوش کرو اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملو اور اگرچہ وہ تم پر ظلم بھی کریں تب بھی تم ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرو۔

مالِ زکوٰۃ سے چھپانا ممنوع ہے

۱۳/۱۶۷۸ وَعَنْ بَشِيْرِ بْنِ الْخَصَاصِيَّةِ قَالَ قُلْنَا اِنَّ اَهْلَ الصَّدَ قَةِ يَعْتَدُوْنَ عَلَيْنَا اَفَنَكْتُمُ مِنْ اَمْوَالِنَا بِقَدْرِ مَا يَعْتَدُوْنَ قَالَ لَا (رواه ابو داود)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ٢٤٤/٢ حديث رقم ١٥٨٦۔

ترجمہ: بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ زکوٰۃ لینے والے ہم پر زیادتی کرتے ہیں۔ (یعنی واجب مقدار سے زیادہ وصول کرتے ہیں) کیا ہم اپنے مالوں کو ان سے چھپا لیں جس قدر کہ وہ زیادتی کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ اس کو ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مال چھپانے کی اجازت اس لیے نہیں دی کہ حقیقت میں معاملہ ایسا نہ تھا وہ اپنے گمان کے مطابق زیادتی سمجھتے تھے حقیقت میں وہ زیاتی نہیں تھی۔

۱۴/۱۶۷۹ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى بَيْتِهٖ (رواه ابو داود والترمذی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ٣٤٨/٣ حديث رقم ٢٩٣٦۔ والترمذی ٣٧/٣ حديث رقم ٦٤٥ وابن ماجه ٥٧٨/١ حديث رقم ١٨٠٩۔ واحمد فی المسند ١٤٣/٤۔

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عامل زکوٰۃ غازی کی طرح ہے وہ خدا کے راستے میں ہے یہاں تک کہ لوٹ کر اپنے گھر کی طرف آئے۔ اس کو ابوداؤد اور ترمذیؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے اس میں عامل زکوٰۃ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا غازی کی مانند ہے کیونکہ وہ بھی اللہ کے راستے میں ہوتا ہے اس کو بھی اس کے صدق و اخلاص کی وجہ سے جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب ملتا ہے جب تک وہ گھر واپس لوٹ کر نہ آ جائے۔

عامل زکوٰۃ کے لیے نصیحت یا ہدایت

۱۵/۱۶۸۰ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ اِلَّا فِيْ دُوْرِهِمْ۔ (رواه ابو داود)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ٢٥٠/٢ حديث رقم ١٥٩١۔ واحمد فی المسند ٢١٥/٢۔

ترجمہ: عمرو بن شعیبؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے نقل کی ہے۔ اس نے اپنے دادا سے نقل کی ہے اس

نے نبی کریم ﷺ سے نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عامل زکوٰۃ مویشیوں کو منگوائے اور نہ ہی مویشیوں والا مکانوں سے دور جا کر رہے اور وہ یعنی عامل مویشیوں کی زکوٰۃ مکانوں سے دور وصول نہ کرے۔

تشریح اس حدیث پاک میں جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں ان کی تشریح اس طرح سے کی گئی ہے کہ جلب سے مراد یہ ہے کہ عامل زکوٰۃ دینے والوں کے مکان سے دور اترے اور زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے وہاں ہی جانور منگوائے یہ مالکوں کے لئے باعث مشقت اور تکلیف ہوگی۔ یہ ناجائز ہے اور جنب یہ ہے کہ مویشی والا اپنے مکان سے دور جا کر رہے اور عامل تکلیف اٹھا کر وہاں جائے ان دونوں باتوں سے منع کیا گیا ہے اس لیے کہ پہلی صورت میں تکلیف زکوٰۃ دینے والے کو ہوتی ہے اور دوسری صورت میں زکوٰۃ لینے والے کو اس لئے جائز نہیں ہے' آنے والا جملہ اسی کی تاکید ہے۔ الحاصل یہ کہ زکوٰۃ دینے والا بھی دور نہ جائے اور نہ ہی زکوٰۃ لینے والا دور اترے بلکہ زکوٰۃ دینے والوں کے قریب اترے اور ان کے گھروں میں جا کر باری باری زکوٰۃ لے لیا کرے۔

مالِ مستفاد کا حکم

۱۶/۱۶۸۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَفَادَ مَالاً فَلاَ زَكٰوةَ فِيْهِ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ۔ (روه الترمذى وذكر جماعة انهم وقفوه على ابن عمر)

اخرجه الترمذى فى السنن ۲۶/۳ حديث رقم ۶۳۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص مال حاصل کرے تو اس مال میں زکوٰۃ نہیں ہے یہاں تک کہ اس پر ایک سال گزر جائے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے ایک جماعت کو ذکر کیا ہے کہ بتحقیق انہوں نے اس حدیث کو ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف کیا ہے۔

تشریح اس حدیث میں مال مستفاد کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہ ابن عمرؓ کا قول ہے اور ابن ملک نے کہا ہے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جس مال پر زکوٰۃ فرض ہو اور درمیان سال میں کچھ اور مال اس کے ہاتھ آ جائے اور وہ اسی جنس کا ہو تو جب تک اس پر ایک سال نہ گزرے تو زکوٰۃ اس پر واجب نہیں ہے۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔

اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک سال گزرنا اصل مال پر ہے چاہے مال مستفاد پر سال گزرے یا نہ گزرے۔

مثلاً ایک شخص کے پاس اسی بکریاں تھیں ان پر چھ ماہ گزر گئے۔ پھر اکتالیس بکریاں وراثتاً یا اور کسی وجہ سے اس کے ہاتھ آئیں' تو اکتالیس بکریوں پر زکوٰۃ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمدؒ کے نزدیک واجب نہیں ہے' یہاں تک کہ تمام مال پر خرید کے وقت سے یا ارث کے وقت سے سال گزر جائے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالکؒ کے نزدیک مال مستفاد یعنی جو کچھ پیچھے ہاتھ لگا اصل مال کے تابع ہے۔ پس اسی بکریوں پر ایک سال گزر جائے تو تمام بکریوں پر دو بکریاں واجب ہونگی' اس لیے کہ بکریوں کا نصاب ۴۰ ہیں یعنی اسی میں دو بکریاں واجب ہوں گی چالیس بکریوں میں ایک بکری دینی آتی ہے ایک سو بیس (۱۲۰) تک اور ایک سو اکیس ہوں تو دو بکریاں دینی آتی ہیں۔ تو جب اصل اور مستفاد ملا کر ایک سو اکیس بکریاں ہوگئیں تو پس ہمارے (احناف کے) نزدیک اس

حدیث کا معنی یہ ہے جو کوئی مال پائے یا ہلاک کرے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے جب تک سال پورا نہ ہو۔ پس مال سے مال مستفاد مراد نہیں ہے۔

مدت پوری ہونے سے پہلے زکوٰۃ ادا کی جا سکتی ہے

۱۷/۱۶۸۲ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ الْعَبَّاسَ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ تَعْجِيْلِ صَدَقَةٍ قَبْلَ اَنْ تَحِلَّ فَرَخَّصَ لَهٗ فِيْ ذٰلِكَ۔ (رواہ ابو داود و الترمذی و ابن ماجۃ والدارمی)

اخرجہ ابوداوٗد فی السنن ۲۷۵/۲ حدیث رقم ۱۶۲۴۔ والترمذی ۶۳/۳ حدیث رقم ۶۷۸۔ وابن ماجہ ۵۷۲/۱ حدیث رقم ۱۷۹۵۔ والدارمی ۴۷۰/۱ حدیث رقم ۱۶۳۶ واحمد فی المسند ۱۰۴/۱۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنے کے بارے میں پوچھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ اس کو ابوداؤد ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے روایت کیا ہے۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ والدارمی)

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ احناف کے نزدیک اور دیگر ائمہ کرام کے نزدیک سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کی جا سکتی ہے بشرطیکہ نصاب کی مقدار کا مالک ہو۔

یتیم کے مال کی حفاظتی تدبیر

۱۸/۱۶۸۳ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ اَلَا مَنْ وَلِيَ يَتِيْمًا لَّهٗ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ فِيْهِ وَلَا يَتْرُكْهُ حَتّٰى تَاْ كُلَهُ الصَّدَ قَةُ

(رواہ الترمذی وقال فی اسنادہ مقال لا ن المثنی ابن الصبا ح ضعیف)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۳۲/۳ حدیث رقم ۶۴۱۔

ترجمہ: حضرت عمرو شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اپنے باپ (یعنی شعیب سے) سے نقل کی اور انہوں نے اپنے دادا (یعنی عبداللہ) سے نقل کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا خبردار جو شخص کسی یتیم کا والی ہو اور یتیم کے لیے بقدرِ نصاب مال ہو۔ پس چاہیے کہ وہ اس کے مال کی تجارت کرے اور اس کو بغیر تجارت کے نہ چھوڑے کہ کہیں اس کے مال کی زکوٰۃ دیتے دیتے مال ہی ختم نہ ہو جائے۔ اس کو ابوداؤد اور ترمذیؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ لڑکے کے مال میں زکوٰۃ کی فرضیت کے بارے میں ائمہ کرام نے اختلاف کیا ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک نابالغ لڑکے کے مال میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ مکلّف ہونے کا قلم تین شخصوں سے اٹھا لیا گیا ہے سونے والے سے یہاں تک کہ جاگ جائے اور دوسرے نابالغ لڑکے سے۔ اور تیسرے دیوانے سے یہاں تک کہ چاق و چوبند ہو جائے۔ یہ حدیث ابوداؤد و نسائی اور حاکم نے روایت کی ہے اور حاکم نے اس حدیث کی تصحیح بھی کی ہے۔

الفصل الثالث:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکرین زکوٰۃ کے ساتھ لڑائی کرنے کا ارادہ

۱۹/۱۶۸۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْبَكْرٍ بَعْدَهٗ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِاَبِیْ بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَی اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَّاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكَاةِ فَاِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰی مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَاهُوَ اِلَّا رَاَيْتُ اَنَّ اللّٰهَ شَرَحَ صَدْرَ اَبِیْ بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۶۲/۳۔ حدیث رقم ۱۳۹۹۔ وابوداوٗد فی السنن ۱۹۸/۳ حدیث رقم ۱۵۵۶۔ والنسائی ۵/۶ حدیث رقم ۳۰۹۱۔ واحمد فی المسند ۱۹/۱۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے اور کچھ لوگوں نے اہل عرب میں سے کفر اختیار کیا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کافروں کے ساتھ لڑنے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا تم اہل ایمان سے کیسے لڑو گے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے لڑائی کروں جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہیں۔ یعنی اسلام لے آئیں پھر جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔ اس نے مجھ سے اپنا مال اور جان بچالی۔ مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور اس کا حساب اللہ پر ہے پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! میں لڑوں گا اس شخص سے جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔ اس لیے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے جیسے نماز نفس کا حق ہے پس اللہ کی قسم اگر مجھ کو بکری کا بچہ نہیں دینگے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کیا کرتے تھے میں ان کے نہ دینے کی وجہ سے لڑائی کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دل لڑائی کے لئے کھول دیا ہے۔ پس میں نے جانا کہ لڑنا برحق ہے۔

تشریح ✿ اس حدیث پاک میں منکرین زکوٰۃ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ بلکہ حکم فرمایا کہ جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا۔ میں ان کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں۔ قبیلہ غطفان اور بنی سلیم کے لوگوں نے زکوٰۃ نہیں دی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو کافر کہا یا تو اس لیے کہ انہوں نے وجوب زکوٰۃ کا انکار کیا۔ پس کفر سے مراد کفر حقیقی ہوگا۔ اس لیے کہ زکوٰۃ کا وجوب قطعی ہے پس اس کا انکار کفر ہے یا اس لیے کافر کہا کہ انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ پس کفر کا اطلاق بطور تغلیظ اور تشدید کے ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ لڑنے کا ارادہ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی ظاہری صورتحال دیکھ کر تامل کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا آخرکار جب حقیقت حال معلوم ہوئی۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ موافق ہو گئے اور حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے حق پر ہونے کو تسلیم کرلیا اور فرمانے لگے' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حق پر ہیں اور جس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا مراد اس سے کلمہ توحید ہے اس بات پر اجماع موجود ہے کہ فقط لا الٰہ الا اللہ کہنا اسلام میں معتبر نہیں ہے۔ اسلام کے حق کے ساتھ اگر دیت کسی پر لازم ہوگی یا کسی پر کچھ آتا ہوگا تو اس سے مال لیا جائے گا اور اس کو قصاص وغیرہ میں قتل کریں گے اور اس کا حساب اللہ پر ہوگا۔ جو کوئی ظاہراً لا الٰہ الا اللہ پڑھے اور اسلام کو ظاہر کرے تو ہم اس پر اسلام کا حکم لگائیں گے اور اس سے لڑنا بند کردیں گے اور اس کے باطن کی تفتیش نہیں کریں گے کہ آیا وہ باطناً مخلص ہے یا نہیں۔ اس کے باطن کو اللہ کے سپرد کردینگے' وہ اللہ خود سمجھ لے گا۔ اگر اس نے منافقوں کی طرح دل سے کلمہ نہ پڑھا ہوگا۔ منافقوں کی طرح اور نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا کہ نماز کے وجوب کا تو قائل ہو اور زکوٰۃ کے وجوب کا منکر ہو یعنی نماز پڑھے اور زکوٰۃ نہ دے۔ عناق بکری کے ایسے بچے کو کہتے ہیں جو دس دن سے کم ہو یہ حق واجب کو طلب کرنے کے لیے ازراہِ مبالغہ کے کہا ہے اس کی حقیقت مراد نہیں ہے اس لیے کہ بکری کا بچہ زکوٰۃ میں نہیں دیا جاتا اور نہ ہی بچوں میں زکوٰۃ ہے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک سال کے ہوں۔ اگر بچے بڑوں کے ساتھ ہونگے تو زکوٰۃ دینی آئے گی بہر حال مسنہ ہی دینا چاہیے۔ ایسا ہی حال گاؤں اور اونٹوں کا ہے اور گائیں میں مسنہ دو برس کا ہوتا ہے اور اونٹ میں پانچ برس کا ہوتا ہے اور فرمایا۔ جو زکوٰۃ نہیں دے گا میں اس سے کفر کی وجہ سے یا مرتد ہونے کی وجہ سے لڑائی کروں گا۔ اگر وجوب زکوٰۃ کے منکر نہ ہوں محض زکوٰۃ ادا نہ کر رہے ہوں تو شعارِ اسلام کی حفاظت کی خاطر اور فتنہ کو بند کرنے کے لیے میں ان سے لڑائی کروں گا۔

اور دوسری روایتوں میں آیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی منع کیا کہ عہد خلافت کی ابھی ابتداء ہے اور مخالفت بہت ہے مبادا کہ اسلام میں کہیں فتور نہ پڑ جائے اس لیے ابھی ٹھہر جائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اگر سب لوگ ایک طرف ہوں اور میں تنہا ایک طرف ہو جاؤں تب بھی میں ان سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کمال درجے کی شجاعت تھی۔

اگر جمع شدہ مال پر زکوٰۃ ادا نہ کی گئی تو وہ قیامت کے دن گنجا سانپ بن جائے گا

۲۰/۱۶۸۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ كَنْزُ اَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ يَفِرُّ مِنْهُ صَاحِبُهٗ وَيَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُلْقِمَهٗ اَصَابِعَهٗ۔ (رواہ احمد)

اخرجه أحمد في المسند ۲/ ۵۳۰۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے ایک آدمی کا گنج (خزانہ) قیامت کے دن گنجا سانپ بن جائے گا۔ اس کا مالک اسے اس سے بھاگے گا اور وہ (سانپ) اس کو ڈھونڈتا ہوگا۔ یہاں تک کہ اس کی انگلیوں کو لقمہ بنالے گا۔ اس کو احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ گنج سے مراد وہ مال ہے کہ جو جمع کر کے رکھا جائے اور اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے اور تمام قسم کے حرام مال بھی اسی کے حکم میں ہیں اور آخر کی عبارت کے معنوی طور پر دو احتمال ہیں ایک تو یہ ہے کہ سانپ مال کے مالک کی انگلیوں کو لقمہ بنالے گا۔ اس لیے کہ وہ ہاتھ سے کما کر جمع کر کے رکھا کرتا تھا اور زکوٰۃ ادا نہ کرتا تھا اور اس

صورت میں لفظ اصابعہ ضمیر سے بدل ہوگا اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ مال کا مالک سانپ کے منہ میں اپنی انگلیاں دے گا۔ جیسے کہ سانپ سے شدید خوف کے وقت کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سانپ کے منہ میں انگلیاں دے دیتے ہیں لیکن دوسرے معنی مراد لینے میں کلام ہے۔

۲۱/۱۶۸۶ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ رَّجُلٍ لَا يُؤَدِّيْ زَكَاةَ مَالِهِ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ عُنُقِهِ شُجَاعًا ثُمَّ قَرَأَ مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ الْاٰيَةَ ۔ (رواه الترمذی والنسائی وابن ماجه)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۱٦/۵ حدیث رقم ۳۰۱۲۔ والنسائی ۱۱/۵ حدیث رقم ۲٤٤۱۔ وابن ماجه ۵٦۸/۱ حدیث رقم ۱۷۸٤۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی گردن میں سانپ لٹکائے گا۔ پھر کتاب اللہ سے اس کی مصداق آیت پڑھی کہ وہ لوگ گمان نہ کریں جو بخیلی کرتے ہیں' جن کو اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے آخر آیت تک۔ اس کو ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کی تشریح پہلی روایات میں مفصلاً گزر چکی ہے۔

زکوٰۃ کے مال کو دوسرے مال کے ساتھ نہ ملاؤ

۲۲/۱۶۸۷ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا خَالَطَتِ الزَّكَاةُ مَالًا قَطُّ اِلَّا اَهْلَكَتْهُ۔ (رواه الشافعی والبخاری فی تاریخه والحمیدی وزاد قال یکون قد وجب علیك صدقة فلا تخرجها فیهلك الحرام الحلال وقد احتج به من یری تعلق الزکاة بالعین هکذا فی المنتقی وروی البیهقی فی شعب الایمان عن احمد بن حنبل باسناده الی عائشة وقال احمد فی خالطت تفسیره ان الرجل یاخذ الزکاة وهو موسر او غنی وانما هی للفقراء۔)

اخرجه الشافعی فی مسنده ص۹۹۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جب زکوٰۃ کسی مال میں مل جاتی ہے تو وہ اس کو ہلاکت کر دیتی ہے یہ امام شافعیؒ نے روایت کی ہے اور امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں درج کیا ہے اور حمیدی نے مزید کہا ہے کہ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ جب تجھ پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور نہیں نکالتا اور زکوٰۃ مال کے ساتھ ملی رہے تو حرام مال حلال کو بھی ہلاک کر دیتا ہے۔ جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ زکوٰۃ کا تعلق عین مال سے ہے' انہوں نے اس حدیث کو مذکورہ تفسیر کے ساتھ اپنی دلیل بنایا ہے' اسی طرح منتقی میں ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اپنی اسناد کے ساتھ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچتی ہے اور امام احمدؒ نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ ایک شخص زکوٰۃ وصول کرتا ہے اور وہ دولت مند غنی ہے۔ حالانکہ زکوٰۃ فقیروں کے لیے ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے اگر زکوٰۃ کے مال کے ساتھ دوسرا مال مل جائے تو وہ مال ہلاک ہوتا

ہے۔یعنی دوسرا مال بھی ہلاک ہو جاتا ہے یعنی وہ مال ضائع ہو جاتا ہے یا اس میں نقصان آ جاتا ہے اور برکت جاتی رہتی ہے یا قابل انتفاع نہیں رہتا اس لیے کہ شرعاً حرام مال قابل نفع نہیں ہوتا۔امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ کا تعلق عین مال کے ساتھ ہے ذمے نہیں ہے۔یعنی جس مال کی زکوٰۃ دے تو اسی مال میں سے اس کی قیمت دینی جائز نہیں ہے پس انہوں نے یہ بات لفظ خالطت سے نکالی ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک زکوٰۃ دینے پر ہے اس کا تعلق عین مال کے ساتھ نہیں ہے اور یا غنی کا شک ہے لفظ موسر کہا یا غنی کہا اور جان لینا چاہیے کہ حدیث کے معنی دو بیان ہوئے ہیں ایک مطلب تو یہ ہے کہ مال کی زکوٰۃ نہ دے اور زکوٰۃ کو مال میں ملا رہنے دے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ نصاب کا مالک ہو کر زکوٰۃ لے۔تو دونوں صورتوں میں زکوٰۃ کا مال دوسرے مال کو ہلاک کر دیتا ہے اور استدلال مذکورہ پہلے ہی معنوں پر مبنی ہے۔

مذکورہ مسئلہ میں جو علماء نے اختلاف کیا ہے ملا علی قاریؒ اور حضرت شیخ نے خوب وضاحت سے لکھی ہیں۔طوالت کے خوف سے اس کتاب میں درج نہیں ہیں۔جو چاہے ان کی شروحات کا مطالعہ کر لے۔

بَابُ مَا تَجِبُ فِيْهِ الزَّكٰوةُ

یہ باب وجوب زکوٰۃ کے بارے میں ہے

تمام ائمہ کرام کا اتفاق ہے کہ زکوٰۃ کے واجب ہونے کے بارے میں چار پایوں میں یعنی اونٹ گائیں اور بکری اور دنبہ اور بھینس خواہ نر ہوں یا مادہ ہوں اور ان کے علاوہ جانوروں میں زکوٰۃ نہیں ہے لیکن گھوڑے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زکوٰۃ ہے اور آئندہ اس کی تحقیق آ جائے گی۔سونے چاندی کی زکوٰۃ کے واجب ہونے کے بارے میں ائمہ کرام کا اتفاق ہے اور جو چیز تجارت کے لیے ہو اور اختلاف ہے ساگون اور سبزیوں اور پھلوں میں جو پک رہیں دیگر ائمہ کے نزدیک ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور کھجور اور کشمش میں زکوٰۃ واجب ہے جب کہ وہ پانچ وسق جو پہنچ جائیں اس سے کم میں نہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے ہر چیز میں سے جو زمین کی پیداوار سے ہو اور وسق کے معنی آئندہ حدیث کے فائدہ میں لکھیں گے اور زمین کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں جو عشر ہے ان میں سال گزرنے کی قید نہیں ہے جب پیداوار ہوگی تو دینا ہوگا اور اموال میں جب زکوٰۃ واجب ہوگی۔جب مال نصاب کو پہنچ جائے گا اور اس پر ایک سال بھی گزر جائے گا۔ما اخرجة الارض ففیه العشر

الفصل الاول:

مختلف نصابوں کی مقدار

۱/۱۶۸۸ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ ِالْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ

اَوْسُقٍ مِّنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ وَّلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ مِّنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَّلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِّنَ الْاِبِلِ صَدَقَةٌ. (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۲۳/۳۔ حدیث رقم ۱۴۵۹۔ ومسلم فی صحیحه ۶۷۳/۲ حدیث رقم (۹۷۹/۱)۔ وابوداوٗد فی السنن ۲۰۸/۳ حدیث رقم ۱۵۵۸ والترمذی ۲۲/۳ حدیث رقم ۶۲۶۔ والنسائی ۱۷/۵ حدیث رقم ۲۴۴۵۔ وابن ماجه ۵۷۱/۱۔ حدیث رقم ۱۷۹۳۔ والدارمی ۴۶۹/۱ حدیث رقم ۱۶۳۳۔ ومالك فی الموطأ ۲۴٤/۱ حدیث رقم ۲ من کتاب الزکاة۔ واحمد فی المسند ۶۰/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کھجوروں میں پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور چاندی کے پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں چاندی' کھجور اور اونٹوں کی زکوٰۃ کے بارے میں نصاب بیان کیا گیا ہے کھجوروں کے بارے میں یہ نصاب بتایا گیا ہے کہ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور ایک وسق بمطابق دہلی کے حساب سے ساٹھ (۶۰) صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع آٹھ رطل کا اور رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے پانچ وسق تیس (۳۰) من کے ہوتے ہیں۔ تیس (۳۰) من کھجوروں میں دسواں حصہ دینا ہوگا۔ یعنی تین من دینا واجب ہوتا ہے اور اگر اس سے اگر کم کھجوریں پیدا ہوں۔ تو ان میں دسواں حصہ اس حدیث کی رو سے واجب نہیں ہے اور یہ مسلک امام شافعی اور صاحبین رحمہم اللہ کا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اس میں کوئی اندازہ مقرر نہیں ہے جس قدر پیداوار ہو اس کا دسواں حصہ دے مثلاً دس سیر ہو تو ایک سیر دے۔ اگر دس پیسہ بھر ہو تو ایک پیسہ بھر دے اور یہی حکم کھیتیوں اور غلوں کا یعنی گیہوں جو چنے اور سب نباتات وغیرہ کا یہی حکم ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث میں یہ تاویل کی ہے کہ اس سے مراد مال تجارت کی زکوٰۃ ہے اس لیے کہ لوگ وسقوں کے ساتھ خرید وفروخت کرتے تھے اور وسق کی قیمت چالیس (۴۰) درہم ہوتے تھے۔ لہٰذا پانچ وسق کی قیمت دوسو درہم ہوئے اور اواقی جمع اوقیہ کی ہے اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے پانچ اوقیہ کے دوسو درہم ہوئے۔

یہ نصاب چاندی کی زکوٰۃ کے بارے میں ہے اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور جب اس قدر ہو تو پانچ درہم واجب ہوتے ہیں اور سوائے درہم کے اور چاندی بغیر سکہ کے ہو۔ زیور وغیرہ کی قسم سے ہو۔ یا روپے کسی سکہ کے ہوں۔ تو اسی پر قیاس کر کے زکوٰۃ دے۔ چاندی کی زکوٰۃ کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ ایک درہم تین ماشے اور ایک رتی اور رتی کا پانچواں حصہ ہوتا ہے دوسو درہم میں چاندی ۶۳۰ ماشے ہوتی ہے اور ان پر زکوٰۃ پانچ درہم آتی ہے اور پانچ درہم میں چاندی پندرہ ماشے چھ رتی ہے۔

نوٹ: مسئلہ مذکورہ میں اگرچہ کافی تفصیل مظاہر حق (قدیم) میں بیان کی گئی تھی لیکن چونکہ اب چاندی یا سونے کے سکے رائج نہیں اس لئے اُن کی تفصیل لکھنا ضروری معلوم نہیں ہوا۔ اگر پھر بھی ان سکوں کے متعلق کوئی تفصیل جاننے کا خواہش مند ہو تو ہمارے ہی ادارے "مکتبۃ العلم" کی شائع کردہ ''بہشتی زیور مکمل ومدلل'' کا مطالعہ ازحد مفید مطلب رہے گا۔

گھوڑے اور غلام کے بارے میں زکوٰۃ کے احکامات

۲/۱۶۸۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ عَلَی الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِیْ عَبْدِهٖ وَلَا فِیْ فَرَسِهٖ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ لَیْسَ فِیْ عَبْدِهٖ صَدَقَةٌ اِلَّا صَدَقَةَ الْفِطْرِ۔(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۲۷/۳۔ حدیث رقم ۱٤٦٤۔ ومسلم فی صحیحه ٦٧٥/٢ حدیث رقم (٨۔٩٨٢)۔ وابوداوٗد فی السنن ۲۵۱/۳ حدیث رقم ۱۵۹۵۔ والترمذی ۲۳/۳ حدیث رقم ٦٢٨۔ والنسائی ۳۵/۵ حدیث رقم ۲٤٦٧۔ وابن ماجه ۵۷۹/۱ حدیث رقم ۱۸۱۲۔ والدارمی ٤٦٩/١ حدیث رقم ١٦٣٢۔ ومالك فی الموطأ ۲۷۷/۱ حدیث رقم ۳۷ من کتاب الزکاة واحمد فی المسند ۲٤۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کے غلام پر زکوٰۃ فرض نہیں اور نہ اس کے گھوڑے میں زکوٰۃ فرض ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کے غلام میں زکوٰۃ نہیں ہے مگر صدقہ فطر اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ ان کی زکوٰۃ کے بارے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب!

ان حضرات کا مسلک یہ ہے جو گھوڑے اور غلام تجارت کے لیے نہ ہوں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو گھوڑے اور گھوڑیاں سارا سال جنگل میں جا کر گزارا کرتی ہوں۔ ان کی فی راس جانور ایک دینار دیدے یا اس کی قیمت متعین کر کے دوسو درہموں میں سے پانچ درہم دے۔ فتاویٰ عالمگیری اور فتاویٰ قاضی خان اور درمختار میں لکھا ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کہ ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

زکوٰۃ کے نصاب کی تفصیل

۳/۱۶۹۰ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ کَتَبَ لَهٗ هٰذَا الْکِتٰبَ لَمَّا وَجَّهَهٗ اِلَی الْبَحْرَیْنِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ هٰذِهٖ فَرِیْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِیْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ وَالَّتِیْ اَمَرَ اللّٰهُ بِهَا رَسُوْلَهٗ فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی وَجْهِهَا فَلْیُعْطِهَا وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا یُعْطِ فِیْ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِیْنَ مِنَ الْاِبِلِ فَمَا دُوْنَهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ کُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ اِلٰی خَمْسٍ وَّثَلَاثِیْنَ فَفِیْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ اُنْثٰی فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّثَلَاثِیْنَ اِلٰی خَمْسٍ وَّاَرْبَعِیْنَ فَفِیْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ اُنْثٰی فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّاَرْبَعِیْنَ اِلٰی سِتِّیْنَ فَفِیْهَا حِقَّةٌ طَرُوْقَةُ الْجَمَلِ فَاِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَّسِتِّیْنَ اِلٰی خَمْسٍ وَّسَبْعِیْنَ فَفِیْهَا جَذْعَةٌ فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّسَبْعِیْنَ اِلٰی تِسْعِیْنَ فَفِیْهَا بِنْتَا لَبُوْنٍ فَاِذَا بَلَغَتْ اِحْدٰی وَتِسْعِیْنَ اِلٰی عِشْرِیْنَ وَمِائَةٍ فَفِیْهَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْجَمَلِ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰی عِشْرِیْنَ وَمِائَةٍ فَفِیْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَفِیْ کُلِّ

خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ اِلَّا اَرْبَعٌ مِّنَ الْاِبِلِ فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا فَفِيْهَا شَاةٌ وَّمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْاِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَّعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ اِنِ اسْتَيْسَرَتَالَهُ اَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةَ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اَوْشَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ اِلَّا بِنْتُ لَبُوْنٍ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَيُعْطِىْ شَاتَيْنِ اَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطِىْ مَعَهَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ مَخَاضٍ وَّلَيْسَتْ عِنْدُهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اَوْ شَاتَيْنِ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلٰى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُوْنٍ فَاِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ وَفِىْ صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِىْ سَائِمَتِهَا اِذَا كَانَتْ اَرْبَعِيْنَ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ شَاةٌ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ اِلٰى مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا شَاتَانِ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى مِائَتَيْنِ اِلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيْهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِىْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ فَاِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِّنْ اَرْبَعِيْنَ شَاةً وَّاحِدَةً فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا وَلَا تُخْرَجُ فِى الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَّلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَّلَا تَيْسٌ اِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَاِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ وَفِى الرِّقَّةِ رُبْعُ الْعُشْرِ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ اِلَّا تِسْعِيْنَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا۔

اخرجه البخارى مقطعًا فى ثمان امكنة فى الجزء الثالث فى الاماكن التالية۔ الحديث رقم ١٤٥٤۔ الحديث رقم ١٤٥٣۔ والحديث رقم ١٤٤٨ والحديث رقم ١٤٥٥ و ١٤٥٠۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب ان کو بحرین کی طرف بھیجا تو ایک حکم نامہ ان کے نام لکھا۔ بحرین ایک جگہ کا نام ہے جو بصرہ کے قریب ہے میں اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں جو رحمن اور رحیم ہے۔ یہ صدقہ فرض کا بیان ہے اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور اس صدقے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہے اور جس مسلمان سے قاعدہ کے مطابق زکوٰۃ کا مطالبہ کیا جائے تو وہ ادا کرے اور جس سے زیادہ کا مطالبہ ہو وہ ادا نہ کرے اور زکوٰۃ چوبیس اونٹوں یا چوبیس سے کم اونٹوں میں بکریاں ہیں۔ اس طرح کہ ہر پانچ میں ایک بکری واجب ہے۔ جب ان کی تعداد پچیس سے پینتیس تک پہنچ جائے تو اس میں ایک بنت مخاض واجب ہوگی۔ جو ایک سال کی ہو اور جس وقت تعداد ۳۶ سے پینتالیس (۴۵) تک پہنچ جائے تو اس میں مادہ بنت لبون ہوگی۔ جس کی عمر دو سال ہوگی اور جس وقت ان کی تعداد چھیالیس (۴۶) سے ساٹھ (۶۰) تک پہنچ جائے۔ تو ان میں ایک حقہ یعنی تین برس کی اونٹنی ہے۔ اونٹ سے جفتی کے قابل ہو۔ جس وقت اونٹوں کی تعداد اکسٹھ سے پچھتر تک پہنچ جائے۔ تو ان میں ایک

جذعہ ہے جس کی عمر چار برس ہوتی ہے اور پانچویں برس میں لگی ہو اور جس وقت ان کی تعداد چھہتر (۷۶) سے نوے (۹۰) تک پہنچ جائے۔ ان میں دو بنت لبون ہیں دو برس کی۔ اور جس وقت ۹۱ سے ۱۲۰ تک پہنچ جائے۔ تو ان میں دو اونٹنیاں دینی ہونگی جو تین تین برس کی ہوں اور اونٹ سے جفتی کے قابل ہوں اور جس وقت وہ ۱۲۰ سے زیادہ ہو جائیں۔ تو ہر چالیس (۴۰) میں دو برس کی اونٹنی ہے اور ہر پچاس (۵۰) اونٹوں میں تین سال کی اونٹنی دینی ہوگی۔ اور وہ شخص کہ جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے مگر اس کا مالک بطور نفل کے دے سکتا ہے پس جس وقت پانچ اونٹ ہوں تو ان میں ایک بکری ہے اور وہ آدمی جس کے پاس اونٹ ہیں اتنی مقدار میں کہ ان میں ایک اونٹنی چار برس کی دینی آتی ہے اور وہ پانچویں میں لگی ہو اور یہ اکسٹھ سے پچھتر (۷۵) میں دینی آتی ہے اور اس کے پاس چار برس کی اونٹنی نہ ہو اور اس کے پاس صرف تین برس کی اونٹنی ہو۔ تو اس سے تین برس کی ہی قبول کر لی جائے اور زکوٰۃ دینے والا اس کے ساتھ دو بکریاں دے اگر اس کو میسر ہوں ورنہ ۲۰ درہم دے دے۔ اور جس شخص کے پاس اس قدر اونٹ ہوں کہ اس شخص پر تین برس کی اونٹنی واجب ہو یعنی چھیالیس (۴۶) سے ساٹھ تک میں دینی آتی ہو اور اس کے پاس تین برس کی اونٹنی کے علاوہ نہ ہو اور اس کے پاس چار برس کی اونٹنی ہو تو اس سے چار برس کی ہی قبول کر لی جائے اور زکوٰۃ لینے والا اس کو دو بکریاں یا بیس (۲۰) درہم دے۔ یعنی واپس کرے اور جس کے پاس اس قدر اونٹ ہوں کہ ان میں تین برس کی اونٹنی ہو اور اس کے پاس دو برس کی ہو۔ تو اس سے دو برس کی قبول کر لی جائے اور زکوٰۃ دینے والی دو بکریاں یا بیس (۲۰) درہم دے اور جس شخص کے پاس اس قدر اونٹ ہوں کہ ان میں دو برس کی اونٹنی واجب ہو چھتیس (۳۶) سے پینتالیس (۴۵) اور اس کے پاس تین برس کی اونٹنی میسر ہو تو اس سے تین برس کی قبول کی جائے اور زکوٰۃ دینے والا اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے اور جس شخص کے پاس اس قدر اونٹ ہوں کہ ان میں دو برس کی اونٹنی واجب ہے اور اس کے پاس ایک سال کی اونٹنی ہو تو اس سے ایک سال کی اونٹنی قبول کی جائے اور زکوٰۃ دینے والا اس کو بیس (۲۰) درہم یا دو بکریاں دے جس کے پاس اس قدر اونٹ ہوں کہ ان میں ایک برس کی اونٹنی واجب ہو جو پچیس (۲۵) سے پینتیس (۳۵) تک میں دینی آتی ہے اور اس کے پاس دو برس کے علاوہ نہیں ہے تو اس سے دو برس کی قبول کر لی جائے اور زکوٰۃ دینے والا اس کو بیس (۲۰) درہم یا دو بکریاں دے اور اگر اس کے پاس ایک برس کی اونٹنی دینے والا نہ ہو اور اس کے پاس دو برس کا اونٹ ہو پس اس کو قبول کر لیا جائے اور اس کے ساتھ کوئی چیز واجب نہیں ہے نہ لینی اور نہ دینی اور چرنے والی بکریوں کی زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے کہ ان کی تعداد چالیس (۴۰) سے ۱۲۰ تک ہو۔ تو ایک بکری واجب ہوتی ہے اور جس وقت ۱۲۰ سے زیادہ ہو جائیں اور دو سو (۲۰۰) تک پہنچ جائیں۔ تو ان میں بکریاں دینی ہوں گی۔ اگر دو سو سے بڑھ کر تین سو (۳۰۰) تک ہو جائیں تو تین بکریاں دینی ہوں گی اور اگر تین سو (۳۰۰) سے بڑھ جائیں تو پھر سو (۱۰۰) میں ایک بکری دینی ہوگی اور جب چرنے والی بکریوں کی تعداد چالیس (۴۰) سے کم ہو۔ یعنی اگر ایک بھی کم ہو تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے مگر اس کا مالک بطور نفل دے اور زکوٰۃ میں نہ دے بڑھیا عمدہ اور نہ ہی عیب والی خواہ اونٹنی ہو یا گائے ہو یا بکری ہو اور نہ بوک لے ہاں اگر زکوٰۃ لینے والا کسی مصلحت کی خاطر بوک لے تو درست ہے اور نہ متفرق جانوروں کو جمع کیا جائے اور نہ اکھٹوں کو جدا کیا جائے زکوٰۃ کے خوف سے اور جس نصاب میں دو آدمی شریک ہوں پس وہ برابری میں ایک دوسرے کے ساتھ رجوع کریں اور چاندی میں چالیسواں (۴۰) حصہ دینا فرض ہے اور اگر اس کے پاس ۱۹۰ درہم کے علاوہ نہیں ہے تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہوگی مگر اس کا مالک بطور نفل کے دے۔ اس

کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث میں بتایا گیا ہے جو صدقات وزکوٰۃ کی زیادتی کا سوال کرے اس کو زیادہ نہ دو۔ اوپر والی حدیث میں گزرا ہے اپنے زکوٰۃ لینے والوں کو راضی کرو۔ اگرچہ تم پر ظلم کیا جائے۔ پس وہ حدیث میں جو زکوٰۃ لینے والے صحابہؓ تھے وہ ظلم کرنے والے نہ تھے اور ظلم کی نسبت زکوٰۃ دینے والوں کے گمان کی وجہ سے تھی۔ اگر اس حدیث سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ اور لوگ مراد لیے جائیں تو پھر کوئی منافات نہیں ہے قاضی نے کہا کہ یہ حدیث عدد مذکور سے تجاوز کرنے کے بعد استقرار اور حساب پر دلالت کرتی ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد زیادہ ہو جائے تو از سر نو حساب شروع کیا جائے اور یہی مذہب ہے اہل علم کا۔ امام نخعیؒ اور ثوری اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے از سر نو حساب شروع کیا پس جب ایک سو بیس (۱۲۰) سے زیادہ ہو جائیں تو دو حقے اور ایک بکری لازم ہو گی پھر ہر پانچ میں بکری چوبیس (۲۴) تک پھر پہلی ترتیب کے مطابق بنت مخاض وغیرہ ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ اونٹ جب زیادہ ہو جائیں ایک سو بیس (۱۲۰) پر تو زکوٰۃ از سر نو شروع کی جائے اور طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے اور اونٹوں میں مادہ واجب ہے یا اس کی قیمت بخلاف گائیں اور بکریوں کے اس میں نر اور مادہ برابر ہیں حدیث میں جو دینے کے قابل کہا ہے۔ اس میں تین احتمال ہیں۔ ابن الملک کے مطابق ایک احتمال یہ ہے کہ اس کے پاس زکوٰۃ دینے کے لیے ایک سال کی اونٹنی نہ ہو۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ ایک سال کی اونٹنی تو ہو لیکن وہ حد درجہ کمزور و بیمار ہو یعنی نہ ہونے کے برابر ہو اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ وہ اوسط درجے کی نہ ہو۔ بلکہ نہایت موٹی تلذی ہو۔ تو اس صورت میں اس سے ایک ابن لبون لے لیا جائے گا اور اس کے ساتھ کچھ جبر و نقصان کے لیے لینا دینا نہیں آئے گا۔

حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ چرنے والی ہوں یعنی زکوٰۃ ان جانوروں میں ہے جو اکثر برس یعنی آدھے سال سے زیادہ جنگل میں چر کر گزارہ کرتی ہوں اور اگر اکثر سال گھر سے کھلانا پڑے تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور جب بکریاں چالیس (۴۰) سے کم ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور جب چالیس (۴۰) ہو جائیں تو ان میں ایک بکری واجب ہوتی ہے اور جب چالیس (۴۰) سے بڑھ کر ۱۲۰ تک ہو جائیں تو ایک ہی بکری واجب ہے اور آگے تین سو (۳۰۰) تک کا حال مفصلاً مذکور ہے اور جب تین سو (۳۰۰) سے زیادہ ہو جائیں یعنی چار سو (۴۰۰) ہو جائیں تو چار بکریاں دینی ہوں گی۔ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔

اور حسن بن صالح کا کہنا ہے اگر تین سو (۳۰۰ پر ایک بھی بڑھ گئی۔ تو چار بکریاں دینی آئیں گی اور عیب والی بھی نہ لے یہ ناممکن ہے کہ اس کا سارا مال بے عیب ہو۔ اگر سارا مال عیب دار ہو گا۔ تو اس کو چاہیے کہ وہ اوسط درجے کی بکری لے۔

اور بوک نہ لے اور بوک لینے کو اس لیے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے مالک کو نقصان ہوتا ہے اور بوک بچے لینے کے لیے ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس کو اس لیے منع کیا گیا ہے کہ اس کا گوشت بدبودار ہوتا ہے۔

ولا یجمع بین متفرق۔

اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں مالکوں کے بارے میں اختلاف ہے مذہب شافعیہ میں گلّے پر زکوٰۃ ہوتی ہے اور مالکوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور مذہب احناف کے مطابق مالکوں کا اعتبار کیا جائے گا گلّے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ مثلاً ایک شخص کے پاس دو گلوں میں اسی (۸۰) بکریاں ہیں تو امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق تو دو بکریاں لی جائیں گی۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک گلّے کا اعتبار ہے اور امام صاحب کے نزدیک ایک بکری دینی ہو گی۔ کیونکہ مالک ایک ہے۔

پس لا یجمع بین متفرق۔امام شافعیؒ کے نزدیک یہ نہی مالک کے لیے ہے۔مثلاً اگر چالیس (۴۰) بکریاں ایک شخص کی ہوں اور چالیس (۴۰) دوسرے کی۔تو زکوٰۃ کو کم کرنے کے لیے نہ ملائے۔یعنی اگر دو گلے چالیس (۴۰) چالیس (۴۰) کے ہونگے تو دو بکریاں آئیں گی اور اگر ملائے گا تو ایک بکری آئے گی۔پس یہ کام نہ کرے اور بیس (۲۰) بکریوں کو جو دوسری بیس (۲۰) بکریوں کے ساتھ ملی ہوئی ہوں زکوٰۃ کو ساقط کرنے کے لیے الگ الگ نہ کرے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نہی ساعی کے لیے ہے یعنی زکوٰۃ لینے والے کے لیے کہ متفرق کو جمع نہ کرے۔مثلاً دو شخصوں کے پاس نصاب سے کم بکریاں ہوں تو ان کو زکوٰۃ لینے کے لیے جمع نہ کرے۔اور نہ ہی اکٹھی کو جدا کرے۔مثلاً ایک شخص کے پاس اسی بکریاں ہیں چالیس (۴۰) ایک جگہ پر ہیں اور چالیس (۴۰) دوسری جگہ پر ہیں تو ان کو دو نصاب شمار نہ کرے کہ ان کو دو نصاب شمار کر کے دو بکریاں لے بلکہ ایک بکری لے اس لیے کہ ملک ایل ہے اور جو نصاب نہ ہو۔وما کان من خلیطین۔اس جملے کو مثال سے سمجھایا ہے کہ مثلاً دو آدمی دوسو (۲۰۰) بکریوں میں شریک ہیں ایک آدمی کی چالیس (۴۰) بکریاں ہیں اور دوسرے آدمی کی ۱۶۰ بکریاں ہیں تو پہلے پر بھی ایک بکری واجب ہوگی اور دوسرے پر بھی ایک بکری یہ نہیں ہوگا کہ پہلے پر ایک بکری کا اور دوسرے پر دو خمس واجب ہو۔

یعنی زکوٰۃ لینے والا ایک ایک بکری ہر شریک سے لے گا۔پھر وہ آپس میں برابری کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ رجوع کریں گے۔یعنی چالیس (۴۰) بکریوں والا اپنی بکری کے تین خمس اپنے شریک سے وصول کرے جس کی ایک سو ساٹھ بکریاں ہیں، پس چالیس (۴۰) والے پر اس کے حصے کے موافق دو خمس پڑیں گے اور باقی دوسرے پر اس کے حصے کے موافق یَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ کے یہی معنی ہیں۔

عُشر کے احکام

۴/۱۶۹۱ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُوْنُ اَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بَالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۴۷/۳۔ حدیث رقم ۱۴۸۳۔ وابوداؤد فی السنن ۲۵۲/۳۔ حدیث رقم ۱۵۹۶۔ والترمذی ۳۱/۳ حدیث رقم ۶۳۹۔ والنسائی ۴۱/۵ حدیث رقم ۲۴۸۸۔ وابن ماجه ۵۸۰/۱ حدیث رقم ۱۸۱۶۔ ومالك فی الموطأ ۲۷۰/۱ حدیث رقم ۳۳ من کتاب الزکاة۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس چیز کو آسمان نے یعنی بارش نے اور چشموں نے پانی پلا دیا ہو یا خود زمین تر و تازہ ہو تو دسواں حصہ واجب ہوتا ہے اور وہ زمین کہ جس کو بیل یا اونٹ کے ساتھ کنوئیں کے پانی سے پلایا گیا ہو تو اس میں بیسواں حصہ ہوگا۔اس کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں عشر کے احکام ذکر کیے گئے ہیں یعنی جس زمین کو بارش نالوں اور نہروں کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہو تو اس کی پیداوار زمین میں دسواں حصہ بطور زکوٰۃ دینا ہوگا اور عثری زمین اس کو کہتے ہیں جس کو عاثور کے ساتھ پانی دیا جائے عاثور گھڑے کو کہتے ہیں جو زمین میں کھودا جاتا ہے اور تالاب کی طرح ہوتا ہے اور اس سے پانی کھیتوں کو پہنچایا جاتا

ہے اور بعض حضرات نے عشری کی تعریف اس طرح کی ہے کہ عشری کھیتی کو کہتے ہیں جو پانی کے قریب رہنے کی وجہ سے تروتازہ رہتی ہے۔

رکاز کا حکم

۵/۱۶۹۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَّالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَّفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٣٦٤/٣۔ حدیث رقم ١٤٩٩ ومسلم فی صحیحه ١٣٣٤/٣ حدیث رقم (٤٥۔ ١٧١٠)۔ وابوداوُد فی السنن ٧١٥/٤ حدیث رقم ٤٥٩٢۔ والترمذی ٣٤/٣ حدیث رقم ٦٤٢۔ والنسائی ٤٤/٥ حدیث رقم ٢٤٩٥ وابن ماجه ٨٩١/٢ حدیث رقم ٢٦٧٣۔ والدارمی ٤٨٣/١ حدیث رقم ١١٦٨ ومالك فی الموطأ ٨٦٨/٢ حدیث رقم ١٢ من کتاب العقول۔ واحمد فی المسند ٢٢٨/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جانور کا کسی کو زخمی کر دینا معاف ہے کنواں کھودتے وقت کوئی گر کر مر جائے تو وہ معاف ہے کان کھدواتے وقت اگر کوئی مر جائے تو وہ معاف ہے اور رکاز میں پانچواں حصہ ہوتا ہے اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ✿ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے اگر جانور یعنی گھوڑا یا بیل وغیرہ اگر کسی کو زخمی کر دے یا کوئی چیز ضائع کر دے یا کسی کو مار ڈالے اس پر کوئی سوار نہ ہو۔ یا اس کو کوئی کھینچنے والا یا ہانکنے والا نہ ہو اور دن کا وقت ہو۔ اس کا کسی کو زخمی کر دینا اور تلف کر دینا معاف ہوگا۔ یعنی اس کے مالک پر کچھ ضمان نہیں آئے گا اگر اس جانور کے ساتھ کوئی ہانکنے والا یا کھینچنے والا موجود ہو یا سوار ہو اس صورت میں وہ کسی چیز کو تلف کر دے یا زخمی کر دے تو ضمان لازم ہوگا۔ اس لیے کہ اس میں اس کی تقصیر ہے۔ اسی طرح اگر جانور رات کو چھوٹ جائے اور کسی کو زخمی کر دے یا کسی چیز کو ضائع کر دے تو بھی بدلہ دینا ہوگا کیونکہ قصور مالک کا ہے۔ اس لیے اس کو تاوان دینا ہوگا۔ اس حدیث میں اگرچہ حکم عام ہے۔ لیکن یہ قیودات دوسری حدیثوں سے لی گئی ہیں۔ اگر کسی شخص نے کسی مزدور کو کنواں کھودنے پر لگایا اور وہ کھودتے ہوئے گر کر مر گیا تو مالک پر کوئی ضمان نہیں آئے گا۔

اسی طرح اگر اس نے کنواں اپنی مِلک میں کھودا یا بنجر زمین میں جس کا مالک معلوم نہ ہو اگر اس میں کوئی آدمی جانور گر کر مر جائے تو ضمان نہیں آئے گا۔

اگر اس نے راستہ میں کسی کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر کنواں کھدوایا اور اس میں اگر کوئی گر کر مر گیا تو ضمان آئے گی۔ اسی طرح کا حکم اس پر بھی ہے جو سونا' چاندی' فیروزہ یا مٹی وغیرہ نکالنے کے لیے جگہ کھدوائے۔

عاقلہ: آدمی اگر فوج میں ملازم ہو تو اس کے عاقلہ فوج کے سب سپاہی ہیں اگر وہ فوج وغیرہ کا ملازم نہ ہو تو تمام قبیلے کے لوگ اس کے عاقلہ ہیں۔

اور رکاز سے مراد امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کان ہے اور اہل حجاز کے نزدیک اہل جاہلیت کا دفینہ ہے اور پہلا معنی حدیث کے سیاق کے مطابق زیادہ مناسب ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رکاز کے بارے میں پوچھا گیا

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا سونا اور چاندی' اللہ تعالیٰ نے جب زمین بنائی تھی اس وقت سے اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے۔ جاننا چاہیے کہ کان میں جو چیزیں نکلتی ہیں وہ تین قسم کی ہیں:

① ایک تو جمی ہوئی ہوتی ہے جو پگھلنے اور منطبع ہونے کے لائق ہوتی ہے۔ یعنی جس پر سکے وغیرہ کا نقش ہو سکے جیسے سونا چاندی اور لوہا وغیرہ اور اس کے مانند چیزیں۔
② دوسری وہ چیزیں جو جمی ہوئی نہیں ہوتیں۔ جیسے پانی' تیل' رال۔ گندھک وغیرہ۔
③ تیسری وہ جو منطبع نہ ہو سکیں جیسے چونا اور ہڑتال اور پتھر' یاقوت وغیرہ۔

ان میں صرف پہلی قسم میں خمس واجب ہے اور اس میں ایک سال کا گزرنا شرط نہیں ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سونے چاندی میں خمس واجب ہے۔ دوسری چیزوں میں نہیں ہے یعنی معدنیات میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

الفصل الثانی:

گھوڑوں اور غلاموں میں جب وہ تجارت کیلئے نہ ہوں زکوٰۃ واجب نہیں ہے

۶/۱۶۹۳ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَفَوْتُ عَنِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ فَهَاتُوْا صَدَقَةَ الرِّقَةِ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ وَّلَيْسَ فِيْ تِسْعِيْنَ وَمِائَةٍ شَيْءٌ فَإِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ. رواہ الترمذی وابو داود وفی روایة لابی داود عن الحارث الاعور عن علی قال زهیر احسبه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ هَا تُوْارُبُعَ الْعُشْرِ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ وَّلَيْسَ عَلَيْكُمْ شَيْءٌ حَتّٰى تَتِمَّ مِا ئَتَىْ دِرْهَمٍ فَإِذَا كَا نَتْ مِائَتَىْ دِرْهَمٍ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ فَمَا زَادَ فَعَلٰى حِسَابِ ذٰلِكَ وَفِي الْغَنَمِ فِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ شَاةٍ شَاةٌ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِا ئَةٍ فَإِنْ زَادَتْ وَاحِدَةٌ فَشَاتَانِ اِلٰى مِائَتَيْنِ فَإِنْ زَادَتْ فَثَلَاثُ شِيَاهٍ اِلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَإِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ اِلَّا تِسْعٌ وَّثَلَاثُوْنَ فَلَيْسَ عَلَيْكَ فِيْهَا شَيْءٌ وَفِي الْبَقَرِ فِيْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ تَبِيْعٌ وَفِي الْاَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةٌ وَلَيْسَ عَلَى الْعَوَامِلِ شَيْءٌ۔

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲۳۲/۲ حدیث رقم ۱۵۷۴۔ والترمذی ۱۶/۳۔ حدیث رقم ۶۲۰۔ والنسائی ۳۷/۵ حدیث رقم ۲۴۷۷۔ وابن ماجه ۵۷۰/۱ حدیث رقم ۱۷۹۰ والدارمی ۴۶۷/۱ حدیث رقم ۱۶۲۹۔ واحمد فی المسند ۹۲/۱۔ واخرجه ابوداوٗد الروایة الثانیة ۲۲۸/۲ حدیث رقم ۱۵۷۲۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو گھوڑے اور غلام تجارت کے لئے نہ ہوں' اُن سے زکوٰۃ معاف کر دی ہے جو اور گھوڑوں کے بارے میں اوپر اختلاف بیان ہو چکا ہے اور چاندی کے ہر چالیس درہم میں زکوٰۃ ادا کرو۔ جب وہ مقدار نصاب کو پہنچ جائیں۔ اس کا نصاب دو سو (۲۰۰) درہم ہیں اور ایک سو نوے (۱۹۰) میں زکوٰۃ نہیں ہے یعنی دو سو (۲۰۰) سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور جب نصاب دو سو درہم کو پہنچ جائے تو ان میں پانچ درہم

دینے ہونگے۔ اس کو ترمذیؒ اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ایک روایت ابوداؤد شریف میں حارث اعور سے ہے' جو حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ زہیر نے کہا اس کے راوی میرے گمان کے مطابق حارث ہیں' حارث نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر سال چالیس حصے دو۔ ہر چالیس (۴۰) درہم میں سے ایک درہم اور اس وقت تک تم پر کوئی چیز نہیں ہے جب تک درہموں کی تعداد دوسو (۲۰۰) درہم نہ ہو جائے۔ جب ان کی تعداد دوسو (۲۰۰) درہموں تک پہنچ جائے تو ان میں پانچ درہم زکوٰۃ واجب ہوگی اور بکریوں میں ہر چالیس (۴۰) بکریوں میں ایک بکری ہے ایک سو بیس تک جب ان پر ایک بھی زیادہ ہو جائے پس دو بکریاں دینی ہوں گی۔ دوسو (۲۰۰) تک اور جس وقت دوسو (۲۰۰) پر ایک بھی زیادہ ہو جائے۔ تو پھر تین بکریاں دینی ہوں گی تین سو (۳۰۰) تک جب تین سو (۳۰۰) سے زیادہ ہو جائیں چار سو (۴۰۰) تک تو پھر ہر سو میں ایک بکری دینی ہوگی۔ اگر بکریاں انتالیس (۳۹) ہوں تو ان پر کچھ واجب نہیں ہوگا۔ اور تیس گائے (۳۰) میں ایک سال کا ایک بیل دینا ہوگا اور چالیس (۴۰) گائے میں دو سال کی گائے دینی ہوگی اور کام کرنے والے بیل وغیرہ جس سے کھیتی باڑی کرتے ہوں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہیں۔

تشریح ❀ صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ جب درہموں کی تعداد دوسو (۲۰۰) درہم سے زیادہ ہو جائے تو اس کا حساب کر کے چالیسواں (۴۰) حصہ زکوٰۃ کا دینا چاہیے اور امام اعظمؒ کے نزدیک جس وقت دوسو (۲۰۰) درہموں سے تعداد بڑھ جائے اور چالیس (۴۰) تک ہو جائیں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے اگر ان کی تعداد چالیس (۴۰) درہم تک نہ پہنچے تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے صرف دوسو (۲۰۰) درہم ہی میں زکوٰۃ دے انہوں نے اس حدیث کو محمول کیا ہے اس پر کہ مراد زیادہ ہونے سے دوسو (۲۰۰) درہم پر زیادہ ہونا چالیس (۴۰) درہموں کا زیادہ ہونا ہے تا کہ سب حدیثوں میں تطبیق ہو جائے۔

ایک سال کے بیل کے بارے میں جو آیا ہے اس میں نر اور مادہ برابر ہیں چاہے بیل دے چاہے گائے جیسا کہ آنے والی روایت میں آیا ہے اور ابن حجر نے کہا ہے اگر بیل یا گائے چالیس (۴۰) سے زیادہ ہوں تو ان میں کچھ بھی دینا نہیں آئے گا یہاں تک کہ ساٹھ ہوں۔ یعنی جب ساٹھ ہونگے تو دو تبیع ایک ایک سال کے بیل یا گائیں دینے لازم آئیں گے۔ پھر ہر چالیس (۴۰) میں ایک مسنہ یعنی گائیں یا بیل دو دو سال کے اور ہر تیس میں ایک تبیعہ دینا آئے گا۔ مثلاً ستر (۷۰) ہونگے تو ایک مسنہ اور ایک تبیعہ اور جب اسی (۸۰) ہوں تو دو مسنہ جب نوے ہوں تو تین تبیع۔ جب سو ہوں تو دو تبیع اور ایک مسنہ دے۔ اس طرح ہر تیس میں ایک تبیعہ اور ہر چالیس میں ایک مسنہ دیا کرے انتہی۔ اگر چالیس (۴۰) سے زیادہ ہوں تو ان میں کچھ دینا نہیں آتا۔ یہ صاحبینؒ کا مذہب ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک جتنی چالیس (۴۰) سے زیادہ ہونگی ساٹھ تک ان کا بھی حساب کر کے زکوٰۃ دی جائے گی۔ جب ساٹھ (۶۰) ہونگی تو دو تبیع دینگے یا باقی بدستور باقی رہے گا۔ پس چالیس ہر ایک پر ایک زیادہ ہوگی تو چالیسواں حصہ مسنہ کا دیں گے۔ یا تیسواں حصہ تبیعہ کا یعنی ان کی قیمت کا چالیسواں یا تیسواں حصہ دیں گے۔ اسی طرح دوسری زیادتی کو سمجھ لیجئے ہمارے مذہب میں معتبر روایت صاحب ہدایہ اور تابعین سے یہی ہے اور بھینس کی زکوٰۃ گائے کی طرح ہے اور بھیڑ دنبہ کی زکوٰۃ بکری کی زکوٰۃ کی طرح ہے اور کام کرنے والے جانوروں پر زکوٰۃ نہیں ہے یعنی جو جانور کام میں آئیں مثلاً بیل ہل چلانے یا کنویں سے پانی نکالنے یا لادنے کے کام آتا ہے۔ اگر چہ یہ کام کرنے والے نصاب کو پہنچ جائیں۔ ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے ایسے ہی حکم اونٹ وغیرہ کا ہے اور تینوں اماموں کا یہی مذہب ہے۔ لیکن امام مالکؒ کے نزدیک ان میں بھی زکوٰۃ ہے۔

امیر کا عامل زکوٰۃ کو ہدایات دینا

۷/۱۶۹۴ وَعَنْ مُعَاذٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّھَہٗ اِلَی الْیَمَنِ اَمَرَہٗ اَنْ یَّاْخُذَ مِنَ الْبَقَرِ مِنْ کُلِّ ثَلَاثِیْنَ تَبِیْعًا اَوْ تَبِیْعَۃً وَمِنْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ مُسِنَّۃً (رواہ ابو داود والترمذی والنسائی والدارمی)

اخرجہ ابوداوٗد فی السنن ۲۲۶/۲ حدیث رقم ۱۵۷۸۔ والترمذی ۲۰/۳ حدیث رقم ۶۲۳۔ والنسائی ۲۶/۵ حدیث رقم ۴۵۰۔ وابن ماجہ ۵۷۶/۱ حدیث رقم ۱۸۰۳۔ والدارمی ۴۶۵/۱ حدیث رقم ۱۶۲۴۔

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن کی طرف عامل بنا کر بھیجا تو ان کو حکم کیا کہ ہر تیس (۳۰) گایوں میں سے ایک سال کا بیل یا ایک سال کی گائے بطور زکوٰۃ لیں اور ہر چالیس گایوں میں سے ایک دو سال کی گائے یا دو سال کا بیل لیں۔ اس کو ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور دارمیؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث کی تفصیل پہلی حدیثوں میں گزر چکی ہے۔

باقی اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف عامل بنا کر بھیج رہے ہیں اور نصیحت کر رہے ہیں کہ اتنی مقدار میں زکوٰۃ وصول کرنی ہے۔ جس کی تفصیل اوپر ذکر کر دی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

زکوٰۃ میں واجب مقدار وصول کرنی چاہیے

۸/۱۶۹۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُعْتَدِیْ فِی الصَّدَقَۃِ کَمَانِعِھَا۔

(رواہ ابو داود والترمذی)

اخرجہ ابوداوٗد فی السنن ۲۴۳/۲ حدیث رقم ۱۵۸۵۔ والترمذی فی السنن ۳۸/۳ حدیث رقم ۶۴۶۔ وابن ماجہ ۵۷۸/۱ حدیث رقم ۱۸۰۸۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا زکوٰۃ لینے میں زیادتی کرنے والا یعنی جو مقدار واجب سے زیادہ وصول کرے۔ زکوٰۃ نہ دینے والے کی طرح ہے یعنی جیسے زکوٰۃ نہ دینے والا گناہ گار ہوتا ہے ایسے ہی مقدارِ واجب سے زیادہ لینے والا بھی گنہگار ہے۔ یہ ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کی ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عامل زکوٰۃ کو چاہیے مقدار واجب وصول کرے۔ زیادہ وصول نہ کرے اگر زیادہ وصول کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ جیسے زکوٰۃ نہ دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔

۹/۱۶۹۶ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِالْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ فِیْ حَبٍّ وَّلَا تَمْرٍ صَدَقَۃٌ حَتّٰی یَبْلُغَ خَمْسَۃَ اَوْسُقٍ۔ (رواہ النسائی)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۶۷۴/۲ حدیث رقم ۹۷۹/۵۔ والنسائی فی السنن ۴۰/۴ حدیث رقم ۲۴۸۵۔ واحمد فی المسند ۵۰/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غلہ اور کھجور میں زکوٰۃ نہیں ہے جب تک وہ پانچ وسق کو نہ پہنچ جائیں۔ اس کو امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ بھی اس باب کی پہلی حدیث میں بیان ہو چکا ہے۔ مزید تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

زمینی پیداوار میں زکوٰۃ واجب ہے

۱۰/۱۶۹۷ وَعَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ عِنْدَ نَا كِتَابُ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اِنَّمَا اَمَرَهُ اَنْ يَّاْخُذَ الصَّدَقَةَ مِنَ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ مُرْسَلٌ۔ (رواه فى شرح السنة)

اخرجه احمد فى المسند ٥/٢٢٨۔ والدارقطنى فى السنن ٢/٩٦ حديث رقم ٨۔

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن طلحہؓ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا خط ہے جوانہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے یہ کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ گیہوں (یعنی گندم) جواور انگور اور کھجور میں سے زکوٰۃ لیں۔ یہ حدیث مرسل ہے اس کو شرح السنۃ میں روایت کیا گیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمینی پیداوار میں زکوٰۃ واجب ہے اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں لینا چاہیے کہ صرف ان چاروں چیزوں میں ہی زکوٰۃ واجب ہے بلکہ امام شافعیؒ کے نزدیک ہر اس چیز میں زکوٰۃ واجب ہے جو زمین سے پیدا ہو اور وہ قوت ہو اور ہمارے نزدیک قوت کا ہونا ضروری نہیں ہے ان چار چیزوں کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ یہ چار چیزیں وہاں کثرت سے ہوتی تھیں۔

انگوروں کی زکوٰۃ کا بیان

۱۱/۱۶۹۸ وَعَنْ عَتَّابِ بْنِ اُسَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِىْ زَكَاةِ الْكُرُوْمِ اَنَّهَا تُخْرَصُ كَمَا تُخْرَصُ النَّخْلُ ثُمَّ تُؤَدّٰى زَكٰوتُهُ زَبِيْبًا كَمَا تُؤَدّٰى زَكَاةُ النَّخْلِ تَمْرًا۔ (رواه الترمذى وابو داود)

اخرجه ابوداوٗد فى السنن ٢/٢٥٧۔ والترمذى فى السنن ٣/٣٦ حديث رقم ٦٤٤۔ والنسائى فى السنن ٥/١٠٩ حديث رقم ٢٦١٨۔ وابن ماجه ١/٥٨٢ حديث رقم ١٨١٩۔

ترجمہ: حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوروں کی زکوٰۃ کے بارے میں ارشاد فرمایا: انگوروں کا اندازہ کیا جائے گا جیسا کہ کھجوروں کا اندازہ کیا جاتا ہے پھر ان کی زکوٰۃ ادا کی جائے اس حال میں کہ انگور خشک ہوں جیسے کہ کھجوروں کی زکوٰۃ دی جاتی ہے اس حال میں کہ کھجوریں خشک ہوں۔ یہ ترمذی اور ابوداؤدؒ نے روایت کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں انگور اور کھجور کی زکوٰۃ کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ جب انگور اور کھجوریں پیدا ہوں اور ان میں مٹھاس پیدا ہو جائے تو ایک ماہر شخص اندازہ کرے کہ جب یہ خشک ہو جائیں تو کتنی مقدار میں ہوں گی۔ جب خشک ہو جائیں تو دسواں حصہ دیں۔ امام صاحب کے نزدیک جس قدر بھی ہوں ان کا دسواں حصہ دے اور صاحبین اور شوافعؒ کے نزدیک اگر وہ نصاب کو پہنچ جائیں یعنی پانچ وسق کو پہنچ جائیں تو دسواں حصہ دے۔

کھجور اور انگور کا اندازہ لگا کر زکوٰۃ دینا جائز ہے

۱۲/۱۶۹۹ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ حَدَّثَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا خَرَصْتُمْ فَخُذُوْا وَدَعُوا الثُّلُثَ فَاِنْ لَّمْ تَدَعُوا الثُّلُثَ فَدَعُوا الرُّبُعَ۔ (روه الترمذی وابوداود والنسائی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲۵۸/۲ حدیث رقم ۱۶۰۵۔ والترمذی ۳۵/۳ حدیث رقم ۶۴۳۔ والنسائی ۴۲/۵ حدیث رقم ۲۴۹۱۔ والدارمی ۳۵۱/۲ حدیث رقم ۳۶۱۹ واحمد فی المسند ۴۴۸/۳۔

ترجمہ: حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جس وقت کھجور اور انگور کا اندازہ کرو تو دو تہائی اندازے سے لے لو اور دو تہائی کی بقدر چھوڑ دو۔ اگر دو تہائی نہیں چھوڑ سکتے تو چوتھائی چھوڑ دو۔ یہ ترمذی' ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں زکوٰۃ لینے والوں کو خطاب ہے جب زکوٰۃ کی مقدار معین کر لو۔ تو اس میں دو تہائی لے لو اور باقی مالک کے لئے چھوڑ دو۔ یہ بطور احسان کرنا ہے تاکہ وہ ہمسایوں اور راہگیروں کو کھلا سکے۔ یہ امام شافعیؒ کا قدیم قول ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالکؒ کا بھی یہی مسلک ہے اور امام شافعیؒ کا جدید قول یہ ہے کہ زکوٰۃ میں سے کچھ بھی نہ چھوڑا جائے اور حدیث کی تاویل کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ یہودیوں کے بارے میں فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ مساقات کی تھی اس بات پر کہ آدھی کھجوریں وہ لیں اور آدھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چھوڑیں۔ چنانچہ آپ نے اندازہ کرنے والے کو حکم دے رکھا تھا کہ تقسیم سے پہلے کھجور کی ایک تہائی یا ایک چوتھائی یہودیوں کو بطور احسان دے اور باقی تقسیم کر دے آدھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیدے اور آدھی ان کو۔

حدیثِ پاک سے کھجوروں کے اندازہ کرنے کا ثبوت

۱۳/۱۷۰۰ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ اِلٰى يَهُوْدَ فَيَخْرُصُ النَّخْلَ حِيْنَ تَطِيْبُ قَبْلَ اَنْ يُؤْكَلَ مِنْهُ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲۶۰/۲ حدیث رقم ۱۶۰۶۔ وابن ماجه ۵۸۲/۱ حدیث رقم ۱۸۲۰۔ ومالك فی فی الموطأ ۷۰۳/۲ حدیث رقم ۱ من کتاب المساقاة واحمد فی المسند ۲۴/۲۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن رواحہ کو خیبر کے یہودیوں کی طرف بھیجتے پس وہ کھجوروں میں مٹھاس پیدا ہونے اور کھانے کے لائق ہونے سے قبل سے پہلے کھجوروں کا اندازہ کرتے تھے۔ اس کو ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے۔ (رواہ ابوداؤد)

تشریح ❁ اس حدیث میں بھی کھجوروں کی زکوٰۃ نکالتے وقت اندازہ کرنے کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو یہود خیبر کی طرف بھیجتے تھے اور وہ کھجوروں کا اندازہ کرتے تھے۔ اس کی تفصیل پہلی حدیثوں میں ذکر ہو چکی ہے۔

شہد کی زکوٰۃ مختلف فیہ مسئلہ ہے

۱۴/۱۷۰۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَسَلِ فِيْ كُلِّ عَشَرَةِ اَزُقٍّ زِقٌّ

(رواه الترمذی وقال فی اسناده مقال ولا يصح عن النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فی هذا الباب كثير شیء)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲٤/۳ حديث رقم ٦٢٩۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کی زکوٰۃ کے بارے میں بیان فرمایا کہ شہد کی دس (۱۰) مشکوں میں سے ایک مشک بطور زکوٰۃ دینی ہوگی۔ اس کو امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ اس کی اسناد میں کلام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب کے بارے میں زیادہ روایات نہیں ملتیں اور نہ ہی وہ درست ہیں۔

تشریح ۞ اس میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک شہد میں زکوٰۃ نہیں ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں دسواں حصہ دینا ہوگا۔ بشرطیکہ وہ شہد عشری زمین سے حاصل ہو اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔

ما اخرجته الارض فعليه العشر۔ اور جو شہد پہاڑوں میں ہو امام صاحب کے نزدیک اس میں بھی عشر ہے۔

عورتوں کو زیورات سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم

۱۵/۱۷۰۲ وَعَنْ زَيْنَبَ اِمْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَاِنَّكُنَّ اَكْثَرُ اَهْلِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (رواه الترمذی)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۳۲۸/۳۔ حديث رقم ۱٤٦٦۔ والترمذی فی السنن ۲۸/۳ حديث رقم ٦۳٥۔ والنسائی ۹۲/٥ حديث رقم ۲٥۸۳۔ والدارمی ٤۷۷/۱ حديث رقم ۱٦٥٤۔ واخرجه احمد المسند ٥۰۲/۳۔

ترجمہ: حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا اے عورتو! مال کی زکوٰۃ نکالو اگرچہ وہ اپنے زیور سے ہو۔ اس لیے کہ قیامت کے دن تم میں سے اکثر دوزخ میں جاؤ گی۔ اس کو امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتیں دنیا کی محبت کی وجہ سے جہنم میں جائیں گی کیونکہ یہ دنیا ترک زکوٰۃ کا باعث ہے عورتوں کے زیورات کے بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مطلق زیور میں زکوٰۃ ہے اور امام شافعیؒ کا قدیم قول بھی یہی ہے امام مالکؒ اور احمدؒ کا کہنا ہے کہ جو زیور جس کا استعمال مباح ہے اس میں زکوٰۃ نہیں ہے جن زیورات کا استعمال کرنا حرام ہے۔ ان ائمہ کرام کے نزدیک ان کی بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور امام شافعیؒ کا جدید قول بھی یہی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ حدیث بھی ہے اس کے علاوہ دوسری احادیث مبارکہ بھی ہیں۔ مباح اور غیر مباح زیور کے بارے میں تفصیل کتب شافعیہ میں موجود ہے۔ جو چاہے وہاں سے دیکھ لے۔

زیورات میں زکوٰۃ دینے کا حکم

۱۶/۱۷۰۳ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ امْرَأَتَيْنِ اَتَتَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِىْ اَيْدِيْهِمَا سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهُمَا تُؤَدِّيَانِ زَكَاتَهٗ قَالَتَا لَا فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُحِبَّانِ اَنْ يُّسَوِّرَكُمَا اللّٰهُ بِسِوَارَيْنِ مِنْ نَّارٍ قَالَتَا لَا قَالَ فَاَدِّيَا زَكَاتَهٗ رواه الترمذی وقال هذا حديث قد روى المثنى بن الصباح عن عمر و بن شعيب نحو هذا والمثنى بن الصباح وابن لهيعة يضعفان فى الحديث ولا يصح فى هذا الباب عن النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شیء۔

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲۱۲/۲ حديث رقم ۱۵۶۳۔ والترمذی ۲۹/۳ حديث رقم ۶۳۷ والنسائی فی السنن ۳۸/۵ حديث رقم ۲۴۷۹۔ واخرجه احمد فی المسند ۱۷۸/۲۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا سے نقل کی کہ نبی کریم ﷺ کے پاس دو عورتیں آئیں اور ان کے ہاتھوں میں سونے کے دو کڑے تھے حضور ﷺ نے ان دونوں کو کہا کیا تم ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ دونوں نے کہا نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کو کہا۔ کیا تم پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے دو کڑے پہنائے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ان کی (یعنی سونے کی) زکوٰۃ دو۔ اس کو امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور فرمایا یہ حدیث مثنی بن صباح کی روایت ہے۔ جو انہوں نے عمرو بن شعیب سے اس طرح روایت کی ہے اور مثنی بن صباح اور لہیعہ وہ بھی اس حدیث کا راوی ہے حدیث کی روایات میں یہ دونوں ضعیف شمار ہوتے ہیں اور نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں درست روایات مروی نہیں ہیں۔

تشریح ۞ یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس پر کہ زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے اور بہت سی حدیثیں اس بارے میں صحت کو پہنچی ہیں۔ چنانچہ مرقات میں مذکور ہیں جو چاہے وہاں سے دیکھ لے۔

سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ دینے کی تاکید

۱۷/۱۷۰۴ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَلْبَسُ اَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَكَنْزٌ هُوَ فَقَالَ مَا بَلَغَ اَنْ تُؤَدِّىَ زَكَاتَهٗ فَزُكِّىَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ (رواه مالك وابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲۱۲/۲ حديث رقم ۱۵۶۴۔ ومالك فی الموطأ ۲۴۸/۱ حديث رقم ۸ من كتاب الزكاة۔ والدار قطنی ۱۰۵/۲ حديث رقم ۱ من باب من ادی زكاته فليس بكنز۔

ترجمہ: حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں سونے کی ایک وضح پہنتی تھی۔ جو ایک زیور کا نام ہے۔ پس میں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا یہ خزانہ ہے؟ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اس مقدار کو پہنچے کہ اس میں زکوٰۃ دی گئی ہو۔ یعنی حد نصاب کو پہنچ جائے اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو پس وہ گنج (خزانہ) نہیں ہے اس کو امام ابوداؤد اور امام مالکؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح: حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو اشکال پیدا ہوا کہ کہیں وضح بھی خزانے میں نہ آ جائے کیونکہ کلام اللہ میں مال جمع کرنے پر شدید وعید آئی ہے: ﴿وَ الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ [التوبة : ۳٤] تو انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ بھی اس میں داخل ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا جب مال حد نصاب کو پہنچ جائے اور اس میں زکوٰۃ دے دی گئی ہو۔ تو اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ قرآن پاک میں اس مال کے جمع کرنے پر وعید آئی ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے اور وہ بغیر زکوٰۃ کے جمع کرتا رہے۔

سامانِ تجارت میں زکوٰۃ کا حکم

۱۸/۱۷۰۵ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُنَا اَنْ نُّخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِیْ نُعِدُّ لِلْبَيْعِ۔ (رواه ابو داود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۲/۲۱۱ حديث رقم ۱۵٦۲۔

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم کیا کرتے تھے کہ ہم اس چیز کی زکوٰۃ نکالیں جس کو ہم نے بیچنے کا ارادہ کیا ہو۔ یعنی (مالِ تجارت) وغیرہ۔ اس کو ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سامانِ تجارت کی زکوٰۃ دیا کرو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ برتنوں میں زکوٰۃ نہیں ہے مگر جو تجارت کے لیے ہوں اُن میں زکوٰۃ دینی لازم ہوگی۔

کانوں کی پیداوار پر نصاب

۱۹/۱۷۰٦ وَعَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ وَهِيَ مِنْ نَّاحِيَةِ الْفُرْعِ فَتِلْكَ الْمَعَادِنُ لَا تُؤْخَذُ مِنْهَا اِلَّا الزَّكَاةُ اِلَى الْيَوْمِ۔

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۳/٤٤۳ حديث رقم ۳۰٦۱۔

ترجمہ: حضرت ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰنؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال بن حارث مزنیؓ کو قبلیہ کی کانیں بطور جاگیر دے دی تھیں اور یہ قبلیہ فرع کی جانب ہے پس ان کانوں سے زکوٰۃ کے علاوہ آج تک کچھ نہیں لیا جاتا۔ اس کو ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلیہ کی کانیں حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کو بطور جاگیر کے عطا کر دیں تھیں کہ ان سے جو نکلے اپنی معاشی ضروریات پوری کریں اور قبلیہ قبل کی طرف منسوب ہے قبل ایک جگہ کا نام ہے جو فرع کے مقامات میں سے ہے اور فرع بھی ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے ان کانوں سے زکوٰۃ کا چالیسواں حصہ وصول کیا جاتا ہے یعنی خمس نہیں لیا جاتا جیسا کہ کانوں کا حکم ہے اور ایک قول کے مطابق یہ مذہب امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اور امام شافعیؒ کے ایک قول کے مطابق کانوں میں خمس ہے اور

تیسرا قول امام شافعیؒ کا یہ ہے کہ:

اگر اس کو محنت و مشقت کرنی پڑے تو چالیسواں حصہ دے ورنہ خمس دے حنفی حضرات اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں یہ بات نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح حکم صادر فرمایا ہو۔ یہ بطور اجتہاد کے حاکموں کی طرف سے ہوتا ہے۔ ہم دلیل پکڑتے ہیں کتاب اللہ سنت صحیحہ اور قیاس سے۔ جو تفصیل کا طالب ہو چاہیے کہ وہ مرقات کا مطالعہ کرے۔

الفصل الثالث:

عاریت کی چیزوں اور سبزیوں میں زکوٰۃ نہیں ہے

۲۰/۱۷۰۷ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِي الْخَضْرَ اوَاتِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْعَرَايَا صَدَقَةٌ وَلَا فِيْ اَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ اَوْ سُقٍ صَدَقَةٌ وَّلَا فِي الْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ وَّلَا فِي الْجَبْهَةِ صَدَقَةٌ قَالَ الصَّقْرُ الْجَبْهَةُ الْخَيْلُ وَالْبِغَالُ وَ الْعَبِيْدُ۔ (رواهما الدارقطنى)

اخرجه الدارقطني في السنن ۹۴/۲ حديث رقم ۱ من باب ليس في الخضراوات صدقة۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ترکاریوں (سبزیوں) میں اور عاریت کے درختوں میں زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور کام کرنے والے جانوروں میں بھی زکوٰۃ نہیں ہے اور جبہہ میں بھی زکوٰۃ نہیں ہے۔ صقر راوی نے کہا ہے کہ جبہہ سے مراد گھوڑا، خچر اور غلام مراد ہے اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ ترکاریوں کی زکوٰۃ کا بیان باب کے شروع میں ہو چکا ہے اور عرایا عریۃ کی جمع ہے اور عریۃ کھجور کے ان درختوں کو کہتے ہیں جن کو مالک ضرورت مندوں کو عاریتاً دے دیتا ہے اور اس کی تمام سال کھجوریں اس کی ملکیت میں کر دیتا ہے پس ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ زکوٰۃ کے وجوب سے پہلے ہی مالک کی ملکیت سے نکل جاتی ہیں اور اس جملہ کے بعد جو چیزیں مذکور ہیں ان کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔

زکوٰۃ کے بارے میں وقص کا حکم

۲۱/۱۷۰۸ وَعَنْ طَاءُوْسٍ اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ اُتِيَ بِوَقْصِ الْبَقَرِ فَقَالَ لَمْ يَاْمُرْنِيْ فِيْهِ النَّبِيُّ ﷺ بِشَيْءٍ۔

(رواه الدار قطني والشافعي وقال الوقص ما لم يبلغ الفريضة)

اخرجه الدارقطني في السنن ۹۹/۲ حديث رقم ۲۱ من باب ليس في الخضراوات صدقة۔

ترجمہ: حضرت طاؤسؒ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس وقص گائیں لائی گئیں تا کہ آپ ان کی زکوٰۃ وصول کر لیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کے بارے میں کسی چیز کا یعنی ان میں زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم نہیں دیا۔ روایت کیا ہے اس کو دارقطنیؒ نے اور شافعیؒ نے اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ وقص وہ جانور ہے جو فرض نصاب کو نہ پہنچے یعنی نہ پہلے نصاب کو اور نہ ہی دوسرے نصاب کو۔

تشریح ۞ علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ وقص قاف کے کسرہ کے ساتھ ہے یہ وہ جانور ہیں جو فرض نصاب کو نہ پہنچے ہوں۔ نہ

ابتدأ۔نہ درمیان میں یعنی دو فریضوں کے درمیان ابتداء کی مثال یہ ہے کہ گائیں تیس (۳۰) سے کم ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے اور دو فریضوں کی مثال یہ ہے کہ تیس (۳۰) گائیں بیل پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اور جب تیس (۳۰) سے بڑھ کر چالیس تک نہ پہنچیں تو ان کی درمیانی تعداد کو بھی وقص کہتے ہیں۔تو وقص میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔جب چالیس (۴۰) ہو جائیں تو زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اگر چالیس (۴۰) سے بڑھ کر ساٹھ (۶۰) ہو جائیں تب بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ان کی درمیانی مقدار میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

اسی طرح ساٹھ (۶۰) سے بڑھ جائیں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔جب پورے ستر (۷۰) ہو جائیں۔تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے۔اسی طرح ہر دس کے بعد حکم بدل جاتا ہے اسی طرح دو درمیانی عشروں کی تعداد کو وقص کہتے ہیں ان کے درمیان جتنے بیل گائیں ہوں ان کو وقص کہتے ہیں اور مراد اس سے قسم اول ہے یعنی تیس (۳۰) سے کم۔اس لیے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس جو نصاب لایا گیا تھا وہی تھا۔واللہ اعلم۔

صاحبینؒ کے نزدیک دو فریضوں کے درمیان زکوٰۃ دینی مطلقاً واجب نہیں ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک چالیس (۴۰) سے ساٹھ تک کے مابین زکوٰۃ لازم ہے اور باقی میں نہیں اس کی تحقیق دوسری فصل کی پہلی حدیث میں گزر چکی ہے اور میرک نے کہا ہے کہ اس کی اسناد منقطع ہے اس لیے کہ طاؤسؒ کی معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

یہ باب صدقۃ الفطر کے بیان میں ہے

الفصل الاول:

صدقۂ فطر کے احکام

۱/۱۷۰۹ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْصَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَمَرَبِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۶۷/۳۔ حدیث رقم ۱۵۰۳۔ ومسلم فی صحیحه ۶۷۷/۲ حدیث رقم (۱۲۔ ۹۸۴)۔ وابوداوٗد فی السنن ۲۶۳/۲۔ حدیث رقم ۱۶۱۲۔ والترمذی ۶۱/۳ حدیث رقم ۶۷۶۔ والنسائی ۴۸/۵ حدیث رقم ۲۵۰۴۔ وابن ماجه ۵۸۴/۱ حدیث رقم ۱۸۲۶۔ والدارمی ۴۸۰/۱ حدیث رقم ۱۶۶۱۔ ومالك فی الموطأ ۲۸۴/۱ حدیث رقم ۵۲ من کتاب الزکاة۔ واحمد فی المسند ۱۰۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فطر کی زکوٰۃ کھجور کے ایک صاع سے فرض کی۔یا جو کے ایک صاع سے غلام پر اور آزاد مرد و عورت پر اور چھوٹے اور بڑے پر۔اس حال میں کہ وہ مسلمان ہوں اور عید الفطر کے صدقہ کا حکم فرمایا کہ لوگوں کے نماز کی طرف نکلنے سے پہلے دیا جائے۔اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے

تشریح ❀ امام شافعیؒ کے نزدیک عیدالفطر کا صدقہ فرض ہے اور امام احمدؒ کے نزدیک اور امام مالکؒ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے۔ پس اس حدیث میں جولفظ فرض آیا ہے امام شافعیؒ اور احمدؒ اس کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں اور امام مالکؒ اس کا معنی مقرر کرنے کا لیتے ہیں اور حنفی کہتے ہیں اس کا ثبوت دلیل قطعی سے نہیں ہے پس یہ فرض علی الکفایہ ہے اعتقادی نہیں ہے یعنی نہ واجب نہ فرض اور امام شافعیؒ کے نزدیک صدقۂ فطر اس پر فرض ہے جو ایک دن کا کھانا رکھتا ہے اپنا اور ان لوگوں کا جن کا نفقہ اس کے اوپر فرض ہے اور صدقۂ فطر کی بقدر زیادہ بھی رکھتا ہے اگر زائد ہوگا تو تب ہی صدقۂ فطر دے سکے گا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غنی ہونا ضروری ہے ضروریات اصلیہ کے علاوہ اور ساڑھے باون تولہ چاندی کے بقدر اسباب کا مالک ہو اور صدقۂ فطر عید کے دن طلوع فجر کے وقت واجب ہو جاتا ہے۔ جو شخص طلوع فجر سے پہلے فوت ہو جائے یا طلوع فجر کے بعد اسلام لے آئے اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہے اور صاع کی مقدار تقریباً چار سیر غلہ ہوتا ہے اگر خدمت کے لیے غلام رکھتا ہے تو اس کا بھی صدقۂ فطر دینا واجب ہے اور تجارت کے غلام کے لیے صدقۂ فطر دینا واجب نہیں ہے اور بھگوڑے غلام کا بھی فطرانہ واجب نہیں ہے اگر واپس آ جائے تو پھر دینا واجب ہے اگر چھوٹا بچہ مال نہ رکھتا ہو تو اس کی طرف سے باپ پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

اگر بیٹا مالدار ہو تو باپ پر اس کی طرف سے صدقۂ فطر واجب نہیں ہے بلکہ اس کے مال میں سے دے اور بڑا بیٹا دیوانہ ہے تو لڑکے کی طرح ہے اور اسی طرح ہوشیار کا فطرانہ باپ کی طرح از راہِ احسان ہے اور اسی طرح بیوی کا فطرانہ خاوند پر واجب نہیں ہے مگر از راہِ احسان کے دیگا تو ادا ہو جائے گا۔ علامہ طیبیؒ نے کہا کہ لفظ من المسلمین لفظ عید اور اس کے مابعد کے لفظوں سے حال ہے۔ مسلمان پر کافر غلام کا فطرانہ واجب نہیں ہوگا اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ اس کا بھی واجب ہوتا ہے اور ایک حدیث بھی روایت کی ہے جو چاہے ہدایہ یا مرقات میں دیکھ لے اور عید کی نماز سے پہلے صدقۂ فطر دینا مستحب ہے۔ اگر اس سے پہلے دے دے تو بھی درست ہے اور تاخیر سے ساقط نہیں ہوتا۔ ملتقی الابحر۔

کون کونسی چیزیں بطور فطرانہ کے دے سکتے ہیں؟

۲/۱۷۱۰ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کُنَّا نُخْرِجُ زَکَاۃَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ اَوْصَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ اَقِطٍ اَوْصَاعًا مِّنْ زَبِیْبٍ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۷۱/۳۔ حدیث رقم ۱۵۰۶۔ ومسلم فی صحیحه ۶۷۸/۲ حدیث رقم (۹۸۵/۱۷)۔ وابوداوٗد فی السنن ۲۶۶/۲ حدیث رقم ۱۶۱۴۔ والترمذی فی السنن ۵۹/۳ حدیث رقم ۶۷۳۔ والنسائی ۵۱/۵ حدیث رقم ۲۵۱۲۔ وابن ماجه ۵۸۵/۱ حدیث رقم ۱۸۲۹۔ والدارمی ۴۸۱/۱ حدیث رقم ۱۶۶۴۔ ومالك فی الموطأ ۲۸۴/۱ حدیث رقم ۵۳ من کتاب الزکاۃ۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم صدقۂ فطر ایک صاع کھانے سے یا ایک صاع جو سے یا ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع قروط سے یا ایک صاع خشک انگور سے نکالا کرتے تھے۔ یہ امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے روایت کی ہے۔

تشریح ❁ علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ طعام سے مراد گیہوں ہے اور ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ طعام سے مراد غلہ ہے سوائے گندم کے پس اس میں عطف الخاص علی العام ہے اور قروط اس کو کہتے ہیں کہ دہی کو کپڑے میں باندھ کر لٹکا دیتے ہیں اور اس سے پانی ٹپک ٹپک کر مثل پنیر کے رہ جاتا ہے اور خشک انگور امام صاحب کے نزدیک گندم کی طرح ہیں یعنی آدھا صاع دینا چاہیے اور صاحبینؒ کے نزدیک جو کی طرح ہیں ایک صاع دینا چاہیے۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے حسن رحمہ اللہ سے یہی روایت کی ہے۔ ملتقی الابحر۔

الفصل الثانی:

صدقہ فطر کھجور، جو، گندم وغیرہ سے دیں

۱۱/۱۷۱۱ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِيْ اٰخِرِ رَمَضَانَ اَخْرِجُوْا صَدَقَةَ صَوْمِكُمْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرًا اَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ ۔ (رواه ابو داود والنسائی)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۲۷۲/۲ حدیث رقم ۱۶۲۲۔ والنسائی ۵۰/۵ حدیث رقم ۲۵۰۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رمضان کے آخر میں روزے کی زکوٰۃ نکالو۔ یعنی فطرانہ دو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ ایک صاع کھجور سے یا جو سے یا آدھا صاع گندم سے ہر آزاد مرد وعورت پر غلام ہو یا لونڈی چھوٹا ہو یا بڑا' پر واجب کیا ہے۔ یہ ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک کا خلاصہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ صدقہ فطر کو روزے کی زکوٰۃ سے تعبیر کیا ہے۔ اس کے مفصل احکامات وجوب اور عدم وجوب کے بہت روایات میں گزر چکے ہیں۔ امام اعظم رحمہ اللہ اس حدیث کے پیش نظر فرماتے ہیں کہ گیہوں آدھا صاع دینے چاہئیں۔

صدقہ فطر کے فوائد

۱۲/۱۷۱۲ وَعَنْهُ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَ الصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِّلْمَسَاكِيْنِ۔ (رواه ابو داود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۲۶۲/۲ حدیث رقم ۱۶۰۹۔ وابن ماجه ۵۸۵/۱ حدیث رقم ۱۸۲۷۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (زکوٰۃ فطر) یعنی صدقہ فطر کو بیہودہ اور برے کلمات سے روزے کو پاک کرنے کے لئے اور مسکینوں کو کھلانے کے لیے لازم قرار دیا ہے۔ اس کو ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ صدقہ فطر اس لیے واجب کیا گیا ہے تا کہ گناہوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے جو روزے کے ثواب میں کمی آ جاتی ہے اور خلل پڑ جاتا ہے اس سے وہ خلل جاتا رہتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ قبولیت کے

لائق ہو جاتا ہے اور یہ اس لیے واجب ہوا ہے کہ مسکین کھا کر بے پرواہ ہوں جائیں۔ یعنی سوال کرنے سے باز آ جائیں۔ دارقطنی نے ایک بات اور مزید بیان کی ہے کہ جو شخص فطرانہ نماز سے پہلے ادا کرے۔ پس وہ صدقہ مقبول ہو جاتا ہے اور جو شخص نماز کے بعد اس کو ادا کرے تو وہ صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے۔

الفصل الثالث:

صدقہ فطر کی وجوبیت کا مسئلہ

۵/۱۷۱۳ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًا فِيْ فِجَاجِ مَكَّةَ اَلَا اِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ اَوْ سِوَاهُ اَوْ صَاعٌ مِّنْ طَعَامٍ ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۶۰/۳ حدیث رقم ۶۷۴۔ والدارقطنی فی السنن ۱۴۱/۲ حدیث رقم ۱۴ من باب زکاة الفطر۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیبؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا سے نقل کی کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ کے کوچوں (گلیوں) میں ڈھنڈوریا (آواز لگانے والے) کو بھیجا تا کہ وہ کہے خبردار صدقہ فطر ہر مسلمان مرد ہو یا عورت‘ آزاد ہو یا غلام‘ چھوٹا ہو یا بڑا‘ پر واجب ہے۔ گندم یا اس کے علاوہ مثلاً کشمش کے دو مد یا ایک صاع کھانے سے ہو۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں صدقہ فطر کی مقدار کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ صدقہ فطر دو مد ہونے چاہئیں یعنی آدھا صاع۔ ایک صاع ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے لہٰذا نصف صاع پونے دو سیر ہوا پس گندم پونے دو سیر دے اور آٹا اور ستو بھی گندم کی مثل ہے اس میں بھی پونے دو سیر دے۔

صدقہ فطر گھر کے تمام افراد کی طرف سے دینا ہوگا‘ چھوٹے بڑے کی قید نہیں

۶/۱۷۱۴ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ اَوْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ صُعَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعٌ مِّنْ بُرٍّ اَوْقَمْحٍ عَنْ كُلِّ اثْنَيْنِ صَغِيْرٍ اَوْكَبِيْرٍ حُرٍّ اَوْعَبْدٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى اَمَّا غَنِيُّكُمْ فَيُزَكِّيْهِ اللّٰهُ وَاَمَّا فَقِيْرُكُمْ فَيَرُدُّ عَلَيْهِ اَكْثَرَ مِمَّا اَعْطَاهُ ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۲۷۰/۲ حدیث رقم ۱۶۱۹۔

ترجمہ: عبداللہ بن ثعلبہ یا ثعلبہ بن عبداللہ بن ابی صعیر نے اپنے باپ سے نقل کی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک صاع بر سے (یعنی گندم سے) یا قمح سے یعنی دونوں سے آدھا صاع یعنی ہر ایک کی طرف سے آدھا صاع دو۔ خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ آزاد ہوں یا غلام مرد ہوں یا عورت رہا تمہارا غنی تو اللہ تعالیٰ اس کو پاک کرتا ہے اور بہرکیف تمہارا فقیر تو اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ دیتا ہے اس چیز سے کہ جو اس نے صدقہ کے طور پر دی۔

تشریح ۞ مشکوٰۃ کے نسخوں میں راوی کا نام کچھ اس طرح سے لکھا ہے اور بہتر یہ ہے کہ یوں لکھے عبداللہ بن ثعلبہ بن

صیر ابی صیر عن ابیہ اور ثعلبہ صحابی ہیں۔ حدیث کے آخری جملہ کے معنی یہ ہے کہ غنی بھی فطرانہ ادا کرے اور فقیر بھی فطرانہ ادا کرے۔ غنی کا مال پاک ہو جائے گا اور فقیر کو اللہ تعالیٰ زیادہ دے گا کہ اس نے دیا ہے اور یہ بات غنی کے لیے بھی ہوتی ہے لیکن فقیر کی تخصیص اس کو شوق اور رغبت دلانے کے لیے ہے تاکہ اس کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب پیدا ہو جائے۔

بَابُ مَنْ لَا تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ

یہ باب اس شخص کے بارے میں ہے کہ اس کے لیے زکوٰۃ کا مال حلال نہیں ہے۔ یعنی کس کو زکوٰۃ لینی اور کھانی چاہیے اور کس کے لیے درست ہے اور کس کے لیے درست نہیں ہے۔

① مسائل زکوٰۃ

آدمی زکوٰۃ اپنی اصل کو نہ دے یعنی ماں اور باپ دادا اور دادی نانا اور نانی اسی طرح ان کے اوپر کے بزرگ۔ خواہ وہ ماں کی طرف سے ہوں یا باپ کی طرف سے۔ ان میں سے کسی کو بھی زکوٰۃ کا مال دینا درست نہیں ہے۔

② اور اپنی فروع کو بھی زکوٰۃ ادا نہ کرے:

یعنی بیٹا اور بیٹی۔ پوتا اور پوتی اور پروتا اور پروتی اور نواسا اور نواسی اور نہ ہی ان کی اولاد کو دے اور میاں اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہ دے اور نہ بیوی اپنے میاں کو زکوٰۃ دے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر بیوی اپنے خاوند کو زکوٰۃ دے تو جائز ہے اور باقی رشتے داروں کو زکوٰۃ دینی درست ہے بشرطیکہ وہ زکوٰۃ کے مستحق ہوں۔ یعنی غنی، سید ہاشمی اور کافر نہ ہوں بلکہ بہتر ہے کہ زکوٰۃ کا مال بنسبت غیروں کے اپنے مستحق رشتہ داروں کو دیں۔

③ اپنے رشتے داروں کو دینے کی ترتیب:

اس کی بہتر ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے بہن بھائی کو دے۔ پھر ان کے بعد ان کی اولاد کو پھر چچا اور پھوپھی کو۔ پھر ان کی اولاد کو پھر ماموں خالہ کو۔ پھر ان کی اولاد کو پھر جو خونی رشتہ ہو۔ پھر ہمسائے کو جو اجنبی ہو۔ پھر اپنے ہم پیشہ کو اور پھر ہم وطنوں کو اور اسی طرح صدقۂ فطر اور زکوٰۃ کا حکم ہے کہ ترتیب مذکورہ سے دینا افضل ہے اگر اجنبی کو دے تو تب بھی درست ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ اپنے رشتے داروں کو دے۔

④ اپنی لونڈی اور غلام کو زکوٰۃ دینی درست نہیں ہے:

اور یہ ان ہی کے حکم میں ہے اور ام ولد۔ یعنی جس سے اولاد پیدا ہوئی ہے مالک کا اس کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔

⑤ جو رشتے سسرال کی طرف سے ہوں ان کو زکوٰۃ دینا درست ہے:

اسی طرح ساس، سسر، سالہ سالی اور جو ان کے رشتے دار ہوں اور اسی طرح سے داماد بہو کو زکوٰۃ دینا درست ہے اور اسی طرح سوتیلی دادی کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے۔

⑥ زکوٰۃ کا مال غیر کو دینا درست نہیں ہے :

جو بقدر نصاب مال کا مالک ہو۔ خواہ مال نامی ہو یا غیر نامی۔ نامی مال اُسے کہتے ہیں جو مال تجارت سے بڑھتا ہو اور نقدی روپیہ پیسہ وغیرہ سونا چاندی اور سونا' چاندی کا زیور' یہ شارع کے حکم مطابق بڑھوتری کا حکم رکھتے ہیں اور تجارت کے لیے مویشی ہوں یا نسل کو بڑھانے کے لیے یہ تمام حقیقۃً مال نامی ہے۔

اور غیر نامی وہ مال ہوتا ہے جو بڑھتا نہ ہو۔ جیسے حویلی اور کپڑا اور برتن وغیرہ اگر یہ چیزیں ضرورت اصلیہ سے زائد ہوں اور نصاب کی بقدر ہوں اور قرض سے فارغ ہوں تو بھی زکوٰۃ لینی جائز نہیں ہے اور رہنے کے لیے حویلی ہو اور پہننے کے لیے کپڑے ہوں اور پکانے کے برتن ہوں اور پڑھنے کے لیے کتابیں ہوں اور سپاہی کے ہتھیار ہوں اور کاریگروں کے اوزار ہوں یہ سب حوائج اصلیہ میں شمار ہوتے ہیں۔

⑦ ہاشمی کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اور ہاشمی پانچ شخصوں کی اولاد ہے:

① ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد۔ ② دوسری جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد۔ ③ تیسری عقیل کی اولاد۔ ④ اور چوتھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد۔ ⑤ اور پانچویں حارث بن عبدالمطلب کی اولاد ان حضرات کے غلاموں اور لونڈیوں کو بھی زکوٰۃ دینی درست نہیں ہے جب ان کے غلام اور لونڈیاں آزاد ہو جائیں تو پھر بھی ان کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔

⑧ کافر کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے خواہ وہ حربی ہو یا ذمی۔

⑨ اگر غلطی سے کسی ہاشمی یا غنی کو یا کافر کو زکوٰۃ دے دی یا اپنے باپ کو یا اپنے بیٹے کو یا اپنی بیوی کو زکوٰۃ دیدی پھر بعد میں معلوم ہوا کہ ان کی تو یہ صورتحال ہے تو زکوٰۃ مالک کے ذمہ سے ادا ہوگئی۔

⑩ زکوٰۃ کا مال مسجد کو دینا یا کفن میت کے لیے یا میت کا قرض اتارنے کے لیے دینا جائز نہیں ہے۔

مستحقین زکوٰۃ:

زکوٰۃ کے مستحق فقیر ہیں اور فقیر کی حد یہ ہے کہ وہ نصاب سے کم مال کا مالک ہو اور زکوٰۃ کا مستحق مسکین بھی ہے اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو اور زکوٰۃ کا مستحق وہ بھی ہے کہ وہ حاکم کی طرف سے زکوٰۃ لینے پر عامل ہو۔ اگر چہ وہ خود غنی ہو اور ہاشمی کو زکوٰۃ کے مال کا پیسہ لینا درست نہیں ہے اور زکوٰۃ کے مستحق وہ بھی ہیں جو جہاد کے لیے یا حج کے لیے جائیں اور ان کے پاس پیسہ ختم ہو گیا ہوں اگر چہ اس کے پاس حضر میں مال موجود ہے۔ اسی طرح کسی مسافر کو بھی زکوٰۃ دینی درست ہے اگر چہ اس کے پاس وطن میں مال ہو اور جس شخص کے پاس ایک دن کی خوراک ہو اس کے لیے سوال کرنا درست نہیں ہے۔

الفصل الاول:

بنو ہاشم کے لیے صدقہ کھانے کی ممانعت

۱/۱۷۱۵ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيْقِ فَقَالَ لَوْلَآ اَنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ تَكُوْنَ

مِنَ الصَّدَقَةِ لَاَ كَلْتُهَا۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۹۳۴/٤۔ حدیث رقم ۲۰۵۵۔ ومسلم فی صحیحه ۷۵۲/۲ حدیث رقم (۱٦٤۔ ۱۰۷۱)۔ وابوداؤد فی السنن ۳۰۰/۲ حدیث رقم ۱٦۵۲۔ واحمد فی المسند ۲۹۱/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر کھجور کے ایک دانہ کے پاس سے ہوا جو راستے میں پڑا ہوا تھا پس فرمایا کہ اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا یہ زکوٰۃ کی کھجور ہے تو میں اس کو (اللہ کی نعمت کی تعظیم کی خاطر) کھالیتا۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زکوٰۃ کا مال کھانا حرام تھا اور علماء نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلقاً کھانا حرام تھا خواہ واجب ہو یا نفل اور بنو ہاشم کو صدقہ واجب کھانا حرام ہے نفلی نہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ راستے میں گری ہوئی چیز کا کھانا جائز ہے جبکہ وہ چیز تھوڑی ہو اور اس بات کا یقین ہو کہ اس کا مالک اس کو تلاش نہیں کرے گا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مشتبہات جس میں حرمت کا شبہ ہو سے بچنا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ کھانے سے اجتناب کرنا

۲/۱۷۱٦ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ تَمْرَةً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِیْ فِیْهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَخْ كَخْ لِیَطْرَحَهَا ثُمَّ قَالَ اَمَا شَعَرْتَ اَنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۵٤/۳۔ حدیث رقم ۱٤۹۱۔ ومسلم فی صحیحه ۷۵۱/۲ حدیث رقم (۱٦۱۔ ۱۰٦۹)۔ والدارمی فی السنن ٤۵۲/۱ حدیث رقم ۱۵۹۱۔ واحمد فی المسند ۲۰۰/۱۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دور کر دور کر یعنی نکال دو۔ یعنی اس کو پھینک دو۔ پھر فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ ہم بنو ہاشم صدقہ نہیں کھاتے۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے۔

تشریح ❁ اَمَا شَعَرْتَ کا لفظ ایک واضح امر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اگرچہ مخاطب اس کو نہ جانتا ہو۔ یعنی اتنی واضح بات کا تمہیں علم نہیں ہے باوجود اس کے ظاہر ہونے کے اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو کم سنی کے باوجود اس طرح خطاب کیا۔ تاکہ لوگ اس کا حکم سن لیں اور باخبر ہو جائیں اور اس سے معلوم ہوا کہ باپ کے لیے ضروری ہے اپنی اولاد کو خلاف شرع باتوں سے منع کرے اس لئے ہمارے علماء نے فرمایا ہے ماں باپ کے لیے حرام ہے کہ اپنے لڑکے کو ریشم اور سونے چاندی کا زیور پہنائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے

۳/۱۷۱۷ وَعَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِیْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا هِیَ اَوْسَاخُ النَّاسِ وَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ (روہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۷۵۳/۲ حدیث رقم (۱۶۷۔ ۱۰۷۲)۔ والنسائی فی السنن ۱۰۵/۵ حدیث رقم ۲۶۰۹۔ واحمد فی المسند ۱٦٦/٤۔

ترجمہ: حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ یعنی زکوٰۃ آدمیوں کی میل ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے لیے یعنی بنی ہاشم کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں زکوٰۃ کی وضاحت کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدقات وزکوٰۃ انسانوں کے میل کچیل ہوتے ہیں جس طرح میل کے اتارنے سے انسان کا بدن صاف ہو جاتا ہے ویسے ہی زکوٰۃ کے ادا کرنے سے مال اور جانیں پاک ہو جاتی ہیں اور اس میں دلیل موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو زکوٰۃ کا مال لینا حرام تھا۔ خواہ وہ زکوٰۃ کے عامل ہوں یا محتاج ہوں۔ ہمارے مذہب میں یہی روایت صحیح ہے اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ نہیں کھاتے تھے ہدیہ کھالیا کرتے تھے

۴/۱۷۱۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِیَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْهُ اَهَدِيَّةٌ اَمْ صَدَقَةٌ فَاِنْ قِيْلَ صَدَقَةٌ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ كُلُوْا وَلَمْ يَأْكُلْ وَاِنْ قِيْلَ هَدِيَّةٌ ضَرَبَ بِيَدِهٖ فَاَكَلَ مَعَهُمْ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۰۳/۵۔ حدیث رقم ۲۵۷٦۔ ومسلم فی صحیحه ۷۵٦/۲ حدیث رقم (۱۷۵۔ ۱۰۷۷)۔ والترمذی فی السنن ٤٥/۳ حدیث رقم ٦٥٦۔ والنسائی ۱۰۷/۵ حدیث رقم ۲٦۱۳۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کھانا لایا جاتا۔ تو آپ اس کے بارے میں پوچھتے کہ آیا یہ ہدیہ ہے یعنی تحفہ ہے یا صدقہ؟ اگر کہا جاتا ہے کہ صدقہ ہے تو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرماتے کہ کھاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود نہ کھاتے اور اگر کہا جاتا کہ یہ ہدیہ ہے تو دراز کرتے یعنی اپنا ہاتھ بڑھاتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھاتے۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ صدقہ اس مال کو کہتے ہیں جو بطور شفقت ومہربانی کے فقیروں کو دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ آخرت کے ثواب کا بھی ارادہ کیا جاتا ہے صدقہ میں لینے والے کو ایک قسم کی ذلت ورسوائی ہوتی ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام تھا اور ہدیہ تعظیم وتکریم کے لئے دوسرے شخص کو دیا جاتا ہے۔ ہدیے اور صدقے میں ایک واضح فرق یہ بھی ہے کہ ہدیے کا اکثر طور پر بدل ہدیہ بھی دیا جاتا ہے اور صدقے کا بدلہ بالکل نہیں دیا جاتا ہے اس کا بدلہ تو اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں احکام

۵/۱۷۱۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِیْ بَرِيْرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ اِحْدَى السُّنَنِ اَنَّهَا عَتَقَتْ فَخُيِّرَتْ فِیْ زَوْجِهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَالْبُرْمَةُ تَفُوْرُ بِلَحْمٍ فَقُرِّبَ اِلَيْهِ خُبْزٌ وَاُدْمٌ مِنْ اُدْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ اَلَمْ اَرَ بُرْمَةً فِيْهَا لَحْمٌ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ ذٰلِكَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰى بَرِيْرَةَ وَاَنْتَ لَا تَاْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَّلَنَا هَدِيَّةٌ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۰۴/۹۔ حدیث رقم ۵۲۷۹۔ ومسلم فی صحیحه ۱۱۴۴/۲ حدیث رقم (۱۴۔ ۱۵۰۴)۔ والنسائی فی السنن ۱۰۷/۵ حدیث رقم ۲۶۱۴۔ وابن ماجه ۶۷۱/۱ حدیث رقم ۲۰۷۶۔ والدارمی ۲۲۲/۲ حدیث رقم ۲۲۸۹۔ ومالك فی الموطأ ۵۶۲/۲ حدیث رقم ۲۵ من كتاب الطلاق۔ واحمد فی المسند ۲۸۱/۱۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت بریرہؓ کے لیے تین احکام ہیں۔ ایک حکم یہ ہے کہ جب وہ آزاد ہوئیں تو ان کو اپنے خاوند کے ساتھ نکاح کو برقرار رکھنے کا اختیار دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آزادی کا حق اس شخص کے لیے جس نے آزاد کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے۔ ہانڈی گوشت کے پکنے کے ساتھ جوش مار رہی تھی۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گھر کے سالنوں میں سے ایک سالن لایا گیا پس فرمایا کہ میں نے ہانڈی میں گوشت دیکھا ہے۔ گھر والوں نے عرض کیا کہ ایسے ہی ہے لیکن ہانڈی میں جو گوشت کے طور پر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو صدقہ دیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ نہیں کھاتے فرمایا کہ وہ گوشت اس پر صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تین شرعی احکام وارد ہوئے ہیں۔ حضرت بریرہؓ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں جب وہ آزاد ہوئیں تو اس کو اختیار دیا گیا کہ چاہے تو وہ اپنے خاوند کے نکاح میں رہے اور چاہے جدا ہو جائے اس کو علماء خیار عتق کہتے ہیں اور وہ یہ کہ لونڈی جب کسی کے نکاح ہو اور جب وہ آزاد ہو جائے تو اس کو اختیار ہے چاہے وہ اس کے نکاح میں رہے یا نہ رہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اگر خاوند کسی کا غلام ہو۔ تب اسے اختیار ہے ورنہ نہیں اور امام صاحب کے نزدیک خواہ خاوند غلام ہو یا آزاد ہو۔ یعنی دونوں صورتوں میں اختیار حاصل ہے اور حضرت بریرہؓ کے خاوند کا نام مغیث تھا اور وہ غلام تھا۔ بریرہؓ نے آزاد ہونے کے بعد اس کو قبول نہ کیا اور مغیث ان کے عشق و فراق میں روتا اور فریاد کرتا پھرتا تھا۔

اور دوسرا حکم بریرہؓ کے لیے وارد ہوا۔ ولاء کا یعنی لونڈی کی میراث اس شخص کے لیے ہوگی جس نے آزاد کیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے حضرت بریرہؓ ایک یہودی کی باندی تھیں اس نے ان کو مکاتب بنا دیا تھا اور یہ کہا تھا اتنے درہم دے دو تو تم آزاد ہو جب وہ درہم دینے سے عاجز آ گئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور عرض کرنے لگیں کہ اگر آپ دے دیں تو میں اپنے مالک کو دے کر آزاد ہو جاؤں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اپنے مالکوں سے بات کرو۔ اگر وہ تجھے بیچیں تو میں لے لیتی ہوں۔ پس وہ چلی گئی اور ان سے جا کر بات کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم بیچ دیں گے بشرطیکہ ولاء یعنی میراث اس کی ہمارے لیے ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور سے عرض کیا کہ یہود اس طرح کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غلط اور بیہودہ کہتے ہیں اس لیے کہ ولاء اس کے لیے ہے جو آزاد کرے۔ اے عائشہ! خرید و اور آزاد کر و اس کی ولاء تیرے لیے ہوگی ان کا شرط لگانا باطل ہے۔

اور تیسرا حکم حدیث کے آخر میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی فقیر کو زکوٰۃ دے اور وہ فقیر اس شخص کو دے جس کے

لیے زکوٰۃ کا مال جائز نہیں ہے تو وہ اس کے لیے حلال ہے اس لیے کہ وہ مال فقیر کا ہے اور اسی کی ملکیت میں ہے۔ جس کو دے درست ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تحفہ کا بدلہ دیا کرتے تھے

۶/۱۷۲۰ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيْبُ عَلَيْهَا۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥ حدیث رقم ٢٥٨٥۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تحفہ قبول کرتے تھے اور اس کا بدلہ دیتے تھے۔ یہ امام بخاریؒ نے روایت کی ہے۔

تشریح ۞ تحفے کا بدلہ دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کیونکہ صرف ہدیے کا ہی بدل ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ہدیہ بندے کو ازراہ تعظیم وتکریم کے دیا جاتا ہے اس لیے اس کا بدل تو ہوسکتا ہے۔ لیکن صدقہ کا بدلہ نہیں دیا جاسکتا۔ اس لیے کہ صدقات آخرت کا ثواب حاصل کرنے کے لیے دیئے جاتے ہیں۔ اس کی تفصیل پہلی روایات میں گزر چکی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کم قیمت کے ہدیے کو بھی قبول کر لیتے تھے

۷/۱۷۲۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْدُعِيْتُ اِلٰى كُرَاعٍ لَاَ جَبْتُ وَلَوْ اُهْدِیَ اِلَیَّ ذِرَاعٌ لَقَبِلْتُ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١٩٩/٥۔ حدیث رقم ٢٥٦٧۔ واحمد فی المسند ٤٢٤/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے بکری کی کراع (یعنی پنڈلی) کی طرف بلایا جائے تو میں قبول کروں۔ اگر میری طرف بکری کا ایک دست بھیجا جائے تو بھی قبول کرلوں گا۔ اس کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کی وضاحت کچھ یوں ہے کراع بکری کی پنڈلی کو کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر کوئی شخص بکری کی پنڈلی کے ساتھ میری دعوت کرے یعنی ایک حقیر چیز کی تو میں اس کو قبول کرلوں گا۔ اگر بکری کا دست بھیجے تو میں قبول کرلوں گا۔ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مخلوق کے ساتھ نہایت تواضع اور شفقت کا معاملہ کرتے تھے۔ اس حدیث میں تحفے کو قبول کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی تحفے میں ادنیٰ چیز بھی دے تو اس کو قبول کرلینا چاہیے یہ طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

مسکین کی تعریف

۸/۱۷۲۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِیْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِیْ لَا يَجِدُ غِنًى يُّغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ

فَيَتَصَدَّقَ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخارى فى صحيحه ۳۴۱/۳۔ حديث رقم ۱۴۷۹۔ واخرجه مسلم فى صحيحه ۷۱۹/۲ حديث رقم (۱۰۱۔ ۱۰۳۹)۔ وابوداؤد فى السنن ۲۸۳/۲ حديث رقم ۱۶۳۱۔ والنسائى فى السنن ۸۴/۵ حديث رقم ۲۵۷۱۔ والدارمى فى السنن ۴۶۲/۱ حديث رقم ۱۶۱۵۔ ومالك فى الموطأ ۹۲۳/۲ حديث رقم ۷ من كتاب صفة النبى ﷺ۔ واحمد فى المسند ۳۸۴/۱۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسکین وہ شخص نہیں ہے کہ جو لوگوں کے پاس ایک لقمے یا دو لقموں یا ایک کھجور یا دو کھجوروں کے لئے جاتا ہے لیکن مسکین وہ شخص ہے کہ اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ جو اس کو مستغنی کر دے اور اس کے بارے میں پتہ نہیں چلتا کہ وہ محتاج ہے یا نہیں (یعنی حال کے ظاہر نہ ہونے کی بنا پر اس کی احتیاج کا پتہ نہیں چلتا کہ اس پر صدقہ کیا جائے) اور لوگوں سے مانگنے کے لیے گھر سے نہیں نکلتا۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے نقل کیا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ مسکین وہ نہیں جس کا تذکرہ قرآن مجید میں آیا ہے: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ صرف مسکین وہ ہی نہیں ہے جس کو لوگ مسکین سمجھتے ہیں کہ کسی کے دروازے پر جا کر روٹی کے ٹکڑے کے لیے کھڑا ہو کر مانگنا شروع کر دیا۔ بلکہ مسکین کامل وہ ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ یعنی اس کے پاس اتنا مال نہ ہو۔ جو اسے لوگوں سے بے نیاز کر دے اور وہ اپنی مسکنت لوگوں پر ظاہر نہ کرے اور نہ لوگوں سے لپٹ کر سوال کرے۔ جس کو قرآن پاک میں الحافا کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے متبعین کا مسلک یہ ہے کہ مسکین وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہ ہو اور یہ فقیر سے زیادہ بری حالت ہے کیونکہ فقیر کے پاس بقدر کفایت مال ہوتا ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔

الفصل الثانی:

بنو ہاشم کے غلاموں کے لیے زکوٰۃ کا مال حلال نہیں ہے

۹/۱۷۲۳ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ عَلَى الصَّدَقَةِ فَقَالَ لِاَبِيْ رَافِعٍ اَصْحِبْنِيْ كَيْ مَا تُصِيْبَ مِنْهَا فَقَالَ لَا حَتّٰى اٰتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْاَلَهُ فَانْطَلَقَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ فَقَالَ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا وَاِنَّ مَوَالِي الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔

(رواه الترمذى وابو داود والنسائى)

اخرجه ابوداؤد فى السنن ۲۹۸/۲ حديث رقم ۱۶۵۰۔ والترمذى ۴۶/۳ حديث رقم ۶۵۷۔ والنسائى ۱۰۷/۵ حديث رقم ۲۶۱۲۔ واحمد فى المسند ۱۰/۶۔

ترجمہ: "حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بنو مخزوم کے ایک شخص کو زکوٰۃ لینے کے لئے

بھیجا۔اس نے ابو رافع رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ چلو تا کہ اس میں سے تمہیں بھی کچھ حصہ مل جائے ابو رافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ابھی نہیں جاؤں گا پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر پوچھتا ہوں کہ میں اس شخص کے ساتھ زکوٰۃ لینے جاؤں یا نہیں! چنانچہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے جانے کے بارے میں پوچھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ ہمارے لئے حلال نہیں ہے اور مولیٰ اسی آزاد کرنے والی قوم کے حکم میں ہے۔''

(ترمذی' ابوداؤد' نسائی)

تشریح حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زکوٰۃ کا مال لینے سے منع فرمایا کہ جس طرح ہمیں زکوٰۃ لینا درست نہیں ہے اسی طرح تمہارے لئے بھی زکوٰۃ کا مال حلال نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کے غلاموں کو بھی زکوٰۃ کا مال لینا درست نہیں ہے خواہ غلام ان کی ملکیت میں ہوں خواہ آزاد ہو گئے ہوں۔

بنی ہاشم کے غلاموں کے لئے بھی صدقہ کے مال کی حرمت

۱۷۲۴/۱۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَّلَا لِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ۔ (رواه الترمذی وابوداود والدارمی ورواه احمد والنسائی وابن ماجة عن ابی هريرة)۔

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲۸۵/۲ حديث رقم ۱۶۳۴۔ والترمذی ۴۲/۳ حديث رقم۶۵۲۔ والدارمی ۴۷۲/۱ حديث رقم ۱۶۳۹۔ واحمد فی المسند ۳۸۹/۲۔

ترجمہ: ''اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ تو غنی کے لئے زکوٰۃ کا مال لینا حلال ہے اور نہ تندرست وتوانا کے لئے ترمذی' ابوداؤد' دارمی' اور احمد' نسائی' وابن ماجہ نے اس روایت کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

تشریح غنی تین طرح کے ہوتے ہیں' اول تو وہ شخص جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے گویا وہ شخص نصاب نامی کا مالک ہو اور اس کے نصاب پر ایک سال گزر گیا ہو دوم وہ شخص جو مستحق زکوٰۃ نہیں ہوتا اور اس پر صدقہ فطر وقربانی کرنا واجب ہوتا ہے گویا وہ شخص کہ جس کے پاس ضرورت اصلیہ کے علاوہ بقدر نصاب یعنی ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر مال ہو' وہ شخص جس کے لئے صدقہ کا مال تو حلال ہو لیکن اسے دست سوال دراز کرنا حرام ہو' گویا وہ شخص جو ایک دن کے کھانے اور ستر پوشی کے بقدر کپڑے کا مالک ہو اس شخص کے لئے زکوٰۃ حرام ہونا جائز ہے جو تندرست وتوانا ہو یعنی اس کے اعضاء صحیح وسالم اور قوی ہوں نیز وہ اتنا کمانے پر قادر ہو کہ اس کے ذریعے اپنے اہل وعیال کا پیٹ پال سکے چنانچہ حضرت امام شافعیؒ کا مسلک اسی حدیث کے مطابق ہے کہ ان کے نزدیک کسی ایسے شخص کے لئے زکوٰۃ کا مال لینا حلال نہیں ہے جو کمانے کے قابل ہو لیکن حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ ہر اس شخص کو زکوٰۃ لینی حلال ہے جو نصاب مذکورہ کا مالک نہ ہو اگرچہ وہ تندرست وتوانا اور کمانے کے قابل ہی کیوں نہ ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان ضرورت مند صحابہ کو صدقات وزکوٰۃ کا مال دیتے تھے جو توانا وتندرست بھی تھے اور کمانے کے قابل تھے اور آخر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول رہا لہٰذا اس حدیث کے بارے میں کہا جائے گا یا تو یہ منسوخ ہے یا پھر یہ کہ اس حدیث کی مراد یہ ظاہر کرنا ہے کہ جو شخص تندرست وتوانا ہو اور محنت ومزدوری کر کے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے اسباب معیشت فراہم کرنے کی

قدرت رکھتا ہو اس کے لئے یہ بہتر اور مناسب نہیں ہے کہ وہ زکوٰۃ وصدقات کا مال لے اس ذلت وکمتری پر مطمئن وراضی ہو اور معاشرے کا ایک ناکارہ شخص بن جائے۔

صحت مند کے لئے زکوٰۃ کا مال لینا درست نہیں ہے

۱۱/۱۷۲۵ وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ رَجُلَانِ اَنَّهُمَا اَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ يَقْسِمُ الصَّدَقَةَ فَسَأَلَاهُ مِنْهَا فَرَفَعَ فِيْنَا النَّظَرَ وَخَفَضَهُ فَرَاٰنَا جَلْدَيْنِ فَقَالَ اِنْ شِئْتُمَا اَعْطَيْتُكُمَا وَلَا حَظَّ فِيْهَا لِغَنِيٍّ وَّلَا لِقَوِيٍّ مُّكْتَسِبٍ۔ (رواه ابو داود والنسائی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲۸۵/۲ حدیث رقم ۱۶۳۳۔ والنسائی ۹۹/۵ حدیث رقم ۲۵۹۸۔

ترجمہ: ''اور حضرت عبیداللہ بن عدی بن خیار کہتے ہیں کہ مجھے دو آدمیوں نے بتایا کہ وہ دونوں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب کہ آپ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں کو زکوٰۃ کا مال تقسیم فرما رہے تھے ان دونوں نے بھی آپ ﷺ کے سامنے اس مال میں سے کچھ لینے کی خواہش کا اظہار کیا' وہ دونوں کہتے تھے کہ آپ ﷺ نے ہم پر سر سے پاؤں تک نظر دوڑائی اور ہمیں تندرست وتوانا دیکھ کر فرمایا کہ اگر تم زکوٰۃ لینا ہی چاہتے ہو تو میں تمہیں دیدوں لیکن یاد رکھو کہ صدقات وزکوٰۃ میں سے نہ تو غنی کا کوئی حصہ ہے اور نہ اس شخص کا جو تندرست وتوانا ہو اور کمانے پر قادر ہو۔'' (ابوداوٗد' نسائی)

تشریح ''حجۃ الوداع'' نبی کریم ﷺ کے آخری حج کو کہتے ہیں جس میں آپ ﷺ نے احکام خداوندی کی وضاحت فرمائی اور لوگوں کو الوداع کہا اور پھر اس کے چند مہینوں کے بعد ہی ''رفیق اعلیٰ'' سے جا ملے۔

حضرت امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق حدیث کے آخری جملوں کا مطلب یہ ہوگا کہ تم لوگوں کے لئے صدقہ کا مال کھانا حرام ہے لیکن تم اگر حرام مال کھانا ہی چاہتے ہو تو میں تمہیں دے دیتا ہوں' گویا آپ ﷺ نے زجر وتوبیخ کے طور پر اس طرح ارشاد فرمایا۔

حنفیہ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ''اگر تم اس مال میں سے لینا چاہتے ہو تو میں تمہیں دے دیتا ہوں لیکن یہ سمجھ لو کہ جو شخص تندرست وتوانا اور کمانے پر قادر ہو اس کے لئے صدقہ کا مال کھانا کچھ زیب نہیں دیتا۔

پانچ صورتوں میں غنی کے لئے بھی زکوٰۃ کا مال حلال ہو جاتا ہے

۱۲/۱۷۲۶ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مُّرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ اِلَّا لِخَمْسَةٍ لِغَازٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ لِعَامِلٍ عَلَيْهَا اَوْ لِغَارِمٍ اَوْ لِرَجُلٍ اِشْتَرَاهَا بِمَالِهِ اَوْلِرَجُلٍ كَانَ لَهُ جَارٌ مِّسْكِيْنٌ فَتُصُدِّقَ عَلَى الْمِسْكِيْنِ فَاَهْدَى الْمِسْكِيْنُ لِلْغَنِيِّ۔

(رواه مالك وابو داؤدوفی رواية لابی داود عن ابی سعيد او ابن السبيل)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲۸۶/۲ حدیث رقم ۱۶۳۵ وابن ماجه ۵۹۰/۱ حدیث رقم ۱۸۴۱۔ ومالك فی الموطأ ۲۶۸/۱ حدیث رقم ۲۹ من كتاب الزكاة۔ واحمد فی المسند ۵۶/۳۔

ترجمہ: "اور حضرت عطاء ابن یسار بطریق ارسال روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ غنی کے لئے زکوٰۃ کا مال حلال نہیں ہے ہاں پانچ صورتوں میں غنی کے لئے بھی زکوٰۃ کا مال حلال ہوجاتا ہے۔ ① خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے غنی کے لئے جب کہ اس کے پاس سامان جہاد نہ ہو۔ ② زکوٰۃ وصول کرنے والے غنی کے لئے ③ تاوان بھرنے والے غنی کے لئے ④ زکوٰۃ کا مال اپنے مال کے بدلے میں خریدنے والے غنی کے لئے یعنی کسی شخص نے ایک مفلس کو زکوٰۃ کا کوئی مال دیا اور غنی اس مفلس سے زکوٰۃ کے مال کو خریدے اور اسے اس کا بدلہ دے دے تو اس صورت میں غنی کے لئے وہ مال حلال ہوگا ⑤ اور اس غنی کے لئے کہ جس کے پڑوس میں کوئی مفلس رہتا ہو اور کسی شخص نے اسے زکوٰۃ کا کوئی مال دیا اور وہ مفلس اپنے پڑوسی مال دار غنی کو اس میں سے کچھ حصہ تحفہ کے طور پر بھیجے تو وہ غنی کے لئے جائز و حلال ہو گا۔" (مالک' ابوداؤد) اور ابوداؤد کی ایک روایت جو ابوسعید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے لفظ او ابن السبیل یعنی اس غنی کے لئے بھی کہ جو مسافر ہو زکوٰۃ کا مال حلال ہے مذکور ہے۔"

تشریح: تاوان بھرنے والے غنی سے وہ مال دار اور غنی مراد ہے جسے کسی تاوان و جرمانے کے طور پر ایک بڑی رقم یا کسی مال کا ایک بڑا حصہ ادا کرنا ہے اگرچہ وہ مالدار ہے مگر اس کے ذمہ تاوان اور جرمانے کی جو رقم یا جو مال ہے وہ اس کے موجودہ مال و رقم سے بھی زیادہ ہے تو اس کے لئے جائز اور حلال ہے کہ وہ زکوٰۃ لے کر اس سے وہ تاوان پورا کرے اب وہ تاوان خواہ "دیت" کی صورت میں ہو یا یہ شکل ہو کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا قرضدار تھا اس نے طرفین کو لڑائی جھگڑے سے بچانے کے لئے یا کسی اور وجہ سے اس شخص کا قرض اپنے ذمہ لے لیا کہ اس کی طرف سے اس قرض کو میں ادا کروں گا اس کی وجہ سے وہ قرض دار ہو گیا یا پھر یہ شکل بھی مراد ہو سکتی ہے کہ وہ خود کسی کا قرض دار ہو اپنا قرض ادا کرنے کے لئے اسے رقم و مال کی ضرورت ہو ④ امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق وہ غازی جو غنی اور مالدار ہو زکوٰۃ لے سکتا ہے اور اسے زکوٰۃ لینی درست ہے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسے زکوٰۃ دینی جائز نہیں ہے کیونکہ دوسری احادیث میں مطلقاً غنی کو زکوٰۃ دینے سے منع فرمایا گیا ہے کہ غنی کے لئے صدقات کا مال حلال نہیں ہے پھر یہ کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جو حکم تحریر فرمایا تھا اس میں آپ ﷺ نے مطلقاً یہی ارشاد فرمایا تھا کہ (جس قوم میں تم گئے ہو) اس قوم کے مالداروں سے زکوٰۃ وصول کرو اسے ان کے فقراء و مساکین پر صرف کرو' چنانچہ وہ حدیث کہ جس میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مذکورہ حکم منقول ہے یہاں ذکر کی گئی حدیث سے زیادہ قوی ہے۔

ان کے علاوہ حدیث میں جو صورتیں ذکر کی گئی ہے وہ سب صورتیں متفقہ طور پر تمام ائمہ کے نزدیک درست ہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ وصول کرنے والے کو تو زکوٰۃ کا مال اس لئے لینا درست ہے کہ وہ اپنی محنت اور اپنے عمل کی اجرت لیتا ہے اس صورت میں اس کا فقر و غنا دونوں برابر ہیں۔ تاوان بھرنے والا اگرچہ غنی ہے لیکن اس پر جو قرض یا مطالبہ ہے وہ اس کے موجودہ مال سے زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کا مال نہ ہونے کے برابر ہے' اسی طرح باقی دونوں صورتوں کا معاملہ بھی ظاہر ہی ہے کہ زکوٰۃ جب مستحق زکوٰۃ کو مل گئی تو گویا وہ اپنے محل اور اپنے مصرف میں پہنچ گئی اور وہ مستحق زکوٰۃ اس مال کا مالک ہو گیا اب چاہے وہ اسے فروخت کر دے چاہے کسی کو تحفہ کے طور پر دے دے۔

قرآن کی رُو سے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف

۱۳/۱۷۲۷ وَعَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ فَذَكَرَ حَدِيْثًا طَوِيْلاً فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَعْطِنِيْ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَّلَا غَيْرِهٖ فِي الصَّدَقَاتِ حَتّٰى حَكَمَ فِيْهَا هُوَ فَجَزَّاَهَا ثَمَانِيَةَ اَجْزَاءٍ فَاِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْاَجْزَاءِ اَعْطَيْتُكَ۔

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲۸۱/۲ حدیث رقم ۱۶۳۰۔ والدارقطنی ۱۳۷/۲ حدیث رقم ۹ من باب الحث عن اخراج الصدقة۔

ترجمہ: ''اور حضرت زیاد ابن حارث صدائی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اس کے بعد زیاد رضی اللہ عنہ نے ایک طویل حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے زکوٰۃ کا مال عطا فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ تقسیم کرنے کے بارے میں کہ کسے کسے زکوٰۃ دی جائے۔ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نہ تو کسی نبی کے حکم پر راضی ہوا اور نہ اس کے علاوہ کسی اور کے حکم پر راضی ہوا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے آٹھ مصرف ذکر کئے ہیں اگر تم ان آٹھ میں سے ہو گے تم میں تمہیں زکوٰۃ کا مال دوں گا۔''

(ابوداؤد)

تشریح ❁ آیت کے مطابق مستحقین زکوٰۃ کی تعداد اس طرح ہے: ① فقیر ② مسکین ③ عاملین زکوٰۃ ④ مؤلفۃ القلوب (اس کے بارے میں بتایا جاچکا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تالیف قلب کا مصرف اب باقی نہیں رہا) ⑤ غلام ⑥ قرض داریا تاوان دینے والا ⑦ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا اسفر حج کا مسافر اور طالب علم ⑧ مسافرین۔

الفصل الثالث:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل

۱۴/۱۷۲۸ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ شَرِبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَبَنًا فَاَعْجَبَهٗ فَسَأَلَ الَّذِيْ سَقَاهُ مِنْ اَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ وَرَدَ عَلٰى مَاءٍ قَدْ سَمَّاهُ فَاِذَا نَعَمٌ مِنْ نَعَمِ الصَّدَقَةِ وَهُمْ يَسْقُوْنَ فَحَلَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا فَجَعَلْتُهٗ فِيْ سِقَائِيْ فَهُوَ هٰذَا فَاَدْخَلَ عُمَرُ يَدَهٗ فَاسْتَقَاءَ۔ (رواہ مالك والبيهقی فی شعب الا يمان)

اخرجه مالك فی الموطأ ۲۶۹/۱ حدیث رقم ۳۱ من كتاب الزكاة۔ والبيهقی فی شعب الايمان ۶۰/۵ حديث رقم ۵۷۷۱۔

ترجمہ: ''حضرت زید ابن اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دودھ نوش فرمایا تو انہیں اچھا لگا' جس شخص نے انہیں دودھ پلایا تھا اس سے انہوں نے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں کا ہے' اس نے انہیں بتایا کہ ایک پانی پر میں گیا' وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ زکوٰۃ کے بہت سے اونٹ موجود ہیں اور انہیں پانی پلایا جا رہا ہے' پھر اونٹ والوں نے اونٹوں کا تھوڑا سا دودھ نکالا اس میں سے تھوڑا سا دودھ میں نے مشک میں ڈال لیا یہ وہی دودھ ہے یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اپنے منہ میں ڈالا اور قے کر دی۔'' (مالک' بیہقی)

تشریح ۞ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل کمال تقویٰ اور انتہائی ورع کی بناء پر تھا ورنہ تو جہاں تک مسئلے کی بات ہے یہ تو بتایا ہی جا چکا ہے کہ اگر مستحق زکوٰۃ کے مال کا مالک ہو جانے کے بعد اسے کسی غیر مستحق زکوٰۃ کو ہبہ کر دے یا اسے تحفہ کے طور پر دے دے تو اسے استعمال میں لانا اور اسے کھانا جائز ہے چنانچہ ابھی گزشتہ صفحات میں بریرہ کا جو واقعہ گزرا ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کے جواز ہی کو بیان فرمایا تھا۔

بَابُ مَنْ لَّا تَحِلُّ لَهُ الْمَسْئَلَةُ وَمَنْ تَحِلُّ لَهٗ

جن لوگوں کو سوال کرنا جائز ہے اور جن کو جائز نہیں اُن کا بیان

علماء لکھتے ہیں کہ جس شخص کے پاس ایک دن کے بقدر بھی غذا اور ستر چھپانے کے بقدر کپڑا ہو تو اسے کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ بغیر ضرورت و حاجت مانگنا حرام ہے ہاں جس شخص کے پاس ایک دن کی بھی غذا اور ستر چھپانے کے بقدر بھی کپڑا نہ ہو تو اس کے لئے دست سوال دراز کرنا حلال ہے۔ جو محتاج و فقیر ایک دن کی غذا کا مالک ہو اور وہ کمانے کی قدرت رکھتا ہو اس کے لئے زکوٰۃ لینا تو حلال ہے مگر لوگوں کے آگے دست سوال دراز کرنا حرام ہے جس مسکین محتاج کو ایک دن کی غذا بھی میسر نہ ہو اور وہ کمانے کی قدرت بھی نہ رکھتا ہو تو اس کے لئے سوال کرنا حلال ہے۔

نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بغیر ضرورت و احتیاج کے لوگوں سے مانگنا ممنوع ہے البتہ جو شخص کمانے کی قدرت رکھتا ہو اس کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں چنانچہ زیادہ صحیح قول تو یہ ہے کہ ایسے شخص کو کہ جو کما کر اپنا گزارا کر سکتا ہو لوگوں کے آگے دست سوال دراز کرنے حرام ہے لیکن بعض حضرات مکروہ کہتے ہیں وہ بھی تین شرطوں کو ساتھ' اول یہ کہ دست سوال دراز کر کے اپنے آپ کو ذلیل نہ ہونے دے' دوم الحاح یعنی مانگنے میں مبالغہ سے کام نہ لے' سوم یہ کہ جس شخص کے آگے دست سوال دراز کر رہا ہے اسے تکلیف و ایذاء نہ پہنچائے اگر ان تین شرطوں میں سے ایک بھی پوری نہ ہو تو پھر سوال کرنا بالاتفاق حرام ہوگا۔

ابن مبارکؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا "جو سائل" لوجہ اللہ کہہ کر سوال کرے تو مجھے اچھا نہیں لگتا کہ اسے کچھ دیا جائے کیونکہ دنیا اور دنیا کی چیزیں کمتر و حقیر ہیں' جب اس نے دنیا کی کسی چیز کے لئے "لوجہ اللہ" کہہ کر سوال کیا تو گویا اس نے چیز کی تعظیم و توقیر کی جسے اللہ تعالیٰ نے کمتر و حقیر قرار دیا ہے' لہٰذا ایسے شخص کو از راہ زجر و تنبیہ کچھ نہ دیا جائے اور اگر کوئی شخص یہ کہہ کر سوال کرے کہ "بحق خدا یا بحق محمد" تو اسے کچھ دینا واجب نہیں ہوتا اگر کوئی شخص اپنی کوئی غلط اور جھوٹی حاجت و ضرورت ظاہر کر کے کسی سے کوئی چیز لے تو وہ اس چیز کا مالک نہیں ہوتا (گویا وہ چیز اس کے حق میں ناجائز و حرام ہوتی ہے) اسی طرح کوئی شخص کسی سے یہ کہے کہ میں سید ہوں اور مجھے فلاں چیز کی یا اتنے روپیہ کی ضرورت ہے اور وہ شخص سائل کو سید سمجھ کر اس کا سوال پورا کر دے مگر حقیقت میں وہ سید نہ ہو تو وہ بھی (اس مانگی ہوئی چیز) کا مالک نہیں ہوتا جس کے نتیجے میں وہ چیز اس کے حق میں ناجائز و حرام ہوتی ہے۔

ایسے ہی اگر کوئی شخص کسی سائل کو نیک بخت وصالح سمجھ کر کوئی چیز دے دے حالانکہ وہ سائل باطنی طور پر ایسا گنہگار ہے کہ اگر دینے والے کو اس کے گناہ کا پتہ چل جاتا تو اسے وہ چیز نہ دیتا تو اس صورت میں بھی سائل اس چیز کا مالک نہیں ہوتا وہ چیز اس کے لئے حرام ہے اور اس چیز کو اس کے مالک کو واپس کر دینا اس پر واجب ہوگا اگر کوئی شخص کسی کو اس کی بدزبانی یا اس کی چغل خوری کے مضر اثرات سے بچنے کے لئے کوئی چیز دے تو وہ چیز اس کے حق میں حرام ہوگی۔

اگر کوئی فقیر کسی شخص کے پاس مانگنے کے لئے آئے اور وہ اس کے ہاتھ پیر چومے تاکہ وہ اس کی وجہ سے اس کا سوال پورا کر دے تو یہ مکروہ ہے بلکہ اس شخص کو چاہیے کہ وہ فقیر کو ہاتھ پیر نہ چومنے دے۔

ان سائل اور فقیروں کو کچھ بھی نہ دینا چاہئے جو نقارہ ڈھول یا ہارمونیم وغیرہ بجاتے ہوئے دروازوں پر مانگتے پھرتے ہیں اور مطرب یعنی ڈوم تو سب سے بدتر ہے۔

الفصل الاول:

اشد ضرورت کے تحت سوال کرنا جائز ہے

۱/۱۷۲۹ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ قَالَ تَحَمَّلْتُ حَمَّالَةً فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُهُ فِيْهَا فَقَالَ اَقِمْ حَتّٰى تَاْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَاْمُرَلَكَ بِهَا ثُمَّ قَالَ يَا قَبِيْصَةَ اَنَّ الْمَسْاَلَةَ لَا تَحِلُّ اِلَّا لِاَحَدِ ثَلَاثَةِ رَّجُلٍ تَحَمَّلَ حَمَّالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰى يُصِيْبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ وَرَجُلٍ اَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اِجْتَاحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰى يُصِيْبَ قِوَامًا مِّنْ عَيْشٍ اَوْ قَالَ سِدَادًا مِّنْ عَيْشٍ وَرَجُلٍ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتّٰى يَقُوْمَ ثَلَاثَةٌ مِّنْ ذَوِى الْحِجٰى مِنْ قَوْمِهٖ لَقَدْ اَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰى يُصِيْبَ قِوَامًا مِّنْ عَيْشٍ اَوْ قَالَ سِدَادًا مِّنْ عَيْشٍ فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْاَلَةِ يَا قَبِيْصَةُ سُحْتٌ يَاكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في في صحيحه ۷۲۲/۲ حديث رقم (۱۰۹۔ ۱۰۴۴)۔ وابوداؤد فى السنن ۲۹۰/۲ حديث رقم ۱۶۴۰۔ والنسائى ۸۹/۵ حديث رقم ۲۵۸۰۔ والدارمى ۴۸۷/۱ حديث رقم ۱۶۷۸۔ واحمد فى المسند ۴۷۷/۳۔

ترجمہ: "حضرت قبیصہ ابن مخارق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک ایسے قرضہ کی ضمانت لی جو دیت کی وجہ سے تھا چنانچہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ادائیگی قرض کے لئے کچھ رقم یا مال کا سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کچھ دن ٹھہرے رہو جب ہمارے پاس زکوٰۃ کا مال آئے گا تو اس میں سے تمہیں دینے کے لئے کہہ دیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبیصہ! تین طرح کے لوگوں کے لئے سوال کرنا جائز ہے' ایک تو اس شخص کے لئے جو کسی کے قرض کا ضامن بن گیا ہو بشرطیکہ مانگنے میں مبالغہ نہ کرے بلکہ اتنے ہی مال یا رقم کا سوال کرے کہ اس سے قرضہ کو ادا کر دے اور اس کے بعد پھر نہ مانگے' دوسرے اس شخص کے لئے جو کسی آفت و مصیبت میں مبتلا ہو جائے اور اس کا تمام مال ہلاک وضائع ہو جائے' چنانچہ اس کے لئے اس قدر مانگنا جائز ہے جس سے اس کی ضرورت پوری ہو جائے یا فرمایا کہ اس کی محتاجگی دور ہو جائے اور اس کی زندگی کے لئے سہارا ہو جائے' تیسرے اس شخص کے لئے جو غنی ہو مگر اس کو کوئی ایسی سخت حاجت پیش آجائے جسے اہل محلہ بھی جانتے ہوں مثلاً گھر کا تمام مال و اسباب چوری ہو جائے یا اور کسی مصیبت و

حادثے سے دوچار ہونے کی وجہ سے ضرورت مند بن جائے اور قوم کے تین صاحب عقل وفراست لوگ اس بات کی شہادت دیں کہ واقعی اسے سخت حاجت پیش آ گئی ہے تو اس کے لئے اس قدر مانگنا جائز ہے جس سے اس کی ضرورت پوری ہو جائے یا فرمایا کہ اس کی وجہ سے اس کی محتاجگی دور ہو جائے اور اسکی زندگی کا سہارا ہو جائے۔ قبیصہ! ان تین کے علاوہ کسی اور کو سوال کرنا حرام ہے اگر کوئی شخص ان تین مجبوریوں کے علاوہ دست سوال دراز کر کے کسی سے کچھ لے کر کھاتا ہے تو وہ حرام کھاتا ہے۔'' (مسلم)

تشریح ''حمالہ'' اس مال کو کہتے ہیں جو کسی شخص پر دیت کے طور پر کچھ لوگوں کو دینا ضروری ہو اور کوئی دوسرا شخص اس مال کی عدم ادائیگی کی بناء پر آپس کے لڑائی جھگڑے کو نمٹانے کے لئے درمیان میں پڑ جائے اور وہ مال اپنے ذمہ لے لے اور اس کی وجہ سے قرض دار ہو جائے۔

حدیث کے آخر میں ''تین صاحب عقل وفراست لوگوں کی شہادت'' کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ احتیاج وضرورت کے واقعی اور حقیقی ہونے کے لئے بطور مبالغہ ہے، نیز اس بات کا احساس پیدا کرنے کے لئے ہے کہ لوگ دست سوال دراز کرنے کو آسان نہ سمجھیں اور اس برے فعل سے بچتے رہیں۔

اپنے حال میں اضافہ کے لئے مانگنے پر وعید

۲/۱۷۳۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ النَّاسَ اَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَاِنَّمَا یَسْاَلُ جَمْرًا فَلْیَسْتَقِلَّ اَوْ لِیَسْتَكْثِرْ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۷۲۰/۲ حدیث رقم (۱۰۵۔ ۱۰۴۱)۔ وابن ماجه فی السنن ۵۸۹/۱ حدیث رقم ۱۸۳۸۔

ترجمہ: ''اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص مال میں اضافہ کی خاطر لوگوں کے مال میں سے کچھ مانگتا ہے تو وہ گویا آگ کا انگارا مانگتا ہے اب وہ چاہے کم مانگے یا زیادہ مانگے۔'' (مسلم)

تشریح اضافہ مال کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی احتیاج وضرورت کی بناء پر نہیں بلکہ محض اس لئے لوگوں کے آگے دست سوال دراز کرتا ہے تا کہ اس کا مال زیادہ ہو جائے۔

''آگ کے انگارے'' سے مراد دوزخ کی آگ کا انگارہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص جو اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے نہیں بلکہ محض اضافہ مال کی خاطر کسی سے کچھ مانگتا ہے تو وہ اپنی اس ہوسنا کی کی اور حرص وطمع کی وجہ سے دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا۔ خواہ تم سے کم مال مانگے یا زیادہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تنبیہ ارشاد فرمایا اس کی وضاحت یہ ہے کہ بلاضرورت لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانا دنیاوی اور اخروی اعتبار سے بہر صورت نقصان دہ اور باعث ذلت ورسوائی ہے خواہ وہ کسی حقیر و کمتر چیز کے لئے ہاتھ پھیلائے خواہ کسی قیمتی اور اعلیٰ چیز کے لیے دست سوال دراز کرے۔

بلاضرورت مانگنے والوں کا قیامت کے دن حشر

۳/۱۷۳۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَسْاَلُ النَّاسَ

حَتّٰی یَاْتِیَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لَیْسَ فِیْ وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۳۸/۳۔ حدیث رقم ۱۴۷۴۔ ومسلم فی صحیحه ۷۲۰/۲ حدیث رقم (۱۰۴۔ ۱۰۴۰)۔ والنسائی فی السنن ۹۴/۵ حدیث رقم ۲۵۸۵۔ واحمد فی المسند ۱۵/۲۔

ترجمہ: ''اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہمیشہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتا رہے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں ہوگا کہ اس کے منہ پر گوشت کی بوٹی نہ ہوگی۔''

(بخاری و مسلم)

تشریح مطلب یہ ہے کہ جو لوگ بلا ضرورت محض پیشے کے طور پر بھیک مانگتے اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھرتے ہیں وہ قیامت کے روز میدان حشر میں ذلیل ورسوا کر کے لائیں جائیں گے یا حقیقتاً ان کا یہ حال ہوگا کہ ان کی اس برائی اور غلط فعل کی سزا کے طور پر ان کے منہ پر گوشت نہیں ہوگا اس طرح وہ میدان حشر میں مخلوق خدا کے درمیان یہ کہہ کر بے آبرو اور رسوا کئے جائیں گے کہ یہ دنیا میں بھیک مانگتے پھرا کرتے تھے' آج انہیں اس کی یہ سزا مل رہی ہے۔

سوال ضرورت کے تحت کیا جائے

۴/۱۷۳۲ وَعَنْ مُعَاوِیَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُلْحِفُوْا فِی الْمَسْئَلَةِ فَوَاللّٰهِ لَا یَسْأَلُنِیْ اَحَدٌ مِّنْکُمْ شَیْئًا فَتُخْرِجُ لَهٗ مَسْأَلَتُهٗ مِنِّیْ شَیْئًا وَاَنَا لَهٗ کَارِهٌ فَیُبَارِکُ لَهٗ فِیْمَا اَعْطَیْتُهٗ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۷۱۸/۲ حدیث رقم (۹۹۔ ۱۰۳۸)۔ والنسائی فی السنن ۹۷/۵ حدیث رقم ۲۵۹۳۔ والدارمی فی السنن ۴۷۴/۱ حدیث رقم ۱۶۴۴۔ واحمد فی المسند ۹۸/۴۔

ترجمہ: ''اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مانگنے میں مبالغہ نہ کرو' خدا کی قسم! تم میں سے جو بھی شخص مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے اس حال میں کچھ نکال کر دیتا ہوں کہ میں اسے دینا برا سمجھتا ہوں اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ جو چیز میں نے اسے دی ہے اس میں برکت ہو۔'' (مسلم)

تشریح مطلب یہ ہے کہ جو شخص انتہائی مبالغہ کے ساتھ میرے سامنے دست سوال دراز کرتا ہے اگرچہ مجھ سے اس کا سوال ٹھکرایا نہیں جاتا اور میں اسے دے دیتا ہوں مگر میری طرف سے ناخوشی کے ساتھ دی گئی چیز اور برکت دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہوتے لہٰذا ناخوشی کے ساتھ جو چیز دیتا ہوں اس میں برکت نہیں ہوتی۔

محنت مزدوری کرنا دستِ سوال دراز کرنے سے بہتر ہے

۵/۱۷۳۳ وَعَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یَاْخُذَ اَحَدُکُمْ حَبْلَهٗ فَیَاْتِیَ بِحُزْمَةِ حَطَبٍ عَلٰی ظَهْرِهٖ فَیَبِیْعَهَا فَیَکُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَسْأَلَ النَّاسَ اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۳۵/۳۔ حدیث رقم ۱۴۷۱۔ والنسائی فی السنن ۹۳/۵ حدیث رقم ۲۵۸۴۔ وابن ماجه ۵۸۸/۱ حدیث رقم ۱۸۳۶۔

ترجمہ: ''اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایک رسّی اور لکڑیوں کا ایک گٹھا پشت پر لاد کر آئے اور اسے فروخت کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی عزت و آبرو کو برقرار رکھے جو مانگنے سے جاتی تھی تو یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور لوگ اسے دیں یا نہ دیں۔'' (بخاری)

دینے والا ہاتھ مانگنے والے ہاتھ سے بہتر ہے

۶/۱۷۳۴ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِىْ ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَاَعْطَانِىْ ثُمَّ قَالَ لِي يَا حَكِيْمُ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ اَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ وَمَنْ اَخَذَهُ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَّمْ يُبَارِكْ لَهُ فِيْهِ وَكَانَ كَالَّذِىْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى قَالَ حَكِيْمٌ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَاُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۳۵/۳۔ حدیث رقم ۱۴۷۲۔ ومسلم فی صحیحه ۷۱۷/۲ حدیث رقم (۹۶۔ ۱۰۳۵)۔ والترمذی فی السنن ۵۵۳/۴ حدیث رقم ۲۴۶۳۔ والنسائی ۱۰۰/۵ حدیث رقم ۲۶۰۱۔ والدارمی ۴۷۵/۱ حدیث رقم ۱۴۷۲ واحمد فی المسند ۴۳۴/۳۔

ترجمہ: ''اور حضرت حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمادیا' میں نے پھر دوبارہ مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بھی عطا کیا اور پھر مجھ سے فرمایا کہ حکیم! یہ مال سبز و شیریں ہے لہٰذا جو شخص اس مال کو بے پروائی سے حاصل کرتا ہے تو اس میں برکت عطا فرمائی جاتی ہے اور جو شخص اسے نفس کے طمع و حرص کے ساتھ حاصل کرتا ہے تو اس میں برکت نہیں ہوتی اور اس کی حالت اس شخص کی مانند ہوتی ہے جو کھانا تو کھاتا ہے مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور یاد رکھو کہ اوپر کا ہاتھ یعنی دوسروں کا دینے والا ہاتھ نیچے کے ہاتھ یعنی دوسروں سے مانگنے والے سے بہتر ہوتا ہے حکیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' میں اب کسی کے مال میں سے کچھ کم نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں اس دنیا سے جدا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

۷/۱۷۳۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْاَلَةِ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَالْيَدُ الْعُلْيَا هِىَ الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلٰى هِىَ السَّائِلَةُ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۹۴/۳۔ حدیث رقم ۱۴۲۹۔ ومسلم فی صحیحه ۷۱۷/۲ حدیث رقم (۹۴۔ ۱۰۳۳)۔ وابوداؤد فی السنن ۲۹۷/۲ حدیث رقم ۱۶۴۸۔ والنسائی ۶۱/۵ حدیث رقم ۲۵۳۳۔ ومالك فی الموطأ ۹۹۸/۲۔ حدیث رقم ۸ من کتاب الصدقة واحمد فی المسند ۶۷/۲۔

ترجمہ: ''اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے اور

صدقہ کا ذکر بیان کر رہے تھے اور سوال سے بچنے کے بارے میں خطبہ دے رہے تھے یہ ارشاد فرمایا کہ اوپر کا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے' اوپر کا ہاتھ خرچ کرنے والا اور لوگوں کو دینے والا ہاتھ ہے اور نیچے کا ہاتھ مانگنے والا یعنی سائل کا ہاتھ ہے۔" (بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ سوال نہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے

۸/۱۷۳۶ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ اَنَّ اُنَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاھُمْ ثُمَّ سَاَلُوْہُ فَاَعْطَاھُمْ حَتّٰی نَفِدَ مَا عِنْدَہٗ فَقَالَ مَا یَکُوْنُ عِنْدِیْ مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَہٗ عَنْکُمْ وَمَنْ یَّسْتَعِفَّ یُعِفَّہُ اللّٰہُ وَمَنْ یَّسْتَغْنِ یُغْنِہِ اللّٰہُ وَمَنْ یَّتَصَبَّرْ یُصَبِّرْہُ اللّٰہُ وَمَا اُعْطِیَ اَحَدٌ عَطَاءً ھُوَ خَیْرٌ وَّاَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٣٣٥/٣ حديث رقم ١٤٦٩۔ ومسلم في صحيحه ٧٢٩/٢ حديث رقم (١٢٤۔ ١٠٥٣)۔ وابوداوٗد في السنن ٢٩٥/٣ حديث رقم ١٦٤٤۔ والترمذي ٣٢٨/٤ حديث رقم ٢٠٢٤۔ والنسائي ٩٥/٥ حديث رقم ٢٥٨٨۔ والدارمي ٤٧٤/١ حديث رقم ١٦٤٦۔ ومالك في الموطأ ٩٩٧/٢ حديث رقم ٧ من كتاب الصدقة واحمد في المسند ١٢/٣۔

ترجمہ: "اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن انصار میں سے چند لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عطا فرما دیا۔ انہوں نے پھر مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی دے دیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کچھ تھا سب ختم ہو گیا' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جو کچھ مال بھی ہو گا میں تم سے بچا کر اس کا ذخیرہ نہیں کروں گا اور یاد رکھو کہ جو شخص لوگوں سے سوال کرنے سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بری باتوں سے بچاتا ہے اور اسے لوگوں کا محتاج نہیں کرتا اس طرح اس کی خودداری کو باقی رکھتا ہے' نیز جو شخص انتہائی معمولی چیز پر بھی قناعت کرتا ہے اور کسی سے سوال نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے قناعت آسان کر دیتا ہے اور جو شخص بے پروائی ظاہر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بے پرواہ بنا دیتا ہے یعنی جو شخص دوسروں کے مال وزر سے بے پروا ہوتا ہے اور ہاتھ پھیلانے سے بچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور جو شخص صبر کا طالب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے صبر عطا فرماتا ہے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے صبر کی توفیق طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے صبر آسان کر دیتا ہے اور یاد رکھو کہ صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع کوئی دوسری چیز عطا نہیں کی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام عطا و بخشش میں صبر سب سے بہتر عطا ہے۔"

جو چیز بغیر لالچ اور خواہش کے ملے قبول کرنی چاہیے

۹/۱۷۳۷ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْطِیْنِی الْعَطَاءَ فَاَقُوْلُ اَعْطِہٖ اَفْقَرَ اِلَیْہِ مِنِّیْ فَقَالَ خُذْہُ فَتَمَوَّلْہُ وَتَصَدَّقْ بِہٖ فَمَا جَآءَ کَ مِنْ ھٰذَا الْمَالِ وَاَنْتَ غَیْرُ مُشْرِفٍ وَّلَا سَآئِلٍ فَخُذْہُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْہُ نَفْسَکَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٣٣٧/٣۔ حديث رقم ١٤٧٣۔ ومسلم في صحيحه ٧٢٣/٢ حديث رقم (١١٠۔ ١٠٤٥)۔

والنسائي في السنن ۵/۱۰۵ حديث رقم ۲۶۰۸۔ واحمد في المسند ۱/۱۷۔

ترجمہ: ''اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے زکوۃ وصول کرنے کی اجرت عطا فرماتے تو میں عرض کرتا کہ یہ اس شخص کو دے دیجئے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں فرماتے کہ اگر تمہیں حاجت وضرورت ہوتو اسے لے کر اپنے مال میں شامل کرلو اور اگر حاجت وضرورت سے زیادہ ہوتو خدا کی راہ میں خیرات کر دو نیز یہ بھی فرماتے کہ جو چیز تمہیں بغیر طمع وحرص اور بغیر مانگے حاصل ہو اسے قبول کرلو اور جو چیز اس طرح یعنی بغیر طمع وحرص اور بغیر سوال کے ہاتھ نہ لگے تو اس کے پیچھے مت پڑو۔'' (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز بغیر طمع وحرص اور بغیر مانگے حاصل نہ ہو اس کے حاصل کرنے کے لئے طمع نہ کرو اور نہ اس کے منتظر رہو جیسا کہ کہہ دیا جاتا ہے کہ لا ردو لا کد۔

ایک دوسری حدیث میں منقول ہے کہ ''جس شخص کو کوئی مال یا کوئی چیز بغیر طمع وحرص کے حاصل ہو اور وہ اسے واپس کر دے تو گویا وہ چیز اللہ کو واپس کر دی یعنی اللہ عزوجل کی ایک نعمت کو ٹھکرا دیا''۔

ایک سبق آموز واقعہ:

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام احمدؒ بازار گئے اور وہاں سے انہوں نے کچھ سامان خریدا جسے بنان جلال اٹھا کر احمدؒ کے ساتھ ان کے گھر لائے جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں روٹیاں ٹھنڈی ہونے کے لئے کھلی ہوئی رکھی تھیں، حضرت امام احمدؒ نے اپنے صاحبزادے کو حکم دیا کہ ایک روٹی بنان کو دے دیں، صاحبزادے نے جب بنان کو روٹی دی تو انہوں نے انکار کر دیا، بنان جب گھر سے باہر نکل گئے اور واپس چل دیئے تو امام احمدؒ نے صاحبزادے سے کہا کہ اب ان کے پاس جاؤ اور انہیں روٹی دے دو صاحبزادے نے باہر جا کر بنان کو روٹی دی تو انہوں نے فوراً قبول کر لیا۔ انہیں بڑا تعجب ہوا کہ پہلے تو روٹی لینے سے صاف انکار کر دیا اور اب فوراً قبول کر لیا آخر یہ ماجرا کیا ہے! انہوں نے حضرت امام احمدؒ سے اس کا سبب پوچھا تو امام صاحب نے فرمایا کہ ''بنان جب گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے کھانے کی ایک عمدہ چیز دیکھی بتقاضائے طبیعت بشری انہیں اس کی خواہش ہوئی اور دل میں اس کی طمع پیدا ہوگئی اس لئے جب تم نے انہیں روٹی دی تو انہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ اپنی طمع وخواہش کے تابع بن جائیں انہوں نے روٹی لینے سے انکار کر دیا مگر جب وہ باہر چلے گئے اور اس روٹی سے قطع نظر کر کے اپنا راستہ پکڑا اور پھر تم نے جا کر وہ روٹی دی تو اب چونکہ وہ روٹی انہیں بغیر طمع وخواہش اور غیر متوقع طریقے پر حاصل ہو رہی تھی اس لئے انہوں نے اسے خدا کی نعمت سمجھ کر فوراً قبول کر لیا۔

الفصل الثانی:

سوال کرنے والوں کو تنبیہ

۱۷۳۸/۱۰ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَسَآئِلُ كُدُوْحٌ يَّكْدَحُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهٗ فَمَنْ شَآءَ اَبْقٰى عَلٰى وَجْهِهٖ وَمَنْ شَآءَ تَرَكَهٗ اِلَّا اَنْ يَّسْأَلَ الرَّجُلُ ذَا سُلْطَانٍ اَوْفِىْ اَمْرٍ

لَا یَجِدُ مِنْهُ بُدًّا۔ (رواہ ابوداود والترمذی والنسائی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲۸۹/۲ حدیث رقم ۱۶۳۹۔ والترمذی ۶۵/۳۔ حدیث رقم ۶۸۱۔ والنسائی ۱۰۰/۵ حدیث رقم ۲۵۹۹۔ واحمد فی المسند ۲۲/۵۔

ترجمہ: ''حضرت سمرہ ابن جندب روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سوال کرنا ایک زخم ہے جس کے ذریعے انسان اپنا منہ زخمی کرتا ہے بایں طور کہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا اپنی عزت وآبرو کو خاک میں ملاتا ہے کہ یہ اپنے منہ کو زخمی کرنے ہی کے مترادف ہے لہٰذا جو شخص اپنی عزت وآبرو باقی رکھنا چاہے' اس کو چاہیے کہ وہ سوال سے شرم کرے اور کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلا کر اپنی عزت وآبرو کو باقی رکھے اور کوئی شخص اپنی آبرو باقی رکھنا ہی نہیں چاہتا تو وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلا کر اپنی عزت خاک میں ملائے یعنی اسے باقی نہ رکھے یہ گویا سوال کرنے والے کے لئے تہدید اور تنبیہ ہے کہ کسی سے سوال نہ کرنا چاہیے۔ ہاں! اگر سوال ہی کرنا ہے تو پھر حاکم سے سوال کرے یا ایسی صورت میں سوال کرے کہ اس کے لئے کوئی واقعی ضرورت اور مجبوری ہو۔'' (ابوداوٗد' ترمذی' نسائی)

تشریح ۞ مطلب یہ ہے کہ اگر تم سوال ہی کرو تو کم سے کم ایسے شخص سے تو کرو جس پر تمہارا حق بھی ہے اور وہ حاکم یا بادشاہ ہے کہ جس کے تصرف میں بیت المال اور خزانہ ہو تم ان سے اپنا حق مانگو' اگر تم مستحق ہو گے وہ تمہیں بیت المال سے دیں گے۔

عطاءِ سلطانی کو قبول کرنے کے بارے میں اختلاف:

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں اختلافی اقوال ہیں کہ آیا عطاء سلطانی یعنی بادشاہ وحاکم کا عطیہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ اس بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ اگر بیت المال اور خزانے میں حرام مال زیادہ ہو تو اس میں سے کچھ مانگنا یا اس سے عطیہ سلطانی قبول کرنا حرام ہے اور اگر ایسی صورت نہ ہو تو پھر حلال ہے۔

حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی واقعی مجبوری اور ضرورت ہو کہ کسی سے مانگے بغیر چارہ کار نہ ہو مثلاً کسی کا ضامن بن گیا ہو' طوفان وسیلاب کی وجہ سے کھیتی باڑی تباہ ہو گئی ہو' یا کسی حادثے ومصیبت کی وجہ سے نوبت فاقوں تک پہنچ گئی ہو تو ایسی صورتوں میں سوال کرنے کی اجازت ہے بلکہ اگر کوئی شخص حالت اضطراری کو پہنچ گیا ہو خواہ وہ اضطراری حالت کپڑے کی طرف سے ہو کہ ستر چھپانے کو کپڑا نہ ہو یا کھانے کی طرف سے ہو کہ شدت بھوک سے جان نکلی جاتی ہو تو پھر ایسی صورت میں کسی سے مانگ کر اپنی اضطراری حالت کو دور کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اس شخص کے لئے بھی سوال کرنا واجب ہوتا ہے جو حج کی استطاعت رکھتا تھا مگر حج نہیں کیا یہاں تک کہ مفلس ہو گیا تو اب اسے چاہئے کہ وہ لوگوں سے سفر خرچ مانگ کر حج کے لئے جائے۔

بلا ضرورت مانگنے والوں کا حشر

۱۱/۱۷۳۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ وَلَهُ مَا يُغْنِيْهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَسْأَلَتُهُ فِيْ وَجْهِهِ خُمُوْشٌ اَوْخُدُوْشٌ اَوْ كُدُوْحٌ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا يُغْنِيْهِ

قَالَ خَمْسُوْنَ دِرْهَمًا اَوْقِيْمَتُهَا مِنَ الذَّهَبِ (رواه ابو داود والترمذی والنسائی وابن ماجة والدارمی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲۷۷/۲ حدیث رقم ۱۶۲۶۔ والترمذی فی السنن ۴۰/۳ حدیث رقم ۶۵۰۔ والنسائی ۹۷/۵ حدیث رقم ۲۵۹۲۔ وابن ماجه ۵۸۹/۱ حدیث رقم ۱۸۴۰۔ والدارمی ۴۷۲/۱ حدیث رقم ۱۶۴۰۔

ترجمہ: ''اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص لوگوں سے ایسی چیز کی موجودگی میں سوال کرے جو اسے مستغنی بنا دینے والی ہو تو وہ قیامت کے دن اس حال میں پیش ہوگا کہ اس کے منہ پر اس کا سوال بصورت خموش یا خدوش یا کدوح ہوگا۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مستغنی بنانے والی کیا چیز ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچاس درہم یا اس قیمت کا سونا۔'' (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

تشریح ''خموش'' جمع ہے ''خمش'' کی ''خدوش'' جمع ہے ''خدش'' کی اور کدوح جمع ہے ''کدح'' کی بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ تمام الفاظ قریب المعنی ہیں بایں طور کی ان سب کے معنی کا حاصل ''زخم'' ہے گویا حدیث میں لفظ ''او'' راوی کا شک ظاہر کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں میں سے کوئی ایک لفظ ارشاد فرمایا ہے۔

لیکن دوسرے بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ تینوں الفاظ متبائن ہیں یعنی ان تینوں کے الگ الگ معنی ہیں خموش کے معنی ہیں لکڑی کے ذریعے کھال چھیلنا، خمش کے معنی ہیں ناخن کے ذریعے کھال چھیلنا اور کدح کے معنی ہیں دانتوں کے ذریعے کھال اتارنا۔ گویا اس طرح قیامت کے روز سائلین کے تفاوت احوال کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص کم سوال کرے گا اس کے منہ پر ہلکا زخم ہوگا، جو شخص بہت زیادہ سوال کرے گا اس کے منہ پر بہت گہرا زخم ہوگا جو شخص سوال کرنے میں درمیانی راہ اختیار کرے گا اس کے منہ پر زخم بھی درمیانی درجے کا ہوگا۔

غنی کون کہلا سکتا ہے

۱۷۴۰/۱۲ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ وَعِنْدَهُ مَا يُغْنِيْهِ فَاِنَّمَا يَسْتَكْثِرُ مِنَ النَّارِ قَالَ النُّفَيْلِيُّ وَهُوَ اَحَدُ رُوَاتِهِ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ وَمَا الْغِنَى الَّذِيْ لَا تَنْبَغِيْ مَعَهُ الْمَسْأَلَةُ قَالَ قَدْرَمَا يُغَدِّيْهِ وَيُعَشِّيْهِ وَقَالَ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ اَنْ يَكُوْنَ لَهُ شِبْعُ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ وَّيَوْمٍ۔

(رواه ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲۸۰/۲ حدیث رقم ۱۶۲۹۔ واحمد فی المسند ۱۸۰/۴۔

ترجمہ: ''اور حضرت سہل ابن حنظلیہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس اتنا مال ہو جو اس کو مستغنی کر دے مگر وہ اس کے باوجود لوگوں سے سوال کرتا ہے تو گویا وہ زیادہ آگ مانگتا ہے یعنی جو شخص بغیر ضرورت وحاجت کے لوگوں سے مانگ مانگ کر مال وزر جمع کرتا ہے تو وہ گویا دوزخ کی آگ جمع کرتا ہے۔ نفیلیؒ نے ایک اور جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب اس طرح نقل کیا ہے کہ اس کے پاس ایک دن یا ایک رات کے بقدر خوراک ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک دن فرمایا ہے یا ایک رات اور ایک رات فرمایا ہے۔'' (ابوداؤد)

تشریح ''صبح اور شام کے کھانے کے بقدر'' مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے پاس اتنی مقدار میں غذائی ضروریات

موجود ہوں کہ وہ ایک دن ورات اپنا پیٹ بھر سکے تو وہ غنی کہلائے گا یعنی اس کیلئے اب جائز نہیں ہوگا کہ وہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلائے۔

ابھی اس سے پہلے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو روایت گزری ہے اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ مال کی تعداد کہ جس کی وجہ سے آدمی مستغنی ہو جائے اور کسی سے سوال نہ کرے' پچاس درہم ہے یعنی جو شخص پچاس درہم کا مالک ہوگا اس کے لئے کسی سے سوال کرنا حرام ہوگا یہاں جو یہ روایت نقل کی گئی ہے اس میں یہ مقدار ''صبح وشام کے کھانے کے بقدر'' بیان کی گئی ہے' اور اس کے بعد حضرت عطاء ابن یسار رضی اللہ عنہ کی جو روایت آرہی ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص ایک اوقیہ یعنی چالیس درہم کا مالک ہو وہ مستغنی کہلائے گا اس کے لئے کسی سے سوال کرنا مطلقاً جائز نہیں ہوگا۔

گویا یہ تین روایتیں ہیں جن میں باہم اختلاف ہے لہٰذا حضرت امام احمدؒ، امام مبارکؒ اور اسحاقؒ کا عمل تو پہلی روایت پر ہے جو ابن مسعودؓ سے منقول ہے' بعض علماء نے تیسری روایت کو معمول بہ قرار دیا ہے جو عطا ابن یسار سے منقول ہے اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری روایت کو اپنے مسلک کی بنیاد قرار دیا ہے جو سہل ابن حنظلیہ سے منقول ہے لہٰذا حضرت امام اعظمؒ کا یہی مسلک ہے کہ جو شخص ایک دن کی غذائی ضروریات کا مالک ہوگا وہ مستغنی کہلائے گا اور اس کے لئے کسی سے سوال کرنا حرام ہوگا' گویا حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک یہ حدیث دوسری احادیث کے لئے ناسخ ہے۔ واللہ اعلم

لوگوں سے بطریق الحاح نہ مانگا جائے

۱۳/۱۷۴۱ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ بَنِيْ اَسَدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ مِنْكُمْ وَلَهُ اُوْقِيَّةٌ اَوْعَدْلُهَا فَقَدْ سَأَلَ اِلْحَافًا۔ (رواہ مالک وابو داوٗد والنسائی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲۷۸/۲ حدیث رقم ۱۶۲۷۔ والنسائی ۹۸/۵ حدیث رقم ۲۵۹۶ واحمد فی المسند ۴۳۰/۵۔

ترجمہ: ''اور حضرت عطاء ابن یسار قبیلہ بنو اسد کے ایک شخص سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو شخص ایک اوقیہ کا یا اس کے قیمت کے بقدر سونا وغیرہ کا مالک ہو اور اس کے باوجود وہ لوگوں سے مانگے تو اس نے گویا بطریق الحاح سوال کیا۔'' (مالک' ابوداؤد' نسائی)

تشریح ❁ بطریق الحاح کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اضطراری کیفیت کے علاوہ اور بلاضرورت نیز انتہائی مبالغہ کے ساتھ لوگوں سے مانگا جو ممنوع ہے اور برا ہے' چنانچہ قرآن کریم میں فقراء کی بایں طور تعریف کی گئی ہے:

ولا یسئلون الناس الحافا ''وہ لوگوں سے بطریق الحاح نہیں مانگتے۔''

انتہائی ضرورت کے علاوہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلایا جائے

۱۴/۱۷۴۲ وَعَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ اِلَّا لِذِيْ فَقْرٍ مُّدْقِعٍ اَوْ غُرْمٍ مُّفْظِعٍ وَّمَنْ سَأَلَ النَّاسَ لِيُثْرِيَ بِهٖ مَالَهٗ كَانَ خُمُوْشًا فِيْ وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرَضْفًا يَّاْكُلُهٗ مِنْ جَهَنَّمَ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُقِلَّ وَمَنْ شَآءَ فَلْيُكْثِرْ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴۳/۳ حدیث رقم ۶۵۳۔

ترجمہ: ''اور حضرت حبشی ابن جنادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہ تو غنی کے لئے اور نہ تندرست و توانا اور صحیح الاعضاء کے لئے مانگنا حلال ہے ہاں فقیر کے لئے مانگنا حلال ہے جسے زمین پر ڈال دیا گیا ہو اسی طرح اس قرض دار کے لئے بھی مانگنا حلال ہے جو بھاری قرض کے نیچے دبا ہو جو شخص صرف اس لئے لوگوں سے مانگے کہ اپنے مال و زر میں زیادتی ہو تو قیامت کے دن اس کا مانگنا اس کے منہ پر زخم کی صورت میں ہوگا۔ نیز دوزخ میں اسے گرم پتھر اپنی خوراک بنانے گا اب چاہے کوئی کم سوال کرے چاہے کوئی زیادہ سوال کرے۔'' (ترمذی)

تشریح: ''زمین پر ڈال دیا ہو'' یہ کنایہ ہے شدت محتاجگی اور مفلسی نے زمین پر ڈال رکھا ہے کہ اٹھنے کی بھی سکت نہیں رکھتا۔ گویا مطلب یہ ہے کہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا صرف انتہائی محتاجگی ہی کے وقت جائز ہے حدیث کے آخری جملہ بطور تنبیہ و تہدید ارشاد فرمایا گیا ہے جیسا کہ کافروں ظالموں اور خدا کے باغیوں کے بارے میں بطور تہدید قرآن کریم کی یہ آیت ہے کہ:

﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا﴾

''جو چاہے مؤمن ہو جائے اور جو چاہے کافر ہو جائے ہم نے تو ظالموں کے لئے دوزخ کی آگ تیار کر رکھی ہے۔''

۱۵/۱۷۴۳ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلاً مِّنَ الْاَنْصَارِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُهُ فَقَالَ اَمَا فِيْ بَيْتِكَ شَيْءٌ فَقَالَ بَلٰى حِلْسٌ نَّلْبَسُ بَعْضَهُ وَنَبْسُطُ بَعْضَهُ وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِيْهِ مِنَ الْمَآءِ قَالَ ائْتِنِيْ بِهِمَا فَاَتَاهُ بِهِمَا فَاَخَذَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْ هٰذَيْنِ قَالَ رَجُلٌ اَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ قَالَ مَنْ يَّزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلاَثًا قَالَ رَجُلٌ اَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ فَاَعْطَاهُمَا الْاَنْصَارِيَّ وَقَالَ اشْتَرِ بِاَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ اِلٰى اَهْلِكَ وَاشْتَرِ بِالْاٰخِرِ قَدُوْمًا فَاْتِنِيْ بِهٖ فَاَتَاهُ بِهٖ فَشَدَّ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُوْدًا بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ اِذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا اَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَقَالَ فَذَهَبَ الرَّجُلُ يَحْتَطِبُ وَيَبِيْعُ فَجَاءَهُ وَقَدْ اَصَابَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرٰى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وَبِبَعْضِهَا طَعَامًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَجِيْءَ الْمَسْاَلَةُ نُكْتَةً فِيْ وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّ الْمَسْاَلَةَ لَا تَصْلُحُ اِلَّا لِثَلَاثَةٍ لِذِيْ فَقْرٍ مُّدْقِعٍ اَوْ لِذِيْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ اَوْ لِذِيْ دَمٍ مُوْجِعٍ۔

(رواہ ابو داود وروی ابن ماجة الی قوله یوم القیامة)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲۹۲/۲ حدیث رقم ۱۶۴۱۔ وابن ماجه ۷۴۰/۲۔ حدیث رقم ۲۱۹۸۔ واحمد فی المسند ۱۱۴/۳۔

ترجمہ: ''اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن انصار میں سے ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کسی چیز کا سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا تمہارے گھر میں کچھ بھی نہیں ہے؟ اس نے عرض کیا کہ صرف ایک موٹی سی کملی ہے جس میں سے کچھ حصہ اوڑھتا ہوں اور کچھ حصہ بچھا لیتا ہوں اس کے علاوہ ایک پیالہ بھی ہے جس میں پانی پیتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں چیزوں کو لے آؤ۔ وہ دونوں چیزیں لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں چیزیں اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ ان چیزوں کو کون خریدتا ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ میں ان

دونوں چیزوں کو ایک درہم میں خریدنے کے لئے تیار ہوں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان چیزوں کو ایک درہم سے زیادہ میں کون خریدنے والا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دو یا تین دفعہ فرمایا' ایک شخص نے کہا کہ میں ان چیزوں کو دو درہم میں خریدتا ہوں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دونوں چیزیں اس شخص کو دے دیں اور اس سے دو درہم لے کر انصاری کو دیئے اور اس سے فرمایا کہ اس میں سے ایک درہم کا کھانے کا سامان خرید کر اپنے گھر والوں کو دے دو اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ' وہ شخص کلہاڑی خرید کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلہاڑی میں اپنے دست مبارک سے ایک مضبوط لکڑی لگا دی اور پھر اس سے فرمایا کہ اسے لے کر جاؤ' لکڑیاں کاٹ کر جمع کرو اور انہیں فروخت کرو' اب اس کے بعد میں تمہیں پندرہ دن تک یہاں نہ دیکھوں چنانچہ وہ شخص چلا گیا اور لکڑیاں جمع کر کے فروخت کرنے لگا جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو اب وہ دس درہم کا مالک تھا' اس نے ان درہموں میں سے کچھ کا کپڑا خریدا اور کچھ کا غلہ خرید لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حالت کی اس تبدیلی کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ صورتحال تمہارے لئے بہتر ہے بہ نسبت اس چیز کہ کل قیامت کے دن تم اس حالت میں آؤ کہ تمہارے سوال تمہارے منہ پر برے نشان یعنی زخم کی صورت میں ہو اور یہ یاد رکھو کہ صرف تین طرح کے لوگوں کو سوال کرنا مناسب ہے ایک محتاج کے لئے کہ جس کی مفلسی نے زمین پر گرا دیا ہو' دوسرے اس قرض دار کے لئے جو بھاری اور عدم ادائیگی کی صورت میں ذلیل کرنے والے قرض کے بوجھ سے دبا ہوا اور تیسرے صاحب خون کے لئے جو درد پہنچائے یعنی اس شخص کے لئے جس پر دیت واجب ہو خواہ اس نے خود کسی کا ناحق خون کیا ہو اور اس کا خون بہا اس کے ذمہ ہو یا کسی دوسرے شخص نے کوئی خون کر دیا ہو اور اس کی دیت اس نے اپنے ذمہ لے لی ہو مگر اس کی ادائیگی کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کے لئے بھی جائز ہے کہ اس خون بہا کے بقدر کسی سے مانگ کر ادائیگی کر دے۔ ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے اس روایت کو یوم القیامۃ تک نقل کیا ہے۔"

لوگوں سے سوال کرنے کی ممانعت

۱۶/۱۷۴۴ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَاَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهٗ وَمَنْ اَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ اَوْشَكَ اللّٰهُ لَهٗ بِالْغِنٰى اِمَّا بِمَوْتٍ عَاجِلٍ اَوْ غِنًى اٰجِلٍ۔ (رواہ ابو داود والترمذی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲۹۶/۲ حدیث رقم ۱۶٤٥۔ والترمذی فی السنن ٤٨٧/٤ حدیث رقم ٢٣٢٦۔ واحمد فی المسند ٤٠٧/١۔

ترجمہ: "اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص فاقہ سے دوچار ہو اور اس کو لوگوں کے سامنے بیان کر کے ان سے حاجت روائی کی خواہش کرے تو اس کی حاجت پوری نہیں کی جائے گی اور جس شخص نے صرف اپنے اللہ سے حاجت کو بیان کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو جلد فائدہ اور اطمینان عطا فرمائے گا بایں طور کہ اسے جلد ہی یا تو موت سے ہمکنار کر دے گا یا اسے کچھ دنوں میں مالدار بنا دے گا۔" (ابوداؤد' ترمذی)

تشریح ۞ حدیث کے آخری جملے اَوْ غِنًى اٰجِلٍ میں لفظ مصابیح کے اکثر نسخوں اور جامع الاصول میں "عین" سے یعنی عاجل مرقوم ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جلد فائدہ اطمینان عطا فرمائے گا بایں طور کہ اسے جلد ہی دولت مند و مالدار بنا دے گا۔ مگر خود سنن ابوداؤد اور ترمذی میں کہ جہاں سے یہ روایت نقل کی گئی ہے یہ لفظ "آجل" ہی ہے اور صحیح بھی یہی ہے' چنانچہ ترجمہ

اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ حدیث قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی روشنی میں ارشاد فرمائی گئی ہے کہ:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔

''جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کی جگہ پیدا فرما دیتا ہے اور اس کی ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے کہ جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہوتا ہے۔''

الفصل الثالث:

ضرورت کے وقت سوال اچھے لوگوں سے کیا جائے

۱۷/۱۷۴۵ عَنِ ابْنِ الْفِرَاسِيِّ اَنَّ الْفِرَاسِيَّ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَاِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَسَلِ الصَّالِحِيْنَ۔

(رواه ابو داود و النسائی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲/ ۳۰۰ حدیث رقم ۱٦٤٦۔ والنسائی ۵/ ۹۵ حدیث رقم ۲۵۸۷۔ واحمد فی المسند ٤/ ۳۳٤۔

ترجمہ: ''اور حضرت ابن فراسیؒ کہتے ہیں کہ میرے والد مکرم حضرت فراسی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں لوگوں سے مانگ سکتا ہوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ہر حالت میں خدا ہی پر بھروسہ رکھو ہاں اگر کسی شدید ضرورت اور سخت حاجت کی وجہ سے مانگنا ضروری ہے تو پھر نیک بختوں سے مانگو۔''

(ابوداؤد' نسائی)

تشریح ❁ ضرورت وحاجت کے وقت نیک بختوں سے مانگنے کے لئے اس لئے فرمایا جا رہا ہے کہ ان کے پاس حلال مال ہوتا وہ بردبار اور مہربان ہوتے ہیں بھیک مانگنے والوں سے پردہ دری نہیں کرتے اور ان کے ناموں کو اُچھالتے نہیں' یہی وجہ ہے کہ بغداد کے فقراء ومساکین اپنی ضرورت واحتیاج کے وقت حضرت امام احمد ابن حنبلؒ ہی کے دروازے پر جاتے تھے اور ان سے اپنی ضرورت وحاجت بیان کرتے تھے۔

حضرت امام موصوف کے تقویٰ واحتیاط کا کیا عالم تھا؟ اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ان کے گھر والوں کو خمیر کی ضرورت ہوئی جسے انہوں نے حضرت امام احمدؒ کے صاحبزادے ہی کے گھر سے منگوالیا' حضرت امام احمدؒ کے صاحبزادے قاضی کے عہدہ پر فائز تھے اور ان کی سعادت وبھلائی کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے گھر کے دروازے ہی کے پاس سوتے تھے تا کہ کوئی محتاج وضرورت مند واپس نہ ہو جائے' بہرحال امام احمدؒ کے گھر والوں نے اس خمیر سے روٹی پکائی اور جب حضرت امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کھانا آیا تو انہیں بذریعہ کشف روٹی کے بارے میں کوئی شبہ گزرا انہوں نے گھر والوں سے پوچھا تو انہوں نے صورتحال بتائی' حضرت امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا ان کی وجہ سے گھر والوں نے بھی نہیں کھایا اور پوچھا کہ یہ کھانا فقراء کو دے دیا جائے' انہوں نے فرمایا کہ دے دو مگر اس شرط کے ساتھ کہ انہیں بھی صورتحال سے مطلع کر دینا' چنانچہ فقراء نے بھی اسے لینے سے انکار کر دیا آخرکار گھر والوں نے پورے گھر کا کھانا امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بغیر ہی

دریا میں ڈلوادیا۔

بغیر مانگے اگر کوئی چیز مل جائے تو قبول کر لینی چاہیے

۱۸/۱۷۴۶ وَعَنِ ابْنِ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَنِيْ عُمَرُ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا وَاَدَّيْتُهَا اِلَيْهِ اَمَرَ لِيْ بِعُمَالَةٍ فَقُلْتُ اِنَّمَا عَمِلْتُ لِلّٰهِ وَاَجْرِيْ عَلَى اللّٰهِ قَالَ خُذْ مَا اُعْطِيْتَ فَاِنِّيْ قَدْ عَمِلْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَعَمَّلَنِيْ فَقُلْتُ مِثْلَ قَوْلِكَ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُعْطِيْتَ شَيْئًا مِّنْ غَيْرِ اَنْ تَسْاَلَهُ فَكُلْ وَتَصَدَّقْ۔

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۲/۲۹۶ حدیث رقم ۱٦٤٧۔

ترجمہ: ابن عدیؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھے زکوٰۃ لینے کے لیے عامل بنایا۔ جب میں اس سے فارغ ہوا اور میں نے زکوٰۃ حضرت عمرؓ کو پہنچائی تو حضرت عمرؓ نے میرے لیے زکوٰۃ کی مزدوری کا حکم فرمایا' میں نے کہا میں نے یہ عمل اللہ کے لیے کیا ہے اور میرا ثواب اللہ پر ہے۔ فرمایا جو چیز تجھے دی جائے اس کو لے لے۔ تحقیق میں نبی کریم ﷺ کے زمانے میں عمل کیا۔ تو آپ ﷺ نے مجھے مزدوری دینے کا ارادہ کیا۔ پس میں نے بھی تیری طرح کہا۔ پس نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا۔ جس وقت تجھے بغیر مانگے کوئی چیز مل جائے اس کو کھلاؤ اور (جو تیری حاجت سے بچ جائے اس کو) اللہ کے لیے دو۔ اس کو ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ❂ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے بیت المال سے عوض لینا جائز ہے۔ خواہ وہ کام فرض ہی کیوں نہ ہو جیسے قضا اور احتساب اور تدریس بلکہ امام پر واجب ہے کہ ان کی خبر گیری کرے اور اس طرح کی حدیث پہلے گزر چکی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کسی کو بغیر سوال کے اور بغیر طمع کے کچھ دے تو امام احمدؒ کے مذہب کے مطابق اس کو قبول کرنا واجب ہے اور جمہور علماء نے اس امر کو استحباب یا اباحت پر محمول کیا ہے۔

غیر اللہ سے مانگنا بہت برا عمل ہے

۱۹/۱۷۴۷ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهُ سَمِعَ يَوْمَ عَرَفَةَ رَجُلًا يَّسْاَلُ النَّاسَ فَقَالَ اَفِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَفِيْ هٰذَا الْمَكَانِ تَسْاَلُ مِنْ غَيْرِ اللّٰهِ فَخَفَقَهُ بِالدِّرَّةِ۔

رواهما رزین

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرفہ کے دن ایک شخص کو سنا کہ وہ لوگوں سے مانگ رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ کیا تو اس دن میں اور اس مقام پر (خدا کی ذات کے علاوہ) لوگوں سے مانگتا ہے۔ پس اس کو درے کے ساتھ مارا۔ اس کو رزین نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❂ اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ غیر اللہ سے مانگنا ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ عرفہ کا دن قبولیت دعا کا دن ہے اور مقام عرفات بابرکت جگہ ہے۔ اس مقام پر سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کسی سے مانگنا نہیں چاہیے اور اسی طرح مسجد میں بھی

سوال نہیں کرنا چاہیے۔

طمع فقر ہے

۲۰/۱۷۴۸ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ تَعْلَمُوْنَ اَیُّهَا النَّاسُ اَنَّ الطَّمَعَ فَقْرٌ وَاَنَّ الْاِیَاسَ غِنًی وَاَنَّ الْمَرْءَ اِذَا یَئِسَ عَنْ شَیْءٍ اسْتَغْنٰی عَنْهُ۔ (رواه رزين)

رواهما رزين۔

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے اے آدمیو! جان لو طمع محتاجگی ہے اور آدمیوں سے نا اُمید ہونا تونگری (مالداری) ہے اور بے پروائی ہے اور تحقیق جب آدمی کسی چیز سے ناامید ہو جاتا ہے تو اس چیز سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اس کو رزین نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں طمع کے بارے میں بتایا ہے کہ طمع یعنی لالچ ایک قسم کی محتاجگی ہے یا یہ لالچ محتاجگی کا باعث ہے اور کسی سے ناامید ہو جانا مالداری ہے۔ سید ابوالحسن شاذلی نے فرمایا ہے۔ جب ان سے علم طلب کیا گیا۔ تو انہوں نے اس کو دو کلموں میں بند کر دیا۔ نمبر ایک مخلوق کو اپنی نظر سے پھیر دو۔ یعنی کسی سے امید نہ رکھو اور اس سے طمع کو قطع کر لو کہ تجھے تیری قسمت کے علاوہ دے گا۔ اور طمع کے معنی ہے نظر رکھنا اور مال پر شک کرنا کہ آیا وہ دیتا ہے یا نہیں دیتا۔ یہ طمع ہے۔ اگر کسی پر لازم حق ہو یا محبت و کرم کے یقین ہو کہ وہ دے گا۔ تو یہ طمع نہیں ہے۔

انسانوں سے نہ مانگنے پر جنت کی ضمانت

۲۱/۱۷۴۹ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّکْفُلُ لِیْ اَنْ لَّا یَسْأَلَ النَّاسَ شَیْئًا فَاَتَکَفَّلُ لَهٗ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ ثَوْبَانُ اَنَا فَکَانَ لَا یَسْأَلُ اَحَدًا شَیْئًا۔ (رواه ابو داود والنسائی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲/ ۲۹۵ حدیث رقم ۱۶۴۳۔ واحمد فی المسند ۲۷۵/۵۔

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص میرے ساتھ عہد کرے کہ وہ آدمیوں سے نہ مانگے گا میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ پس ثوبانؓ نے کہا میں عہد کرتا ہوں میں کسی سے نہیں مانگوں گا۔ پس ثوبانؓ کسی سے کچھ نہیں مانگتے تھے اگرچہ تنگی بھی ہوتی۔ اس کو ابوداؤد اور نسائی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص لوگوں سے اپنی تنگی کے بارے میں سوال نہیں کرے گا۔ میں اس کیلئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں کہ وہ بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہو گا اور اس میں نہ مانگنے والے کے لئے خاتمہ بالخیر کی بشارت کا اشارہ ہے اور جب انسان موت کا خوف ہو کہ اگر وہ سوال نہیں کرے گا یعنی مانگ کر نہیں کھائے گا تو اس کی موت واقع ہو جائے گی اس وقت اس کا مانگنا ضروری ہے کیونکہ ممنوعات بھی ضرورت کے وقت مباح ہو جایا کرتی ہیں اگر وہ اس اضطراری کیفیت میں بھی نہیں مانگے گا تو گنہگار ہو گا اور گناہ گار مرے گا۔

ادنیٰ چیز کے لیے بھی سوال نہیں کرنا چاہیے

۲۲/۱۷۵۰ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ دَعَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَشْتَرِطُ عَلَیَّ اَنْ لَّا تَسْاَلَ النَّاسَ شَیْئًا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَلَا سَوْطَكَ اِنْ سَقَطَ مِنْكَ حَتّٰی تَنْزِلَ اِلَیْہِ فَتَاْخُذَہٗ۔ (رواہ احمد)

اخرجه احمد فی المسند ۵/۱۸۱۔

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے بلایا اور شرط لگائی کہ میں لوگوں سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ میں نے کہاہاں یعنی میں نے آپ سے شرط کی اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تیرا کوڑا بھی گر پڑے تو کسی سے نہ مانگ یہاں تک کہ تو خود اس کی طرف اتر کر اسے اٹھا۔ اس کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے یہ بطور مبالغہ کے ہے۔ یعنی کمال درجے کا مبالغہ ہے حالانکہ وہ اپنی گری ہوئی چیز مانگ رہا ہے یہ حقیقت میں سوال نہیں ہے لیکن مانگنے کا نام اس پر بھی آتا ہے۔ اس لیے بطور مبالغہ کے اس کو بھی منع فرمایا۔

بَابُ الْاِنْفَاقِ وَکَرَاھِیَةِ الْاِمْسَاكِ

یہ باب ہے مال خرچ کرنے کی فضیلت اور بخل کی کراہت کے بارے میں

الفصل الاول:

آپ ﷺ کا جذبۂ سخاوت

۱/۱۷۵۱ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَ لِیْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَھَبًا لَسَرَّنِیْ اَنْ لَّا یَمُرَّ عَلَیَّ ثَلَاثُ لَیَالٍ وَعِنْدِیْ مِنْہُ شَیْءٌ اِلَّا شَیْءٌ اُرْصِدُہٗ لِدَیْنٍ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵/۵۵ حدیث رقم ۲۳۸۹۔ ومسلم فی صحیحه ۲/۱۸۷ حدیث رقم (۳۱۔ ۹۹۱)۔ وابن ماجه ۲/۱۳۸۲ حدیث رقم ۴۱۳۲۔ واحمد فی المسند ۲/۲۵۶۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتا۔ تو مجھے یہ بات پسند تھی کہ میں تین راتیں ایسی نہ گزارتا کہ میں میرے پاس اس سونے سے کچھ باقی ہو سوائے اس کے کہ قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ رکھ لیتا۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک سے آپ ﷺ کا جذبۂ سخاوت کس قدر نمایاں ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہوتا مجھے یہ بات پسند تھی کہ میں اس کو تین رات کے اندر اندر ہی بانٹ دیتا۔ کچھ اس میں سے اپنے پاس نہ رکھتا۔ مگر قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ رکھ لیتا۔ اس لیے کہ قرض کی ادائیگی صدقے پر مقدم ہے اور اب اکثر عوام

خیرات کرتے ہیں اور عمارتیں بناتے ہیں اور ان پر لوگوں کے حقوق فرض ہوتے ہیں ان کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے۔ اس حدیث پاک میں آپ ﷺ کی نہایت سخاوت کا بیان ہے اور امت کو جذبہ سخاوت کی ترغیب دی گئی ہے۔

سخی اور بخیل کے لیے فرشتوں کی دُعا

۲/۱۷۵۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلاَّ مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُ هُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَّيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۰٤/۳۔ حدیث رقم ۱٤٤۲۔ ومسلم فی صحیحه ۷۰۰/۲ حدیث رقم (۵۷۔ ۱۰۔ ۱۰)۔ واحمد فی المسند ۳۰۵/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں بندے صبح کرتے ہوں مگر یہ کہ دو فرشتے اترتے ہیں۔ ایک فرشتہ کہتا ہے۔ یاالٰہی خرچ کرنے والے کو بدلہ دے۔ جو مال مخلوق پر خرچ کرتا ہے اس کو بہت بدلہ دے یا تو دنیا میں مال دے یا آخرت میں ثواب عطا فرما۔ اور دوسرا فرشتہ کہتا ہے کہ اے الٰہی! بخیل کو تلف دے یعنی جو مال جمع کرتا ہے اور بے محل خرچ کرتا ہے اس کا مال تلف ہو جائے۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث پاک کا خلاصہ اس کے مضمون سے بالکل واضح ہے کہ خرچ کرنے والے کے لیے فرشتے دعا کرتے ہیں۔ یا اللہ! اس کے مال میں برکت نصیب فرمایا اور بخل کرنے والے کے مال کو ضائع کر دے۔ اس حدیث سے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والے کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور بخل کرنے والے کے لیے فرشتے بھی بددعا کرتے ہیں۔

اللہ کے راستے میں دِل کھول کر خرچ کرو

۳/۱۷۵۳ وَعَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْفِقِيْ وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِي اللّٰهُ عَلَيْكِ وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِي اللّٰهُ عَلَيْكِ ارْضَخِيْ مَا اسْتَطَعْتِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۱۷/۵۔ حدیث رقم ۲۵۹۱۔ ومسلم فی صحیحه ۷۱۳/۲ حدیث رقم (۸۸۔ ۱۰۲۹)۔ واحمد فی المسند ۳۵٤/۶۔

ترجمہ: حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا خرچ کر (یعنی جس خرچ سے اللہ راضی ہو جائے) اور شمار نہ کر کہ کتنا دوں اور کیا دوں۔ پھر اللہ تعالیٰ تجھے بھی شمار کر کے دیں گے۔ تیرا رزق برکت کے نہ ہونے کی وجہ سے کم ہو جائے گا اور اس کو ایک گنی چنی چیز کی طرح کر دے گا یا تیرا آخرت میں محاسبہ کرے گا اور جو مال حاجت سے زیادہ ہو اس کو فقیر سے نہ روک۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تجھ سے مال کی زیادتی کو روک لے گا اور جو ہو سکے اللہ کے راستے میں دیتی رہ۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے اللہ کے راستے میں دل کھول کر خرچ کرو۔ شمار کر کے نہ دو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے

ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کرے گا لاتحصی کا معنی ایک تو وہی ہے جو حدیث میں مذکور ہو چکا ہے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ مال کو جمع کرنے کے لیے مت گنو اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کو نہ چھوڑو جو ہو سکے اللہ کے راستے میں خرچ کرو اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ وہ اللہ کے نزدیک اور میزان اعمال میں بہت زیادہ ہے اور اللہ کے ہاں مقبول ہوگا۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَہٗ﴾ (الزلزال: ۷) یعنی جو آدمی ذرّے کے برابر بھی نیکی کرے گا۔ وہ اس کو دیکھ لے گا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اگر رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو بھی لا کر سامنے کرے گا۔

اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا بدلہ

۴/۱۷۵۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْفِقْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْكَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۹۷/۹۔ حدیث رقم ۵۳۵۲۔ ومسلم فی صحیحه ۶۹۰/۲ حدیث رقم (۳۶۔ ۹۹۳)۔ واحمد فی المسند ۲۴۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے آدم کے بیٹے! خرچ کر۔ میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح ❁ اس حدیث قدسی میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ فرماتے ہیں۔ اگر تم میرے راستے میں مال خرچ کرو گے میں بھی تمہاری ذات پر خرچ کروں گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اموال فانیہ میں سے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرو اللہ تعالیٰ اموال عالیہ آخرت میں عطا فرمائیں گے اور بعضوں نے یہ معنی لکھے ہیں کہ لوگوں کو اس مال میں سے دو جو میں نے تجھ کو دیا ہے تاکہ تمہیں دنیا و آخرت میں عطا کروں۔ اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: ﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ﴾ (سبا: ۳۹) یعنی جو بھی تم اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کا عوض دیتے ہیں۔ اس لیے اللہ کے راستے میں دل کھول کر خرچ کرنا چاہیے۔

مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرو

۵/۱۷۵۵ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا ابْنَ اٰدَمَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّكَ وَاَنْ تُمْسِكَهٗ شَرٌّ لَّكَ وَلَا تُلَامُ عَلٰی كَفَافٍ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۷۱۸/۲ حدیث رقم ۹۷۔ ۱۰۳۶۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے آدم کے بیٹے! اپنے مال کو خرچ کر جو حاجت سے زائد ہو۔ وہ تیرے لیے دنیا و آخرت میں بہتر ہے اور تیرے لیے اس کو روکے رکھنا برا ہے اور بقدر کفایت پر تجھے ملامت نہیں کی جائے گی اور اس مال کو خرچ کرنا ان لوگوں سے شروع کر جو تیرے عیال میں ہوں۔ نقل کی یہ مسلم رحمہ اللہ نے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں کفاف کا جو لفظ آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے اگر کوئی شخص بھوک اور سوال سے بچنے کے لیے مال کو بچائے رکھے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے یہ اشخاص اور امان اور احوال کے اختلاف سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔ یعنی بعضوں کا توشہ کم ہوتا ہے اور بعضوں کا زیادہ اور بعض دنوں میں کچھ ہوتا ہے اور بعضوں میں کچھ اور اپنے عیال پر خرچ کر۔ جن کا نفقہ تم پر لازم ہے۔ اگر بچ جائے تو دوسرے کو دے یہ نہ ہو کہ تو دوسرے کو دیتا رہے اور تیرے اپنے محتاج رہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث قدسی ہے اگرچہ صریح لفظ اس کے ساتھ نہیں ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ شاید حضور ﷺ نے اس طرح فرمایا ہو۔

صدقہ دینے والے اور بخیل کی مثال

۶/۱۷۵۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ الرَّجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ قَدِ اضْطُرَّتْ اَيْدِيْهِمَا اِلٰى ثُدِيِّهِمَا وَتَرَاقِيْهِمَا فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ انْبَسَطَتْ عَنْهُ وَجَعَلَ الْبَخِيْلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ وَاَخَذَتْ كُلَّ حَلْقَةٍ بِمَكَانِهَا۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۳۰۵/۳۔ حديث رقم ۱۴۴۳ ومسلم فی صحيحه ۷۰۸/۲ حديث رقم (۷۵۔ ۱۰۲۱)۔ واحمد فی المسند ۳۸۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بخیل اور صدقہ دینے والے کا حال دو شخصوں کے حال کی طرح ہے کہ ان پر دو لوہے کی زرہیں ہیں جن کی تنگی کی وجہ سے ان کے ہاتھ اور ان کی گردنیں ان کی چھاتی کی طرف چمٹے ہوئے ہیں۔ پس جب صدقہ دینے والے نے صدقہ دینے کا قصد کیا تو وہ زرہ کھل جاتی ہے اور بخیل جب صدقہ دینے کا قصد کرتا ہے تو سب حلقے اپنی جگہ پر مل جاتے ہیں۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ صدقہ دینے والا یعنی سخی جب صدقہ دینے کا قصد کرتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کا سینہ فراخ ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ کسی کو دینے کے لیے دراز ہو جاتے ہیں اور بخیل کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اس کے ہاتھ سمٹ جاتے ہیں اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ سخی جب سخاوت کا قصد کرتا ہے تو بھلائی اس کے لیے آسان ہو جاتی ہے اور بخیل کے لیے مال خرچ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

بخل سے بچو

۷/۱۷۵۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَاءَ هُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۱۹۹۶/۴ حديث رقم (۵۶۔ ۲۵۷۸)۔ واحمد فی المسند ۳۲۳/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ظلم کرنے سے بچو۔ پس ظلم قیامت کے دن

اندھیروں کی صورت میں ہوگا اور بخیلی سے بچو کیوں کہ بخیلی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ انہوں نے خونریزی کی اور حرام کو حلال جانا۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں ظلم کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ ظلم کا معنی ہے ایک چیز کو اس کی جگہ کے علاوہ رکھنا یہ ظلم یعنی وضع الشئ فی غیر محلہ اور یہ تمام گناہوں کو شامل ہے یعنی جو گناہ ہے وہ ظلم ہے اور ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ علامہ طیبیؒ نے کہا ہے یہ ظاہر پر محمول ہے ظلم بہت سے اندھیروں کی صورت میں ظاہر ہوگا کہ ظالم راستہ نہیں پا سکے گا یا اندھیروں سے مراد شدائد اور قیامت کے ہولناک مناظر ہیں۔ اور فرمایا کہ بخل سے بچو۔ یہ بھی ظلم کی ایک قسم ہے اس کو اس لیے علیحدہ بیان کیا کیونکہ یہ ظلم کی ایک بڑی قسم ہے اور بخل خونریزی اور حرام کو حلال جاننے کا باعث یعنی سبب ہوتا ہے مالوں کا خرچ کرنا اور مسلمان بھائیوں کی خبر گیری کرنا۔ آپس کی محبت اور ملنساری کا باعث ہے اور بخل ترک ملاقات اور انقطاع کا سبب ہے۔ یہ لڑائی اور دشمنی کا باعث ہے اور جب دشمنی ہوتی ہے تو خونریزی بھی ہوتی ہے۔ اور حرام کو مباح کرنا بھی ہوتا ہے۔ جیسے دشمن کی عورتوں کو اور مال کو اور ان کی آبروریزی کرنے کو حلال جانتا ہے۔

صدقہ دینے کو غنیمت جانو

۸/۱۷۵۸ وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقُوْا فَاِنَّهٗ يَأْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهٖ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْاَمْسِ لَقَبِلْتُهَا فَاَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ بِهَا۔ (متفق علیہ)

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ۲۸۱/۳ حدیث رقم ۱۴۱۱۔ ومسلم فی صحیحہ ۷۰۰/۲ حدیث رقم (۵۸۔ ۱۰۱۱)۔ والنسائی فی السنن ۷۷/۵ حدیث رقم ۲۵۵۵۔ واحمد فی المسند ۳۰۶/۴۔

ترجمہ: حضرت حارثہ بن وہبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم پر ایک زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنا صدقہ لے کر پھرے گا۔ پس وہ کوئی ایسا شخص نہیں پائے گا جو اس کو قبول کرلے۔ آدمی کہے گا اگر تو کل لے کر آتا تو میں اس کو قبول کر لیتا۔ آج مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ قرب قیامت میں ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنا صدقہ لے کر پھرے گا کوئی اس کو قبول کرنے والا نہ ہوگا اس کی وجہ یہ ہے۔ سب مالدار ہونگے یا دل غنی ہوگا اور اس کی وجہ سے دنیا سے بے رغبتی ہوگی اور وہ آخرت کی طرف راغب ہونگے۔ یہ بات امام مہدیؒ کے زمانے میں پیش آئے گی جو آخری زمانہ ہوگا۔

اپنے تقاضوں کو دباتے ہوئے اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنا افضل صدقہ ہے

۹/۱۷۵۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا قَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَاْمُلُ الْغِنٰى وَلَا تُمْهِلْ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۸٤/۳۔ حدیث رقم ١٤١٩۔ ومسلم فی صحیحه ۷۱٦/۲ حدیث رقم (۹۲۔ ۱۰۳۲)۔ والنسائي فی السنن ٦٨/٥۔ حدیث رقم ٢٥٤٢۔ واحمد فی المسند ۲۳۱/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! ثواب کی رو سے کونسا صدقہ بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو صدقہ کر اس حال میں کہ تو تندرست ہو مال جمع کرنے کی حرص رکھتا ہو اور فقر سے ڈرتا بھی ہو اور دولت کی امید رکھتا ہو اور صدقہ دینے میں ڈھیل نہ دو یہاں تک کہ موت کا وقت قریب آ جائے پھر تو یہ کہے کہ فلاں کے لیے اتنا ہے اور فلاں کے لیے اتنا ہے۔ حالانکہ وہ تو (تیرے مرتے ہی) فلاں کا ہو چکا۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ تندرستی کی حالت میں اللہ کے لیے صدقہ دے کیونکہ اس وقت عمر دراز کی اُمید کی وجہ سے مال جمع کرنے کی حرص ہوتی ہے اور محتاجگی سے ڈرتا ہے اگر اللہ کے راستے میں خرچ کرونگا تو محتاج ہو جاؤں گا۔ اور مالداری کی امید رکھتا ہے۔ تو ایسے وقت میں صدقہ دینے سے بہت زیادہ اجر ملتا ہے اور صدقہ دینے میں بھی ڈھیل نہ کرو۔ یہاں تک کہ موت کا وقت قریب آ جائے اور یہ کہے کہ فلان کو اتنا دے دو اور فلان کو اتنا دے دو کیونکہ اس وقت وارثوں کا حق متعلق ہو گیا ہے حاصل یہ ہے کہ تندرستی میں صدقہ کرنا زیادہ ثواب ہے اور جب مرنے کا وقت قریب آ جائے تو اس وقت صدقہ کرنے کا اتنا زیادہ ثواب نہیں ہے۔

مال جمع کرنے والے خسارے میں ہیں

۱۷۶۰/۱۰ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ انْتَهَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِیْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَلَمَّا رَاٰنِیْ قَالَ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَقُلْتُ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ مَنْ هُمْ قَالَ هُمُ الْاَكْثَرُوْنَ اَمْوَالاً اِلاَّ مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَ هٰكَذَا وَ هٰكَذَا مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَعَنْ یَمِیْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَلِیْلٌ مَّاهُمْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥٢٤/١١۔ حدیث رقم ٦٦٣٨۔ ومسلم فی صحیحه ٦٨٦/٢ حدیث رقم (٣٠۔ ٩٩٠)۔ الترمذی فی السنن ١٢/٣ حدیث رقم ٦١٧۔ والنسائی فی السنن ١٠/٥ حدیث رقم ٢٤٤٠۔ واحمد فی المسند ١٥٢/٥۔

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا آپ ﷺ کعبہ کے سائے میں بیٹھے تھے۔ جب آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا رب کعبہ کی قسم! وہ نہایت خسارے میں ہیں پس میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! کون ہیں وہ؟ فرمایا کہ مال کو بہت زیادہ جمع کرنے والے۔ مگر جس شخص نے اِدھر اُدھر یعنی اپنے ہر طرف آگے پیچھے دائیں بائیں خرچ کیا اور ایسے ان میں تھوڑے سے ہیں یعنی ایسا کرنے والے بہت کم ہیں۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے مال جمع کرنے والے کے لیے آپ ﷺ نے وعید سنائی ہے کہ وہ بہت خسارے والے لوگ ہیں کیونکہ حضرت ابوذرؓ جو صحابی رسول ہیں انہوں نے فقر کو غنا پر اختیار کیا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کی تسلی کے لیے یہ حدیث بیان فرمائی اس میں فقر کی افضلیت کی طرف اشارہ ہے۔

الفصل الثانی:

سخاوت کو بخل پر برتری حاصل ہے

۱۱/۱۷۶۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّخِیُّ قَرِيْبٌ مِنَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِنَ الْجَنَّةِ قَرِيْبٌ مِنَ النَّاسِ بَعِيْدٌ مِّنَ النَّارِ وَالْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِّنَ اللّٰهِ بَعِيْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِيْدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِيْبٌ مِّنَ النَّارِ وَالْجَاهِلُ سَخِیٌّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِيْلٍ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۲۰۲/۴۔ حديث رقم ۱۹۶۱۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سخی اللہ کی رحمت سے جنت سے لوگوں سے نزدیک ہے۔ آگ سے دور ہے اور بخیل اللہ سے جنت سے لوگوں سے دور ہے اور آگ کے نزدیک ہے اور البتہ جاہل سخی اللہ کے نزدیک عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سخی کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں اور وہ اللہ کے نزدیک ہوتا ہے اور بخیل اللہ کی رحمت سے دور ہوتا ہے اور آگ کے نزدیک ہوتا ہے جاہل سخی سے مراد یہ ہے کہ جو فرائض اور نوافل ادا کرے اور عابد سے مراد وہ ہے جو نوافل بہت ادا کرے خواہ وہ عالم ہو یا نہ ہو۔

تندرستی میں مال خرچ کرنا مرتے وقت مال خرچ کرنے سے بدرجہا بہتر ہے

۱۲/۱۷۶۲ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّتَصَدَّقَ الْمَرْءُ فِیْ حَيَاتِهٖ بِدِرْهَمٍ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِمِاَةٍ عِنْدَ مَوْتِهٖ۔ (رواه ابو داود)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲۸۸/۳ حديث رقم ۲۸۶۶۔

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ البتہ اللہ کی رضا کے لیے تندرستی کی حالت میں ایک درہم دینا مرتے وقت سو درہم دینے سے بہتر ہے۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے اگر کسی نے تندرستی میں تھوڑا سا مال بھی اللہ کی رضا کے لئے خرچ کیا وہ مرتے وقت ہزاروں درہم کی خیرات کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔

زندگی میں خیرات کرنے پر زیادہ ثواب ملتا ہے

۱۳/۱۷۶۳ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ يَتَصَدَّقُ عِنْدَ مَوْتِهٖ اَوْ يُعْتِقُ كَالَّذِیْ يُهْدِیْ اِذَا شَبِعَ۔ (رواه احمد والنسائی والدارمی والترمذی وصححه)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲۸۶/۴ حديث رقم ۳۹۶۸۔ والترمذی ۳۷۸/۴ حديث رقم ۲۱۲۳۔ والنسائی ۲۳۸/۶ حديث رقم ۳۶۱۴۔ والدارمی ۵۰۵/۲ حديث رقم ۳۲۲۶۔ واحمد فی المسند ۱۹۷/۵۔

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس شخص کی مثال جو مرتے وقت خیرات کرتا ہے یا مرتے وقت غلام آزاد کرتا ہے اس شخص کی طرح ہے جو کھانا کھانے کے بعد کھانے کا تحفہ بھیجتا ہے۔ اس کو امام احمدؒ نسائیؒ اور دارمی اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ مرتے وقت اللہ کے لیے دینے اور غلام آزاد کرنے میں ثواب کم ہوتا ہے جیسا کہ پیٹ بھر چکنے کے بعد دینے میں ثواب کم ہوتا ہے اس لیے کہ اللہ کے لیے آزاد کرنا اور حالت صحت میں آزاد کرنا افضل ہے جیسا کہ بھوک کے وقت سخاوت کرنی افضل ہے۔

مؤمن مذکورہ دو خصلتوں کا حامل ہوتا ہے

۱۴/۱۷۶۴ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِیْ مُؤْمِنٍ الْبُخْلُ وَسُوْءُ الْخُلُقِ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴/ ۳۰۲ حدیث رقم ۱۹۶۲۔

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ مؤمن میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوتیں۔ ایک بخل، دوسری بد خلقی، اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ مؤمن کے اندر دو خصلتیں جمع نہیں ہوتیں۔ ایک بداخلاقی، دوسری کنجوسی یا حدیث پاک سے مراد یہ ہے کہ مؤمن کے اندر انتہا درجے کی خصلتیں نہیں پائی جاتیں کہ اس سے جدا ہی نہ ہو سکیں اور وہ ان کے ساتھ راضی ہو اور اگر کبھی طبیعت بشریہ کے اقتضاء سے بد خلقی یا بخل کرے اور بعد ازاں اس پر نادم ہو اور نفس کو ملامت کرے تو یہ کمالِ ایمان کے منافی نہیں اور بد خلقی سے مراد یہ ہے کہ وہ خلافِ شرع باتیں کرے۔ خلق کا معنی صرف اخلاق کا ہی نہیں ہے جس کا مطلب عام لوگوں میں مشہور ہے کسی کو جھک کر سلام کرنا اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرنا۔ معاملات میں آسانیاں پیدا کرنا۔

مکار اور بخیل جنت میں داخل نہیں ہوگا

۱۵/۱۷۶۵ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرِ ۣ الصِّدِّیْقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خَبٌّ وَّلَا بَخِيْلٌ وَّلَا مَنَّانٌ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴/ ۳۰۳ حدیث رقم ۱۹۶۴۔ واحمد فی المسند ۱/ ۷۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بہشت میں مکار اور بخیل داخل نہ ہوگا اور نہ ہی اللہ کی رضا کے لیے دے کر احسان جتلانے والا داخل ہوگا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ مکار، بخیل اور احسان جتلانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ یعنی بغیر عذاب کے داخل نہیں ہوگا بلکہ عذاب کے بعد داخل ہوگا اور بخیل سے مراد یہ ہے کہ اپنے واجبات کو ادا نہ کرے اور منان کے

معنی تو یہی ہیں جو مذکور ہوئے ہیں اور اس کے دوسرے معنی ہے کاٹنے والا جو رشتے داروں سے قطع تعلق کرنے والا ہو اور مسلمانوں سے محبت نہ رکھے۔ ایک اور حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔ قطع تعلقی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حرص اور بزدلی بری خصلتیں ہیں

۱۷۶۶/۱۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَرُّ مَا فِی الرَّجُلِ شُحٌّ هَالِعٌ وَجُبْنٌ خَالِعٌ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲۶/۳ حدیث رقم ۲۵۱۱۔ واحمد فی المسند ۳۰۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے آدمی میں بدترین خصلتوں میں سے دو ہیں ایک نہایت درجے کا بخل دوسری نہایت درجے کی بزدلی۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم ابو ہریرہؓ کی حدیث: لایجتمع الشح والایمان کو کتاب الجهاد میں ذکر کریں گے۔ اس حدیث کا خلاصہ مختصراً عرض کیا جاتا ہے کہ انسان میں بدترین خصلتیں دو ہیں: ① انتہائی درجے کا بخیل ہو جانا اور ② دوسری خصلت بزدلی ہے۔ جو انسان کو کفار کے ساتھ لڑائی کرنے سے روک دے۔ اس لیے روایت میں یہ بات گزر چکی ہے کہ بخیل آدمی اللہ کو ناپسند ہوتا ہے اور خدا کی رحمت سے دور ہوتا ہے۔

الفصل الثالث:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیرات کرنے والی کی طرف اشارہ کرنا

۱۷۶۷/۱۷ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ بَعْضَ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّنَا اَسْرَعُ بِكَ لُحُوْقًا قَالَ اَطْوَلُكُنَّ یَدًا فَاَخَذُوْا قَصَبَةً یَذْرَعُوْنَهَا وَكَانَتْ سَوْدَةُ اَطْوَلَ لَهُنَّ یَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ اِنَّمَا كَانَ طُوْلُ یَدِهَا الصَّدَقَةَ وَكَانَتْ اَسْرَعَنَا لُحُوْقًا بِهٖ زَیْنَبُ وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ (رواہ البخاری وفی روایة مسلم قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْرَعُكُنَّ لُحُوْقًا بِیْ اَطْوَلُكُنَّ یَدًا قَالَتْ وَكَانَتْ یَتَطَاوَلْنَ اَیَّتُهُنَّ اَطْوَلُ یَدًا قَالَتْ فَكَانَتْ اَطْوَلَنَا یَدًا زَیْنَبُ لِاَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِیَدِهَا وَتَتَصَدَّقُ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۸۵/۳ حدیث رقم ۱۴۲۰۔ ومسلم فی صحیحه ۱۹۰۷/۴ حدیث رقم (۱۰۱۔ ۲۴۵۲)۔ والنسائی ۶۶/۵ حدیث رقم ۲۵۴۱۔ واحمد فی المسند ۱۲۱/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیبیوں (یعنی بیویوں) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم میں سے کون آپ کے ساتھ جلدی ملنے والی ہے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کون ہم میں سے پہلے فوت ہو

گی) فرمایا جو لمبے ہاتھ والی ہو (یعنی جو اللہ کے لیے بہت زیادہ خیرات کرتی ہو) میرے بعد وہ پہلے مرے گی۔ انہوں نے کھپانچ (یعنی بانس وغیرہ) کا ٹکڑا لے کر اپنے ہاتھ ماپنے شروع کیے تو حضور ﷺ کی بیوی حضرت سودہؓ لمبے ہاتھ والی تھی۔ پھر ہمیں معلوم ہوا کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد صدقہ تھا اور حضرت زینب ؓ ہم میں سے جلد ملنے والی تھی اور خیرات کرنا پسند کرتی تھیں اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے اور مسلم شریف کی ایک روایت میں کہ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہت جلد ملنے والی وہ ہے جو لمبے ہاتھوں والی ہو۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی بیویاں اپنے ہاتھوں کی لمبائی کو ناپتی تھیں۔ پس حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ ہم میں سے لمبے ہاتھ والی حضرت زینب ؓ تھیں اور وہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے خود کرتیں اور اللہ کی رضا کے لیے دیتی تھیں۔

تشریح ❂ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں اولاً ہم نے ہاتھ کے دراز ہونے کو حدیث کے ظاہر پر ہی محمول کیا تھا۔ لیکن جب حضرت زینب ؓ کی وفات ہوئی۔ تو پھر ہمیں معلوم ہوا کہ ہاتھ کے لمبے ہونے سے مراد آپ ﷺ نے صدقہ و خیرات کرنے والی مراد لی ہے اور حضرت زینب ؓ چمڑوں کو اپنے ہاتھ سے دباغت دیتی تھیں اور پھر بیچا کرتی تھیں اور اس کی قیمت اللہ کی راہ میں دیتی تھیں۔ یعنی خیرات کر دیتی تھیں یہ انہی کی شان تھی۔ آج کونسی عورت ہے جو ایسا کرے۔

صدقہ وخیرات کے ضمن میں بنی اسرائیل کا ایک واقعہ

۱۷۶۸/۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَاَ تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ يَدِ سَارِقٍ فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى سَارِقٍ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى سَارِقٍ لَاَ تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ يَدِ زَانِيَةٍ فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى زَانِيَةٍ لَاَ تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ يَدِ غَنِيٍّ فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى غَنِيٍّ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى سَارِقٍ وَزَانِيَةٍ وَغَنِيٍّ فَاُتِیَ فَقِيْلَ لَهٗ اَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰى سَارِقٍ فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهٖ وَاَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا اَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا وَاَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهٗ يَعْتَبِرُ فَيُنْفِقُ مِمَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ۔ (متفق علیه ولفظه للبخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳/ ۳٤٠ حدیث رقم ۱٤۲۱۔ ومسلم فی صحیحه ۲/ ۷۰۹ حدیث رقم (۷۸۔۱۰۲۲)۔ والنسائی ٥/ ٥٥ حدیث رقم ۲٥۲۳۔ واحمد فی المسند ۲/ ۳۲۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے اپنے دل میں کہا یا اپنے دوست سے کہا۔ میں کچھ اللہ کے لیے دوں گا۔ پس اس نے خیرات نکالی جس کی اس نے نیت کی تھی۔ تا کہ وہ کسی مستحق کو دے۔ پس اس نے خیرات بغیر جانے چور کو دے دی کہ وہ چور ہے تو لوگ باتیں کر رہے تھے۔ کہ آج رات چور کو خیرات دی گئی ہے لوگوں کو الہام خداوندی سے یا چور سے سن کو معلوم ہوا ہوگا۔ پس اس شخص نے کہا۔ یا اللہ تعریف تیری ذات کے لیے ہے چور کو دینے میں۔ البتہ میں اللہ کی رضا جوئی کے لیے صدقہ دونگا۔ تا کہ وہ مستحق کو پہنچ جائے۔ پھر اس نے اپنی خیرات نکالی اور زنا کرنے والی کے ہاتھ میں دی پھر صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے۔ آج کی

رات زنا کرنے والی کو خیرات دی گئی پس اس نے کہا اے اللہ تعریف تیرے ہی لائق ہے زنا کرنے والی کو خیرات دینے میں اس نے کہا میں اللہ کی رضا کے لئے خیرات کروں گا اور دولت مند کو خیرات دی گئی۔ اس نے کہا یا الٰہی تیرے لیے تعریف ہے چور اور زنا کرنے والی اور دولت مند کو خیرات دینے میں اس کو خواب میں دکھایا گیا اور اس کو کہا گیا۔ تیرے سب صدقات قبول ہوئے اور تیرا چور پر خیرات کرنا بے فائدہ نہیں ہے یعنی ثواب سے خالی نہیں ہے پس شاید کہ وہ چوری سے باز رہے مطلقاً باز آ جائے۔ یا جب تک اس کے پاس مال موجود رہے تو وہ باز آ جائے اور زنا کرنے والی شاید کہ زنا سے باز آ جائے اور دولت مند شاید کہ وہ اس خیرات سے نصیحت پکڑے اور اس مال سے خرچ کرے جو اللہ نے اس کو دیا ہے۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے اور اس کے لفظ بخاری کے ہیں۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ اس نے جو خدا کی حمد بیان کی۔ تو وہ بطور شکر کے تھی یا اللہ تیرا شکر ہے اللہ کی رضا کے لیے دیا۔ اگرچہ غیر مستحق کو دیا ہے یا اس نے خدا کی حمد بطور تعجب کے کی اور اس حدیث کی غرض یہ ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے دنیا بہر کیف ثواب اور نفع سے خالی نہیں ہے۔ جس کو بھی دے ثواب ملے گا۔ ان مذکورہ لوگوں کو مال دینے میں حدیث پاک میں حکمت بھی بیان کی گئی ہے۔ شاید چور اس خیرات کی وجہ سے چوری سے باز آ جائے اور دولت مند خرچ کرنے پر آمادہ ہو جائے اور زنا کرنے والی زنا سے رک جائے اور اس خیرات کی وجہ سے راہ راست پر آ جائے۔ اس لیے یہ تمام صدقات عند اللہ مقبول ہیں۔ اس لیے کہ اس کی نیت اللہ کی رضا کے لیے تھی۔ کوئی دنیاوی غرض نہیں تھی۔

خیرات کرنے کا دُنیا میں ثمرہ

۱۹/۱۷۶۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِّنَ الْاَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِیْ سَحَابَةٍ اِسْقِ حَدِیْقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحّٰی ذَالِكَ السَّحَابُ فَاَفْرَغَ مَاءَهٗ فِیْ حَرَّةٍ فَاِذَا شَرْجَةٌ مِّنْ تِلْكَ الشَّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذَالِكَ الْمَاءَ كُلَّهٗ فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ فَاِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِیْ حَدِیْقَتِهٖ یُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهٖ فَقَالَ لَهٗ یَا عَبْدَاللّٰهِ مَا اسْمُكَ قَالَ فُلَانٌ اَلْاِسْمُ الَّذِیْ سَمِعَ فِی السَّحَابَةِ فَقَالَ لَهٗ یَا عَبْدَ اللّٰهِ لِمَ تَسْاَلُنِیْ عَنْ اِسْمِیْ فَقَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ صَوْتًا فِی السَّحَابِ الَّذِیْ هٰذَا مَاءُهٗ یَقُوْلُ اِسْقِ حَدِیْقَةَ فُلَانٍ لِاِسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِیْهَا قَالَ اَمَّا اِذَا قُلْتَ هٰذَا فَاِنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی مَا یَخْرُجُ مِنْهَا فَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهٖ وَاٰكُلُ اَنَا وَعِیَالِیْ ثُلُثًا وَاَرُدُّ فِیْهَا ثُلُثَهٗ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۲۸۸/٤ حدیث رقم (٤٥۔ ۱۹۸٤)۔ واحمد فی المسند ۲۹۶/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص جنگل میں کھڑا تھا۔ اس نے بادلوں میں سے ایک آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی دے دو۔ پھر بادل ایک طرف چلا۔ پھر اس نے پتھریلی زمین پر پانی برسایا پس اچانک ان نالیوں میں سے ایک نالی نے جو اس زمین میں تھی پانی کو جمع کیا پھر وہ شخص پانی کے پیچھے چلا یعنی نالے میں سے پانی بہنے لگا اور وہ شخص بھی ساتھ چلا تا کہ معلوم کرے کہ کس کے باغ میں پانی پہنچا ہے؟ پس اچانک ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا تھا اور بیلچہ کے ساتھ پانی پھیر رہا تھا اس شخص نے اس سے پوچھا تیرا نام

کیا ہے؟ اس نے کہا میرا نام فلاں ہے وہ نام بتایا جو اس نے ابر میں سنا تھا۔ پس اس نے کہا کہ میں نے ابر سے یہ آواز سنی تھی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی دے یعنی تیرا نام لے کر کہا تھا۔ پس تو اپنے باغ میں کیا نیکی کا کام کرتا ہے جس کی وجہ سے تو اس بزرگی کے لائق ہوا ہے؟ اس نے کہا تو نے اس موقع پر بات پوچھی ہے اس لیے میں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ پس جو چیز باغ سے حاصل ہوتی ہے میں اس کا ایک تہائی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دیتا ہوں اور ایک تہائی میں اور میرا کنبہ کھاتے ہیں اور ایک تہائی باغ میں لگاتا ہوں۔ اس کو مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث پاک میں جو آیا ہے کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی دے دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ والے کے نام سے کنایہ کیا ہے جیسا کہ آگے صراحتاً آیا ہے کہ بادلوں میں اس کا نام لیا گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا تھا۔ فلاں مخصوص نام کے ساتھ ہاتف نے نام لیا تھا اور سامع نے فلاناً کہہ کر بیان کیا کہ میں نے تیرا نام سنا تھا اور اس نام کو لفظ فلاں سے تعبیر کیا ہے۔

انسان کو چاہیے کہ اپنے ماضی کو فراموش نہ کرے اور اللہ عزوجل کا شکر بجالائے

۱۷۷۰/۲۰ وَعَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ ثَلَاثَةً مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰی فَاَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّبْتَلِیَهُمْ فَبَعَثَ اِلَیْهِمْ مَلَكًا فَاَتَی الْاَبْرَصَ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ وَ یَذْهَبُ عَنِّی الَّذِیْ قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهٗ وَاُعْطِیَ لَوْنًا حَسَنًا وَجِلْدًا حَسَنًا قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ الْاِبِلُ اَوْ قَالَ الْبَقَرُ شَكَّ اِسْحٰقُ اِلَّا اَنَّ الْاَبْرَصَ اَوِ الْاَقْرَعَ قَالَ اَحَدُهُمَا الْاِبِلُ وَقَالَ الْاٰخَرُ الْبَقَرُ قَالَ فَاُعْطِیَ نَاقَةً عُشَرَاءَ فَقَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِیْهَا قَالَ فَاَتَی الْاَقْرَعَ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ شَعْرٌ حَسَنٌ وَیَذْهَبُ عَنِّیْ هٰذَا الَّذِیْ قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ قَالَ وَاُعْطِیَ شَعْرًا حَسَنًا قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ الْبَقَرُ فَاُعْطِیَ بَقَرَةً حَامِلًا قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِیْهَا قَالَ فَاَتَی الْاَعْمٰی فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ اَنْ یَّرُدَّ اللّٰهُ اِلَیَّ بَصَرِیْ فَاُبْصِرَ بِهِ النَّاسَ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَیْهِ بَصَرَهٗ قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ الْغَنَمُ فَاُعْطِیَ شَاةً وَالِدًا فَاُنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْاِبِلِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْبَقَرِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ اَنَّهٗ اَتَی الْاَبْرَصَ فِیْ صُوْرَتِهٖ وَهَیْئَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِیْنٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ فَلَا بَلَاغَ لِیَ الْیَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ اَسْاَلُكَ بِالَّذِیْ اَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِیْرًا اَتَبَلَّغُ بِهٖ فِیْ سَفَرِیْ فَقَالَ الْحُقُوْقُ كَثِیْرَةٌ فَقَالَ اِنَّهٗ كَاَنِّیْ اَعْرِفُكَ اَلَمْ تَكُنْ اَبْرَصَ یَقْذُرُكَ النَّاسُ فَقِیْرًا فَاَعْطَاكَ اللّٰهُ مَا لًا فَقَالَ اِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا الْمَالَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَیَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰی مَا كُنْتَ قَالَ وَاَتَی الْاَقْرَعَ فِیْ صُوْرَتِهٖ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا وَرَدَّ عَلَیْهِ مِثْلَ مَارَدَّ عَلٰی هٰذَا فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَیَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰی مَا كُنْتَ قَالَ وَاَتَی الْاَعْمٰی فِیْ صُوْرَتِهٖ وَهَیْئَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِّسْكِیْنٌ وَابْنُ سَبِیْلٍ اِنْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ فَلَا بَلَاغَ لِیَ الْیَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ اَسْاَلُكَ بِالَّذِیْ رَدَّ عَلَیْكَ بَصَرَكَ شَاةً اَتَبَلَّغُ بِهَا فِیْ سَفَرِیْ فَقَالَ قَدْ

كُنْتُ اَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيَّ بَصَرِىْ فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ فَوَ اللّٰهِ لَا اَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ اَخَذْتَهُ لِلّٰهِ فَقَالَ اَمْسِكْ مَالَكَ فَاِنَّمَا ابْتُلِيْتُمْ فَقَدْ رَضِيَ عَنْكَ وَسَخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٦/٥٠٠ حديث رقم ٣٤٦٤۔ ومسلم في صحيحه ٤/٢٢٧٥ حديث رقم (١٠۔٢٩٦٤)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ایک کوڑھی اور دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمانے کا ارادہ کیا (کہ یہ نعمت کا شکر یہ ادا کرتے ہیں یا نہیں؟) پس ان کی طرف ایک فرشتہ مسکین کی صورت میں بھیجا۔ پس وہ کوڑھی کے پاس آیا اس نے آکر کہا کہ تمہیں کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ کوڑھی نے کہا کہ اچھا رنگ اور اچھا بدن اور مجھ سے وہ چیز دور ہو جائے جس کو لوگ ناپسند کرتے ہیں یعنی کوڑھ جاتا رہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر اس پر فرشتے نے ہاتھ پھیرا اور اس سے گھن دور ہو گئی یعنی کوڑھ دور ہو گیا اور اچھا رنگ دے دیا گیا یعنی خوبصورتی دے دی گئی پھر فرشتے نے پوچھا تمہیں کونسا مال زیادہ محبوب ہے اُونٹ یا گائیں؟ اسحٰق جو حدیث کے راوی ہیں انہوں نے شک کیا ہے کہ گنجے نے کہا یا کوڑھی نے کہا۔ ایک نے ان میں سے اونٹ کہا اور دوسرے نے گائیں۔ فقط تعین میں شک ہے کہ ان دونوں میں سے کس نے کیا کہا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو حاملہ اونٹنیاں دے دی گئیں پھر فرشتے نے کہا اللہ تعالیٰ تیرے لیے ان میں برکت دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا پس فرشتے نے کہا کہ تمہیں کون سی چیز زیادہ محبوب ہے؟ اس نے کہا اچھے بال۔ اور وہ چیز مجھ سے دور ہو جائے۔ جس سے لوگ گھن کھاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس سے اس کا گنج جاتا رہا اور اچھے بال یعنی خوبصورت بال اس کو دے دیئے گئے۔ فرشتے نے کہا کہ تمہیں کونسا مال زیادہ پسند ہے اس نے کہا کہ حمل والی گائیں۔ فرشتے نے کہا اللہ تجھ کو ان میں برکت دے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتہ اندھے کے پاس آیا تو تمہیں کونسی چیز زیادہ پسند ہے۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی واپس کر دے۔ تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بینائی عطاء کر دی پھر فرشتے نے کہا کہ تمہیں کونسا مال زیادہ محبوب ہے اس نے کہا بکریاں۔ تو اس کو بہت زیادہ بچے دینے والی بکریاں دے دی گئیں پس کوڑھی اور گنجے نے اونٹوں اور گایوں کے بچے لیے اور اندھے نے بکریوں کے بچے لیے۔ کوڑھی کے لیے ایک جنگل اونٹوں کا ہو گیا اور اندھے کے لیے ایک جنگل بکریوں کا ہو گیا اور گنجے کے لیے ایک جنگل گایوں کا۔ پھر فرشتہ اپنی پہلی صورت میں کوڑھی کے پاس آیا یعنی جس صورت میں پہلے اس کے پاس آیا تھا اسی طرح پھر آیا پس فرشتے نے اس کے لیے کہا کہ میں مسکین آدمی ہوں۔ میرا سامان سفر گم ہو گیا ہے میں آج اپنی منزل مقصود تک سوائے اللہ کی عنایت کے نہیں پہنچ سکتا تھا مگر اللہ تعالیٰ کی عنایت کے ساتھ پھر میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر ایک اونٹ مانگتا ہوں جس نے تجھے اچھے رنگ اور اچھی جلد سے نوازا ہے میں اس اونٹ کے ذریعے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاؤں پس کوڑھی نے کہا کہ حقدار بہت ہیں۔ تجھے ایک اونٹ نہیں مل سکتا۔ اس نے اس کو ٹالنے کے لئے جھوٹ بولا۔ پس فرشتے نے کہا میں تم کو پہچانتا ہوں تو کوڑھی تھا لوگ تجھ سے گھن کھاتے تھے اور تو محتاج تھا تو اللہ تعالیٰ نے تجھے صحت و مال سے نوازا۔ پس کوڑھی نے کہا یہ تو مجھے وراثت میں دیا گیا ہے باپ دادا سے پس فرشتے نے اس سے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے ایسا ہی کر دے جیسا کہ تو پہلے تھا۔ یعنی کوڑھی محتاج بنا دے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فرشتہ گنجے کے پاس پہلی صورت میں آیا۔ اس کو بھی اسی طرح کہا اور گنجے نے

بھی ایسا ہی جواب دیا جیسے کوڑھی نے جواب دیا تھا پھر فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے پہلی حالت کی طرح کر دے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فرشتہ اندھے کے پاس آیا اپنی پہلی شکل وصورت میں اس نے کہا میں مسکین ہوں مسافر ہوں۔ میرا سامان سفر میں گم ہو گیا ہے میں اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی عنایت کے ساتھ۔ پھر تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر ایک بکری مانگتا ہوں جس نے تمہیں بینائی عطا کی ہے تا کہ سفر میں میرے کام آئے پس اندھے نے کہا میں تحقیق اندھا تھا اللہ نے میری نظر لوٹا دی۔ پس جو چاہے لے لے اور جو چاہے چھوڑ دے پس اس نے کہا اللہ کی قسم میں تمہیں تکلیف نہیں دوں گا اس چیز کی وجہ سے جو اللہ نے مجھ پر لوٹا دی ہے۔ یعنی نظر۔ تو اللہ کے واسطے لے جا۔ پھر فرشتے نے کہا کہ تو اپنا مال اپنے پاس رکھ۔ مجھے ضرورت نہیں ہے پس اللہ کی قسم تمہاری آزمائش کی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارا امتحان لیا ہے کہ تمہیں اپنا حال یاد ہے یا نہیں اور شکر کرتے ہو یا نہیں؟ پس تجھ سے اللہ راضی ہوا اور ان دونوں سے ناراض ہوا یعنی کوڑھی اور گنجے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوا۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرے۔ اپنی حقیقت حال کو ہرگز فراموش نہ کرے اور خدا کا شکر گزار رہے اور نعمتوں کی فراوانی کی وجہ سے اپنے محسن کو پس پشت نہ ڈال دے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہنا جائز ہے کہ کوئی شخص کہے کہ میں اپنی حاجت اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ پھر تجھ سے اور یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ میں عرض کرتا ہوں خدا سے اور تجھ سے۔

سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹانا چاہیے

۲۱/۱۷۷ وَعَنْ اُمِّ بُجَيْدٍ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمِسْكِيْنَ لَيَقِفُ عَلٰى بَابِىْ حَتّٰى اَسْتَحْيِىْ فَلَا اَجِدُ فِىْ بَيْتِىْ مَا اَدْفَعُ فِىْ يَدِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدْفَعِىْ فِىْ يَدِهٖ وَلَوْ ظِلْفًا مُحَرَّقًا۔ (رواه احمد وابو داود والترمذی وقال هذا حديث صحيح حسن)

اخرجه ابوداؤد في السنن ۳۰۷/۲ حديث رقم ۱۶۶۷۔ والترمذي في السنن ۵۲/۳ حديث رقم ۶۶۵۔ والنسائي ۸۶/۵ حديث رقم ۲۵۷٤۔ واحمد في المسند ۳۸۳/۶۔

ترجمہ: ام بجید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! ایک مسکین میرے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اور مجھ سے مانگتا ہے یہاں تک کہ مجھے حیا آتی ہے پس میں اپنے گھر میں کوئی چیز نہیں پاتی کہ اس کو دوں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے ہاتھ میں دو اگرچہ جلا ہوا کھر ہو۔ اس کو امام احمدؒ، ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹانا چاہیے کچھ نہ کچھ ضرور دے کر بھیجنا چاہیے اگرچہ حقیر چیز ہی کیوں نہ ہو۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ فقیر کو ضرور کوئی چیز دینی چاہیے اگرچہ جلا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو۔

سائل کو واپس نہیں لوٹانا چاہیے

۲۲/۱۷۷۲ وَعَنْ مَوْلًى لِعُثْمَانَ قَالَ اُهْدِیَ لِاُمِّ سَلَمَةَ بَضْعَةٌ مِّنْ لَحْمٍ وَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعْجِبُهُ اللَّحْمُ فَقَالَتْ لِلْخَادِمِ ضَعِیْهِ فِی الْبَیْتِ لَعَلَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَأْكُلُهُ فَوَضَعَتْهُ فِی كُوَّةِ الْبَیْتِ وَجَاءَ سَائِلٌ فَقَامَ عَلَی الْبَابِ فَقَالَ تَصَدَّقُوْا بَارَكَ اللّٰهُ فِیْكُمْ فَقَالُوْا بَارَكَ اللّٰهُ فِیْكَ فَذَهَبَ السَّائِلُ فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا اُمَّ سَلَمَةَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَیْءٌ اَطْعَمُهُ فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَتْ لِلْخَادِمِ اِذْهَبِیْ فَاْتِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ اللَّحْمِ فَذَهَبَتْ فَلَمْ تَجِدْ فِی الْكُوَّةِ اِلَّا قِطْعَةَ مَرْوَةٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ ذٰلِكَ اللَّحْمَ عَادَ مَرْوَةً لِمَا لَمْ تُعْطُوْهُ السَّائِلَ۔

رواه البیهقی فی دلائل النبوة۔

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سے روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو گوشت کا پکا ہوا ٹکڑا بطور تحفہ بھیجا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت بہت پسند تھا پس امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے لونڈی کو کہا کہ اس گوشت کو گھر میں رکھ دے شاید کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرمائیں۔ لونڈی نے اس کو گھر کے طاقچے میں رکھ دیا۔ پس مانگنے والا آیا اور دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا اے گھر والو! دو اللہ تم کو برکت دیں گے۔ پس گھر والوں نے کہا اللہ تجھے زیادہ دے۔ پس مانگنے والا چلا گیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پس کہا اے ام سلمہ! کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ پس ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے لونڈی کو کہا جاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گوشت لے کر آؤ۔ پس لونڈی گئی تو اس نے دیکھا طاقچہ میں سفید پتھر کے سوا کچھ نہیں تھا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے سائل کو نہ دینے کی وجہ سے وہ گوشت سفید پتھر ہو گیا ہے۔ اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا گیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹانا چاہیے۔ قرآن پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے: ﴿وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ (الضحی : ۱۰) سائل کو نہ ڈانٹئے اس لیے سوالی کے سوال کو پورا کرنا چاہیے کیا معلوم کہ وہ کس قدر ضرورت مند ہے اللہ تعالیٰ ہی اس کی حالت کو بہتر سمجھتے ہیں۔

خدا کے نزدیک بدترین آدمی جو سائل کا سوال پورا نہ کرے

۲۳/۱۷۷۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ مَنْزِلًا قِیْلَ نَعَمْ قَالَ الَّذِیْ یُسْئَلُ بِاللّٰهِ وَلَا یُعْطِیْ بِهٖ۔ (رواه احمد)

اخرجه النسائی فی السنن ۸۳/۵ حدیث رقم ۲۵۶۹۔ والدارمی ۲۶۵/۲ حدیث رقم ۲۳۹۵۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم کو بتاؤں کہ اللہ کے نزدیک مرتبے کے لحاظ سے بدترین شخص کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہاں بتا دیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص ہے جو خدا کا نام لے کر سوال کرے اور اسکے سوال پر اس کو نہ دیا جائے۔ یعنی سوال پورا نہ کیا جائے۔ اس کو امام احمد رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کا نام لے کر سوال کرے اور اس کے باوجود اس کو نہ دیا جائے تو وہ مرتبے کے لحاظ سے خدا کے نزدیک سب لوگوں میں برا ہے۔ مگر ایک صورت میں جب سائل واقعتاً مستحق نہیں ہے بلکہ پیشہ ور بھکاری ہے یا جس سے مانگ رہا ہے اس کے پاس اپنی ضرورت سے زائد نہیں ہے تو وہ نہ دینے کی وجہ سے گناہ گار نہیں ہوگا اور نہ دینے والا اس وقت گناہ گار ہوگا جب سائل مال کا مستحق ہو اور اس کے پاس ضرورت سے زائد مال ہو اور وہ سائل کو واپس لوٹا دے اور کچھ نہ دے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا زُہد و تقویٰ

۱۷۷۴/۲۴ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّہٗ اسْتَأْذَنَ عَلٰی عُثْمَانَ فَاَذِنَ لَہٗ وَبِیَدِہٖ عَصَاہُ فَقَالَ عُثْمَانُ یَا کَعْبُ اِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ تُوُفِّیَ وَتَرَکَ مَالًا فَمَا تَرٰی فِیْہِ فَقَالَ اِنْ کَانَ یَصِلُ فِیْہِ حَقَّ اللّٰہِ فَلَا بَأْسَ عَلَیْہِ فَرَفَعَ اَبُوْذَرٍّ عَصَاہُ فَضَرَبَ کَعْبًا وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا اُحِبُّ لَوْ اَنَّ لِیْ ھٰذَا الْجَبَلَ ذَھَبًا اُنْفِقُہٗ وَیُتَقَبَّلُ مِنِّیْ اَذَرُ خَلْفِیْ مِنْہُ سِتَّ اَوَاقِیَّ اَنْشُدُکَ بِاللّٰہِ یَاعُثْمَانُ اَسَمِعْتَہٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ نَعَمْ۔

(رواہ احمد)

اخرجہ احمد فی المسند ۱/۶۳۔

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی۔ پس انہوں نے ان کو اجازت دی اور ان کے ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے کعبؓ! تحقیق عبدالرحمٰن نے وفات پائی ہے اور بہت زیادہ مال چھوڑ گئے ہیں تم اس کے حق میں کیا کہتے ہو؟ (یعنی اس کا کثیر المال ہونا اس کے لیے مضر تھا یا نہیں؟) پس کعبؓ نے کہا۔ اگر عبدالرحمٰن اللہ کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا کرتے تھے تو ان پر کوئی ڈر نہیں ہے تو ابوذرؓ نے اپنی لاٹھی اٹھا کر حضرت کعبؓ کو ماری اور فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے میں پسند نہیں کرتا ہوں کہ اگر میرے واسطے احد پہاڑ یا کوئی دوسرا پہاڑ سونے کا ہو۔ میں اس کو خرچ کردوں اور وہ قبول بھی ہو جائے اس کے باوجود میں اسے پسند نہیں کرتا کہ دنیا میں چھ اوقیہ چاندی یعنی دو سو چالیس درہم چھوڑ جاؤں۔ اے عثمان! میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم نے بھی اس کو سنا ہے؟ یہ کلام ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے تین بار کہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فقراء اور زہاد صحابہ میں سے تھے۔ یعنی زہد و فقر کے مالک تھے ان کا مذہب یہ تھا کہ مال جمع کرنا اچھا نہیں ہے سب کچھ اللہ کے لیے خرچ کر دینا چاہیے اور جب جذبہ زہد غالب آ گیا تو کعب کو مارا۔

اور جمہور علماء کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ اگر مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔ تو مضائقہ نہیں ہے یعنی مال جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ کثیر مال رکھتا ہو اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ وہ قبول بھی ہو جائے یہ بطور مبالغہ کے ہے اتنا مال خرچ کروں اور اللہ کرے وہ قبول ہو جائے اور اذر کا لفظ حذف ان کے ساتھ احب کا مفعول ہے کہ اگر اتنا مال ہو یعنی احد پہاڑ کے

برابر سونا ہو۔ یا اس کی بقدر اللہ کے راستے میں خرچ کردوں اور وہ قبول بھی ہو جائے پھر بھی مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ چھ اوقیہ کی بقدر مال پیچھے چھوڑ جاؤں۔

دُنیا کا مال اور اسباب قربِ الٰہی میں رکاوٹ کا باعث ہے

۲۵/۱۷۷۵ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ اِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهٖ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهٖ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَاٰى اَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهٖ قَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ اَنْ يَّحْبِسَنِیْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ. (رواه البخاری وفی رواية له) قَالَ كُنْتُ خَلَّفْتُ فِی الْبَيْتِ تِبْرًا مِّنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ اَنْ اُبَيِّتَهٗ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۹۹/۳ حدیث رقم ۱۴۳۰۔ والنسائی فی السنن ۸۴/۳ حدیث رقم ۱۳۶۵۔ واحمد فی المسند ۷/۴۔

ترجمہ: عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی۔ پس آپ ﷺ نے سلام پھیرا اور جلدی سے کھڑے ہوئے۔ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی بعض عورتوں رضی اللہ عنہن کے حجرے کی طرف گئے پس لوگ حضور ﷺ کے جلدی کرنے کی وجہ سے گھبرا گئے۔ پھر حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر واپس آئے تو دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے جلدی کرنے کی وجہ سے تعجب کیا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے سونے کی ایک چیز یاد آئی میں نے اس کو ناپسند جانا کہ وہ مجھے قربِ الٰہی سے روک لے۔ پس میں نے اہل بیت کو اس کے بانٹنے کا حکم کیا۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے نقل کیا ہے بخاری شریف کی ایک روایت میں آیا ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں گھر میں ایک ڈلا سونے کا زکوٰۃ میں سے چھوڑ آیا تھا میں نے رات بھر اس کو اپنے پاس رکھنا پسند نہ کیا۔

تشریح ❁ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات الٰہی کے علاوہ چیزوں کی طرف متوجہ ہونا' قربِ الٰہی سے باز رکھنا ہے یعنی اللہ کے مقربین بھی دنیا میں مشغول ہو کر قربِ الٰہی سے محروم نہ ہو جائیں۔ آپ ﷺ کا یہ عمل تعلیم کے لیے تھا۔

وراثت کے مال کے بارے میں آپ ﷺ کا عمل

۲۶/۱۷۷۶ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدِیْ فِیْ مَرَضِهٖ سِتَّةُ دَنَانِيْرَ اَوْ سَبْعَةٌ فَاَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُفَرِّقَهَا فَشَغَلَنِیْ وَجَعُ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَاَلَنِیْ عَنْهَا مَا فَعَلَتِ السِّتَّةُ اَوِ السَّبْعَةُ قُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كَانَ شَغَلَنِیْ وَجَعُكَ فَدَعَا بِهَا ثُمَّ وَضَعَهَا فِیْ كَفِّهٖ فَقَالَ مَا ظَنُّ نَبِيِّ اللّٰهِ لَوْ لَقِیَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَهٰذِهٖ عِنْدَهٗ. (رواه احمد)

اخرجه احمد فی المسند ۱۰۴/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی بیماری میں ان کی چھ یا سات اشرفیاں میرے پاس تھیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں ان کو بانٹ دوں۔ نبی کریم ﷺ کی بیماری کی مشغولیت نے مجھے ان کو بانٹنے سے

روکے رکھا۔ یعنی بیماری کی وجہ سے بانٹنے کی فرصت نہ ملی۔ پھر حضور ﷺ نے پوچھا کہ ان چھ یا سات اشرفیوں کا کیا ہوا؟ میں نے کہا نہیں بانٹیں۔ خدا کی قسم آپ ﷺ کی بیماری کی مشغولیت نے مجھے ان کے بانٹنے سے باز رکھا پھر حضور ﷺ نے ان اشرفیوں کو منگوایا اور ان کو اپنے ہاتھ پر رکھا اور فرمایا کیا گمان کیا جا سکتا ہے کہ اللہ کے نبی کی اللہ رب العزت سے ملاقات ہو۔ اس حال میں کہ اس کے پاس اشرفیاں ہوں۔ اس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مال و دولت کا نبیوں کے پاس جمع ہونا مقام نبوت کے منافی ہے۔ کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کی وراثت درہم و دینار نہیں بلکہ وہ علم شرعی ہوتا ہے جو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے۔

آپ ﷺ نے آڑے وقت (مشکل وقت) کیلئے مال بچا کر رکھنے کو ناپسند فرمایا

۱۷۷۷/۲۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی بِلَالٍ وَعِنْدَهٗ صُبْرَةٌ مِّنْ تَمْرٍ فَقَالَ مَا هٰذَا یَا بِلَالُ قَالَ شَیْءٌ اِدَّخَرْتُهٗ لِغَدٍ فَقَالَ اَمَا تَخْشٰی اَنْ تَرٰی لَهٗ غَدًا بُخَارًا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَنْفِقْ بِلَالُ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا۔ (رواهما البیهقی فی شعب الایمان)

اخرجه البیهقی فی شعب الایمان ۱۱۸/۲ حدیث رقم ۱۳۴۶۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کھجور کا توڑہ تھا۔ پس حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بلال! یہ کیا چیز ہے؟ عرض کیا یہ ایک چیز ہے جو کل کے لیے میں نے ذخیرہ کیا ہے یعنی اپنی ضرورت کے لیے جو کل کو پیش آنے والی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو ڈرتا نہیں ہے کہ تو کل کو یعنی قیامت کے دن آگ کا دھواں دوزخ میں دیکھے۔ اے بلال! تو اس کو خرچ کر دے اور صاحب عرش سے فقر کا ڈر نہ رکھ۔

تشریح ۞ اس حدیث میں مشکل وقت آنے سے پہلے مال بچا کر رکھنے کو ناپسند فرمایا ہے اور وعید سنائی گئی ہے کہ کل کے دن یعنی قیامت کے دن تو آگ کا دھواں دیکھے گا اور یوم القیامۃ کا لفظ اس کی تاکید ہے اور بخار کا پہنچنا کنایہ ہے دوزخ کے قریب ہونے سے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے دوزخ سے قریب ہوگا اور حدیث کا حاصل یہ ہے کہ خرچ کرو محتاجگی سے نہ ڈرو۔ جس قادر نے عرشِ عظیم کو پیدا کیا ہے وہی روزی دے گا اور حضور ﷺ نے یہ حکم صادر فرمایا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ پر کمال توکل اور اعتماد حاصل ہو۔ ورنہ اپنے خاندان کے لیے ایک دن کی روزی کا ذخیرہ کرنا جائز ہے۔

سخی اور بخیل کو درخت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے

۱۷۷۸/۲۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ السَّخَاءُ شَجَرَةٌ فِی الْجَنَّةِ فَمَنْ کَانَ سَخِیًّا اَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْهَا فَلَمْ یَتْرُکْهُ الْغُصْنُ حَتّٰی یُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَالشُّحُّ شَجَرَةٌ فِی النَّارِ فَمَنْ کَانَ شَحِیْحًا اَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْهَا فَلَمْ یَتْرُکْهُ الْغُصْنُ حَتّٰی یُدْخِلَهُ النَّارَ۔ (رواهما البیهقی فی شعب الایمان)

اخرجه البيهقي في شعب الايمان ٤٣٥/٧ حديث رقم ١٠٨٧٦۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سخاوت جنت میں ایک درخت ہے جو شخص سخی ہوگا اس کی ٹہنی پکڑے گا۔ پس وہ ٹہنی اس کو نہیں چھوڑے گی۔ یہاں تک اس کو جنت میں داخل کر دے گی اور بخیلی دوزخ میں ایک درخت ہے اور جو شخص بخیل ہوگا اس درخت کی ٹہنی پکڑے گا۔ پس وہ ٹہنی اس کو نہیں چھوڑے گی۔ یہاں تک کہ اس کو دوزخ میں داخل کر دے گی۔ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کی ہیں۔

تشریح: اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ سخاوت درخت کی طرح ہے اسلئے کہ جس طرح درخت بڑا ہوتا ہے اور ٹہنیاں بہت ہوتی ہے ایسے ہی سخاوت بھی ایک بڑی چیز ہے اور اسکی بہت سی قسمیں ہیں اور سخاوت کرنے والا ایک ٹہنی کو پکڑ کر جنت میں داخل ہو جائے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے سخاوت کی مثال ایک درخت کی طرح ہے' جس کی جڑ جنت میں ہے اور اسکی شاخیں دنیا میں ہیں جو شخص سخاوت کرتا ہے وہ گویا کہ درخت کی ٹہنی کو پکڑنے والا ہے اور ٹہنی اس کو جنت میں پہنچا دے گی۔

صدقہ دینے سے آزمائش دُور ہو جاتی ہیں

۲۹/۱۷۷۹ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَادِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّاهَا۔ (رواه رزين)

اخرجه البيهقي في شعب الايمان بلفظ باكروا حديث رقم ٣٣٥٣۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کے لیے مال دینے میں جلدی کرو (یعنی موت یا بیماری سے پہلے ادا کرو) تحقیق آزمائش صدقہ سے بڑھتی نہیں ہے (یعنی اللہ کی رضا کے لیے دینے سے بلا دفع ہو جاتی ہے) اس کو رزین نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ صدقہ آزمائشوں کو ٹال دیتا ہے اور امتحانات و مصائب صدقے سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ یعنی اللہ کی رضا کے لیے مال خرچ کرنے سے بلا دفع ہو جاتی ہے اور مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔

بَابُ فَضْلِ الصَّدَقَةِ

صدقات کی فضیلت کے بیان میں

فائدہ! صدقہ اس مال کو کہتے ہیں جسے آدمی اللہ کی رضا اور قرب حاصل کرنے کے لیے اپنے مال سے نکالے۔ خواہ واجب ہو یا نفل۔

الفصل الاول:

صدقے کا اَجر و ثواب

۱/۱۷۸۰ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسَبٍ

طَیِّبٍ وَلَا یَقْبَلُ اللّٰہُ اِلَّا الطَّیِّبَ فَاِنَّ اللّٰہَ یَتَقَبَّلُھَا بِیَمِیْنِہٖ ثُمَّ یُرَبِّیْھَا لِصَاحِبِھَا کَمَا یُرَبِّیْ اَحَدُکُمْ فَلُوَّہٗ حَتّٰی تَکُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ. (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۷۸/۳ حدیث رقم ۱۴۱۰۔ ومسلم فی صحیحه ۷۰۲/۲ حدیث رقم (۶۳۔ ۱۰۱۴)۔ والترمذی فی السنن ۴۹/۳ حدیث رقم ۶۶۱۔ والنسائی ۵۷/۵ حدیث رقم ۲۵۲۵۔ وابن ماجه ۵۹۰/۱ حدیث رقم ۲۵۲۵ والدارمی ۴۸۵/۱ حدیث رقم ۱۶۷۵۔ ومالك فی الموطأ ۹۹۵/۲ حدیث رقم ۱ من کتاب الصدقة۔ واحمد فی المسند ۳۳۱/۳۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص (صورت کے لحاظ سے یا قیمت کے لحاظ سے) اپنی حلال کمائی سے کھجور کے برابر خیرات کرے اور اللہ حلال مال کے علاوہ قبول نہیں کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ قبول کرتا ہے۔ پھر اس کو خیرات دینے والے کے لیے پالتا ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی بچھڑے کو پالتا ہے یہاں تک کہ اس کا ثواب یا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ کسب کا معنی جمع کرنا ہے یہ کسب کا لغوی معنی ہے اور حدیث پاک میں کسب طیب سے مراد وہ مال ہے جو اس نے حلال یعنی شرعی طریقے سے جمع کیا ہو۔ شرعی طریقہ یا تو تجارت کا ہے یا صنعت کا ہے۔ یا زراعت کا ہے یا وراثت میں ہاتھ لگا ہو۔ یا کسی نے ہبہ کیا ہو اللہ تعالیٰ حلال مال کے علاوہ قبول نہیں کرتا اور حلال اچھی جگہ پر صرف ہوتا ہے چنانچہ شیخ علی متقی عارف باللہ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص صالحین میں سے کمائی کیا کرتا تھا اور ایک تہائی اللہ کے لیے دیتا تھا اور ایک تہائی اپنے خرچ میں لاتا تھا اور ایک تہائی کمائی کی جگہ خرچ کرتا تھا پس اس کے پاس ایک دنیا دار آیا اور کہنے لگا کہ اے شیخ میں اللہ کے لیے دینا چاہتا ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ مستحق کون ہے؟ انہوں نے کہا پہلے حلال مال حاصل کرو۔ پھر دو گے تو وہ مستحق کو پہنچے گا۔ پس غنی نے اس بات کو مبالغہ پر محمول کیا تو شیخ نے کہا کہ جب تو کل نکلے اور ایسے شخص سے ملاقات کرے جس کے بارے میں تیرے دل میں رحم پیدا ہو جائے اسے صدقہ دے دینا۔

پس وہ باہر نکلا تو دیکھتا ہے کہ ایک اندھا بوڑھا آدمی ہے اس نے اس کو مستحق سمجھ کر صدقہ اس کو دے دیا پھر دوسرے دن اس کے قریب سے گزرا تو وہ دوسرے شخص سے کہہ رہا تھا کہ میرے پاس کل ایک آدمی آیا تھا اور اس نے مجھ کو اتنا مال دیا میں بہت خوش ہوا اور میں نے اس کو فلاں بدکار آدمی کے ساتھ شراب خوری میں صرف کیا۔ وہ غنی یہ بات سن کر شیخ کے پاس آیا اور یہ واقعہ بیان کیا شیخ نے اس کو اپنی کمائی کا ایک درہم دیا اور اس کو کہا۔ جب تو گھر سے نکلے اور پہلے مرحلے میں جس پر تیری نظر پڑے اس کو یہ درہم دے دینا میں۔ پس جب وہ نکلا۔ تو اس نے ایک شخص کو دیکھا جو دیکھنے کو اچھا کھاتا پیتا معلوم ہوتا تھا۔ پس یہ اس کو دینے سے جھجکا لیکن بحکم شیخ کے مجبوراً اس کو دے دیا جب اس نے درہم لے لیا اور اپنے راستے سے لوٹا اور غنی بھی اس کے ساتھ چلنے لگا یہاں تک کہ وہ ایک کھنڈر میں داخل ہو گیا اور دوسرے راستے سے نکل گیا اور شہر کی طرف چل پڑا۔ غنی بھی اس کھنڈر میں اس کے پیچھے داخل ہو گیا اس نے دیکھا کہ وہاں ایک کبوتر مرا ہوا پڑا تھا۔ چنانچہ غنی اس کے پیچھے پیچھے گیا اور اس کو قسم دی کہ اپنا حال بتاؤ۔ اس نے کہا میرے پاس چھوٹے بچے ہیں جو نہایت بھوکے ہیں پس میں بے چین ہوا اور سرگرداں نکل پڑا تو میں نے

مرا ہوا کبوتر پایا اور اس کو گھر لے آیا تو جب یہ چیز میرے ہاتھ لگی۔ تو میں نے کبوتر پھینک دیا جہاں سے لیا تھا۔ پس غنی سمجھ گیا کہ واقعی حلال مال اچھی جگہ صرف ہوتا ہے اور حرام مال بری جگہ پر خرچ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو کر دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے اور خوب قبول کرتا ہے اور اس کو پالتا ہے اور بڑھاتا ہے تاکہ میزان اعمال میں بھاری ہو جائے۔

صدقہ دینے سے مال میں اضافہ ہوتا ہے

۲/۱۷۸۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَالٍ وَمَازَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۰۱/٤ حدیث رقم (٦٩۔ ٢٥٨٨)۔ والترمذی السنن ٣٣٠/٤ حدیث رقم ٢٠٢٩۔ والدارمی ٤٨٦/١ حدیث رقم ١٦٧٦۔ ومالك فی الموطأ ١٠٠٠/٢ حدیث رقم ١٢ من کتاب الصدقة۔ واحمد فی المسند ٢٣٥/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صدقہ مال کو کم نہیں کرتا اور جو بندہ کسی کی غلطی کو معاف کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ کر دیتے ہیں اور جو خدا کے لیے تواضع وانکساری اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مرتبے کو بلند کر دیتے ہیں اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں آتی۔ بلکہ مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگرچہ ظاہر میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے مال کم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں زیادتی ہوتی ہے اور برکت ہو جاتی ہے اور آفتیں دور ہو جاتی ہیں اور آخرت میں ثواب ملتا ہے اور دنیا میں بھی اس کا بدلہ مل جاتا ہے اور جو شخص کسی کی کوتاہی کو نظر انداز کر دیتا یا قصور کو معاف کر دیتا ہے حالانکہ وہ بدلہ لینے پر قادر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں عزت بڑھا دیتے ہیں۔ ایک بزرگ سے منقول ہے کہ کوئی انتقام عفو کے برابر نہیں ہو سکتا اور جو شخص تواضع اختیار کرتا ہے یعنی عاجزی کرتا ہے قربِ الٰہی کی امید کی خاطر یا اور کسی غرض سے تو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی قدر بلند کر دیتا ہے۔

۳/۱۷۸۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِّنَ الْاَشْيَاءِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دُعِيَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَلِلْجَنَّةِ اَبْوَابٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَا عَلٰى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ يُدْعٰى اَحَدٌ مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَاَرْجُوْاَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤/حدیث رقم ١٨٩٧۔ ومسلم فی صحیحه ٧١١/٢ حدیث رقم (٨٥۔ ١٠٢٧)۔ والنسائی فی السنن ٩/٥ حدیث رقم ٢٤٣٩۔ والدارمی ٢٦٨/٢ حدیث رقم ٢٤٠٣۔ ومالك فی الموطأ ٤٦٩/٢ حدیث رقم ٤٩ من کتاب الجهاد۔ واحمد فی المسند ٣٦٦/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی دوہری چیز خرچ کرے اللہ کے راستے میں تو

اس کو بہشت کے دروازوں سے بلایا جائے گا اور بہشت کے بے شمار (یعنی آٹھ) دروازے ہیں۔ پس جو شخص اہل نماز میں سے ہوگا۔ بہت نفل پڑھتا ہوگا یا اچھی طرح نماز پڑھتا ہوگا' اس کو نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ (جو نمازیوں کے لیے خاص ہوگا) اس کو کہا جائے گا اے بندے اس میں سے داخل ہو جاؤ اور جو کوئی اہل جہاد سے ہوگا۔ یعنی بہت زیادہ جہاد کیا ہوگا۔ اس کو جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ اور جو اہل صدقہ سے ہوگا (یعنی اللہ کی رضا کیلئے دیتا ہوگا) اس کو صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ اور جو روزوں والوں سے ہو یعنی روزے بہت رکھتا ہو۔ اس کو ریان دروازے سے بلایا جائے گا۔ یعنی باب الصیام سے جس کا نام ریان ہے پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ بات ضروری ہے کہ اس شخص کو ان دروازوں سے صرف ایک دروازے سے (ہی) بلایا جائے؟ یعنی یہ ضروری نہیں کہ کسی کو سب دروازوں سے بلایا جائے کیونکہ اگر ایک بھی دروازے سے بلایا جائے تو وہ بہشت میں ہی داخل ہوگا۔ لیکن اس کے جاننے کے باوجود میں پوچھتا ہوں کہ کیا ان سب دروازوں میں سے بھی کوئی بلایا جائے گا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں اور میں امید رکھتا ہوں تو ان میں سے ہوگا۔ یعنی تو سب دروازوں سے بلایا جائے گا۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث پاک میں آتا ہے جس نے دوہری چیز خرچ کی مثلاً دو درہم یا دو روپے یا دو غلام یا دو گھوڑے یا دو کپڑے وغیرہ اسے الگ الگ بہشت کے دروازوں سے بلایا جائے گا یعنی جنت کے داروغے بلائیں گے۔ سب دروازوں سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک عمل ان اعمال کے برابر ہے۔ جن کی وجہ سے مستحق سب دروازوں میں داخل ہوگا اور ریان کے معنی سیراب کرنے کے ہیں کہتے ہیں کہ ریان ایک ایسا دروازہ ہے کہ اس میں روزہ دار کو جنت میں پہنچنے سے پہلے شرابِ طہور پلائی جائے گی۔ تا کہ اس کی پیاس جاتی رہے جو روزے میں پیاسا رہا کرتا تھا۔ اس کے عوض اسی دروازے سے داخل ہوگا' سیراب ہو کر اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت کا ایک دروازہ ہے جس کو باب الضحیٰ کہتے ہیں۔

جب قیامت کا دن ہوگا ایک پکارنے والا یعنی فرشتہ پکارے گا' کہاں ہیں چاشت کی نماز کی پابندی کرنے والے؟ ان کو کہا جائے گا۔ یہ تمہارا دروازہ ہے اس میں داخل ہو جاؤ خدا کی رحمت کے ساتھ اور ایک دروازہ ان لوگوں کے لئے ہوگا جو اپنے نائبین کی کوتاہیوں پر غصہ پی جانے والے ہونگے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہونگے۔ وہ راضی خوشی مولیٰ کی رضا مندی کے ساتھ اس میں داخل ہونگے اور لفظ فَهَلْ يُدْعٰى کے اوپر والا جملہ تمہید ہے سوال کی اور تو ان میں سے ہوگا۔ چونکہ یہ سب باتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں پائی جاتی ہیں' اس لئے انہیں سب دروازوں سے بلایا جائے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جامع الخصائل تھے

۴/۱۷۸۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ اَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِيْنًا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيْضًا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اجْتَمَعْنَ فِیْ امْرِیءٍ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۷۱۳/۲ حدیث رقم (۱۰۲۸/۸۷)۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج کے دن تم میں سے کون شخص روزے سے

ہے؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں ہوں پھر فرمایا: آج کے دن تم میں سے جنازے کے ساتھ کون گیا ہے؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں۔ پھر فرمایا کون ہے جس نے آج کے دن مسکین کو کھلایا ہو؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں ہوں۔ پھر فرمایا کون ہے تم میں سے جس نے (آج) بیمار کی عیادت کی ہو؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے اندر یہ چیزیں جمع ہو گئیں۔ وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ چیزیں اگر ایک دن میں ایک بندے کے اندر جمع ہو جائیں۔ وہ جنت میں داخل ہوگا بغیر حساب کے۔ ورنہ دخولِ جنت کے لیے صرف ایمان بھی کافی ہے یا یہ معنی ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ جس دروازے سے چاہے گا اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انا کہنا منع نہیں ہے اور سوال کی وجہ سے اپنی حالت کو بیان کرتے وقت فضیلت کا بیان کر دینا منع نہیں اور بعض صوفیاء نے جو کہا ہے کہ انا کا لفظ زبان پر نہ آئے۔ تو ان کی مراد یہ ہے کہ تکبر اور انانیت کا دعویٰ کرتے ہوئے انا کہنا درست نہیں ہے جیسے ابلیس نے کہا: انا خیر منه۔

ہمسایوں کا خیال رکھو

۵/۱۷۸۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ. (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۴۵/۱۰۔ حدیث رقم ۶۰۱۷۔ ومسلم فی صحیحه ۷۱۴/۲ حدیث رقم(۹۰۔۱۰۳۰)۔ والدارمی فی السنن ۴۸۴/۱ حدیث رقم ۱۶۷۲۔ واحمد فی المسند ۴۳۵/۶۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے مسلمان عورتو! کوئی ہمسائی اپنی ہمسائی کو (تحفہ بھیجنے کے لیے) حقیر نہ جانے اگر چہ وہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ ہمسایوں کو حقیر جان کر تحفہ نہ دینا' بہت بڑی بات ہے اس سے باز آ جانا چاہیے کہ وہ چیز بھی اس کے پاس موجود ہے اور نہ وہ بطور تحفہ کے دیتا ہے اور نہ بطور صدقہ کے مال خرچ کرتا ہے اور فرمایا جو ہو سکے یعنی اگر تھوڑی ہی چیز ہو تو ضرور بھیجے اور بعضوں نے کہا ہے کہ خطاب ان عورتوں کو ہے جن کو ہدیہ بھیجا گیا ہو ان کو اشارہ ہے کہ تحفے کو حقیر نہ جانو۔ یعنی کوئی بھی تم میں سے اپنی ہمسائی کے تحفے کو حقیر نہ جانے۔ بلکہ بخوشی قبول کرے۔ اگر چہ وہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ بکری کے کھر کو بطور مبالغہ کے ذکر کیا ہے۔ یعنی اگر چہ چیز تھوڑی ہو اور حقیر چیز ہو اور عورتوں کو خاص طور پر اس لیے خطاب کیا ہے اس لیے کہ ان کے مزاج میں غصہ اور چیزوں کا لوٹا دینا بکثرت پایا جاتا ہے۔

۶/۱۷۸۵ وَعَنْ جَابِرٍ وَحُذَيْفَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ. (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۴۷/۱۰ حدیث رقم ۶۰۲۱۔ ومسلم فی صحیحه ۶۹۷/۲ حدیث رقم (۵۲۔۱۰۰۵) وابوداؤد فی السنن ۲۳۵/۵ حدیث رقم ۴۹۴۷۔ والترمذی ۳۰۶/۴ حدیث رقم ۱۹۷۰۔ واحمد فی المسند ۳۴۴/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر اور حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے دونوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نیکی صدقہ ہے اس کو

امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے نیکی کے جو بھی کام ہیں وہ سب صدقے میں داخل ہیں خواہ وہ کہنے سے تعلق رکھتے ہوں خواہ کرنے سے۔ بس اللہ کی مرضی کے مطابق ہوں۔ ان کو اس قدر ثواب ملے گا جیسے اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

حقیر چیز یعنی ادنیٰ چیز بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرنا نیکی ہے

۱۷۸۶/۷ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ٢٦/٢ حديث رقم (١٤٤ـ ٢٦٢٦)۔ واحمد فی المسند ٢٧٣/٥۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نیکی میں سے کسی چیز کو حقیر نہ جانو اگر چہ تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرے۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ نیکی صرف مال خرچ کرنا نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص مسکرا کر یا خندہ پیشانی کے ساتھ کسی مسلمان سے ملتا ہے تو یہ بھی نیکی ہے کیونکہ آدمی جب خوش ہو کر کسی کو ملتا ہے تو اس سے ایک مسلمان کا دل خوش ہوتا ہے اور کسی کو خوش کرنا بلاشبہ نیکی ہے۔

بطور شکر الٰہی کے ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے

۱۷۸۷/۸ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ اَوْلَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُعِيْنُ ذَاالْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْهُ قَالَ فَيَاْمُرُ بِالْخَيْرِ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهٗ لَهٗ صَدَقَةٌ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٤٤٧/١٠ حديث رقم ٦٠٢٢۔ ومسلم فی صحيحه ٦٩٩/٢ حديث رقم (٥٥ـ ١٠٠٨)۔ والنسائی ٦٤/٥ حديث رقم ٢٥٣٨ والدارمی ٣٩٩/٢ حديث رقم ٢٧٤٧۔ واحمد فی المسند ٣٩٥/٤۔

ترجمہ: حضرت ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے۔ یعنی بطور نعمت الٰہی کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا اگر وہ اس قدر چیز نہ پائے کہ صدقہ کرے پھر اس کو چاہیے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے کمائی کرے اور نفع حاصل کرے اور اپنی ذات کو بھی فائدہ پہنچائے اور دوسروں پر بھی خیرات کرے۔ صحابہ نے پوچھا اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھے یا کہا کہ وہ نہ کر سکے؟ پھر فرمایا کہ وہ بدن یا مال سے مدد کرے۔ کسی غمگین حاجت مند کی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہے اگر یہ بھی نہ کر سکے؟ تو فرمایا نیکی کا حکم کرے۔ صحابہ نے کہا اگر یہ بھی نہ کر سکے؟ تو فرمایا پھر باز رکھے اپنے آپ کو اور دوسروں کو برائی پہنچانے سے۔ یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے اور اللہ کے

راستے میں خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ اپنی زبان یا ہاتھ سے کسی تکلیف نہ دے۔ اگر ہو سکے تو دوسروں کو بھی تکلیف پہنچانے سے منع کرے اور حدیث شریف میں آتا ہے: **المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده۔** "مسلمان وہ ہوتا ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"۔

اور اس طرح کا مضمون اس مصرع میں بھی موجود ہے۔

ع مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں

انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہے

۹/۱۷۸۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ كُلُّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْهِ الشَّمْسُ یَعْدِلُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ صَدَقَةٌ وَیُعِیْنُ الرَّجُلَ عَلٰی دَابَّتِهٖ فَیَحْمِلُ عَلَیْهَا اَوْیَرْفَعُ عَلَیْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ صَدَقَةٌ وَكُلُّ خَطْوَةٍ یَخْطُوْهَا اِلَی الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ وَیُمِیْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَةٌ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳۲/۶ حدیث رقم ۲۹۸۹۔ ومسلم فی صحیحه ۶۹۹/۲ حدیث رقم (۵۶۔ ۱۰۰۹)۔ واحمد فی المسند ۳۲۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کے بدن کے ہر جوڑ پر صدقہ ضروری ہے۔ یعنی ان کے مقابلہ میں۔ ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے۔ دو شخصوں کے درمیان عدل کرنا یہ بھی صدقہ ہے اور کسی آدمی کی مدد کرنا' اس کو جانور پر سوار کرا دینا یا اس پر سامان لا د دینا اور اچھی بات کرنا بھی صدقہ ہے اور ہر قدم جو نماز کی طرف اٹھتا ہے صدقہ ہے اور تکلیف دہ چیز کا راستے سے ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم میں جوڑ پیدا کیے ہیں جوڑوں کی پیدائش میں بڑی بڑی نعمتیں اور حکمتیں ہیں ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے لیے صدقہ واجب ہے۔ حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ ہر روز صدقہ دینا ضروری ہے اور صدقہ صرف مال ادا کرنے سے نہیں ہوتا ہے بلکہ مذکورہ چیزیں بھی صدقہ ہیں اور اچھی بات کرنا اور سائل سے نرم کلام کرنا اور نماز کی طرف ہر قدم کا چلنا صدقہ ہے اور اسی حکم میں ہے عیادت اور جنازے کے لیے جانا اور اسی طرح کسی تکلیف دہ چیز کو راستے سے دور کرنا یعنی کانٹے' ہڈی' نجاست وغیرہ کو۔

۱۰/۱۷۸۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُلِقَ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْ بَنِیْ اٰدَمَ عَلٰی سِتِّیْنَ وَثَلَاثِ مِائَةِ مَفْصَلٍ فَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ وَحَمِدَ اللّٰهَ وَهَلَّلَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِیْقِ النَّاسِ اَوْ شَوْكَةً اَوْ عَظْمًا اَوْ اَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهٰی عَنْ مُنْكَرٍ عَدَدَ تِلْكَ السِّتِّیْنَ وَالثَّلَاثِ مِائَةِ فَاِنَّهٗ یَمْشِیْ یَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهٗ عَنِ النَّارِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه فی صحیحه ۶۹۸/۲ حدیث رقم (۵۴۔ ۱۰۰۷)۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ہر آدمی کے اندر تین سو ساٹھ جوڑ ہیں پس جو شخص اللہ اکبر کہے اور اللہ کی حمد بیان کرے اور لا الٰہ الا اللہ کہے اور سبحان اللہ کہے اور استغفار کرے اللہ سے اور دور کرے لوگوں کے راستے سے ہڈی یا کانٹا یا نیکی کا حکم کرے اور بری چیز سے منع کرے اور یہ سب اقوال و افعال تین سو ساٹھ جوڑوں کے بقدر کرے۔ پس اس وجہ سے اس نے اس دن اپنے آپ کو آگ سے دور رکھا ہے۔ اس کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہے جب سورج طلوع ہوتا ہے اس دن سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ کام صدقہ دینے کا آدمی ہر روز کرے۔ تا کہ گناہوں کا کفارہ ہوتا رہے۔

تسبیحات پڑھنا بھی صدقہ ہے

۱۷۹۰/۱۱ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ بِکُلِّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃً وَکُلِّ تَکْبِیْرَۃٍ صَدَقَۃً وَکُلِّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَۃً وَکُلِّ تَہْلِیْلَۃٍ صَدَقَۃً وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃً وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃً وَفِیْ بُضْعِ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃً قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیَاْتِیْ اَحَدُنَا شَہْوَتَہٗ وَیَکُوْنُ لَہٗ فِیْہَا اَجْرٌ قَالَ اَرَاَیْتُمْ لَوْ وَضَعَہَا فِیْ حَرَامٍ اَکَانَ عَلَیْہِ فِیْہِ وِزْرٌ فَکَذٰلِکَ اِذَا وَضَعَہَا فِی الْحَلَالِ کَانَ لَہٗ اَجْرٌ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٦٩٧/٢ حدیث رقم (٥٣۔ ١٠٠٦)۔ واحمد فی المسند ١٦٧/٥۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے اور ہر تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا اور ہر تحمید الحمد للہ کہنا صدقہ ہے اور ہر تہلیل یعنی لا الٰہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے اور نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے اور بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے اور اپنی بیوی یا لونڈی سے صحبت کرنا صدقہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک آدمی اپنی شہوت دور کرے اور اس کو ثواب ملے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بتاؤ اگر وہ حرام طریقے سے اپنی شہوت پوری کرتا تو اس پر گناہ آ جاتا۔ اسی طرح جب وہ حلال طریقے سے شہوت کو دور کریگا تو اس کو اس میں ثواب ملے گا۔ اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ کی رضا کے لیے دینے میں ثواب ہوتا ہے ویسا ہی تسبیحات وغیرہ پڑھنے میں ثواب ہوتا ہے اور بیوی سے صحبت کرنے پر بھی ثواب ملتا ہے۔ اگر چہ یہ بذاتہٖ عبادت و صدقہ نہیں ہے لیکن چونکہ اس میں بیوی کا حق ادا ہوتا ہے اور نفس حرام کی طرف بہت زیادہ مائل ہوتا ہے اور شیطان بھی اس کی رغبت دلاتا ہے اور وہ ان تمام چیزوں کے باوجود اپنے آپ کو جھٹک کر حلال کی جانب رجوع کرتا ہے اس لیے حکم الٰہی کی وجہ سے صدقے کے ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔

بہترین صدقے کی طرف نشاندہی

۱۷۹۱/۱۲ وَعَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الصَّدَقَۃُ اللِّقْحَۃُ الصَّفِیُّ مِنْحَۃً وَالشَّاۃُ الصَّفِیُّ مِنْحَۃً تَغْدُوْ بِاِنَاءٍ وَتَرُوْحُ بِاٰخَرَ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۷۰/۱۰ حدیث رقم ۵٦۰۸۔ ومسلم فی صحیحه ۷۰۷/۲ حدیث رقم (۷٤۔۱۰۲۰)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بہترین صدقہ یہ ہے کہ دودھ دینے والی اونٹنی بطور عاریت کے دے۔ دودھ پینے کے لیے اور اچھا صدقہ دودھ دینے والی بکری کو عاریتاً دینا ہے جو صبح کو برتن بھر کر دودھ دیتی ہے اور شام کو بھی برتن بھر کر دودھ دیتی ہے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں یہ رواج تھا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہوئی وہ اونٹنی یا بکری محتاج کو دودھ پینے کے لیے عاریتاً دے دیتا تا کہ وہ اپنی حاجت پوری کر سکے اور وہ اپنی حاجت پوری کرتے کے بعد مالک کو واپس کر دیتا۔ آپ ﷺ نے اس کی تعریف فرمائی کہ یہ بہت اچھا صدقہ ہے۔

زراعت اور درخت لگانا صدقے میں شامل ہے

۱۳/۱۷۹۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا اَوْيَزْرَعُ زَرْعًا فَيَاْكُلُ مِنْهُ اِنْسَانٌ اَوْ طَيْرٌ اَوْ بَهِيْمَةٌ اِلاَّ كَانَتْ لَهٗ صَدَقَةٌ (متفق علیه وفی روایة لمسلم) عَنْ جَابِرٍ وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهٗ صَدَقَةٌ.

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤۳۷/۱ حدیث رقم ٦۰۰۸۔ ومسلم فی صحیحه ۱۱۸۹/۳ حدیث رقم (۱۲۔ ۱۵۵۳) والترمذی فی السنن ٦٦٦/۳ حدیث رقم ۱۳۸۲۔ والدارمی ۳٤۷/۲ حدیث رقم ۲٦۱۰۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی آدمی کھیتی کاشت کرتا ہے پھر اس سے آدمی یا پرندے یا چوپائے کھائیں اگرچہ وہ مالک کی مرضی کے بغیر کھائیں۔ مگر وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے یہ امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے اور مسلم شریف کی ایک روایت جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے اور جو چوری ہو جاتا ہے اُس سے وہ بھی صدقہ بن جاتا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے جو شخص کھیتی باڑی کرتا ہے اور درخت لگاتا ہے اور چرند پرند چوپائے انسان اس سے کھاتے ہیں تو کسان کو یعنی لگانے والے کو صدقے کا ثواب ملتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی وجہ سے مسلمان کا مال کھایا جائے تو اس کو ثواب ملتا ہے اس لیے کہ مال کے نقصان پر صبر کرنے کی وجہ سے ثواب ملتا ہے اگر کوئی کہے کہ اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے اور یہاں نیت موجود نہیں ہے جواب یہ ہے کہ مقصودِ اصلی کھیتی میں نوع انسان وحیوان کی مطلقاً زندگی ہے۔ وہ کسی بھی فرد کے ساتھ ہو۔ تو یہ متعلق ہوئی اجمالی نیت کے ساتھ اور اجمالی نیت ثواب کے لیے کافی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جانور پر احسان کرنے کی وجہ سے بدکار عورت کی بخشش

۱۴/۱۷۹۳ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُفِرَ لِاِمْرَاَةٍ مُوْمِسَةٍ مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلٰى رَاْسِ رَكِيٍّ يَلْهَثُ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ فَنَزَعَتْ خُفَّهَا فَاَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَنَزَعَتْ لَهٗ مِنَ الْمَآءِ فَغُفِرَ لَهَا

بِذَالِكَ قِيْلَ اِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ اَجْرًا قَالَ فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۵۹/۶ حدیث رقم ۳۳۲۱۔ ومسلم فی صحیحه ۱۷۶۰/۴ حدیث رقم (۱۵۴۔ ۲۲۴۵)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک بدکار عورت کی بخشش کر دی گئی وہ ایک کتے کے قریب سے گزری جو کنوئیں کے قریب زبان باہر نکالے کھڑا تھا پیاس کی وجہ سے ہلاک ہونے کے قریب تھا۔ پس اس عورت نے اپنا موزہ اُتارا اور اپنی اوڑھنی کے ساتھ باندھا پھر اس کے لیے پانی نکالا۔ اس وجہ سے اس کی بخشش ہوگئی۔ صحابہ نے عرض کیا کہ کیا جانوروں کے ساتھ احسان کرنے پر بھی ثواب ملے گا؟ فرمایا ہر تر جگر پر احسان کرنے سے ثواب ملتا ہے یعنی جاندار پر احسان کرنے سے ثواب ملتا ہے اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ صاحب مظاہر نے کہا ہے کہ ہر جانور کے کھلانے پلانے میں ثواب ہوتا ہے سوائے موذی جانوروں کے جن کے مارنے کا حکم ہے یعنی سانپ اور بچھو وغیرہ اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کبھی کبیرہ گناہ بھی اللہ تعالیٰ بغیر توبہ کے بخش دیتا ہے۔ یہی اہلسنّت کا مذہب ہے۔

چھوٹی سی برائی کو حقیر نہ جانو

۱۵/۱۷۹۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُذِّبَتِ امْرَاَةٌ فِيْ هِرَّةٍ اَمْسَكَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ مِنَ الْجُوْعِ فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَا تُرْسِلْهَا فَتَاْكُلَ مِنْ خِشَاشِ الْاَرْضِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۵۶/۶ حدیث رقم ۳۳۱۸۔ ومسلم فی صحیحه ۱۷۶۰/۴ حدیث رقم (۱۵۱۔ ۲۲۴۲) واخرجه ابن ماجه فی السنن ۱۴۲۱/۲ حدیث رقم ۴۲۵۶۔ والدارمی ۴۲۶/۲ حدیث رقم ۲۸۱۴۔ أحمد فی المسند ۵۰۷/۲۔

ترجمہ: سیدنا ابن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے دونوں نے کہا کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کو اس سبب سے عذاب دیا گیا کہ اس نے بلی کو باندھے رکھا اور اسی حالت میں وہ بھوک کی وجہ سے مرگئی۔ وہ عورت اس بلی کو نہ کھلاتی تھی اور نہ چھوڑتی تھی کہ زمین کے جانوروں کو کھالے۔ یعنی چوہا وغیرہ۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹی سی برائی کو بھی حقیر نہ جانو۔ حدیث پاک میں جو واقعہ مذکور ہوا ہے کہ بلی کو بھوکا پیاسا رکھنے کی وجہ سے عورت کو عذاب دیا گیا اگرچہ یہ صغیرہ گناہ ہے اور صغیرہ پر عذاب ہونا جائز ہے جیسا کہ عقائد میں مذکور ہے۔

راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا دخولِ جنت کا باعث ہے

۱۶/۱۷۹۵ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلٰى ظَهْرِ طَرِيْقٍ فَقَالَ لَاُنَحِّيَنَّ هٰذَا عَنْ طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ لَا يُؤْذِيْهِمْ فَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳۹/۲ حدیث رقم ۶۵۲۔ ومسلم فی صحیحه ۲۰۲۱/۴ حدیث رقم (۱۲۷۔ ۱۹۱۴)۔ وابن ماجه فی السنن ۱۳۱۴/۲ حدیث رقم ۳۶۸۲۔ واحمد فی المسند ۳۰۴/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک شخص درخت کی ٹہنی کے پاس سے گزرا جو راستے کے اوپر تھی۔ پس اس نے کہا میں مسلمانوں کے راستے سے البتہ ٹہنی کو دور کردونگا۔ تاکہ مسلمانوں کو تکلیف نہ ہو۔ پس اس کو اس عمل کی وجہ سے جنت میں داخل کر دیا گیا۔ اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے راستے تکلیف دہ چیز کو ہٹانے کا ارادہ کیا اور پھر دور کر دیا تو وہ بہشت میں داخل ہو گیا یا فقط نیت ہی سے داخل ہو گیا۔

۱۷/۱۷۹۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلاً يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِيْ شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيْقِ كَانَتْ تُؤْذِي النَّاسَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٢٠٢١/٤ حدیث رقم (١٢٩۔ ١٩١٤)۔ واحمد فی المسند ١٥٤/٣۔

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو جنت میں پھرتا تھا (امن وسکون سے) کیونکہ اس نے ایک ایسے درخت کو کاٹ ڈالا تھا جو راستے پر تھا اور لوگوں کو تکلیف پہنچاتا تھا۔" (مسلم)

تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹا دینا نفع سے خالی نہیں ہے

۱۸/۱۷۹۷ وَعَنْ أَبِيْ بَرْزَةَ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ شَيْئًا أَنْتَفِعُ بِهٖ قَالَ اعْزِلِ الْأَذٰى عَنْ طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ اِتَّقُوا النَّارَ فِيْ بَابِ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

اخرجه مسلم فی صحیحه ٢٠٢١/٤ حدیث رقم (١٣١۔ ٢٦١٨)۔ وابن ماجه فی السنن ١٣١٤/٢ حدیث رقم ٣٦٨١۔ واحمد فی المسند ٤٢٢/٤۔

ترجمہ: حضرت ابی برزہؓ سے روایت ہے میں نے کہا اے اللہ کے نبی مجھے کوئی ایسی چیز سکھلائیں جس سے میں نفع حاصل کروں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تکلیف دینے والی چیز کو مسلمانوں کے راستے سے ہٹادو۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔ ہم عدی بن حاتم کی حدیث کو علاماتِ نبوت کے باب میں ذکر کریں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اس کا آغاز اِتَّقُوا النَّارَ سے ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا نفع سے خالی نہیں ہے جیسے کہ کانٹا وغیرہ یا موذی جانور جو انسان کو تکلیف دے سکتا ہے۔

الفصل الثانی:

اخلاقِ حسنہ کی تعلیم

۱۹/۱۷۹۸ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ جِئْتُ فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ فَكَانَ اَوَّلُ مَا قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ

وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥٦٢/٤ حدیث رقم ٢٤٨٥۔ وابن ماجه ٤٢٣/١ حدیث رقم ١٣٣٤۔ والدارمی ٤٠٥/١ حدیث رقم ١٤٦٠۔ واحمد فی المسند ٤٥١/٥۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے۔ تو میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا میں نے حضور ﷺ کا چہرہ دیکھا تو میں نے فوراً جان لیا کہ یہ چہرہ جھوٹے آدمی کا نہیں ہے پس آپ ﷺ کا سب سے پہلا کلام یہ تھا کہ اے انسانو! سلام کو عام کرو اور بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور رشتے داروں سے اچھا سلوک کرو اور رات کو نماز پڑھو اس حال میں کہ لوگ سور ہے ہوں۔ یعنی تہجد کی نماز پڑھو۔ عذاب سے سلامتی کے ساتھ بہشت میں داخل ہو گے۔ اس کو امام ترمذیؒ، ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اخلاقِ حسنہ کی امت کو تعلیم دی ہے جن کا تذکرہ حدیث پاک میں گزر چکا ہے فرمایا سلام کو عام کرو' بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور تہجد کی نماز پڑھو۔

۲۰/۱۷۹۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعْبُدُوا الرَّحْمٰنَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَاَفْشُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ)

اخرجه الترمذی فی السنن ٢٥٣/٤ حدیث رقم ١٨٥٥۔ وابن ماجه ١٢١٨/٢ حدیث رقم ٣٦٩٤۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رحمان کی بندگی کرو' کھانا کھلاؤ اور سلام کو عام کرو' جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ یہ سابقہ مضمون پر مشتمل حدیث مبارکہ ہے۔ اس حدیث پاک کا خلاصہ اوپر والی حدیث میں گزر چکا ہے۔

صدقہ ربّ کی ناراضگی کو دور کر دیتا ہے

۲۱/۱۸۰۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِیءُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥٢/٣ حدیث رقم ٦٦٤۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ ربّ کے غضب کو دور کر دیتا ہے اور مرتے وقت بری حالت کو دور کر دیتا ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ صدقہ اللہ کے غضب کو دور کر دیتا ہے یعنی وہ دنیا میں عافیت کے ساتھ زندگی گزارتا ہے' کسی آزمائش میں نہیں پڑتا۔ یعنی مرتے وقت بری حالت کو دور کر دیتا ہے اور شیطانی وساوس سے اور سخت بیماری سے دوچار نہیں ہوتا جو بسا اوقات کفر کا باعث بن جاتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے اس کا خاتمہ بالخیر ہو جاتا ہے۔

کسی مسلمان سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا صدقہ ہے

۲۲/۱۸۰۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَۃٌ وَاِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ اَنْ تَلْقٰی اَخَاکَ بِوَجْہٍ طَلْقٍ وَاَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِکَ فِیْ اِنَاءِ اَخِیْکَ۔ (رواہ احمد والترمذی)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۳۰۶/۴ حدیث رقم ۱۹۷۰۔ واحمد فی المسند ۳۴۴/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: صدقہ نیکی ہےاور منجملہ نیکیوں کے یہ ہے کہ تو مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے ملے اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈال دے۔ اس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے۔ صدقہ نیکی ہے اور یہ بھی نیکی ہے کہ اپنے بھائی کے ساتھ خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آؤ اور خندہ پیشانی سے ملاقات کرو۔ یہ بھی نیکی ہے اور کسی کی ضرورت پوری کرنا بھی نیکی ہے اگرچہ کسی کو ضرورت کے لیے پانی ہی کیوں نہ دینا ہو۔

صدقے کی تفصیل

۲۳/۱۸۰۲ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَبَسُّمُکَ فِیْ وَجْہِ اَخِیْکَ صَدَقَۃٌ وَاَمْرُکَ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ وَنَھْیُکَ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ وَاِرْشَادُکَ الرَّجُلَ فِیْ اَرْضِ الضَّلَالِ لَکَ صَدَقَۃٌ وَنَصْرُکَ الرَّجُلَ الرَّدِیْٓءَ الْبَصَرِ لَکَ صَدَقَۃٌ وَاِمَاطَتُکَ الْحَجَرَ وَالشَّوْکَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِیْقِ لَکَ صَدَقَۃٌ وَاِفْرَاغُکَ مِنْ دَلْوِکَ فِیْ دَلْوِ اَخِیْکَ لَکَ صَدَقَۃٌ۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۲۹۹/۴ حدیث رقم ۱۹۵۶۔

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے تیرا بھائی کے سامنے مسکرانا صدقہ ہے اور تیرا نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے اور تیرا بری بات کو منع کرنا صدقہ ہے اور تیرا کسی کو راستہ بتادینا صدقہ ہے یعنی جس زمین میں کوئی راستے کا نشان نہ ہو اور لوگ اس میں راستہ بھول جاتے ہوں اس میں کسی بھولے ہوئے کو راستہ بتادینے پر صدقے کا ثواب ملتا ہے اور تیرا مدد کرنا یعنی اندھے کو پکڑ کرلے جانا یا کم عقل والے کو یہ بھی صدقہ ہے اور راستے سے پتھر' کانٹے اور ہڈی کو دور کر دینا بھی صدقہ ہے اور اپنے برتن سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈالنا بھی صدقہ ہے۔ اسے امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں صدقے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا گیا کہ اپنے بھائی کے برتن میں اپنے برتن سے پانی ڈالنا بھی صدقہ ہے اور جب پانی دینے پر یہ اجر مل رہا ہے تو جب اس کے پاس ڈول ہی نہ ہو تو اسے اپنے ڈول سے پانی دینے پر وہ کتنا اجر پائے گا۔

کنواں کھدوانا اور ضرورت مند کو ضرورت کی چیز مہیا کر دینا بھی صدقہ ہے

۲۴/۱۸۰۳ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَیُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ۔ (رواه ابو داود والنسائی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۱۳/۲ حدیث رقم ۱۶۷۹۔ والنسائی ۲۵۴/۶ حدیث رقم ۳۶۶۴۔ وابن ماجه فی السنن ۱۲۱۴/۲ حدیث رقم ۳۶۸۴۔

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہؓ سے روایت ہے کہنے لگے اے اللہ کے رسولؐ! میری ماں مرگئی ہے تو کونسا صدقہ بہتر ہے اُس کی روح کے لیے؟ فرمایا: پانی۔ پس سعدؓ نے کنواں کھدویا اور فرمایا یہ کنواں سعدؓ کی ماں کے لیے صدقہ ہے۔ یہ حدیث ابوداؤد اور نسائی نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی نے جانداروں کے لیے پانی کا انتظام کر دیا تو یہ بھی صدقہ ہے کیونکہ پانی دینی و دنیاوی امور میں بہت کام آتا ہے' خصوصاً گرم شہروں میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرنے پر جنت کا وعدہ

۲۵/۱۸۰۴ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا مُسْلِمٍ کَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلٰی عُرْیٍ کَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ وَاَیُّمَا مُسْلِمٍ اَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلٰی جُوْعٍ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ وَاَیُّمَا مُسْلِمٍ سَقٰی مُسْلِمًا عَلٰی ظَمَاٍ سَقَاهُ اللّٰهُ مِنَ الرَّحِیْقِ الْمَخْتُوْمِ۔ (رواه ابو داود والترمذی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۱۴/۲ حدیث رقم ۱۶۸۲۔ والترمذی فی السنن ۵۴۶/۴ حدیث رقم ۲۴۴۹۔ واحمد فی المسند ۱۳/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان کسی مسلمان کو ننگے حالت میں کپڑا پہنائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے سبز لباسوں سے لباس پہنائے گا اور جو مسلمان کسی مسلمان کو کھلائے گا۔ اللہ اس کو بہشت (جنت) کے میوؤں سے کھلائے گا اور جو مسلمان کسی مسلمان کو پیاس پر پانی پلائے گا۔ اللہ اس کو مُہر لگی ہوئی شراب پلائیں گے۔ اس کو ابوداؤد اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے جو مسلمان کی ضروریات کو پورا کرتا ہے' ننگے کو کپڑا پہناتا ہے اور کسی مسلمان کو کھانا کھلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکو جنت کے پھلوں سے خصوصی رزق عطا فرمائیں گے۔ جنت کی شراب مہر لگنے کی وجہ سے محفوظ ہے اور اس میں تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا اور نہ کسی چیز کی ملاوٹ ہوسکتی ہے اور جس کے لیے اللہ ربّ العزت نے مقرر کر دی ہے وہی اس شراب کو پیئے گا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نہایت نفیس ہے اسلئے کہ نفیس چیز پر ہی مہر کی جاتی ہے اور اس پر کستوری کی مہر لگی ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۔ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ﴾ (المطففین: ۲۵) اس پر مہر موم وغیرہ کی نہیں لگائی گئی بلکہ کستوری سے مہر لگا کر بند کر دیا گیا ہے اور یہ جنتیوں کے لیے سب سے

بہترین تحفہ ہے جوان کو جنت میں ملے گا۔

زکوۃ کے علاوہ بھی مال میں دوسروں کا حصہ ہے

۲۶/۱۸۰۵ وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ ثُمَّ تَلَا لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة والدارمی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴۸/۳ حدیث رقم۶۵۹۔ وابن ماجة ۵۷۰/۱ حدیث رقم ۱۷۸۹۔ والدارمی ۴۷۱/۱ حدیث رقم ۱۶۳۷۔

ترجمہ: قیس کی بیٹی فاطمہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: البتہ مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔ پھر حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ صرف یہی نیکی نہیں کہ اپنے چہرے کو مشرق و مغرب کی طرف پھیرلو۔ اس کو امام ترمذی، ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے پتہ چلتا ہے کہ زکوۃ کے علاوہ بھی مسلمان کے مال میں دوسرے مسلمان کا حق ہے۔ یعنی زکوۃ دینا تو فرض ہی ہے اور ضرور دینی چاہیے۔ اگر نہیں دے گا تو وہ گنہگار ہوگا اور زکوۃ کے علاوہ نفلی صدقہ بھی مستحب ہے اور وہ بھی دینا چاہیے اور روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ سائل کو اور قرض مانگنے والے کو محروم نہیں کرنا چاہیے اور گھر کا سامان ہنڈیا اور پیالہ وغیرہ کے عاریتاً مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور پانی اور نمک سے کسی کو منع نہیں کرنا چاہیے اور اسی طرح آگ لینے سے۔ جیسا کہ علامہ طیبیؒ نے ذکر کیا ہے اور ظاہر ہے کہ حق سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کا آیت مذکورہ میں ذکر ہو چکا ہے یعنی احسان کرنا رشتے داروں سے اور یتیموں اور مسکینوں' مسافروں اور سائلوں سے اور مال خرچ کرنا غلام آزاد کرنے کے لیے اور باقی آیت ہے: ﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ج......﴾ (البقرة: ۱۷۷) یعنی نیک وہ ہے جو اللہ پر ایمان لایا اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتاب اللہ پر اور نبیوں پر اور اللہ کی محبت کی خاطر اس نے مال یتیموں' رشتے داروں مسکینوں مسافروں اور سائلوں کو اور غلام آزاد کرنے پر خرچ کیا اور نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کی۔ پس یہ آیت حضور ﷺ نے بطور دلیل پیش فرمائی۔ اس میں اول تو اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کے مال کی تفریق فرمائی۔ اپنوں اور یتیموں وغیرہ کو اور اس کے بعد نماز قائم کرنے والے اور زکوۃ دینے والے کی تعریف کی پس معلوم ہوا کہ زکوۃ کے علاوہ بھی مال بطور صدقات وخیرات کے خرچ کرنا چاہیے اور یہ خرچ کرنا صدقہ ہے۔

حاصل کلام یہ کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے اس آیت سے ثابت ہوا ہے کہ اولاً صدقہ نفل ذکر کیا گیا تھا پھر صدقہ واجب کا ذکر کیا گیا ہے۔

عام ضرورت کی چیزوں سے منع نہیں کرنا چاہیے

۲۷/۱۸۰۶ وَعَنْ بُهَيْسَةَ عَنْ اَبِيْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الشَّيْءُ الَّذِيْ لَا يَحِلُّ

مَنْعُهٗ قَالَ الْمَاءُ قَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ مَا الشَّیْءُ الَّذِیْ لَا یَحِلُّ مَنْعُهٗ قَالَ الْمِلْحُ قَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ مَا الشَّیْءُ الَّذِیْ یَحِلُّ مَنْعُهٗ قَالَ اَنْ تَفْعَلَ الْخَیْرَ خَیْرٌ لَّکَ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۷۵۰/۳ حدیث رقم ۳۴۷۶۔ واحمد فی المسند ۴۸۰/۳۔ والدارمی فی السنن ۳۴۹/۲ حدیث رقم ۲۶۱۳۔

ترجمہ: حضرت بہیسہؒ نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ بہیسہؒ کے باپ نے کہا یا رسول اللہ! کیا کوئی ایسی چیز ہے جس کا روکنا اور نہ دینا حلال نہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ پانی ہے اس نے کہا اے اللہ کے نبی اور کیا چیز ہے جس کو روکنا حلال نہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ نمک ہے۔ انہوں نے کہا اللہ کے نبی اور کوئی چیز ہے کہ جس کا منع کرنا حلال ہے؟ فرمایا تیرا نیکی کرنا بہتر ہے تیرے لیے۔ اس کو ابوداوٗد نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ پانی اور نمک سے سائل کو منع نہیں کرنا چاہیے وہ پانی جو مالک کی ضرورت سے زائد ہو اور نمک سے اس لیے منع نہیں کرنا چاہیے کہ لوگوں کو اس کی بہت ضرورت ہوتی ہے اور لوگ اس کو اکثر دیتے رہتے ہیں اس لیے یہ لوگوں کے نزدیک چنداں قدر کا حامل نہیں ہے اور حدیث کا آخری جملہ سب نیکیوں کو جامع ہے یعنی جو کچھ چاہے دے اور جو چاہے نیکی کر۔ تجھے حلال نہیں ہے روکنا اپنوں اور دوسروں کو۔ اس میں تعمیم تخصیص کے بعد ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ **لَا یَحِلُّ** کا لفظ لا یبقی کے معنی میں ہے یعنی ان چیزوں سے منع کرنا مناسب نہیں ہے۔

خشک زمین کو آباد کرنا صدقہ ہے

۲۸/۱۸۰۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْیٰی اَرْضًا مَیْتَةً فَلَهٗ فِیْهَا اَجْرٌ وَمَا اَکَلَتِ الْعَافِیَةُ مِنْهُ فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ۔ (رواہ النسائی والدارمی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۴۵۴/۳ حدیث رقم ۳۰۷۴۔ والترمذی فی السنن ۶۶۳/۳ حدیث رقم ۱۳۷۹۔ والدارمی ۳۴۶/۲ حدیث رقم ۲۶۰۷۔ ومالك فی الموطأ ۷۴۴/۲ حدیث رقم ۲۷ من کتاب الاقضیة۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص بنجر زمین میں کھیتی کرے یعنی آباد کرے۔ پس اس کے لیے اس کے آباد کرنے میں ثواب ہے اور جو کچھ جانور یا آدمی اس سے حاصل ہونے والی چیزوں کو کھالیں۔ تو وہ اس کے لیے صدقہ ہو جائے گا۔ (دارمی)

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جو خشک زمین کو آباد کرے گا اور اس میں کھیتی کرے گا۔ اس کو بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا ثواب ملے گا اور اس کھیتی میں سے اگر کوئی جانور یا آدمی کھالے گا اور بعض روایات میں آیا ہے اگر کسی نے چوری کر لی۔ تو اس کو بھی صدقے کا ثواب ملے گا۔ یہ سب کچھ اللہ رب العزت کی رحمت واسعہ ہے۔

کسی کو چیز عاریتاً دینا بھی اجر و ثواب سے خالی نہیں ہے

۲۹/۱۸۰۸ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَنَحَ مِنْحَةَ لَبَنٍ اَوْوَرِقٍ اَوْهَدٰی

زُقَاقًا كَانَ لَهُ مِثْلُ عِتْقِ رَقَبَةٍ . (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٣٠٠ حدیث رقم ١٩٥٧۔ واحمد فی المسند ٤/٢٨٥۔

ترجمہ: حضرت براءؓ سے روایت ہے۔ جو شخص کسی کو جانور دودھ کے لیے عاریتاً دے یا قرض دے یا چاندی دے۔ یعنی پیسہ روپیہ وغیرہ یا بھولنے والے کو راستہ بتلائے یا نابینے کو گلی بتائے' اس کے لیے ایک غلام آزد کرنے کا ثواب ملے گا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی کو چیز عاریتاً دینا بھی ثواب ہے اور اگر کسی نے جانور دودھ والا بطور عاریت کے دیا کہ آپ اس کا دودھ پیتے رہیں اور دودھ پینے کے بعد واپس کر دینا۔ کسی کو قرض وغیرہ دینا یا بھولے ہوئے یا نابینا آدمی کو راستہ بتا دینا۔ یہ سب نیکی کے کام ہیں ان کے کرنے والے کو غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

آپ ﷺ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قیمتی نصیحتیں

۳۰/۱۸۰۹ وَعَنْ اَبِىْ جُرَيٍّ جَابِرِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ اَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَرَاَيْتُ رَجُلاً يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَاْيِهِ لَا يَقُوْلُ شَيْئًا اِلَّا صَدَرُوْا عَنْهُ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ قَالَ لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَيِّتِ قُلْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ قُلْتُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِىْ اِنْ اَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهُ كَشَفَهُ عَنْكَ وَاِنْ اَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهُ اَنْبَتَهَا لَكَ وَاِذَا كُنْتَ بِاَرْضٍ قَفْرٍ اَوْفَلَاةٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ فَدَعَوْتَهُ رَدَّهَا عَلَيْكَ قُلْتُ اِعْهَدْ اِلَيَّ قَالَ لَا تَسُبَّنَّ اَحَدًا قَالَ فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهُ حُرًّا وَلَا عَبْدًا وَلَا بَعِيْرًا وَلَا شَاةً قَالَ وَلَا تَحْقِرَنَّ شَيْئًا مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَاَنْ تُكَلِّمَ اَخَاكَ وَاَنْتَ مُنْبَسِطٌ اِلَيْهِ وَجْهُكَ اِنَّ ذَالِكَ مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَارْفَعْ اِزَارَكَ اِلٰى نِصْفِ السَّاقِ فَاِنْ اَبَيْتَ فَاِلَى الْكَعْبَيْنِ وَاِيَّاكَ وَاِسْبَالَ الْاِزَارِ فَاِنَّهَا مِنَ الْمَخِيْلَةِ وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيْلَةَ وَاِنِ امْرُءٌ شَتَمَكَ وَعَيَّرَكَ بِمَا يَعْلَمُ فِيْكَ فَلَا تُعَيِّرْهُ بِمَا تَعْلَمُ فِيْهِ فَاِنَّمَا وَبَالُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ ۔

(رواه ابو داود وروى الترمذی منه حدیث السلام وفی روایة فیکون لك اجر ذالك ووباله علیه)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ٤/٣٤٤ حدیث رقم ٤٠٨٤۔ والترمذی ٥/٢ حدیث رقم ٢٧٢٢۔ واحمد فی المسند ٥/٦٣۔

ترجمہ: حضرت ابو جری جابر بن سلیمؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں مدینے میں آیا پس میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کی عقل سے پھرتے ہیں یعنی اس کی بات پر عمل کرتے ہیں یعنی اس کے فرمان کے مطابق چلتے ہیں جیسا کہ راوی نے کہا ہے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے لوگ اس پر عمل کرتے ہیں میں نے کہا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ راوی نے دوبارہ کہا۔ میں نے علیک السلام کہا یعنی تجھ پر اے اللہ کے رسول! سلام ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علیک السلام نہ کہو علیک السلام مردے کے لیے دعا ہے اور السلام علیک کہو۔ یعنی تجھ پر سلام ہو۔ میں نے کہا تم اللہ کے رسول ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں جو ایسی ذات ہے اگر تجھ کو تکلیف پہنچے اور تو اللہ کو پکارے تو وہ تیری تکلیف کو دور کر

دے گا اور اگر تجھ کو قحط پہنچے اور تو اس کو پکارے تو وہ تیرے لیے زمین میں سبزہ پیدا کر دے گا اور جس وقت تم ایسی زمین میں ہو جہاں نہ پانی ہو اور نہ درخت ہو یا جنگل میں یعنی آبادی سے دور ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے تو اسی کو پکارو۔ پس اللہ تیری سواری کو واپس لے آئے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے نصیحت کیجئے فرمایا برا نہ کہو کسی کو۔ پس جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد نہ کسی آزاد کو اور نہ کسی غلام کو برا کہا اور نہ اونٹ کو اور نہ بکری کو برا کہا یعنی آدمیوں کو برا کہنا تو بہت دور کی بات ہے میں نے تو حیوانوں کو بھی برا نہیں کہا۔ جیسا کہ عوام کی عادت ہوتی ہے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیکی میں سے کسی چیز کو حقیر نہ جانو یعنی کوئی تم سے نیکی کرے یا تو کسی سے نیکی کرے اگرچہ تھوڑی ہی ہو۔ بلکہ اگر کوئی تجھ سے نیکی کرے اگرچہ تھوڑی ہو بہت جان اور جو کچھ تیرے ہاتھ سے نیکی ہو سکے کر اور اس کو غنیمت جان اور اپنے بھائی سے بات کر اس حال میں کہ خوش ہو جائے تیرا چہرہ یعنی تواضع اور خوش کلامی سے پیش آ تا کہ اس کا دل تیرے حسن اخلاق سے خوش ہو جائے۔ اس لیے کہ یہ بھی نیکی ہے اور اپنی تہبند یعنی ازار آدھی پنڈلی تک بلند کرو یعنی اونچی کرو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتا تو ٹخنوں تک اور ازار کو لٹکانے سے بچو۔ اس لیے کہ ازار کا لٹکانا تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا اور اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے اور تجھے عار دلائے اس عیب کے ساتھ جو وہ تمہارے بارے میں جانتا ہے تو عار نہ دلا اس عیب کے بارے میں جو اس کے اندر ہے اس لیے کہ اس کا گناہ تو اسی پر ہے اس کو ابوداؤدؒ اور امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اس حدیث سے سلام کی حدیث اور حدیث کے آغاز میں سلام کا ذکر ہے۔ باقی حدیث روایت نہیں کی ہے اور ایک روایت میں: فَاِنَّمَا وَبَالُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ کی بجائے فیکون لك اجر ذلك ووباله علیه کے الفاظ ہیں یعنی تیرے لیے اس سے ثواب ہوگا اور اس کا وبال اس پر ہوگا۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سلام دو بار کہا یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا نہیں یا ان کو جواب نہیں دیا ادب سکھانے کے لیے اور فرمایا کہ علیک السلام نہ کہو یہ نہی تنزیہی ہے اور علیک السلام کہنا یہ مردے کی دعا ہے۔ ظاہر اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب مردے کی زیارت کو جائے تو علیک السلام کہے نہ کہ السلام علیک جیسے کہ زندہ پر کہتے ہیں۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ سنت مردے کے لیے بھی السلام علیک ہے۔ اس لیے کہ ثابت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب مردے کی زیارت کو جاتے تو السلام علیکم کہتے۔ پس اس کے معنی یہ ہوئے کہ علیک السلام دعا مردے کی ہے۔ یہ ایام جاہلیت میں مردے کی دعا تھی اور بعضوں نے کہا عرف عرب میں جب سلام کرتے تھے۔ قبر پر علیک السلام کہتے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیک السلام میت کا سلام ہے ان کی عرف وعادت کے موافق۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد نہیں تھی کہ مردوں پر اس طرح سلام کیا جائے۔ انتہی اور سلام علیک کہ یہ افضل ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا کہ اس کے بعد میں نے کسی کو برا نہیں کہا۔ یہ بات سد باب کے لیے تھی۔ ورنہ اگر کوئی شخص کفر پر مرے تو اس کو برا کہنا جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ خدا کے ذکر میں مشغول رہے اور کسی کو برا نہ کہے اس لیے کہ اللہ کے سوا کا خطرہ آنا نقصان کا باعث ہے اور کسی کو برا نہ کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور کسی کو لعنت نہ کرے اور جیسے شلوار ٹخنوں سے نیچے کرنا منع ہے ویسے ہی کُرتا بھی ٹخنوں سے نیچے کرنا منع ہے اور اس کا گناہ اسی پر ہے تو برا کہہ کر وبال میں کیوں مبتلا ہوتا ہے۔

بدی را بدی سہل باشد جزاء ☆ اگر مردی احسن الی من اسا

آخر میں لفظ فی روایۃ کہہ کر جو بات نقل کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ترمذیؒ نے بھی ساری روایت نقل کی ہے اس لیے کہ بعض حواشی میں لکھا ہے کہ ترمذیؒ نے تمام حدیث روایت کی ہے لیکن الفاظ اس کے دوسرے ہیں اور اس کتاب میں جو روایت ہے ابی داؤد کے الفاظ کے ساتھ ہے۔

صدقے میں دی جانے والی چیز آخرت میں ملے گی

۳۱/۱۸۱۰ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَقِیَ مِنْهَا قَالَتْ مَا بَقِیَ اِلَّا كَتِفُهَا قَالَ بَقِیَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا۔ (رواه الترمذی وصححه)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥٥٥/٤ حديث رقم ٢٤٧٠۔ واحمد فی المسند ٥٠/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اہل بیت یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بکری ذبح کی۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس میں سے کیا چیز باقی ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا سوائے کندھے کے کچھ باقی نہیں ہے یعنی کندھے کے علاوہ سب تقسیم کردی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کندھے کے علاوہ سب باقی ہے اور اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح ۞ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ارشاد فرمایا جو چیز اللہ کے راستے میں تقسیم ہو چکی ہے۔ وہ چیز باقی ہے جو لوگوں کو تقسیم کردیا ہے وہ باقی ہے۔ اس کا ثواب آخرت میں ملے گا اور جو کچھ گھر میں موجود رہا وہ فانی ہے اور اس میں اشارہ ہے اس آیت مبارکہ کی طرف: ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ (النحل: ۹۶) یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ فانی ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے راستے میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو کپڑا پہنانے پر انعام

۳۲/۱۸۱۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا اِلَّا كَانَ فِیْ حِفْظٍ مِّنَ اللّٰهِ مَادَامَ عَلَيْهِ مِنْهُ خِرْقَةٌ۔ (رواه احمد والترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥٦٢/٤ حديث رقم ٢٤٨٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جب وہ کسی دوسرے مسلمان کو کپڑا پہنائے گا یعنی ازار یا چادر یا اور کوئی چیز وہ اللہ کی طرف سے بڑی حفاظت میں ہوتا ہے جب تک وہ کپڑے کا ٹکڑا مسلمان کے بدن پر رہتا ہے۔ (احمد و ترمذی)

تشریح ۞ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کپڑا یا چادر پہنائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو حفاظت میں رکھیں گے۔ یہ فائدہ تو اس کو دنیا میں ملے گا اور آخرت میں بے شمار ثواب ملے گا۔

اللہ کے محبوب بندوں کا ذکر

۳۳/۱۸۱۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ يَرْفَعُهُ قَالَ ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ يَتَصَدَّقُ بِصَدَقَةٍ بِيَمِيْنِهٖ يُخْفِيْهَا اُرَاهُ قَالَ مِنْ شِمَالِهٖ وَرَجُلٌ كَانَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَانْهَزَمَ اَصْحَابُهٗ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غير محفوظ احدرواته ابو بكر بن عياش كثير الغلط)

اخرجه الترمذی فی السنن ٦٠١/٤ حديث رقم ٢٥٦٧۔ والنسائی ٨٤/٥ حديث رقم ٢٥٧٠۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اس حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں ان کو اللہ دوست رکھتا ہے یعنی پسند کرتا ہے ایک وہ شخص ہے کہ وہ رات کو اس حال میں کھڑا ہو کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے نماز یا نماز کے علاوہ میں اور ایک شخص وہ ہے جو کوئی نفل صدقہ دے اپنے دائیں ہاتھ سے پھر اس کو چھپائے۔ راوی نے کہا میں گمان کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے بائیں ہاتھ سے (چھپائے) اور ایک وہ شخص جس کے دوستوں نے لشکر میں شکست پائی۔ پھر وہ دشمن کے سامنے ہوا۔ یہ امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث غیر محفوظ ہے یعنی ضعیف ہے اور ایک راوی ابوبکر ابن عیاش ہے اور وہ اکثر غلطی کرتا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک سے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا ادب معلوم ہوتا ہے اور دائیں ہاتھ کا جو ذکر حدیث پاک میں آیا ہے کہ آدمی دائیں ہاتھ سے خرچ کرے اور بائیں کو خبر نہ ہو۔ اس سے کمال مبالغہ مراد ہے یا یہ معنی ہے کہ دائیں طرف والوں کو دے تو بائیں طرف والوں کو خبر نہ ہو۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی مقصود ہو اور ریا کاری سے بچتے ہوئے اس طرح چھپا کر دینا بڑا ثواب ہے۔

اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور ناپسندیدہ لوگ

۳۴/۱۸۱۳ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ وَثَلَاثَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ فَاَمَّا الَّذِيْنَ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ فَرَجُلٌ اَتٰى قَوْمًا فَسَاَلَهُمْ بِاللّٰهِ وَلَمْ يَسْاَلْهُمْ لِقَرَابَةٍ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِاَعْيَانِهِمْ فَاَعْطَاهُ سِرًّا لَا يَعْلَمُ بِعَطِيَّتِهٖ اِلَّا اللّٰهُ وَالَّذِيْ اَعْطَاهُ وَقَوْمٌ سَارُوْا لَيْلَتَهُمْ حَتّٰى اِذَا كَانَ النَّوْمُ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِمَّا يَعْدِلُ بِهٖ فَوَضَعُوْا رُءُوْسَهُمْ فَقَامَ يَتَمَلَّقُنِيْ وَيَتْلُوْا اٰيَاتِيْ وَرَجُلٌ كَانَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَلَقِيَ الْعَدُوَّ فَهُزِمُوْا فَاَقْبَلَ بِصَدْرِهٖ حَتّٰى يُقْتَلَ اَوْ يُفْتَحَ لَهٗ وَالثَّلَاثَةُ الَّذِيْنَ يُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ الشَّيْخُ الزَّانِيْ وَالْفَقِيْرُ الْمُخْتَالُ وَالْغَنِيُّ الظَّلُوْمُ۔ (رواه الترمذی والنسائی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٦٠١/٤ حديث رقم ٢٥٦٨۔ والنسائی ٨٤/٥ حديث رقم ٢٥٧٠۔ واحمد فی المسند ١٥٣/٥۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخصوں کو اللہ دوست رکھتا ہے اور تین شخص ایسے ہیں جن کو دشمن رکھتا ہے پس جن اشخاص کو اللہ دوست رکھتا ہے وہ یہ ہیں: ایک تو دینے والا اس شخص کا کہ ایک جماعت کے پاس آیا اس نے اللہ کی قسم کے ساتھ مانگا یعنی یوں کہا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، مجھے دو اور ان سے

واسطے رشتہ داری کے نہ مانگا۔ یعنی یہ نہیں کہا مجھے قرابت داری کی وجہ سے دو۔ جو اس کے اور ان کے درمیان ہے۔ پس انہوں نے اس کو نہ دیا پھر اس شخص نے قوم کو پیچھے چھوڑا یعنی وہی دینے والا جو اسی قوم سے تھا اور وہ شخص آگے بڑھا۔ پس اس نے مانگنے والے کو خاموشی سے دے دیا اس کے دینے کو خدا اور دینے والے کے کوئی نہیں جانتا تھا اور دوسرا وہ شخص تھا جو رات کو قیام کرنے والا ہے اور تمام رات سفر کرتا رہا یہاں تک کہ جب نیند بہت پیاری ہوگی ان کے نزدیک اور پوری قوم سو رہی تھی تو وہ شخص کھڑا ہوا اور میرے سامنے گڑگڑا رہا ہے اور میری آیتیں پڑھ رہا ہے' تیسرا شخص وہ ہے جو لشکر میں شامل تھا دشمن سے مقابلہ ہوا تو اس کے لشکر کو شکست ہوگئی اور یہ شخص سینہ سپر ہوکر دشمن کی طرف متوجہ ہوا۔ یہاں تک کہ وہ مارا گیا یا اسے فتح ہوگئی اور تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ بغض رکھتا ہے۔ ایک بوڑھا زانی' دوسرا فقیر متکبر اور تیسرا ظلم کرنے والا دولتمند۔ یعنی جو کہ قرض دینے والے کو نہ دے یا کچھ اور ظلم کرے۔ امام ترمذیؒ اور نسائیؒ کے اس کے مانند نقل کیا ہے اور نسائی یہ عبارت ذکر نہیں کی۔ وَثَلَاثَةٌ يُبْغِضُهُمْ ۔ امام نسائیؒ نے ان اشخاص کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ محبوبانِ الٰہی کا ذکر کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث پاک کا اوّل حصہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کا کلام ہے اور حدیث کے آخری الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ کلام الٰہی سے ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے بیان کیا جو کچھ اس کے اور بندے کے مابین واقع ہوتا ہے۔ پس نبی کریم ﷺ نے بعینہٖ اللہ تعالیٰ کا قول بیان کیا ہے اور شیخ سے مراد یا بوڑھا ہے یا کنوارے کی ضد یعنی جس کا نکاح ہوگیا ہو جیسے کہ اس آیت منسوخہ میں ہے: الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة نکالا من الله والله عزیز حکیم۔ یعنی شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت جب زنا کریں دونوں کو سنگسار کرو' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضروری سزا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے اور فقیر تکبر کرنے والا' البتہ متکبر سے اس کا تکبر کرنا مستثنیٰ ہے۔ اس لیے کہ وہ صدقہ ہے اس لیے کہ فقیر اگر متکبر سے تکبر کرے گا تو وہ دشمن نہیں ہوگا بلکہ صدقے کا سا ثواب پائے گا۔ چنانچہ بشر ابن حارث نے امیر المؤمنین حضرت علی ؓ کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ مجھے نصیحت کیجئے' اے میر المؤمنین! فرمایا: کیا خوب ہے مالداروں کی مہربانی کرنی فقیروں پر ثواب کی خاطر۔ اس سے فقیر کا تکبر کرنا اغنیا سے اللہ پر توکل کے اعتماد پر بہتر ہے اور یہ خصلتیں تو سب کے لیے بری ہیں لیکن ان تین اشخاص کے لیے تو بہت ہی بری ہیں چنانچہ اس کا سبب ظاہر ہے اس لیے یہ خدا کے دشمن ہیں۔

صدقے کی برتری تمام مادی چیزوں پر

۱۸۱۴/۳۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْاَرْضَ جَعَلَتْ تَمِيْدُ فَخَلَقَ الْجِبَالَ فَقَالَ بِهَا عَلَيْهَا فَاسْتَقَرَّتْ فَعَجِبَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ شِدَّةِ الْجِبَالِ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْجِبَالِ قَالَ الْحَدِيْدُ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْحَدِيْدِ قَالَ نَعَمْ النَّارُ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ النَّارِ قَالَ نَعَمْ الْمَاءُ فَقَالُوْ يَارَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْمَاءِ قَالَ نَعَمْ الرِّيْحُ فَقَالُوْا يَارَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الرِّيْحِ قَالَ نَعَمِ ابْنُ اٰدَمَ تَصَدَّقَ

صَدَقَةً بِيَمِيْنِهٖ يُخْفِيْهَا مِنْ شِمَالِهٖ.

(رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب وذکر حدیث معاذ اَلصَّدَقَةُ تُطْفِیءُ الْخَطِيْئَةَ فِیْ كِتَابِ الْاِيْمَانِ)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤٢٣/٥ حديث رقم ٣٣٦٩۔ واحمد فی المسند ١٥١/٥۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب اللہ نے زمین کو پیدا کیا تو زمین ہلنے لگی پھر پہاڑ پیدا کیے اور پہاڑوں کو زمین پر ٹھہرایا۔ تو زمین ٹھہر گئی۔ فرشتوں نے پہاڑ کی سختی پر تعجب کیا اور کہنے لگے اے پروردگار! کیا تیری مخلوقات میں سے کوئی چیز پہاڑوں سے سخت ہے؟ فرمایا ہاں کہ لوہا ہے یعنی لوہا پتھر کو بھی توڑ ڈالتا ہے پھر فرشتوں نے عرض کیا اے ہمارے پروردگار کیا تیری مخلوقات میں لوہے سے بھی زیادہ سخت چیز ہے؟ فرمایا آگ ہے یعنی وہ لوہے کو بھی نرم کر دیتی ہے پھر فرشتوں نے عرض کیا: اے ہمارے پروردگار! کیا تیری مخلوقات میں سے کوئی چیز آگ سے زیادہ سخت ہے؟ فرمایا ہاں! پانی ہے یعنی وہ آگ کو بھی بجھا دیتا ہے پھر فرشتوں نے عرض کیا اے ہمارے پروردگار! کیا تیری مخلوقات میں سے کوئی چیز پانی سے زیادہ سخت ہے؟ فرمایا ہاں وہ ہوا ہے یعنی وہ پانی کو بھی خشک کر دیتی ہے۔ پھر فرشتوں نے عرض کیا اے ہمارے پروردگار! کیا تیری مخلوقات سے کوئی چیز ہوا سے زیادہ سخت ہے؟ فرمایا ہاں آدم کے بیٹے کا صدقہ دینا ہے کہ وہ دائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور بائیں سے چھپاتا ہے اور امام ترمذیؒ نے اس کو نقل کیا ہے اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث میں بتایا گیا ہے ابن آدم کا رضائے الٰہی سے یعنی اخلاص کے ساتھ صدقہ دینا تمام مادی چیزوں سے زیادہ بھاری ہے اور زیادہ قوت واہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے کہ اس میں نفس کی مخالفت ہے اور قہر طبیعت ہے اور شیطان کو دفع کرنا ہے اور دیگر چیزوں میں کہ جو اوپر مذکور ہوئیں ان میں یہ بات نہیں ہے اور اس میں نفس کی مخالفت اور شیطان کا دفعیہ اس لیے ہے کہ نفس چاہتا ہے لوگ مجھے دیتے ہوئے دیکھیں اور میری تعریف کریں کہ واہ واہ کیا کیا اور کتنا مال اس نے خرچ کیا ہے اور اپنے ہمعصروں پر فخر حاصل کریں پس جب چھپا دیا تو نفس کی مخالفت کی اور شیطان کو دور کیا اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ اس لیے بڑی چیز ہے کہ اس سے مولیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور خدا کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث: **اَلصَّدَقَةُ تُطْفِیءُ الْخَطِيْئَةَ** کتاب الایمان میں نقل کی جا چکی ہے۔

الفصل الثالث:

اللہ کے راستے میں زیادہ سے زیادہ مال خرچ کرنے کا حکم

۳۶/۱۸۱۵ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُنْفِقُ مِنْ كُلِّ مَالٍ لَهٗ زَوْجَيْنِ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا اسْتَقْبَلَتْهُ حَجَبَةُ الْجَنَّةِ كُلُّهُمْ يَدْعُوْهُ اِلٰى مَا عِنْدَهٗ قُلْتُ وَكَيْفَ ذَالِكَ قَالَ اِنْ كَانَتْ اِبِلًا فَبَعِيْرَيْنِ وَاِنْ كَانَتْ بَقَرَةً فَبَقَرَتَيْنِ۔ (رواہ النسائی)

اخرجه النسائی فی السنن ٤٨/٦ حديث رقم ٣١٨٥۔ والدارمی ٢٦٨/٢ حديث رقم ٢٤٠٣۔ واحمد فی المسند ١٥١/٥۔

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مسلمان بندہ اپنے مال میں سے دو

چیزیں اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو بہشت کے تمام دربان اس کا استقبال کریں گے وہ اس چیز کی طرف پکاریں گے جوان کے پاس ہے ابوذرؓ نے کہا کہ یہ کس طرح سے خرچ کرتا ہے فرمایا اگر اونٹ ہوں۔ تو دو اونٹ دے اور اگر گائیں ہوں تو دو گائیں دے۔ اس کو امام نسائی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کی راہ میں یعنی اس کی خوشی کی جگہ پر خرچ کرے۔ جیسے حج اور جہاد وغیرہ اور طالب علم پر اور ان کی طرح اور اس چیز کی طرف جوان کے نزدیک ہے یعنی جنت کی عمدہ عمدہ نعمتوں کی طرف یا وہاں کے دربان ہر دروازے کی طرف بلاتے ہونگے۔

۳۷/۱۸۱۶ وَعَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ بَعْضُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ ظِلَّ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَدَقَتُهٗ۔ (رواہ احمد)

اخرجه احمد فی المسند ۱۴۷/۴۔

ترجمہ: حضرت مرثد بن عبداللہؒ سے روایت ہے کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ تحقیق مؤمن کا سایہ قیامت کے دن صدقہ ہوگا۔ امام احمدؒ نے اس کو نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مؤمن کا سایہ قیامت کے دن صدقہ ہوگا۔ یعنی جیسے سائبان گرمی دھوپ سے بچاتا ہے ویسے ہی صدقہ نجات اور آرام کا سبب ہوگا۔ قیامت کے دن۔ یا صدقہ سائبان کی صورت میں ہوگا اور صدقہ کرنے والے کے سر پر قیامت کے دن تانا جائے گا۔ تاکہ اس دن گرمی سے بچ جائے۔

عاشوراء کے دن اہل وعیال پر وسعت کرنا

۳۸/۱۸۱۷ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَسَّعَ عَلٰی عَيَالِهٖ فِی النَّفَقَةِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَةٍ قَالَ سُفْيَانُ اِنَّا قَدْ جَرَّبْنَاهُ فَوَجَدْنَا كَذَالِكَ۔

(رواه رزين وروى البيهقى فى شعب الايمان عنه وعن ابى هريرة وابى سعيد وجابر وضعفه)

اخرجه الطبرانى فى الكبير۔ ذكره فى كنز العمال ۵۷۶/۸ حديث رقم ۴۴۲۵۹۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے کنبے پر خرچ کرنے میں عاشورے کے دن کشادگی کرے گا اللہ تعالیٰ سارا سال اس کے باقی مال میں کشادگی کردے گا۔ سفیان ثوریؒ نے کہا ہے کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا ہے اور ہم نے اس کو اسی طرح پایا ہے اس کو رزینؒ نے نقل کیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعودؓ ابوہریرہ اور ابوسعید اور جابر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ بیہقی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

تشریح ❁ بیہقی نے اس کو ضعیف کہا ہے اگرچہ اس کے طرق ضعیف ہیں لیکن بعض کو بعض سے قوت حاصل ہوتی ہے اور عاشورے کے دن سرمہ لگانا جو بعضوں نے نقل کیا ہے اس کی اصل کچھ نہیں ہے اور اسی طرح اور دس افعال جو عاشوراء کے دن کرتے ہیں نقل کیے ہیں ان کی بھی کچھ اصل نہیں ہے سوائے روزے اور کھانے کی وسعت کرنی کہ یہ حدیث سے ثابت ہے۔

صدقے کا ثواب کئی گنا ملتا ہے

۳۹/۱۸۱۸ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ الصَّدَقَۃَ مَاذَا ھِیَ قَالَ اَضْعَافٌ مُضَاعَفَۃٌ وَعِنْدَ اللّٰہِ الْمَزِیْدُ۔

اخرجه البیهقی فی شعب الایمان ۳۶۶/۳ حدیث رقم ۳۷۹۵۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ابوذرؓ نے کہا اے اللہ کے نبی! مجھ کو بتایئے صدقہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کا ثواب چند در چند ہے۔ یعنی کئی گنا ہے اور اللہ کے نزدیک بہت زیادہ ہے۔ اس کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ صدقے کا ثواب کئی گنا ملتا ہے بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ثواب دس حصے سے سات سو تک ہے اور زیادہ بھی ہے اگر چاہے تو سات سو سے بھی زیادہ دے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ یعنی اللہ ثواب کو بڑھاتا ہے جس شخص کے لیے چاہے۔

بَابُ اَفْضَلِ الصَّدَقَۃِ

یہ باب بہترین صدقہ کے بیان میں ہے

الفصل الاول:

بہترین صدقے کی صورت

۱/۱۸۱۹ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَحَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ الصَّدَقَۃِ مَا کَانَ عَنْ ظَھْرِ غِنًی وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔ (رواہ البخاری ورواہ مسلم عن حکیم وحدہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۹۴/۳ حدیث رقم ۱۴۲۶۔ ومسلم فی صحیحه ۷۱۷/۲ حدیث رقم (۹۵۔ ۱۰۳۴)۔ واخرجه ابوداوٗد فی السنن ۳۱۲/۲ حدیث رقم ۱۶۷۶۔ والنسائی ۶۸/۵ حدیث رقم ۲۵۴۲۔ واحمد فی المسند ۴۰۲/۲

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حکیم بن حزامؓ دونوں سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو بے پروائی سے ہو اور اس شخص کے ساتھ شروع کرو۔ جس کا نفقہ تجھ پر لازم ہے۔ اس کو بخاری نے اور مسلمؒ دونوں نے روایت کیا ہے صرف حکیم بن حزام سے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو بے پروائی سے دیا جائے صدقہ دینے کے بعد اس کا غنی ہونا باقی رہے۔ مطلقاً فقیر نہ ہو جائے۔ یعنی اہل وعیال کے لیے کھانے کا سامان لے اور پھر صدقہ دے اور اپنے اہل وعیال کو محتاج اور بھوکا نہ رکھے جیسے کہ فرمایا: شروع کر اس شخص کے ساتھ جس کا نفقہ تم پر لازم ہے اور تحقیق اللہ کی رضا کے لیے صدقہ دینے میں یہ بات ضروری ہے کہ نفس کا غنا حاصل ہوتا ہے یعنی نفس کی سخاوت حاصل ہوتی ہے جب اللہ پر اعتماد کر کے

دیا جائے اور دل غنی رہے اور پرواہ نہ کرے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام مال خرچ کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اتو نے اپنے اہل وعیال کے لیے کچھ باقی چھوڑا ہے؟ عرض کیا کہ اللہ کا نام چھوڑ کر آیا ہوں اس پر آنحضرت نے تعریف فرمائی ں سے غنی ہونا باقی ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں خرچ کرے اور مالدار رہے کہیں مفلس نہ ہو جائے جیسا اوپر گزر چکا ہے۔ ٭ مل یہ کہ اگر توکل حاصل ہو جائے تو جو چاہے دے ورنہ نفس وعیال کو مقدم رکھے اور اس قدر نہ دے کہ اہل وعیال بھوکے رہیں۔

بیوی پر خرچ کرنا بہترین صدقہ بلکہ مقبول صدقہ ہے

۲/۱۸۲۰ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلٰی اَهْلِهٖ وَهُوَ یَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهٗ صَدَقَةً۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٩٧/٩ حدیث رقم ٥٣٥١۔ ومسلم فی صحیحه ٧١٧/٢ حدیث رقم (٣٥۔ ١٠٣٤)۔ والنسائي فی السنن ٦٩/٥ حدیث رقم ٢٥٤٥۔ والدارمی ٣٧٠/٢ حدیث رقم ٣٦٦٤۔ واحمد فی المسند ٢٧٣/٥۔

ترجمہ: حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس وقت کوئی مسلمان اپنے اہل پر یعنی بیوی پر اور رشتے داروں پر کچھ خرچ کرتا ہے اور وہ اس میں ثواب کی توقع رکھتا ہے تو اس کے لیے بڑا صدقہ یا مقبول صدقہ ہوتا ہے اس کو امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ٭ اس حدیث پاک کا خلاصہ کچھ اس طرح سے بیان کیا جاتا ہے کہ جو شخص اپنے اہل وعیال پر اور رشتے داروں پر خرچ کرتا ہے اس کو بہترین صدقے کا ثواب ملے گا بلکہ مقبول صدقے کا ثواب ملے گا کیونکہ اس صورت میں رشتے داروں پر خرچ کرنے کا ثواب بھی اس کو حاصل ہوگا اور صدقہ کرنے کا ثواب بھی ملے گا اور اس کو حدیث پاک میں بڑے صدقے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ثواب کی رُو سے بڑا صدقہ

۳/۱۸۲۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ رَقَبَةٍ وَدِیْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰی مِسْكِیْنٍ وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِكَ اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِیْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِكَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٦٩٢/٢ حدیث رقم (٣٩۔ ٩٩٥)۔ واحمد فی المسند ٤٧٦/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک دینار ایسا ہے کہ تو اس کو اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے یعنی حج کے لیے جہاد کے لیے طلب علم میں اور ایک ایسا دینار ہے کہ خرچ کرے تو اس کو غلام آزاد کرنے کے لیے اور ایک دینار ایسا ہے کہ تو مسکین کو اللہ کے لیے دے اور ایک دینار ہے کہ تو خرچ کرے اپنے اہل پر تو یہ از روئے ثواب کے ان تمام دیناروں سے بڑا ہے جو دینار تو نے اپنے اہل پر خرچ کیا ہے اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ پہلی روایت کے اندر بیان کیا چکا ہے کہ اپنی بیوی پر خرچ کرنا تمام صدقات سے ازروئے ثواب کے بڑھ کر ہے یعنی طلب علم پر خرچ کرنا' جہاد کے لیے خرچ کرنا وغیرہ یہ بھی صدقات کی مدات ہیں لیکن بیوی پر خرچ کرنا ثواب کے لحاظ سے ان تمام سے بڑھ کو ہے کیونکہ حدیث پاک میں بھی آیا ہے کہ تم میں سے وہ آدمی اچھا ہے جو اپنے اہل کے لیے اچھا ہو۔ یعنی اپنی بیوی پر خرچ کرنا اور اس کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا باعث ثواب ہے۔

اہل وعیال پر خرچ کرنا بہترین صدقہ ہے

۱۸۲۲/۴ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ دِيْنَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ عَلٰى عِيَالِهٖ وَدِيْنَارٌ يُّنْفِقُهُ عَلٰى دَآبَّتِهٖ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدِيْنَارٌ يُّنْفِقُهُ عَلٰى اَصْحَابِهٖ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ٦٩١/٢ حديث رقم (٣٨۔ ٩٩٤)۔ واحمد فى المسند ٢٧٧/٥۔

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بہتر دینار وہ ہے جو آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور پھر وہ دینار ہے کہ وہ اس کو اپنے جانور پر خرچ کرے جو جہاد کے لیے پال رکھتا ہو اور وہ دینار کہ وہ اپنے دوستوں پر خرچ کرے اس حال میں کہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے ہوں۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے حدیث میں جن تین آدمیوں کا ذکر کیا گیا ہے ان تینوں پر خرچ کرنا دوسرے لوگوں پر خرچ کرنے سے افضل ہے۔

اپنی اولاد پر خرچ کرنا بھی ثواب ہے

۱۸۲۳/۵ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلِىَ اَجْرٌ اَنْ اُنْفِقَ عَلٰى بَنِىْ اَبِىْ سَلَمَةَ اِنَّمَا هُمْ بَنِىَّ فَقَالَ اَنْفِقِىْ عَلَيْهِمْ فَلَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخارى فى صحيحه ٣٢٨/٣ حديث رقم ١٤٦٧۔ ومسلم فى صحيحه ٦٩٥/٢ حديث رقم (٤٧۔ ١٠٠١)۔ واحمد فى المسند ٥٠٣/٣۔

ترجمہ: حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! آیا میرے لیے ابوسلمہ کے بیٹوں پر خرچ کرنے میں ثواب ہے علاوہ ازیں وہ میرے ہی بیٹے ہیں۔ پس فرمایا خرچ کرو ان پر تیرے لیے اس چیز کا ثواب ہے جو تو ان پر خرچ کرے گی۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا۔ کیا میں اپنی اولاد پر خرچ کروں تو مجھے ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیوں نہیں۔ ضرور ملے گا۔ حضرت امّ سلمہ' ابوسلمہ صحابی رضی اللہ عنہما کی پہلی بیوی تھیں ان سے کئی بچے پیدا ہوئے تھے۔ عمر اور زینب اور درہ۔ جب وہ فوت ہوئے تو حضور ﷺ سے نکاح ہوا۔ پس ان بچوں کو امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کچھ دیا کرتی تھیں تو انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا کیا مجھے ان کے دینے میں ثواب بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ پس اس صورت میں بیٹوں سے مراد سگے بیٹے تھے یا ابوسلمہ کے اور بیوی سے جو بچے تھے ان کے دینے کا حکم پوچھا اس صورت میں سوتیلے بیٹے مراد ہوں گے۔

اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کا دوہرا ثواب ملتا ہے

۶/۱۸۲۴ وَعَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ قَالَتْ فَرَجَعْتُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَقُلْتُ اِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيْفُ ذَاتِ الْيَدِ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَأْتِهٖ فَاسْأَلْهُ فَاِنْ كَانَ ذَالِكَ يُجْزِئُ عَنِّيْ وَاِلَّا صَرَفْتُهَا اِلٰى غَيْرِكُمْ قَالَتْ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بَلِ ائْتِيْهِ اَنْتِ قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فَاِذَا امْرَأَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِبَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِيْ حَاجَتُهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ فَقَالَتْ فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهٗ ائْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبِرْهُ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْاَلَانِكَ اَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلٰى اَزْوَاجِهِمَا وَعَلٰى اَيْتَامٍ فِيْ حُجُوْرِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ قَالَتْ فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهٗ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هُمَا قَالَ امْرَأَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَزَيْنَبُ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الزَّيَانِبِ قَالَ امْرَأَةُ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمَا اَجْرَانِ اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ۔

(متفق علیه و اللفظ لمسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۲۸/۳ حدیث رقم ۱٤٦٦۔ ومسلم فی صحیحه ٦٩٤/۲ حدیث رقم (٤٥۔ ۱۰۰۰)۔ والنسائی فی السنن ۹۲/٥ حدیث رقم ۲٥۸۳۔ وابن ماجه ٥۸۷/۱ حدیث رقم ۱۸۳٤۔ والدارمی فی السنن ٤۷۷/۱ حدیث رقم ۱٦٥٤۔ واحمد فی المسند ۳٦۳/٦۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی حضرت زینب ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو۔ اگرچہ تمہارے زیوروں سے ہو۔ حضرت زینب ؓ کہتی ہیں میں حضور ﷺ کی مجلس سے عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس لوٹ کر آئی۔ میں نے کہا کہ آپ مالی اعتبار سے کمزور ہیں اور تحقیق نبی کریم ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم فرمایا پس حضور ﷺ کے پاس جاؤ اور پوچھو ان سے کہ آیا یہ کافی ہے کہ میں آپ پر اور آپ کی اولاد پر صدقہ کروں یا نہیں؟ اگر یہ صدقہ کرنا میرے لیے کافی ہو تو تم پر صدقہ کروں اگر یہ کفایت نہ کرے تو تمہارے غیر پر خرچ کروں۔ انہوں نے کہا تو ہی حضور ﷺ کے پاس جا۔ پس زینب ؓ کہتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس گئی۔ اچانک ایک انصاری عورت دروازے پر کھڑی تھی وہ بھی میری جیسی حاجت لے کر آئی تھی۔ یعنی میرا والا سوال وہ بھی پوچھ رہی تھی کہ میں خاوند اور اس کے متعلقین کو دوں یا نہ دوں؟ حضرت زینب ؓ فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ کو ہیبت و رعب سے نوازا گیا تھا۔ تو بلال ؓ باہر آئے۔ تو ہم نے ان سے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جاؤ اور بتاؤ کہ دو عورتیں دروازے پر کھڑی ہیں اور پوچھتی ہیں کہ کیا وہ اپنے خاوندوں کو اور یتیموں کو جو ان کی پرورش میں ہیں صدقہ دے سکتی ہیں یا نہیں اور حضور ﷺ کو نہ بتانا کہ ہم کون ہیں۔ یعنی انہوں نے ریا کی نفی کے بارے میں مبالغہ کیا ہے یعنی اس میں بالکل ریا کاری کو دخل نہیں ہے۔ پس زینب ؓ نے کہا۔ بلال ؓ حضور ﷺ کے پاس گئے اور حضور ﷺ سے مسئلہ پوچھا نبی کریم ﷺ نے حضرت

بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ دونوں کون ہیں؟ بلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے ایک عورت انصار میں سے ہے اور دوسری حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کونسی زینب؟ (یعنی کئی زینبیں ہیں) یہ کونسی ہے؟ کہا عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان کو دوہرا ثواب ہے ایک ثواب رشتے داری کا دوسرا ثواب صدقہ دینے کا۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا اور الفاظ مسلم شریف کے ہیں۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہیبت اور عظمت عطا کی تھی کہ لوگ آپ سے ڈرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے تھے۔ اس لیے کوئی بھی جرأت نہیں کرتا تھا اچانک داخل ہونیکی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خداداد ہیبت کا مالک بنایا تھا اور ہیبت وعظمت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عزت کا باعث بنا دیا تھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان عورتوں کے بارے میں بتا دیا۔ حالانکہ عورتوں نے اپنا نام صیغہ راز میں رکھنے کے لیے کہا تھا۔ اس لیے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تو حضرت بلالؓ کا بتانا واجب ہوگیا اور آدمی اپنی زکوٰۃ اپنی بیوی کو نہیں دے سکتا اور نہ ہی بیوی اپنے خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے کیونکہ عادۃً منافع میں دونوں شریک ہوتے ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک بیوی خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے پس امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حدیث میں صدقہ سے مراد صدقہ نفل ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک فرض اور نفل دونوں کا احتمال ہے۔

رشتے داروں کو صدقہ دینا زیادہ ثواب ہے

۷/۱۸۲۵ وَعَنْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّهَا اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذَالِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ اَعْطَيْتِهَا اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه حديث رقم ٢٥٩٢۔ ومسلم في صحيحه ٦٩٤/٢ حديث رقم (٤٤۔ ٩٩٩)۔ وابوداوٗد في السنن ٣٢٠/٢ حديث رقم ١٦٨٩۔

ترجمہ: حارث کی بیٹی ام المؤمنین حضرت میمونہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک لونڈی آزاد کی۔ پھر میمونہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو یہ لونڈی اپنے ماموں کو دیتی تو تجھ کو بڑا ثواب ہوتا۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ رشتے داروں پر خرچ کرنے سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ یعنی جو ضرورت مند ہوتے ہیں ان پر خرچ کیا جائے اور حضرت میمونہؓ کے ماموں خادم کے زیادہ ضرورت مند تھے اگر ان کو دیتی تو صدقہ بھی ہو جاتا اور صلہ رحمی بھی ہو جاتی۔

قریب پڑوسی ہدیے کا زیادہ مستحق ہے

۸/۱۸۲۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ جَارَيْنِ فَاِلٰى اَيِّهِمَا اُهْدِيْ قَالَ اِلٰى اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا۔

(رواه البخاري)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۱۹/۵ حدیث رقم ۲۵۹۵۔ واحمد فی المسند ۱۷۵/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اے اللہ کے نبی میرے دو ہمسائے ہیں میں ان میں سے کس کو دوں؟ یعنی کس کو تحفہ بھیجوں یعنی پہلے یا زیادہ کس کو بھیجوں؟ فرمایا اس کی طرف بھیجو جس کا دروازہ تیرے نزدیک ہو۔ امام بخاریؒ نے اس کو نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ قریبی ہمسائے کو دیا جائے۔ ایک کا دروازہ قریب ہے اور ایک کی دیوار تو قریب دروازے والے کو مقدم رکھے۔ حدیث میں مقرر نہیں کہ صرف اسی کو دے کہ اور کسی کو نہ دے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ پہلے یا زیادہ اسی کو دے جس کا دروازہ قریب ہو اور شاید یہ اس وجہ سے ہے کہ جس کا دروازہ قریب ہوتا ہے اس سے اکثر اختلاط رہتا ہے اور اس کے حال کی اطلاع ملتی رہتی ہے لہٰذا اس سے محبت کرنا اولیٰ ہے۔

ہمسائے کے حقوق کا خیال کرو

۹/۱۸۲۷ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَاَكْثِرْ مَاءَ هَا وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۲۵/۴ حدیث رقم (۱۴۲۔ ۲۶۲۵)۔ والدارمی فی السنن ۱۴۷/۲ حدیث رقم ۲۰۷۹۔

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس وقت تو شوربا پکائے تو اس کے پانی کو زیادہ کرلو اور ہمسایوں کی خبر گیری کرو۔ یہ امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمسایوں کا خیال رکھنا چاہیے اگر تم شوربا پکاؤ تو ہمسایون کا بھی خیال کرو اور پانی زیادہ ڈال لو اور فقط لذت کا خیال نہ کرے بلکہ شوربا زیادہ کرلے اور ہمسایوں کو تقسیم کرے۔

الفصل الثانی:

مال کی کمی کے باوجود صدقہ کرنا یہ افضل صدقہ ہے

۱۰/۱۸۲۸ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ ؟ قَالَ جُهْدُ الْمُقِلِّ وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۳۱۲/۲ حدیث رقم ۱۶۷۷۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کونسا صدقہ زیادہ ثواب رکھتا ہے؟ فرمایا کم مال والے کی بہت زیادہ کوشش کرنی صدقہ دینے میں اور اس کو پہلے دو جس کی ضروریات تمہاری ذات کے ساتھ منسلک ہیں۔ اس کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ یعنی افضل وہ صدقہ ہے کہ کم مال والا مشقت اٹھائے اور جو کچھ ہو سکے اللہ کے راستے میں صدقہ دے اوپر والی حدیث میں گزرا ہے کہ صدقہ غنی کا کرنا زیادہ افضل ہے تطبیق ان دونوں روایتوں میں یہ ہے کہ افضلیت اخلاص اور توکل کی طاقت اور کمزوری یقین کے حساب سے ہے یعنی پہلی حدیث ان لوگوں کے حق میں ہے جو توکل نہ رکھتے ہوں اور یہ ان لوگوں

کے حق میں ہے جو کامل توکل رکھتے ہوں اور بعضوں نے کہا کہ عقل سے مراد کم مال والا ہے لیکن دل غنی ہے تا کہ یہ اس حدیث کے موافق ہو جائے کہ: اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔ الحاصل یہ کہ ایسے فقیر کا صدقہ کرنا جس کا دل غنی ہو۔ اگر چہ وہ صدقہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ مالدار کے صدقہ کرنے سے افضل ہے اگر چہ وہ مال بہت زیادہ ہو۔

صدقہ دیتے وقت رشتے دار کا خیال رکھنا چاہیے دوہرا ثواب ملتا ہے

۱۸۲۹/۱۱ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلٰى ذِي الرَّحْمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ۔ (رواه احمد والترمذي والنسائي وابن ماجة والدارمي)

اخرجه الترمذي في السنن ۴٦/۳ حديث رقم ٦٥٨۔ والنسائي ۹۲/۵ حديث رقم ۲۵۸۲۔ وابن ماجه ۵۹۱/۱ حديث رقم ۱۸۴۴۔ والدارمي ۴۸۸/۱ حديث رقم ۱٦۸۰۔ واحمد في المسند ۲۱۴/۴۔

ترجمہ: حضرت سلیمان بن عامرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسکین کو صدقہ دینا ایک صدقہ ہے یعنی ایک ہی ثواب صدقے کا ہوتا ہے اور رشتے دار کو صدقہ دینا دوہرا ثواب رکھتا ہے ایک صدقے کا اور دوسرا رشتے داری کا۔ اس کو امام احمد ترمذیؒ ترمذیؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا مضمون مذکور ہو چکا ہے اور رشتے داروں کو صدقہ دیتے وقت ترجیح دینی چاہیے کیونکہ ان کو دینے میں دوہرا اَجر ملتا ہے۔ ایک تو صدقے کا ثواب ملتا ہے اور دوسرا رشتے داروں سے حسن سلوک کرنے کا۔

مال خرچ کرنے کا طریقہ

۱۸۳۰/۱۲ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدِيْ دِيْنَارٌ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى نَفْسِكَ قَالَ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى وَلَدِكَ قَالَ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى اَهْلِكَ قَالَ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى خَادِمِكَ قَالَ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ اَنْتَ اَعْلَمُ۔ (رواه ابو داود والنسائي)

اخرجه ابو داؤد في السنن ۳۲۰/۲ حديث رقم ۱٦۹۱۔ والنسائي ٦۲/۵ حديث رقم ۲۵۳۵۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا میرے پاس ایک دینار ہے یعنی اس کو خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا اس کو اپنے اوپر خرچ کر۔ اس نے کہا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ فرمایا اس کو اپنی اولاد پر خرچ کرو۔ اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ فرمایا خرچ کرو اس کو اپنے اہل پر یعنی بیوی (بچوں) پر اور ماں باپ، اور رشتے داروں پر۔ اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ فرمایا خرچ کرو اس کو اپنے خادم پر اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ فرمایا تو دانا تر ہے۔ یہ ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں حضور ﷺ نے مال خرچ کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے اور ترتیب بتائی ہے آپ ﷺ نے صحابی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ان مذکورہ حضرات پر خرچ کرنے کے بعد تو خوب جانتا ہے یعنی مستحق کا حال تو ہی خوب جانتا ہے جس کو مستحق جانو اُس کو دے دو۔

بدترین اور بہترین آدمیوں کی طرف نشاندہی

١٣/١٨٣١ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِخَیْرِ النَّاسِ رَجُلٌ مُّمْسِکٌ بِعِنَانِ فَرَسِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِالَّذِیْ یَتْلُوْہُ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِیْ غُنَیْمَۃٍ لَہٗ یُؤَدِّیْ حَقَّ اللّٰہِ فِیْھَا اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِشَرِّ النَّاسِ رَجُلٌ یُسْئَلُ بِاللّٰہِ وَلَا یُعْطِیْ بِہٖ۔ (رواہ الترمذی والنسائی والدارمی)

اخرجہ الترمذی فی السنن ١٥٦/٤ حدیث رقم ١٦٥٢۔ والنسائی ٨٣/٥ حدیث رقم ٢٥٦٩۔ والدارمی ٢٦٥/٢ حدیث رقم ٢٣٩٥۔ ومالک فی الموطأ ٢٤٥/٢ حدیث رقم ٤ من کتاب الجھاد۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں بتاؤں کہ بہترین آدمی کون ہے وہ شخص جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہے۔ اللہ کے راستے میں سوار ہو کر کافروں کے ساتھ جنگ کا منتظر ہے کیا میں نہ بتاؤں تم کو اس شخص کے بارے میں جو مذکورہ شخص کے مرتبہ میں ہے وہ شخص جو اپنی چند بکریوں کے ساتھ گوشہ نشینی میں ہے۔ ان میں اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتا ہے۔ یعنی لوگوں سے الگ ہو کر جنگل میں جا رہا ہے اور اپنا گزارا بکریوں سے کرتا ہے اور ان کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے کیا میں تمہیں یہ بتاؤں بدترین آدمیوں کے بارے میں کہ وہ شخص ہے کہ سائل اس سے اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہے کہ مجھ کو دو اور وہ سائل کو کچھ نہیں دیتا۔ یہ روایت امام ترمذیؒ اور نسائیؒ اور دارمیؒ نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے یعنی اچھے لوگوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اس لیے کہ غازی سب لوگوں سے افضل ہے اور اس طرح بدترین آدمیوں میں سے یہ مراد ہے کہ بروں میں سے ایک یہ بھی ہے۔

سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ

١٤/١٨٣٢ وَعَنْ اُمِّ بُجَیْدٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحْرَقٍ۔

(رواہ مالک والنسائی وروی الترمذی وابو داود معناہ)

اخرجہ ابوداوٗد فی السنن ٣٠٧/٢ حدیث رقم ١٦٦٧۔ والترمذی ٥٢/٣ حدیث رقم ٦٦٥۔ والنسائی ٨١/٥ حدیث رقم ٢٥٦٥۔ ومالک فی الموطأ ٩٢٣/٢ حدیث رقم ٨ من کتاب صفۃ النبی ﷺ واحمد فی المسند ٤٣٥/٦۔

ترجمہ: ام بجیدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مانگنے والوں کو دو۔ اگرچہ جلا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ اس کو امام مالکؒ اور نسائیؒ نے نقل کیا ہے۔ امام ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے بھی اسی کے ہم معنی روایت کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بطور مبالغہ کے یہ بتایا گیا ہے کہ ادنیٰ سی چیز کے بارے میں بھی سائل کو نہیں پھیرنا چاہیے۔ پس اس کلام کی حقیقت مراد نہیں ہے کیونکہ جلا ہوا کھر تو قابل انتفاع نہیں ہے۔

اخلاقِ حسنہ کی تعلیم

١٥/١٨٣٣ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَعَاذَ مِنْکُمْ بِاللّٰہِ فَاَعِیْذُوْہُ وَمَنْ

سَاَلَ بِاللّٰهِ فَاَعْطُوْهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَاَجِيْبُوْهُ وَمَنْ مَنَعَ اِلَيْكُمْ مَعْرُوْفًا فَكَافِئُوْهُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَا تُكَافِئُوْهُ فَادْعُوْا لَهٗ حَتّٰى تَرَوْا اَنْ قَدْ كَافَاْتُمُوْهُ۔ (رواہ احمد وابو داود والنسائی)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۳۱۰/۲ حدیث رقم ۱۶۷۲۔ والنسائی ۸۲/۵ حدیث رقم ۲۵۶۷۔ واحمد فی المسند ۶۸/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جوشخص اللہ کے ساتھ پناہ مانگے پس اس کو پناہ دو۔ پس جو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ سوال کرے۔ پس اس کو دو اور جوشخص تم کو کھانے کے لیے بلائے۔ پس اس کی دعوت قبول کرو اگر کوئی حسی یا شرعی مانع نہ ہو اور جوشخص تمہاری طرف احسان کرے قولی یا خطی پس اس کو بدلہ دو یعنی تم بھی اس پر احسان کرو۔ جیسے اس نے کیا ہے پس اگر مال نہ پاؤ بدلہ دینے کے لیے تو محسن کے لیے دعا کرو۔ یہاں تک کہ تم گمان کرو کہ تم نے بدلہ دے دیا۔ اس کو امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دی گئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جوشخص تم سے پناہ مانگے اور تم سے شر کا دفعیہ طلب کرے اور پناہ مانگتے وقت کہے کہ میں خدا کا واسطہ دے کر تم سے کہتا ہوں کہ مجھ سے شر کو دفع کرو تو اس کی پکار وفریاد کو قبول کرو اور اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کی خاطر اس کی فریاد کو قبول کرو اور یہ بھی احتمال ہے کہ صرف لفظ استعاذ کا صلہ ہے۔ یعنی جو اللہ کا نام لے کر پناہ مانگے تو اس سے اعراض نہ کرو۔ بلکہ اس کو پناہ دے دو۔ اور اس سے شر کو دور کرو اور یہاں تک کہ تم خیال کرلو کہ تم نے اس کا حق ادا کر دیا ہے اور ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جوشخص کہ اس کے ساتھ احسان کیا گیا پس اس نے احسان کرنے والے کو جواب دیا۔ جزاک اللہ خیرا۔ پس اس نے ثنا میں مبالغہ کیا ہے یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے جس نے کسی کو ایک بار جزاک اللہ خیرا کہا تو اس نے اس کا حق ادا کر دیا اگرچہ اس کا حق زیادہ ہو گویا اس نے بدلہ اتارنے میں اپنے نفس کو عاجز کر دیا ہے اور اپنا حق اللہ کے سپرد کر دیا ہے پس اس کا ایک بار کہنا مکرر دعا کے ہے یہ عادت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ جب کوئی سائل ان کے لیے دعا کرتا تو وہ جواباً دعا دیتیں پھر اس کو مال دیتیں۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا اگر میں اس کے لیے دعا نہ کروں تو اس کا حق مجھ پر بڑھ جائے گا۔ میرے لیے دعا کرنے کی وجہ سے میرے صدقہ کی وجہ سے یعنی اس نے جو میرے صدقہ دینے کی وجہ سے دعا کی ہے پس اس لیے میں دعا کرتی ہوں۔ جیسے کہ وہ دعا کرتا ہے میرے لیے تاکہ اپنی دعا کے ساتھ اس کی دعا کا بدلہ اتار دوں اور میرا صدقہ خالص ہو جائے اور عند اللہ مقبول ہو۔

اللہ ربّ العزت سے صرف جنت کا سوال کرو

۱۶/۱۸۳۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُسْئَلُ بِوَجْهِ اللّٰهِ اِلَّا الْجَنَّةُ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۳۰۹/۲ حدیث رقم ۱۶۷۱۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر کوئی چیز نہ مانگو۔ سوائے بہشت کے۔ یہ ابوداؤدؒ نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ لوگوں سے خدا کی ذات کا واسطہ دے کر کچھ نہ مانگو یعنی یہ نہ کہو کہ مجھے کوئی چیز خدا کے واسطے دو۔ یا اللہ کے واسطے اس۔ لیے کہ اللہ تعالیٰ کا نام اس سے بہت بڑا ہے کہ اس کے نام سے دنیا مانگی جائے۔

بلکہ اس سے صرف جنت ہی مانگے اور کہے یا اللہ ہم آپ سے آپ کی ذات کریمی کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں کہ تو ہمیں جنت میں داخل کر دے۔

الفصل الثالث:

محبوب مال اللہ کے راستے میں خرچ کرنا

۱۸۳۵/ ۱۷ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَبُوْطَلْحَةَ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ وَكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهٖ اِلَيْهِ بِيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٌ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَاِنَّ اَحَبَّ مَالِيْ اِلَيَّ بِيْرُحَاءَ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى اَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ بَخٍ ذَالِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَفْعَلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا اَبُوْطَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ۳۲۵/۳ حديث رقم ۱۴۶۱۔ ومسلم في صحيحه ۶۹۳/۲ حديث رقم (۴۲۔ ۹۹۸)۔ والدارمي في السنن ۴۷۷/۱ حديث رقم ۱۶۵۵۔ واحمد في المسند ۱۴۱/۳۔

ترجمہ: حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ ابوطلحہ مدینہ کے انصار میں سے کھجوروں کے اعتبار سے بہت مالدار تھے اور ان کے پسندیدہ مالوں سے ان کا بیرحاء کے نام سے ایک باغ تھا اور وہ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا اور نبی کریم ﷺ اس باغ میں تشریف لے جاتے اور شیریں پانی پیتے تھے۔ حضرت انس ؓ کہتے ہیں جب یہ آیت اتری کہ تم ہرگز نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنے محبوب مال کو اللہ کے راستے میں خرچ نہ کردو۔ ابوطلحہ ؓ کھڑے ہوئے اور حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے اللہ کے رسول۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم ہرگز نیکی حاصل کر سکو گے۔ جب تک تم اپنا محبوب مال اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرو اور میرے پسندیدہ مال میں بیرحاء ہے میں اس کو اللہ کے واسطے صدقہ کرتا ہوں اور اس کی نیکی کی امید کرتا ہوں آیت کریمہ کی وجہ سے اور میں اس کا امیدوار ہوں کہ یہ اللہ کے پاس ذخیرہ ہوگا۔ پس اے اللہ کے نبی اس کو رکھو۔ جہاں اللہ آپ کو بتلا دیں یعنی آپ جس جگہ چاہیں خرچ فرمائیں پس آپ ﷺ نے فرمایا شاباش شاباش یہ بیرحاء مال ہے۔ نفع دینے والا ہے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے سن لیا ہے جو تو نے مجھ سے بیان کیا ہے میں اس کو مناسب سمجھتا ہوں کہ تو اس کو اپنے رشتہ داروں میں خرچ کر دے تاکہ صدقہ کا ثواب حاصل ہو جائے اور صلہ رحمی کا بھی ثواب ملے۔ ابوطلحہ ؓ نے فرمایا میں وہی کرونگا جس کا آپ نے حکم فرمایا ہے پھر ابوطلحہ ؓ نے وہ باغ اپنے رشتے داروں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ بیرحا: اس کے لغوی معنی ہیں کہ حاء ایک آدمی کا نام ہے اور بیر کنویں کو کہتے ہیں۔ تو جب اضافت کی گئی بیرحا

ہوگیا اور یہ ابوطلحہ صحابی کا مدینہ منورہ میں باغ تھا اور روایت میں آیا ہے بالکل مسجد نبوی کے سامنے تھا۔ (مرقاۃ)

اس حدیث پاک میں بنی عم کا بیان ہے یعنی اقارب کا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اقارب کے علاوہ اور ناطے دار مراد ہوں۔ یعنی اس میں آپ ﷺ نے ابوطلحہ کو تلقین فرمائی کہ اپنا پسندیدہ مال اپنے رشتے داروں پر خرچ کرو۔ اس میں دوہرا ثواب ملے گا۔ ایک رشتے داری کا اور دوسرا صدقہ کرنے کا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کریم کی آیات مبارکہ پر کس قدر عمل کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جاندار کو کھلانا بھی صدقہ ہے

۱۸/۱۸۳۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَنْ تُشْبِعَ كَبِدًا جَائِعًا۔

(رواه البيهقى فى شعب الايمان)

اخرجه البيهقى فى شعب الايمان ۲۱۷/۳ حديث رقم ۱۹۴۶۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بہترین صدقہ یہ ہے کہ بھوکے جگر کا پیٹ بھر دے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ بھوکے جگر کو سیر کراؤ۔ یہ بھی صدقہ ہے یعنی جو چیز جاندار ہو خواہ کافر ہو۔ خواہ مسلمان ہو خواہ جانور لیکن موذی جانور کو مارنے کا حکم ہے نہ کہ اس کو کھلانے کا یعنی سانپ وغیرہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

فائدہ! مؤلفؒ کی عادت ہے کہ کہیں بغیر ترجمہ کے صرف باب ہی ذکر کرتے ہیں اور اس میں پہلے باب کی متممات اور ملحقات حدیثیں ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ باب بھی ایسا ہی ہے اور بعض نسخوں میں یوں ہے: **باب ما ينفقه المرأة من مال بعلها**۔ یعنی زوجہ اپنے شوہر کے مال میں سے جو چیز خرچ کر سکتی ہے اس کا بیان۔

بَابُ صَدَقَةِ الْمَرْأَةِ مِنْ مَّالِ الزَّوْجِ

یہ باب بیوی کے اپنے شوہر کے مال سے صدقہ کرنے کے بیان میں ہے

الفصل الاول:

صدقہ کرنے والی عورت کے ثواب کا تذکرہ

۱/۱۸۳۷ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا اَجْرُهَا بِمَا اَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا اَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَالِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ

اَجْرِ بَعْضٍ شَيْئًا۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ١٦٧/٣ حدیث رقم ١٤٣٧۔ ومسلم فی صحیحه ٧١٠/٢ حدیث رقم (٧٩۔ ١٠٢٣)۔ واحمد فی المسند ٤٤/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس وقت عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے صدقہ کرتی ہے اس حال میں کہ وہ اسراف کرنے والی نہ ہو تو اسے اس کے خرچ کرنے کی وجہ سے ثواب ملتا ہے اور شوہر کو اس کے کمانے کا ثواب ملتا ہے اور خازن کو بھی اس کی مثل ثواب ملتا ہے اور ان میں سے کسی کو ثواب دینے کی وجہ سے دوسرے کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث کا تعلق اس صورت سے ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو صدقہ کرنے کا صراحتاً یا دلالتاً اذن دے دیا ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ اہل حجاز کی عادت کے موافق حکم جاری ہوا ہے ان کی عادت یہ تھی کہ اپنی بیویوں اور خادموں کو اجازت دے دیتے تھے کہ وہ مہمانوں کی ضیافت کریں اور ان کو کھانا کھلائیں اور سائل اور مساکین کو کھانا کھلائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اچھی عادات اپنانے کی رغبت دلائی ہے۔

عورت کا خاوند کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے کا حکم

۲/۱۸۳۸ وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ اَمْرِهٖ فَلَهَا نِصْفُ اَجْرِهٖ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥٠٤/٩ حدیث رقم ٥٣٦٠ ومسلم فی صحیحه ٧١١/٢ حدیث رقم (٨٤۔ ١٠٢٦)۔ وابوداؤد فی السنن ٣١٧/٢ حدیث رقم ١٦٨٧۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے صدقہ اس کے حکم کے بغیر کرتی ہے تو اس کے واسطے آدھا ثواب ہے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حدیث میں جو لفظ آیا ہے کہ بغیر اس کے حکم کے اس سے مراد یہ ہے کہ خاوند نے خاص کر اس صدقے کا حکم نہیں کیا۔ لیکن وہ خاوند کی رضامندی کو صراحتاً یا دلالتاً جانتی ہے کیونکہ اگر تھوڑی چیز ہو تو اس کے دینے کو کوئی منع نہیں کرتا۔ جیسے فقیر کو روٹی کا ٹکڑا یا ایک روپیہ دیتے ہیں۔

داروغے کے اوصاف اور مالک کے حکم کی تعمیل

۳/۱۸۳۹ وَعَنْ اَبِی مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِيْنُ الَّذِیْ يُعْطِیْ مَا اُمِرَ بِهٖ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبَةً بِهٖ نَفْسُهٗ فَيَدْفَعُهٗ اِلَى الَّذِیْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٣٠٢/٣ حدیث رقم ١٤٣٨۔ ومسلم فی صحیح ٧١٠/٢ حدیث رقم (٧٩۔ ٢٣۔١)۔ وابوداؤد فی السنن ٣١٥/٢ حدیث رقم ١٦٨٤۔ والنسائی ٦٥/٥ حدیث رقم ٢٥٣٩۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان امانتدار داروغہ صدقہ دے کہ جو اس کو مالک نے حکم دیا ہے پورا دے اور خوش دلی کے ساتھ دے تو دو صدقہ کرنے والوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں داروغے یعنی خزانچی کے بارے میں چار شرطیں مذکور ہوئی ہیں: ① ایک تو صدقہ دینے میں مالک کا حکم ہو۔ ② دوسرا پورا پورا دینا ہے۔ ③ تیسرا خوشی کے ساتھ صدقہ دینا ہے اس لیے کہ بعض خدام خوشی سے نہیں دیتے حالانکہ مالک صدقہ دلواتے ہیں۔ ④ چوتھے نمبر پر اس کو دینا جس کے لیے مالک حکم کرے نہ کہ دوسرے مسکین کو۔ مُتَصَدِّقِیْنَ کا لفظ تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ مستعمل ہوا ہے یعنی ایک مالک اور دوسرا داروغہ مسلمان امانت دار جو کچھ مالک دینے کا حکم کرتا وہ پورا ادا کرتا ہو اور خوش ہو کر دیتا ہو۔ ان دو صدقہ کرنے والوں میں سے ایک یہ بھی ہے اور ایک صحیح نسخہ میں جمع کے صیغہ کے ساتھ آیا ہے کہ وہ داروغہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔ الحاصل یہ کہ جو داروغہ امانت دار ہو مسلمان ہو جو کچھ مال دینے کا حکم کرے وہ پورا دے اور اس میں کمی بیشی نہ کرے اور جس کے لیے مالک حکم کرے اسی کو دے تو اس دینے والے داروغے کو بھی مالک کی طرح ثواب ملتا ہے۔

میت کو صدقہ دینے کا ثواب ملتا ہے

۴/۱۸۴۰ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّيْ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۵۲/۳ حدیث رقم ۱۳۸۸۔ ومسلم فی صحیحه ۶۹۶/۲ حدیث رقم (۵۱۔ ۱۰۰۴)۔ وابن ماجه ۹۰۶/۲ حدیث رقم ۲۷۱۷۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے کہا میری ماں اچانک وفات پا گئی ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ اگر وہ بول پاتی تو کچھ اللہ کے لیے دیتی یا وصیت کر جاتی اگر میں صدقہ دوں تو کیا اس کو ثواب ملے گا؟ فرمایا: ہاں! یہ بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ میت کو صدقے کا ثواب پہنچتا ہے اور اسی طرح دعا واستغفار بھی میت کے لیے مفید ہوتی ہے اہلسنّت والجماعت کا یہی مذہب ہے اور عباداتِ بدنیہ میں اختلاف ہے جیسے: نماز، تلاوتِ قرآن وغیرہ اور مختار مذہب یہ ہے کہ ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے اور امام عبداللہ یافعیؒ نے لکھا ہے کہ شیخ بزرگ عبدالسلامؒ کو مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا کہ ہم دنیا میں یہ حکم کرتے تھے تلاوتِ قرآن کے ثواب نہ پہنچنے پر اور اس عالم میں ہم نے اس کے برخلاف پایا۔

الفصل الثانی:

خاوند کی اجازت کے بغیر ادنیٰ چیز بھی صدقہ نہیں کرنی چاہیے

۵/۱۸۴۱ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِیْ خُطْبَتِهٖ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

لَا تُنْفِقُ امْرَاَةٌ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِهَا قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الطَّعَامَ قَالَ ذٰلِكَ اَفْضَلُ اَمْوَالِنَا۔

(رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۷/۳ حدیث رقم ۶۷۰۔ وابن ماجه ۷۰۰/۲ حدیث رقم ۲۲۹۵۔

ترجمہ: حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے آپ حجۃ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرماتے تھے کہ عورت اپنے خاوند کے گھر سے بغیر اذن کے کچھ خرچ نہ کرے۔ خاوند کا اذن صریحاً ہو یا دصالتاً اور کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا کھانا بھی نہ دے؟ فرمایا کھانا تو ہمارا نفیس ترین ہے۔ یہ امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ ادنیٰ چیز بھی خاوند کی اجازت کے بغیر صدقہ نہیں کر سکتی۔ تو طعام تو بہت افضل چیز ہے' اس کا بغیر اجازت کے صدقہ کرنا کیسے درست ہوگا اور ظاہر اس حدیث میں اور اوپر والی حدیث میں تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن جب فوائد کو دیکھا جائے گا تو کچھ شبہ باقی نہ رہے گا۔ اس لیے کہ ان سے تطبیق معلوم ہو جائے گی۔

تازہ چیزوں کو بغیر اذن کے استعمال کریں اور ان کا صدقہ کرنا بھی جائز ہے

۶/۱۸۴۲ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ لَمَّا بَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ قَامَتِ امْرَاَةٌ جَلِيْلَةٌ كَاَنَّهَا مِنْ نِسَاءِ مُضَرَ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّا كَلٌّ عَلٰى اٰبَائِنَا وَاَبْنَائِنَا وَاَزْوَاجِنَا فَمَا يَحِلُّ لَنَا مِنْ اَمْوَالِهِمْ قَالَ الرَّطْبُ تَاْكُلْنَهٗ وَتُهْدِيْنَهٗ۔

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳۱۶/۲ حدیث رقم ۱۶۸۶۔

ترجمہ: حضرت سعدؓ سے روایت ہے جب آپ ﷺ نے بیعت لی یعنی احکام شریعت کے قائم کرنے پر عہد لیا۔ ایک بزرگ عورت یا دراز قد والی عورت کھڑی ہوئی گویا کہ وہ قبیلہ مضر کی عورتوں میں سے تھی پس اس نے کہا اے اللہ کے نبی ﷺ ہم اپنے باپوں' بیٹوں اور شوہروں پر بوجھ ہیں تو ہمارے لیے ان کے مالوں سے کیا حلال ہے یعنی ان کے حکم کے بغیر۔ فرمایا تازہ مال کھاؤ اور بطور تحفے کے بھیجو۔ یہ ابو داؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جو چیزیں جلد خراب ہونے والی ہوتی ہیں ان کو خاوند کی اجازت کے بغیر صدقہ کیا جا سکتا ہے جیسے شوربا اور دودھ وغیرہ اور بعض پھل بھی ایسے ہیں کہ جلدی بگڑ جاتے ہیں پس ایسی چیزوں میں اجازت کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ ایسی چیزوں میں عرفاً عادت جاری ہوتی ہے کہ لوگ ایسی چیز چس کے خرچ کرنے کو منع کرتے۔ پس ان میں اجازت دلالۃً حاصل ہوتی ہے بخلاف خشک چیز کے اس میں اذن اور رضا ضروری ہے۔

الفصل الثالث:

مالک کی رضامندی سے خرچ کرو

۷/۱۸۴۳ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى اٰبِى اللَّحْمِ قَالَ اَمَرَنِىْ مَوْلَاىَ اَنْ اُقَدِّدَ لَحْمًا فَجَاءَ نِىْ مِسْكِيْنٌ فَاَطْعَمْتُهٗ مِنْهُ فَعَلِمَ بِذَالِكَ مَوْلَاىَ فَضَرَبَنِىْ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لَهٗ فَدَعَاهُ فَقَالَ لِمَ

ضَرَبْتَهٗ قَالَ يُعْطِيْ طَعَامِيْ بِغَيْرِ اَنْ اٰمُرَهٗ فَقَالَ الْاَجْرُ بَيْنَكُمَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ كُنْتُ مَمْلُوْكًا فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَصَدَّقُ مِنْ مَالِ مَوَالِيَّ بِشَيْءٍ قَالَ نَعَمْ وَالْاَجْرُ بَيْنَكُمَا نِصْفَانِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢/ ٧١١ حديث رقم (٨٢۔ ١٠٢٥)۔

ترجمہ: حضرت ابی اللحم کے آزاد کردہ غلام عمیرؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میرے مالک نے مجھے گوشت کے پارچے بنانے کا حکم کیا یعنی سکھانے کے لیے پس میرے پاس ایک مسکین آیا۔ میں نے اس کو کھانے کے لیے دے دیا تو جب میرے مالک کو معلوم ہوا تو اس نے مجھے مارا۔ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضور ﷺ نے میرے مالک کو بلایا اور فرمایا اس کو تو نے کیوں مارا ہے؟ اس نے کہا۔ یہ کھانا میری اجازت کے بغیر دیتا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ثواب تمہارے دونوں کے درمیان ہے اور ایک روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے کہا میں کسی کا غلام تھا میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ میں اپنے مالک کے مالوں میں سے صدقہ کر سکتا ہوں قلیل چیز یا وہ چیز صدقہ کر سکتا ہوں جس کی عادۃً اجازت ہوتی ہے؟ فرمایا کہ ہاں تم دونوں کو آدھوں آدھ یعنی نصف نصف ثواب ملے گا۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اگر تو حکم کرتا دینے کا یا راضی ہو جاتا۔ تو ثواب تم دونوں کے درمیان نصف نصف ہو جاتا۔ اور علامہ طیبیؒ کا کہنا ہے کہ حضرت کا مقصد یہ نہیں تھا کہ غلام کو مالک کی مِلک میں مطلقاً حق تصرف حاصل ہے مطلقاً بلکہ آپ ﷺ نے ایسے کام پر غلام کے مارنے کو ناپسند سمجھا جو مالک کے حق میں اچھا تھا۔ پس مولیٰ کو اس پر رغبت دلائی کہ ثواب کو غنیمت جانے اور اس سے درگزر کرے۔ گویا یہ آبی اللحم رضی اللہ عنہ کے لئے آپ ﷺ کی رہنمائی اور تعلیم تھی نہ کہ عمیر رضی اللہ عنہ کے فعل کی تقریر یعنی عمیر رضی اللہ عنہ کے فعل کو آپ ﷺ نے جائز قرار نہیں دیا۔

بَابُ مَنْ لَا يَعُوْدُ فِي الصَّدَقَةِ

یہ باب اس شخص کے بارے میں ہے جو صدقہ دے کر واپس نہ لے

الفصل الاول:

صدقہ دے کر واپس نہیں لینا چاہیے

۱/۱۸۴۴ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِيَهٗ وَظَنَنْتُ اَنَّهٗ يَبِيْعُهٗ بِرُخْصٍ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهٖ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ وَاِنْ اَعْطَاكَهٗ بِدِرْهَمٍ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهٖ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهٖ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۵۳/۳ حدیث رقم ۱۴۹۰۔ ومسلم فی صحیحه ۱۲۴۱/۳ حدیث رقم (۷۔ ۱۶۲۲)۔ وابوداؤد فی السنن ۸۰۸/۳ حدیث رقم ۳۵۳۹۔ والنسائی ۲۶۵/۶ حدیث رقم ۳۶۹۰۔ وابن ماجه ۷۹۷/۲ حدیث رقم ۲۳۸۴۔ واحمد فی المسند ۲۷/۲۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے خدا کے راستے میں کسی کو گھوڑا دیا یعنی ایک غازی کے پاس گھوڑا نہیں تھا میں نے اس کو گھوڑا دے دیا پس اس نے گھوڑے کو ضائع کر دیا لاپرواہی کی وجہ سے دبلا کر دیا۔ میں نے چاہا کہ میں اس کو خرید لوں اور میں نے گمان کیا کہ وہ اس کو سستا بیچ دے گا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو نہ خریدو اور اپنے صدقے کو نہ لوٹاؤ۔ اگرچہ وہ تجھ کو ایک درہم کے بدلے میں دے۔ (یہ صورۃً عود ہے نہ کہ حقیقتاً) کیونکہ اپنے دیئے ہوئے صدقہ کو واپس لینے والا کتے کی مثل ہے جو قے کر کے چاٹ لے اور ایک روایت میں ہے اپنے صدقے کو نہ لوٹا۔ اس لیے کہ صدقے سے رجوع کرنے والا اپنی قے کو چاٹنے والے کی طرح ہے۔ اس کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صدقہ دے کر واپس نہیں لینا چاہیے نہ صورۃً اور نہ ہی حقیقۃً حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ واپس لینا چاہتے تھے۔ اس لیے کہ یہ سستا بیچ دے گا' دبلا ہونے کی وجہ سے یا اس لیے کہ میں اس کا محسن تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ نہ خریدو۔ یہ نہی تنزیہی ہے ابن مالک نے کہا بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ صدقہ دینے والے کو اپنا صدقہ دیا ہوا خریدنا حرام ہے اس حدیث کے ظاہر کی وجہ سے اور اکثر علماء کہتے ہیں کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اس لیے کہ اس میں منع لغیرہ ہے وہ یہ ہے جس کو صدقہ دیا جاتا ہے وہ اکثر صدقہ دینے والے کے ہاتھ سستے مول بیچتا ہے۔ اس کے پہلے احسان کی وجہ سے پس وہ اپنے صدقے میں عود کرنے والا بن جاتا ہے۔ بہرحال قولِ واثق یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: **لا تشترہ** (اسے نہ خریدو) بطور نہی تنزیہی ہے۔

صدقے کا مال واپس ہوجانے کی ایک صورت

۲/۱۸۴۵ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ تَصَدَّقْتُ عَلٰى اُمِّيْ بِجَارِيَةٍ وَاِنَّهَا مَاتَتْ قَالَ وَجَبَ اَجْرُكِ وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيْرَاثُ قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ اَفَاَصُوْمُ عَنْهَا قَالَ صُوْمِيْ عَنْهَا قَالَتْ اِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ اَفَاَحُجُّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ حُجِّيْ عَنْهَا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۸۰۵/۲ حدیث رقم (۱۵۷۔ ۱۱۴۹)۔ وابوداؤد فی السنن ۶۰۴/۳ حدیث رقم ۳۳۰۹۔

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا آپ کے پاس ایک عورت آئی اس نے کہا کہ میں نے اپنی ماں کو ایک لونڈی بطور صدقہ کے دی تھی اور تحقیق میری ماں مرگئی ہے تو کیا میں اس لونڈی کو لے لوں اور کیا وہ میری ملک میں لوٹ آئے گی یا نہیں؟ فرمایا صدقہ کرنے کی وجہ سے تیرا ثواب ثابت ہو گیا ہے اور میراث نے لونڈی کو تجھ پر واپس لوٹا دیا۔ عورت نے کہا اے اللہ کے رسول میری ماں پر ایک مہینہ کے روزے تھے۔ کیا میں اس کی طرف سے

روزے رکھوں فرمایا اس کی طرف سے روزے رکھو اس عورت نے کہا کہ میری ماں نے حج نہیں کیا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں۔ فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کرو۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ میراث کی وجہ سے وہ صدقہ کی ہوئی چیز واپس اس کے پاس آ جاتی ہے اور لونڈی وراثت کی وجہ سے تیری ملک ہوگئی اور حلال طریقے سے تیرے پاس آ گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ صدقے کا لوٹانا۔ اس قبیل سے نہیں ہے اس لیے کہ یہ امر اختیاری نہیں ہے اور آپ ﷺ نے جو ارشاد فرمایا کہ روزے رکھو حکماً وہ فدیہ کا ادا کرنا ہے۔ جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ روزہ رکھنا کسی کی طرف سے درست نہیں ہے بلکہ وارث فدیہ دے اس کا بیان مع اختلاف مذاہب کے ساتھ روزوں کی قضاء کے باب میں انشاء اللہ تعالیٰ ہوگا اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ عبادت کی کئی قسمیں ہیں ایک محض مالی عبادت ہے جیسے زکوٰۃ اور دوسری محض بدنی جیسے نماز اور تیسرا مرتبہ مالی اور بدنی۔ جیسے حج۔ پس مال میں حالت اختیار میں بھی نیابت جائز ہے اور ضرورت کے وقت بھی اس لیے کہ مقصود فقیر کی حاجت پوری کرنی ہے اور یہ نائب کے ادا کرنے سے پوری ہو جاتی ہے اور بدنی عبادت میں نیابت کسی حالت میں جائز نہیں ہے اس لیے کہ مقصود مشقت میں ڈالنا ہے اور وہ نائب کے کرنے سے حاصل نہیں ہوتا اور مرکب عبادت میں نیابت عجز کے وقت جائز ہے نہ کہ حالت قدرت میں اور نفلی حج میں حالت قدرت میں بھی نیابت جائز ہے اس لیے کہ نفل کا باب بہت زیادہ وسیع ہے اور فرمایا تو حج کر خواہ اس پر حج فرض ہوا تھا یا نہیں اس نے وصیت کی تھی یا نہیں۔ وارث کو درست ہے کہ مورث کی طرف سے حج کرلے' خواہ کسی سے کرائے یا آپ خود کرے' خود کرے گا تو مورث کی اجازت کی ضرورت نہیں اور غیر کے لیے اجازت شرط ہے واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کتاب الزکوٰۃ پوری ہوتی۔ اب آگے کتاب الصوم ہے۔

فائدہ: صوم کے لغوی معنی رُکنے کے ہیں اور شرع میں اس کے معنی ہیں کھانے پینے اور جماع سے اور کسی چیز کے بدن کے اندر داخل کرنے سے فجر سے غروب تک نیت کے ساتھ رکے رہنا اور روزہ رکھنے والا روزے کا اہل یعنی مسلمان ہو اور حیض و نفاس سے پاک بھی ہو اور رمضان کا روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بڑے فائدوں کے لیے مقرر کیا ہے سب سے بڑے اس کے دو فائدے ہیں۔ ایک تو نفس امارہ کی اصلاح ہوتی ہے اور اس کی تیزی جاتی رہتی ہے اور تمام اعضاء آنکھ' زبان اور کان' سر وغیرہ سست ہو جاتے ہیں اس کی وجہ سے گناہ کی خواہش کم ہو جاتی ہے چنانچہ اسی لیے کہا گیا ہے جب نفس بھوکا ہوتا ہے تو تمام اعضاء سیر ہوتے ہیں یعنی اعضاء رغبت نہیں کرتے اور جب نفس سیر ہوتا ہے تو سب اعضاء اپنے مناسب چیز کی رغبت کرتے ہیں اور مناسب سے مراد وہ چیز ہے جس کے لیے وہ عضو پیدا ہوا ہے مثلاً آنکھ اپنی مناسب چیز کے دیکھنے کے لیے پیدا ہوئی ہے بھوک کی حالت میں کسی چیز کی طرف دیکھنے میں رغبت نہیں ہوتی اور جب پیٹ بھر جاتا ہے تو رغبت پیدا ہو جاتی ہے اس طرح باقی اعضاء کا حال ہے خوب سمجھ لو۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ دل کدورتوں سے صاف ہو جاتا ہے اور اس لیے کہ دل کی کدورت فضول گفتگو اور آنکھ اور بقیہ اعضاء کے غلط استعمال سے پیدا ہوتی ہے یعنی ضرورت سے زیادہ بولنا اور بلا ضرورت دیکھنا اور ضرورت سے زیادہ اعضاء سے کام لینے کی وجہ سے کدورت پیدا ہوتی ہے اور روزہ دار ان چیزوں سے امن میں رہتا ہے اور دل کی صفائی اور پاکیزگی کی وجہ سے اچھے کام کرتا ہے اور عالی درجات حاصل ہوتے ہیں اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ یہ مساکین پر رحم کا سبب ہوتا ہے اس لیے کہ روزے میں جو بھوک کی تکلیف اٹھاتا ہے اسے یہ تکلیف یاد رہتی ہے اور جب کسی دوسرے کو بھوکا دیکھتا ہے تو اس پر رحم کرتا ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں فقراء کے ساتھ موافقت ہے کہ اسے فقراء جیسی تکالیف اٹھانی پڑتی ہے اور اس تکلیف سے اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے جیسا کہ بشر حافی سے منقول ہے کہ ایک شخص سردی کے موسم میں ان کے پاس گیا۔ پس ان کو دیکھا کہ بیٹھے ہوئے کانپ رہے تھے اور ان کے کپڑے کھونٹی پر لٹک رہے تھے۔ اس نے کہا کہ آپ نے اس وقت کپڑے اتار رکھے ہیں' انہوں نے کہا اے بھائی فقراء بہت ہیں اور میرے پاس اتنی طاقت نہیں کہ سب کی خبر گیری کروں تو میں سردی کے ایام میں تکلیف اٹھانے پر ان سے موافقت کرتا ہوں۔ جیسے کہ وہ تکلیف اٹھا رہے ہیں انتہی اور اسی لیے بعض عارفین اولیاء کرام ہر نوالے پر کہتے ہیں: **اللّٰھم لا تواخذنی بحق الجائعین**۔ یا اللہ میرا بھوکوں کے حق میں مواخذہ نہ کیجئے اور حضرت یوسف علیہ السلام قحط سالی میں غلے کی کثرت

کے باوجود سیر نہیں ہوتے تھے۔ تا کہ وہ بھوکوں کو نہ بھول جائیں اور ساروں کے ساتھ تکلیف اٹھانے میں مشابہت ہو جائے۔ پھر تحویل قبلہ کے دس روز بعد ہجرت کے اٹھارویں مہینہ میں' ماہ شعبان میں اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس سے پہلے کوئی روزہ فرض نہیں تھا اور بعضوں نے کہا ہے کہ فرض تھا لیکن بعد میں منسوخ ہو گیا اور بعضوں نے کہا ہے وہ روزہ عاشوراء کا تھا اور بعض نے کہا ایام بیض کا تھا اور علماء نے اختلاف کیا ہے کہ نماز افضل ہے یا روزہ مشہور جمہور کے نزدیک یہ ہے کہ نماز افضل ہے سب اعمال سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ روزہ افضل ہے اور رمضان کے روزے کی فرضیت کا منکر کافر ہوتا ہے اور اس کا چھوڑنے والا سخت گنہگار رہوتا ہے۔ چنانچہ درمختار میں باب مابفسد الصوم میں لکھا ہے: **ولو اكل عمد اشهرة بلا عذر يقتل**۔ یعنی جو شخص رمضان میں قصداً بلا عذر علی الاعلان کھائے اس کو قتل کر دیا جائے۔

الفصل الاول:

رمضان المبارک میں خدا کی رحمتیں

۱/۱۸۴۶ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَفِیْ رِوَايَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَفِیْ رِوَايَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ١١٢/٤ حديث رقم ١٨٩٩۔ ومسلم فی صحيحه ٧٥٨/١ حديث رقم (١٠٧٩/٢)۔ والدارمی فی السنن ٤١/٢ حديث رقم ١٧٧٥۔ ومالك فی الموطأ ٣١٠/١ حديث رقم ٥٩ من كتاب الصيام۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب رمضان داخل ہوتا ہے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ایک روایت میں آتا ہے بہشت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کیے جاتے ہیں اور شیاطین قید کیے جاتے ہیں اور ایک روایت میں آتا ہے رحمت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کی آمد میں یعنی ابتداء رمضان میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ایک روایت میں آتا ہے کہ بہشت کے دروازے کھولے جاتے ہیں آسمان کے دروازں سے کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پے در پے نازل ہوتی ہے اور بغیر رکاوٹ کے اعمال اوپر چڑھتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے اور بہشت کے دروازوں سے کنایہ ہے کہ نیک کاموں کی توفیق ہوتی ہے جو دخولِ جنت کا باعث ہوتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں یہ اس سے کنایہ ہے کہ روزہ دار ایسے کاموں سے رُکا رہتا ہے جو دوزخ میں داخل ہونے کا باعث ہوتے ہیں اس لیے کہ روزہ کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے اور اس کے صغیرہ گناہ روزے کی برکت کی وجہ سے بخش دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو پنجروں میں قید کیا جاتا ہے اور سرکش شیاطین باندھ دیے جاتے ہیں اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ شیاطین لوگوں کے بہکانے سے باز رہتے ہیں اور لوگ ان کے وسوسے قبول نہیں کرتے۔ اس لیے کہ روزہ کی وجہ سے قوت حیوانیہ ختم ہو جاتی ہے جو طرح طرح کے

گناہوں کا باعث ہوتی ہے اور قوت عقلیہ طاقت ور ہو جاتی ہے جو نیکیوں کا باعث ہوتی ہے جیسا کہ رمضان میں دیکھا جاتا ہے کہ بہ نسبت اور مہینوں کے اس میں گناہ کم ہوتے ہیں اور عبادت زیادہ ہوتی ہے اور ایک روایت میں یہ جملہ: فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ کے بدلے فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ آیا ہے اور باقی حدیث وہی ہے جو مذکور ہوئی ہے۔

روزے دار کے لیے جنت کا ایک خاص دروازہ ہوگا

۲/۱۸۴۷ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابٍ مِّنْهَا بَابٌ يُّسَمَّى الرَّيَّانُ لَا يَدْخُلُهُ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخارى فى صحيحه ۳۲۸/۶ حديث رقم ۳۲۵۷۔ ومسلم فى صحيحه ۸۰۸/۲ حديث رقم (۱۶۶۔ ۱۱۵۲)۔ وابن ماجه ۵۲۵/۱ حديث رقم ۱۶۴۰۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور ان میں سے ایک دروازہ جس کا نام ریان رکھا گیا ہے اس میں سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ کوئی نماز کا دروازہ ہے تو نمازیوں کو اس دروازے سے بلایا جائے گا اور کوئی زکوٰۃ دینے والے کا دروازہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والوں کو اس میں بلایا جائے گا۔ کوئی روزے داروں کے لیے دروازہ ہے کہ صرف اس میں روزے دار ہی کو بلایا جائے گا اور اس دروازے کا نام ریان ہے اور ریان کے معنی سیراب کرنے کے ہیں اور اس کا تفصیلی بیان باب الصدقہ کی حدیث نمبر: ۳ میں گزر چکا ہے۔ وہاں سے دیکھ لیا جائے۔

روزے کی مقبولیت کے لیے دو شرطیں: ① ایمان ② واحتساب

۳/۱۸۴۸ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخارى فى صحيحه ۱۱۵/۴ حديث رقم ۱۹۰۱۔ ومسلم فى صحيحه ۵۲۴/۱ حديث رقم (۱۷۵۔ ۷۶۰)۔ والترمذى فى السنن ۶۸۳/۳ حديث رقم ۶۸۳۔ وابن ماجه ۵۲۶/۱ حديث رقم ۱۶۴۱۔ والدارمى فى السنن ۴۲/۲ حديث رقم ۱۷۷۶۔ واحمد فى المسند ۳۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے ایمان کی حالت میں روزہ رکھا یعنی شریعت کو سچ جانتا ہوا اور رمضان کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہوا اور ثواب کا طلبگار رہا اس کے پہلے گناہوں کو بخش دیا جائیگا۔

تشریح ❁ اور جو رمضان کی راتوں میں کھڑا ہوا' تراویح پڑھی اور قرآن پاک کی تلاوت کی اور حرم میں تھا تو طواف وغیرہ کیا اور اسی طرح اور دوسری عبادت کی اور شب قدر کو قیام کیا۔ خواہ اس کو شب قدر کے بارے میں معلوم ہے یا نہیں اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا اور علامہ نوویؒ نے کہا ہے کہ مکفرات یعنی اعمال گناہوں کو مٹا ڈالتے ہیں اور کبیرہ گناہوں کو ملکا کر

دیتے ہیں۔
اگر اس کے ذمے کوئی گناہ نہیں ہوتا تو ان کے مکفرات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جنت میں درجات بلند فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں اس کا بدلہ دوں گا

۴/۱۸۴۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعِفُ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِيْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّیْ امْرُءٌ صَائِمٌ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱۸/۴ حدیث رقم ۱۹۰۴۔ واخرجه مسلم فی صحیحه ۸۷/۲ حدیث رقم (۱۶۴۔ ۱۱۵۱) والترمذی فی السنن ۱۳۶/۳ حدیث رقم ۷۱۴ والنسائی ۱۶۲/۴ حدیث رقم ۲۲۱۵۔ وابن ماجه ۵۲۵/۱ حدیث رقم ۱۶۳۸۔ والدارمی ۴۰/۲ حدیث رقم ۱۷۷۰۔ واحمد فی المسند ۲۶۶/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدم کے ہر عمل کا ثواب ایک سے سات سو گنا تک زیادہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا مگر روزہ میرے ہی لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دونگا۔ یعنی اس کی جزاؤں کو میں ہی جانتا ہوں اور میں ہی دونگا اس کو اپنے غیر کے سپرد نہیں کروں گا روزے دار اپنی خواہش اور اپنا کھانا میرے لیے چھوڑتا ہے یعنی میرے حکم کی وجہ سے اور میری رضامندی کی وجہ سے اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہوتی ہیں۔ ایک خوشی افطار کے نزدیک اور ایک خوشی پروردگار کی ملاقات کے وقت ثواب ملنے کی وجہ سے اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے اور روزے کی وجہ سے شیاطین کے شر سے محفوظ رہتا ہے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے۔ پس وہ فحش بات نہ کرے اور نہ آواز بلند کرے۔ بیہودگی کے ساتھ پس اگر اس کو کوئی برا کہے یا اس سے لڑنے کا ارادہ کرے تو پس چاہیے کہ وہ کہے کہ بھائی میں روزے دار ہوں۔ اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک نیکی کی بجائے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں یہ ادنیٰ درجہ ہے اور سات سو تک نیکیاں بڑھادی جاتی ہیں ریاضت' صدقِ نیت اور خلوص کی وجہ سے بلکہ بعض جگہ تو اس سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے جیسا کہ آتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک نیکی کی لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں مگر روزہ دار کا ثواب بے انتہا ہے اس کے ثواب کو کوئی نہیں جانتا۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ روزے کی ایسی فضیلت دو وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ روزہ لوگوں سے پوشیدہ ہوتا ہے برخلاف دیگر عبادتوں کے کہ وہ ایسی نہیں ہوتیں۔ پس روزہ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہوتا ہے ریاکاری کا اس میں دخل نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے: کہ: **فانه لی**...... یعنی روزہ خاص میرے لیے ہے اس لیے کہ روزہ کے لیے وجود میں صورت نہیں ہے بخلاف اور عبادت کے۔

اور دوسرا سبب یہ ہے کہ روزہ میں نفس کشی ہے اور بدن کا نقصان ہے اور بھوک سے صبر کرنا پڑتا ہے اور دوسری عبادات میں یہ باتیں نہیں ہے چنانچہ اس کی طرف اشارہ فرمایا تھا اس لفظ کے ساتھ یدع شھوتہ کہ روزہ دار اپنی خواہش کی چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے شھوتہ کے لفظ کے بعد طعامہ ہے یہ تخصیص بعد التعمیم کے طور پر ہے یا شہوت سے مراد جماع ہے اور طعام سے وہ چیزیں جو روزہ توڑنے والی ہیں اور ایک خوشی افطار کے وقت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے کی یا نورانیت یا عبادت کی توفیق کی وجہ سے یا سارے دن کی بھوک پیاس کے بعد کھانے اور پینے کی وجہ سے۔

اور آخری جملہ میں یہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی روزے دار کو برا کہے لڑنے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو برا نہ کہے اور نہ لڑے بلکہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں اور یہ بات زبان سے کہے تا کہ دشمن اس سے لڑنے سے باز رہے۔ اس لیے کہ وہ سمجھیں کہ جب اس نے کہا ہے کہ میں روزے دار ہوں تو میرا اس سے لڑنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ خلاف مروت ہے اس سے دشمن دفع ہو جائے گا۔ یا اس کا یہ معنی ہے کہ میں روزے سے ہوں کہ میرے لیے مناسب نہیں ہے کہ میں زبان درازی کروں یا دست درازی کروں۔ اس لیے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں ہوں یا اپنے دل میں کہے کہ میں روزے سے ہوں مجھے برا نہیں کہنا چاہیے اور نہ ہی لڑنا چاہیے۔

اِلَّا الصَّوْمَ کے لفظ پر مولانا عبدالعزیز دہلویؒ نے لکھا ہے کہ بعض شارحین نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ روزے کی یہ خصوصیت کس وجہ سے ہے لیکن ہم پر اس کی تصدیق کرنی واجب ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ عرب لوگ روزہ رکھنے میں اللہ کا شریک کسی کو نہیں بناتے تھے یعنی جیسے سجدہ وغیرہ کسی کے لیے کرتے تھے اسی طرح روزہ کسی کے لیے نہیں رکھتے تھے اور حق یہ کہ روزہ دار جو کھانا چھوڑتا ہے وہ ایک طرح پا کی حاصل کرتا ہے پس اس بات میں وہ باری تعالیٰ کے ساتھ متخلق ہو جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے منزہ ہیں ویسے یہ بھی اپنے آپ کو دن کے وقت کھانے پینے سے منزہ کر لیتا ہے۔ پس اس وجہ سے خصوصیت ہے اس کی' اوپر کی عبارت سے معلوم ہوا ہے کہ مشرکین عرب کسی کا روزہ نہیں رکھتے تھے اور یہاں کے لوگوں نے ان سے بھی بڑھ کر قدم رکھا ہے وہ یہ لوگ شرک کرنے میں مشرکین مکہ سے بھی آگے جا چکے ہیں اور بعض تو بزرگوں کے نام کے روزے بھی رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بلا سے بچائے۔ آمین' مؤلف۔

الفصل الثانی:

رمضان کی فضیلت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک

۵/۱۸۵۰ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ اَوَّلُ لَیْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَّفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَّیُنَادِیْ مُنَادٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذَالِكَ کُلَّ لَیْلَةٍ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة ورواه احمد عن رجل وقال الترمذی هذا حدیث غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ٦٦/٣ حدیث رقم ٦٨٢۔ وابن ماجه ٥٢٦/١ حدیث رقم ١٦٤٢۔ والنسائی فی السنن ١٢٩/٤ حدیث رقم ٢١٠٧۔ واحمد فی المسند ٣١١/٤۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس وقت رمضان کے مہینے کی پہلی رات ہوتی ہے شیطان قید کیے جاتے ہیں اور سرکش جنات اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا ہے مگر بہشت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور بہشت کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور پکارتا ہے پکارنے والا اے خیر کے طلب کرنے والے یعنی عمل اور ثواب کے متوجہ ہو یعنی اللہ کی طرف۔ اے برائی کے ارادہ کرنے والے بندہ اور اللہ کے واسطے آزاد کئے ہوئے آگ سے۔ یعنی اللہ تعالیٰ بہت سے بندوں کو آزاد کرتا ہے آگ سے اس ماہ مبارک کی حرمت کی وجہ سے۔ پس شاید تو بھی ان میں سے ہو اور یہ پکارنا ہر شب میں ہوتا ہے یعنی رمضان کی راتوں میں یہ روایت ابن ماجہ اور امام ترمذی نے نقل کی ہے اور امام احمد نے روایت کی ہے ایک شخص سے۔ اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے شیاطین کو قید کیا جاتا ہے تاکہ وہ روزہ داروں کے دلوں میں وسوسہ نہ ڈالیں اور اس کی نشانی یہ ہے کہ گنہگار بھی گناہ سے پرہیز کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بعضوں میں اس کے برعکس پایا جاتا ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ یہ پہلے شیاطین کے بہکانے کی تاثیر کی وجہ سے ہے کہ پہلے شیطان نفس کو بہکاتا تھا۔ اس کی عادت پڑی ہوئی ہوتی ہے۔

''اللہ کی طرف متوجہ ہو جا'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی رضاء وخوشنودی کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ مشغول رہنے کی کوشش کر کیونکہ یہ وقت ایسا بابرکت ہے کہ اگر تھوڑا بھی نیک عمل کیا جائے گا تو اس کا ثواب ملے گا اور معمولی درجہ کی نیکی بھی سعادت و نیک بختی کے اونچے درجے پر پہنچائے گی۔

اسی طرح ''برائی سے باز آنے'' کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کے راستے کو چھوڑ دے اور نیکی کے راستہ کو اپنا لے اپنے کئے ہوئے گناہوں سے توبہ کر اور خدا کی طرف توجہ لگا دے کیونکہ یہ دعا کی قبولیت اور بخشش کا بہترین وقت ہے۔

الفصل الثالث:

رمضان اور لیلۃ القدر کی فضیلت

۶/۱۸۵۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَاکُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ صِیَامَهٗ تُفْتَحُ فِیْهِ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَتُغْلَقُ فِیْهِ اَبْوَابُ الْجَحِیْمِ وَتُغَلُّ فِیْهِ مَرَدَةُ الشَّیَاطِیْنِ لِلّٰهِ فِیْهِ لَیْلَةٌ خَیْرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ خَیْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ۔ (رواہ احمد والنسائی)

اخرجه النسائی فی السنن ۱۲۹/٤ حدیث رقم ۲۱۰٦۔ واحمد فی المسند ۲۳۰/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ رمضان کا بابرکت مہینہ تمہارے پاس آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو طوق پہنائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رمضان کے مہینے میں آخری عشرے میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یعنی اس میں عمل کرنا ہزار مہینوں کے عمل کرنے میں

افضل ہے جو کوئی لیلۃ القدر کی خیر سے محروم رہا۔ پس وہ بھلائی سے محروم رہا۔ اس کو امام احمدؒ اور نسائیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں یہ عجیب معنی ہیں کہ سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں مردۃ کا عطف شیطان پر پہلی حدیث میں عطف تفسیر و بیان کے لیے ہے اور محروم رہا اس کی بھلائی سے۔ یعنی شب بیداری کی توفیق نہ ہوئی۔ اس لیے کہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے۔ جس نے عشاء اور فجر کی نماز با جماعت پڑھی۔ پس اس نے لیلۃ القدر سے حصہ پالیا اور بھلائی سے محروم رہا۔ اس میں بڑا مبالغہ ہے اور محروم رہنا کامل ثواب سے ہے۔

فوائد: ملا علی قاریؒ نے کہا ہے کہ اس کی وجہ سے پہلا اشکال دور ہو جاتا ہے۔ جس کا حاصل یہ کہ جب شیطان قید ہوتے ہیں تو گناہ کیونکر ہوتے ہیں۔ ایک تو اس کا جواب اوپر فائدے میں لکھا گیا ہے کہ وہ شیطان کے بہکانے سے پہلی ہی تاثیر سے ہیں۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ سرکش شیطان قید ہوتے ہیں اور ایسے ویسے چھٹے رہتے ہیں اور وہ لوگوں کو بہکاتے ہیں لیکن فصل اول کی پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق شیاطین قید ہوتے ہیں دوسرا جواب کچھ خوب نہیں ہے۔

اور ایک تقریر میرے استاد مکرم مولانا اسحٰق زاد اللہ شرفاً نے بیان فرمائی ہے وہ ان سب سے افضل ہے اس سے اشکال مذکور باقی نہیں رہتا اور احادیث میں تطبیق خوب حاصل ہو جاتی ہے کہ سرکش شیطانوں کا قید ہونا بہ نسبت بعض کے ہے اور مطلق شیطانوں کا قید ہونا بہ نسبت بعض کے ہے یعنی سرکش شیطان فاسقوں کے بہکانے سے روکے جاتے ہیں اور وہ بہ نسبت دوسرے دنوں کے گناہ کم کرتے ہیں اور ایسے ویسے شیطان بہکاتے رہتے ہیں اور مطلق شیاطین کو صلحاء کے بہکانے سے روک لیا جاتا ہے اور وہ کبیرہ گناہوں سے باز رہتے ہیں اگر بشری تقاضے کے مطابق ان سے سرزد ہو جاتے ہیں تو وہ توبہ و استغفار کر لیتے ہیں۔

اور ایک جواب یہ ہے کہ بعض گناہ شیطان کے بہکانے کی وجہ سے ہوتے ہیں اور بعض نفسانی تقاضوں کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ جو شیطان بہکانے سے ہوتے ہیں لوگ محفوظ رہتے ہیں اور جو نفسانی تقاضوں کی وجہ سے ہوتے ہیں وہ بدستور باقی رہتے ہیں انتہی۔

روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن سفارش کریں گے

۷/۱۸۵۲ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَىْ رَبِّ اِنِّىْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِا للَّيْلِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ۔ (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

رواه البیهقی فی شعب الایمان۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا روزہ اور قرآن بندے کے لیے شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا اے میرے رب تحقیق میں نے اس کو کھانے سے منع کیا اور دن کو چیزوں میں رغبت کی۔ یعنی پانی اور جماع اور غیبت وغیرھا سے پس میری شفاعت کو قبول کرو۔ اس کے حق میں اور قرآن کہے گا میں نے اس کو باز رکھا تھا نیند سے۔ تو پس میری اس کے حق میں شفاعت قبول کر۔ تو پھر اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اس کو بیہقیؒ نے شعب

الایمان میں ذکر کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ روزہ اور قرآن دونوں سفارش کریں گے۔ معنی قرآن کا پڑھنا ہے اور علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ قرآن سے مراد تہجد ہے اور رات کا قیام ہے اور شاید کہ رمضان کی شفاعت سے گناہ مٹ جائیں گے اور قرآن کی شفاعت سے اعلیٰ درجات نصیب ہونگے۔

رمضان شریف کی رحمت سے محرومی بڑی بدنصیبی ہے

۸/۱۸۵۳ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا اِلَّا كُلُّ مَحْرُوْمٍ۔

اخرجه ابن ماجه فى السنن ١/٥٢٦ حديث رقم ١٦٤٤۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رمضان داخل ہوا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تحقیق تم پر یہ مہینہ آیا ہے اور اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی شب قدر جو شخص محروم رہا اس سے یعنی اس کی خیر سے کہ اس میں اس کو عبادت کی توفیق نہ ہوئی۔ پس تحقیق وہ ہر خیر سے محروم رہا اور نہیں محروم کیا جاتا اس کی خیر سے مگر بدنصیب۔ اس کو ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب رمضان شریف کا مہینہ تمہارے پاس آئے تو غنیمت جانو اور دنوں کو روزے رکھو اور راتوں کو قیام کرو۔ مگر بے نصیب ہے جس کو عبادت کا ذوق نہیں ہے وہ محروم رہتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شعبان کے آخری دنوں میں وعظ

۹/۱۸۵۴ وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُّزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِّنْ مَّاءٍ وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَاُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ

لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (روی البیھقی فی شعب الایمان)

اخرجه البیهقی فی شعب الایمان ۳۰۵/۳ حدیث رقم ۳۶۰۸۔

ترجمہ: حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں شعبان کے آخری ایام میں جمعہ کا خطبہ وعظ فرمایا پس آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! تحقیق ایک بڑے مہینے نے تم پر سایہ ڈالا ہے۔یعنی رمضان کا مہینہ قریب آیا ہے یہ بابرکت مہینہ ہے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔یعنی لیلۃ القدر۔اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں اور رات کا قیام نفل کیا ہے جو شخص اللہ کا قرب تلاش کرتا ہے نیکی کی کسی خصلت کے ساتھ یعنی نفل کی قسموں سے وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے غیر رمضان میں فرض ادا کیا۔یعنی نفل کا ایسے ثواب ملتا ہے جیسے دوسرے دنوں میں فرض کا ملتا ہے اور جس نے رمضان میں فرض ادا کیا اس کو ستر فرضوں کے برابر ثواب ملتا ہے جو اس نے رمضان کے علاوہ ادا کیے اور یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے یہ مہینہ غمخواری کا ہے اور اس مہینے میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے یعنی حسی اور معنوی رزق اور مؤمن خواہ غنی ہو یا فقیر ہو۔جس نے رمضان میں روزہ دار کا روزہ افطار کروایا حلال کمائی سے اس کے لیے گناہوں کی بخشش کا سبب بن جاتا ہے اس کے لیے آگ سے آزادی کا سبب بن جاتا ہے اور اس کو اس کے ثواب میں کمی کیے بغیر روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا۔صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس کچھ نہیں ہے کہ ہم روزہ دار کو افطار کروائیں پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دیتا ہے جو روزہ دار کو ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کروائے اور جو شخص روزہ دار کا پیٹ بھر دے گا اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض سے یعنی حوض کوثر سے پانی پلائے گا پھر وہ اس کے بعد پیاسا نہ ہوگا یہاں تک کہ بہشت میں داخل ہو جائے گا اور وہ مہینہ ہے اس کا پہلا عشرہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ بخشش کا ہے یعنی وہ زمانہ مغفرت کا ہے اور آخری عشرے میں آگ سے آزادی ہے یعنی یہ تینوں چیزیں مؤمنوں کے لیے ہوتی ہیں۔نہ کہ کافروں کے لیے اور جس شخص نے لونڈی یا غلام سے رمضان کے مہینے میں بوجھ ہلکا کیا۔اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور اس کو آگ سے آزاد کر دیتا ہے۔

تشریح ۞ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے مہینے میں اس کی رات کے قیام کو نفل قرار دیا یعنی رات کی شب بیداری کو تراویح پڑھنے کے لیے مقرر کر دیا اور جس نے اس سنت مؤکدہ کو قائم کیا تو اس نے عظیم ثواب حاصل کر لیا اور جس نے اس کو ترک کر دیا وہ خیر سے محروم رہا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ہوا اور ابوداؤد شریف میں باب **فی الشهادة الواحد علی رؤية هلال** رمضان میں آیا ہے: **فامر بلالا فنادی فی الناس ان یقوموا و ان یصوموا**۔یعنی جب رمضان کے چاند کی گواہی گزری تو حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نداء دینے کا حکم دیا انہوں نے لوگوں کو آواز دی کہ تراویح پڑھیں اور روزہ رکھیں۔یہ صبر کا مہینہ ہے آدمی کھانے پینے وغیرہ سے رکا رہتا ہے یہ غمخواری کا مہینہ ہے۔فقیروں اور بھوکوں کی خبر گیری کرنی چاہیے یہاں تک کہ وہ بہشت میں داخل ہو جائے یہ اس لئے فرمایا کہ سب کو معلوم ہے کہ جنت میں پیاس نہیں لگے گی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيهَا﴾ (طٰه: ۱۱۹) ''بیشک تم جنت میں پیاسے نہیں ہو گے''

پیاسا نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے رحمت ہوگی اگر اس کی رحمت نہ ہوتی تو نہ کوئی روزہ رکھتا' نہ تراویح وغیرہ پڑھتا۔غلام لونڈی کا بوجھ ہلکا کیا یعنی ان کا کام کم کر دیا روزے کی وجہ سے۔

آپ ﷺ کا حسن سلوک رمضان کے مہینے میں

۱۰/۱۸۵۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ اَطْلَقَ كُلَّ اَسِيْرٍ وَاَعْطٰى كُلَّ سَائِلٍ۔ (روى البهيقي في شعب الايمان)

اخرجه البيهقي في شعب الايمان ۳۱۱/۳ حديث رقم ۳۶۲۹۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا تھا ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر مانگنے والے کو دیتے تھے۔

تشریح ؛ آپ ﷺ رمضان شریف میں ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر مانگنے والے کو عطا کرتے تھے جو قید ہوتے تھے اصحاب حقوق سے کہہ کر چھوڑ دیتے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ جو قیدی حضور ﷺ کے حق کے لیے ہوتے ہوں ان ہی کو چھوڑتے ہوں اور ہر مانگنے والے کو عطاء کرتے تھے اور رمضان کے علاوہ بھی دیا کرتے تھے۔ لیکن رمضان میں عادت سے زیادہ کرتے تھے۔ مولانا عبدالعزیز۔

رمضان کی آمد پر جنت کو مزیّن کیا جاتا ہے

۱۱/۱۸۵۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْجَنَّةَ تُزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَّاْسِ الْحَوْلِ اِلٰى حَوْلٍ قَابِلٍ قَالَ فَاِذَا كَانَ اَوَّلُ يَوْمٍ مِّنْ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيْحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ عَلَى الْحُوْرِ الْعِيْنِ فَيَقُلْنَ يَارَبِّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِكَ اَزْوَاجًا تَقَرُّبِهِمْ اَعْيُنُنَا وَتَقَرُّ اَعْيُنُهُمْ بِنَا۔

(رواه البيهقي والا حاديث الثلاثة في شعب الا يمان۔)

اخرجه البيهقي في شعب الايمان ۳۱۲/۳ حديث رقم ۳۶۳۳۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ جنت کو مزین کیا جاتا ہے شروع سال سے لے کر آئندہ سال تک۔ جس وقت رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے عرش کے نیچے بہشت کے پتوں میں حورعین پر ہوا چلتی ہے تو حوریں کہتی ہیں: اے ہمارے رب! بنا ہمارے لیے اپنے بندوں سے خاوند تاکہ ان کی محبت سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ یعنی ان کی وجہ سے لذت اٹھائیں اور ہماری وجہ سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ بیہقی نے تینوں حدیثیں شعب الایمان میں ذکر کی ہیں۔

تشریح ؛ شروع سال سے مراد محرم کے ابتدائی ایام ہیں اور یہ بھی بعید نہیں ہے کہ یہ شروع سال شوال سے ہو حاصل یہ کہ جنت کو پورے سال مزین کیا جاتا ہے رمضان کی آمد کے لیے اور اس چیز کے لیے جو رمضان میں کثرت سے ہوتی ہے یعنی مغفرت کی کثرت اور جنت میں درجات بلند ہوتے ہیں نیک اور روزہ داروں کے لیے اور رات کو تراویح پڑھتے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو رمضان کے ایک دن کا روزہ رکھے مگر اس کو حورعین سے ایک زوجہ دی جائے گی۔ موتیوں کے خیمہ میں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے: ﴿حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ﴾ (الرحمٰن: ۷۲)

رمضان کے آخر میں روزے دار کو پورا ثواب دے دیا جاتا ہے

۱۲/۱۸۵۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ يُغْفَرُ لِاُمَّتِهٖ فِیْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ فِیْ رَمَضَانَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ اِنَّمَا يُوَفّٰى اَجْرُهٗ اِذَا قَضٰى عَمَلَهٗ۔ (رواہ احمد)

اخرجه احمد في المسند ۲/۲۹۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رمضان کی آخری رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت (کے روزہ داروں) کی بخشش کی جاتی ہے۔ کہا گیا یا رسول اللہ! کیا وہ لیلۃ القدر ہے فرمایا نہیں لیکن کام کرنے والے کو اس کو مزدوری پوری دی جاتی ہے جب وہ اپنا کام پورا کر لے اس کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں آتا ہے کہ جب مزدور اپنی مزدوری پوری کر لیتا ہے تو اس کو اس کا اجر دے دیا جاتا ہے۔ یعنی یہ مغفرت بسبب شب قدر کے نہیں بلکہ کام سے فراغت پانے کی وجہ سے ہے۔ وہ روزوں کا رکھنا ہے اور اوپر جو کہا گیا ہے: يُغْفَرُ لِاُمَّتِهٖ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لفظ ارشاد فرمایا تھا اس کے معنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کر دیے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ لفظ یوں ہے: يُغْفَرُ لِاُمَّتِیْ کہ میری امت کو بخش دیا جائے گا۔

بَابُ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ

یہ باب (پہلی رات کے) چاند دیکھنے کے بیان میں ہے

الفصل الاول:

رمضان کا آغاز اور اختتام چاند دیکھ کر کرو

۱/۱۸۵۸ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوْا لَهٗ وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَيْلَةً فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۱۹/٤ حديث رقم ۱۹۰٦۔ ومسلم في صحيحه ۷۵۹/۲ حديث رقم (۳۔ ۱۰۸۰)۔ وابوداؤد في السنن ۷٤۰/۲ حديث رقم ۲۳۲۰۔ والترمذي في السنن ٦۸/۳ حديث رقم ٦۸٤۔ والنسائي ۱۳٤/۲ حديث رقم ۲۱۲۱۔ وابن ماجه ۵۲۹/۱ حديث رقم ۱٦۵٤۔ والدارمي ٦/۲ حديث رقم ۱٦۸٤۔ ومالك في الموطأ ۲۸٦/۱ حديث رقم ۲ من كتاب الصيام۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رمضان کی نیت سے تیسویں شعبان کو روزہ نہ رکھو۔ یہاں تک کہ چاند دیکھ لو اور افطار نہ کرو۔ یہاں تک کہ اس کو یعنی عید کے چاند کو دیکھ لو اور اگر ڈھانک دیا جائے تم پر عید

کا چاند۔ یعنی تیسویں شب کو ابر کی وجہ سے یا غبار یا اور کسی سبب سے تو اندازہ کرو اس کے واسطے یعنی تیس دن پورے کرلو اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے۔ تو رمضان کی نیت سے روزہ نہ رکھو۔ یہاں تک کہ چاند دیکھ لو پس اگر تم پر بادل چھا جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کرو۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں آیا ہے کہ روزہ نہ رکھو مگر چاند دیکھ کر۔ یعنی چاند دیکھو یا تمہارے نزدیک چاند کی رویت گواہی کے ساتھ ثابت ہو جائے اس کی تفصیل دوسری فصل میں مذکور ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ کا فرمانا کہ مہینہ انتیس رات کا ہوتا ہے اس میں چاند کو تیسویں شب میں تلاش کرنے کی رغبت دلائی ہے۔

اَبر کی صورت میں شعبان کی گنتی پوری کرو

۲/۱۸۵۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِیْنَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱۹/٤۔ حدیث رقم ۱۹۰۹۔ ومسلم فی صحیحه ۷٦۱/۲ حدیث رقم (۱۸۔ ۱۰۸۱)۔ والنسائی فی السنن ۱۳۵/٤ حدیث رقم ۲۱۲٤ والدارمی رقم ٦/۲ حدیث رقم ۱٦۸۵۔ واحمد فی المسند ٤۲/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا چاند دیکھنے کے بعد روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو یعنی چاند دیکھنے کے بعد عید کرو۔ پس اگر ابر ہو جائے تم پر تو شعبان کی گنتی تیس دن پوری کرو۔ یہ حدیث بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کی۔

تشریح ❁ شعبان کی گنتی تیس دن پوری کرو اور اسی طرح رمضان کے تیس دن پورے کرو۔

مہینے کے ایّام کا حساب

۳/۱۸٦۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّیَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَعَقَدَ الْاِبْهَامَ فِی الثَّالِثَةِ ثُمَّ قَالَ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا یَعْنِیْ تَمَامَ الثَّلَاثِیْنَ یَعْنِیْ مَرَّةً تِسْعًا وَّعِشْرِیْنَ وَمَرَّةً ثَلَاثِیْنَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۲٦/٤۔ حدیث رقم ۱۹۱۳۔ ومسلم فی صحیحه ٦۷۱/۲ حدیث رقم (۱۵۔ ۱۰۸۰)۔ وابوداؤد فی السنن ۷۳۹/۲ حدیث رقم ۲۳۱۹۔ والنسائی ۱۳۰/٤ حدیث رقم ۲۱٤۱۔ واحمد فی المسند ۱۲۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہم یعنی عرب امی لوگ ہیں ان پڑھ ہیں حساب و کتاب نہیں جانتے۔ مہینہ ایسا ایسا اور ایسا ہوتا ہے اور تیسری دفعہ انگوٹھے کو بند فرمایا یعنی دوبارہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بند کر کے کھول دیں اور تیسری مرتبہ تو انگلیاں کھولیں اور ایک انگوٹھا بند رکھا۔ یہ بتلانے کے لئے کہ مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے پھر ارشاد فرمایا مہینہ ایسا اور ایسا اور ایسا ہوتا ہے یعنی اس مرتبہ تیسری مرتبہ بھی انگوٹھا بند نہیں فرمایا یہ بتلانے کے

لئے کہ مہینہ کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔ یہ بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ امّی عرب کو اس لیے کہتے ہیں کہ جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے تھے ویسے ہی رہتے تھے لکھتے پڑھتے نہیں تھے اور یہ بات کثرت کے اعتبار سے ہے کہ اکثر اہل عرب ایسے ہی تھے نہ کہ سارے یا یہ مراد ہے کہ حساب کتاب نہیں جانتے تھے اور حدیث کے معنی یہ ہیں کہ نجوم کے طریقوں پر عمل کرنا ہمارا دستور نہیں ہے بلکہ ہمارا علم متعلق ہے رؤیت ہلال کے ساتھ ہم اس کو ایک بار انتیس کا دیکھتے ہیں اور ایک بار تیس کا دیکھتے ہیں اور دونوں جملوں کے آغاز میں لفظ یعنی موجود ہے یہ راوی کا کلام ہے یعنی کا لفظ لا کر اخیر کے اشارے کو بیان کیا ہے پھر دوسرے یعنی کے لفظ کے ساتھ دونوں اشاروں کو کھول دیا۔

عید کے مہینوں کا ذکر

۴/۱۸۶۱ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ شَھْرَا عِیْدٍ لَا یَنْقُصَانِ رَمَضَانُ وَذُوالْحِجَّۃِ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۲۴/۴۔ حدیث رقم ۱۹۱۲۔ ومسلم فی صحیحه ۷۶۶/۲ حدیث رقم (۳۱۔ ۱۰۸۹) وابوداوٗد فی السنن ۷۴۲/۲ حدیث رقم ۲۳۲۳۔ والترمذی ۳/ ۷۵ حدیث رقم ۶۹۲ وابن ماجه ۵۳۱/۱ حدیث رقم ۱۶۵۹ واحمد فی المسند ۳۸/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ دو مہینے عید کے ناقص نہیں ہوتے رمضان اور ذی الحجہ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں عید کے مہینوں کا ذکر فرمایا اور رمضان کو عید باعتبار قرب عید کے فرمایا اور حدیث کے معنی یا تو یہ ہیں کہ ایک سال میں رمضان کا مہینہ اور ذی الحجہ دونوں ناقص نہیں ہوتے یعنی انتیس انتیس دن کے نہیں ہوتے یا یہ معنی کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ناقص نہیں ہوتے تھے اور یا یہ فرمایا کہ باعتبار حکم اور ثواب کے ناقص نہیں ہوتے ثواب پورے تیس کا ملتا ہے۔ اگرچہ گنتی میں ایک تیس اور ایک انتیس کا یا دونوں انتیس کے ہوں۔

شعبان کو رمضان کے ساتھ نہ ملاؤ

۵/۱۸۶۲ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُکُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ یَوْمٍ اَوْ یَوْمَیْنِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ رَجُلٌ کَانَ یَصُوْمُ صَوْمًا فَلْیَصُمْ ذٰلِکَ الْیَوْمَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۲۷/۴۔ حدیث رقم ۱۹۱۴۔ ومسلم فی صحیحه ۱۰۸۲/۲۱ وابوداوٗد فی السنن ۷۵۰/۲ حدیث رقم ۲۳۳۵۔ والترمذی ۶۹/۳ حدیث رقم ۶۸۵۔ والنسائی ۱۳۶/۴۔ حدیث رقم ۲۱۳۰۔ وابن ماجه ۵۲۸/۱ حدیث رقم ۱۶۵۰۔ والدارمی ۸/۲ حدیث رقم ۱۶۸۹۔ واحمد فی المسند ۵۲۱/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص آگے نہ کرے روزے کو رمضان سے ایک دن پہلے یا دو دن مگر جو شخص روزہ رکھنے کی عادت رکھتا ہو۔ پس چاہیے کہ وہ اس دن کا روزہ

رکھے اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آتا ہے اگر اس کی (مثلاً) پیر جمعرات کو نفل روزہ رکھنے کی عادت تھی اتفاقاً رمضان سے پہلے وہی دن واقع ہو تو اس کو اس دن روزہ رکھنا منع نہیں ہے اور جس کو عادت نہ ہوں نہ رکھے اور اس میں نہی تنزیہی ہے اور اس لیے منع فرمایا کہ کہیں نفل اور فرض دونوں نہ مل جائیں اور اہل کتاب کے ساتھ مشابہت نہ ہو جائے کہ وہ فرض روزوں کے ساتھ اور بھی ملا لیتے تھے اور مظہر نے کہا ہے کہ شعبان کے آخر میں روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ ایک روزہ یا دو روزہ سے منع فرمایا ہے سوائے عادت کے روزوں کے۔

الفصل الثانی:

نصف شعبان کے بعد نفلی روزہ نہ رکھیں

۶/۱۸۶۳ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ فَلَا تَصُوْمُوْا۔

(رواه ابوداود والترمذی وابن ماجة والدارمی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۷۵۱/۲ حدیث رقم ۲۲۳۷۔ والترمذی ۱۱۵/۳ حدیث رقم ۷۳۸ ۔ وابن ماجه ۵۲۸/۱ حدیث رقم ۶۵۱۔ والدارمی ۲۹/۲ حدیث رقم ۱۷۴۰۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس وقت شعبان کا آدھا مہینہ گزر جائے تو نفلی روزے نہ رکھو اس کو ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ و داری نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھو۔ یعنی علاوہ قضا اور واجب کے روزہ کے۔ یہ نہی تنزیہی ہے امت پر آسانی کرتے ہوئے فرمایا تاکہ کمزوری لاحق نہ ہو اور کمزوری کی وجہ سے رمضان کے روزے رکھنا مشکل نہ ہو جائے اور قاضی نے کہا ہے یہ نہی اس شخص کے حق میں ہے جو پے در پے روزے رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ پس اس کو افطار کرنا مستحب ہے جیسے کہ عرفہ کے دن کا افطار کرنا مستحب ہے تاکہ دعا پر قوت حاصل ہو جائے اور جو طاقت رکھتا ہو اس کو منع نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ شعبان کے تمام مہینے روزہ رکھتے تھے۔

۷/۱۸۶۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحْصُوْا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ.

(رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۷۱/۳ حدیث رقم ۶۸۷۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے لیے شعبان کے مہینے کو شمار کرو۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان جاننے کے لیے شعبان کے مہینے کے دن گنو۔ تاکہ رمضان کے روزے رکھنے میں آسانی پیدا ہو جائے۔

پے در پے دو مہینوں کے روزے نہ رکھیں جائیں

۸/۱۸۶۵ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ اِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ ۔ (رواہ ابوداود والترمذی والنسائی وابن ماجة)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۷۵۰/۲ حدیث رقم ۲۳۳۶۔ والترمذی ۱۱۳/۳ حدیث رقم ۷۳۶۔ والنسائی ۱۵۰/٤ حدیث رقم ۲۱۷۵۔ وابن ماجه ۵۲۸/۱ حدیث رقم ۱٦٤۸۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ دو مہینے پے در پے روزے رکھتے ہوں۔ مگر شعبان اور رمضان کے اس کو ابوداؤد ترمذیؒ اور نسائی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان اور رمضان دونوں مہینے پے در پے روزے سے رہے تھے اور مفصل بات صیام التطوع میں بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

روزہ رکھنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ضروری ہے

۹/۱۸۶۶ وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِىْ يُشَكُّ فِيْهِ فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ ﷺ ۔

(رواہ ابو داود والترمذی والنسائی وابن ماجة والدارمی)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤/ تعلیقاً باب اذا رایتم الهلال فصوموا۔ وابوداوٗد فی السنن ۷٤۹/۲ حدیث رقم ۲۳۳٤۔ والترمذی ۷۰/۳ حدیث رقم ٦۸٦ والنسائی ۱۵۳/٤ حدیث رقم ۲۱۸۸۔ وابن ماجه ۵۲۷/۱ حدیث رقم ۱٦٤۵۔ والدارمی ۵/۲۰ حدیث رقم ۱٦۸۲۔

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو شخص شک کے دن روزہ رکھے تحقیق اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ اس کو ابوداؤد اور ترمذیؒ اور نسائی اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ شعبان کی تیسویں رات کو جب چاند بادل وغیرہ کی وجہ سے معلوم نہ ہو سکے یا ایک شخص چاند دیکھنے کی گواہی دے اور اس کی گواہی کو قبول نہ کیا جائے یا دو فاسق گواہی دیں اور ان کی گواہی کو قبول نہ کیا جائے۔ اس کے بعد جو صبح کو دن ہوگا اس کو یوم شک کہتے ہیں اس لیے کہ احتمال ہے کہ رمضان کا دن ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ رمضان کا دن نہ ہو اگر انتیس کی رات کو بادل نہ ہو اور کوئی چاند نہ دیکھے تو وہ شک کا دن نہیں ہوتا شک کے دن روزہ رکھنا رمضان کی نیت کے ساتھ مکروہ ہے اور اس دن نفل روزہ رکھنے کی تفصیل یہ ہے اگر ایک شخص شعبان کی پہلی تاریخ سے روزے رکھتا آیا ہو اور اس شخص کی عادت کا دن اس دن واقع ہو گیا ہو تو اس کو اس دن کا روزہ رکھنا افضل ہے یہ روزہ یوم شک اس کے لیے ہے کہ جو شعبان کے آخری تین ایام میں روزے رکھتا ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو خواص اس دن کا نفل کی نیت سے روزہ رکھیں اور عوام انتظار کریں اور چاند کی خبر نہ آنے کی صورت میں بعد دوپہر افطار کرلیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور اکثر صحابہ کا یہی معمول تھا جب رمضان کے انتیس دن گزر جاتے تو چاند تلاش کرتے اگر چاند دیکھ لیتے یا خبر سنتے تو روزہ رکھتے اگر مطلع ابر وغیرہ سے صاف ہوتا تو افطار کرتے تھے اور اگر

صاف نہ ہوتا تو روزہ رکھتے تھے علماء نے ان کے اس عمل کو نفلی روزوں پر محمول کیا ہے اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ والی حدیث میں جو ممانعت آئی ہے اس سے مراد یہ ہے رمضان کی نیت یا اور واجب کی نیت سے روزے نہ رکھے واللہ اعلم۔ خواص وہ لوگ ہیں جو شک کے دن روزہ رکھنے کی نیت کو جانتے ہوں اور جو نہ جانتے ہوں وہ عوام ہیں اور جو شخص یوم شک میں روزے کا عادی نہ ہو وہ اس دن نفل روزے کی نیت کرے اور نہ اس کے دل میں خیال آئے کہ اگر آج رمضان کا دن ہو تو یہ روزہ بھی رمضان کا ہو گا ۔اس طرح نیت کرنا مکروہ ہے۔

اس طرح یہ نیت کرنا بھی مکروہ ہے کہ اگر رمضان ہو تو یہ رمضان میں شمار ہو جائے اگر رمضان نہ ہو تو یہ نفل یا واجب میں شمار ہو جائے لیکن اگر ثابت ہو گا کہ یہ رمضان ہے تو رمضان کا روزہ ہو گا۔ اگر یہ نیت کرے کہ اگر کل رمضان ہوا۔ تو رمضان کا روزہ رکھوں گا اور اگر نہیں تو نہیں اس طرح کوئی بھی روزہ نہیں ہو گا نہ رمضان کا روزہ صحیح ہو گا اور نہ ہی نفلی روزہ صحیح ہو گا۔ اگر چہ اس دن رمضان کا دن ہی ثابت کیوں نہ ہو جائے۔

رمضان کے چاند میں فاسق کی گواہی قبول نہیں ہوتی

۱۰/۱۸۶۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَيْتُ الْهِلَالَ يَعْنِیْ هِلَالَ رَمَضَانَ فَقَالَ اَتَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَا بِلَالُ اَذِّنْ فِی النَّاسِ اَنْ يَّصُوْمُوْا غَدًا۔

(رواہ ابوداود والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والدارمی)

اخرجہ ابوداوٗد فی السنن ۷۵٤/۲ حدیث رقم ۲۳٤۰۔ والترمذی ۷٤/۳ حدیث رقم ٦۹۱۔ والنسائی ۱۳۲/٤ حدیث رقم ۲۱۱۳۔ وابن ماجہ ۵۲۹/۱ حدیث رقم ۱٦۵۲ والدارمی ۹/۲ حدیث رقم ۱٦۹۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا میں نے چاند دیکھا ہے یعنی رمضان کا چاند۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اس نے کہا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پیغمبر ہیں اس نے کہا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال! لوگوں کو کہو کہ کل روزہ رکھیں۔ اس کو ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ✿ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص مستور الحال ہو۔ یعنی اس کا فاسق ہونا معلوم نہ ہو۔ اس کی گواہی رمضان کے چاند کے بارے میں مقبول ہے اور شہادت کا لفظ شرط نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان کے چاند میں ایک شخص کی گواہی مقبول ہے چنانچہ احناف کے نزدیک رمضان کا چاند ایک عادل شخص کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے عادل ہو یا مستور الحال ہو عادل سے مراد پرہیز گار ہے اور مستور الحال وہ ہوتا ہے جس کا حال معلوم نہ ہو اور شہادت کا لفظ اور گواہی ایک شخص کی اس صورت معتبر ہو گی جب ابر و غبار ہو اگر عید کا چاند ہو اور ابر ہو تو اس کے لیے شرط ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں اور شہادت کا لفظ بھی شرط ہے اگر ابر و غبار موجود نہ ہو تو دونوں میں کثیر جماعت کی گواہی شرط ہے اور کثیر سے مراد اتنے لوگ ہوں کہ ان کی خبر سے ظن غالب ہو جائے اور تہدید عدد امام کی رائے کی طرف سونپی گئی ہے اور بعضوں کے نزدیک کثیر جماعت

سے مراد محلے کے لوگ ہیں اور امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت ہے کہ پچاس مرد ہوں۔

چاند دیکھنے کا ثواب

۱۱/۱۸۶۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ تَرَاءَى النَّاسُ الْهِلَالَ فَاَخْبَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ رَاَيْتُهٗ فَصَامَ وَاَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهٖ۔ (رواہ ابو داود والنسائی)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۲/۷۵۶ حدیث رقم ۲۳۴۲۔ والدارمی ۹/۲ حدیث رقم ۱۶۹۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ چاند دیکھنے کے لیے جمع ہوئے پس میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ تحقیق میں نے چاند دیکھا ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ (یہ ابوداؤد و دارمیؒ نے نقل کیا ہے)۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

الفصل الثالث:

رمضان کی حفاظت کی خاطر شعبان کی گنتی پر خصوصی توجہ دیتے تھے

۱۲/۱۸۶۹ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَالَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهٖ ثُمَّ يَصُوْمُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۲/۷۴٤ حدیث رقم ۲۳۲۵۔ واحمد فی المسند ۶/۱٤۹۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے مہینے کے دن اتنے اہتمام سے گنتے تھے کہ شعبان کے علاوہ مہینوں کے اتنے اہتمام سے نہیں گنتے تھے پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے اور اگر ابر ہوتا تو تیس دن پورے کرتے پھر روزہ رکھتے اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ شعبان کے دن بہت زیادہ گنا کرتے تھے تاکہ رمضان کا چاند دیکھنے میں غلطی نہ ہو جائے۔ رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں کی اتنی محافظت نہ کرتے تھے۔ جتنی رمضان کی۔ کیونکہ دوسرے مہینوں کے ساتھ کوئی امر شرعی متعلق نہیں ہے مگر حج کا مہینہ ہے وہ نادر ہے کوئی شخص بھی اس کی تعیین کے بارے میں اختلاف نہیں کرتا۔

چاند دیکھ کر روزہ رکھو

۱۳/۱۸۷۰ وَعَنْ اَبِى الْبَخْتَرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا لِلْعُمْرَةِ فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَخْلَةٍ تَرَاءَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ فَلَقِيْنَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْنَا اِنَّا رَاَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ

الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ فَقَالَ اَىَّ لَيْلَةٍ رَاَيْتُمُوْهُ قُلْنَا لَيْلَةَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لَيْلَةٌ رَاَيْتُمُوْهُ وَفِىْ رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ اَهْلَلْنَا رَمَضَانَ وَنَحْنُ بِذَاتِ عِرْقٍ فَاَرْسَلْنَا رَجُلًا اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْاَلُهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ اَمَدَّهُ لِرُؤْيَتِهِ فَاِنْ اُغْمِىَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ٧٦٦/٢ حديث رقم (٣٠ ـ ١٠٨٨)۔

ترجمہ: حضرت ابوالبختری ؒ سے روایت ہے کہ ہم اپنے شہر کوفہ سے عمرہ کرنے کے لیے نکلے پس جب ہم بطن نخلہ میں اترے جو مکہ اور طائف کے درمیان ایک مکان کا نام ہے ہم چاند دیکھنے کے لیے جمع ہوئے پس بعض لوگوں نے کہا کہ وہ تیسری شب کا ہے اور بعض نے کہا کہ دوسری شب کا ہے پس ابن عباس ؓ نے کہا کہ تم نے کس رات دیکھا ہے ہم نے کہا کہ ہم نے دیکھا ہے ایسی ایسی رات کو یعنی فلانی شب کو بتایا اس کو دیکھا تھا ہم نے پیر کی رات کو یا منگل کی رات کو فرمانے لگے کہ آپ ﷺ نے رمضان کی مدت چاند دیکھنے کے ساتھ قائم کی ہے یعنی صاحب دیکھیں تو رمضان کا روزہ رکھیں۔ پس وہ اس رات کا ہے۔ ابوالبختری ؒ سے ایک روایت ہے کہ ہم نے رمضان کا چاند دیکھا اور ہم ذات عرق میں تھے جو ایک جگہ کا نام ہے بطن نخلہ کے قریب، ہم نے ایک شخص ابن عباس ؓ کے پاس بھیجا کہ ان سے پوچھ کر آئے کہ یہ چاند کس رات کا ہے اختلاف مذکورہ کی وجہ سے پس ابن عباس ؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے شعبان کی مدت کو بڑھا دیا ہے تاوقتیکہ رمضان کا چاند دیکھ لیں پس اگر ابر کیا جائے تم پر پس تم گنتی پوری کرو۔ پس تمیں دن شمار کرو اور روزہ رکھو یہ مسلم ؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ خلاصہ یہ ہے کہ مدار چاند کے دیکھنے پر ہے اس کے بڑے ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ وارد ہوا کہ ہلالوں کا بڑا ہونا قیامت کی علامتوں میں سے ہے اور دوسری روایت پہلی روایت کے منافی نہیں ہے کہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ذات عرق میں چاند دیکھنے کے لیے جمع ہوئے ہوں اور اس میں اختلاف ہو گیا ہو پھر ایک آدمی کو ابن عباس ؓ کے پاس پوچھنے کے لیے بھیجا۔ پھر ان کو مذکورہ جواب دیا گیا ہو جب بطن نخلہ میں پہنچے ہوں۔ پھر ان سے بالمشافہ پوچھا پس ان کو پہلے جواب کے مطابق جواب دیا گیا اگر شعبان کی تیسویں دن کو چاند دیکھے زوال سے پہلے یا بعد میں۔ تو وہ آئندہ شب کا ہے تو اس پر رمضان ہونے کا حکم اور روزے کا نہیں کیا جائے گا اور اسی طرح رمضان کی تیسویں کو دیکھے۔ تو بھی آئندہ شب کا کہا جائے گا۔ تو افطار کرنے کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور نہ ہی عید کا حکم لگایا جائے گا اور واجب علی الکفایہ ہے لوگوں پر تیسویں شعبان کو چاند تلاش کریں اور جب چاند ایک جگہ پر دیکھا تو تمام پر روزہ فرض ہو جائے گا تو بموجب ظاہر روایت کے اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوگا۔ مثلاً اگر دہلی میں شب جمعہ کو چاند دیکھیں اور دوسرے مقام پر ہفتے کی شب کو۔ تو رؤیت دہلی کی معتبر ہوگی اور سب جگہوں پر جمعہ کے دن روزہ رکھنا لازم ہوگا اور جو کوئی رمضان کا چاند دیکھے اور پھر اس کے قول کو رد کیا جائے تو اس کو روزہ رکھنا چاہیے اگر افطار کریگا تو قضا لازم آئیگی فقط۔

باب

روزوں کے متفرق مسائل کے بارے میں یہ باب قائم کیا گیا ہے

الفصل الاول:

سحری کھانے میں برکت ہے

۱/۱۸۷۱ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَکَۃً۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ١٣٩/٤۔ حديث رقم ١٩٢٣۔ ومسلم فی صحيحه ٧٧٠/٢ حديث رقم ١٠٩٥/٤٥۔ والترمذی فی السنن ٨٨/٣ حديث رقم ٧٠٨۔ والنسائی ١٤٠/٤۔ حديث رقم ٢١٤٤۔ وابن ماجه ٥٤٠/١ حديث رقم ١٦٩٢۔ والدارمی ١١/٢ حديث رقم ١٦٩٦ واحمد فی المسند ٩٩/٣۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سحری کھاؤ۔ اس لیے کہ سحری کے کھانے میں برکت ہے یہ بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ✿ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سحری کھاؤ یعنی سحری کے وقت کچھ نہ کچھ کھاؤ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ سحری کھاؤ اگرچہ پانی کا ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہو اور امر اس میں استحباب کے لیے ہے اور سحرات کے آخر حصہ کو کہتے ہیں یعنی اس کے چھٹے حصے کو کہتے ہیں اور سحور سین کے زبر سے ہے رات کے آخری حصے میں کھانے پینے کو کہتے ہیں اور سین کے پیش کے ساتھ مصدر ہے یعنی اس وقت کھانا کھانا اور محفوظ روایت محدثین کے پاس زبر کے ساتھ ہے اور بعضوں نے کہا ہے پیش کے ساتھ زیادہ درست ہے اس لیے کہ اجر فعل میں ہوتا ہے نہ کہ طعام میں اور برکت سے مراد ہے کہ سنت کے بجالانے کی وجہ سے اجر عظیم ملتا ہے اور روزہ رکھنے کی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔

سحر کے وقت کھانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے

۲/۱۸۷۲ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصْلُ مَا بَیْنَ صِیَامِنَا وَصِیَامِ اَھْلِ الْکِتَابِ اَکْلَۃُ السَّحَرِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ٧٧٠/٢ حديث رقم (٤٦۔ ١٠٩٦)۔ والترمذی فی السنن ٨٨/٣ حديث رقم ٧٠٨۔ والنسائی ١٤٦/٤ حديث رقم ٢١٦٦۔ والدارمی ١١/٢ حديث رقم ١٦٩٧۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان فرق صرف سحری کھانا ہے۔ اس کو مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل کتاب کے نزدیک رات کو سونے کے بعد کھانا حرام تھا اور ہمارے ہاں بھی ابتدائے اسلام میں یہی حکم تھا۔ پھر مباح ہو گیا پس یہود و نصاریٰ کی مخالفت کر کے اس سحری کے کھانے کی نعمت کا شکر یہ ادا کرنا مقصود ہے۔

افطاری کرنے میں جلدی کرو

۳/۱۸۷۳ وَعَنْ سَهْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۹۸/٤۔ حدیث رقم ۱۹۵۷۔ ومسلم فی صحیحه ۷۷۱/۲ حدیث رقم (٤۸۔ ۹۸۔ ۱)۔ والترمذی فی السنن ۸۲/۳ حدیث رقم ٦۹۹۔ وابن ماجه ٥٤۱/۱ حدیث رقم ۱٦۹۷۔ والدارمی ۱۲/۲ حدیث رقم ۱٦۹۹ ومالك فی الموطأ ۲۸۸/۱ حدیث رقم ٦ من کتاب الصیام۔ واحمد فی المسند ۳۳۹/٥۔

ترجمہ: حضرت سہلؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگ ہمیشہ بھلائی کے ساتھ رہیں گے۔ جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ یہ بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ خلاصہ اس حدیث کا یہ ہے کہ جب غروبِ آفتاب ہو جائے تو روزہ افطار کرنے میں دیر نہ لگاؤ اور غروب ہونے کی علامت شہروں میں یہ ہے کہ مشرق کی طرف سے سیاہی بلند ہو جائے یعنی جہاں سے صبح صادق شروع ہوتی ہے وہاں سے آسمان کے بیچ میں پہنچ جائے۔ سیاہی کا پہنچنا شرط نہیں ہے پس جلدی کرنے میں اہل کتاب کے ساتھ مخالفت ہے کیونکہ اہل کتاب تاخیر کرتے ہیں یہاں تک کہ ستارے نکل آئیں اور ہماری قوم میں اہل بدعت کی یہ عادت ہے یعنی رافضیوں کی ان میں مخالفت ہو جائیگی یہ ضروری ہے اور صحیح حدیث کے بموجب نماز مغرب سے پہلے افطار کرنا سنت ہے۔

غروبِ آفتاب ہوتے ہی روزہ افطار کرنا چاہیے

۴/۱۸۷۴ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۹٦/٤۔ حدیث رقم ۱۹۵٤۔ ومسلم فی صحیحه ۷۷۲/۲ حدیث رقم (٥۱۔ ۱۱۰۰)۔ وابوداوٗد فی السنن ۷٦۲/۲ حدیث رقم ۲۳٥۱۔ والترمذی ۸۱/۳ حدیث رقم ٦۹۸۔ والدارمی ۱۳/۲ حدیث رقم ۱۷۰۰۔

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت رات آئے (یعنی مشرق کی جانب سے رات کی سیاہی اٹھے) اور دن اس جگہ سے چلا جائے یعنی مغرب سے اور آفتاب چھپ جائے۔ اس وقت روزے دار افطار کرے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جب آفتاب چھپ جائے وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ۔ یہ پہلے جملوں کی تاکید ہے اور افطار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ حکماً افطار کرنے والا ہو چکا۔ اگرچہ کچھ کھائے پئے نہیں اور بعض حضرات نے کہا

ہے کہ وہ وقت افطار میں داخل ہو اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ چاہیے کہ وہ افطار کرے۔

پے درپے روزے رکھنے کی ممانعت

۵/۱۸۷۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِى الصَّوْمِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاَيُّكُمْ مِثْلِىْ اِنِّىْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِىْ رَبِّىْ وَيَسْقِيْنِىْ ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٢٠٠/٤۔ حديث رقم ١٩٦٠۔ ومسلم في صحيحه ٧٧٤/٢ حديث رقم (٥٧۔ ١١٠٣)۔ وابوداوٗد في السنن ٧٦٧/٢ حديث رقم ٢٣٦١ والدارمي ١٤/٢ حديث رقم ١٧٠٣۔ ومالك في الموطأ ١/١ : ٣ حديث رقم ٣٩ من كتاب الصيام۔ واحمد في المسند ٢٥٨/٦۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے طے کے روزے (یعنی وصال کے روزے) رکھنے سے۔ پس ایک شخص نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو طے کا روزہ رکھتے ہیں اے اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے میری طرح کون ہے تحقیق میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھ کو کھلاتا ہے اور مجھ کو پلاتا ہے۔ یہ بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ پے درپے روزے نہیں رکھنے چاہیں اور طے کے روزے وہ ہیں کہ ایک یا دو روزے رکھے اور درمیان میں افطار نہ کرے۔ یہ اس لیے منع ہیں کہ کمزوری کا باعث ہوتے ہیں اور اس میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ مسلسل روزے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اوروں کے لیے یعنی دوسرے حضرات کے لیے جائز نہیں یا حرام ہیں یا مکروہ ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان کا رکھنا جائز ہے جب رکھنے پر قدرت رکھتے ہوں۔

اور نہی رحمت اور شفقت کے لیے ہے اور ان کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو وصال سے منع کیا ہے ان پر رحمت کرتے ہوئے اور بعض صحابہ سے جیسے عبداللہ بن زبیر وغیرہ کے اور تابعین جیسے عبداللہ بن ابی معمر اور عامر بن عبداللہ بن زبیر اور ابراہیم تیمی کے یہ روزے پر روزہ رکھتے تھے اور اکثر حضرات کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور مالک اور شافعیؒ نے مکروہ کہا ہے اس کو اور اختلاف اس کے بارے میں کہ یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی ہے اور درست بات یہ ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اور جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے اور ظاہر حدیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے اور اہل سلوک ریاضت اور نفس کشی کا شوق رکھتے ہیں اور ایک چلو پانی کے ساتھ افطار کرتے ہیں۔ تاکہ وصال کی حقیقت سے نکل جائیں۔ واللہ اعلم

میرا پروردگار مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے: کھلانے پلانے سے کیا مراد ہے اس میں کئی قول ہیں قول مختار یہ ہے کہ ظاہری کھانا پلانا مراد نہیں ہے بلکہ روحانی غذا مراد ہے کہ اس کی وجہ سے مناجات کی لذت اور ذوق معارف اور طاعات کی حاصل ہوتی ہے وہ اس کی وجہ سے جسمانی غذا سے مستغنی تھے اور اس کا تجربہ مجازی محبتوں اور حسی مسرتوں میں کیا گیا ہے چہ جائیکہ حقیقی محبت اور معنوی مسرت ہو۔

الفصل الاول:

روزے کی نیت رات سے کرنا ضروری ہے

۶/۱۸۷۶ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَجْمَعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهٗ۔ (رواہ الترمذی وابو داود والنسائی والدارمی وقال ابو داود وقفه علی حفصة معمر والزبيدی وابن عيينة ويونس الايلی كلهم عن الزهری)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۸۲۳/۲ حديث رقم ۲۴۵۴۔ والترمذی ۱۰۸/۳ حديث رقم ۷۳۰ والنسائی ۱۹۶/۴ حديث رقم ۲۳۳۳۔ والدارمی ۱۲/۲ حديث رقم ۱۶۹۸۔ ومالك فی الموطأ ۲۸۸/۱ حديث رقم ۵ من كتاب الصيام۔ واحمد فی المسند ۲۸۷/۶۔

ترجمہ: حضرت حفصہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جوشخص فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کرے۔ پس اس کے لیے روزہ نہیں ہے یعنی اس کے لیے مکمل روزہ نہیں ہوتا۔ اس کو امام ترمذی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ دارمی اور ابوداؤد کہتے ہیں کہ معمر زبیدی ابن عیینہ اور یونس ایلیؒ نے اس روایت کو امام زہری سے نقل کیا ہے اور ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر موقوف کیا ہے۔

تشریح ❀ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے اگر روزے کی نیت رات سے نہ کرے۔ تو درست نہیں ہے خواہ روزہ فرض ہو خواہ واجب ہو یا نفل ہو لیکن علماء کا اس میں اختلاف ہے اور امام مالکؒ کا مذہب تو یہی ہے کہ رات سے نیت کرنی شرط ہے ہر طرح کے روزے میں اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں سوائے نفلی روزہ کے امام احمدؒ کے نزدیک زوال سے پہلے جائز ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک غروب آفتاب سے پہلے بھی نیت کر لینا جائز ہے اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ رمضان نفل اور نذر معین کے روزوں میں جائز ہے کہ آدھے دن شرعی سے پہلے روزے کی نیت کرلے اور آدھا دن شرعی زوال سے پہلے ہے قضاء اور کفارہ اور نذر مطلق کے لیے رات کو نیت کرنا شرط ہے اور ان کی دلیل کتب فقہ میں مذکور ہے اور سب نے یعنی معمر اور زبیدی اور ابن عیینہ اور یونس نے روایت کیا ہے زہریؒ سے اور حفصہؓ پر موقوف رکھا ہے حدیث موقوف صحابی کے قول کو کہتے ہیں۔

اذان سنتے ہی سحری کھانا نہیں چھوڑنا چاہیے بلکہ وقت کا خیال کرنا چاہیے

۷/۱۸۷۷ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ اَحَدُكُمْ وَالْاِنَاءُ فِيْ يَدِهٖ فَلَا يَضَعْهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهٗ مِنْهُ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۷۶۱/۲ حديث رقم ۲۳۵۰۔ واحمد فی المسند ۵۱۰/۲

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی اذان سنے صبح کی اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو۔ یعنی (پانی پینے کا ارادہ رکھتا ہو یا کچھ کھانے کا ارادہ رکھتا ہو) پس وہ برتن کو نہ رکھے یہاں تک کہ وہ اپنی حاجت پوری کرلے۔ یہ ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے یقین جانے صبح کر صبح نہیں ہوئی۔ یعنی اگر صبح نہ ہونے کا یقین ہو۔ یا گمان ہو۔ اس کا تو لفظ سننے سے کھانا پینا بند نہیں کرنا چاہیے۔ اگر وہ جان لے کہ صبح ہوگی ہے یا گمان ہو تو کھانا پینا چھوڑ دے اور ابن ملک نے کہا ہے اگر صبح طلوع نہ ہو تو موقوف نہ کرے۔ اگر جان لے کہ صبح ہو چکی ہے یا شک ہو تو موقوف کرے اور بعضوں نے کہا اذان سے مراد اذان مغرب ہے یعنی اگر چہ کھانے پینا کا ترک کرنا اذان کے وقت مسنون ہے لیکن افطار کے وقت مغرب کی اذان سنے اور اگر کچھ پی رہا ہو تو پینا موقوف نہ کرے بلکہ پی لے اور پھر نماز کو جائے۔

افطار کرنے میں جلدی کرو

۸/۱۸۷۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَحَبُّ عِبَادِیْ اِلَیَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا ۔

(رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۸۳/۳ حدیث رقم ۷۰۰۔ واحمد فی المسند ۳۲۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے اپنے بندوں میں سے وہ لوگ زیادہ محبوب ہیں جو افطار کرنے میں جلدی کریں۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے جلدی افطار کرنے والا اللہ کو زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے' اس لئے کہ وہ سنت کی اتباع کرتا ہے اور اہل کتاب اور روافض کی مخالفت کرتا ہے۔

کھجور سے روزہ افطار کرنا مسنون ہے

۹/۱۸۷۹ وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُکُمْ فَلْیُفْطِرْ عَلٰی تَمْرٍ فَاِنَّهٗ بَرَکَةٌ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیُفْطِرْ عَلٰی مَاءٍ فَاِنَّهٗ طَهُوْرٌ۔

رواہ الترمذی وابوداود وابن ماجة والدارمی ولم یذکر فانه برکة غیر الترمذی۔

ترجمہ: حضرت سلیمان بن عامرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی افطار کرے چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے پس کھجور برکت کا سبب ہے۔ اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرے۔ پس وہ پاک کرنے والا ہے۔ یہ احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کیا ہے۔ فَاِنَّهٗ بَرَکَةٌ کا لفظ ترمذی کے علاوہ کسی اور نے ذکر نہیں کیا۔

تشریح ۞ اس حدیث میں امر استحباب کے لیے ہے اور شاید کھجور سے روزہ افطار کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جب معدہ خالی ہوتا ہے اور کھانے کی خواہش ہوتی ہے تو کھانے کو معدہ خوب قبول کرتا ہے۔ پس اسی حالت میں جب شیرینی معدے میں پہنچتی ہے تو بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے اور شیرینی عرب میں کھجور ہی کی ہوتی ہے اور اہل عرب کے مزاجوں کو اس کے ساتھ بہت مناسبت ہے اس لیے کھجور سے روزہ افطار کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرے۔ اس میں ظاہر و باطن کی طہارت کے ساتھ نیک فال ہے۔

کھجور اور پانی سے روزہ افطار کرنا مسنون ہے

۱۰/۱۸۸۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ عَلٰى رُطَبَاتٍ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَيْرَاتٌ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِّنْ مَاءٍ۔

(رواه الترمذی وابوداود وقال الترمذی هذا حديث حسن غريب)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۷٦٤/۲ حدیث رقم ۲۳۵٦۔ والترمذی ۷۹/۳ حدیث رقم ٦۹٦۔ واحمد فی المسند ۱٦٤/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب سے پہلے چند تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے تھے اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے افطار کرتے۔ اگر خشک کھجوریں نہ ہوتیں تو پانی کے چند چلو پی لیتے۔ یعنی تین چلو۔ یہ روایت ابوداؤد ترمذی نے نقل کی ہے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ❁ ابو یعلی نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین کھجوروں سے افطار کرنا پسند کرتے تھے یا ایسی چیزوں سے جن کو آگ پر نہ پکایا گیا ہوتا اور بعضوں نے کہا ہے کہ اہل مکہ کے لئے مسنون یہ ہے کہ آبِ زمزم کو کھجوروں پر مقدم کرے یا ان کو اس پانی کے ساتھ ملائے۔ یہ قول مردود ہے اس لیے کہ یہ خلاف اتباع سنت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ میں بہت دن رہے آپ سے ایسا عمل نقل نہیں کیا گیا۔

افطاری کروانے اور جہاد پر بھیجنے والے کے لیے اجر

۱۱/۱۸۸۱ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا اَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ۔

(رواه البيهقی فی شعب الايمان ومحی السنة فی شرح السنة وقال صحيح)

اخرجه احمد فی المسند ۱۱٤/٤۔

ترجمہ: حضرت زید بن خالد سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص روزہ دار کو افطار کروا دے یا کسی غازی کا سامان درست کر دے پس اس کو اس کے مانند پورا ثواب ملے گا۔ بیہقی نے شعب الایمان میں یہ روایت کی ہے اور محی السنۃ نے شرح السنۃ میں یہ روایت کی ہے اور کہا یہ صحیح ہے۔

تشریح ❁ مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسا ثواب روزے دار کو روزے کا ہوتا ہے اور غازی کو جہاد کا ویسا ہی افطاری کرانے والے کو ثواب ملتا ہے اور سامان جہاد درست کر دینے والے کو ثواب ملتا ہے اس لیے کہ وہ نیکی پر مددگار ہوتا ہے۔ الغرض نیکی کے کام پر تعاون کرنے والے کو بھی وہی ثواب ملتا ہے جو کرنے والے کو ملتا ہے۔ کیونکہ یہ نیکی کا باعث وسبب بن جاتا ہے اور نیکی میں اس کا بھی حصہ پڑ جاتا ہے اور یہ بھی اس کی طرح یعنی نیکی کرنے والے کی طرح ثواب کا مستحق بن جاتا ہے۔

روزے کی افطاری کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مبارکہ

۱۲/۱۸۸۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ

الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجہ ابوداوٗد فی السنن ۲/۷۶۵ حدیث رقم ۲۳۵۷۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب افطار کرتے تو فرماتے تھے پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہوگئیں اور اجر ثابت ہوگیا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے عبادات پر رغبت دلائی ہے' عبادات کی مشقت تھوڑی سی ہے اور وہ جاتی رہتی ہے آرام کرنے کے بعد ختم ہو جاتی ہے اور اس پر ملنے والا ثواب بہت زیادہ ہے جو ہمیشہ ثابت و باقی رہتا ہے۔

روزہ افطار کرتے وقت مسنون دُعا

۱۳/۱۸۸۳ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔ (وراہ ابوداود مرسلا)

اخرجہ ابوداوٗد فی السنن ۲/۷۶۵ حدیث رقم ۲۳۵۸۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن زہرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب افطار کرتے تو فرماتے اے الٰہی میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر میں افطار کرتا ہوں۔ ابوداؤدؒ نے یہ روایت بطریق ارسال نقل کی ہے۔

تشریح ❁ ابن ملکؒ نے فرمایا کہ حضور ﷺ افطار کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے اور **لك صمت** کے بعد کچھ لوگوں نے **وبك امنت وعليك توكلت** زیادہ کیا ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے اگرچہ معنی درست ہیں اور ابن ماجہؒ نے روایت کیا کہ روزہ دار کے لیے افطار کے وقت ایک دعا ہے جو رد نہیں کی جاتی ہے اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے **یا واسع الفضل اغفرلی**۔ اور یہ دعا بھی پڑھتے: **الحمد لله الذى اعاننى فصمت ورزقنى فافطرت**۔

الفصل الثالث:

افطار کرنے میں جلدی کرنا چاہیے

۱۴/۱۸۸۴ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الدِّيْنُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِاَنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى يُؤَخِّرُوْنَ۔ (رواہ ابوداود وابن ماجة)

اخرجہ ابوداوٗد فی السنن ۲/۷۶۳ حدیث رقم ۲۳۵۳۔ وابن ماجہ ۱/۵۴۲ حدیث رقم ۱۶۹۸۔ واحمد فی المسند ۲/۴۵۰۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک لوگ افطار کرنے میں جلدی کریں گے۔ اس لیے کہ یہود و نصاریٰ افطار کرنے میں دیر کرتے ہیں۔ یہ ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ یہود نصاریٰ افطار کرنے میں دیر کرتے ہیں اس قدر کہ تارے نکل آئیں اور ہمارے زمانے میں یہود و نصاریٰ کی پیروی رافضیوں نے کی ہے لہٰذا ان کے خلاف کرنا غلبہ اور شوکت دین کا باعث ہے اور یہ

دلیل کہ دین کی مضبوطی اور اس کا غلبہ دشمنوں کے ساتھ عداوت ظاہر کرنے میں ہے اور یہود ونصاریٰ کی موافقت کرنے میں دین کا نقصان ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ۔

''اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ ان میں سے بعض بعض لوگوں کے دوست ہیں۔تم میں سے جو شخص ان سے دوستی کرے گا وہ ان ہی میں سے ہوگا''۔

جیسے کہ حدیث میں آتا ہے: المرء مع من احب ۔آدمی کا حشر اُسی کے ساتھ ہوگا' جس کے ساتھ وہ محبت کرے گا۔

دو معتبر صحابیوں رضی اللہ عنہما کا ذکر جو نماز اور افطاری میں جلدی وتاخیر کرتے تھے

۱۵/۱۸۸۵ وَعَنْ اَبِىْ عَطِيَّةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْنَا يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْاِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلٰوةَ وَالْاٰخَرُ يُؤَخِّرُ الْاِفْطَارَ وَيُؤَخِّرُ الصَّلَاةَ قَالَتْ اَيُّهُمَا يُعَجِّلُ الْاِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلَاةَ قُلْنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ هٰكَذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ اَبُوْمُوْسٰى۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ٧٧١/٢ حديث رقم (٤٩ ـ ١٠٩٩)۔ وابوداؤد فى السنن ٧٦٢/٢ حديث رقم ٢٣٥٤۔ والترمذى ٨٣/٣ حديث رقم ٧٠٢۔ والنسائى ١٤٤/٤ حديث رقم ٢١٦١۔ واحمد فى المسند ٤٨/٦۔

ترجمہ: حضرت ابو عطیہؓ سے روایت ہے کہ میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔پس ہم نے کہا اے مؤمنوں کی ماں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں دو شخص ہیں ایک ان میں سے جلدی افطار کرتا ہے اور جلد نماز پڑھتا ہے اور دوسرا شخص دیر سے افطار کرتا ہے اور دیر سے نماز پڑھتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا ان میں سے کون جلد افطار کرتا ہے اور جلد نماز پڑھتا ہے؟ ہم نے کہا عبداللہ بن مسعودؓ جلدی کرتے ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے اور دوسرے وہ جو افطار اور نماز میں دیر لگاتے ہیں وہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔(صحیح مسلم)

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ بڑے عالم اور فقیہ تھے انہوں نے سنت پر عمل کیا اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بھی بڑے صحابی تھے انہوں نے بیانِ جواز پر عمل کیا یا ان کو کچھ عذر ہوگا اور شاید کبھی کبھی کرتے ہوں گے۔

سحری کا کھانا بابرکت ہوتا ہے

۱۶/۱۸۸۶ وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ دَعَانِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى السُّحُوْرِ فِىْ رَمَضَانَ فَقَالَ هَلُمَّ اِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ۔ (رواہ ابوداود والنسائی)

اخرجه ابوداؤد فى السنن ٧٥٧/٢ حديث رقم ٢٣٤٤۔ والنسائى ١٤٥/٤ حديث رقم ٢١٦٣۔

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بلایا اور رمضان کی سحری کی طرف بلایا اور فرمایا بابرکت کھانے کی طرف آؤ۔یہ ابوداؤد اور نسائی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیثِ پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ سحری کھایا کرو۔ سحری کا کھانا بابرکت ہے۔ جیسا کہ حدیث مذکورہ میں آپ ﷺ کے اس عمل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

مؤمن کی بہترین سحری کھجور سے ہے

۱۸۸۷/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نِعْمَ سُحُوْرُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۷۵۸/۲ حدیث رقم ۲۳۴۵۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مؤمن کی اچھی سحری کھجور ہے۔ اس کو ابوداوٗد نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ سحری کے وقت تمام کھانوں سے بہتر کھانا کھجور کا کھانا ہے اور آپ ﷺ نے اس کو پسند کیا ہے اور فرمایا اس سے بہتر کوئی کھانا نہیں ہے۔

بَابُ تَنْزِیْهِ الصَّوْمِ

روزے کے پاک کرنے کے بیان میں

فائدہ: ① اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ روزہ کس چیز سے جاتا رہتا ہے اور کس چیز سے اس کا ثواب باطل ہوتا ہے اور کس چیز سے اس کا ثواب کم ہوتا ہے پس ان سے پرہیز کرنا واجب ہے۔

فائدہ: ② اس کتاب کا مؤلف عرض کرتا ہے اگرچہ بعض روزے کے مفسدات آگے متفرق حدیثوں میں مذکور ہیں لیکن میں نے پسند کیا کہ کسی معتبر فقہ کی کتاب سے یہ مسائل تفصیل کے ساتھ ایک جگہ لکھوں تاکہ مفید ہوں۔ تو میں نے امداد الفتاح شرح نور الایضاح جو کتاب معتبر اور عرب میں مروج ہے خوب ترتیب سے یہ مسائل مذکور تھے اس میں سے لکھے جاتے ہیں اور بعض درمختار میں سے بھی لکھے جاتے ہیں۔

فَصْلٌ: یہ فصل ان چیزوں کے بیان میں ہے جو روزے کو توڑتی نہیں ہیں اگر بھول کر کھالے یا جماع کرلے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر بھول کر جماع شروع کیا پھر یاد آ گیا۔ اگر فی الفور ستر کو نکال لیا۔ روزہ ٹوٹے گا نہیں اور اگر نہ نکالا تو ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی نہ کفارہ اور بعضوں نے کہا ہے یہ مسئلہ اس وقت ہے کہ جب وہ اپنے جسم کو حرکت نہ دے یعنی یاد آنے کے بعد دھکا نہ لگائے۔ یہاں تک کہ انزال ہو جائے اگر نفس کو حرکت دے گا تو اس پر کفارہ لازم آئے گا۔ جیسے کہ اگر نکال کر پھر داخل کیا تو کفارہ لازم ہوتا ہے اگر فجر سے پہلے قصداً جماع کیا اور پھر فجر طلوع ہو جائے تو ستر کا نکالنا فی الحال واجب ہوگا۔ اگر نفس کو حرکت دے گا تو کفارہ لازم ہوگا اور روزہ فقط تیرے سے ٹوٹ جائے گا اور اگر فجر کے طلوع ہونے کے خوف سے ہی نکال لیا۔ پھر اس کو فجر کے طلوع ہونے کے بعد انزال ہوا تو اس شخص پر کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر کوئی شخص بھول کر کھاتا ہے اور وہ قدرت رکھتا ہے روزہ پورا کرنے کی بغیر مشقت کے تو دیکھنے والا اس کو یاد دلادے اور یاد نہ دلانا اس کو مکروہ ہے اور اگر اس کو کوئی کھانے کے

وقت یاد دلا دے اور اس کو یاد نہ آئے تو قضا لازم آئے گی اور اگر طاقت نہیں رکھتا ہے تو نہ یاد دلائے اگر روزہ دار کو کسی عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھ کر انزال ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اس میں اختلاف ہے کہ اگر جانوروں کے ساتھ بدفعلی کرنے سے انزال ہو جائے بعضوں کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور بعضوں کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر انزال نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا بلاخلاف اور اگر ہاتھ سے منی گرائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا لازم آتی ہے نہ کہ کفارہ اور یہ فعل غیر رمضان میں بھی حلال نہیں ہے اگر شہوت کو پورا کرنے کا قصد کرے اور اگر شہوت کی تسکین کا قصد کرے تو امید ہے کہ اس پر وبال نہ ہو یعنی فقط لذت کے لیے تو حلال نہیں ہے اور اگر نکالنے میں بیقرار ہو اور نہ نکالنے میں زنا کا خوف رکھتا ہو تو امید ہے کہ وہ گنہگار نہ ہو اور اگر اس پر مداومت کرے تو گنہگار ہوگا۔ اگر کسی عورت کا دھیان کرے اور اس کو انزال ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر دو عورتیں آپس میں قصداً فعل بد کریں اور انزال نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر انزال ہو جائے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم آئے گی اور اگر تیل لگائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا' اس لیے مسامات میں سے کسی چیز کا داخل ہونا منافی صوم نہیں ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ نہائے اور جگر کو ٹھنڈک پہنچے اور سرمہ لگانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگرچہ اس کا مزہ حلق میں محسوس کرے یا اس کا رنگ رینٹ اور تھوک میں دکھائی دے کیونکہ آنکھ اور دماغ کے درمیان راستہ نہیں ہے اور آنسو جو ٹپک کر نکلتے ہیں وہ ایسے عراق کی مانند ہیں جس کو کشید کیا گیا ہو' الغرض جو چیز بھی مسام کے ذریعے سے جسم میں داخل ہو وہ روزے کے منافی نہیں ہے جیسے کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے اگر آنکھ میں دوا یا دودھ ڈالے تیل کے ساتھ پھر اس کا مزہ یا تلخی محسوس کرے تو اس سے اس کا روزہ نہیں جاتا اور اگر کوئی شخص ایسی بندھی ہوئی روئی نگل جائے جس کی ڈور اس کے ہاتھ میں ہو تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک ڈور سے کھل کر گر نہ پڑے۔ جب گرے گی تو روزہ ٹوٹ جائے گا اگر حلق میں لکڑی یا اس کے مانند کوئی چیز داخل کرے اور ایک سرا اس کے ہاتھ میں ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اسی طرح کوئی شخص اگر اپنی انگلی دبر میں یا عورت اپنی شرمگاہ میں داخل کرے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اگر انگلی پر پانی یا تیل لگا ہوا ہوگا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ سینگی اور غیبت سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ ثواب میں کمی آتی ہے۔ اگر روزہ افطار کرنے کی نیت کرے لیکن کچھ کھائے پیئے نہیں تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر کسی شخص کے حلق میں اس کے فعل کے بغیر دھواں داخل ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس سے بچنا ناممکن ہے۔ ایسے موقع پر اگر وہ شخص دھوئیں سے بچنے کی خاطر اپنا منہ بند بھی کرلے تو دھواں ناک کے راستے داخل ہو جائے گا۔ پس یہ اس تری کی مانند ہے جو کلی کرنے کے بعد بھی منہ میں باقی رہتی ہے اور اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر اپنے منہ میں دھواں داخل کرے تو ایسی صورت میں اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا چاہے وہ دھواں عنبر کا ہو' اگر بتی کا ہو یا کسی اور چیز کا' پس اگر کوئی شخص جان بوجھ کر کسی چیز کا دھواں اپنے منہ میں داخل کرے گا حالانکہ اس کے علم میں ہے کہ میں روزہ دار ہوں تو اس عمل سے اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس کے لئے دھوئیں سے بچنا ممکن ہے' اس مسئلہ سے اکثر لوگ نابلد ہیں اس بارے میں احتیاط کا پہلو اپنانا چاہیے۔ اس مسئلے سے یہ وہم نہیں ہونا چاہیے کہ مشک وگلاب اور دوسری خوشبوؤں کو سونگھنے کے بارے میں بھی یہی مسئلہ ہے کیونکہ صرف خوشبودار دھوئیں کے اس جوہر میں جو جان بوجھ کر منہ میں جائے جو فرق ہے اس سے سب واقف ہیں۔ اسی طرح حقہ کے دھوئیں سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ وہ جان بوجھ کر منہ میں داخل کیا جاتا ہے اور اس سے نفس کو سکون پہنچتا ہے اور اس کو عام طور پر دوا کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ پسینہ اور آنسو اگر تھوڑی سی مقدار میں حلق میں چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر زیادہ مقدار میں ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا

ہے۔ پھول وعطر وغیرہ کو سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کسی شخص کے حلق میں گردوغبار یا چکی پیستے ہوئے آٹا یا دوائیں پیستے ہوئے کچھ اُڑ کر داخل ہوجائے تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا' کیونکہ اس سے بچنا بھی ممکن نہیں ہے' اگر کوئی شخص جنابت کی حالت میں صبح کرے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ چاہے وہ اس حالت میں کئی دن رہے اور غسل جنابت نہ کرے۔ مگر ناپاک رہنے اور نماز وغیرہ نہ پڑھنے کے باعث گناہ کا مستحق ہوگا۔ اگر ذکر کے سوراخ میں دوا یا تیل وغیرہ ڈالے اور وہ مثانے میں پہنچ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس لیے کہ مثانے سے منقد راستہ اندر کو نہیں جاتا۔ اگر پانی میں بیٹھے اور کان میں پانی چلا جائے یا تنکے سے کان کھجلائے اور اس سے میل نکلے اور اس تنکے کو کئی بار کان میں ڈالے تو روزہ نہیں جاتا۔ اگر دماغ سے رینٹ اترے اور وہ اس کو چڑھا جائے یا نگل جائے تو روزہ نہیں جاتا اور اگر منہ سے تھوک نکلا اور منقطع نہ ہوا بلکہ اس کا تار لگا رہا اور ٹھوڑی تک لگا رہا۔ پھر اس کو نگل گیا تو روزہ نہیں ٹوٹا اور اگر منقطع ہوا تھوک پھر منہ میں ڈال لیا تو روزہ جاتا رہے گا۔ اگر منہ کے بھراؤ کے برابر بلغم نگل جائے امام ابو یوسف کے نزدیک روزہ جاتا رہے گا اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہیں اور تھوک دینا مناسب ہے تاکہ روزہ نہ ٹوٹے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک جب کہ بلغم وغیرہ کے تھوک دینے پر قادر ہو اور اس کے باوجود نگل جائے تو روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔

اختیار کے بغیر قے ہوجانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا خواہ قے کسی قدر ہو منہ بھر کر یا اس سے زیادہ اسی طرح صورت میں بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا جب کہ آئی ہوئی قے بے اختیار حلق کے نیچے اتر جائے خواہ وہ کسی قدر ہو لیکن امام یوسفؒ کے نزدیک اس صورت میں روزہ جاتا رہتا ہے ہاں اگر وہ قصداً نگل جائے اور منہ بھر کر ہو تو سب ہی کے نزدیک روزہ جاتا رہے گا' البتہ کفارہ لازم نہیں آئے گا اور اگر منہ بھر کر نہیں ہوگی تو روزہ فاسد نہیں ہوگا اگر کوئی شخص قصداً قے کرے اور منہ بھر کر ہو تو متفقہ طور پر مسئلہ یہ ہے کہ روزہ جاتا رہے گا اور اگر منہ بھر کر نہ ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوگا اور صحیح یہی ہے۔ حضرت امام محمدؒ کا قول ہے کہ منہ بھر کر نہ ہونے کی صورت میں بھی روزہ جاتا رہتا ہے جو قے عمداً کی جائے اور منہ بھر کر نہ ہو اور وہ بے اختیار حلق کے نیچے اتر جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا' قصداً نگل جانے کے بارے میں دو قول ہیں صحیح قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

غذا وغیرہ قسم سے کوئی چیز جو ہو اور رات میں دانتوں میں پھنس گئی تو دن میں اسے نگل جانے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا بشرطیکہ وہ چنے کی مقدار سے کم ہو اور منہ سے باہر نکال کر نہ کھائی جائے' اسی طرح کسی کے دانتوں سے یا منہ کے کسی دوسرے اندرونی حصے سے خون نکلے اور حلق میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ وہ پیٹ تک نہ پہنچ جائے' مگر تھوک کے ساتھ مخلوط ہو کر اور تھوک سے کم اور اس کا مزہ حلق میں محسوس نہ ہوا اگر خون پیٹ تک پہنچ جائے گا اور وہ تھوک پر غالب ہوگا یا تھوک کے برابر ہوگا تو روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔

تل کے بقدر اگر کوئی شخص چیز باہر سے منہ میں ڈال کر چبائے اور وہ منہ میں پھیل بھی جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا بشرطیکہ حلق میں اس کا مزہ محسوس نہ ہو' ہاں اگر وہ چیز منہ میں پھیلے نہیں نیز اس کا مزہ حلق میں محسوس ہو یا یہ کہ بغیر چبائے ہی اس چیز کو نگل جائے اور حلق میں اس کا مزہ محسوس نہ ہو تب بھی روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر وہ چیز ان چیزوں میں سے ہوگی جن سے کفارہ لازم آتا ہے تو کفارہ ضروری ہوگا نہیں تو قضاء لازم ہے۔

یہ فصل ان چیزوں کے بیان میں ہے جن سے کفارہ اور قضا لازم ہو جاتے ہیں:

یہ بات سمجھ لو کہ روزہ فاسد ہو جانے کی صورت میں کفارہ کن لوگوں پر اور کن حالات میں لازم ہوگا۔ کفارہ اس وقت لازم ہوتا ہے جب کہ روزہ رکھنے والا مکلف یعنی عاقل و بالغ ہو' روزہ رمضان کا ہو اور رمضان ہی کے مہینے میں ہو یعنی رمضان کے قضاء روزوں میں بھی کفارہ لازم نہیں ہوتا' نیت رات ہی سے کئے ہوئے ہو اگر طلوع فجر کے بعد نیت کی ہوگی' تو روزہ توڑنے پر کفارہ لازم نہیں ہوگا' روزہ توڑنے کے بعد ایسا کوئی امر پیش نہ آئے جو کفارہ کو ساقط کر دینے والا ہو جیسے حیض و نفاس' اگر روزہ توڑنے کے بعد ان میں سے کوئی چیز پیش آ جائے گی تو کفارہ لازم نہیں ہوگا' چنانچہ اس کا تفصیلی بیان آگے آئے گا' اسی طرح روزہ توڑنے سے پہلے ایسی کوئی چیز پیش نہ آئے جس سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے' جیسے سفر کہ اگر کوئی شخص سفر کے حالت میں روزہ توڑے گا تو کفارہ لازم نہیں آئے گا ہاں اگر کوئی شخص سفر سے پہلے روزہ توڑ دے گا تو کفارہ ساقط نہیں ہوتا لہٰذا جب یہ تمام شرائط پائی جائیں گی اور مندرجہ ذیل مفطرات صوم (روزہ کو توڑنے والی چیزوں) میں سے کوئی صورت پیش آئے گی تو کفارہ اور قضا دونوں لازم ہوں گے۔

اب پڑھیے کہ وہ کون سی صورتیں ہیں جن سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور جن کی وجہ سے کفارہ اور قضا دونوں لازم ہوتے ہیں۔ جماع کرنا' غلام کرنا ان دونوں صورتوں میں فاعل اور مفعول دونوں پر کفارہ اور قضا لازم آتی ہے کھانا پینا خواہ بطور غذا یا بطور دوا۔ غذائیت کے معنی اور محمول میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں بعض حضرات کہتے ہیں کہ غذا کا محمول اس چیز پر ہوگا جس کو کھانے کے لئے طبیعت خواہش کرے اور اس کے کھانے سے پیٹ کی خواہش کا تقاضہ پورا ہوتا ہو۔ بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ ''غذا کی چیز'' وہ کہلائے گی جس کے کھانے سے بدن کی اصلاح ہو اور بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ ''غذا'' انہیں چیزوں کو کہیں گے جو عادۃ کھائی جاتی ہوں۔

اگر کوئی شخص بارش کا پانی' اولہ اور برف نگل جائے یا کچا گوشت کھائے خواہ وہ مردار ہی کا کیوں نہ ہو تو کفارہ لازم ہوگا اسی طرح چربی' خشک کیا ہوا گوشت اور گیہوں کھانے سے بھی کفارہ واجب ہو جاتا ہے ہاں اگر آدھ گیہوں منہ میں ڈال کر چبایا جائے اور وہ منہ میں پھیل جائے تو کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ اپنی بیوی یا محبوب کا تھوک نگل جانے سے بھی کفارہ واجب ہوتا ہے کیونکہ اس میں بھی طبیعت کی خواہش کا دخل ہوتا ہے ہاں ان کے علاوہ دوسروں کا تھوک نگلنے کی صورت میں کفارہ واجب نہیں ہوتا' البتہ روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا لازم آتی ہے۔ نمک کو کم مقدار میں کھانے سے تو کفارہ لازم ہوتا ہے زیادہ مقدار میں کھانے سے نہیں۔ مستغنی میں اس قول کو روایت مختار کہا گیا ہے لیکن خلاصہ اور بزازیہ میں لکھا ہے کہ مختار (یعنی قابل قبول اور لائق اعتماد) مسئلہ یہ ہے کہ مطلقاً نمک کھانے سے کفارہ واجب ہوتا ہے یعنی خواہ نمک زیادہ ہو یا کم اگر بغیر بھنا جو کھایا جائے گا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا کیونکہ کچا جو کھایا نہیں جاتا' لیکن یہ خشک جو کا مسئلہ ہے۔ اگر تازہ خوشہ میں سے جو نکال کر بغیر بھنا ہوا بھی کھایا جائے گا تو کفارہ لازم آئے گا۔ گل ارمنی کے علاوہ وہ مٹی مثلاً ملتانی وغیرہ کھانے کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ عادۃ کھائی جاتی ہو تو اس پر بھی کفارہ لازم آئے گا اور اگر نہ کھائی جاتی ہو تو پھر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

حدیث مبارکہ میں ہے: الغيبة تفطر الصيام (غیبت روزہ کو ختم کر دیتی ہے) بظاہر تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی

روزہ دار غیبت کرے گا تو اس کا روزہ جاتا رہے گا لیکن علماء امت نے اجتماعی طریقے پر اس حدیث کی تاویل یہ کی ہے کہ حدیث کی مراد یہ نہیں ہے کہ غیبت کرنے سے روزہ جاتا رہتا ہے بلکہ اس کی مراد یہ ہے کہ جو روزہ دار غیبت میں مشغول ہوگا اس کے روزے کا ثواب جاتا رہے گا۔

حدیث :الغيبة تفطر الصيام کے برخلاف اس کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پچھنے لگانے یا لگوانے کے بعد اس حدیث کے پیش نظر اس گمان کے ساتھ کہ روزہ جاتا رہا ہے قصدا کچھ کھا پی لے تو اس پر کفارہ صرف اسی صورت میں لازم آئے گا جب کہ وہ اس حدیث کی مذکورہ بالا تاویل سے جو جمہور علماء سے منقول ہے واقف ہو یا یہ کہ کسی فقیہ اور مفتی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ پچھنے لگوانے یا لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے' اگرچہ اس کا یہ فتویٰ حقیقت کے خلاف ہوگا اور اس کی ذمہ داری اسی پر ہوگی اور اگر اسے حدیث کی تاویل معلوم نہ ہوگی تو کفارہ لازم نہیں ہوگا الغيبة تفطر الصيام وافطر الحاجم والمحجوم دونوں حدیثوں کے احکام میں مذکورہ بالا فرق اس لئے ہے کہ غیبت سے روزہ کا ٹوٹنا نہ صرف یہ کہ خلاف قیاس ہے بلکہ اس حدیث کی مذکورہ بالا تفریق تمام امت کا اتفاق ہے جب کہ پچھنے سے روزہ کا ٹوٹ جانا نہ صرف یہ کہ خلاف قیاس نہیں ہے بلکہ اس حدیث کی مذکورہ بالا تاویل پر تمام امت کا اتفاق نہیں ہے کیونکہ بعض علماء مثلاً امام اوزاعی وغیرہ اس حدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پچھنے لگانے یا لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے' ایسے ہی کسی شخص نے شہوت کے ساتھ عورت کو ہاتھ لگایا' یا کسی عورت کا بوسہ لیا' یا کسی عورت کے ساتھ' ہم خواب ہوا' یا کسی عورت کے ساتھ بغیر انزال کے مباشرت فاحشہ کی یا سرمہ لگایا' فصد کھلوائی یا کسی جانور سے بدفعلی کی مگر انزال نہیں ہوا یا اپنی دبر میں انگلی داخل کی اور یہ گمان کر کے کہ روزہ جاتا رہے گا۔ اس نے قصدا کچھ کھا پی لیا تو اس صورت میں بھی کفارہ اسی وقت لازم ہوگا جب کہ کسی فقیہ یا مفتی نے مذکورہ بالا چیزوں کے بارے میں یہ فتوی دیا ہو کہ ان سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ اس کا یہ فتویٰ غلط اور حقیقت کے خلاف ہوگا اگر مفتی فتویٰ نہیں دے گا تو کفارہ لازم نہیں ہو گا کیونکہ مذکورہ بالا چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اس عورت پر کفارہ واجب ہوگا جس نے روزہ کی حالت میں کسی ایسے مرد سے برضا و رغبت اور بخوشی جماع کرایا جو جماع کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا چنانچہ کفارہ صرف عورت پر واجب ہوگا اس مرد پر نہیں۔

کسی عورت نے فجر طلوع ہونے کے باوجود جانتے بوجھتے اسے اپنے خاوند سے چھپایا' چنانچہ اس کے خاوند نے اس سے صحبت کر لی اور اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ فجر طلوع ہوگئی ہے تو اس صورت میں بھی صرف عورت پر کفارہ واجب ہوا اور مرد پر واجب نہیں ہوگا۔

یہ فصل ان چیزوں کے بیان میں ہے جو کفارہ کو لازم کرنے والی ہے:

خاتون نے قصداً کھانا کھایا' یا برضا و رغبت جماع کرایا اور اسی دن اس کے ایام شروع ہو گئے یا نفاس میں مبتلا ہو گئی تو اس کے ذمہ سے کفارہ ساقط ہو جائے گا' اسی طرح اگر کوئی شخص اس دن کسی ایسے مرض اور ایسی تکلیف میں مبتلا ہو گیا جس میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور یہ کہ وہ مرض و تکلیف قدرتی ہو تو کفارہ ساقط ہو جائے گا قدرتی کی قید اس لئے ہے کہ فرض کیجئے کسی شخص نے قصداً روزہ توڑ ڈالا اور پھر اپنے آپ کو اس طرح زخمی کر لیا کہ اس حالت میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے یا اپنے آپ کو چھت یا

پہاڑ سے گرایا تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں وہ تکلیف اور مرض اس کا خود اپنا پیدا کیا ہوا ہوگا۔ ایسی صورت میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں بعض حضرات تو کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی کفارہ ساقط ہو جائے گا جب کہ دوسرے حضرات کا قول ہے کہ کفارہ ساقط نہیں ہوگا اور کمال کے قول کے مطابق مختار اور زیادہ صحیح یہی ہے کہ کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔

جمع العلوم میں ہے کہ اگر کسی شخص نے زیادہ چلنے یا کوئی کام کرنے کی وجہ سے اپنے آپ کو تکلیف و مشقت میں مبتلا کیا یہاں تک کہ اسے بہت زیادہ اور شدید پیاس لگی اور اس نے روزہ توڑ ڈالا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ کفارہ لازم نہیں ہوگا اور اسی قول کو بقائی نے بھی اختیار کیا ہے جیسا کہ تاتارخانیہ میں منقول ہے۔

یہ فصل ان چیزوں کے بیان میں ہے کہ کفارہ کیسے ادا کیا جائے؟ ایک روزے کے کفارے میں ایک غلام آزاد کرنا چاہئے خواہ وہ غلام کافر ہی کیوں نہ ہو اگر عدم استطاعت کے سبب غلام آزاد کرنا ممکن نہ ہو یا کسی جگہ غلام نہ ملتا ہو تو پھر دو مہینے یعنی پورے ساٹھ دن پے در پے روزے رکھنا واجب ہے' ان روزوں کا علی الاتصال اور ایسے دنوں میں رکھنا ضروری ہے جن میں عیدین کے دن اور ایام تشریق (ذی الحجہ کی گیارہ' بارہ' تیرہ تاریخیں) واقع نہ ہوں کیونکہ ان دنوں میں کسی بھی طرح کے روزے رکھنا منع ہیں' اگر درمیان میں کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر کسی دن کا روزہ فوت ہو جائے تو پھر نئے سرے سے شروع کرنا ہوگا ناغہ سے پہلے جس قدر روزے ہو چکے ہوں گے ان کا کوئی حساب نہیں ہوگا ہاں اگر کسی عورت کو حیض آ جائے اور اس سبب سے درمیان کے روزے ناغہ ہو جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں مگر نفاس کی وجہ سے ناغہ ہو جانے کی صورت میں نئے سرے سے روزے شروع کئے جائیں گے اور اگر مرض یا بڑھاپے کی وجہ سے ساٹھ روزے رکھنے کی بھی قدرت نہ ہو تو پھر ساٹھ محتاجوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا واجب ہے اس طرح کہ چاہے تو انہیں ایک ہی دن دو وقت یعنی صبح و شام کھلا دے چاہے دو دن صبح کے وقت یا دو دن شام کے وقت یا عشاء و سحر کے وقت کھلا دے مگر شرط یہ ہے کہ اول وقت جن محتاجوں کو کھانا کھلایا جائے تو دوسرے وقت بھی انہیں محتاجوں کو کھانا کھلانا ہوگا چنانچہ اگر کسی نے ایک وقت ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلا دیا اور پھر دوسرے وقت ان کے علاوہ دوسرے ساٹھ محتاجوں کو کھلایا تو یہ کافی نہیں بلکہ کفارہ اسی وقت ادا ہوگا جب کہ ان دونوں جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت کو پھر دوبارہ ایک وقت کا کھانا کھلائے' ہاں اگر کوئی شخص ایک ہی محتاج کو مسلسل ساٹھ روز تک کھانا کھلائے یا مسلسل ساٹھ روز تک ہر روز نئے محتاج کو کھلائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس طرح کفارہ ادا ہو جائے گا' ایک بات اور' اگر کوئی شخص ایک ہی روز ساٹھ یا ان سے کچھ کم محتاجوں کے کھانے کے بقدر صدقہ کسی ایک محتاج کو دے دے گا تو سب کے لئے ادا نہیں ہوگا بلکہ ایک محتاج کے لئے ادا ہوگا۔

ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانے کے سلسلہ میں گیہوں کی روٹی بغیر سالن کے کافی ہو جاتی ہے یعنی اگر ساٹھ محتاجوں کو صرف گیہوں کی روٹی ہی بغیر سالن کے پیٹ بھر کر کھلا دی جائے تو حکم پورا ہو جائے گا' بخلاف جو کی روٹی کے کہ اس کے ساتھ سالن ضروری ہے کیونکہ جو کی روٹی سخت ہونے کی وجہ سے عادۃً بغیر سالن کے پیٹ بھر کر نہیں کھائی جا سکتی جب کہ گیہوں کی روٹی بغیر سالن کے بھی پیٹ بھر کر کھائی جا سکتی ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ گیہوں کی روٹی اپنی سالن خود اپنے اندر رکھتی ہے لہٰذا جس شخص نے گیہوں کی روٹی کے ساتھ سالن مانگا وہ بھوکا نہیں ہے۔

ایک شرط یہ بھی ہے کہ جن ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلایا جائے وہ سب بھوکے ہوں' ان میں سے کوئی پیٹ بھرا نہ ہو اگر کوئی پیٹ بھرا ہوگا' اور بھوکے کی مانند نہیں کھائے گا تو اس کے بجائے کسی دوسرے بھوکے کو کھانا کھلانا ضروری ہوگا۔

ان شرائط کے مطابق محتاجوں کو کھانا کھلایا جائے یو پھر یہ کہ چاہے تو ہر محتاج کو نصف صاع یعنی ایک کلو گرام ۶۳۳ گرام گیہوں یا اس کا آٹا یا اس کا ستو دے دیا جائے چاہے ایک صاع یعنی تین کلو ۲۶۶ گرام جو یا انگور یا کھجور یا اس کی قیمت دی جائے اور چاہے اس طرح تمام محتاجوں کو ایک ہی وقت دے دیا جائے اور چاہے مختلف اوقات میں دیا جائے۔

کسی نے جانتے بوجھتے جماع کر کے یا قصداً کھا کر کئی روزے توڑے تو ان سب کے لئے ایک ہی کفارہ کافی ہوگا بشرطیکہ ان کے درمیان کفارہ ادا نہ کیا ہو مثلاً کسی شخص نے دس روزے توڑے اور ان کے درمیان کفارہ ادا نہ کیا تو ان دس روزوں کے لئے ایک کفارہ کافی ہو جائے گا اگر درمیان میں کوئی کفارہ ادا کیا تو پھر بعد کے روزوں کے لئے دوسرا کفارہ ضروری ہوگا پھر یہ کہ وہ توڑے ہوئے کئی روزے چاہے ایک رمضان کے ہوں اور چاہے دو رمضان کے ہوں اس بارے میں صحیح مسئلہ یہی ہے جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے مگر بعض حضرات کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا حکم اس صورت کے لئے ہے جب کہ وہ روزے ایک ہی رمضان کے ہوں اگر وہ روزے کئی رمضان کے ہوں گے تو ہر رمضان کے لئے علیحدہ علیحدہ کفارہ ضروری ہوگا چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے۔

یہ فصل ان چیزوں کے بیان میں ہے جن سے روزہ کی قضاء لازم آتی ہے: اس بارہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر کسی ایسی چیز سے روزہ فاسد ہو جو غذا کی قسم سے نہ ہو یا اگر ہو تو کسی شرعی عذر کی بناء پر اسے پیٹ یا دماغ میں پہنچایا گیا ہو یا کوئی ایسی چیز ہو جس سے شرمگاہ کی شہوت پوری طرح ختم نہ ہوتی ہو جیسے جلق وغیرہ تو ایسی چیزوں سے کفارہ لازم نہیں ہوتا بلکہ صرف قضا ضروری ہے لہٰذا اگر روزہ دار رمضان میں کچے چاول اور خشک یا گندھا ہوا آٹا کھائے تو روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا واجب ہوتی ہے اور اگر کوئی جو یا گیہوں کا آٹا پانی میں گوندھ کر اور اس میں شکر ملا کر کھائے تو اس صورت میں کفارہ لازم ہو جائے گا۔

کوئی یکدم بہت زیادہ نمک کھائے یا گل ارمنی کے علاوہ کوئی ایسی مٹی کھائے جس کو عادۃً کھایا نہیں جاتا یا گٹھلی یا روئی یا اپنا تھوک نگل لے جو ریشم و کپڑے وغیرہ کے رنگ مثلاً زرد، سبزہ وغیرہ سے متغیر تھا اور اسے اپنا روزہ بھی یاد تھا یا کاغذ یا اس کے مانند ایسی کوئی چیز کھائی جو عادۃً نہیں کھائی جاتی یا کچی بہی یا اس کے مانند ایسا کوئی پھل کھائے جو پکنے سے پہلے عادۃً کھائے نہیں جاتے اور انہیں پکا کر یا نمک ملا کر نہیں کھایا' یا ایسا تازہ اخروٹ کھایا جس میں مغز نہ ہو یا کنکر' لوہا' تانبا' سونا' چاندی' اور پتھر خواہ وہ زمرد وغیرہ ہی ہو نگل گیا تو ان صورتوں میں کفارہ واجب نہیں ہوگا' صرف قضا لازم ہوگی' اسی طرح اگر کسی نے حقنہ کرایا' یا ناک میں دوڈالی یا منہ میں دوا رکھی اور اس میں سے کچھ حلق میں اتر گئی اور یا کانوں میں تیل ڈالا تو ان صورتوں میں بھی صرف قضا لازم آئے گی کفارہ واجب نہیں ہوگا۔

کان میں جان بوجھ کر پانی ڈالنے کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ہدایہ ملتقی' درمختار' شرح وقایہ اور اکثر متون میں مذکور ہے کہ اس صورت میں روزہ نہیں ٹوٹتا مگر قاضی خان اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس بارے میں صحیح مسئلہ یہ ہے کہ روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا لازم آتی ہے۔

پیٹ کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ پیٹ میں پہنچ گئی' یا سر کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ دماغ میں پہنچ گئی' یا حلق میں بارش کا پانی یا برف چلا گیا اور اسے قصداً نہیں نگلا بلکہ از خود حلق میں سے نیچے اتر گیا' یا چوک میں روزہ جاتا رہا مثلاً کلی کرتے ہوئے پانی حلق کے نیچے اتر گیا' یا ناک میں پانی دیتے ہوئے دماغ کو چڑھ گیا' یا کسی نے زبردستی روزہ تڑوا دیا خواہ جماع ہی کے سبب سے' یعنی

خاوند نے زبردستی بیوی سے جماع کیا' یا بیوی نے زبردستی خاوند سے جماع کرایا تو ان سب صورتوں میں بھی کفارہ لازم نہیں ہوگا بلکہ صرف قضا لازم ہوگی ہاں جماع کے سلسلہ میں زبردستی کرنے والے پر کفارہ لازم ہوگا اور جس کے ساتھ زبردستی کی گئی اس پر صرف قضا واجب ہوگی۔

الونڈی (خواہ حرم یا منکوحہ) خدمت و کام کاج کی وجہ سے بیمار ہو جانے کے خوف سے روزہ توڑ ڈالے تو اس پر قضا لازم ہو گی' اسی طرح اگر لونڈی اس صورت میں روزہ توڑ ڈالے جب کہ کام کاج مثلاً کھانا پکانا یا کپڑا وغیرہ دھونے کی وجہ سے ضعف و توانائی لاحق ہوگئی تو اس صورت میں بھی قضا واجب ہوگی اس ضمن میں یہ مسئلہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ اگر کسی لونڈی کو اس کا آقا کسی ایسے کام کے لئے کہے جو ادائے فرض سے مانع ہو تو اس کا کہنا ماننے سے انکار کر دینا چاہئے۔

کسی نے روزہ دار کے منہ میں سونے کی حالت میں پانی ڈال دیا یا خود روزہ دار نے سونے کی حالت میں پانی پی لیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر قضا واجب ہوگی' اس مسئلہ کو بھول کر کھا پی لینے کی صورت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اگر سونے والا یا وہ شخص کہ جس کی عقل جاتی رہی ہو کوئی جانور ذبح کرے تو اس کا مذبوحہ کھانا حلال نہیں ہے اس کے برخلاف اگر کوئی ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اس کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا جائز ہے اسی طرح یہاں بھی مسئلہ یہ ہے کہ بھول کی حالت میں کھانے پینے والے کا روزہ نہیں ٹوٹے گا' ہاں کوئی شخص سونے کی حالت میں کھا پی لے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

بھول کر روزے میں کچھ کھا پی لیا پھر اس نے بعد قصداً کھایا' یا بھول کر جماع کر لیا اور اس کے بعد پھر قصداً جماع کیا یا دن میں روزہ کی نیت کی پھر قصداً کھا پی لیا یا جماع کیا' یا رات ہی سے روزہ کی نیت کی پھر صبح ہو کر سفر کیا اور پھر اس کے بعد اقامت کی نیت کر لی اور کچھ کھا پی لیا اگر چہ اس صورت میں اس کے لئے روزہ توڑنا جائز نہیں تھا' یا رات سے روزہ کی نیت کی' صبح کو مقیم تھا' پھر سفر کیا اور مسافر ہو گیا اور حالت سفر میں قصداً کھایا یا جماع کیا اگر چہ اس صورت میں اس کے لئے روزہ توڑنا جائز نہیں تھا تو ان تمام صورتوں میں صرف قضا لازم ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا مسئلہ مذکورہ میں ''حالت سفر میں کھانے'' کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص سفر شروع کر دینے کے بعد پھر اپنی کوئی بھولی ہوئی چیز لینے کے لئے اپنے گھر واپس آئے اور اپنے مکان میں یا اپنے شہر و اپنی آبادی سے جدا ہونے سے پہلے قصداً کھا لے تو اس صورت میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

تمام دن کھانے پینے اور دوسری ممنوعات روزہ سے رکا رہا مگر نہ تو اس نے روزہ کی نیت کی اور نہ افطار کیا' یا کسی شخص نے سحری کھائی یا جماع کیا اس حالت میں کہ طلوع فجر کے بارے میں اسے شک تھا حالانکہ اس وقت فجر طلوع ہو چکی تھی' یا کسی شخص نے غروب آفتاب کے ظن غالب کے ساتھ افطار کیا حالانکہ اس وقت تک سورج غروب نہیں ہوا تھا تو ان دونوں صورتوں میں صرف قضا واجب ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا' اور اگر غروب آفتاب میں شک ہونے کی صورت میں افطار کیا اور حالانکہ اس وقت تک سورج غروب نہیں ہوا تھا تو اس صورت میں کفارہ لازم ہونے کے بارے میں دو اقوال ہیں جس میں سے فقیہ ابوجعفر کا مختار یہ ہے کہ غروب آفتاب کے شک کی صورت میں کفارہ لازم ہوگا اس طرح اگر کسی شخص کا ظن غالب یہ ہو کہ آفتاب غروب نہیں ہوا ہے مگر اس کے باوجود وہ روزہ افطار کرے اور حقیقت میں بھی سورج غروب نہ ہوا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا۔

جانور یا میت کے ساتھ (نعوذ باللہ) فعل بد کرنے کے سبب انزال ہو گیا یا کسی کی ران یا ناف یا ہاتھ کی رگڑ سے منی گرائی یا کسی کو چھونے یا اس کا بوسہ لینے کی وجہ سے انزال ہو گیا یا غیر ادائے رمضان کا روزہ توڑا تو ان سب صورتوں میں کفارہ واجب

نہیں ہوگا بلکہ قضا لازم ہوگی' اسی طرح اگر کسی نے روزہ دار عورت کے ساتھ اس کے سونے کی حالت میں جماع کیا تو اس عورت کا روزہ جاتا رہے گا اور اس پر صرف قضا لازم ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا' یا کسی عورت نے رات سے روزہ کی نیت کی اور جب دن ہوا تو دیوانی ہوگئی اور اس کی دیوانگی کی حالت میں کسی نے اس سے جماع کیا تو اس صورت میں اس عورت پر اس روزہ کی قضا لازم ہوگی۔

اپنی شرمگاہ میں پانی یا دوائی ٹپکائی' یا کسی نے تیل یا پانی سے بھیگی ہوئی انگلی اپنے مقعد میں داخل کی یا کسی نے اس طرح استنجاء کیا کہ پانی حقنہ کی جگہ تک پہنچ گیا اگرچہ ایسا کم ہوتا ہے یا استنجاء کرنے میں زیادتی و مبالغہ کی وجہ سے پانی فرج داخل تک پہنچ گیا تو قضا واجب ہوگی۔

بواسیر والے کے مسے باہر نکل آئیں اور وہ ان کو دھوئے تو اگر ان مسوں کو اوپر اٹھنے سے پہلے خشک کر لیا جائے تو ان کے اوپر چڑھ جانے سے روزہ نہیں ٹوٹ گا کیونکہ اس طرح پانی بدن کے ایک ظاہری حصہ پر پہنچا تھا اور پھر بدن کے اندرونی حصہ میں پہنچنے سے پہلے زائل ہو گیا ہاں اگر مسے اوپر چڑھنے سے پہلے خشک نہ ہوں گے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

تیل یا پانی سے تر کی ہوئی انگلی اپنی شرمگاہ کے اندرونی حصے میں داخل کرے گی یا کوئی شخص روئی یا کپڑا یا پتھر اپنی دبر میں داخل کرے گا یا کوئی عورت ان چیزوں کو اپنی شرمگاہ کے اندرونی حصہ میں داخل کرے گی اور یہ چیزیں اندر غائب ہو جائیں گی تو روزہ جاتا رہے گا اور قضا لازم ہوگی۔ ہاں اگر لکڑی وغیرہ کا ایک سرا ہاتھ میں رہے یا یہ چیزیں عورت کی شرمگاہ کے بیرونی حصہ تک پہنچیں تو روزہ فاسد نہیں ہوگا' اسی طرح اگر اس کا ایک سرا ہاتھ میں نہ ہو بلکہ سب نگل جائے تو یہ روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی۔

قصداً اپنے فعل سے کسی چیز کا دھواں اپنے دماغ یا اپنے پیٹ میں داخل کرے گا تو بعید نہیں کہ کفارہ بھی لازم ہو جائے کیونکہ ان کا دھواں نہ صرف یہ کہ قابل انتفاع ہے بلکہ اکثر دواء بھی استعمال ہوتا ہے اسی طرح سگریٹ' بیڑی اور حقہ کا دھواں داخل کرنے کی صورت میں بھی کفارہ لازم ہو سکتا ہے۔

قصداً قے کی خواہ وہ منہ بھر کر نہ آئی ہو تو اس کا روزہ جاتا رہے گا اور قضا لازم آئے گی' اس بارے میں روایت یہی ہے لیکن حضرت امام یوسفؒ فرماتے ہیں کہ قصداً قے کرنے کی صورت میں روزہ فاسد ہوگا اور قضا لازم ہوگی جب کہ قے منہ بھر کر آئی ہو۔ اگر منہ بھر کر نہ آئی تو نہ روزہ فاسد ہوگا اور نہ قضا لازم ہوگی چنانچہ زیادہ صحیح اور مختار یہی قول ہے۔

خود بخود منہ بھر کر قے آئی اور وہ اسے نگل گیا' یا کسی شخص نے دانتوں میں اٹکی ہوئی کوئی چیز جو ایک چنے کے بقدر یا اس سے زیادہ تھی کھا لی یا کسی شخص نے رات سے نیت نہیں کی' دن میں بھی اس نے نیت نہیں کی تھی کہ بھول کر کچھ کھا لیا پی لیا اور اس کے بعد اس نے روزہ کی نیت کی تو ان سب صورتوں میں روزہ نہیں ہوگا اور قضا لازم ہوگی' یا اسی طرح کوئی روزہ دار بے ہوش ہو جائے اور خواہ وہ مہینہ بھر تک بے ہوش رہے تو اس پر قضا لازم ہوگی ہاں اس دن کے روزہ کی قضا لازم نہیں ہوگی جس دن میں یا جس رات سے بیہوشی شروع ہوئی ہو کیونکہ مسلمان کے بارے میں نیک گمان ہی کرنا چاہئے اس لئے ہو سکتا ہے اس نے رات میں نیت کر لی ہو اور اس طرح اس دن کا روزہ پورا ہو جائے گا اب اس کے بعد جتنے دنوں بیہوش رہے گا ان کی قضا کرے گا۔ بیہوشی شروع ہونے والے دن کے بارے میں بھی اگر یہ یقین ہو کہ نیت کی تھی تو اس دن کے روزہ کی بھی قضا ضروری ہوگی۔ بیہوشی کے

دنوں کے روزوں کی قضا اس لئے ضروری ہوگی کہ اگرچہ اس نے کچھ کھایا پیا نہیں مگر چونکہ روزہ کی نیت نہیں پائی گئی اس لئے بیہوشی کی حالت میں اس کا بغیر نیت کچھ نہ کھانا پینا اور تمام چیزوں سے رکے کافی و کارآمد نہیں ہوگا اگر کسی شخص پر رمضان کے پورے مہینے میں دیوانگی طاری رہی تو اس پر قضا واجب نہیں ہوگی ہاں اگر پورے مہینے دیوانگی طاری نہ رہی تو پھر قضا ضروری ہوگی اور اگر کسی شخص پر پورے مہینے بایں طور دیوانگی طاری رہی کہ دن میں یا رات میں نیت کا وقت ختم ہو جانے کے بعد اچھا ہو جاتا تو جب بھی قضا ضروری نہیں ہوگی بلکہ یہ پورے مہینے دیوانگی طاری رہنے کے حکم میں ہوگا۔

رمضان میں روزے کی نیت نہیں کی اور پھر اس نے دن میں کھایا پیا تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق اس صورت میں کفارہ واجب نہیں ہوگا صرف قضا لازم ہوگی مگر صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ کفارہ واجب ہوگا۔

روزہ ٹوٹ گیا خواہ کسی عذر ہی کی بناء پر ٹوٹا ہو پھر وہ عذر بھی ختم ہو گیا ہو تو اب اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دن کے بقیہ حصہ میں رمضان کے احترام کے طور پر کھانے پینے میں ممنوع دوسری چیزوں سے اجتناب کرے' اسی طرح اس عورت کو بھی دن کے بقیہ حصہ میں روزہ میں ممنوع چیزوں سے اجتناب ضروری ہے جو حیض یا نفاس میں مبتلا تھی اور طلوع فجر کے بعد پاک ہوگئی ہو' نیز مسافر جو دن میں کسی وقت مقیم ہو گیا ہو بیمار جو اچھا ہو گیا ہو' دیوانہ شخص جس کی دیوانگی جاتی رہی ہو' لڑکا جو بالغ ہوا اور کافر جو اسلام قبول کر لے ان سب لوگوں کو بھی دن کے بقیہ حصہ میں کھانے پینے دوسری ممنوع چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے ان سب پر اس دن کے روزہ کی قضا لازم ہوگی البتہ مؤخر الذکر دونوں پر قضا لازم نہیں ہوگی۔

حیض و نفاس میں مبتلا ہو' یا جو شخص بیماری کی حالت میں ہو' جو شخص حالت سفر میں ہو ان کے لئے کھانے پینے سے اجتناب ضروری نہیں ہے تاہم ان کے لئے بھی یہ حکم ہے کہ عام نگاہوں سے بچ کر پوشیدہ طور پر کھائیں پیئیں۔

ان چیزوں کا بیان جن سے روزہ مکروہ ہوتا ہے: روزہ دار کے لئے کسی چیز کا چکھنا (یعنی چکھ کر تھوک دینا) ذخیرہ میں منقول ہے کہ روزہ دار کے لئے بلا ضرورت کسی چیز کا چکھنا مکروہ ہے ہاں عذر کی صورت میں مکروہ نہیں ہے مثلاً کوئی شخص کھانے پینے کی کوئی چیز خریدے اور یہ خوف ہو کہ اگر اسے چکھ کر نہیں دیکھوں گا تو دھوکہ کھا جاؤں گا یا یہ چیز میری مرضی کے مطابق نہیں ہوگی تو اس صورت میں اگر وہ اس چیز کو چکھ لے تو مکروہ نہیں ہوگا۔

فتاوٰی نسفی میں منقول ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند بد خلق اور ظالم ہو اور جو کھانے میں نمک کی کمی و بیشی پر اس کے ساتھ سختی کا معاملہ کرتا ہو تو اس کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ کھانا چکھ لے تا کہ اپنے خاوند کے ظلم و تشدد سے بچ سکے' اور اگر خاوند نیک خلق و نیک مزاج ہو تو پھر عورت کے لئے چکھنا جائز نہیں ہوگا یہی حکم لونڈی کا بھی ہے بلکہ وہ نوکر و ملازم بھی اس حکم میں شامل ہیں جو کھانا پکانے پر مقرر ہیں۔

کسی چیز کا چبانا (بلا عذر) مکروہ ہے مثلاً کوئی عورت چاہے کہ روٹی وغیرہ چبا کر اپنے چھوٹے بچے کو دیدے تو اگر اس کے پاس کوئی ہوشیار بچی یا کوئی حائضہ ہو تو اس سے چبوا کر بچے کو دیدے خود نہ چبائے اس صورت میں خود چبا کر دینا مکروہ ہے ہاں اگر غیر روزہ دار ہاتھ نہ لگے تو پھر خود چبا کر دیدے اس صورت میں مکروہ نہیں ہوگا۔

روزہ دار کو مصطگی چبانا مکروہ ہے خواہ مرد یا عورت کیونکہ اس کے چبانے سے روزہ ختم کرنے یا روزہ نہ رکھنے کا اشتباہ ہوتا ہے ویسے تو مصطگی مرد کو غیر روزہ کی حالت میں بھی چبانا مکروہ ہے ہاں کسی عذر کی بناء پر اور وہ بھی خلوت میں چبانا جائز ہے بعض

حضرات نے کہا ہے کہ مصطگی چبانا مردوں کے لئے مباح ہے جب کہ عورتوں کے لئے مستحب ہے کیونکہ وہ ان کا حق میں مسواک کے قائم مقام ہے۔

روزہ کی حالت میں بوسہ لینا اور عورتوں کے ساتھ مباشرت یعنی انکے گلے لگانا اور چمٹانا وغیرہ مکروہ ہے بشرطیکہ انزال کا خوف ہو یا اپنے نفس و جذبات کے بے اختیار ہو جانے کا اور اس حالت میں جماع کر لینے کا اندیشہ ہو اگر یہ خوف و اندیشہ نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔

جانتے بوجھتے منہ میں تھوک جمع کرنا اور اسے نگل جانا مکروہ ہے اسی طرح روزہ دار کو وہ چیزیں اختیار کرنا بھی مکروہ ہے جس کی وجہ سے ضعف لاحق ہو جانے کا خوف ہو جیسے فصد، پچھنے وغیرہ ہاں اگر فصد اور پچھنے کی وجہ سے ضعف ہو جانے کا احتمال نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔

سرمہ لگانا، مونچھوں کو تیل لگانا اور مسواک کرنا خواہ زوال کے بعد ہی مسواک کی جائے اور یہ کہ خواہ مسواک تازی ہو یا پانی میں بھیگی ہوئی ہو مکروہ نہیں ہے۔

وضو کے علاوہ کلی کرنی اور ناک میں پانی دینا مکروہ نہیں ہے اسی طرح غسل کرنا اور تراوٹ و ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے بھیگا ہوا کپڑا بدن پر لپیٹنا مکروہ نہیں ہے، مفتی بہ قول یہی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے یہ بات ثابت ہے چنانچہ یہ روایت آئندہ صفحات میں آئے گی۔ روزہ دار کے لئے جو چیزیں مستحب ہیں، سحری کھانا، سحری کو دیر سے کھانا اور وقت ہو جانے پر افطار میں جلدی کرنا جب کہ فضا ابر آلود نہ ہو، جس دن فضا ابر آلود ہو اس دن افطار میں احتیاط یعنی دو تین منٹ کی تاخیر ضروری ہے۔

اور روزہ دار کو تین چیزیں مستحب ہیں: ① سحری کھائی۔ ② سحری میں دیر کرنی اور ③ افطار میں جلدی کرنی۔ ابر کے دن علاوہ اور ابر کے روز احتیاط ضروری ہے۔

فصل: ایسے اعذار کا بیان جن کی بناء پر روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور وہ دس ہیں:

① بیماری۔ ② سفر۔ ③ اکراہ زبردستی کرنا۔ ④ حمل۔ ⑤ دودھ پلانا۔ ⑥ بھوک۔ ⑦ پیاس۔ ⑧ بہت زیادہ بڑھاپا۔ ⑨ حیض۔ ⑩ نفاس۔

اب ان اعذار کو مفصلاً بیان کیا جاتا ہے:

بیماری:

روزہ رکھنے سے کسی نئے مرض کے پیدا ہو جانے یا موجود مرض کے بڑھ جانے کا خوف ہو تو اس صورت میں روزہ نہ رکھنا چاہئے۔ اسی طرح اگر یہ گمان ہو کہ روزہ رکھنے سے صحت و تندرستی دیر میں حاصل ہو گی تو بھی روزہ نہ رکھنا چاہئے کیونکہ بسا اوقات مرض کی زیادتی اور اس میں طوالت ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے اس لئے ان سے اجتناب ضروری ہے۔

مرض نام ہے اس چیز کا جو طبیعت کے اتار چڑھاؤ کا باعث ہوتی ہے اور جس کے سبب طبیعت کا سکون کرب و بے چینی میں تبدیل ہو جاتا ہے اور یہ کیفیت پہلے اندرونی طور پر محسوس ہوتی ہے پھر اس کا اثر جسم پر ظاہر ہوتا ہے لہٰذا مرض کسی بھی قسم کا ہو خواہ آنکھ دکھنے اور جسم و بدن کے کسی زخم کی صورت میں ہو یا درد سر و بخار وغیرہ کی شکل میں، جب اس میں زیادتی یا اس کے طول پکڑ

جانے کا اندیشہ ہوگا تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہوگی' بلکہ روزہ کی نیت کرنے کے بعد بھی اگر کوئی مرض پیدا ہو جائے مثلاً کسی کو سانپ بچھو کاٹ لے یا بخار چڑھ آئے یا دردِ سر ہونے لگے تو اس کو اس دن کا روزہ رکھنا بھی ضروری نہیں ہے بلکہ بہتر یہی ہے کہ روزہ توڑ دیا جائے۔ علماء لکھتے ہیں کہ اگر کسی غازی اور مجاہد کو رمضان کے مہینہ میں دشمنان دین سے لڑنا ہو اور اسے اندیشہ ہو کہ روزہ کی وجہ سے ضعف لاحق ہو جائے گا جس کی بناء پر لڑائی میں نقصان پیدا ہوگا تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے خواہ مسافر ہو یا مقیم۔ اسی پر علماء نے اس مسئلہ کو بھی قیاس کیا ہے کہ جس شخص کو باری کا بخار آتا ہو اور وہ باری کے دن بخار چڑھنے سے پہلے اپنا روزہ ختم کر دے اس خوف کی بناء پر کہ آج بخار چڑھے گا جس کی وجہ سے ضعف لاحق ہو جائے گا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اس دن بخار نہ بھی آئے تو صحیح مسئلہ یہ ہے کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا جب کہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ دونوں صورتوں میں کفارہ لازم ہوگا۔

اگر بازار والے رمضان کی تیس تاریخ کو طبل نقارہ یا گولے وغیرہ کی آوازیں سنیں اور یہ گمان کر کے کہ یہ آج عید کا دن ہونے کا اعلان ہے روزہ توڑ ڈالیں اور پھر بعد میں معلوم ہو کہ یہ آج عید کا دن ہونے کا اعلان نہیں تھا بلکہ کسی اور سبب سے طبل و نقارہ بجایا گیا تھا یا گولا داغا گیا تھا تو اس صورت میں بھی ان پر کفارہ واجب نہیں ہوگا۔

سفر:

جائز ہو یا ناجائز' بے مشقت ہو جیسے پیادہ پا یا گھوڑے وغیرہ کی سواری پر' ہر حال میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے مگر بے مشقت سفر میں مستحب یہی ہے کہ روزہ رکھا جائے بشرطیکہ اس کے تمام رفقاء سفر بغیر روزہ نہ ہوں اور سب کا خرچ مشترک نہ ہو' ہاں اگر اسکے تمام رفقاء سفر روزہ نہ رکھیں اور سب کا خرچ بھی مشترک ہو تو پھر روزہ نہ رکھنا ہی افضل ہوگا تا کہ پوری جماعت کی موافقت رہے۔

کوئی طلوع فجر سے پہلے سفر شروع کر کے مسافر ہو جائے تو اس دن کا روزہ نہ رکھنا اس کے لئے مباح ہے ہاں اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں طلوع فجر کے بعد سفر شروع کرے تو اب اس کے لئے روزہ نہ رکھنا مباح نہیں ہوگا البتہ بیمار ہو جانے کی صورت میں طلوع فجر کے بعد سفر شروع کرنے والے کے لئے روزہ نہ رکھنا مباح ہوگا اور بہر صورت کفارہ لازم نہیں ہوگا بلکہ صرف قضا واجب ہوگی خواہ سفر کی حالت میں بیماری کی وجہ سے روزہ توڑے یا بغیر بیماری کے۔

اکراہ (یعنی زبردستی):

اگر کوئی روزہ نہ رکھنے پر مجبور کیا جائے اس کو بھی شریعت نے روزہ نہ رکھنے یا روزہ توڑنے کی اجازت دی ہے مثلاً کوئی شخص کسی روزہ دار کو زبردستی پچھاڑ کر اس کے منہ میں کوئی چیز ڈال دے' یا کوئی شخص روزہ دار کو مجبور کرے کہ اگر تم نے روزہ رکھا تو تمہیں جان سے مار دیا جائے گا یا تمہیں ضرب شدید پہنچائی جائے گی یا تمہارے جسم کا کوئی عضو کاٹ ڈالا جائے گا تو اس صورت میں اس کے لئے روزہ توڑنا یا روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

حاملہ خاتون:

حاملہ کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے بشرطیکہ اپنی یا اپنے بچے کی مضرت کا خوف ہو یا عقل میں فتور آ جانے کا اندیشہ ہو مثلاً اگر حاملہ یا خوف ہو کہ روزہ رکھنے سے خود اپنی دماغی وجسمانی کمزوری انتہاء کو پہنچ جائے گی یا ہونے والے بچہ کی زندگی اور صحت پر اس کا برا اثر پڑے گا یا خود کیا بیماری وہلاکت میں مبتلا ہو جائے گی تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ روزہ قضا کر دے۔

ارضاع (یعنی دودھ پلانا):

جیسے حاملہ عورت کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے اسی طرح دودھ پلانے والی عورت کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے خواہ وہ بچہ اسی کا ہو یا کسی دوسرے کے بچہ کو باجرت یا مفت دودھ پلاتی ہو بشرطیکہ اپنی صحت وتندرستی کی خرابی یا بچے کی مضرت کا خوف ہو۔ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اس بارے میں ''دودھ پلانے والی عورت'' سے صرف دایہ ہی مراد ہے غلط ہے کیونکہ حدیث میں مطلقاً دودھ پلانے والی عورت کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے چاہے وہ ماں ہو یا دایہ چنانچہ ارشاد ہے:

ان اللہ وضع عن المسافر الصوم وشطر الصلوۃ وعن الحبلی والمرضع الصوم

''اللہ عزوجل نے مسافر کو روزہ اور آدھی نماز معاف کی بعینہ حاملہ ودودھ پلانے والی کے لئے بھی روزہ معاف کیا''۔

اگر اس بارے میں کوئی تخصیص ہوتی تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ تخصیص ''دایہ'' کی بجائے ''ماں'' کے لئے ہوتی کیونکہ دایہ کے لئے کسی بچہ کو دودھ پلانا واجب اور ضروری نہیں ہے وہ تو صرف اجرت کے لئے دودھ پلاتی ہے اگر وہ چاہے تو اس کام کو چھوڑ سکتی ہے جب کہ ماں کا معاملہ برعکس ہے اپنے بچے کو دودھ پلانا اس پر دیانۃً واجب ہے جب کہ باپ غریب ہو۔

ارضاع کو دوا پینا جائز ہے جب کہ طبیب وڈاکٹر کہے کہ یہ دوا بچے کو فائدہ کرے گی مسئلہ بالا میں بتایا گیا ہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے جب کہ اسے اپنی یا اپنے بچہ کی مضرت کی گمان غالب ہو یا یہ کہ مسلمان طبیب حاذق جس کا کردار عقیدہ وعمل کے اعتبار سے قابل اعتماد ہو یہ بات کہے کہ روزہ کی وجہ سے ضرر پہنچے گا۔

بھوک اور پیاس:

بھوک و پیاس کا اس قدر غلبہ ہو کہ اگر کچھ نہ کھائے یا پانی نہ پئے تو جان جاتی رہے یا عقل میں فتور آ جائے یا ہوش وحواس ختم ہو جائے تو اس کے لئے بھی روزہ رکھنا جائز ہے اور روزہ کی نیت کر لینے کے بعد اگر ایسی حالت پیدا ہو جائے تب بھی اس کو اختیار ہے اگر روزہ توڑ دے گا تو کفارہ لازم نہ ہوگا صرف قضا واجب ہوگی مگر شرط یہ ہے کہ روزہ دار نے از خود اپنے نفس کو اس قدر مشقت میں مبتلا کر کے یہ حالت پیدا نہ کر دی ہو مثلاً کسی شخص نے از خود اپنے نفس کو بایں طور مشقت میں مبتلا کیا کہ بغیر کسی شدید ضرورت کے کوئی لمبی چوڑی دوڑ لگائی جس کی وجہ سے پیاس کی شدت سے مجبور ہو کر روزہ توڑ ڈالا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا اگرچہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

حضرت علی بن احمدؒ سے پیشہ ومزدوری کرنے والوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ کوئی مزدور یہ جانے کہ اگر میں اپنے اس کام میں مشغول ہوں گا تو ایسی بیماری میں مبتلا ہو جاؤں گا جس میں روزہ نہ رکھنا مباح ہے درآنحالیکہ وہ اپنا اور اپنے اہل وعیال کا

پیٹ پالنے کیلئے اس کام کے کرنے پر مجبور ہے تو آیا بیماری میں مبتلا ہونے سے پہلے اس کے لئے کھانا مباح ہے یا نہیں؟ تو علی بن احمدؒ نے اس بات سے سختی کے ساتھ منع فرمایا۔

لیکن اس بارے میں جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے تو درمختار میں لکھا ہے کہ اس صورت میں اگر اسے مذکورہ بالا خوف ہو تو اسے چاہئے کہ وہ آدھے دن تو محنت ومزدوری کرے اور آدھے دن آرام کرے تا کہ اسبابِ معیشت بھی فراہم ہو جائیں اور روزہ بھی ہاتھ سے نہ جائے۔

شیخ فانی (بہت بڑھاپا):

''شیخ فانی اور بڑھیا فانیہ'' کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں ''شیخ فانی اور بڑھیا فانیہ'' اس مرد اور عورت کو کہتے ہیں جو زندگی کے آخری مرحلے پر پہنچ چکے ہوں' ادائیگی فرض قطعاً مجبور اور عاجز ہوں اور جسمانی طاقت وقوت روز بروز گھٹتی چلی جارہی ہو یہاں تک کہ ضعف وناتوانی کے سبب انہیں یہ قطعاً امید نہ ہو کہ آئندہ بھی کبھی روزہ رکھ سکیں گے۔

حیض ونفاس:

حیض یا نفاس میں مبتلا کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے۔

فدیہ:

مذکورہ بالا اعذار میں صرف شیخ فانی اور بڑھیا فانیہ کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے روزوں کا فدیہ ادا کریں ہاں اس شخص کے لئے بھی فدیہ دینا جائز ہے جس نے ہمیشہ روزے رکھنے کی نذر مانی ہو مگر اس سے عاجز ہو یعنی کوئی شخص یہ نذر مانے کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا مگر بعد میں وہ اسباب معیشت کے حصول یا کسی اور عذر کی وجہ سے اپنی نذر کو پورا نہ کر سکے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ روزے نہ رکھے البتہ ہر دن فدیہ دے دیا کرے' ان کے علاوہ اور تمام اعذار کا مسئلہ یہ ہے کہ عذر زائل ہو جانے کے بعد روزوں کی قضا ضروری ہے فدیہ دینا درست نہیں یعنی فدیہ دینے سے روزہ معاف نہیں ہوگا اسی لئے اگر کوئی معذور اپنے عذر کی حالت میں مر جائے تو اس پر ان روزوں کے فدیہ کی وصیت کر جانا واجب نہیں ہے جو اس کے عذر کی وجہ سے فوت ہو جائے اور نہ اس کے وارثوں پر یہ واجب ہوگا کہ وہ فدیہ ادا کریں خواہ عذر یا بیماری کا ہو یا سفر کا' مذکورہ بالا اعذار میں سے کوئی اور عذر ہاں اگر کوئی شخص اس حالت میں انتقال کرے کہ اس کا عذر زائل ہو چکا تھا اور وہ قضا روزے رکھ سکتا تھا مگر اس نے قضا روزے نہیں رکھے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان ایام کے روزوں کے فدیہ کی وصیت کر جائے جن میں مرض سے نجات پا کر صحت مند رہا تھا' یا سفر پورا کر کے مقیم تھا اور یا جو بھی عذر رہا ہو وہ زائل ہو چکا تھا۔

اگر شیخ فانی سفر کی حالت میں انتقال کر جائے تو اس کی طرف اسے ان ایام کے روزوں کا فدیہ دینا ضروری نہیں ہوگا جن میں وہ مسافر رہا کیونکہ جس طرح اگر کوئی دوسرا شخص سفر کی حالت میں مر جائے تو اس کے لئے ایام سفر کے روزے معاف ہوتے ہیں اسی طرح اس کے لئے بھی ان ایام کے روزے معاف ہوں گے۔

جس شخص پر فدیہ لازم ہوا اور وہ فدیہ دینے پر قادر نہ ہو تو پھر آخری صورت یہی ہے کہ وہ اللہ رب العزت سے استغفار

کرے عجب نہیں کہ ارحم الرحمین اسے معاف کر دے۔

مقدارِ فدیہ: ہر دن کے روزے کے بدلے فدیہ نصف صاع یعنی ایک کلو ۶۳۳ گرام گیہوں یا اس کی مقدار ہے فدیہ اور کفارہ میں جس طرح تملیک جائز ہے اسی طرح اباحت طعام بھی جائز ہے یعنی چاہے تو ہر دن کے بدلے مذکورہ بالا مقدار کسی محتاج کو دے دی جائے اور چاہے ہر دن دونوں وقت بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا جائے دونوں صورتیں جائز ہیں۔ صدقہ فطر کے برخلاف کہ اس میں زکوٰۃ کی طرح تملیک ہی ضروری ہے اس بارے میں یہ اصول سمجھ لیجئے کہ جو صدقہ لفظ اطعام یا طعام (کھلانے) کے ساتھ مشروع ہے اس میں تملیک اور اباحت دونوں جائز ہیں اور جو صدقہ لفظ ''ایتا' یا ادا'' (دینے) کے ساتھ مشروع ہے اس میں تملیک شرط اور ضروری ہے اباحت قطعاً جائز نہیں ہے۔

قضاء روزے:

قضاء روزے پے در پے رکھنا شرط اور ضروری نہیں ہے تاہم مستحب ضرور ہے تا کہ واجب ذمہ سے جلد اتر جائے اسی طرح یہ بھی مستحب ہے کہ جس شخص کا عذر زائل ہو جائے وہ فوراً روزے شروع کر دے کیونکہ اس میں تاخیر مناسب نہیں ہے' ویسے مسئلہ یہ ہے کہ قضاء روزوں کا معاً عذر زائل ہوتے ہی رکھنا بھی ضروری ہے اختیار ہے کہ جب چاہے رکھے۔ نماز کی طرح اس میں ترتیب بھی فرض نہیں ہے قضا روزے رکھے بغیر ادا کے روزے رکھے جا سکتے ہیں۔

یہ بات سمجھ لیجئے کہ شریعت میں تیرہ قسم کے روزے ہیں جن میں سے سات قسم کے روزے تو وہ ہیں جو علی الاتصال یعنی پے در پے رکھے جاتے ہیں: ① رمضان کے مہینے کے روزے۔ ② کفارۂ ظہار کے روزے۔ ③ کفارۂ قتل کے روزے۔ ④ کفارۂ یمین کے روزے۔ ⑤ رمضان میں قصداً توڑے ہوئے روزوں کا کفارہ کے روزے۔ ⑥ نذر معین کے روزے ⑦ اعتکاف واجب کے روزے۔

اور چھ قسم کے روزے ایسے ہیں جن میں اختیار ہے چاہے تو پے در پے رکھے جائیں چاہے متفرق طور پر یعنی ناغہ کے ساتھ: ① نفل روزے۔ ② رمضان کے قضا روزے۔ ③ متعہ کے روزے۔ ④ فدیہ حلق کے روزے۔ ⑤ جزاء عید کے روزے۔ ⑥ نذر مطلق کے روزے۔

یاد رکھو کہ نفل روزے کا بھی بغیر کسی عذر کے توڑ ڈالنا جائز نہیں ہاں اتنی بات ہے کہ نفل روزے شروع ہو جانے کے بعد واجب ہو جاتا ہے لہٰذا وہ کسی بھی حالت میں توڑا جائے گا تو اس کی قضا ضروری ہو گی ہاں پانچ ایام ایسے ہیں جن میں اگر نفل روزہ بعد شروع کر چکنے کے توڑ دیا جائے تو قضا واجب نہیں ہوتی' دو دن تو عید بقر عید کے اور تین دن تشریق (ذی الحجہ کی ۱۱' ۱۲' ۱۳ تاریخ) کے چونکہ ان ایام میں روزے رکھنے ممنوع ہیں لہٰذا ان ایام میں جب روزہ شروع ہی سے واجب نہیں ہو گا تو اس کے توڑنے پر قضا بھی واجب نہیں ہو گی۔

اگر کوئی شخص ان پانچوں ایام کے روزے کی نذر مانے یا پورے سال کے روزے کی نذر مانے تو ان صورتوں میں ان ایام میں روزے نہ رکھے جائیں بلکہ دوسرے دنوں میں ان کے بدلے قضا روزے رکھے جائیں۔

آخری مسئلہ یہ ہے کہ جب بچہ روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے تو اسے روزہ رکھنے کی تلقین کی جائے اور جب اس کی

عمر دس سال ہو جائے اور وہ روزہ نہ رکھے تو اس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا جائے اور اس کو زبردستی روزہ رکھنے کا حکم دیا جائے جیسا کہ نماز کے بارے میں سختی کرنے کا حکم ہے۔

الفصل الاول:

روزہ کی حالت میں گناہوں سے بچنا چاہیے

۱/۱۸۸۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَا لْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱۶/۴۔ حدیث رقم ۱۹۰۳۔ وابن ماجه فی السنن ۵۳۹/۱ حدیث رقم ۱۶۸۹۔ واحمد فی المسند ۴۵۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص برا کام اور جھوٹ بولنا روزہ میں نہ چھوڑے اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ اس شخص نے اپنا کھانا پینا چھوڑا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ غلط بولنے سے بچو اور غلط کام نہ کرو۔ روزے کی حالت میں یعنی جھوٹی گواہی دینی اور افتراء کرنا اور غیبت کرنی اور بہتان لگانا۔ خواہ بہتان زنا کا ہو یا کوئی اور لعنت کرنی اور ان کے مانند اور چیزیں جن سے انسان کو پرہیز کرنا واجب ہے۔ پس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جس روزے دار نے جھوٹ بولنا اور برے کام نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ کھانا پینا ترک کر دے اس کو اجمال کا بیان یہ ہے کہ روزے سے مقصود خواہشاتِ نفسانی کو توڑنا ہے اور نفس امارہ کو تابع بنانا ہے۔ پس جب اس نے برے قول وفعل نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ اس کے روزے کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کی طرف نظر عنایت نہیں کرتا۔ حاجت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ التفات نہ کرے گا اور اس کے روزے کو قبول نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف التفات کیوں کرے گا حالانکہ اس نے اس چیز کو تو چھوڑ دیا جو غیر رمضان میں مباح تھی اور اس چیز کو اپنایا اور ارتکاب کیا جو اس پر ہر وقت میں حرام تھی اور مشائخ نے لکھا ہے کہ روزہ تین قسم پر ہے۔ ایک عوام کا روزہ ہے کہ وہ کھانا پینے سے باز رہے اور ایک روزہ خواص کا ہے کہ وہ اپنے تمام اعضاء کو اور حواس کو لذتوں اور خواہشات سے باز رکھے اور مکروہ چیزوں سے بلکہ وہ مباح چیزوں سے بھی بچتے ہیں بلکہ وہ ایسی مباح چیزوں سے بھی پرہیز کرتے ہیں جو کسر نفسی کے خلاف ہوں اور ایک روزہ اخص الخواص کا ہے وہ یہ ہے کہ سوائے حق بات کے ہر چیز سے باز رہے اس کے غیر کی طرف متوجہ نہ ہو۔

روزے کی حالت میں بیوی سے بوس وکنار کی اجازت ہے

۲/۱۸۸۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُ وَ یُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَکَانَ اَمْلَکَکُمْ لِاَرْبِهٖ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١٤٩/٤ـ حدیث رقم ١٩٢٧ـ ومسلم فی صحیحه ٧٧٧/٢ حدیث رقم (١١٨٦/٦٥)ـ وابوداؤد فی السنن ٧٧٨/٢ حدیث رقم ٢٣٨٢ـ وابن ماجه ٥٣٨/١ حدیث رقم ١٦٨٧ـ واحمد فی المسند ٤٢/٦ـ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے تھے اور بدن سے بدن لگاتے تھے یعنی اپنی بیوی سے معاملہ کرتے تھے۔ اس حال میں کہ روزہ دار ہوتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت پر تم سے زیادہ قدرت رکھتے تھے۔ یہ بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوس و کنار کر لیتے تھے حدیث پاک میں حاجت سے مراد شہوت ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری بہ نسبت اپنی شہوت پر قابو پانے میں بہت زیادہ قادر تھے بوسے اور مباشرت کے دوران صحبت کرنے سے رکے رہتے تھے اور حالانکہ اس سے رکنا مشکل ہے اور اہل علم نے اس میں اختلاف کیا ہے اور ہمارے نزدیک بوسہ لینا اور مساس کرنا اور عورت کے بدن کے ساتھ بدن لگانا مکروہ ہے۔ بشرطیکہ جماع کا یا انزال کے ہو جانے کا خوف ہو۔ اگر خوف نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

غسل کیے بغیر روزہ رکھنے کی اجازت ہے

۳/۱۸۹۰ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ فِيْ رَمَضَانَ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١٥٣/٤ـ حدیث رقم ١٩٣٠ـ ومسلم فی صحیحه ٧٨٠/٢ حدیث رقم (٧٦ـ ١١٠٩)ـ وابوداؤد فی السنن ٧٨١/٢ حدیث رقم ٢٣٨٨ـ والترمذی ١٤٩/٣ حدیث رقم ٧٧٩ـ وابن ماجه ٥٤٤/١ حدیث رقم ١٧٠٤ـ والدارمی ٢٣/٢ حدیث رقم ١٧٢٥ـ واحمد فی المسند ٣٠٨/٦ـ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں صبح کرتے تھے اور یہ جنابت احتلام کے باعث نہیں ہوتی تھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ایسی حالت میں) غسل کرتے اور روزہ رکھے۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل کیے بغیر روزہ رکھنے کی اجازت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہانے کی ضرورت جماع کی وجہ سے ہوتی تھی نہ کہ احتلام کی وجہ سے اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھتے تھے اور پھر نہا لیتے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ حالت جنابت میں روزے کی نیت کرنا اور صبح کو نہانا منع نہیں ہے اور جماع کی وجہ سے احتلام کی وجہ سے اور جنابت اختیاری ہوتی ہے جب اس میں روزہ درست ہوا۔ تو احتلام کی وجہ سے جو نہانے کی حاجت اس میں بطریق اولیٰ درست ہوگا۔ پس اگر روزے کی حالت میں احتلام ہو گیا۔ تو بھی مضر نہیں ہے اور بغیر احتلام کے اس لیے کہا کہ انبیاء علیہم السلام کو احتلام نہیں ہوتا تھا اس لیے کہ وہ شیطان کی علامت ہے اس لیے کہ وہ شیطان کے آنے کی علامت ہے خوب میں اور وہ اس سے امن تھے۔

روزے کی حالت میں سینگی لگوانے کی اجازت ہے

۴/۱۸۹۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۷۴/٤۔ حدیث رقم ۱۹۳۸۔ وابوداوٗد فی السنن ۷۷۳/۲ حدیث رقم ۲۳۷۳۔ والترمذی ۱٤٦/۳۔ حدیث رقم ۷۷۵۔ وابن ماجه ۵۳۷/۱ حدیث رقم ۱٦۸۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں اور روزے کی حالت میں سینگی بھری ہوئی کھنچوائی۔ اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے شیخ جزری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں روزے سے تھے۔ پھر بھری ہوئی سینگی لی۔ ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ مطلب لیا ہے: انه ﷺ وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ مُحْرِمٌ۔ اور مظہر نے کہا ہے کہ احرام والے کو سینگی لگانی جائز ہے بشرطیکہ بال نہ ٹوٹتے اور اسی طرح روزے دار کو بھی جائز ہے تینوں اماموں کے نزدیک روزہ دار کو سینگی لگوانا بلا کراہت کے جائز ہے اور امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں بھری ہوئی سینگی لگانے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ لیکن کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

اگر کسی شخص نے روزے کی حالت میں بھول کر کھالیا تو معاف ہے

۵/۱۸۹۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِیَ وَ هُوَ صَائِمٌ فَاَکَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْیُتِمَّ صَوْمَهُ فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۵۵/٤۔ حدیث رقم ۱۹۳۳۔ ومسلم فی صحیحه ۸۰۹/۲ جدیث رقم (۱۷۱۔ ۱۵۵)۔ وابوداوٗد فی السنن ۷۸۹/۲ حدیث رقم ۲۳۹۸۔ والترمذی ۱۰۰/۳ حدیث رقم ۷۲۱۔ والدارمی ۲۳/۲ حدیث رقم ۱۷۲٦۔ واحمد فی المسند ۳۹۵/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص روزہ کی حالت میں بھول کر کھا پی لے اسے چاہیے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اس کو اللہ نے کھلایا ہے۔ اس کو بخاری رحمہ اللہ اور مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: یہ حکم عام ہے ہر روزے کا فرض ہو یا نفل بھول کر کھالے یا پی لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ائمہ کرام کا مذہب یہی ہے۔ مگر امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں رمضان کے روزہ کی قضاء لازم ہے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ جب کھانے پینے میں یہ حکم ثابت ہے تو جماع میں بھی ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں بھول کر جماع کرلے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مذکورہ مسئلہ میں کفارہ اپنی ذات واہل وعیال پر خرچ کرنا صحابی کی خصوصیت تھی

٦/۱۸۹۳ وَعَنْهُ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ

اللّٰہِ هَلَكْتُ قَالَ مَالَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰی امْرَأَتِیْ وَاَنَا صَائِمٌ فَقَا لَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِیْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ قَالَ لَا قَالَ هَلْ تَجِدُ اِطْعَامَ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا قَالَ لَا قَالَ اجْلِسْ وَمَكَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَیْنَا نَحْنُ عَلٰی ذٰلِكَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِیْہِ تَمْرٌ وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ الضَّخْمُ قَالَ اَیْنَ السَّائِلُ قَالَ اَنَا قَالَ خُذْ هٰذَا فَتَصَدَّقْ بِہٖ فَقَالَ الرَّجُلُ اَعَلٰی اَفْقَرَ مِنِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَوَ اللّٰہِ مَا بَیْنَ لَا بَتَیْهَا یُرِیْدُ الْحَرَّتَیْنِ اَهْلُ بَیْتٍ اَفْقَرُ مِنْ اَهْلِ بَیْتِیْ فَضَحِكَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی بَدَتْ اَنْیَابُہٗ ثُمَّ قَالَ اَطْعِمْہُ اَهْلَكَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١٦٣/٤۔ حدیث رقم ١٩٣٦۔ ومسلم فی صحیحه ٧٨١/٢ حدیث رقم (٨١۔ ١١١١)۔ وابوداوٗد فی السنن ٧٨٣/٢ حدیث رقم ٢٣٩٠۔ والترمذی ١٠٢/٣ حدیث رقم ٧٢٤۔ وابن ماجه ٥٣٤/١ حدیث رقم ١٦٧١۔ والدارمی ١٩/٢ حدیث رقم ١٧١٦۔ ومالك فی الموطأ ٢٩٦/١ حدیث رقم ٢٨ من كتاب الصیام۔ واحمد فی المسند ٢٤١/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول! میں ہلاک ہوگیا (یعنی گناہ کرنے کی وجہ سے) فرمایا کیا ہے تیرے لیے؟ اس نے کہا کہ میں نے روزے کی حالت میں اپنی عورت سے جماع کرلیا ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تیرے پاس غلام ہے کہ تو اس کو آزاد کردے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں مسلسل دو ماہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے؟ اس شخص نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت رکھتے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ نہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیٹھ جا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے رہے یعنی انتظار کرتے رہے کہ کوئی کچھ لے کر آئے تو اس کو دیں تا کہ وہ کفارہ ادا کرے پس اس وقت ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عرق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور اس میں کھجوریں تھی اور عرق بڑے تھیلے کو کہتے تھے یعنی کھجور کے پٹھے کا بنا ہوا ہوتا ہے اور اس میں پندرہ سیر سے لے کر بیس سیر تک کھجوریں آتی ہیں فرمایا پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ میں حاضر ہوں فرمایا یہ کھجوریں لے لو اور اللہ کی راہ میں بانٹ دو پھر اس شخص نے کہا کیا میں اس کو اس شخص کو دوں جس سے زیادہ میں خود محتاج ہوں میں فقیروں کو کس طرح دوں۔ پس خدا کی قسم مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان کوئی گھر والا میرے گھر والوں سے بڑھ کر محتاج نہیں ہے دونوں کناروں سے مراد دو پہاڑیاں تھیں جو مدینے کے مشرق ومغرب کے درمیان واقع ہیں پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کچلیاں ظاہر ہوئیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھجوریں اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس آنے والا شخص کا نام سلمۃ بن صخرؓ الانصاریؒ البیاضی تھا۔ رمضان کے روزے کے بارے میں مسئلہ یہ ہے جو شخص رمضان کا روزہ قصداً توڑ ڈالے خواہ جماع کر کے خواہ کھا پی کر تو اس کو کفارہ دینا آتا ہے اسی ترتیب مذکورہ سے کہ وہ غلام آزاد کرے اور یہ نہ ہو سکے تو دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اگر کچا اناج دینا چاہے تو دو دو سیر گندم یا چار چار سیر جو دے اگر پکا کر دے تو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھلائے اور اپنے اہل کو کفارہ دینا

درست نہیں ہے اور حضور ﷺ نے جو اس شخص کو اجازت دی تھی تو اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ آیا اس کے ذمے سے کفارہ ادا ہوا یا نہیں اکثر تو اس کی ادائیگی کا حکم لگاتے ہیں اور یہ اسی صحابی کے لیے خاص تھا دوسرے حضرات کے لیے درست نہیں ہے اور بعض کہتے' کہ کفارہ اس کے ذمے رہے گا۔ اس واسطے کہ کفارہ کا واجب ہونا بالعقل اس وقت ہے کہ اس کے کھانے سے اور اس کے اہل کے کھانے سے بچے ورنہ ذمے رہتا ہے جب مقدور ہو ادا کرے۔ پس وہ صحابی محتاج تھے اس کو حضور ﷺ نے اجازت دی کہ اب تم اپنے اہل والوں کو کھلاؤ جب وسعت رکھو گے تو ادا کر دینا اور بعض حضرات کہتے ہیں یہ حکم پہلے تھا اب منسوخ ہو چکا ہے واللہ اعلم!

الفصل الثانی:

روزے کی حالت میں بیوی کی زبان چوسنے کی اجازت ہے

۷/۱۸۹۴ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ وَيَمُصُّ لِسَانَهَا۔

(رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۷۸۰/۲ حدیث رقم ۲۳۸۶ واحمد فی المسند ۱۲۳/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بوسہ لیتے حالانکہ آپ ﷺ روزہ دار ہوتے تھے اور ان کی زبان چوستے۔ اس کو ابوداؤد ؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ محدثین ؒ فرماتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے اور کہا جاتا ہے کہ غیر کا تھوک نگلنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تمام حضرات کے نزدیک پس حضور ﷺ زبان چوسنے کا حدیث کے حوالے سے جواب دیا گیا ہے کہ حضور ﷺ چوس کر تھوک دیتے ہونگے نگلتے نہیں ہونگے۔

جماع کے خوف کی وجہ سے جوان کو اجازت نہ ملی

۸/۱۸۹۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ فَرَخَّصَ لَهُ وَاَتَاهُ اٰخَرُ فَسَاَلَهُ فَنَهَاهُ وَاِذَا الَّذِیْ رَخَّصَ لَهُ شَيْخٌ وَاِذَا الَّذِیْ نَهَاهُ شَابٌّ. (رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۷۸۰/۲ حدیث رقم ۲۳۸۷۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے روزے کی حالت میں مباشرت کے بارے میں سوال کیا یعنی مرد کا اپنی عورت سے بدن لگانا۔ پس حضور ﷺ نے اجازت دی اور ایک دوسرا شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور اس نے مباشرت کے بارے میں پوچھا۔ پس آپ ﷺ نے اس کو منع کیا پس وہ شخص جس کو اجازت دی تھی وہ بوڑھا تھا اور وہ شخص جس کو اجازت نہیں دی تھی وہ جوان تھا۔ یہ حدیث ابوداؤد ؒ نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھا آدمی جماع کرنے کے خوف سے امن میں ہوتا ہے اس لیے اس کو اجازت دے دی اور نوجوان کو اجازت نہ ملی کیونکہ جوان آدمی کو جماع کا ڈر ہوتا' اس لئے اس کو منع فرمایا اس میں اختلاف

ہے یہ کہ یہ نہی تحریمی ہے یا تنزیہی۔

قصداً قے کرنے سے قضاء لازم آتی ہے

۹/۱۸۹۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ وَمَنِ اسْتَقَاءَ عَمَدًا فَلْيَقْضِ۔ (رواه الترمذی وابوداود وابن ماجة والدارمی وقال الترمذی هذا حديث غريب لا نعرفه الا من حديث عيسىٰ بن يونس وقال محمد يعنى البخارى لا اراه محفوظا)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۷۷۶/۲۔ حديث رقم ۲۳۸۰۔ والترمذی فی السنن ۹۸/۳ حديث رقم ۷۲۰۔ وابن ماجه ۵۳۶/۱ حديث رقم ۱۶۷۶۔ والدارمی ۲۴/۲ حديث رقم ۱۷۲۹۔ واحمد فی المسند ۴۹۸/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص پر قے غلبہ کرے۔ یعنی خود ہی آجائے اور وہ روزے سے ہو۔ پس اس پر قضاء نہیں ہے اور جو شخص قصداً حلق میں انگلی ڈال کر قے لے آئے پس اس کو چاہیے کہ وہ روزہ قضا کرے۔ یہ امام ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے نقل کی ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے ہم نہیں جانتے اس کو مگر حدیث عیسیٰ بن یونس کی سند سے اور محمدؒ نے کہا یعنی بخاریؒ میں اس حدیث کو محفوظ گمان نہیں کرتا ہوں۔ یعنی یہ حدیث منکر ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں قصداً جو کہا ہے اس سے نسیان سے احتراز کرنا مقصود ہے یعنی قے لائے اور روزہ یاد ہو تو قضا آتی ہے اور بھول کر آئے تو قضاء نہیں آتی اور یہ مسئلہ ابتدائے باب میں مفصل گزر چکا ہے جو چاہے وہاں سے دیکھ لے۔

قصداً قے کر کے روزہ توڑ ڈالنے سے قضا آتی ہے

۱۰/۱۸۹۷ وَعَنْ مَعْدَانَ ابْنِ طَلْحَةَ اَنَّ اَبَا الدَّرْدَاءِ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَاَفْطَرَ قَالَ فَلَقِيْتُ ثَوْبَانَ فِيْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَقُلْتُ اِنَّ اَبَا الدَّرْدَاءِ حَدَّثَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَاَفْطَرَ قَالَ صَدَقَ وَاَنَا صَبَبْتُ لَهُ وَضُوْءَهُ۔ (رواه ابوداود والترمذی والدارمی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۷۷۷/۲ حديث رقم ۲۳۸۱۔ والترمذی ۱۴۲/۱ حديث رقم ۸۷۔ والدارمی ۲۴/۲ حديث رقم ۱۷۲۸۔ واحمد فی المسند ۴۴۳/۶۔

ترجمہ: حضرت معدان بن طلحہؒ سے روایت ہے کہ ابوداؤدؒ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی۔ پھر افطار کیا پس معدان نے کہا میں ثوبانؓ سے دمشق کی مسجد میں ملا اور میں نے کہا کہ ابوداؤدنے مجھ کو حدیث بیان کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی پھر افطار کیا فرمایا ابوداؤدؒ نے سچ کہا ہے اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وضو کے لئے پانی ڈالا تھا۔ ان کے وضو کا۔ اس کو ابوداؤدؒ ترمذی اور دارمی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے قصداً قے کر کے روزہ توڑ ڈالا کسی عذر کی بنا پر بیماری کا تھا یا ضعف کا اور عذر کی قید اس لیے لگائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر عذر کے نفلی روزہ بھی نہیں توڑتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

ہے: لا تبطلوا اعمالکم۔ یعنی اپنے عملوں کو باطل نہ کرو اور آخری حدیث سے امام ابوحنیفہ اور احمد رحمہما اللہ وغیرہما نے دلیل پکڑی کہ قے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے امام شافعیؒ اور دوسرے علماء اس کے قائل ہیں انہوں نے وضو کرنے سے کلی کرنا اور منہ کا دھونا مراد لیا ہے۔ واللہ اعلم۔

روزے دار کو مسواک کرنی جائز ہے

۱۸۹۸/۱۱ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَا أُحْصِي يَتَسَوَّكُ وَهُوَ صَائِمٌ۔

(رواہ الترمذی وابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۷۶۸/۲ حدیث رقم ۲۳۶۴۔ والترمذی ۱۰۴/۳ حدیث رقم ۷۲۵۔ واحمد فی المسند ۴۴۵/۳۔

ترجمہ: حضرت عامر بن ربیعہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو روزے کی حالت میں اس قدر مسواک کرتے ہوئے دیکھا کہ میں شمار نہیں کر سکتا۔ اس کو ابوداؤد اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ روزے دار کو ہر وقت مسواک کرنی جائز ہے اور ہر طرح کی مسواک کرنی درست ہے اور بہت سی حدیثیں اس طرح کی وارد ہوتی ہیں چنانچہ مرقات میں مذکور ہے اور علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالکؒ مسواک کرنے کو جائز رکھتے ہیں خواہ مسواک سبز یعنی تازی ہو یا تر کی ہوئی پانی میں ہو اور خواہ زوال سے پہلے ہو یا بعد میں اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ تازی اور بھیگی ہوئی مسواک روزہ کی حالت میں کرنا مکروہ ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک زوال کے بعد مکروہ ہے۔

روزے کی حالت میں سرمہ لگانے کی اجازت ہے

۱۸۹۹/۱۲ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اشْتَكَيْتُ عَيْنِيَّ أَفَأَكْتَحِلُ وَأَنَا صَائِمٌ قَالَ نَعَمْ۔ (رواہ الترمذی وقال لیس اسنادہ بالقوی وابو عاتکۃ الراوی یضعف)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۷۷۹/۲ حدیث رقم ۲۳۷۸۔ والترمذی ۱۰۵/۳ حدیث رقم ۷۲۶۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ میری آنکھیں دکھتی ہے کیا میں سرمہ لگالوں حالانکہ میں روزے دار ہوں؟ فرمایا کہ ہاں۔ اس کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے اور ابوعاتکہ اس حدیث کے راوی ضعیف ہیں۔

تشریح ❁ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ روزے کی حالت میں سرمہ لگانے کی اجازت ہے بغیر کراہت کے چنانچہ اکثر علماء کا یہی مذہب ہے اور امام اعظم اور امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ سرمہ لگانا روزہ دار کو مکروہ نہیں ہے اگرچہ مزہ سرمہ کا حلق میں ظاہر ہو اور احمدؒ اور اسحٰقؒ اور سفیانؒ کے نزدیک مکروہ ہے اور امام مالک سے بعضوں نے کراہت کا قول نقل کیا ہے اور بعضوں نے عدم کراہت کا اور یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس مضمون سے متعلق متعدد احادیث منقول ہیں۔ اس لئے یہ سب احادیث قابل استدلال ہیں۔

غسل برودت جائز ہے

۱۳/۱۹۰۰ وَعَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ يَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهِ الْمَاءَ وَهُوَ صَائِمٌ مِّنَ الْعَطْشِ اَوْمِنَ الْحَرِّ۔ (رواه مالك وابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۷۶۹/۲ حدیث رقم ۲۳۶۵۔ ومالك فی الموطأ ۲۹۴/۱ حدیث رقم ۲۲ من کتاب الصیام۔ واحمد فی المسند ۴۷۵/۳۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے بعض صحابہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو عرج میں روزے کی حالت میں پیاس کو دور کرنے کے لیے یا گرمی کو دفع کرنے کے واسطے اپنے سر پر پانی ڈالتے ہوئے دیکھا۔ یہ روایت مالکؒ اور ابوداؤدؒ نے نقل کی ہے۔

تشریح ✿ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ روزے کی حالت میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کرنا جائز ہے۔ عرج مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے اور ابن مالک نے کہا ہے یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ روزہ دار کو سر پر پانی ڈالنا مکروہ نہیں ہے اور پانی میں داخل ہو جائے اور اس کی ٹھنڈک باطنی طور پر محسوس کرے۔ نورالایضاح میں جو فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہے اس کے اندر لکھا ہے کہ روزہ دار کا نہانا اور اپنے آپ کو تر کپڑے میں لپیٹنا ٹھنڈک کے لیے اور گرمی سے بچنے کے لیے بموجب مفتیٰ بہ روایت کے مکروہ نہیں ہے۔ انتہی اور درمختار میں اس طرح لکھا ہے۔

روزے کی حالت میں سینگی لگانے کی اجازت ہے

۱۴/۱۹۰۱ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِىَ رَجُلًا بِالْبَقِيْعِ وَهُوَ يَحْتَجِمُ وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِىْ لِثَمَانِ عَشَرَةَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ (رواه ابوداود وابن ماجة والدارمی) قَالَ الشَّيْخُ الْاِمَامُ مُحِى السُّنَّةِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَتَاَوَّلَهُ بَعْضُ مَنْ رَخَّصَ فِى الْحِجَامَةِ اَىْ تَعَرُّضًا لِّلْاِفْطَارِ الْمَحْجُوْمِ لِلضُّعْفِ وَالْحَاجِمُ لِاَنَّهُ لَا يَاْمَنُ مِنْ اَنْ يَصِلَ شَىْءٌ اِلٰى جَوْفِهِ بِمَصِّ الْمَلَازِمِ۔

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۷۷۲/۲ حدیث رقم ۲۳۶۹۔ وابن ماجه ۵۳۷/۱ حدیث رقم ۱۶۸۱۔ والدارمی ۲۵/۲ حدیث رقم ۱۷۳۰۔ واحمد فی المسند ۱۲۳/۴۔

ترجمہ: حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان کی اٹھارہ تاریخ کو جنت البقیع (مدینے کا قبرستان ہے) میں ایک ایسے شخص کے پاس آئے جو بھری ہوئی سینگیاں کھنچوا رہا تھا اور حضور ﷺ اس وقت تیر ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے پس حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا سینگی کھینچنے والے اور کھنچوانے والے دونوں نے روزہ توڑ ڈالا۔ یہ روایت ابو داؤد، ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کی ہے۔ شیخ امام محی السنۃؒ نے فرمایا کہ جو علماء کرام حالت صوم میں سینگی کھینچنے اور کھنچوانے کے قائل ہیں انہوں نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ سینگی والا کمزوری کی وجہ سے روزہ توڑنے کے قریب ہو جاتا ہے اور سینگی کھینچنے والا اس وجہ سے کہ ممکن ہے کہ اس عمل کے دوران خون کا کوئی حصہ اس کے جسم میں چلا گیا ہو افطار کے قریب

ہو جاتا ہے

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں جو بیان کیا گیا ہے کہ بعضوں سے مراد جمہور علماء ہیں یعنی اکثر علماء ہیں اور اکثر علماء کا مذہب یہی ہے کہ سینگی لینے کا کچھ مضائقہ نہیں ہے روزہ دار کے لیے اس لیے کہ ثابت ہوا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت صوم میں سینگی کھنچوائی اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کا مذہب ہے اور اس حدیث کے معنی انہوں نے یہی کہے ہیں جو مذکور ہوئے ہیں بھری ہوئی سینگی لگانے والے کو ضعف و کمزوری ایسی لاحق ہوتی ہے کہ افطار کرنے کے قریب ہو جاتا ہے اور سینگی کھینچنے والے کو خوف ہوتا ہے مبادا سینگی لگاتے وقت خون منہ سے چوسنا پڑھ جائے اور پیٹ میں اتر جائے اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ بھری ہوئی سینگی سے روزہ نہیں جاتا۔ لیکن بسبب ضعف کے لاحق ہونے کی وجہ سے اور ہلاکت کے خوف سے مکروہ ہوتا ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ حدیث خاص دو شخصوں کے حق میں فرمائی۔ انہوں نے بھری ہوئی سینگی کھینچتے وقت غیبت کی تھی پس اس غیبت کی وجہ سے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

رمضان کا روزہ قصداً افطار کرنے کا بہت بڑا نقصان ہے

۱۵/۱۹۰۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ افْطَرَ يَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمَ الدَّهْرِ كُلِّهٖ وَاِنْ صَامَهٗ (رواه احمد والترمذی وابو داود وابن ماجة والدرمی والبخاری فی تر جمة باب) وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَعْنِی الْبُخَارِیَّ يَقُوْلُ اَبُو الْمُطَوِّسُ الرَّاوِیُ لَا اَعْرِفُ لَهٗ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثَ ۔

اخرجه البخاری فی صحيحه ١٦٠/٤۔ تعليقاً باب اذا جامع فی رمضان من كتاب الصيام۔ وابوداؤد فی السنن ٧٨٨/٢ حديث رقم ٢٣٩٦۔ والترمذی فی السنن ١٠١/٣ حديث رقم ٧٢٣۔ وابن ماجه ٥٢٥/١ حديث رقم ١٦٧٢۔ والدارمی ١٨/٢ حديث رقم ١٧١٤۔ واحمد فی المسند ٣٨٦/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص رمضان کے ایک دن بھی بغیر رخصت کے اور بغیر مرض کے قصداً افطار کرے۔ تمام عمر کا روزہ رکھنا بھی اس کا بدل نہیں بن سکتا۔ اگرچہ تمام عمر روزے رکھے۔ اس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابوداؤد اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے اور بخاریؒ نے نقل کیا ہے اور امام بخاریؒ نے اس حدیث کو بخاری کے ترجمۃ الباب میں نقل کیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے کہا کہ میں نے محمد کو بخاری کو سنا انہوں نے کہا کہ میں ابوالمطوس راوی کو اس حدیث کے علاوہ نہیں جانتا۔

تشریح ❁ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ بغیر رخصت کے اگر کسی نے روزہ افطار کیا تو ساری عمر کے روزے بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتے۔ رخصت شرعی کے حالت سفر وغیرہ میں جو شر[illegible] میں اجازت دی ہے اس کے علاوہ اس حالت میں جبکہ روزہ رکھنا ضروری ہے جان بوجھ کر روزہ نہ رکھے چنانچہ اس کا بیان تفصیل سے ہو چکا ہے۔ وان صامہ کا لفظ پہلے جملے کی تاکید ہے اور یہ حدیث بطریق مبالغہ اور تشدد کے فرمائی ہے اور مراد یہ ہے کہ فرض روزے کا ثواب اس قدر ہے کہ وہ نفلی روزے سے

پورا نہیں ہوتا اگرچہ تمام عمر روزے رکھے ورنہ اگر ایک روزہ نہیں رکھا تو اس کے بدلے ایک روزہ رکھے فرض ادا ہو جائے گا اور اگر رکھ کر توڑ ڈالا ہو تو دو مہینے کے روزے رکھے اور ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر رمضان کا روزہ نہ رکھے اور پھر اس کے بدلے تمام عمر روزے رکھے تو وہ کفایت نہیں کرتے۔ چنانچہ حضرت علیؓ اور ابن مسعود کا یہی مذہب ہے کہ ایک دن کے بدلے ایک دن کا روزہ کفایت کرتا ہے یعنی فرض ادا ہو جاتا ہے اگرچہ اس نے نہایت بڑے اور گرمی کے دنوں میں نہ رکھا ہو اور اس کے بدلے چھوٹے دنوں میں اور سردی میں رکھے اور ظاہر یہ ہے کہ نماز بھی روزے ہی کے حکم میں ہے اس لیے کہ دونوں میں فرق نہیں ہے بلکہ تمام علماء کے نزدیک نماز روزے سے افضل ہے واللہ اعلم۔

روزہ رکھ کر رزائل اخلاق سے بچنا ضروری ہے ورنہ نقصان ہوگا

۱۶/۱۹۰۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الظَّمَاُ وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ۔

(رواه الدارمي وذكر حديث لقيط بن صبرة في باب سنن الوضوء)

اخرجه ابن ماجه في السنن ۵۳۹/۱ حديث رقم ۱۶۹۰۔ والدارمي ۳۹۰/۲ حديث رقم ۲۷۲۰۔ واحمد في المسند ۳۷۳/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں کہ ان کو روزے سے سوائے پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ ان کو ان کے قیام سے سوائے بے خوابی (بے آرامی) کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ یہ دارمیؒ نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے جو شخص روزے رکھے اور خدا کے لیے خالص نیت کرے اور جھوٹ بولنے سے بچے۔ جھوٹی گواہی دینے اور بہتان لگانے اور غیبت کرنے اور دیگر ممنوعات سے پرہیز نہ کرے۔ تو اس کو روزے میں سوائے بھوکے رہنے اور پیاس کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔ اگرچہ فرض ذمے سے ساقط ہو جاتا ہے اور اس کو ثواب نہیں ملتا اور اس طرح جو رات کو بغیر حضوری کے یا دُنیا کے فائدے کے لیے قیام کرے تو اس کو کچھ ثواب نہیں ملتا جیسے اس شخص کی نماز جو غصب شدہ زمین یا غصب کیے ہوئے گھر میں نماز ادا کرے تو اس کو ثواب نہیں ملتا اگرچہ فرض ذمے سے ساقط ہو جاتا ہے اور اسی طرح جو بغیر عذر کے نماز پڑھے اس کے ذمے سے فرض ساقط ہو جائے گا اور قضا نہیں آئے گی لیکن اس کو ثواب حاصل نہیں ہوتا اور اسی طرح دوسری عبادتیں جیسے حج، زکوٰۃ وغیرہما اگر یہ خلوص سے نہ ہوں تو کچھ فائدہ نہیں ہے سوائے مال کے ضائع کرنے کے اور رنج بدن کے اور لقیط بن صبرہ کی روایت باب سنن الوضو میں مذکور ہو چکی ہے۔

الفصل الثالث:

روزہ نہ توڑنے والی چیزوں کا ذکر

۱۷/۱۹۰۴ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا يُفَطِّرْنَ الصَّائِمَ

الْحِجَامَةِ وَالْقَیْءُ وَالْاِحْتِلَامُ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حدیث غیر محفوظ وعبد الرحمن ابن زید الراوی یضعف فی الحدیث)

اخرجه الترمذی فی السنن ۹۷/۳ حدیث رقم ۷۱۹۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں روزہ دار کے روزے کو فاسد نہیں کرتیں: ① سینگی۔ ② قے (جو خود سے آئے)۔ ③ احتلام۔ یہ حدیث امام ترمذیؒ نے نقل کی ہے اور فرمایا یہ حدیث محفوظ نہیں ہے اور عبدالرحمٰن بن زید حدیث میں ضعیف راوی ہیں۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تین چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ جن کا ذکر اوپر والی حدیث میں ہو چکا ہے اس روایت کو دارقطنی اور بیہقی اور ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے اور ابوداؤد کی حدیث اشبہ ہے یعنی صحت کے زیادہ قریب ہے۔

روزہ دار کو پچھنے لگوانے کی اجازت ہے

۱۸/۱۹۰۵ وَعَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِیِّ قَالَ سُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ كُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِلَّا مِنْ اَجْلِ الضُّعْفِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۷٤/٤۔ حدیث رقم ۱۹٤۰۔

ترجمہ: حضرت ثابت بنانیؒ سے روایت ہے کہ انس ؓ بن مالکؓ سے پوچھا گیا کہ کیا تم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں روزہ دار کے لئے سینگی لگوانے کو مکروہ جانتے تھے؟ فرمایا کہ نہیں مگر ضعف کی وجہ سے۔ یہ روایت امام بخاریؒ نے نقل کی ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث میں جو بتایا گیا ہے یعنی سینگی کو کمزوری کے لاحق ہونے کے باعث ناپسند سمجھتے تھے۔ جس کی تفصیل پہلی روایت میں گزر چکی ہے اس جہت سے نہیں کہ یہ روزے کو توڑ دیتی ہے بلکہ افطار کے قریب کر دیتی ہے۔

حضرت ابن عمر ؓ کا اپنا عمل سینگی لگوانے کے بارے میں

۱۹/۱۹۰۶ وَعَنِ الْبُخَارِیِّ تَعْلِیْقًا قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ یَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ تَرَكَهٗ فَكَانَ یَحْتَجِمُ بِاللَّیْلِ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۷۳/٤۔ تعلیقاً باب ۳۲ من کتاب الصوم۔

ترجمہ: امام بخاریؒ سے بطور تعلیق کے روایت ہے کہ ابن عمر ؓ سینگی کھنچواتے اس حال میں کہ وہ روزے سے ہوتے تھے پھر انہوں نے سینگی کھنچوانا چھوڑ دی اور رات کو کھنچوایا کرتے تھے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر ؓ نے بحالت صوم سینگی کھنچوانا یا احتیاط کے باعث چھوڑ دیا تھا۔ کمزوری کے خوف سے سینگی کھنچوانے سے پرہیز کرنے لگے تھے۔ بعض احادیث امام بخاریؒ نے بغیر سند کے روایت کی ہیں اس کو تعلیق کہتے ہیں اور مصنف کو چاہیے تھا کہ افلا عن ابن عمر کہتا پھر کہتا: **رواه البخاری تعلیقًا**

مصطگی کے چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

۲۰/۱۹۰۷ وَعَنْ عَطَاءٍ قَالَ اِنْ مَضْمَضَ ثُمَّ اَفْرَغَ مَا فِیْ فِیْهِ مِنَ الْمَاءِ لَا یَضُرُّهٗ اَنْ یَزْدَرِدَ رِیْقَهٗ وَمَا بَقِیَ فِیْ فِیْهِ وَلَا یَمْضَغُ الْعِلْكَ فَاِنْ اَزْدَرِدَ رِیْقَ الْعِلْكِ لَا اَقُوْلُ اِنَّهٗ یُفْطِرُ وَلٰكِنْ یُنْهٰی عَنْهُ۔ (رواه البخاری فی ترجمة باب)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۵۹/۴ تعلیقاً باب ۲۸ من کتاب الصوم۔

ترجمہ: حضرت عطاءؒ سے روایت ہے کہ اگر روزے دار کلی کرے اور پانی منہ سے نکال دے تو اس کو اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا کہ وہ تھوک یا وہ چیز جو منہ کے اندر باقی ہے نگل جائے اور وہ مصطگی نہ چبائے اگر وہ مصطگی کا تھوک نگل گیا تو میں یہ نہیں کہتا کہ اس نے روزہ افطار کیا ہے بلکہ اس سے منع کیا جاتا ہے۔ یہ روایت بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں نقل کی ہے۔

تشریح ❁ **مابقی** کے لفظ میں ما موصولہ ہے اور اس کا عطف لفظ ریقہ پر ہے یعنی کلی کرنے کے بعد تھوک اور جو کچھ پانی کی طراوت باقی ہے اس کا نگلنا ضرر نہیں کرتا۔ اس لیے کہ پانی سے احتراز غیر ممکن ہے اور مصطگی بعض آدمی دانتوں کی تقویت کے لیے منہ میں رکھتے ہیں اور روزے کی حالت میں اس کے چبانے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا اس کے چباتے ہوئے تھوک جو منہ میں جمع ہو جائے اس کے نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اس لیے کہ وہ منہ میں سمٹ جاتی ہے۔ اس سے کچھ جدا نہیں ہوتی کہ وہ حلق میں اتر جائے اور روزہ توڑ ڈالے۔ لیکن یہ احتیاطاً منع ہے اس میں نہی تنزیہی ہے اس لیے ہمارے علماء نے کہا کہ کسی بھی چیز کا چبانا مکروہ ہے مصطگی ہو یا کچھ اور ہو۔ مہر بچے کو ٹکڑا وغیرہ چبا کر دینا جائز ہے بوجہ ضرورت اور یہ مصطگی وغیرہ کے چبانے کی کراہت صرف اس صورت میں ہے کہ اس کو یقین ہو کہ حلق میں نہیں اتری۔ اگر یہ یقین ہو جائے کہ اس میں کچھ حلق میں اتر گیا ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اگر کوئی درزی رنگے ہوئے ڈورے کو منہ سے صاف کرے اور اس کا تھوک ڈورے کے رنگ کی طرح ہو جائے اور پھر نگل جائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے ورنہ فاسد نہیں ہوتا۔ انتہیٰ۔

بَابُ صَوْمِ الْمُسَافِرِ

مسافر کے روزے کے بیان میں

فائدہ: مسافر کو روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں اور افضل کیا ہے؟

الفصل الاول:

سفر میں افطار کی اجازت ہے

۱/۱۹۰۸ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَسْلَمِیّ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصُوْمُ فِی السَّفَرِ وَكَانَ كَثِیْرَ الصِّیَامِ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَاِنْ شِئْتَ فَاَفْطِرْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۷۹/٤ ـ حدیث رقم ۱۹٤۳ ـ ومسلم فی صحیحه ۷۸۹/۲ حدیث رقم (۳ـ۱ـ ۱۱۲۱)ـ وابوداوٗد فی السنن ۷۹۳/۲ حدیث رقم ۲٤۰۲ ـ والترمذی ۹۱/۳ حدیث رقم ۷۱۱ـ والنسائی ۲۰۷/٤ حدیث رقم ۲۳۸٤ـ وابن ماجه ۵۳۱/۱ حدیث رقم ۱٦٦۲ـ والدارمی ۱۵/۲ حدیث رقم ۱۷۰۷ـ ومالك ۲۹۵/۱ حدیث رقم ۲٤ من کتاب الصیام۔ واحمد فی المسند ٤٦/٦ـ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حمزہ بن عمرو اسلمیؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا میں سفر میں روزہ رکھوں اور حمزہؓ بہت زیادہ روزے رکھنے والے تھے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر چاہے تو روزہ رکھ اور اگر چاہے تو افطار کر۔ یہ امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ ایک صحابیؓ نے سفر میں روزے کے بارے میں سوال کیا کہ اس کا کیا حکم ہے گناہ ہے یا ثواب اور اکثر علماء کا اتفاق ہے کہ افطار کرنا اور روزہ رکھنا دونوں جائز ہیں۔ سفر خواہ راحت کا ہو یا تکلیف کا لیکن اگر اس کو کچھ تکلیف نہیں ہے تو روزہ رکھنا بہتر ہے اگر اس کو مشقت اور ایذا ہوتی ہے تو افطار روزے سے بہتر ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر اطاعت اور سفر معصیت افطار کرنے میں دونوں برابر ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک سفر معصیت میں رمضان کا روزہ افطار کرنا جائز نہیں ہے۔

روزے دار اور مفطر کا آپس میں عمدہ رویہ اور ایک دوسرے کے عیب نہ نکالنا

۲/۱۹۰۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِسِتَّ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَمِنَّا مَنْ صَامَ وَمِنَّا مَنْ اَفْطَرَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَی الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَی الصَّائِمِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۸٦/٤ ـ حدیث رقم ۱۹٤۷ـ ومسلم فی صحیحه ۷۸٦/۲ حدیث رقم (۹۳ـ ۱۱۱٦)ـ وابوداوٗد فی السنن ۷۹۵/۲ حدیث رقم ۲٤۰۵ ـ والترمذی ۹۲/۳ حدیث رقم ۰۷۱۲

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ہم سولھویں رمضان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کو چلے۔ ہم میں سے بعض آدمیوں نے روزہ رکھا (یعنی طاقتوروں نے) اور بعضوں نے ہم میں سے افطار کیا (یعنی ضعیفوں نے یا امیروں کے خادموں نے) پس روزے دار نے افطار کرنے والے پر عیب نہیں کیا اس لیے کہ اس نے رخصت پر عمل کیا اور نہ افطار کرنے والے نے روزے دار پر۔ اس لیے کہ اس نے عزیمت پر عمل کیا ہے یہ مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ مسافر کو اختیار ہے کہ وہ روزہ رکھے اور چاہے نہ رکھے افطار کرنے والے نے رخصت پر عمل کیا ہے اور روزے دار نے عزیمت پر عمل کیا ہے۔

سفر میں افطار کرنے کی اجازت ہے

۳/۱۹۱۰ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَرَاٰی زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ

عَلَيْهِ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا صَائِمٌ فَقَالَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحة ۱۸۳/٤ حدیث رقم ۱۹۳٦ و مسلم فی صحیحة ۷۸٦/۲ حدیث رقم ۹۲-۱۱۵۔ وابوداؤد فی السنن ۷۹٦/۲ حدیث رقم ۲٤۰۷۔ والنسائی ۱۷۷/٤ حدیث رقم ۲۲٦۲۔ وابن ماجه ۵۳۲/۱ حدیث رقم ۱٦٦٤۔ والدارمی فی السنن ۱٦/۲ حدیث رقم ۱۷۰۹۔ واحمد فی المسند ۲۹۹/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجمع دیکھا اور ایک شخص کو دیکھا کہ اس پر سایہ کیا گیا تھا یعنی دھوپ کے بچاؤ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' اس کو کیا ہے؟ لوگوں نے کہا روزے دار ہے یعنی کمزوری کی وجہ سے گر پڑا ہے۔ پس فرمایا سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں روزے کی حالت میں جب ایسی کیفیت ہو جائے تو سفر میں روزہ رکھنا درست نہیں ہے بلکہ افطار ہی افضل ہے۔

سفر میں افطار کرنے والوں کی حوصلہ افزائی

۴/۱۹۱۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَنَزَلْنَا مَنْزِلاً فِيْ يَوْمٍ حَارٍ فَسَقَطَ الصَّوَّامُوْنَ وَقَامَ الْمُفْطِرُوْنَ فَضَرَبُوا الْاَبْنِيَةَ وَسَقَوُا الرِّكَابَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْيَوْمَ بِالْاَجْرِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۸٤/٦ حدیث رقم ۲۸۹۰۔ ومسلم فی صحیحه ۷۸۸/۲ حدیث رقم (۱۱۱۹/۱۰۰)۔ والنسائی فی السنن ۱۸۲/٤ حدیث رقم ۲۲۸۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے ہم میں سے بعض روزے دار تھے اور بعض ہم میں سے افطار کرنے والے۔ پس ہم گرمی کے دن میں ایک منزل میں اترے۔ پس روزے دار گر پڑے یعنی ضعف کی وجہ سے کاروبار کے لائق نہ رہے اور افطار کرنے والے کھڑے رہے یعنی خدمت میں مشغول ہوئے خیمے کھڑے کیے اور اونٹوں کو پانی پلایا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: افطار کرنے والے آج کے دن ثواب لے گئے۔ اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سفر میں افطار کرنے والے پورا ثواب لے گئے اس لیے کہ افطار ان کے حق میں ایسے وقت میں بہتر تھا اور لفظ الصوم میں اس طرف اشارہ ہے کہ افطار کرنے کی فضیلت روزے داروں کی خدمت گزاری کی وجہ سے تھی نہ کہ مطلقاً اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ اللہ کے نیک و صالح بندوں کی خدمت نوافل سے افضل ہے۔

حالت سفر میں روزہ توڑنے کی گنجائش ہے

۵/۱۹۱۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ اِلٰى يَدِهٖ لِيَرَاهُ النَّاسُ فَاَفْطَرَ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ وَذٰلِكَ فِيْ رَمَضَانَ فَكَانَ ابْنُ

عَبَّاسٍ يَقُوْلُ قَدْ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ۔ (متفق عليه وفى رواية لمسلم عن جابر) اِنَّهٗ شَرِبَ بَعْدَ الْعَصْرِ۔

اخرجه البخارى فى صحيحه ١٨٦/٤۔ حديث رقم ١٩٤٨۔ ومسلم فى صحيحه ٧٨٥/٢ حديث رقم (٨٨۔ ١١١٣)۔ والنسائى ١٨٤/٤ حديث رقم ٢٢٩٠۔ واحمد فى المسند ٢٩١/١۔ اخرجه مسلم فى صحيحه ٧٨١/٢ حديث رقم (٩١۔ ١١١٤)۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینے سے مکے کی طرف چلے۔ یعنی جس سال فتح مکہ ہوا۔ پس آپ ﷺ نے روزہ رکھا یہاں تک کہ عسفان تک پہنچ گئے جو ایک جگہ کا نام ہے مکہ سے دو منزل کے فاصلے پر ہے آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور اس کو اپنے ہاتھ میں لیا یعنی ہاتھ میں لے کر اس کو بہت اونچا کیا تا کہ لوگ دیکھیں پھر افطار کیا۔ یہاں تک کہ مکہ میں آئے اور یہ رمضان کا سفر تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ تحقیق نبی کریم ﷺ نے روزہ بھی رکھا اور افطار بھی کیا۔ پس جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔ یہ بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے اور ایک مسلم شریف کی روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ نے عصر کے پیچھے پانی پیا۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اونچا کر کے لوگوں کو دکھایا تا کہ لوگ جان لیں کہ افطار کرنا جائز ہے یا حضور اکرم ﷺ کی اتباع کریں۔

الفصل الثانی:

مسافر روزہ چھوڑ سکتا ہے

۶/۱۹۱۳ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكِ الْكَعْبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمَ عَنِ الْمُسَافِرِ وَعَنِ الْمُرْضِعِ وَالْحُبْلٰى۔ (رواه ابوداود والترمذى والنسائى وابن ماجة)

اخرجه ابوداوٗد فى السنن ٩٤/٣ حديث رقم ٢٤٠٨۔ والترمذى فى السنن ٩٤/٣ حديث رقم ٧١٥ والنسائى ١٨٠/٤ حديث رقم ٢٢٧٥۔ وابن ماجه ٥٣٣/١ حديث رقم ١٦٦٧ واحمد فى المسند ٢٩/٥۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کعبی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مسافر کے لیے آدھی نماز موقوف کر دی ہے اور اس طرح دودھ پلانے والی مسافر عورت اور حاملہ عورت کے لیے روزہ معاف کر دیا ہے۔ یہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ سرے ہی سے مسافر پر آدھی نماز فرض کر دی گئی ہے کہ چار رکعت کی دو رکعت پڑھے اور دو رکعت کی قضا نہیں ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلے چار تھیں پھر دو ہو گئیں اور حالت سفر میں روزہ رکھنا واجب نہیں ہے لیکن جب مقیم ہو تو اس پر قضا واجب ہے دودھ پلانے والی اور حاملہ کو بھی روزہ معاف ہے اگر بچے وغیرہ کو نقصان کا اندیشہ ہو لیکن عذر ختم ہونے کے بعد قضا لازم ہے اور ہمارے نزدیک فدیہ نہیں ہے اور امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک ان پر فدیہ واجب ہے۔

اگر سفر آرام دہ ہو تو روزہ رکھنا بہتر ہے

۷/۱۹۱۴ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبَّقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ حَمُوْلَةٌ تَأْوِىْ اِلٰى شِبْعٍ فَلْيَصُمْ رَمَضَانَ حَيْثُ اَدْرَكَهٗ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابوداؤد في السنن ۷۹۸/۲ حديث رقم ۲۴۱۰۔ واحمد في المسند ۷/۵۔

ترجمہ: حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس اچھی سواری ہو اور وہ اس کو بخیر وعافیت آسانی کے ساتھ منزل تک پہنچا دے یعنی اچھی حالت میں سفر کرتا ہو۔ پس چاہیے کہ وہ رمضان کا روزہ رکھے جہاں اس کو رمضان آ جائے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اگر سفر آرام وسہولت والا ہے اور سواری اچھی ہے تو روزہ رکھ لینا چاہیے۔ یہ حکم استحباب اور فضیلت کے لیے ہے۔ ورنہ سب علماء کے نزدیک افطار کرنا جائز ہے سفر میں اگرچہ مشقت نہ ہو اور یہ حدیث ضعیف ہے۔

الفصل الثالث:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخصت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ناراض ہونا

۸/۱۹۱۵ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ اِلٰى مَكَّةَ فِىْ رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيْمِ فَصَامَ النَّاسُ ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ فَرَفَعَهٗ حَتّٰى نَظَرَ النَّاسُ اِلَيْهِ ثُمَّ شَرِبَ فَقِيْلَ لَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ اِنَّ بَعْضَ النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ اُولٰٓئِكَ الْعُصَاةُ اُولٰٓئِكَ الْعُصَاةُ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۷۸۵/۲ حديث رقم (۹۰۔ ۱۱۴)۔ والترمذي في السنن ۸۹/۳ حديث رقم ۷۱۰۔ والنسائي ۱۷۷/۴ حديث رقم ۲۲۶۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان میں مکہ کی طرف چلے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کراع الغمیم تک پہنچے اور روزہ رکھا اور لوگوں نے بھی روزہ رکھا' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا پیالہ منگوایا اور اس کو یہاں تک اٹھایا کہ لوگوں نے اس کی طرف دیکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا کہ بعض آدمیوں نے روزہ رکھا ہے یعنی روزے ہی سے رہے' افطار نہ کیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ پکے گنہگار ہیں' یہ پکے گنہگار ہیں۔ اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ کراع الغمیم ایک جگہ کا نام ہے جو مکے اور مدینے کے درمیان عسفان کے قریب واقع ہے اور اُولٰٓئِكَ الْعُصَاةُ کا لفظ ناراضگی کا اظہار کرنے کے لئے مکرر فرمایا ہے۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل اس لیے کیا تھا تاکہ لوگ دیکھ کر ان کی پیروی کریں اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول کرنے کے لیے پس جنہوں نے روزہ رکھا' انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی مخالفت کی اور اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول نہیں کیا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خفا ہو کر ارشاد فرمایا کہ یہ

لوگ جنہوں نے سفر کی حالت میں روزہ افطار نہیں کیا' پکے گنہگار ہیں۔

سفر میں روزہ رکھنے کو آپ ﷺ نے ناپسند کیا

۹/۱۹۱۶ وَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمُ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ كَالْمُفْطِرِ فِي الْحَضَرِ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه النسائی فی السنن ۱۸۳/٤ حدیث رقم ۲۲۸٥۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰنؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سفر میں رمضان کا روزہ رکھنے والا حضر میں افطار کرنے والے کی طرح ہے۔اس کو ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا بڑا گناہ ہے جیسا کہ گھر میں افطار کرنا لیکن یہ حدیث اکثر حضرات کے نزدیک منسوخ ہے یا اس حالت پر محمول ہے کہ آدمی کو روزے سے سفر میں تکلیف ہوتی ہو اور ہلاکت کا خوف۔

سفر میں رخصت پر عمل کرنا بہتر ہے

۱۰/۱۹۱۷ وَعَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيِّ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَجِدُبِيْ قُوَّةً عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ قَالَ هِيَ رُخْصَةٌ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَمَنْ اَخَذَبِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَصُوْمَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ۔

اخرجه مسلم فی صحیحه ۷۹۰/۲ حدیث رقم (۱۰۷۔ ۱۱۲۱)۔ والنسائی فی السنن ۱۸٦/٤ حدیث رقم ۲۳۰۳۔

ترجمہ: حضرت حمزہ بن عمرو اسلمیؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول میں سفر میں روزہ رکھنے کے طاقت رکھتا ہوں کیا روزہ رکھنے کی وجہ سے مجھ پر کوئی گناہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا افطار کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے۔پس جس شخص نے یہ رخصت لے لی پس اس نے اچھا کیا پس جو شخص روزہ رکھنا چاہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا کہ روزہ افطار کرنا سفر میں اولیٰ ہے اور بہتر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی رخصت پر عمل کرے۔

بَابُ الْقَضَاءِ

یہ باب قضاء روزوں کے بیان میں ہے

فائدہ: اس باب میں قضاء روزوں کے احکامات اور آداب بیان کئے گئے ہیں اور ظاہر ہے اس سے مراد رمضان کے روزوں کی قضاء ہے اور جو شخص رمضان کا روزہ توڑ ڈالے اس کے تین حکم ہیں اگر بھول کر افطار کرے نہ قضاء ہے نہ کفارہ' اگر قصداً ہو بغیر عذر کے تو کفارہ آئے گا' اگر سفر اور مرض کے عذر کی وجہ سے ہوگا تو اس میں قضاء ہے۔

الفصل الاوّل:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا معمول قضاء روزوں کے بارے میں

۱/۱۹۱۸ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا اسْتَطِيْعُ اَنْ اَقْضِيَ اِلَّا فِيْ شَعْبَانَ قَالَ يَحْيَ بْنُ سَعِيْدٍ تَعْنِي الشُّغْلَ مِنَ النَّبِيِّ اَوْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (متفق علیه.)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۸۹/٤۔ حدیث رقم ۱۹۵۰۔ ومسلم فی صحیحه ۸۰۲/۲ حدیث رقم (۱۵۱۔ ۱۱٤٦)۔ والترمذی فی السنن ۱۵۲/۳ حدیث رقم ۷۸۳۔ واحمد فی المسند ۱۷۹/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ پر رمضان کے روزے فرض ہوئے تھے میں ان کی قضاء کرنے کی طاقت نہیں رکھتی تھی مگر شعبان میں۔ یحییٰ کے بیٹے نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے رمضان کے قضاء روزے نہیں رکھ سکتی تھی یا یہ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذمے جو رمضان کے قضاء روزے ہوئے تھے حیض کی وجہ سے تو آپ کو ان کے رکھنے کی فرصت نہ ملتی تھی شعبان کے علاوہ اس لیے کہ وہ دوسرے ایام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں مستعد رہتی تھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدمت وصحبت کے لیے بلاتے تو حاضر ہو جاتیں اور شعبان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر روزے سے ہوتے تھے۔ پس شعبان میں فرصت ملتی تو روزے قضا کر لیتی تھیں۔

نفلی روزہ خاوند کی اجازت سے رکھنا چاہیے

۲/۱۹۱۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وَلَا تَأْذَنَ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ (رواه مسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۹۵/۹۔ حدیث رقم ۵۱۹۵۔ ومسلم فی صحیحه ۷۱۱/۲ حدیث رقم (۸٤/۱۰۲٦)۔ وابوداؤد فی السنن ۸۲٦/۲ حدیث رقم ۲٤۵۸۔ والترمذی ۱۵۱/۳ حدیث رقم ۷۸۲۔ وابن ماجه ۵٦۰/۱ حدیث رقم ۱۷٦۱۔ والدارمی ۲۱/۲ حدیث رقم ۱۷۲۰ واحمد فی المسند ٤٤٤/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کو خاوند کی موجودگی میں بدوں اس کی اجازت کے نفلی روزہ رکھنا درست نہیں۔ اور خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو اپنے گھر آنے کی اجازت نہ دے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ جس عورت کا خاوند موجود ہو۔ اس کو نفلی روزہ رکھنا درست نہیں ہے۔ مگر خاوند کی اجازت کے ساتھ۔ اجازت خواہ صراحۃً ہو یا دلالۃً اس لیے کہ خاوند کو صحبت کرنے میں تکلیف ہوگی اور حدیث سے مطلقاً روزہ رکھنا منع معلوم ہوتا ہے پس یہ امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح ہے انہوں نے عرفہ اور عاشوراء کے روزوں کا استثناء کیا ہے اور

عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر آنے کی اجازت دے اور اذن سے حکم مراد ہے اس کی رضامندی کا علم۔ یعنی زبانی اجازت نہیں دی۔ مگر جانتی ہے کہ خاوند اس کے کرنے سے راضی ہوگا تو یہ اجازت دلالۃً ہوگی۔

عورت کے ذمے روزے کی قضاء ہے نہ کہ نماز کی

۳/۱۹۲۰ وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ اَنَّهَا قَالَتْ لِعَائِشَةَ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِی الصَّوْمَ وَ لَا تَقْضِی الصَّلٰوۃَ قَالَتْ عَائِشَۃُ كَانَ يُصِيبُنَا ذٰلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوۃِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱/۲۶۵ حدیث رقم (۶۹ ـ ۳۳۵)۔

ترجمہ: حضرت معاذہ عدویہؓ سے روایت ہے کہ اس نے حضرت عائشہ ؓ سے کہا کہ حائضہ عورت کا کیا حال ہے کہ روزہ قضا کرتی ہے اور نماز قضا نہیں کرتی۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ہم حیض سے ہوتی ہیں تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم ہوتا تھا اور نماز کی قضاء کا حکم نہیں کیا جاتا تھا۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو حکم صادر فرمایا ہے اس کی علت پوچھنے کی حاجت نہیں ہے جو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کرنا چاہیے تھا اگرچہ یہ بھی ممکن تھا کہ حضرت عائشہ ؓ کہتیں کہ نماز کی قضا میں حرج بہت زیادہ ہے اس لیے اس کی قضا نہیں ہے اور روزے کم ہیں اس لیے اس کی قضا ممکن ہے کیونکہ وہ سال میں ایک بار ہی آتے ہیں اور ان کی قضا میں اتنا حرج نہیں ہے۔ اس لیے ان کی قضا مقرر ہوئی۔ پس علت ہوسکتی تھی۔ لیکن حضرت عائشہ ؓ نے جواب مذکورہ کے ذریعہ قیل وقال کی راہ بند کر دی۔

ورثاء کی طرف سے قضا روزوں کا فدیہ

۴/۱۹۲۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴/۱۹۲ ـ حدیث رقم ۱۹۵۲ ـ ومسلم فی صحیحه ۲/۸۰۳ حدیث رقم (۱۵۳ ـ ۱۱۴۷)۔
وابوداؤد فی السنن ۲/۷۹۱ حدیث رقم ۲۴۰۰ ـ وابن ماجه ۱/۶۸۹ حدیث رقم ۲۱۳۳ ـ واحمد فی المسند ۶/۶۹۔

ترجمہ: حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص مر جائے اور اس پر روزہ ہو تو اس کی طرف سے اس کا وارث روزہ رکھے۔ یہ بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جو شخص مر جائے اور اس پر روزے واجب ہوں علماء نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے پس جمہور علماء کا مسلک جن میں امام مالکؒ، ابوحنیفہ ؒ اور شافعیؒ ہیں کہ کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے روزہ نہ رکھے اور اس حدیث کی تاویل یہ کی ہے کہ وارث ہر روزے کے بدلے ایک فقیر کو فدیہ دے اور فدیہ کا بیان آگے آئے گا۔ تو یہ بمنزلہ روزہ رکھنے کے ہو جائے گا۔ چنانچہ آنے والی حدیث سے یہ توجیہ معلوم ہوتی ہے اور میت کی طرف سے روزہ رکھنے کو اس لیے منع کرتے ہیں کہ ایک حدیث میں صراحتاً منع کر دیا ہے چنانچہ باب کے اخیر میں وہ حدیث موجود ہے اور امام احمد وغیرہ نے

حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے کہ اس کا وارث اس کی طرف سے روزہ رکھے۔ ہمارے نزدیک مسئلہ یہ ہے اگر میت وصیت کرے تو وارث پر فدیہ نکالنا لازمی ہوگا۔ جب کہ وہ تہائی مال سے نکلے۔ اگر تہائی سے زیادہ ہو تو وہ وارث پر واجب نہیں اگر زیادہ نکالے گا تو میت پر احسان کرنے والا ہوگا اور اس کے جائز ہونے کا حکم لگایا جائے گا اور یہ سب کچھ اس وقت ہے کہ جب قضا ممکن تھی تو قضا نہیں کی اور جس شخص سے رمضان کے کچھ روزے قضا کے ممکن ہونے سے پہلے فوت ہو جائیں تو اس کا تدارک لازمی نہیں ہے اور نہ ہی گناہ ہے اس پر تمام علماء کا اجماع ہے مگر طاؤس اور قتادہ نے تدارک کو فدیہ دے کر یا روزہ رکھ کر واجب کیا ہے اگرچہ قضا کے ممکن ہونے سے پہلے مرجائے امام شافعیؒ کے نزدیک وہ وصیت کرے یا فدیہ کل مال سے دیا جائے گا۔

الفصل الثانی:

روزے کے فدیہ کا بیان

۵/۱۹۲۲ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَلْيُطْعَمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنٌ۔ (رواہ الترمذی وقال والصحیح انه موقوف علی ابن عمر)

اخرجه الترمذی فی السنن ۹۶/۳ حدیث رقم ۷۱۸۔ وابن ماجه ۵۵۸/۱ حدیث رقم ۱۷۵۷۔

ترجمہ: حضرت نافعؒ سے روایت ہے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مر جائے اور اس پر رمضان کے مہینے کے روزے ہوں تو چاہیے کہ اس کی طرف سے ہر دن کے بدلے ایک فقیر کو کھانا کھلایا جائے۔ یہ روایت امام ترمذی نے نقل کی ہے اور کہا کہ یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔ یعنی یہ قول حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں میت کے روزے کی قضا کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وارث ہر دن کے بدلے پونے دو سیر گندم دے یا ساڑھے تین سیر جو دے یا ان کی قیمت دے اور اسی طرح ہر نماز کے بدلے دیا جائے اور حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے اور غالب یہ ہے کہ یہ حدیث پہلی حدیث کے لیے ناسخ ہے یا اوپر والی حدیث کی اس حدیث کے ساتھ تاویل کی گئی ہے اور یہ موقوف ہے لیکن حکم میں مرفوع کے ہے اس لیے اس جیسی بات اپنی عقل سے نہیں کہی جاسکتی۔

الفصل الثالث:

کسی کی طرف سے نماز اور روزہ پڑھنے کی اجازت نہیں ہے

۶/۱۹۲۳ عَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَسْئَلُ هَلْ يَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ اَوْ يُصَلِّيْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ فَقَالَ لَا يَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا يُصَلِّيْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ۔ (رواہ فی الموطأ)

اخرجه مالك فی الموطأ ۳۰۳/۱ حدیث رقم ۴۳ من کتاب الصیام۔

ترجمہ: حضرت مالکؒ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا جاتا تھا کہ کیا کوئی کسی طرف سے روزہ رکھے یا کوئی کسی

کی طرف سے نماز پڑھے؟ پس ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ نہ رکھے اور نہ نماز پڑھے۔ یہ روایت مؤطا نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ حدیث مذکورہ میں جو بیان کیا گیا ہے۔ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہی ہے کہ نماز اور روزہ کسی کی طرف سے رکھنا کہ وہ بری الذمہ ہو جائے درست نہیں ہے لیکن احناف کے نزدیک جائز ہے کہ آدمی اپنے عمل کا ثواب دوسرے شخص کو بخش سکتا ہے خواہ نماز ہو یا اور کچھ۔ یہ امام احمدؒ کا بھی مذہب ہے۔

بَابُ صِيَامِ التَّطَوُّعِ

یہ باب نفلی روزے کے بیان میں ہے

الفصل الاول:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ شعبان کے اکثر روزے رکھنے کی تھی

۱۹۲۴/۱ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ وَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَاَيْتُهٗ فِيْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِيْ شَعْبَانَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهٗ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۱۳/٤ حدیث رقم ۱۹۶۹۔ ومسلم فی صحیحه ۸۱۰/۲ حدیث رقم (۱۷۵۔ ۱۱۵٦) واخرجه ابوداؤد فی السنن ۸۱۳/۲ حدیث رقم ۲٤۳٤۔ والترمذی ۱۱٤/۳ حدیث رقم ۷۳٦ وابن ماجه ٥٤٥/۱ حدیث رقم ۱۷۱۰۔ ومالك فی الموطأ ۳۰۹/۱۔ حدیث رقم ٥٦ من کتاب الصیام۔ واحمد فی المسند ۱۰۷/٦۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افطار نہیں کریں گے اور جب افطار کرتے تو ہم کہتے کہ آپ روزہ نہیں رکھیں گے اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تمام مہینے کے روزے پورے کیے ہوں سوائے رمضان کے مہینے کے اور میں نے شعبان کے مہینے کی بنسبت کسی مہینے کے روزے رکھتے نہیں دیکھا یعنی شعبان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے روزے رکھتے تھے کہ غیر شعبان میں اتنے نہیں رکھتے تھے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام شعبان میں روزہ رکھتے تھے۔ یعنی شعبان کے سوائے چند دونوں کے مکمل روزے رکھتے تھے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ حدیث کے ابتداء کے معنی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ نفل روزے میں یہ نہیں تھی کہ ہمیشہ روزے رکھیں۔ کبھی اتنے دن روزے رکھتے کہ لوگ گمان کر لیتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افطار ہی نہیں کریں گے اور کبھی اتنے روز افطار کرتے حتی کہ لوگ گمان کر لیتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھیں گے ہی نہیں اور جملہ آخر میں لفظ کان دوسرے سے جملہ اول کا بیان ہے کہ تمام۔

سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ اکثر شعبان میں روزہ رکھتے تھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ تمام شعبان میں ایک سال روزہ رکھتے اور اکثر شعبان میں دوسرے سال روزہ رکھتے تھے۔

شعبان کے روزوں کے بارے میں آپ ﷺ کا معمول

۲/۱۹۲۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرًا كُلَّهُ قَالَتْ مَا عَلِمْتُهُ صَامَ شَهْرًا كُلَّهُ اِلَّا رَمَضَانَ وَلَا اَفْطَرَهُ كُلَّهُ يَصُوْمُ مِنْهُ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ٢/٨١٠ حديث رقم (١٧٣۔ ١١٥٦)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ تمام مہینہ روزہ رکھتے تھے؟ فرمایا میں نہیں جانتی آپ ﷺ کو کہ آپ نے تمام مہینہ روزے رکھے ہوں۔ سوائے رمضان کے اور تمام مہینے افطار بھی نہیں کیے یہاں تک کہ اس میں سے کچھ روزے رکھتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان کے مہینے کے علاوہ کسی بھی ماہ کے پورے روزے نہیں رکھے۔

شعبان کے آخری دنوں کے بارے میں آپ ﷺ کی تاکید

۳/۱۹۲۶ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ سَاَلَهُ اَوْسَاَلَ رَجُلًا وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ فَقَالَ يَا اَبَا فُلَانٍ اَمَا صُمْتَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ قَالَ لَا قَالَ فَاِذَا اَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٤/٢٣٠۔ حديث رقم ١٩٨٣۔ ومسلم فی صحيحه ٢/٨٢٠ حديث رقم (١٩٩۔ ١١٦١)۔ والدارمي في السنن ٢/٣٠ حديث رقم ١٧٤٢۔ واحمد فی المسند ٤/٤٤٤۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے نقل کی کہ انہوں نے عمرانؓ سے یا کسی اور شخص سے پوچھا' عمرانؓ سن رہے تھے۔ پس فرمایا اے فلاں کے باپ! کیا تو نے شعبان کے آخر میں روزے نہیں رکھے؟ اس نے عرض کیا: نہیں! پس آپ نے فرمایا کہ جب رمضان ہو چکے اور افطار کر لے اس کے بدلے دو روزے رکھ لینا۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس پر دو روزے ہر مہینے کے آخر میں نذر کی وجہ سے واجب کیے تھے' تو جب وہ روزے فوت ہوگئے شعبان کے آخر میں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب رمضان ہو چکے اور افطار کر لے تو اس کے بدلے دو روزے رکھ لے اور بعض نے کہا۔ اس کو ہر مہینے کے آخر میں دو روزے رکھنے کی عادت تھی اور ایک دفعہ شعبان کے آخر میں دو روزے رکھنے کا اتفاق نہ ہوا۔ تو آپ ﷺ نے استحباباً حکم فرمایا کہ مہینہ پورا ہونے کے بعد دو روزے رکھ لینا۔

بہترین روزہ اور بہترین نماز

۴/۱۹۲۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلٰوةُ اللَّيْلِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۸۲۱/۲ حدیث رقم (۲۰۲۔ ۱۱۶۳)۔ وابوداؤد فی السنن ۸۱۱/۲ حدیث رقم ۲۴۲۹۔ والترمذی ۱۱۷/۳ حدیث رقم ۷۴۰۔ وابن ماجه ۵۵۴/۱ حدیث رقم ۱۷۴۲۔ والدارمی ۳۵/۲ حدیث رقم ۱۷۵۷۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہترین روزے رمضان کے روزوں کے بعد اللہ کے مہینے محرم کے روزے ہیں اور بہترین نماز فرض نماز کے بعد رات کی نماز ہے۔ یہ امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ بعض حفاظ نے کہا ہے کہ اکثر حدیثیں رجب کے روزوں کے بارے میں موضوع ہیں اور فرض نماز کے بعد کا مطلب یہ ہے کہ فرضوں اور اس کی مؤکدہ سنتوں کے بعد یا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ رات کی نماز مؤکدہ سنتوں سے اس اعتبار سے افضل ہے کہ اس میں مشقت زیادہ ہے اور اس میں ریاکاری بھی نہیں ہے اور مؤکدہ سنتیں رات کی نماز سے بہت زیادہ تاکید ہونے کی وجہ سے عاشوراء اور فرضوں کے تابع ہونے کی وجہ سے افضل ہیں اور فرضوں میں وتر بھی داخل ہیں۔

یوم عاشوراء کے روزے کی اہمیت

۵/۱۹۲۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرّٰى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهٗ عَلٰى غَيْرِهٖ اِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَهٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِىْ شَهْرَ رَمَضَانَ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۴۵/۴۔ حدیث رقم ۲۰۰۶۔ ومسلم فی صحیحه ۷۹۷/۲ حدیث رقم(۱۳۱۔ ۱۱۳۲)۔ واحمد فی المسند ۲۲۲/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ کسی دن کے روزے کا اس لئے قصد کریں کہ اس کو دوسرے دنوں پر فضیلت دیتے ہوں مگر اس دن یعنی یوم عاشوراء کو اور اس مہینہ یعنی ماہ رمضان کو (دیگر ایام پر فضیلت دیتے تھے)۔ اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی روزے کو اس کے غیر پر فضیلت نہیں دیتے تھے سوائے ۱۰ محرم الحرام کے روزے کو اور رمضان کے روزوں کو ان سب سے افضل گردانتے تھے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ مذہب ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں سے اور اعمال سے ایسا سمجھ لیا ورنہ عرفہ کے دن کا روزہ عاشوراء کے دن کے روزے سے افضل ہے۔

عاشوراء کے روزے میں یہود ونصاریٰ کی مخالفت

۶/۱۹۲۹ وَعَنْهُ قَالَ حِيْنَ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ قَالُوْا يَا

رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ يَوْمٌ يُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ بَقِيْتُ اِلٰى قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٧٩٨/٢ حديث رقم ١٣٣/١١٣٤۔ وابو داوٗد في السنن ٨١٨/٢ حديث رقم ٢٤٤٥۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم صادر فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اس دن کی تو یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں اور ہمیں تو ان کی مخالفت پسند ہے تو ہم ان کی تعظیم کرنے میں ان کی کیوں موافقت کریں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو ۹ محرم الحرام کو بھی ضرور روزہ رکھوں گا۔ یہ مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ تیسری فصل کی پہلی حدیث میں گزر چکا ہے کہ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کا روزہ اس کے واجب ہونے کی بناء پر رکھنے کے لیے صحابہ کو حکم کیا۔ بطور استحباب کے حکم فرمایا پھر جب ہجرت کا دسواں سال شروع ہوا۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ جو کچھ مذکور ہوا اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھوں گا یا فقط نویں کا فرمایا یا ساتھ دسویں کا بھی فی الجملۃ۔ اس وجہ سے یہود و نصاریٰ کی مخالفت ہو جائے گی اور پہلی مراد ظاہر ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ سال تک زندہ نہ رہے بلکہ بارہ ربیع الاول کو وفات پائی تو نویں کا روزہ بھی سنت ہو گیا اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی نیت کی تھی روزہ رکھنے کی نوبت نہیں آئی اور ابن ہمامؒ نے کہا ہے کہ عاشوراء کا روزہ مستحب ہے اور ایک دن پہلے روزہ رکھنا مستحب ہے اس کے ایک دن بعد اگر محض دسویں تاریخ کو رکھے تو یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مکروہ ہے۔

حج کرنے والے کے لیے عرفہ کا روزہ مسنون نہیں ہے

۷/۱۹۳۰ وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْ صِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ بِقَدَحٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهٖ بِعَرَفَةَ فَشَرِبَهٗ۔ (متفق عليه)

اخرجه مسلم في صحيحه ٧٩١/٢ حديث رقم (١١٠۔ ١١٢٣)۔ والبخاري في صحيحه ٤/ حديث رقم ١٩٨٨۔ وابو داوٗد في السنن ٨١٧/٢ حديث رقم ٢٤٤١۔ والنسائي ١٨٤/٤ حديث رقم ٢٢٨٩۔

ترجمہ: امّ فضلؓ کی بیٹی سے روایت ہے کہ کتنوں شخصوں نے عرفہ کے روزے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے میں (عرفہ کے دن) جھگڑا کیا۔ بعض حضرات نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ روزے سے نہیں ہیں پس میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ کا پیالہ بھیجا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ عرفہ میں اپنے اونٹ پر کھڑے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دودھ کو پی لیا۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ عرفہ کا روزہ حج کرنے والوں کے لیے مسنون نہیں ہے اور حاجیوں کے علاوہ کے لیے سنت ہے۔ ام الفضل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی تھیں۔

عشرہ ذی الحجہ کے روزوں کا مسئلہ

۸/۱۹۳۱ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا فِي الْعَشْرِ قَطُّ. (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۸۳۳/۲ حديث رقم (۹/۱۱۷۶)۔ وابوداوٗد فی السنن ۸۱۷/۲ حديث رقم ۲۴۳۹۔ والترمذی ۱۲۹/۳ حديث رقم ۷۵۶۔ وابن ماجه ۵۵۱/۱ حديث رقم ۱۷۲۹۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عشرہ میں روزہ رکھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ اس کو مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں جو عشرہ کا ذکر آیا ہے اس سے مراد ذی الحجہ کے پہلے دس دن ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ سوائے دسویں تاریخ کے ہر روز ان دس دنوں میں روزہ رکھنے کا ثواب ایک سال کے روزے رکھنے کے برابر ہے اور ہر شب میں قیام کرنے کا ثواب شب قدر میں عبادت کے ثواب کے برابر ہے۔ پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد اس حدیث سے یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے علم کی نفی کی ہے کہ میں نے نہیں دیکھا۔ ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نہ دیکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ نہ رکھا ہو اور یا یہ احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان دنوں کے روزہ رکھنے کا ثواب ذکر فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ رکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ (مرقات)

نفلی روزوں کے احکام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

۹/۱۹۳۲ وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَيْفَ تَصُوْمُ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهِ فَلَمَّا رَاٰى عُمَرُ غَضَبَهُ قَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهِ فَجَعَلَ عُمَرُ يُرَدِّدُ هٰذَا الْكَلَامَ حَتّٰى سَكَنَ غَضَبُهُ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ مَنْ يَصُوْمُ الدَّهْرَ كُلَّهُ قَالَ لَا صَامَ وَلَا اَفْطَرَ اَوْ قَالَ لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ وَيُطِيْقُ ذٰلِكَ اَحَدٌ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ ذٰلِكَ صَوْمُ دَاوٗدَ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمَيْنِ قَالَ وَدِدْتُ اَنِّيْ طُوِّقْتُ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ فَهٰذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهُ وَ السَّنَةَ الَّتِيْ بَعْدَهُ وَصِيَامُ عَاشُوْرَاءَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهُ. (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۸۱۸/۲ حديث رقم (۱۹۶۔ ۱۱۶۲)۔ وابوداوٗد فی السنن ۸۰۷/۲ حديث رقم ۲۴۲۵۔

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح روزہ رکھتے ہیں؟ پس اس شخص کی بات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غصے ہوئے تو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے کو دیکھا

تو فرمایا ہم اللہ کے رب ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں اور ہم اللہ کے رسول ﷺ کے غضب سے پناہ مانگتے ہیں اور پھر حضرت عمر ﷺ بار بار اس جملہ کو کہتے تھے یہاں تک حضور ﷺ کا غصہ ختم ہو گیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا اے اللہ کے رسول! اس شخص کا کیا حال ہے جو ہمیشہ روزہ رکھے؟ فرمایا نہ ہی اس نے روزہ رکھا اور نہ ہی افطار کیا۔ پس راوی کو شک ہوا ہے کہ کونسے لفظ ارشاد فرمائے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول! اس شخص کا کیا حال ہے جو دو دن روزہ رکھے اور دو دن افطار کرے؟ فرمایا کوئی طاقت رکھتا ہے اس کی؟ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول! اس شخص کا کیا حال ہے جو ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن افطار کرے فرمایا یہ روزہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اس شخص کا کیا حال ہے جو ایک دن روزہ رکھے اور دو دن افطار کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ مجھے یہ طاقت دی جائے کہ میں ایسا کروں۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر مہینے میں تین روزے اور رمضان تا رمضان رکھو۔ یہ ہمیشہ کے روزے ہیں یعنی ان کا ثواب ایسا ہوتا ہے ان کو ہمیشہ روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے۔ اور عرفہ کے دن کا روزہ غیر حاجی کے لیے کہ میں امید رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو جھاڑ دے گا۔ ایک سال کے پہلے جو اس سے ہیں اور ایک سال کے جو اس سے بعد ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اس میں گناہ کرنے سے محفوظ رکھے گا۔ اگر گناہ ہو جائیں تو بخش دے جائیں گے اور عاشوراء کے دن روزہ رکھنا ایک سال کے گناہوں کو جھاڑ دیتا ہے جو اس سے پہلے ہو چکے ہیں۔ اس کو مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ ﷺ کے غصے کے بارے میں معلوم ہوا۔ یعنی غصے سے مراد آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر ناراضگی کے آثار معلوم ہوئے اس کا سبب یہ تھا کہ وہ اپنے بارے میں سوال کرتا یعنی اپنی حالت کے بارے میں پوچھتا کہ میں کیسے روزہ رکھوں تاکہ حضور اکرم ﷺ میری حالت کے موافق جواب ارشاد فرمائیں نہ یہ کہ حضور ﷺ کی حالت کے بارے میں پوچھتا۔ کیونکہ آپ ﷺ کے احوال وافعال قلت وکثرت کے اعتبار سے اسرار ومصالح پر مبنی تھے۔ ہر کسی کے افعال تو ایسے نہیں ہو سکتے اور حضور ﷺ بہت زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے اس لیے کہ آپ ﷺ زیادہ تر مسلمانوں کے مصالح اور بیبیوں کے حقوق کی لحاظ داری میں مشغول رہتے تھے۔ ایسی صورت میں یہ ناممکن تھا کہ آپ ﷺ نفلی روزے کثرت سے رکھے اور جو ہمیشہ روزہ رکھے وہ شخص جو سوال کرتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ادب وعاجزی کا لحاظ کرتے ہوئے پوچھا۔ امام شافعی فرماتے ہیں یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو ممنوع روزے بھی رکھے یعنی تمام سال روزے رکھے حتی کہ عیدین اور ایام تشریق میں بھی نہ چھوڑے اور جو ان ایام ممنوعہ میں روزہ نہ رکھے اس کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ یعنی ہر روز روزہ رکھنا اچھا ہے یا برا؟ سوال کرنے والا آپ ﷺ سے حقیقت میں یہی پوچھنا چاہتا تھا لیکن اس نے آپ ﷺ سے سوال کرنے کے لئے غلط انداز اپنایا۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے نہایت ادب وعاجزی وانکساری کے دائرے میں رہتے ہوئے دریافت فرمایا کہ جو شخص ہر روز نفلی روزہ رکھے شریعت کی نگاہ میں وہ شخص کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: "لا صام و لا افطر" علماء کرام آپ ﷺ کے اس جواب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ جملہ یا تو ایسے شخص کے لئے تنبیہ ہے یا بددعا ہے یا پھر یہ جملہ ایسے شخص کے حال کی خبر ہے کہ شریعت کی نگاہ میں نہ تو وہ صائم ہے اور نہ ہی روزہ افطار کرنے والا کیونکہ اس نے شریعت کے حکم کے مطابق روزہ نہیں رکھا اور وہ روزہ افطار کرنے والا اس لئے نہیں ہے کیونکہ اس نے سارا دن کھانے پینے کی

تمام اشیا ترک کی رکھیں۔اس کو باقی روزے رکھنے کا کچھ مضائقہ نہیں ہے۔اس لیے کہ ابوطلحہؓ اور حمزہ ابن عمرو اسلمیؓ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے سوائے منع کیا گئے ایام میں اور نہیں انکار کیا ان پر نبی کریم ﷺ نے یا علت نہیں کی ہے کہ اس طرح کے روزے ضعیف کر دیتے ہیں پس آدمی جہاد سے عاجز ہوتے اور ادائے حقوق سے پس جو کرو رنہ کرہ اس میں سے کوئی مضائقہ نہیں ہے اور ابن ہمامؒ نے کہا ہے ہمیش کے روزے مکروہ ہیں یعنی مکروہ تنزیہی۔اس لیے کہ کمزور کر دیتے ہیں اور فتاویٰ عالمگیری اور در مختار میں بھی لکھا ہے کہ صوم دہر مکروہ ہے کیا کوئی اس کی طاقت رکھتا ہے یعنی اگر کوئی اس کی طاقت رکھتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اس کو۔پس یہ افضل ہے اور یہ روزہ داؤد علیہ السلام کا ہے یعنی یہ نہایت معتدل ہے اور اس میں رعایت عبادت و عادت کی ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ علم میں اس طرح کوشش کرے کہ نہ منع کرے تجھ کو عمل سے اور عمل میں کوشش کر اس طرح کہ نہ منع کرے تجھ کو علم سے **خیر الامور او سطها و شرها تفریطها و افراطها**۔اسی لیے وارد ہوا ہے: **افضل الصیام صیام داوٗد علی نبینا و علیه السلام**۔

یعنی میں پسند کرتا ہوں کہ مجھے ایک دن روزہ رکھنے کی طاقت دی جائے اور دو دن افطار کروں اور اس سلسلے میں مجھ کو مسلمانوں کے حقوق و مصالح مانع نہ بنیں۔اس عبارت میں اشارہ ہے اس پر کہ میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔مگر یہ کہ حق تعالیٰ مجھ کو قوت دے اس کی حاصل یہ کہ پسند کیا آنحضرت ﷺ کو بھی لیکن طاقت نہ ہونے کی وجہ سے عمل میں نہیں لائے اور تین روزے ہر مہینے میں یعنی ایام بیض تیرہویں' چودھویں اور پندرہویں کے اور بعضوں نے کہا کوئی سے تین روزے رکھے مہینے میں یہی ثواب پائے گا اور یہی درست ہے بمطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے جو آگے آرہی ہے۔

سوموار کے دن کی اہمیت

۱۰/۱۹۳۳ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ فِيْهِ وُلِدْتُّ وَفِيْهِ اُنْزِلَ عَلَیَّ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۸۲۰/۲ حديث رقم (۱۹۸۔ ۱۱۶۲)۔ واحمد فی المسند ۲۹۹/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پیر کے دن کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس دن میں پیدا کیا گیا ہوں اور اسی دن مجھ پر کتاب اُترنی شروع ہوئی۔اس کو مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا اس روز کے روزے کے استحباب کی وجہ سے پوچھی گئی۔بہرکیف اس کا سبب یہ ہے کہ اس دن اہل دنیا کو بہت بڑی نعمت ملی کہ حضور ﷺ پیدا ہوئے اور اس دن میں دین اترا ان دونوں کا شکریہ ادا کرنے کے لیے روزہ رکھتے ہیں۔

مہینے کے تین روزوں کا ذکر

۱۱/۱۹۳۴ وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ قَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ لَهَا مِنْ اَیِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ كَانَ يَصُوْمُ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ يُبَالِیْ مِنْ اَیِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ

يَصُوْمُ. (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۱۸/۲ حدیث رقم (۱۹٤۔ ۱۱٦۰)۔ وابوداوٗد فی السنن ۸۲۳/۲ حدیث رقم ۲٤۵۳۔ والترمذی فی السنن ۱۳۵/۳ حدیث رقم ۷٦۳۔ وابن ماجه ۵٤۵/۱ حدیث رقم ۱۷۰۹۔

ترجمہ: حضرت معادہ عدویہؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ ؓ سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھتے تھے؟ فرماتی ہیں کہ ہاں رکھتے تھے' پھر میں نے حضرت عائشہ ؓ سے پوچھا کہ مہینے کے کون سے دنوں میں روزے رکھتے تھے؟ فرمایا کہ مہینے کے کسی بھی دن کی پرواہ نہ کرتے تھے یعنی جس دن چاہتے رکھتے تھے کسی دن کی تعین نہیں تھی۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھنا کافی ہے جب چاہے رکھے تیرہویں' چودھویں' پندرھویں تاریخ کی کوئی قید نہیں۔ لیکن اکثر احادیث اور آثار میں یہ تاریخیں مذکور ہیں۔ پس ان تاریخوں میں روزہ رکھنا افضل ہے' جو آگے منقول ہونگی۔

شوال کے روزوں کی فضیلت

۱۲/۱۹۳۵ وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّہٗ حَدَّثَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۸۲۲/۲ حدیث رقم (۲۰٤۔ ۱۱٦٤)۔ وابوداوٗد فی السنن ۸۱۲/۲ حدیث رقم ۲٤۳۳۔ والترمذی ۱۳۲/۳ حدیث رقم ۷۵۹۔ وابن ماجه ۵٤۷/۱ حدیث رقم ۱۷۱٦ والدارمی ۳٤/۲ حدیث رقم ۱۷۵٤۔

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ ابوایوب نے راوی عمرو بن ثابتؒ سے یہ حدیث بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو رمضان کے روزے رکھے۔ پھر اس کے بعد شوال کے چھ دن روزے رکھے وہ ہمیشہ روزہ رکھنے والے کی طرح ہوگا۔ یہ امام مسلمؒ نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ امام شافعیؒ کے نزدیک ان روزوں کا متصل رکھنا بہتر ہے یعنی شوال کی دوسری تاریخ سے ساتویں تاریخ تک رکھ لے اور امام اعظمؒ کے نزدیک متفرق رکھنا افضل ہے کہ سارے مہینے میں جب چاہے رکھ لے۔

عید کے دنوں میں روزہ رکھنا منع ہے

۱۳/۱۹۳٦ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِالْخُدْرِیِّ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ۔

(متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحة ۳۲۹/٤ حدیث رقم ۱۹۹۱ و مسلم فی صحیحة ۸۰۰/۲ حدیث رقم (۱٤۱۔ ۸۲۷)۔ وابوداوٗد فی السنن ۸۰۳/۲ حدیث رقم ۲٤۱۷۔ والترمذی ۱٤۲/۳ حدیث رقم ۷۷۲۔ وابن ماجه ۵٤۹/۱ حدیث رقم ۱۷۲۱۔ والدارمی ۳٤/۲ حدیث رقم ۱۷۵۳۔ واحمد فی المسند ۷۱/۳۔ فی المخطوطة ((اعتراض))۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فطر (یعنی عید الفطر) کے دن اور نحر (یعنی دس ذی

الحجہ) کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ یہ بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث میں نحر کا ذکر کیا گیا ہے اور نحر سے مراد جنس ہے یعنی ایام نحر کے تمام دن ہیں اور اس میں تغلیب ہے اس لیے کہ ایام تشریق میں بھی روزہ رکھنا حرام ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ نحر کے دن یعنی قربانی کرنے کے دن تین ہیں اور ایام تشریق کے دن بھی تین ہیں مگر ان سب کا مجموعہ چار دن بنتا ہے اس طور پر کہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ یوم النحر ہے اس دن کے بعد گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ ایام نحر بھی ہیں اور ایام تشریق بھی ہیں۔ ان دونوں کے بعد تیرہویں فقط یوم تشریق ہے۔ الحاصل یہ کہ پانچ روزے حرام ہیں دو روز عیدین (یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کے اور تین دن عید الاضحیٰ کے بعد یعنی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں کے۔

۱۴/۱۹۳۷ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى۔

(متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ٧٠/٣ حديث رقم ١١٩٧۔ ومسلم في صحيحه ٧٩٩/٢ حديث رقم (١٤٠۔ ٨٢٧)۔ وابوداوٗد في السنن ٨٠٢/٢ حديث رقم ١١٩٧۔ والترمذي ١٤١/٣ حديث رقم ٧٧١ وابن ماجه ٥٤٩/١ حديث رقم ١٧٢٢۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: روزہ رکھنا دو دنوں میں یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن جائز نہیں۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو دنوں میں روزہ نہیں ہے یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن کیونکہ یہ خوشی و مسرت اور انعام پانے کے ایام ہوتے ہیں۔

ایام تشریق میں روزے رکھنا منع ہیں

۱۵/۱۹۳۸ وَعَنْ نُبَيْشَةَ الْهُذَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامُ التَّشْرِيْقِ اَيَّامُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ وَذِكْرِ اللّٰهِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٨٠٠/٢ حديث رقم (١٤٤۔ ١١٤١)۔ وابوداوٗد في السنن ٨٠٤/٢ حديث رقم ٢٤١٩۔ والترمذي ١٤٣/٣ حديث رقم ٧٧٣۔ وابن ماجه ٥٤٨/١ حديث رقم ١٧٢٠۔

ترجمہ: حضرت نبیشہ ہذلیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ کے یاد کرنے کے دن ہیں۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ایام تشریق تین ہیں ذی الحجہ کی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخ۔ یہاں ایام تشریق کا ذکر بطور تغلیب کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ نحر کا دن کھانے پینے کا ہے بلکہ وہ اصل دن ہے باقی اس کے تابع ہیں پس ان چار دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے اور ابن ہمامؒ نے کہا کہ نوروز اور مہرجان کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے کیونکہ ان دنوں روزہ رکھنے سے ان دنوں کی تعظیم لازم آئے گی جو دین میں ممنوع ہے اور اتفاق سے ان دنوں میں معمول آجائے تو روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہے اور یہ اللہ کے یاد کرنے کے ایام ہیں یعنی باوجود کھانے پینے کے خدا سے غافل نہ ہو۔ اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے: ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ

فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ ''اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کو گنتی کے دنوں میں۔'' اور اللہ کو یاد کرنے سے مراد ہے عید کی نماز کی تکبیرات کے بعد اور ذبح کے وقت اور رمی جمار اور ان کے علاوہ۔

تنہا دن کا روزہ نہ رکھے بلکہ ایک دن اور ساتھ ملا لے

۱۶/۱۹۳۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَصُوْمُ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا اَنْ يَصُوْمَ قَبْلَهُ اَوْ يَصُوْمَ بَعْدَهُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۳۲/۴ حدیث رقم ۱۹۸۵۔ ومسلم فی صحیحه ۸۰۱/۲ حدیث رقم (۱۴۷۔ ۱۱۴۴) وابوداوٗد فی السنن ۸۰۵/۲ حدیث رقم ۲۴۲۰۔ والترمذی ۱۱۹/۳ حدیث رقم ۷۴۳۔ وابن ماجه ۵۴۹/۱ حدیث رقم ۱۷۲۳۔ واحمد فی المسند ۴۵۸/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے مگر اس طرح کہ وہ روزہ اس سے ایک دن پہلے رکھے یا اس سے ایک دن بعد رکھے۔ یہ بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ تنہا دن کا روزہ نہ رکھے بلکہ اس کے ساتھ ایک اور دن ملا لے۔ اگر دونوں دن رکھے تو بہتر ہے اور یہ نہی تنزیہی ہے اور ابن ہمامؒ نے کہا ہے کہ اکیلے جمعہ کا روزہ رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمدؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔

کسی دن کو عبادت کے لیے خاص کرنا منع ہے

۱۷/۱۹۴۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَخْتَصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِیْ وَلَا تَخْتَصُّوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ فِیْ صَوْمٍ يَصُوْمُهُ اَحَدُكُمْ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۸۰۱/۲ حدیث رقم (۱۴۸۔ ۱۱۴۴)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام راتوں میں جمعہ کی رات کو اللہ کی عبادت کے لئے خاص نہ کرو۔ اسی طور پر تمام دنوں میں جمعہ کے دن کو روزہ رکھنے کے لئے خاص نہ کرو مگر یہ کہ تم میں سے کسی ایک کے روزے کے درمیان جس کو رکھنے کا پہلے سے معمول تھا اس دن جمعہ کا دن آ جائے (تو پھر ایسی صورت میں) جمعہ کے دن روزہ رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ یہود ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے ہیں اور اس کو عبادت کے لیے مخصوص رکھتے تھے اور نصاریٰ اتوار کی تعظیم کرتے ہیں اور اس کو عبادت کے لیے مخصوص رکھتے تھے۔ پس اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ تم اس طرح جمعہ اور جمعہ کی شب کو عبادت کے لیے مخصوص نہ کرو۔ تا کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت نہ ہو جائے۔ جتنی اسلام نے ان کے تعظیم و تکریم کرنے کی اجازت دی اتنی ہی کرو۔ اگر چہ مشابہت ہو جائے یعنی اپنی طرف سے تعظیم و تکریم نہ کریں یا اس وجہ سے منع کیا ہے کہ ہمہ وقت تو مخصوص طاعات و عبادت میں مشغول رہے اور ہمیشہ رحمت الٰہی کا امیدوار رہے۔

ایک وقت کو مخصوص کر لینا اور دوسرے وقت میں چھوڑ دینا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ واللہ اعلم اور مکروہ جمعہ کے دن مثلاً جمعہ کے دن روزہ رکھتا تھا تو اسی دن جمعہ آ گیا۔ مثلاً روزہ مانا تھا کہ فلانی تاریخ کو روزہ رکھوں گا اور وہ تاریخ جمعہ کے دن آ گئی تو اس وجہ سے جمعہ کے دن کا روزہ منع نہیں ہے اور علامہ نوویؒ نے کہا ہے اس حدیث میں شب جمعہ کو نماز (تہجد) کے لئے خاص کرنے کی صراحتاً ممانعت وارد ہوئی ہے۔ نیز علماء کرام نے اس حدیث کو بطور دلیل اختیار کرتے ہوئے صلوٰۃ الرغائب کو بدعت و مکروہ قرار دیا ہے۔ صلوٰۃ الرغاب اس نماز کو کہتے ہیں جو خاص طور پر رجب کے مہینے کے پہلے جمعہ کی رات میں ادا کی جاتی ہے۔ علماء کرام نے اس نماز کی حقیقت و حیثیت کو واضح کرنے کے لئے متعدد کتابیں لکھی ہیں۔

صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے میں شارحینؒ نے جو توجیہات لکھی ہیں ان کے نزدیک یہ مکروہ نہیں ہے فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ صرف جمعہ کا روزہ جائز ہے بلکہ درمختار میں اس کو مستحب کہا گیا ہے پس ان کے نزدیک شاید عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث جو آگے آ رہی ہے منع والی حدیثوں کے لیے ناسخ ہے جس سے جمعہ کے دن روزہ رکھنا ممنوع معلوم ہوتا ہے۔

اللہ کے راستے میں روزہ رکھنے کی فضیلت

۱۸/۱۹۴۱ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ اِلْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٧/٦۔ حدیث رقم ٢٨٤٠۔ ومسلم فی صحیحه ٨٠٨/٢ حدیث رقم (١٦٨۔ ١١٥٣)۔ والترمذی فی السنن ١٤٣/٤ حدیث رقم ١٦٢٣۔ والنسائی فی السنن ١٧٢/٤ حدیث رقم ٢٢٤٤۔ وابن ماجه ٥٤٧/١ حدیث رقم ١٧١٧۔ والدارمی ٢٦٧/٢ حدیث رقم ٢٣٩٩۔ واحمد فی المسند ٥٩/٣۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ایک دن راہِ الٰہی میں روزہ رکھے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ذات سے ستر برس کی مسافت کے مقدار آگ کو دور کر دے گا۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے

تشریح ✿ خدا کے راستے سے مراد جہاد ہے خالصۃً جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کیا جاتا ہے اور خالصۃً کا مطلب یہ ہے کہ ریاکاری و دکھلاوا کو ظاہر کرنا مقصود نہ ہو بلکہ اللہ کی رضا مطلوب ہو۔

عبادت کرنے میں راہ اعتدال اختیار کرو

۱۹/۱۹۴۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا عَبْدَاللّٰهِ اَلَمْ اُخْبِرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّیْلَ فَقُلْتُ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَیْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِعَیْنِكَ عَلَیْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَیْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَیْكَ حَقًّا لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ صَوْمُ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ صُمْ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ وَاقْرَاْءِ الْقُرْاٰنَ فِیْ كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ اَفْضَلَ الصَّوْمِ صَوْمَ دَاوٗدَ وَصِیَامُ یَوْمٍ وَاِفْطَارُ یَوْمٍ وَاقْرَا

فِیْ کُلِّ سَبْعِ لَیَالٍ مَرَّۃً وَلَا تَزِدْ عَلٰی ذٰلِكَ ۔ (متفق علی)

اخرجه البخاري في صحيحه ٢١٧/٤۔ حديث رقم ١٩٧٥۔ ومسلم في صحيحه ٨١٢/٢ حديث رقم (١٨٢۔ ١١٥٩) وابوداوٗد في السنن ٨٠٩/٢ حديث رقم ٢٤٢٧۔ والنسائي ٢٠٩/٤ حديث رقم ٢٣٨٩۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت ہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عبداللہ! کیا مجھے خبر نہیں دی گئی یعنی مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ تو (روزانہ) دن کو روزے رکھتا ہے اور ساری رات اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے؟ میں نے جواباً عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! جی ہاں ایسا ہی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا روزے بھی رکھو اور افطار بھی کرو اور قیام بھی کرو اور سو بھی جاؤ اس لیے کہ تیرے بدن کا تجھ پر حق ہے یعنی اپنے آپ کو بہت زیادہ مشقت میں نہ ڈالو تاکہ بیمار و ہلاک نہ ہو جاؤ اور تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے یعنی کبھی سو بھی جایا کرو۔ تاکہ آنکھیں آرام حاصل کریں اور تحقیق تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے یعنی اس کے ساتھ سو جاؤ اور صحبت و مخالطت کرو اور تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے یعنی اس سے کلام کرو اور اس کی خاطرداری کرو اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا (وہ ایسا ہے جیسا کہ) اس نے روزہ نہیں رکھا (البتہ) ہر ماہ میں تین دنوں کے روزے ہمیشہ روزہ رکھنے کے مساوی ہیں۔ پس ہر ماہ کے تین دن (خواہ ایام بیض کے یا اس کے علاوہ کے) روزے رکھا کرو اور اسی طرح ہر ماہ (مکمل) قرآن پڑھا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں تو اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر بہترین روزہ صوم داؤدی رکھ لیا کرو (اس کا طریقہ یہ ہے) ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ نہ رکھو یعنی کھاؤ پیو اور سات راتوں میں مکمل قرآن ختم کرو اور اس سے زیادہ نہ کرو۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ عبادت کرنے میں حد اعتدال سے کام لو۔ عبادت میں زیادہ جہد و مشقت سے ضعف ہو جائے گا اور بدن کمزور پڑ جائے گا اور بعض ضروری عبادتوں میں خلل آ جائے گا اور ہر مہینے میں تین روزے رکھے گا ثواب ہمیشہ روزہ رکھنے کا لکھا جاتا ہے کیونکہ ہر نیکی پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں پس تین روزوں کے تیس لکھے گئے گویا سارے مہینے روزے ہی میں رہا۔

الفصل الثالث:

حضرت عائشہ ؓ کے بقول آپ ﷺ کا پیر اور جمعرات کو روزہ رکھنے کا معمول

۲۰/۱۹۴۳ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسَ .

(رواه الترمذي والنسائي)

اخرجه الترمذي في السنن ١٢١/٣ حديث رقم ٧٤٥۔ حديث رقم ٢٣٦١۔ وابن ماجه ٥٥٣/١ حديث رقم ١٧٣٩۔ واحمد في المسند ١٠٦/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے۔ اس کو امام ترمذیؒ اور نسائیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔

اللہ ربّ العزت کے دربار میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں

۲۱/۱۹۴۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرْفَعُ الْاَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسَ فَاُحِبُّ اَنْ يُّرْفَعَ عَمَلِیْ وَاَنَا صَائِمٌ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۲۲/۳ حدیث رقم ۷٤۷۔ والدارمی ۳۳/۲ حدیث رقم ۱۷۵۱ واحمد فی المسند ۲۰۰/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ رب العزت کے دربار میں سوموار اور جمعرات کے دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ پس مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرے اعمال بھی پیش کیے جائیں، اس حال میں کہ میں روزے سے ہوں۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ رب العزت کے دربار میں پیر اور جمعرات کے دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور ایک روایت میں آتا ہے کہ یہ صبح وشام ملائکہ لے کر جاتے ہیں اور ان دونوں دنوں میں پیش ہوتے ہیں پس دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہ رہا اور رات کے عمل بلند کئے جاتے ہیں دن کے عمل سے پہلے اور دن کے عمل رات کے عمل سے پہلے بلند کئے جاتے ہیں یا یہ کہ مفصل تو ہر روز پیش کیے جاتے ہیں اور مجمل ان دودنوں میں پیش ہوتے ہیں۔

ایام بیض کے روزے

۲۲/۱۹۴۵ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَصُمْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ۔ (رواہ الترمذی والنسائی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۳٤/۳ حدیث رقم ۷٦۱۔ والنسائی ۲۲۳/٤ حدیث رقم ۲٤۲۲۔ واحمد فی المسند ۱۵۰/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابوذر! جب تو مہینے میں تین دن روزہ رکھنا چاہے تو تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں کو روزہ رکھ (ان ایام کو ایام بیض کہتے ہیں)۔ اس کو امام ترمذیؒ اور نسائیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں ایام بیض کے روزوں کے بارنے میں بیان کیا گیا ہے ہر مہینے میں تین دن کے روزوں کے بارے میں کئی طرح بیان کیا گیا ہے کہ ہر مہینے میں تین دن روزے رکھا کرو۔ تیرہویں اور چودھویں اور پندرہویں کو لیکن افضل اس میں یہ ہے کہ ان مذکورہ تین دنوں میں روزہ رکھے۔ ان ایام کو ایام بیض کہتے ہیں۔

آپ ﷺ کا معمول مہینہ کے تین روزے رکھنے کا تھا

۲۳/۱۹۴۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ۔ (رواہ الترمذی والنسائی ورواہ ابوداود الی ثلثۃ ایّام)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲۸۲/۲ حدیث رقم ۲۴۵۰۔ والترمذی فی السنن ۱۱۸/۳ حدیث رقم ۷۴۲۔ والنسائی ۲۰۴/٤ حدیث رقم ۲۳۶۸۔ واحمد فی المسند ۴۰۶/۱۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی مہینے کے پہلے تین دن روزہ رکھتے تھے اور بہت کم جمعہ کے دن افطار کیا کرتے تھے۔اس کو امام ترمذیؒ اور نسائیؒ نے نقل کیا ہے اور ابوداوٗدؒ نے ثلثۃ ایام تک روایت کی ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک سے تعارض معلوم ہوتا ہے کہ پہلی روایات میں گزر چکا ہے کہ صرف جمعہ کے دن روزہ نہ رکھتے اور اس حدیث پاک سے روزہ رکھنا ثابت ہوتا ہے۔پس اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھتے تھے اور یا جمعہ کے دن روزہ رکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا یا مسلسل روزے رکھنا اور یا اس سے روزہ لغو مراد تھا۔یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز تک کھانے پینے سے رُکے رہتے تھے۔۔مذکورہ تاویل ان حضرات کے مسلک کے پیش نظر ہے جو جمعہ کے دن نفلی روزہ رکھنے کو مکروہ کہتے ہیں۔احناف کے نزدیک جمعہ کے دن روزہ رکھنا جائز ہے' لہٰذا اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ وہ اسی حدیث سے اس روزے کا جائز ہونا ثابت کرتے تھے۔

ہفتہ کے دنوں میں روزہ رکھنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک

۲۴/۱۹۴۷ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ السَّبْتَ وَالْاَحَدَ وَالْاِثْنَيْنِ وَمِنَ الشَّهْرِ الْاٰخَرِ الثُّلَاثَاءَ وَالْاَرْبِعَاءَ وَالْخَمِيْسَ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۲۲/۳ حدیث رقم ۷٤٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے میں ہفتہ' اتوار اور پیر کو اور کسی مہینے میں منگل' بدھ اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ کے تمام دنوں میں روزے رکھتے تھے گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہفتے کے تمام دنوں میں عدل کیا کرتے تھے اور ہفتہ کے تمام دنوں میں روزے رکھتے تھے اس لیے کہ تمام دن اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب نہ سمجھا کہ بعض دنوں میں روزہ رکھیں اور بعض دنوں میں نہ رکھیں جمعہ کے روزے کا پہلی حدیث میں تذکرہ گزر چکا ہے اور باقی چھ دنوں میں روزہ رکھنے کا تذکرہ اس حدیث پاک میں گزرا ہے۔

ہفتے میں تین دن روزے رکھنے کا معمول اور اسکی ابتداء پیر یا منگل سے کرتے تھے

۲۵/۱۹۴۸ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنِيْ اَنْ اَصُوْمَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ اَوَّلُهَا الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسُ (رواہ ابوداود والنسائی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۸۲۲/۲ حدیث رقم ۲۴۵۲۔ والنسائی ۲۲۱/٤ حدیث رقم ۲۴۱۹۔

ترجمہ: حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم فرماتے تھے کہ میں ہر مہینے کے تین روزے رکھوں

پہلا دن پیر کا ہو یا جمعرات کا ہو۔

تشریح اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ مہینے کے تین دن کے روزوں کی ابتداء پیر یا جمعرات کے روزے سے کرتے تھے اور الخمیس کے لفظ میں واؤ بمعنی او کے ہے یعنی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین دن کے روزے رکھو کہ ان کا پہلا دن پیر کا ہو اور دو دن منگل اور بدھ کے یا پہلا دن جمعرات کا ہو اور دو دن جمعہ یا ہفتہ کے ہوں چنانچہ طبرانی کی روایت میں لفظ او ہی آیا ہے غرضیکہ روزے رکھنے والا اختیار رکھتا ہے کہ ابتداء پیر کے دن سے کرے یا جمعرات کے دن سے کرے یہ دونوں دن متبرک ہیں۔

ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر اجر

۲۶/۱۹۴۹ وَعَنْ مُسْلِمِ الْقُرَشِيِّ قَالَ سَأَلْتُ اَوْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ الدَّهْرِ فَقَالَ اِنَّ لِاَ هْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا صُمْ رَمَضَانَ وَالَّذِيْ يَلِيْهِ وَكُلَّ اَرْبِعَاءَ وَخَمِيْسَ فَاِذَا اَنْتَ قَدْ صُمْتَ الدَّهْرَ كُلَّهٗ۔ (رواه ابوداود والترمذی)

اخرجه ابوداوٗد ۸۱۲/۲ حدیث رقم ۲٤۳۲۔ والترمذی فی السنن ۱۲۳/۳ حدیث رقم ۷٤۸۔

ترجمہ: حضرت مسلم قرشیؓ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا یا نبی کریم ﷺ سے ہمیشہ کے روزے رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا۔ پس فرمایا کہ تیرے اہل والوں کا تجھ پر حق ہے رمضان کے روزے رکھو اور ان ایام کے جو ان کے قریب ہیں یعنی چھ عید کے روزے رکھو اور ہر بدھ اور جمعرات کو بھی روزہ رکھ لیا کرو۔ پس تو یہ روزے رکھے گا۔ تو ہمیشہ روزے رکھنے والا ہو گا۔ اس کو ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ان ایام مذکورہ کے روزے رکھ لیا کرو۔ تمہیں ہمیشہ ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ثواب ملے گا اور ارشاد فرمایا کہ تیرے اہل والوں کا تجھ پر حق ہے۔ یعنی ان کے حقوق کا خیال رکھنا بھی دین میں شامل ہے اور ہمیشہ روزہ رکھنا کمزوری کا باعث ہوتا ہے اور اس سے ان کے حقوق کی ادائیگی میں کمی آتی ہے اور اس طرح دوسری عبادتوں میں بھی خلل پڑتا ہے پس اس لیے یہ مکروہ ہے اور جس شخص کو کمزوری نہ ہو۔ اس کے لیے مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور اسی طرح ہمیشہ روزہ رکھنے کے بارے میں منقول احادیث میں اور بعض بزرگوں کے فعل میں، جو مسلسل روزے رکھتے مذکورہ بالا تشریح سے تطبیق ہو جاتی ہے اور شاید یہ حدیث پہلے گزری ہوگی اس حدیث سے کہ جس میں گزرا ہے کہ ہمیشہ ہر ماہ کے تین روزوں کی وجہ سے ہمیشہ کے روزوں کا ثواب ملتا ہے ایک فائدے میں ابن الہمام وغیرہ کے قول نقل کیے گئے ہیں ان سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ کے روزے رکھنا مطلقاً مکروہ ہیں اور درمختار میں لکھا ہے کہ ہمیشہ کے روزے مکروہ تنزیہی ہیں اور یہاں جو ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ اگر کمزوری کا خوف ہے تو مکروہ ہیں اور نہیں تو ان میں تطبیق یوں دی جائے گی کہ وہ روایتیں خوفِ ضعف پر محمول ہیں۔

یومِ عرفہ کو روزہ رکھنے کی ممانعت

۱۹۵۰/۲۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ۔

(رواہ ابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۸۱٦/۲ حدیث رقم ۲٤٤۰۔ وابن ماجه ۵۵۱/۱ حدیث رقم ۱۷۳۲۔ واحمد فی المسند ٤٤٦/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن عرفات میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ✿ اس حدیث مبارکہ میں میدانِ عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے' اس لیے کہ روزہ رکھنے سے وہاں کے افعال میں کمی واقع ہوگی اور یہ نہی تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔

اکیلے ہفتہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت

۱۹۵۱/۲۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ عَنْ اُخْتِهِ الصَّمَّاءَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَصُوْمُوْا يَوْمَ السَّبْتِ اِلَّا فِيْمَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ اَحَدُكُمْ اِلَّا لِحَاءَ عِنَبَةٍ اَوْ عُوْدَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضَغْهُ۔

(رواہ احمد و ابو داود و الترمذی و ابن ماجۃ و الدارمی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۸۰۵/۲ حدیث رقم ۲٤۲۱۔ والترمذی ۱۲۰/۳ حدیث رقم ۷٤٤ وابن ماجه ۵۵۰/۱ حدیث رقم ۱۷۲٦۔ والدارمی ۳۲/۲ حدیث رقم ۱۷٤۹ واحمد فی المسند ۱٦۸/٦۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے انہوں نے اپنی بہن سے نقل کی ہے کہ جس کا نام صماء تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم (اکیلے) ہفتے کے دن روزہ نہ رکھو۔ مگر اس صورت میں کہ تم پر فرض کیا جائے پس اگر تم میں سے کوئی انگور کے درخت کی چھال یا درخت کی لکڑی کے علاوہ کوئی چیز کھانے کی نہ پائے پس اس کو چاہیے کہ وہی چبالے۔ اس کو امام احمدؒ ابوداؤدؒ ترمذیؒ ابن ماجہ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ✿ اس دن روزہ رکھنا تم پر فرض کر دیا جائے" اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی روزہ ضروری ہو مثلاً رمضان المبارک کا فرض روزہ ہو یا کفارہ' نذر یا قضا کا روزہ ہو' اسی طرح سنت مؤکدہ کا روزہ ہو مثلاً عرفہ اور دس محرم کا روزہ یہ دونوں روزے بھی ضروری روزے سمجھے جاتے ہیں یا ان کے علاوہ اور کوئی مسنون و مستحب روزہ ہو۔ ان تمام میں سے کوئی روزہ اگر ہفتہ کے دن آجائے تو اس ہفتہ کے روز روزہ رکھنے کی ممانعت نہیں ہے۔

پس اس کو چاہیے کہ ہفتے کے دن کو افطار کرے اگر ہفتے کے دن کا روزہ رکھتا ہو اور اگر کچھ نہ پائے ماسوا انگور کے پوست کے طرح یا درخت کی لکڑی وغیرہ کے تو ان چیزوں کو چبا کر بھی روزہ توڑ ڈالے۔ کیونکہ اس دن کے روزہ رکھنے سے ہفتے کے دن کی تعظیم لازم آتی ہے اور اس کی تعظیم کرنے میں یہود کی مشابہت ہوتی ہے اگرچہ وہ اس دن اپنی عید کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے لیکن وہ تعظیم کرتے ہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ نہی تنزیہی ہے۔

اللہ کے راستے میں روزہ رکھنے کا اجر

۲۹/۱۹۵۲ وَعَنْ اَبِی اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۴۳/۴ حدیث رقم ۱۶۲۴۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ایک دن خدا کے راستے میں روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے اور (جہنم کی) آگ کے درمیان ایسی خندق بنادے گا جس کا درمیانی فاصلہ آسمان و زمین کے مابین فاصلے کے برابر ہوگا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ✿ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص خدا کے راستے میں ایک دن روزہ رکھے گا یا حج کے راستے میں یا عمرے کے راستے میں یا طلب علم کے راستے میں یا اللہ کی رضامندی طلب کرنے کے لیے ایک دن روزہ رکھے گا اور خندق سے مراد بڑی مضبوط رکاوٹ اور سخت پردہ ہے۔

سردیوں کے موسم میں روزہ رکھنا غنیمت ہے

۳۰/۱۹۵۳ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْغَنِيْمَةُ الْبَارِدَةُ الصَّوْمُ فِي الشِّتَاءِ (رواہ احمد والترمذی وقال هذا حدیث مرسل وذکر حدیث ابی هریرة) مَا مِنْ اَيَّامٍ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ فِيْ بَابِ الْاُضْحِيَّةِ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۶۲/۳ حدیث رقم ۷۹۷۔ واحمد فی المسند ۳۳۵/۴۔

ترجمہ: حضرت عامر بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ٹھنڈی غنیمت سردی کے موسم میں روزہ رکھنا ہے (کیونکہ ایسے روزے میں بغیر کسی تھکاوٹ و مشقت کے ثواب ملتا ہے)۔ اس کو امام احمد اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث مرسل ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث قربانی کے باب میں ذکر کی گئی ہے۔

تشریح ✿ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا سردی کے موسم میں روزہ رکھنا غنیمت ہے کیونکہ اس میں مشقت کم اٹھانی پڑتی ہے اور اجر وثواب پورا ملتا ہے۔ اس حدیث میں تشبیہ دی گئی ہے کہ اصل روزہ سردی کی موسم میں ٹھنڈی غنیمت کی طرح ہے سردی کا موسم مؤمن کی بہار ہے کیونکہ اس کا دن چھوٹا ہوتا ہے اور وہ روزہ رکھتا ہے اور رات لمبی ہوتی ہے اور قیام اللیل میں مشغول ہوتا ہے اس لیے اس کو غنیمت کہا گیا ہے۔

الفصل الثالث:

عاشوراء کے روزہ رکھنے کی وجہ

۳۱/۱۹۵۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِىْ تَصُوْمُوْنَهُ فَقَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ اَنْجَى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَقَوْمَهُ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ فَصَامَهُ مُوْسٰى شُكْرًا فَنَحْنُ نَصُوْمُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَحْنُ اَحَقُّ وَاَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ فَصَامَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخارى فى صحيحه ۲۴۴/۴۔ حديث رقم ۲۰۰۴۔ ومسلم فى صحيحه ۷۹۵/۲ حديث رقم (۱۲۷۔ ۱۱۳۰)۔ وابوداوٗد فى السنن ۸۱۸/۲ حديث رقم ۲۴۴۴۔ وابن ماجه ۵۵۲/۱ حديث رقم ۱۷۳۴۔ والدارمى ۳۶/۲ حديث رقم ۱۷۵۹۔ واحمد فى المسند ۳۵۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ پس یہودیوں کو عاشوراء کے دن روزے سے پایا پس ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دن کیا ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو؟ یہودیوں نے کہا یہ بڑا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا۔ پس اس دن موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کے لئے روزہ رکھا۔ پس ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پس ہم تم سے موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک زیادہ لائق تر ہیں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور اس دن کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا۔ اس کو بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں عاشوراء کے روزہ رکھنے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ روزہ یہودی کیوں رکھتے ہیں؟ یہودی بطور شکر کے روزہ رکھتے تھے اس کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون سے نجات دی اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہمارا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تم لوگوں سے زیادہ ہے اور ہم بھی روزہ رکھیں گے۔ اس لیے اہل اسلام عاشوراء کا روزہ رکھتے ہیں۔

ہفتہ اور اتوار کے دن روزہ رکھنے میں یہود ونصاریٰ کی مخالفت مقصود ہے

۳۲/۱۹۵۵ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ يَوْمَ السَّبْتِ وَيَوْمَ الْاَحَدِ اَكْثَرَ مَا يَصُوْمُ مِنَ الْاَيَّامِ وَيَقُوْلُ اِنَّهُمَا يَوْمَا عِيْدٍ لِلْمُشْرِكِيْنَ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اُخَالِفَهُمْ (رواه احمد)

اخرجه احمد فى المسند ۳۲۴/۶۔

ترجمہ: حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ اور اتوار کے دن دوسرے دنوں کی بہ نسبت زیادہ روزہ رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے یہ دو دن مشرکوں کے لئے عید ہیں یعنی وہ ان میں عید کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے۔ پس

مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں ان کے خلاف کروں۔اس روایت کو امام احمد رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو مشرک اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہود کہتے تھے کہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے تھے کہ عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہے اس مذکورہ حدیث اور پہلے والی حدیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ مذکورہ حدیث کا تعلق تو آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کے ساتھ خاص ہے اور گزشتہ حدیث امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے یا پھر یوں کہا جائے گا کہ جو روزہ ہفتہ کے دن کی تعظیم کی خاطر رکھا جائے گا وہ روزہ رکھنا ممنوع ہے اور جو روزہ یہود و نصاریٰ کی مخالفت میں رکھا جائے گا وہ پسندیدہ ہے۔

عاشوراء کے دن کی اہمیت

۳۳/۱۹۵۶ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيُحُثُّنَا عَلَيْهِ وَيَتَعَاهَدُنَا عِنْدَهُ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهُ وَلَمْ يَتَعَاهَدْنَا عِنْدَهُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲/۷۹٤ حدیث رقم (۱۲۵۔ ۱۱۲۸)۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہم کو عاشوراء کے دن کا روزہ رکھنے کے بارے میں حکم فرماتے تھے اور ہمیں اس پر رغبت دلاتے تھے اور اس دن کے نزدیک آنے پر ہماری خبر گیری کرتے۔پس جب رمضان فرض ہوا۔تو آپ ﷺ نے نہ ہم کو اس دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیا اور نہ ہی منع فرمایا اور نہ ہی عاشوراء کا روزہ رکھنے سے اس دن کے آنے کی خبر گیری کی۔اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح حدیث میں لفظ يَأْمُرْنَا ہے یہ مشکوۃ شریف کے اکثر نسخوں میں نا کے بغیر ہے۔مگر صحیح مسلم میں موجود ہے علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: يَأْمُرُ بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ سے پتہ چلتا ہے کہ صحت کے لیے اس شخص نے اس کو واجب کہا ہے۔ یہ حکم منسوخ ہو گیا اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بالکل واجب نہیں ہے۔

اور بطور دلیل کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش فرماتے ہیں تو انہوں نے مدینہ میں یوم عاشوراء کے دن خطبہ دیا اور فرمایا اے مدینہ والو! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ عاشوراء کے دن تم پر روزہ ضروری نہیں ہے اس بات پر روزہ عاشوراء کا روزہ واجب نہیں ہے۔

آپ ﷺ کی چار چیزوں پر مداومت

۳۴/۱۹۵۷ وَعَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ اَرْبَعٌ لَمْ يَكُنْ يَدَعُهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامُ عَاشُوْرَاءَ وَالْعَشْرِ وَثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ۔ (رواہ النسائی)

اخرجه النسائی فی السنن ۴/۱۲۰ حدیث رقم ۲٤۱٦۔ واحمد فی المسند ج۶/۲۸۷۔

ترجمہ: حضرت حفصہؓ سے روایت ہے کہ چار چیزیں سنت مؤکدہ سے ہیں کہ آپ ﷺ ان کو نہیں چھوڑتے تھے: ① عاشوراء کا روزہ رکھنا' ② عشرہ ذی الحجہ کے روزے ③ ہر مہینے میں تین روزے اور ④ فجر سے پہلے دو رکعتیں۔یعنی فجر کی

سنتیں۔اس کو امام نسائی ﷫ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں ان چیزوں کا بیان ہے جن کو آپ ﷺ پابندی کے ساتھ کرتے تھے اور ان کا تذکرہ اوپر والی حدیث میں گزر چکا ہے۔حدیث پاک میں محرم کی دسویں تاریخ کے روزے کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔اس کے ایک دن کے روزے کا ثواب ایک سال کے روزے کے برابر ملتا ہے۔

ایام بیض کے روزوں کے بارے میں آپ ﷺ کا معمول

۳۵/۱۹۵۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يُفْطِرُ اَيَّا مَ الْبِيْضِ فِىْ حَضَرٍ وَّلَا سَفَرٍ۔ (رواہ النسائی)

اخرجه النسائی فی السنن ۱۹۸/٤ حدیث رقم ۲۳٤٥۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ﷠ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایام بیض کے روزے نہ سفر میں اور نہ ہی گھر میں افطار کرتے تھے۔اس کو امام نسائی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں ایام بیض کے روزوں کا بیان ہے ایام بیض سے مراد چاندنی راتوں کے دن ہیں یعنی تیرہویں' چودھویں' پندرہویں تاریخ کے دن۔بیض لیالی کی صفت ہے اور ان راتوں کو بیض اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں چاندنی اول سے لے کر آخر تک رہتی ہے اور یا بیض ایام کی صفت ہے ان کو بیض اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے روزے گناہوں کو دور کرتے ہیں اور دلوں کو روشن کرتے ہیں یا اس لیے بیض کہتے ہیں کہ جب آدم ﷤ جنت سے اترے تو ان کا تمام بدن سیاہ ہو گیا تھا۔جب توبہ قبول ہوئی تو حکم ہوا کہ تین روزے رکھو ان تین دنوں میں جب انہوں نے تیرہویں کا روزہ رکھا تو تہائی بدن ان کا سفید اور روشن ہو گیا جب چودھویں کو روزہ رکھا تو دو تہائی بدن سفید و روشن ہو گیا۔جب پندرہویں کا روزہ رکھا تو سارا بدن سفید و روشن ہو گیا اور جان لینا چاہیے کہ ہر مہینے میں تین روزے جو رکھنے مسنون ہیں' بارہ طریقوں سے آتے ہیں ایک تو غیر معین سارے مہینے میں جب چاہے روزہ رکھ لے اور دوسرے یہ کہ پہلے تین روزے شروع مہینے کے۔یعنی پہلی تاریخ سے لے کر تیسری تاریخ تک اور تیسرے ہفتہ' اتوار' پیر اور چوتھے منگل' بدھ' جمعرات اور پانچویں' تیرھویں' چودھویں' پندرھویں اور چھٹے یہ کہ پہلا روزہ ان کا دوشنبہ ہو یعنی دوشنبہ سہ شنبہ چہار شنبہ اور ساتویں یہ کہ پہلا دن ان کا پنجشنبہ ہو یعنی جمعرات اور جمعہ کا دن اور ہفتہ اور آٹھویں نو چندا پیر اور دو جمعراتیں اور نویں نو چندی جمعرات اور دو پیریں اور دسویں پیر اور جمعرات اور پھر دوسرے ہفتے کی پیر اور گیارہویں ہر عشرے میں ایک روزہ اور بارہویں نمبر پر تین روزے اُخیر مہینے میں۔

اور پورے سال میں مسنون روزے اکیاون ہیں تینتیس تو یہی ہیں بحساب تین روزے فی مہینہ اور نو روزے ذی الحجہ کے مہینے میں یعنی پہلی تاریخ سے نویں تک اور ایک عاشورے کا روزہ اور ایک عاشورے سے ایک دن پہلے کا یا ایک دن بعد کا اور شعبان کی پندرہویں تاریخ کا ایک روزہ اور شوال کے مہینے کے چھ روزے جن کو شش عید کے روزے کہتے ہیں۔

۳۶/۱۹۵۹ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ شَىْءٍ زَكَاةٌ وَزَكَاةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ۔ (رواہ ابن ماجۃ)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۵۵۵/۱ حدیث رقم ۱۷٤٥۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر چیز کے لیے زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ رکھنا ہے۔ اس کو ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: زکوٰۃ کے معنی پاکیزہ ہونا اور بڑھنا کے ہیں ہر چیز کے لئے زکوٰۃ ہے کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کے لئے بڑھنا ہے جو اس چیز میں سے کچھ حصہ دے کر حاصل کی جاتی ہے۔ اسی طرح ہر چیز کے لئے پاکیزگی کا آلہ ہے لہٰذا بدن کی زکوٰۃ یعنی بدن کی جسمانی صحت اور پاکیزگی کا ذریعہ روزہ ہے کہ اس سے بدن گھلتا ہے اور ناقص ہوتا ہے اور گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ پس روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے اور طاعت بدنی ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے' اس کو ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

۱۹۶۰/۳۷ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ تَصُوْمُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَقَالَ اِنَّ الْيَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ يَغْفِرُ اللّٰهُ فِيْهِمَا لِكُلِّ مُسْلِمٍ اِلَّا ذَاهَاجِرَيْنِ يَقُوْلُ دَعْهُمَا حَتّٰى يَصْطَلِحَا۔ (رواه احمد وابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه ۵۵۳/۱ حديث رقم ۱۷۴۵۔ واحمد فى المسند ۲۲۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے تھے پس کہا گیا اے اللہ کے رسول! تحقیق آپ اکثر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے ہو۔ فرمایا کہ تحقیق پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی بخشش کرتا ہے مگر دو شخص جو ملاقات چھوڑ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان کو چھوڑ دو یہاں کہ صلح کریں۔ اس کو امام احمد اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ ان دنوں کے روزے کی وجہ سے بخشش کر دیتے ہیں۔ ان دونوں دنوں میں روزہ رکھتا ہوں۔ یعنی میں ان دونوں دنوں کی بزرگی وعظمت کی وجہ سے اور نعمت کا شکر یہ ادا کرنے کی وجہ سے اور مغفرتِ الٰہی کے باعث ان دونوں دنوں میں روزہ رکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ فرشتے کو حکم کرتے ہیں جو کہ برائیوں کے مٹانے پر مامور ہوتے ہیں مغفرت کے آثار ظاہر ہونے کے وقت۔ یعنی وہ آپس میں صلح کرلیں تاکہ ان کی مغفرت ہو جائے۔

خالص عمل کا اللہ کے نزدیک اجر

۱۹۶۱/۳۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ بَعَّدَهُ اللّٰهُ مِنْ جَهَنَّمَ كَبُعْدِ غُرَابٍ طَائِرٍ وَهُوَ فَرْخٌ حَتّٰى مَاتَ هَرِمًا۔ (رواه احمد وروى البيهقى فى شعب الايمان عن سلمة بن قيس)

اخرجه احمد فى المسند ۵۲۶/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو شخص اللہ کی خوشنودی کے لیے ایک دن روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کو اڑتے ہوئے کوے کی مسافت کے بقدر جہنم سے دور رکھے گا اور اس حال میں کہ وہ بچہ ہو اور یہاں تک کہ وہ بوڑھا ہو کر مر جائے۔ اس کو امام احمدؒ اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں سلمہ قیس سے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں اللہ رب العزت کی رضا جوئی کے لیے جو روزہ رکھے گا' اس کا اجر بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے دور کر دے گا اور کہا گیا ہے کہ کوے کی عمر ایک ہزار سال ہوتی ہے پس فرمایا کہ اگر کوا ابتدائے عمر سے لے کر

آخری عمر تک اڑتا رہے تو غور کرنا چاہیے کہ وہ کس قدر مسافت طے کریگا۔ جتنی مسافت وہ طے کرے گا اللہ تعالیٰ روزہ دار کو اتنا دوزخ سے دور کردے گا۔

بیہقی سے منقول ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ روزے دار کا سونا عبادت ہے اور اس کا خاموش رہنا تسبیح ہے اور اس کا عمل مضاعف ہے یعنی دوگنا ہے اور اس کی دعا مقبول ہوتی ہے اور اس کا گناہ بخشا جاتا ہے اور بیہقی سے یہ بھی منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی کی طرف وحی کی کہ جو بندہ اللہ کی خوشنودی کے لیے روزہ رکھے میں اس کے جسم کو تندرست رکھتا ہوں اور اس کو بہت زیادہ ثواب عطا کرتا ہوں اور خطیب نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص نفلی روزہ رکھے کہ اس پر کوئی مطلع نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے سوائے جنت کے کسی اور ثواب پر راضی نہیں ہوتا اور طبرانی نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایک خوان ہے کہ اس پر ایسی چیزیں ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے ان کے بارے میں سنا ہے اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال گزرا ہے۔ اس خوان پر روزہ داروں کے سوا کوئی نہیں بیٹھے گا۔

باب

یہ باب پہلے بابوں کے متعلق متفرق مسائل کے بیان میں ہے

الفصل الاول:

نفلی روزہ کی نیت کا بیان

۱/۱۹۶۲ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقُلْنَا لَا قَالَ فَإِنِّي إِذًا صَائِمٌ ثُمَّ أَتَانَا يَوْمًا اٰخَرَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُهْدِيَ لَنَا حَيْسٌ فَقَالَ أَرِيْنِيْهِ فَلَقَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا فَأَكَلَ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۸۰۹/۲ حدیث رقم (۱۷۰۔ ۱۱۵۴)۔ وابوداوٗد فی السنن ۸۲۴/۲ حدیث رقم ۲۴۵۵۔ والنسائی ۱۹۳/۴ حدیث رقم ۲۳۲۲۔ واحمد فی المسند ۲۰۷/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کی چیز ہے؟ ہم نے کہا نہیں پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت روزہ سے ہوں پھر ایک دن آپ ﷺ ہمارے پاس آئے اور پوچھا کہ کیا کھانے کی کوئی چیز ہے؟ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہمیں حیس بھیجا گیا ہے پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے وہ دکھاؤ۔ پس میں نے صبح روزہ رکھا تھا پھر آپ ﷺ نے حیس کھا لیا۔ اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت روزہ سے ہوں یعنی میں نے روزے کی نیت کر

لی ہے اس سے معلوم ہوا نفلی روزہ کی نیت دن میں کرنا جائز ہے اور اکثر اماموں کا یہی مذہب ہے لیکن امام مالک فرماتے ہیں کہ ہر طرح کے روزہ کے لئے رات سے نیت کرنی واجب ہے۔ اس کا بیان ہو چکا ہے اور حیس ایک کھانے کا نام ہے جو مثل مالیدہ کے ہوتا ہے کھجور گھی اور قروت کا بنتا ہے اور آپ ﷺ نے اس سے کھایا اس سے معلوم ہوا کہ نفلی روزہ بغیر عذر کے افطار کرنا جائز ہے اور اسی پر اکثر علماء کا اتفاق ہے اور امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے علماء کہتے ہیں کہ اس کا پورا کرنا واجب ہے اور افطار کرنا جائز نہیں ہے مگر مہمانداری کے عذر کی وجہ سے اور اس کی مانند کے باعث افطار کرنا جائز ہے اور اس کی قضاء واجب ہے اگر افطار کرے پس اس حدیث میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ افطار کرنا کسی عذر کی وجہ سے تھا اور حنفیہ کے مذہب کی دلیل آگے آرہی ہے۔

روزہ توڑنے کے لیے ضیافت عذر ہے یا نہیں

۲/۱۹۶۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمِّ سُلَيْمٍ فَاَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ فَقَالَ اَعِيْدُوْا سَمْنَكُمْ فِيْ سِقَائِهٖ وَتَمْرَكُمْ فِيْ وِعَائِهٖ فَاِنِّيْ صَائِمٌ ثُمَّ قَامَ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَصَلّٰى غَيْرَ الْمَكْتُوْبَةِ فَدَعَا لِاُمِّ سُلَيْمٍ وَاَهْلَ بَيْتِهَا۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه حديث رقم ۱۹۸۲۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) حضور ﷺ حضرت امّ سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ امّ سلیم حضور ﷺ کے پاس کھجوریں اور گھی لے آئیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا گھی کو مشک میں اور کھجور کو اس کے برتن میں ڈال کے رکھو۔ اس لیے کہ میں روزے سے ہوں۔ پھر آپ ﷺ گھر کے ایک کونے میں کھڑے ہوئے پس آپ ﷺ نے فرض کے علاوہ نماز پڑھی اور ام سلیم اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا کی۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے روزہ اس لیے افطار نہیں کیا کہ جانتے تھے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا رنجیدہ نہیں ہوں گی اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ نفلی روزے والے کے لیے ضیافت عذر ہے یا نہیں۔ درست بات یہ ہے کہ ضیافت مہمان اور مہمانی کرنے والے کے لیے عذر ہے کہ وہ روزہ توڑ ڈالے اور پھر قضاء کر لے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ناراض نہیں ہوگا تو فقط حاضر ہی ہو جائے اور روزہ نہ توڑے۔ اگر اس کا ساتھی محض حاضر ہونے سے راضی نہ ہو بلکہ کھانے پینے پر مصر ہو تو پھر روزہ توڑ دے۔ حاصل یہ ہے کہ اس کے نہ کھانے پینے پر ناراض ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ روزہ توڑ ڈالے پھر قضا کرے۔ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ مہمان روزہ دار کے لیے مستحب ہے کہ مہمانی کرنے والے کے لیے دعا کرے۔ ع۔ درمختار۔

روزہ دار ضیافت کو قبول کرے

۳/۱۹۶۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلٰى طَعَامٍ وَهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ

صَائِمٌ وَفِی رِوَایَةٍ قَالَ اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ فَلْیُجِبْ فَاِنْ کَانَ صَائِمًا فَلْیُصَلِّ وَاِنْ کَانَ مُفْطِرًا فَلْیَطْعَمْ۔

(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۸۰۵/۲ حدیث رقم (۱۵۹۔ ۱۱۵۰)۔ والترمذی ۱۵۰/۳ حدیث رقم ۷۸۱۔ وابن ماجه ۵۵۶/۱ حدیث رقم ۱۷۵۰۔ والدارمی ۲۸/۲ حدیث رقم ۱۷۳۷۔ واحمد فی المسند ۵۰۷/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس وقت تم میں سے کسی کو کھانے کی طرف بلایا جائے اور وہ روزے سے ہو۔ پس اس کو چاہیے کہ کہے میں روزے سے ہوں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جس وقت تم میں سے کسی کو بلایا جائے پس چاہیے کہ دعوت قبول کر لے۔ پھر اگر وہ روزے دار ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ دو رکعت نماز پڑھے اور اگر روزے سے نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ کھائے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دعوت کرنے والا تشویش میں پڑ جائے یا کھانے کی وجہ سے دشمنی کا سامنا کرنا پڑے تو نفلی روزہ افطار کرنا جائز ہے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ دعوت کرنے والا اس کے کھانے کی وجہ سے خوش ہوگا اور اس کے نہ کھانے سے تشویش میں نہیں پڑے گا تو مستحب ہے اور اگر دونوں امر برابر ہوں تو افضل یہ ہے کہ وہ کہے کہ: انی صائم میں روزے سے ہوں۔ خواہ وہ حاضر ہو یا نہ حاضر ہو۔

الفصل الثانی:

نفلی روزہ رکھنے والا بااختیار ہوتا ہے

۴/۱۹۶۵ عَنْ اُمِّ هَانِیٍٔ قَالَتْ لَمَّا کَانَ یَوْمُ الْفَتْحِ فَتْحِ مَکَّةَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَجَلَسَتْ عَلٰی یَسَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاُمُّ هَانِیٍٔ عَنْ یَمِیْنِهٖ فَجَاءَتِ الْوَلِیْدَةُ بِاِنَاءٍ فِیْهِ شَرَابٌ فَنَاوَلَتْهُ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ نَاوَلَهٗ اُمَّ هَانِیٍٔ فَشَرِبَتْ مِنْهُ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفْطَرْتُ وَکُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ لَهَا اَکُنْتِ تَقْضِیْنَ شَیْئًا قَالَتْ لَا قَالَ لَا فَلَا یَضُرُّكِ اِنْ کَانَ تَطَوُّعًا ۔ (رواہ ابوداود والترمذی والدارمی وفی روایة لا حمد والترمذی نحوہ) وَفِیْهِ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَا اِنِّی کُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ الصَّائِمُ الْمُتَطَوِّعُ اَمِیْرُ نَفْسِهٖ اِنْ شَاءَ صَامَ وَاِنْ شَاءَ اَفْطَرَ)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۸۵۲/۲ حدیث رقم ۲۴۵۶۔ والترمذی ۱۰۹/۳ حدیث رقم ۷۳۱ والدارمی ۲۸/۲ حدیث رقم ۱۷۳۶۔ واحمد فی المسند ۳۴۲/۶۔

ترجمہ: حضرت ام ہانیؓ سے روایت ہے کہ جب فتح مکہ کا دن ہوا تو حضرت فاطمہؓ آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھیں ام ہانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف تھیں پس ایک لونڈی برتن لے کر آئی کہ اس میں کچھ پینے کی چیز تھی پھر لونڈی نے وہ برتن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پیا پھر وہ برتن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امّ ہانی رضی اللہ عنہا کو دیا پھر امّ ہانی رضی اللہ عنہا نے پیا پس کہنے لگیں اے اللہ کے رسولؐ! تحقیق میں نے افطار کیا' میں روزے سے تھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے فرمایا کہ کیا تم نے قضاء کا روزہ رکھا تھا یعنی یہ روزہ قضاء رمضان کا تھا یا نذر کا تھا؟ کہنے لگیں کہ نہیں فرمایا تجھے کوئی ضرر نہیں

ہے اگر نفلی روزہ ہو۔ یہ ابوداؤد اور ترمذیؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے اور امام احمد اور ترمذی کی روایت اسی طرح ہے پس ام ھانیؓ نے کہا یا رسول اللہ میں روزے سے ہوں۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نفلی روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا مالک ہے اگر وہ چاہے روزہ رکھے اور اگر چاہے تو افطار کرے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ نفلی روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا مالک ہے یعنی ابتداً اگر چاہے روزہ رکھے یعنی روزے کی نیت کرے اور اگر چاہے افطار کرے اس صورت میں اس کی تاویل یہ ہے کہ نفلی روزے رکھنے والے کو حق پہنچتا ہے کہ افطار کرے اگر اس میں کوئی مصلحت جانے۔ جیسے کہ کوئی ضیافت کرے یا ایک قوم پر وارد ہوا اور وہ جانتا ہے اگر افطار نہیں کروں گا تو لوگ وحشت میں پڑ جائیں گے' تو اس کو چاہیے کہ افطار کرے تا کہ آپس میں انس اور محبت ہو جائے۔

یہ اس کی دلیل نہیں ہے کہ لازم ہونے کے بعد اس پر قضاء نہیں ہے اور اس کے علاوہ آئندہ حدیث میں قضاء کا حکم بھی آیا ہے اور امّ ھانی والی حدیث میں محدثین نے کلام کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے اس کی اسناد میں گفتگو ہے اور منذری نے کہا ہے کہ یہ ثابت نہیں ہے' اس کے اسناد میں بہت اختلاف ہے۔

نفلی روزہ افطار کرنے پر قضاء لازم آتی ہے

۵/۱۹۶۶ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَنَا وَحَفْصَةَ صَا ئِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اِشْتَهَيْنَاهُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ فَقَالَتْ حَفْصَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اِشْتَهَيْنَا هُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ قَالَ اِقْضِيَا يَوْمًا اٰخَرَ مَكَانَهُ (رواه الترمذی وذکر جماعة من الحفاظ رووا عن الزهری عن عائشة مرسلا ولم یذکروا فیه عن عروة وهذا اصح ورواه ابو داود عن زمیل مولی عروة عن عروة عن عائشة)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۸۲۶/۲ حدیث رقم ۲٤٥۷۔ والترمذی فی السنن ۱۱۲/۳ حدیث رقم ۷۳۵۔ ومالك فی الموطأ ۳۰٦/۱ حدیث رقم ۵۰ واحمد فی المسند ۲٦۳/٦۔

ترجمہ: زہریؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے عروہؓ سے نقل کیا ہے۔ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اور حفصہ رضی اللہ عنہا روزے سے تھیں' ہمارے سامنے کھانا لایا گیا۔ ہم نے اس کی خواہش کی۔ ہم نے اس میں سے کھایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم دونوں ایک دن اس کے بدلے قضاء کرو۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور حفاظ کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے انہوں نے زہریؒ سے ذکر کیا ہے اور زہریؒ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بطریق ارسال اور اس میں عروہ کا واسطہ ذکر نہیں کیا اور یہ صحیح تر ہے ابوداؤد نے اس کو زمیل سے روایت کیا ہے جو کہ عروہ کا آزاد کردہ غلام ہے زمیل نے عروہ سے نقل کیا ہے اور عروہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک اگر نفلی روزہ افطار کریں تو قضاء لازم آتی ہے۔ اس لیے کہ ظاہراً یہ امر وجوب کے لیے ہے' اور شوافع کہتے ہیں یہ امر استحباب کے لیے ہے ان کے مذہب کے مطابق قضا واجب نہیں ہے اور بطریق ارسال کے اور ارسال یہاں بمعنی سقوط راوی کے ہے کہ پہلی روایت میں جو واسطہ عروہ کا درمیان زہریؒ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے تھا۔ وہ اس میں نہیں ہے یہ بھی ایک اصطلاح ہے اور مشہور یہ ہے کہ مرسل اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کو تابعی صحابہؓ کے ذکر

کے بغیر روایت کرے۔

روزہ دار کے پاس کھانے کی وجہ سے روزہ دار کو اجر

۶/۱۹۶۷ وَعَنْ اُمِّ عُمَارَةَ بِنْتِ كَعْبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَدَعَتْ لَهٗ بِطَعَامٍ فَقَالَ لَهَا كُلِیْ فَقَالَتْ اِنِّی صَائِمَةٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الصَّائِمَ اِذَا اُكِلَ عِنْدَهٗ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى يَفْرُغُوْا۔ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۵۳/۳ حدیث رقم ۷۸۵۔ وابن ماجه ۵۵۶/۱ حدیث رقم ۱۷۴۸۔ والدارمی ۲۸/۲ حدیث رقم ۱۷۳۸۔ واحمد فی المسند ۳۶۵/۶۔

ترجمہ: ام عمارہ بنت کعبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس آئے پس انہوں نے حضور ﷺ کے لیے کھانا منگوایا پس حضور ﷺ نے فرمایا اس کو کھاؤ تو انہوں نے کہا کہ میں روزے سے ہوں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق جب روزے دار کے پاس کھانا کھایا جاتا ہے۔ یعنی اس کا دل کھانے پر رغبت کرتا ہے اور روزہ اس پر دشوار ہوتا ہے تو اس پر فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔ یہاں تک کہ کھانے والے فارغ ہو جائیں۔ اس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جب روزے دار کے پاس کھانا کھایا جاتا ہے اور اس کا دل رغبت کرتا ہے اور کھانے کو جی چاہتا ہے اور روزہ اس پر دشوار ہونے لگتا ہے تو فرشتے اس پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ کھانے سے فارغ ہو جائیں۔

الفصل الثالث:

روزے دار کو بہترین رزق جنت میں دیا جائے گا

۷/۱۹۶۸ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ دَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَغَدّٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَاءَ يَا بِلَالُ قَالَ اِنِّی صَائِمٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاْكُلُ رِزْقَنَا وَفَضْلُ رِزْقِ بِلَالٍ فِی الْجَنَّةِ اَشَعَرْتَ يَا بِلَالُ اَنَّ الصَّائِمَ يُسَبِّحُ عِظَامُهٗ وَيَسْتَغْفِرُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ مَا اُكِلَ عِنْدَهٗ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

أخرجه البیهقی فی شعب الایمان ۲۹۷/۳ حدیث رقم ۳۵۸۶۔

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ بلالؓ نبی کریم ﷺ کے پاس داخل ہوئے اس حال میں کہ آپ ﷺ صبح کا کھانا کھا رہے تھے۔ پس نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے بلال! کھانے کے لیے حاضر ہو جاؤ۔ بلالؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں روزے سے ہوں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے بلال ہم اپنا رزق کھاتے ہیں اور بلالؓ کا بہترین

رزق جنت میں ہے کہ اے بلال کیا تو جانتا ہے کہ تحقیق روزے دار کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں اور فرشتے اس کے لیے بخشش مانگتے ہیں جب تک اس کے نزدیک کھایا جائے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ جب روزے دار کے پاس کھانا کھایا جائے تو روزے دار کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں اور فرشتے اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور اس کو جنت میں بہترین رزق دیا جائے گا۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کے لیے ارشاد فرمایا اور ان کو خوشخبری سنائی۔

① لیلۃ القدر کی فضیلت:

اس باب میں لیلۃ القدر کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور ان اوقات کا بیان ہے جن میں قوی امکان موجود ہے کہ اس رات میں لیلۃ القدر ہوگی۔ اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں موتوں اور بندے کے رزق کے بارے میں لکھا جاتا ہے اور سال بھر کے احکام جو واقع ہوئے ہوتے ہیں وہ لکھے جاتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ اس کا یہ نام عظیم القدر ہونے کی وجہ سے ہے اور اس شب کی تعین کے بارے میں مختلف اقوال آتے ہیں اور اکثر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے عشرہ اُخیرہ کی طاق راتوں میں ہوتی ہے خصوصاً ستائیسویں رات میں چنانچہ اکثر علماء کے نزدیک یہی ہے اور لیلۃ القدر خاص اس امت کے لیے مقرر کی گئی ہے اس لیے کہ اس امت کی عمریں مختصر ہیں تاکہ تھوڑے وقت میں زیادہ ثواب حاصل کر لیں۔ چنانچہ ایک روایت آیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کو جب پہلی امتوں کے حالات معلوم ہوئے تو افسوس فرمایا کہ میری امت کے لوگ تھوڑی سی عمر میں ان جیسے عمل نہیں کر سکتے۔ پس اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو لیلۃ القدر عطا کر دی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک دن آپ ﷺ نے بنی اسرائیل کے چار شخصوں کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اسی سال عبادت کی تھی اور ایک لمحہ کے لیے بھی نافرمانی نہیں کی تھی وہ شخص حضرت ایوبؑ اور حضرت زکریا اور حضرت حزقیل اور حضرت یوشع بن نون علیہم السلام ہیں۔ پس نبی کریم ﷺ کے صحابہ نے تعجب فرمایا تو جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے اے محمد ﷺ آپ کی امت نے ان کی عبادتوں کو سن کر تعجب کا اظہار کیا تو تحقیق اللہ تعالیٰ نے سورۃ القدر نازل کی ہے: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ ساری سورت پڑھی اور فرمایا کہ لیلۃ القدر اس چیز سے افضل ہے جس سے آپ نے اور آپ ﷺ کی امت نے تعجب کیا ہے پس نبی کریم ﷺ خوش ہوئے۔ اس کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے جان لینا چاہیے کہ ایک ہزار مہینوں کے تراسی برس اور چار مہینے ہوتے ہیں اسی لیے فرمایا ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ ڏ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾ یعنی لیلۃ القدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے جس کے تراسی برس اور چار مہینے ہوتے ہیں اور لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی رحمت آسمانِ دنیا پر غروبِ آفتاب سے لے کر صبح تک ہوتی ہے اور اس میں ملائکہ اور روح صلحاء و عابدین کی ملاقات کے لیے اترتے ہیں اور اسی میں نزول قرآن ہوا اور اسی رات ملائکہ کی پیدائش ہوئی اور آدم کا مادہ اس میں جمع ہونا شروع ہوا اور اس رات میں جنت میں درخت لگائے گئے اور اس میں دعا قبول ہوتی ہے اور بہت زیادہ عبادت کا ثواب ملتا ہے اور اس کے پوشیدہ ہونے میں یہ حکمت ہے تاکہ لوگ نیکی و بھلائی میں کوشش کریں اور اس پر اعتماد نہ کریں۔ علماء نے لکھا ہے جو شخص ایک سال کی تمام راتوں کی بیداری کی کوشش کرے گا وہ پالے گا۔ چنانچہ اسی لیے لکھا ہے: من لم یعرف قدر اللیلة لم یعرف لیلة القدر اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس

رات کی علامتیں یہ ہیں۔جن کو حدیث وآثار سے استنباط کیا گیا ہے اور بعض علامتوں کو اہل کشف نے محسوس کیا ہے۔طبری نے ایک قوم سے نقل کیا ہے کہ اس رات میں درخت سجدہ ریز ہوتے ہیں اور زمین پر گر پڑتے ہیں پھر اسی جگہ پر آجاتے ہیں اور اس رات میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے اور بہتر بات یہ ہے کہ یہ علامتوں کا پایا جانا اس رات میں ضروری نہیں ہے کہ یہ ضرور ہی دکھائی دیئے جائیں گے اور بہت سے لوگ اس رات کو پاتے ہیں لیکن ان علامتوں کو دیکھ نہیں پاتے۔

اور یہ بات درست ہے کہ ایک جگہ پر دو آدمی موجود ہوں اور وہ دونوں اس شب کو پالیں اور ایک کو ان چیزوں کے بارے میں کچھ معلوم ہو اور دوسرے کو کوئی علم نہ ہو اور سب سے بڑی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس رات ذکر وعبادت مناجات خضوع وخشوع وحضور اخلاص کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور معتبر یہ ہے کہ اس شب کو بیدار رہے اگر تمام شب بیدار رہے اور فرائض اور سنن مؤکدہ وغیرہ میں خلل نہ ہو تو افضل واکمل ہے ورنہ جس قدر قیام کی توفیق حاصل ہو جائے مقصود حاصل ہو جائے گا۔وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۔ وَّکَانَ سَعْیُکُمْ مَّشْکُوْرًا (رزقنا اللّٰہ)۔

الفصل الاول:

طاق راتوں میں شبِ قدر کو تلاش کرو

۱/۱۹۶۹ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِى الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤ .٢٥٩۔ حدیث رقم ٢٠١٧۔ ومسلم فی صحیحه ٨٢٨/٢ حدیث رقم (٢١٩۔ ١١٦٩)۔ وابوداوٗد فی السنن ١١١/٢ حدیث رقم ١٣٨٥۔ والترمذی ١٥٨/٣ حدیث رقم ٧٩٢۔ ومالك فی الموطأ ٣١٩/١۔ حدیث رقم ١٠ من کتاب الاعتکاف۔ واحمد فی المسند ٥٠/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ شب قدر کو رمضان کی آخری طاق راتوں میں تلاش کرو۔اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ شب قدر کو طاق راتوں میں تلاش کرو۔وہ طاق راتیں یہ ہیں یعنی رمضان کی اکیسویں اور تیسویں اور پچیسویں اور ستائیسویں اور انتیسویں رات جو ان راتوں میں بیدار رہے گا اور عبادت میں وذکرواذکار میں اور مناجات خداوندی میں مشغول رہے گا وہ ان شاء اللہ اس رات کو پالے گا۔

شبِ قدر کو آخری طاق راتوں میں تلاش کرنا چاہیے

۲/۱۹۷۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَنَّ رِجَالًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَاَتْ فِى السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيْهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِى السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٢٥٦/٤۔ حدیث رقم ٢٠١٥۔ ومسلم فی صحیحه ٨٢٢/٢ حدیث رقم (٢٥۔ ١١٦٥) ومالك فی الموطأ ٣٢١/١ حدیث رقم ١٤ من كتاب الاعتكاف واحمد فی المسند ١٧/٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شب قدر (رمضان المبارک کی) خواب میں دکھائی گئی۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے خوابوں کو دیکھ رہا ہوں جو اخیر کی سات راتوں پر متفق ہیں۔ پس جو کوئی اس کو (یعنی شب قدر کو) تلاش کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ اسے (رمضان المبارک کی) اخیر کی سات راتوں میں تلاش کرے۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ شب قدر کو آخری طاق راتوں میں تلاش کرنا چاہیے یعنی یہ وہ راتیں ہیں جو متصل بیس راتوں کے ہیں یعنی اکیسویں شب سے لے کر ستائیسویں تک یا سات راتیں سب سے اخیر کی یعنی تیئسویں شب سے کر انتیسویں شب تک۔ اس لیے کہ انتیس کا چاند یقینی ہے اس کے مطابق حساب کیا جائے گا۔ اس کے بارے میں آخری احتمال زیادہ ظاہر ہے۔

خصوصی طور پر طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو

۳/۱۹۷۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلْتَمِسُوْهَا فِى الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِى تَاسِعَةٍ تَبْقٰى فِىْ سَابِعَةٍ تَبْقٰى فِىْ خَامِسَةٍ تَبْقٰى۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٢٦٠/٤۔ حدیث رقم ٢٠٢١ وابوداؤد فی السنن ١١٠/٢ حدیث رقم ١٣٨٣۔ والترمذی ١٦٠/٣ حدیث رقم ٧٩٤۔ والدارمی ٤٤/٢ حدیث رقم ١٧٨١۔ ومالك فی الموطأ ٣٢٠/١ حدیث رقم ١٣ من كتاب الاعتكاف۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو (یعنی شب قدر) رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔ یعنی شب قدر کو باقی ماندہ نویں رات میں (جو کہ اکیسویں رات ہے) باقی ماندہ ساتویں رات میں (جو کہ ستائیسویں رات ہے) اور باقی ماندہ پانچویں رات میں (جو کہ پچیسویں رات ہے) تلاش کرو۔ اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں راتوں کی ترتیب کا جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ ان کو آخر سے گننا شروع کرو۔ یعنی بیسویں رات کے بعد نویں رات میں تلاش کرو اور وہ انتیسویں شب ہے اور بیسویں شب کے بعد ساتویں رات میں کہ وہ ستائیسویں شب ہے اور پانچویں رات میں کہ وہ بیسویں رات کے بعد پچیسویں شب ہے اور ظاہر معنی تو یہی ہیں اور علامہ یحییٰ نے کہا ہے کہ حدیث مذکورہ میں جن راتوں کا بیان ہے ان سے مراد تیئسویں، چوبیسویں اور چھبیسویں رات ہے۔

اعتکاف کا مقصد لیلۃ القدر کی تلاش ہے

۴/۱۹۷۲ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ فِىْ قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ ثُمَّ اَطْلَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ اِنِّىْ اِعْتَكِفْتُ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ

اَلْتَمِسُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ اَلْتَمِسُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ ثُمَّ اُتِيْتُ فَقِيْلَ لِيْ اِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِيْ فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ فَقَدْ اُرِيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اُنْسِيْتُهَا وَقَدْ رَاَيْتُنِيْ اَسْجُدُ فِيْ مَاءٍ وَطِيْنٍ مِنْ صَبِيْحَتِهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوْهَا فِيْ كُلِّ وِتْرٍ قَالَ فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلٰى عَرِيْشٍ فَوَكَفَ الْمَسْجِدَ فَبَصُرَتْ عَيْنَايَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى جَبْهَتِهٖ اَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ مِنْ صَبِيْحَةِ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ (متفق علیه) فِي الْمَعْنٰى وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ اِلٰى قَوْلِهٖ فَقِيْلَ لِيْ اِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالْبَاقِيْ لِلْبُخَارِيِّ وَفِيْ رِوَايَةِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ قَالَ لَيْلَةُ ثَلَاثٍ وَعِشْرِيْنَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه البخاري في صحيحه ٢٥٦/٤۔ حديث رقم ٢٠١٦۔ ومسلم في صحيحه ٨٢٤/٢ حديث رقم (٢١٣۔ ١١٦٧)۔ وابوداؤد في السنن ١٠٩/٢ حديث رقم ١٣٨٢۔ ومالك في الموطأ ٣١٩/١ حديث رقم ٩ من كتاب الاعتكاف۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہلے عشرے میں اعتکاف فرمایا اور پھر ترکی خیمہ میں اعتکاف فرمایا پھر خیمہ سے باہر اپنا سر نکالا۔ پھر فرمایا کہ میں نے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا تھا شب قدر کو تلاش کرتا تھا پھر میں نے اعتکاف کیا درمیانی عشرے میں پھر میرے پاس فرشتہ آیا ہے اور مجھے فرشتے نے کہا شب قدر آخری عشرے میں ہے پس جو شخص اعتکاف کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ آخری عشرے کا اعتکاف کرے۔ پس تحقیق مجھے شب قدر کی تعیین خواب میں دکھائی گئی ہے پھر مجھے بھلا دیا گیا یعنی جبرائیل نے خبر دی کہ فلانی شب شب قدر ہے' لیکن میں بھول گیا اور تحقیق میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ میں شب قدر کی صبح کو کیچڑ میں سجدہ کرتا ہوں۔ پس میں بھول گیا کہ وہ کونسی رات تھی پس اسے (رمضان کے) آخری عشرے میں تلاش کرو۔ لیلۃ القدر کو ہر طاق رات میں یعنی آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ راوی نے کہا ہے کہ اس رات بارش ہوئی تھی جس رات آپ ﷺ نے خواب دیکھی اور مسجد کھجور کی شاخوں کی بنی ہوئی تھی پس مسجد کی چھت ٹپکی پس میری آنکھوں نے دیکھا کہ اکیسویں رات کی صبح کو نبی کریم ﷺ کی پیشانی مبارک پر پانی اور مٹی کا نشان تھا۔ امام بخاریؒ اور مسلمؒ اس حدیث کے نقل کرنے میں معنی کے اعتبار سے متفق ہیں۔ اس قول تک فَقِيْلَ لِيْ اِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ...... اس حدیث اور باقی لفظ حدیث کے امام بخاریؒ کے ہیں اور عبداللہ بن انیسؓ کی روایت کے مطابق اکیسویں شب کی جگہ تیئیسویں شب ہے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❀ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف بیٹھنے کا مقصد لیلۃ القدر کی تلاش ہے اور حدیث میں ترکی خیمے کا تذکرہ ہوا ہے اور ترکی خیمہ خیمے کی ایک قسم ہے جو نمدہ سے بنتا ہے یہ چھوٹا سا ہوتا ہے اور فارسی میں اس کو خرگاہ کہتے ہیں اور من صبیحة میں من فی کے معنی میں ہے اور بصرت کے قول کے ساتھ متعلق ہے اور راوی کا حاصل کلام یہ ہے کہ جس رات حضور ﷺ نے لیلۃ القدر کو خواب میں دیکھا تو یہ بھی دیکھا تھا میں لیلۃ القدر کی صبح کو مٹی اور پانی میں سجدہ کرتا ہوں۔ یعنی اس رات کو بارش برسی تھی وہی علامت انہوں نے خواب میں دیکھی کہ وہ اکیسویں شب یا تیئیسویں شب تھی اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے جو لیلۃ القدر دیکھی تھی تو اکیسویں یا تیئیسویں شب تھی۔

شب قدر کو پانے کا طریقہ

۵/۱۹۷۳ وَعَنْ زِرِّبْنِ حُبَيْشٍ قَالَ سَأَلْتُ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ اِنَّ اَخَاكَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ مَنْ يَقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَرَادَ اَنْ لَّا يَتَّكِلَ النَّاسُ اَمَا اِنَّهُ قَدْ عَلِمَ اَنَّهَا فِيْ رَمَضَانَ وَاَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَاَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ ثُمَّ حَلَفَ لَا يَسْتَثْنِيْ اَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ فَقُلْتُ بِاَيِّ شَيْءٍ تَقُوْلُ ذٰلِكَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ قَالَ بِالْعَلَامَةِ اَوْ بِالْاٰيَةِ الَّتِيْ اَخْبَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا تَطْلُعُ يَوْمَئِذٍ لَا شُعَاعَ لَهَا۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۸۲۷/۲ حديث رقم (۲۱۸ ـ ۱۱۶۸)۔

ترجمہ: حضرت زِر بن حُبیشؒ سے روایت ہے کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھنے کا ارادہ کیا میں نے کہا کہ تمہارے دینی بھائی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جو شخص پورا سال اللہ کی عبادت کی خاطر شب بیداری کرے تو وہ شب قدر کو پالے گا پس ابی بن کعبؓ نے کہا اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ انہوں نے اس وجہ سے یہ فرمایا تا کہ لوگ اس پر بھروسہ نہ کریں ارادہ کیا اس کے کہنے سے کہ لوگ اعتماد نہ کریں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جانتے تھے شب قدر رمضان میں ہے اور تحقیق وہ آخری عشرے میں ہے اور وہ ستائیسویں رات ہے پھر ابی بن کعبؓ نے قسم کھائی اور ان شاء اللہ نہ کہا کہ تحقیق شب قدر ستائیسویں رات میں ہے۔ پس میں نے کہا اے ابومنذر! (حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) کس دلیل سے کہتے ہو؟ فرمایا: اس علامت اور نشانی کی وجہ سے جس کے بارے میں نبی علیہ السلام نے ہمیں بتایا ہے کہ اس دن آفتاب طلوع تو ہوتا ہے لیکن اس میں روشنی نہیں ہوتی اور میں نے سورج کو دیکھا کہ اسی طرح نکلا۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے یعنی ایک قول پر لوگ اعتماد نہ کریں اگرچہ وہ صحیح ہے اور غالب گمان کے مطابق اس پر فتویٰ ہے لیکن ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے شب قدر کو قصداً متعین نہیں فرمایا کہ کہیں لوگ اس بات پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں اور اس بات کا علم کہ شب قدر ستائیسویں رات میں ہے بقیہ تمام راتوں میں قیام ترک کر دیں۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اکثر راتوں میں لوگوں کو قیام کی طرف مائل کرنے کے لئے یہ کہا کہ شب قدر سال میں کسی بھی رات میں آ سکتی ہے اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا اس بات پر قسم کھانا کہ شب قدر ستائیسویں رات میں ہے ظن غالب کی بناء پر تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے قسم کے ساتھ ان شاء اللہ نہیں کہا کیونکہ اگر کوئی شخص قسم کھاتے ہوئے ان شاء اللہ کے الفاظ کہہ دے تو نہ اس کی قسم یقینی ہوتی ہے بلکہ شرعاً اس کی قسم منعقد ہی نہیں ہوتی۔ پس ابی بن کعبؓ نے قسم کھالی اور ان شاء اللہ نہیں کہا تا کہ قسم جزماً ہو جائے۔

رمضان شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک

۶/۱۹۷۴ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۸۳/۲ حدیث رقم (۱۱۷۵/۸)۔ وابن ماجه فی السنن ۵۶۲/۱ حدیث رقم ۱۷۶۷۔ واحمد فی المسند ۸۲/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اُخیر عشرے میں اس قدر کوشش کرتے تھے کہ غیر رمضان میں اس قدر کوشش نہیں کرتے تھے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں خوب محنت کرتے تھے اور نیکی کرنے میں زیادتی کرتے اور پر امید رہتے کہ لیلۃ القدر اسی رات میں ہے۔

آخری عشرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں خوب محنت کرتے

۷/۱۹۷۵ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ وَاَحْيٰ لَيْلَهُ وَاَيْقَظَ اَهْلَهُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۶۹/۴۔ حدیث رقم ۲۰۲۴ ومسلم فی صحیحه ۸۳۲/۲ حدیث رقم (۷۔ ۱۱۷۴)۔ والنسائی فی السنن ۲۱۷/۳ حدیث رقم ۱۶۳۹۔ وابن ماجه ۵۶۲/۱ حدیث رقم ۱۷۶۸۔ واحمد فی المسند ۴۱/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہہ بند مضبوط باندھتے تھے اور رات کو زندہ کرتے اور اپنے گھر والوں کو جگاتے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں لفظ ''تہہ بند کو مضبوط باندھنے کا'' ذکر آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہہ بند مضبوط باندھ لیتے تھے اس سے مراد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں بہت زیادہ کوشش و محنت کرتے یا اس بات سے کنایہ کہ عورتوں سے علیحدہ رہتے تھے اور رات کو زندہ کرتے یعنی اکثر رات یا تمام رات نماز اور ذکر و عبادت اور تلاوت میں مشغول رہتے اور ایک روایت میں آیا ہے: **انه علیه السلام ماسهر جمیع اللیل کله۔** یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات نہیں جاگتے تو اس سے مراد یہ ہے کہ تمام رات نہیں جاگتے تھے پس ایک دو یا دس رات جاگنا اس کے منافی نہیں ہے واللہ اعلم اور اپنے اہل والوں کو جگاتے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں کو اور بیٹیوں اور لونڈیوں کو اور غلاموں کو بعض اوقات آخری عشرے میں لیلۃ القدر کی تلاش کے لیے جاگنے کی تاکید فرماتے۔

الفصل الثانی:

لیلۃ القدر میں مانگی جانے والی دعا کا ذکر

۸/۱۹۷۶ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَىَّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِيْهَا قَالَ قُوْلِى اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّى رواه احمد وابن ماجة والترمذی وَصَحَّحَهُ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّى۔

اخرجه الترمذی فی السنن ۴۹۹/۵ حدیث رقم ۳۵۱۳۔ وابن ماجه ۱۲۶۵/۲ حدیث رقم ۳۸۵۰۔ واحمد فی المسند ۱۷۱/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے خبر دو اگر میں جان لوں کہ کونسی رات شب قدر کی ہے کہ میں اس میں کیا کہوں۔ یعنی کیا دعا مانگوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو کہہ اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس مجھے معاف فرما۔ اس کو امام احمدؒ ابن ماجہؒ اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں ایک جامع دعا بتائی گئی ہے جو شب قدر میں مانگنی چاہیے جو دنیا وآخرت کی بھلائیوں کو جامع ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ بندوں نے اللہ تعالیٰ سے اِس سے افضل کوئی چیز نہیں مانگی کہ اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے اور ان کو عافیت دے۔

طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرنے کا حکم

۹/۱۹۷۷ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِلْتَمِسُوْهَا يَعْنِیْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِیْ تِسْعٍ يَبْقِيْنَ اَوْ فِیْ سَبْعٍ يَبْقِيْنَ اَوْفِیْ خَمْسٍ يَبْقِيْنَ اَوْ ثَلَاثٍ اَوْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۶۰/۳ حدیث رقم ۷۹۴۔ واحمد فی المسند ۳۶/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ شب قدر کو (رمضان المبارک کی باقی ماندہ) نویں رات (یعنی انتیسویں رات میں) تلاش کرو۔ باقی ماندہ ساتویں شب یعنی ستائیسویں رات میں یا باقی ماندہ پانچویں رات میں بھی یعنی پچیسویں رات میں بھی یا باقی ماندہ تیسری رات یعنی تیسویں رات میں یا آخری رات میں تلاش کرو۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس طرح کی روایت پہلے بھی گزر چکی ہے۔ جس کا خلاصہ بیان ہو چکا ہے حاصل یہ ہے کہ شب قدر کو رمضان شریف کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور سلف صالحین کا یہی معمول مبارک تھا۔

۱۰/۱۹۷۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ هِیَ فِیْ كُلِّ رَمَضَانَ۔

رواه ابو داود وقال رواه سفيان وشعبة عن ابی اسحاق موقوفا علی ابن عمر)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۱۱۱/۲۔ حدیث رقم ۱۳۸۷۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کی حالت کے بارے میں پوچھا گیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہر رمضان میں آتی ہے۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے اور فرمایا کہ یہ روایت سفیان اور شعبہ نے ابواسحٰق سے نقل کی ہے اور یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔

تشریح ۞ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔

شبِ قدر مختلف طاق راتوں میں آتی ہے یعنی ہر طاق رات میں بدلتی رہتی ہے

۱۱/۱۹۷۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ بَادِيَةً اَكُوْنُ فِيْهَا وَاَنَا اُصَلِّيْ فِيْهَا بِحَمْدِ اللّٰهِ فَمُرْنِيْ بِلَيْلَةٍ اَنْزِلُهَا اِلٰى هٰذَا الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَنْزِلْ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِيْنَ قِيْلَ لِابْنِهٖ كَيْفَ كَانَ اَبُوْكَ يَصْنَعُ قَالَ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ اِذَا صَلَّى الْعَصْرَ فَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ لِحَاجَةٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ الصُّبْحَ فَاِذَا صَلَّى الصُّبْحَ وَجَدَ دَابَّتَهٗ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَلَحِقَ بِبَادِيَتِهٖ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲/۱۰۸۔ حدیث رقم ۱۳۸۰۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن انیسؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! تحقیق میرے لیے جنگل ہے یعنی میں جنگل میں رہتا ہوں اور اس میں نماز پڑھتا ہوں اور اللہ کا شکر یہ ادا کرتا ہوں۔ پس مجھ کو حکم فرمائیں کہ ایک رات مسجد میں آؤں یعنی شب قدر میں مسجد نبوی میں آ کر عبادت کروں۔ پس حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تئیسویں رات کو آؤ۔ عبداللہ کے بیٹے کے لیے کہا گیا کہ اس کا نام ضمرہ تھا کہ تیرا باپ کس طرح تھا۔ بیٹے نے کہا میرے والد مسجد میں داخل ہوتے اور عصر کی نماز پڑھتے ہیں یعنی رمضان کی بائیسویں تاریخ کو پس اس مسجد سے کسی کام کے لیے نہ نکلتے۔ جو کہ منافی اعتکاف ہے۔ پس جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو اپنا جانور مسجد کے دروازے پر پاتے پس اس پر سوار ہوتے اور اپنے جنگل میں پہنچ جاتے۔ اس کو ابوداوٗدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر ہر سال بدلتی رہتی ہے کبھی بائیسویں تاریخ کو اور کبھی تئیسویں کو اور کبھی پچیسویں کو۔ اگر کوئی کہے کہ اس سے لیلۃ القدر کی تعیین لازم آتی ہے حالانکہ لیلۃ القدر کی تاریخ معین نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس سال حضور ﷺ نے ان کو یہ فرمایا تھا اس سال لیلۃ القدر تئیسویں کو لیلۃ القدر میں ہوئی ہوگی اور حضور ﷺ کو علم ہو گیا ہوگا کہ شب قدر ہر سال اسی تاریخ کو ہوتی ہوگی اور یہ جو آیا ہے کہ حضور ﷺ کو بھی اس کی تعیین معلوم نہ تھی اس سے مراد یہ ہے کہ ہر سال کی تعیین کا علم نہیں تھا اور کبھی کبھی کا معلوم ہونا اس کے منافی نہیں ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ لیلۃ القدر کا ختلاف باعتبار اشخاص کے ہو۔ پس ان کو لیلۃ القدر کا ثواب اسی شب میں ہوتا ہو۔ واللہ اعلم۔ مولانا۔

الفصل الثالث:

شبِ قدر متعین نہیں ہے

۱۲/۱۹۸۰ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰى اَنْ يَكُوْنَ خَيْرًا لَكُمْ فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴/۲۶۷۔ حدیث رقم ۲۰۲۳۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تا کہ ہمیں شب قدر کی خبر دیں۔ پس دو شخص مسلمانوں میں سے جھگڑے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نکلا تھا کہ تم کو شب قدر کے بارے میں بتاؤں۔ پس فلاں اور فلاں جھگڑے پس شب قدر کی پہچان اٹھالی گئی ہوسکتا ہے کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہو۔ پس تم انتیسویں میں اور ستائیسویں میں اور پچیسویں میں شب قدر کو تلاش کرو۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں جو دو شخصوں کا نام آیا ہے کہ وہ شب قدر کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔ ایک کا نام عبداللہ بن ابی حذر وا تھا اور دوسرے کا نام کعب بن مالک تھا اور اس کی تعین جھگڑے کے نحوست کی وجہ سے اٹھالی گئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ جھگڑا کرنا اور آپس میں دشمنی کرنا بہت بری ہے اور اس کی وجہ سے آدمی برکات و بھلائیوں سے محروم ہو جاتا ہے اور شب قدر کے متعین نہ ہونے سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ تم عبادت کرنے میں زیادہ کوشش کرو گے اور شب قدر کی تلاش کے لیے زیادہ محنت کرو گے اور ذکر و عبادات میں مشغول رہو گے۔

رمضان شریف کا اہتمام کرنے والے کو مزدور کے ساتھ تشبیہ دی ہے

۱۹۸۱/۱۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرِيْلُ فِىْ كَبْكَبَةٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ يُصَلُّوْنَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ اَوْ قَاعِدٍ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَعْنِىْ يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهٰى بِهِمْ مَلَائِكَتَهٗ فَقَالَ يَا مَلَائِكَتِىْ مَا جَزَاءُ اَجِيْرٍ وَفّٰى عَمَلَهٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَاءُهٗ اَنْ يُوَفّٰى اَجْرُهٗ قَالَ مَلَائِكَتِىْ عَبِيْدِىْ وَاِمَائِىْ قَضَوْا فَرِيْضَتِىْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا يَعُجُّوْنَ اِلَى الدُّعَاءِ وَعِزَّتِىْ وَجَلَالِىْ وَكَرَمِىْ وَعُلُوِّىْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِىْ لَاُجِيْبَنَّهُمْ فَيَقُوْلُ اِرْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَّلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَيَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ. (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

اخرجه البيهقى فى شعب الايمان ۱۳۵/۳ حديث رقم ۳۱۱۷.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت شب قدر ہوتی ہے جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اترتے ہیں۔ ہر بندے کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں کھڑا ہو یا نماز پڑھتا ہو یا طواف کرتا ہو یا کسی اور عبادت میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر مشغول ہو۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہو اور جس وقت ان کی عید (یعنی عیدالفطر) کا دن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے اپنے فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے یعنی ان فرشتوں سے جنہوں نے بنی آدم پر طعن کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے فرشتو! اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جس نے اپنا کام پورا کرلیا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! اس کا بدلہ یہ ہے اس کے عمل کی مزدوری پوری دی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے فرشتو! میرے غلاموں اور میری لونڈیوں نے میرا فرض ادا کیا جو ان پر تھا۔ یعنی روزہ پھر وہ اپنے گھروں سے عیدگاہ کی طرف دعا کے ساتھ نکل چلتے ہوں۔ مجھے قسم ہے اپنی عزت کی اور اپنی بزرگی کی اور اپنی سخاوت کی اور اپنی بلند قدری کی اور اپنی بلند مرتبہ کی۔ البتہ میں ان کی دعا قبول کرونگا پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں پھر اپنے گھروں کو تو جاؤ تحقیق میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو میں نے نیکیوں سے بدل ڈالا ہے اور تمہارے نامۂ اعمال میں ہر برائی کے بدلے نیکی لکھی گئی۔ نبی کریم

ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگ پھرتے ہیں (واپس آتے ہیں عیدگاہ سے) اس حالت میں کہ ان کی بخشش ہو جاتی ہے۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

تشریح ﷺ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضان کا اہتمام کرنے والے کو اور رات کو قیام کرنے والے کو اور ذکر وعبادت میں مشغول ہونے والے کو اس کی محنت شاقہ کی وجہ سے مزدور کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور فرمایا کہ جس طرح مزدور کو مزدوری کرنے کے بعد پوری اجرت دی جاتی ہے۔ اس طرح اس روزہ دار کو رمضان کے ختم ہونے پر پوری اُجرت دی جائے گی۔ میری عزت وجلال کی قسم میں اس کو یہ انعام عطا فرماؤں گا کہ اس کو بخش دونگا اور فرشتے اس کی برائیوں کو نیکی میں بدل ڈالیں گے اور عید کی رات کو اللہ تعالیٰ بطور فخر کے فرشتے کو فرماتے ہیں کہ اس مزدور کی مزدوری کیا ہو سکتی ہے جس نے اپنی مزدوری پوری کر لی ہے اور اس مذکورہ رات کو لیلۃ الجائزۃ کہتے ہیں انعام والی رات۔ اس رات اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو انعام واکرام سے نوازتا ہے۔

فائدہ: اعتکاف کے لغوی معنی!

اعتکاف کا لغوی معنی ایک مقام پر ٹھہرنا ہے اور شرعی معنی یہ ہیں کہ جماعت والی مسجد میں ٹھہرنا۔ اعتکاف کی نیت کے ساتھ اور مسلمان عاقل بالغ کی نیت معتبر ہے اور جنابت سے اور حیض ونفاس سے پاک ہو اور رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے اس لیے کہ حضور ﷺ ہمیشہ کرتے رہے اور درمختار میں لکھا ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی بعض کے ادا کرنے سے ادا ہو جاتا ہے اور اس کے تارک کو ملامت نہیں کیا جاتا اور اعتکاف زبان کے ساتھ نذر کرنے سے واجب ہوتا ہے خواہ فی الحال ہو۔ جیسا کہ کہے کہ میں نے اپنے اوپر اللہ کے لیے اعتکاف اتنے دنوں کا لازم کیا اور خواہ مطلق ہو۔ جیسے کوئی کہے کہ میں نے نذر مانی کہ اگر میرا یہ کام ہو جائے تو میں اتنے دنوں کا اعتکاف کرونگا اور سوائے ان دونوں قسموں کے تیسری قسم مستحب ہے۔ پھر اعتکاف نفلی کی اکثر مدت کے لیے حد معین نہیں ہے اگر تمام عمر کی نیت کرے تو جائز ہے اور اقل مدت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے امام محمد ﷺ کے نزدیک اقل مدت ایک ساعت ہے۔ خواہ وہ ساعت رات میں ہو اور خواہ دن میں اور ظاہر روایت یہی ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نیت کرے اس طرح کہ میں نے اعتکاف کی نیت کی کہ جب تک کہ میں مسجد میں ہوں تا کہ اعتکاف کا ثواب ہاتھ سے نہ جانے پائے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دن کا اکثر حصہ ہے یعنی آدھے دن سے زیادہ ہو اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ظاہر الروایۃ کے علاوہ یہ بھی منقول ہے کہ اقل مدت اعتکاف کی ایک دن ہے۔

الفصل الاول:

رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنے کی آپ ﷺ کی عادت مبارکہ

۱/۱۹۸۲ عَنْ عَآ ئِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۷۱/٤۔ حدیث رقم ۲۰۲٦۔ ومسلم فی صحیحه ۸۳۱/۲ حدیث رقم ۱۱۷۲/۵۔

وابوداؤد فی السنن ۸۲۹/۲ حدیث رقم ۷۹۰۔ والترمذی ۱۵۷/۳ حدیث رقم ۷۹۰۔ وابن ماجہ ۵۶۲/۱ حدیث رقم ۱۷۷۳۔ واحمد فی المسند ۲۸۱/۲۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے ان کی روح قبض کرلی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی بیویوں نے اعتکاف کیا۔ اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس سے حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اپنے گھروں میں اعتکاف کیا اس لیے فقہاء نے کہا ہے کہ عورتوں کے لیے مستحب ہے کہ وہ مسجد البیت میں اعتکاف کریں اگر مسجد البیت نہ ہو تو گھر کی ایک جگہ کو مسجد ٹھہرا کر اعتکاف کریں پس وہ ان کے حق میں مسجد کا حکم رکھتی ہے بغیر ضرورت کے اس میں سے نہ نکلیں اور عورتوں کو مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے ع عالمگیری۔ درمختار۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا بیان

۲/۱۹۸۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ اَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ كَانَ جِبْرِيْلُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ فَاِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ كَانَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱٦/٤۔ حدیث رقم ۱۹۰۲۔ ومسلم فی صحیحه ۱۸۰۳/٤ حدیث رقم (۵۰۔ ۲۳۰۸)۔ والنسائی فی السنن ۱۲۵/٤ حدیث رقم ۲۰۹۵ واحمد فی المسند ۲۳۱/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے میں بڑے سخی تھے اور رمضان میں بہت سخاوت کرتے تھے اور رمضان کی ہر رات میں جبرائیل علیہ السلام ملاقات کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سامنے قرآن پڑھتے تھے یعنی تجوید کے ساتھ پس جس وقت جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اس وقت ہوا کے جھونکوں سے بھی زیادہ بڑھ جاتی تھی۔ اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے میں بڑی سخاوت کرتے تھے اور لوگوں کو خوب نفع پہنچاتے تھے اور دوسرے کی نسبت بڑی نیکی کرتے تھے' خصوصاً رمضان کے مہینے میں کہ بابرکت ایام ہوتے ہیں اور نیکی کرنا اس میں افضل ہے اور ہوا چلالی سے مراد یہ ہے یعنی جو ہوا بارش لاتی ہے یعنی اس ہوا کا نفع عام ہوتا ہے اور نفع بہت زیادہ ہوتا ہے جب حضرات جبرائیل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو خوب نفع پہنچاتے اس حدیث میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ آدمی کو افضل وقتوں میں بھلائی کرنی چاہیے اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے نیکی کرنے میں کوشش کرنی چاہیے۔ یہ حدیث باب الاعتکاف میں اس لیے لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں اعتکاف کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کا معمول

۳/۱۹۸۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ يُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنُ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً فَعُرِضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِی الْعَامِ الَّذِیْ قُبِضَ وَكَانَ يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرًا فَاعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ فِی الْعَامِ الَّذِیْ قُبِضَ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۳/۹۔ حدیث رقم ۴۹۹۸۔ وابوداؤد فی السنن ۸۳۲/۲ حدیث رقم ۲۴۶۶۔ وابن ماجه ۵۶۲/۱ حدیث رقم ۱۷۶۹۔ والدارمی ۴۳/۲ حدیث رقم ۱۷۷۹ واحمد فی المسند ۳۳۶/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر سال قرآن پڑھا جاتا تھا۔ یعنی جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سال میں ایک بار قرآن پڑھتے تھے۔ پس جس سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوبار قرآن پڑھا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال دس دن اعتکاف کرتے تھے جس سال وفات پائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔ اس کو امام بخاری نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے قرآن پڑھتے تھے اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑھتے تھے۔ دونوں روایتوں میں مخالفت نہیں ہے اس واسطے کہ ایک دفعہ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑھتے ہونگے پھر ان کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے دو حافظ دور کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ دور کرنا بھی سنت ہے اور آخری سال میں دوبار قرآن پڑھا گیا اور بیس دن اعتکاف ہوا۔ اللہ رب العزت کے دربار میں حاضر ہونے کی تیاری کے لیے کیونکہ حاضری کا وقت قریب تھا اور منزل شوق سامنے تھا پھر عشق کی ساری بے تابیاں زوروں پر تھیں۔

جیسے کسی کہنے والے نے خوب کہا ہے۔

ع وعدۂ وصل چوں شود نزدیک ☆ آتش شوق تیز تر گردد

اس میں امت کو تنبیہ ہے کہ اپنی آخری عمر میں نیک اعمال بہت زیادہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے اور اس کے روبرو کھڑے ہونے کے لئے نہایت مستعد ہو۔ رزقنا اللہ۔

مسائل اعتکاف کا بیان

۴/۱۹۸۵ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِذَا اعْتَكَفَ اَدْنٰى اِلَیَّ رَاْسَهٗ وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَاُرَجِّلُهٗ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ اِلَّا لِحَاجَةِ الْاِنْسَانِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۷۳/۴۔ حدیث رقم ۲۰۲۹۔ ومسلم فی صحیحه ۲۴۴/۱ حدیث رقم (۱۹۷۰۶) والترمذی فی السنن ۱۶۷/۳ حدیث رقم ۸۰۴۔ وابن ماجه ۵۶۵/۱ حدیث رقم ۱۷۷۶۔ واحمد فی المسند ۲۶۴/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کرتے تھے تو اپنا سر میرا نزدیک کرتے تھے

اور وہ مسجد میں ہوتے تھے تو میں ان کے کنگھی کر دیتی اور گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے مگر انسانی حاجت کے لیے۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں مسائل اعتکاف بیان کئے گئے ہیں۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے اگر معتکف اپنا کوئی عضو مسجد سے نکالے تو اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوتا اور اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ معتکف کے لئے کنگھی کرنا جائز ہے اور ابن ہمامؒ نے کہا کہ اگر معتکف کوئی عضو دھوئے مسجد کے اندر کہ مسجد آلودہ نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر انسانی ضرورت کی خاطر۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر ایک گھڑی بغیر ضرورت کے نکلے تو اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔ اعتکاف اور حاجت دو طرح کی ہوتی ہے طبعی اور شرعی۔ طبعی جیسے پیشاب اور پائخانہ اور غسل اگر احتلام ہو جائے اور غسل جمعہ کے حق میں کوئی روایت صحیح موجود نہیں ہے۔ مگر شرح اوراد میں لکھا ہے کہ غسل کے لیے' مسجد سے باہر جانا جائز ہے چاہے غسل واجب ہو مثلاً غسل جنابت یا نفل ہو مثلاً غسل جمعہ وغیرہ کی نماز کے لیے اور اذان کے لیے یعنی اذان کی جگہ اگر مسجد سے باہر ہو تو اس کی طرف جانا حاجت کے اندر داخل ہے اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ بموجب روایت صحیحہ کے مؤذن اور غیر مؤذن اس میں برابر ہیں اور جمعہ کے لیے نکلے زوال کے وقت سے اور جس سے جامع مسجد دور ہو تو۔ ایسے وقت میں نکلے کہ جمعہ کو سنتوں سمیت پالے اور نماز سے زیادہ وقت جامع مسجد میں ٹھہرے گا۔ تو اعتکاف فاسد نہیں ہوگا مگر زیادہ ٹھہرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ اگر کسی کے پاس خادم نہ ہو تو وہ گھر سے کھانا لا سکتا ہے اور یہ بھی حاجت میں داخل ہے اور اگر مسجد گرنے لگے یا کوئی زبردستی مسجد سے نکالے اور اگر اسی گھڑی نکل کر دوسری مسجد میں داخل ہو جائے۔ تو استحساناً اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ کذافی البدائع اسی طرح اگر جان یا مال کے خوف کی وجہ سے دوسری مسجد میں جائے پھر بھی فاسد نہیں ہوگا اگر وہ پیشاب یا پائخانہ کے لیے نکلا اور قرض خواہ نے ایک ساعت کے لئے روک لیا۔ تو امام اعظمؒ کے نزدیک فاسد ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک فاسد نہیں ہوگا اور اگر کوئی شخص ڈوب رہا ہو یا جل رہا ہو۔ یہ اس کے نکالنے کے لیے نکلے یا جہاد کے لیے نکلے اگر نفیر عام ہو۔ یا ادائے شہادت کے لئے نکلے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ اگر مذکورہ عذروں کے بغیر نکلے گا ایک ساعت کے لیے بھی یعنی لمحہ بھر کے بھی تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر دن کا اکثر حصہ نکلا رہے گا تو فاسد ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ ع ح عالمگیری۔

فوائد! اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ معتکف کو مسجد میں حجامت بنوانی جائز ہے مگر بال وغیرہ مسجد میں نہ گریں۔

اپنی نذروں کو پورا کرو

۵/۱۹۸۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُنْتُ نَذَرْتُ فِی الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ فَاَوْفِ بِنَذْرِكَ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۷٤/٤۔ حدیث رقم ۲۰۳۲۔ ومسلم فی صحیحه ۱۲۷۷/۳۔ حدیث رقم (۲۷۔ ۱۶۵۶) وابوداوٗد فی السنن ۶۱۶/۳ حدیث رقم ۳۳۲۵ والترمذی ۹٦/٤ حدیث رقم ۱۵۳۹۔ والنسائی ۲۰/۷ حدیث رقم ۳۸۲۰۔ واحمد فی المسند ۳۷/۱۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کرونگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے زمانہ جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی تھی جاہلیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے والی حالت کو کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ اسلام کے ظاہر ہونے سے پہلے والی حالت تھی اور ''اپنی نذر کو پورا کرو'' اگر اسلام سے پہلے نذر کی ہو۔ تو امر استحباب کے لیے اور اگر اسلام کے بعد کی ہو تو یہ امر وجوب کے لیے ہے اور علامہ طیبیؒ نے کہا کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ جاہلیت کی نذر اگر اسلام کے حکم کے موافق ہو تو اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ امام شافعیؒ کا مذہب یہی ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس کی نذر صحیح نہیں ہیں۔ اس کے دلائل فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں اور اس حدیث کے معنی وہ جو لیتے ہیں اوپر بیان کئے گئے ہیں اور علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ اس میں دلیل ہے کہ اعتکاف کی صحت کے لیے اس پر روزہ شرط نہیں ہے۔ جیسا کہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ روزہ واجب اعتکاف میں شرط ہے نہ کہ نفل میں اور یہی صاحبینؒ کا قول ہے اور امام مالکؒ سے اور ایک روایت امام اعظمؒ سے یہ بھی ہے کہ مطلق اعتکاف میں روزہ شرط ہے خواہ واجب ہو یا نفل۔ پس وہ جواب دیتے ہیں کہ جن روایات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعتکاف کا ذکر آیا ہے اس میں روزہ بھی آیا ہے چنانچہ ابوداؤد اور نسائی اور دار قطنی نے ایک روایت نقل کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دور جاہلیت میں اپنے اوپر اعتکاف لازم کیا تھا کہ وہ ایک رات دن سمیت اعتکاف کریں گے۔ یا ایک رات خانہ کعبہ میں اعتکاف کریں گے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعتکاف کرو اور روزہ بھی رکھو اور ان کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جو آگے آرہی ہے۔

اس تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف میں روزہ رکھنا شرط ہے پس اگر کسی نے نذر مانی کہ میں رات کو اعتکاف کرونگا تو درست نہیں ہے اگر یہ نذر مانی کے رمضان کے مہینے میں اعتکاف کرونگا تو رمضان کے روزے کفایت کرتے ہیں اگر نفل روزہ رکھا ہوا ہو اور پھر اس دن کے اعتکاف کی نیت کرے تو درست نہیں ہے اگر رمضان معین میں اعتکاف نہ کیا تو دوسرے مہینے میں اس کی قضا مستقل روزوں کے ساتھ کرے۔ پس اس کی قضاء جائز نہیں ہوگی اور نہ ایسے ایام میں جن میں کوئی واجب روزہ رکھ رہا ہو۔ مذہب میں خواہ رمضان کے قضا روزے رکھتا ہو یا اور کچھ اور اگر کئی دنوں کے اعتکاف کی نیت کرے۔ تو ان دنوں کی راتوں کا بھی اعتکاف لازم ہو جاتا ہے اور اگر دو دن کے اعتکاف کی نیت کرے تو دو راتوں کا بھی لازم ہوتا ہے لیکن امام ابویوسفؒ کے نزدیک اعتکاف صرف ایک رات کا ہی لازم ہوتا ہے۔ اگر نذر کرے کہ ایک مہینے کا اعتکاف کرونگا تو متصل اعتکاف ایک مہینے کا لازم ہوتا ہے اگرچہ اس نے متصل نہ کہا ہو۔ (درمختار)

الفصل الثانی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کا ذکر

۶/۱۹۸۷ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ۔ (رواہ الترمذی ورواہ ابوداود وابن ماجۃ عن ابی بن کعب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۶۶/۳ حدیث رقم ۸۰۳۔ واحمد فی المسند ۴۰۱/۲۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دن میں اعتکاف کیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سال کسی عذر کی وجہ سے اعتکاف نہیں کیا اور جب آئندہ سال آیا تو بیس دن اعتکاف کیا۔ اس کو ترمذی‘ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنے کا تھا شاید کہ یہ حدیث تفسیر ہے اس حدیث کی جو اوپر گزری ہے۔ علامہ طیبیؒ نے کہا ہے یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ سنت مؤکدہ قضا کیے جائیں جب کہ فوت ہو جائیں جیسا کہ فرائض قضا کیے جاتے ہیں۔ لیکن یہ بات جان لی جائے کہ فرائض کے ساتھ تشبیہ صرف قضا کرنے میں ہے فوت ہونے کے بعد ورنہ فرض کی قضا کرنا فرض کا درجہ رکھتی ہے اور سنت مؤکدہ کی قضا سنت کا درجہ رکھتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف میں بیٹھنے کا طریقہ

۷/۱۹۸۸ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ فِيْ مُعْتَكَفِهِ۔ (رواہ ابو داود وابن ماجۃ)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۸۳۱/۲ حدیث رقم ۱۱۷۳/۶۔ وابوداوٗد فی السنن ۸۳۰/۲ حدیث رقم ۲۴۶۴۔ والترمذی ۱۵۷/۳ حدیث رقم ۷۹۱۔ والنسائی ۴۴/۲ حدیث رقم ۷۰۹۔ وابن ماجه ۵۶۳/۱ حدیث رقم ۱۷۷۱۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت اعتکاف کرنے کا ارادہ کرتے تھے۔ فجر کی نماز پڑھتے پھر اپنے اعتکاف کی جگہ پر داخل ہوتے۔ اس کو ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے امام اوزاعیؒ اور ثوریؒ نے دلیل پکڑی ہے کہ اعتکاف کی ابتداء پہلے دن سے ہے اور ائمہ اربعہ کے نزدیک اگر وہ ایک مہینے یا عشرے وغیرہ کا ارادہ کرے۔ تو غروب آفتاب سے پہلے داخل ہو اور آخری دن غروبِ آفتاب کے بعد۔ پس ان حضرات کے نزدیک اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی نیت کے ساتھ غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہوئے اور بوریئے وغیرہ سے ایک حجرہ بنا دیا جاتا تاکہ لوگوں سے الگ رہیں پس اعتکاف کی ابتداء مغرب سے ہوتی تھی اور اعتکاف کی جگہ میں صبح کے وقت داخل ہوتے تھے۔

اعتکاف کی حالت میں مریض کی عیادت کی جاسکتی ہے

۸/۱۹۸۹ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَيَمُرُّ كَمَا هُوَ فَلَا يُعَرِّجُ يَسْاَلُ عَنْهُ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۲/۸۳۶ حدیث رقم ۲۴۷۲۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (جب حاجت کے لیے نکلتے تھے تو اعتکاف کی حالت میں) بیمار کو پوچھتے تھے اور بیمار آدمی مسجد سے باہر ہوتا اور اس کو اس طرح پوچھتے جس طرح گزرنے والا پوچھتا ہے' ٹھہرتے نہیں تھے۔ یہ ابوداوُدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں بیمار کی عیادت کرتے ہوئے گزرتے کہ اس کی طرف میل نہیں کرتے تھے اور نہ ٹھہرتے بلکہ سیدھے پوچھتے چلے جاتے اور لفظ فَلَا يُعَرِّجُ اوپر کے مجمل کا بیان ہے اس لیے کہ فَلَا يُعَرِّجُ کے معنی یہ ہیں کہ نہ ٹھہرتے اور راستے سے دوسری طرف میل کرتے تھے اور لفظ یسال یعود کا بیان ہے۔ استیناف کے طریقے سے۔ حسن اور نخعی نے کہا ہے کہ معتکف کو نکلنا جائز ہے جمعہ کی نماز کے لیے اور عیادت کے لیے اور نماز جنازہ کے لیے اور ائمہ اربعہ کے نزدیک جب کہ قضائے حاجت کے لیے نکلے اور اگر اتفاق سے مریض کی عیادت اور نماز جنازہ کے لیے جانا پڑھے تو وہ راستہ سے نہ ہٹے اور نماز سے زیادہ دیر نہ ٹھہرے۔ تو اعتکاف باطل نہیں ہوگا اور اگر راستے سے ہٹ گیا۔ یعنی ٹیڑھا ہو گیا اور نماز سے زیادہ دیر ٹھہر گیا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ انتہی اور قصداً نماز جنازہ کے لیے جانا اور مریض کی عیادت کے لیے جانا اگر ان چیزوں کے لیے نکلے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اگر نذر مانتے وقت شرط کرلے اور التزام کرے کہ میں مریض کی عیادت کے لیے' نماز جنازہ کے لیے اور علم کی مجلس میں حاضر ہونے کے لیے نکلوں گا یعنی وعظ سننے کے لیے تو جائز ہے ع۔ عالمگیری۔

محظوراتِ اعتکاف

۹/۱۹۹۰ وَعَنْهَا قَالَتِ السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ اَنْ لَّا يَعُوْدَ مَرِيْضًا وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً وَلَا يَمَسَّ الْمَرْاَةَ وَلَا يُبَاشِرَهَا وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ اِلَّا لِمَا لَابُدَّ مِنْهُ وَلَا اِعْتِكَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ وَلَا اِعْتِكَافَ اِلَّا فِيْ مَسْجِدٍ جَامِعٍ۔

(رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۲/۸۳۶ حدیث رقم ۲۴۷۳۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ معتکف کے لیے ضروری ہے کہ وہ مریض کی عیادت نہ کرے اور نہ نماز جنازہ کے لیے حاضر ہو۔ یعنی مسجد سے باہر نہ جائے مطلقاً اور نہ صحبت کرے۔ عورت سے اور نہ عورت سے مباشرت کرے اور نہ کسی کام کے لیے مسجد سے باہر نکلے مگر ضرورت کے لیے یعنی پیشاب پائخانہ وغیرہ کے لیے اور اعتکاف روزے کے بغیر نہیں ہوتا اور اعتکاف جامع مسجد کے بغیر نہیں ہوتا۔ اس کو ابوداوُدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ معتکف کے لیے مندرجہ بالا چیزیں ممنوع ہیں کہ وہ اعتکاف کی حالت میں نہ مباشرت کرے۔ مباشرت سے مراد وہ چیزیں ہیں جو باعث جماع ہیں مثلاً بوسہ لینا گلے لگانا اور چھونا وغیرہ۔ پس معتکف کے لئے صحبت کرنا اور مباشرت کرنا حرام ہے۔ ان دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ صحبت کرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے چاہے جان بوجھ کر کرے یا بھولے سے' چاہے دن میں کرے یا رات میں لیکن مباشرت اسی وقت مفسد اعتکاف ہوگی جب کہ انزال ہو جائے۔ اگر مباشرت کرنے سے انزال نہ ہو تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ معتکف کے لئے مسجد میں کھانا' پینا' سونا اور خرید وفروخت کی چیزیں مسجد میں نہ لائی جائیں اور خرید وفروخت کی اشیاء کو مسجد میں لانا بھی مکروہِ تحریمی ہے۔ غیر معتکف کے لئے مسجد میں بیع وشراء کرنا اور دورانِ اعتکاف خاموشی اختیار کرنا جبکہ معتکف خاموشی اختیار کرنے کو عبادت تصور کرے' مکروہِ تحریمی ہے۔ معتکف کے لئے لازم ہے کہ بیہودہ باتوں سے' جھوٹ بولنے سے اور غیبت کرنے سے مکمل پرہیز کرے اور کلامِ مباح بلاضرورت مکروہ ہے اور ضرورت کے لیے مکروہ نہیں ہے۔

اور فتح القدیر میں لکھا ہے مسجد میں بغیر ضرورت کا کلام کرنا حسنات کو ایسے کھاتا ہے یعنی نابود کر دیتا ہے جیسے آگ خشک لکڑیوں کو کھا جاتی ہے اور نیک کلام کرنا اور خدا تعالیٰ کو یاد کرنا مستحب ہے پس معتکف کو چاہیے کہ قرآن پاک کی تلاوت کرے اور حدیث وتفسیر کی کتب کا مطالعہ کرے اور انبیاء وصالحین کی سوانح عمری پر مشتمل کتب اور دینی کتب کا مطالعہ کرتا رہے یا ان کو لکھتا رہے۔ وَلَا اِعْتِکَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ: اعتکاف روزے کے بغیر درست نہیں۔ حنفیہ کے مسلک کی دلیل مذکور بالا حدیث مبارکہ ہے۔ جامع مسجد سے مراد وہ مسجد ہے جس میں لوگ جماعت سے نماز پڑھتے ہوں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس مسجد میں اعتکاف درست ہے جس میں پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھی جائیں اور یہی قول امام احمدؒ کا ہے۔ پس جامع مسجد سے مراد وہ مسجد ہے جس میں جماعت ہوتی ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ افضل اعتکاف وہ ہے کہ جو مسجد حرام میں ہو پھر مسجد نبوی میں اور مسجد کلی میں یعنی بیت المقدس میں پھر جامع مسجد میں پھر اس مسجد میں کہ جس میں نمازی بہت ہوں اور صاحبینؒ اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اعتکاف ہر مسجد میں درست ہے۔ ع۔ ح درمختار۔

الفصل الثالث:

اعتکاف کی حالت میں چارپائی پر بیٹھنے کا ثبوت

۱۹۹۱/۱۰ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا اعْتَكَفَ طُرِحَ لَهٗ فِرَاشُهٗ اَوْ يُوْضَعُ لَهٗ سَرِيْرُهٗ وَرَاءَ اُسْطُوَانَةِ التَّوْبَةِ۔

اخرجه ابن ماجه في السنن ٥٦٤/١ حديث رقم ١٧٧٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ستونِ توبہ کے پیچھے بچھونا بچھایا جاتا تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی رکھی جاتی تھی۔ اس کو ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں ستون توبہ کا ذکر آیا ہے ستون توبہ مسجد نبوی کے ستونوں میں سے ایک ستون کا نام ہے یہ اس لیے نام مشہور ہوا کہ ایک صحابی ابولبابہ انصاریؓ سے ایک تقصیر واقع ہوگئی تھی۔ انہوں نے اپنے آپ کو اس ستون سے باندھ دیا تھا۔ کئی روز تک بندھے رہے اور کئی دن کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔ پھر حضور ﷺ نے ان کو کھول دیا۔

معتکف کا قیام

۱۱/۱۹۹۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْتَكِفُ الذُّنُوْبَ وَيَجْرِىْ لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا۔

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۱/۵٦٧ حديث رقم ۱۷۸۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اعتکاف کرنے والے کے حق میں ارشاد فرمایا کہ وہ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لیے تمام نیکیوں کے کرنے والے کی طرح نیکیاں جاری کی جاتی ہیں۔ اس کو ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے یعنی وہ مسجد میں رکا رہتا ہے اس لیے وہ اکثر گناہوں سے بچ جاتا ہے اور یجری کا لفظ جیم اور رے مہملہ کے ساتھ ہے اور مجہول کا صیغہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے معروف کا صیغہ ہے یعنی جاری کئے جاتے ہیں اور اعتکاف کرنے والے کو ہمیشہ نیکیاں ملتی رہتی ہیں کیونکہ وہ اعتکاف کی وجہ سے دوسری نیکیاں کرنے سے رکا رہتا ہے۔ جیسے مریض کی عیادت وغیرہ اور ایک صحیح نسخہ میں جیم اور را معجمہ کے ساتھ مجہول کا صیغہ ہے یعنی اس کو ثواب دیا جاتا ہے نیکیوں کا یعنی اعتکاف کی وجہ سے مریض کی عیادت وغیرہ اور جنازے کے ساتھ مسلمانوں سے ملاقات کرنے کو معتکف کو ان نیکیوں کے کرنے والے کی طرح ثواب دیا جاتا ہے اور اعتکاف کی خوبیاں یہ ہیں معتکف اپنا دل امور دنیا سے فارغ کر دیتا ہے اور اپنا نفس مولیٰ کے سپرد کر دیتا ہے اور ہمیشہ عبادت اور خدا کے گھر میں رہتا ہے اور نہایت قرب الٰہی حاصل ہو جاتا ہے اور رحمت الٰہی نازل ہوتی رہتی ہے اور گویا کہ اللہ تعالیٰ کے قلعہ میں رہتا ہے اور شیطان کے مکر سے بچا رہتا ہے اور معتکف کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص بادشاہ کے دروازے پر اپنی حاجت عرض کرتا ہے پس معتکف گویا زبان حال سے کہتا ہے اے میرے مولیٰ! تیرے دروازے سے ٹلوں گا نہیں جب تک تو نہیں بخشے گا۔ میرے مقاصد بر نہیں لائے گا اور میرے غم کو دور نہیں کرے گا۔

یہ کتاب فضیلت قرآن کے بارے میں ہے

آدابِ تلاوت!

تلاوت کے آداب یہ ہیں: وضو کے ساتھ کرے اور اچھی جگہ متواضع اور قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور اپنے آپ کو حقیر سمجھے اور حضورِ دل کے ساتھ بیٹھے۔ اس طرح کہ وہ خدا تعالیٰ کے سامنے بیٹھا ہے دعا شروع کرے اور تعوذ اور تسمیہ کے ساتھ شروع کرے اور یہ جانے کہ میں خدا تعالیٰ کا کلام بغیر واسطے کے سن رہا ہوں آہستہ آہستہ تدبر، تفکر اور ترتیل کے ساتھ پڑھے اور وعدہ و رحمت کی آیات پر خوش دِل ہو کر دعا کرے اور اپنے لیے مغفرت و رحمت مانگے اور عذاب و وعید کی آیت پر پناہ مانگے۔

اور تنزیہ و تقدیس کی آیت پر تسبیح کہتے۔ یعنی جس آیت پر اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان ہو اس پر سبحان اللہ کہے اور پڑھنے کے درمیان روئے اور اگر رونا نہ آئے تو بتکلف غمگین ہو کر رونے والی صورت بنالے اور جلدی ختم کرنے کی کوشش نہ کرے اس لیے تھوڑا قرآن پاک پڑھنا۔ غور و فکر کے ساتھ زیادہ پڑھنے سے بہتر ہے جو ان کو مذکورہ چیزوں سے خالی ہو اور زیادہ پڑھنے میں سوائے ختم کے کرے بلکہ ممنوع امر کا مرتکب ہونا لازم آتا ہے اور یہ جو اس زمانے میں رواج آیا ہے ایک دن میں ختم کرنے پر فخر کرتے ہیں۔ نہایت بری بات غفلت و نادانی ہے۔

اور بعض بزرگان سے جو زیادہ پڑھنے کے بارے میں آیا ہے وہ ان کی کرامت ہے دوسروں لوگوں کو ان کی پیروی کرنی اچھی بات نہیں ہے پس جس قدر ذوق و شوق اور حضور قلبی میسر ہو اس پر اکتفا کرے اور جس مجلس میں لوگ دوسرے کاموں میں مشغول ہوں وہاں تلاوت نہ کرے اگر اس کے علاوہ کوئی دوسری جگہ میسر نہ ہو تو نو اشر پڑھے اور لوگ مستعد ہو کر سن رہے ہوں اور خاموش ہوں تو بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ پڑھنے والا اور سننے والا اجر میں دونوں شریک ہوتے ہیں اور اسی طرح قرآن پاک کو دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے۔ اس لیے کہ اس میں آنکھیں اور اعضاء بھی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں اور حضور قلبی زیادہ حاصل ہوتا ہے اور قرآن کریم رحل پر یا بلند چیز پر رکھ کر پڑھنا چاہیے۔ تاکہ تعظیم حاصل ہو جائے اور تلاوت کلام پاک کے دوران دُنیاوی باتوں اور کھانے پینے اور تمام کاموں سے رکا رہے اور اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو قرآن کریم کو بند کر کے کرے۔

پھر اس کے بعد دوبارہ تعوذ (یعنی اعوذ باللہ پڑھ کر شروع کرے اور غلط پڑھنے سے پرہیز کرے اور ترتیل وتجوید کے ساتھ بلا تکلف کے پڑھے اور تلاوت کرتے وقت کسی کی تعظیم نہ کرے۔ مگر استاد عالم باعمل اور والدین کی قیام وتعظیم جائز ہے اور ختم قرآن لوگوں کے مجمع میں کرے اور اپنے محب اور اپنے رشتے داروں کو حاضر کرے اور دعا میں سب کو شامل کرے۔ کیونکہ قبولیت کا وقت ہوتا ہے اور تکیہ لگا کر اور لیٹ کر قرآن پاک پڑھنا جائز ہے لیکن افضل صورت یہی ہے کہ مودب بیٹھ کر پڑھے اور اسی طرح پڑھنا جائز ہے۔ اگر جنگل ہو تو پکار کر پڑھے۔ ورنہ چپکے سے پڑھے۔ ناپاک جگہ میں اور مکروہ جگہ میں جیسے حمام اور کمیلے اور کوڑے وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے اور قرآن کی تقطیع بہت چھوٹی اور متفرق ٹکڑے ٹکڑے نہ کرے اور قرآن کریم کو اس لشکر میں نہ لے جائے کہ اس پر اعتماد امن پر نہ ہو اور دار الحرب میں نہ لے جائے؟ تاکہ کہیں کافروں کے ہاتھ نہ لگ جائے اور وہ اس کی بے حرمتی کریں اور قرآن کریم یاد کرنا اتنی مقدار میں جس سے نماز جائز ہو جائے فرض عین ہے اور تمام قرآن کا یاد کرنا فرض کفایہ ہے۔

سفر میں حفاظت کی خاطر مصحف کی خرجی (بیگ، زنبیل اور جھولا) میں رکھ کر اس پر سوار ہونا یا تکیہ کے نیچے رکھ کر سونا میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، جس مکان میں یا کمرہ میں مصحف رکھا ہو اس میں جماع کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جب قرآن شروع ہو تو پہلے یہ دعاء پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَشْهَدُ اَنَّ كِتَابَكَ الْمُنَزَّلُ مِنْ عِنْدِكَ عَلٰى رَسُوْلِكَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَكَلَامُكَ النَّاطِقُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكَ جَعَلْتَهٗ هَادِيًا مِنْكَ لِخَلْقِكَ وَحَبْلًا مُتَّصِلًا فِيْمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ عِبَادِكَ اَللّٰهُمَّ فَاجْعَلْ نَظْرِيْ فِيْهِ عِبَادَةً وَقِرَاءَتِيْ فِكْرًا وَفِكْرِيْ فِيْهِ اِعْتِبَارًا اِنَّكَ اَنْتَ الرَّئُوْفُ الرَّحِيْمُ رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَحْضُرُوْنَ .

''اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیری یہ کتاب تیری طرف سے تیرے رسول پر اتاری گئی ہے جن کا نام محمد ابن عبداللہ ہے، رحمت ہو اللہ کی ان پر ان کی اولاد پر ان کے اصحاب پر اور ان کے تمام تابعداروں پر اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ تیرا کلام ناطق ہے تیرے رسول کی زبان پر اس کلام کو تو نے اپنی طرف سے اپنے مخلوق کے لئے ہدایت کرنے والا بنایا ہے اور اس کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان واسطہ متصل بنایا ہے لہٰذا اے اللہ! تو میری نظر کو اس میں عبادت گزار میری قراءت کو اس میں بافکر اور میرے فکر کو اس میں عبرت پذیر بنا' بلاشبہ تیری ذات بڑی مہربان ہے اور تو بڑا رحم کرنے والا ہے' اے میرے رب! میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے میرے رب! میں اس بات سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں کہ میرے پاس شیاطین آئیں۔''

اس دعا کے بعد قل اعوذ برب الناس الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھے اور پھر یہ دعا مانگئے:

اَللّٰهُمَّ بِالْحَقِّ اَنْزَلْتَهٗ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ اَللّٰهُمَّ عَظِّمْ رَغْبَتِيْ فِيْهِ وَاجْعَلْهُ نُوْرًا لِّبَصَرِيْ وَشِفَاءً لِّصَدْرِيْ وَذِهَابًا لِّهَمِّيْ وَحُزْنِيْ وَبَيِّضْ بِهٖ وَجْهِيْ وَارْزُقْنِيْ تِلَاوَتَهٗ وَفَهْمَ مَعَانِيْهِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

''اے اللہ! تو نے قرآن کو حق کے ساتھ اتارا اور یہ حق کے ساتھ اترا' اے اللہ! قرآن میں میری رغبت بڑی بنا' اسے میری آنکھوں کا نور' میرے سینے کے لئے شفاء اور میرے فکر وغم کے دور ہونے کا سبب بنا' اس کے ذریعہ میرے چہرہ کو روشن ومنور

فرما اور اپنی رحمت کے صدقہ اے ارحم الراحمین! اس کی تلاوت مجھے نصیب کر اور اس کے معنی کی سمجھ مجھے عطا فرما۔''

ہر روز تلاوت کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ الْقُرْاٰنَ لَنَا فِي الدُّنْيَا قَرِيْنًا وَفِي الْاٰخِرَةِ شَافِعًا وَفِي الْقَبْرِ مُؤْنِسًا وَفِي الْقِيَامَةِ صَاحِبًا وَعَلَى الصِّرَاطِ نُوْرًا وَفِي الْجَنَّةِ رَفِيْقًا وَمِنَ النَّارِ سِتْرًا.

''اے اللہ! قرآن پاک کو میرے لئے دنیا میں ہمنشین' آخرت میں شافع' قبر میں غم خوار' قیامت میں مونس' پل صراط پر نور' جنت میں رفیق اور آگ سے پردہ بنا۔''

پھر آپ نے دینی اور دنیوی مقاصد وعزائم کے لئے جو بھی دعا چاہیں مانگیں انشاء اللہ آپ کی ہر درخواست مجیب الدعوات کی بارگاہ میں شرف قبولیت کے ساتھ نوازی جائے گی۔

اگر ایک شخص مشرق ومغرب کے درمیان میں سے کوئی حفظ کرے۔ تو سب کے ذمے سے ساقط ہو جاتا ہے اور سورۃ فاتحہ کا یاد کرنا اور ایک سورۃ کا تمام مسلمانوں طر واجب ہے کذا فی القتادہ الجنہ اور باقی قرآن پاک کا سیکھنا اور اس کے احکام کا سیکھنا اور اس کی سمجھ رکھنا نماز نفل سے اولیٰ ہے کذا فی الخانیۃ اگر سامنے قرآن میں نہ ہو تو پھلانا مکروہ نہیں ہے اور اگر قرآن پاک کھونٹی پر لٹکا ہوا ہو۔ یا طاق میں رکھا ہو۔ تو اس طرف پاؤں پھیلانا منع نہیں ہے اور خرجی میں رکھ کر سفر کرنا اور اس پر سوار ہونا یا سفر میں سر کے نیچے رکھنا حفاظت کے لیے کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر قرآن پاک مکان میں رکھا ہوا ہو تو اس میں جماع کرنے کا مضائقہ نہیں ہے۔ لافی الخانیۃ اور قرآن کریم کو شروع کرتے وقت یہ دعا پڑھے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ س سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن شریف ختم کرتے تو کھڑے ہو کر یہ دعا فرماتے تھے اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے ابوہریرہ سے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اپنے رب کی حمد بیان کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور اپنے رب سے بخشش مانگے اس نے خیر طلب کی ٹھکانے سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن کریم ختم فرماتے تو اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتے اس حال میں کہ وہ کھڑے ہوئے پھر فرماتے۔

فائدہ: جان لینا چاہیے کہ قرآن پاک کی تلاوت کی فضیلت تمام عبادتوں سے افضل ہے خصوصاً جب کہ نماز میں ہو۔ اس کی فضیلت اور ثواب ایسا ہے جو تحریر میں آنا ناممکن ہے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور نماز میں پچیس اور قرآن پاک کے پڑھنے سے خدا کا قرب نصیب ہوتا ہے اور دلوں کو روشن کرتا اور قیامت موسفارش کرے گا اور جبل متین سے مراد قرآن کریم ہے اور مقصد اعلیٰ تلاوت سے یہ ہے کہ وہ تفکر کے باعث ہو اور تذکر کے یعنی امور دین کے یاد دلانے کے اور اس سے آخرت کی فکر نصیب ہوتی ہے اور تلاوت کلام کی کثرت کی وجہ سے احکام الٰہی یاد اور مستحفر ہوں تاکہ اس پر عمل کیا جائے اور عبرت پکڑی جائینہ یہ کہ محض آواز وحرف کو آراستہ کر کے پڑھیں اور دل غافل رہے جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل نہ کرے تو قرآن اس کا دشمن ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے ص رب قال للقرآن والقرآن یلعنہ یعنی بعض لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن کریم لعنت کرتا ہے ان کو اور اس کا قرآن پڑھنا اس طرجحت ہوگا نعوذ باللہ منہ۔ اس کے بعد جاننا چاہیے تفکر وتذکر او افیھم معانی قرآن کریم کا استحضار آہستہ پڑھنے اور ترتیل اور حضور دل کے ساتھ پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے اسی

لیے قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ پڑھنا لازمی ہے اور قرآن کریم کا تھوڑا پڑھنا مشروع ہے چنانچہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے قرآن کے حق کی ادائیگی کے لیے کافی ہے کہ وہ چالیس دن میں ختم کرے بلکہ ایک سال میں کافی ہے اور عبادت کے لیے بھی سات دن سے کم میں ختم نہیں کرنا چاہیے اور جس قدر اس سے زیادہ عرصہ میں ختم کرے افضل ہے اور جو شخص قرآن کے معانی وغیرہ نہ سمجھے اس کو بھی چاہیے کہ حضورِ دل سے شروع کرے اور ہمیشہ اپنے دل میں مشق کرے کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کے احکام ہیں جو انہوں نے اپنے بندوں پر کیے ہیں ایسی عاجزی سے تشریف فرما ہو گویا کہ اللہ عزوجل کا کلام سماعت فرما رہا ہے۔

الفصل الاول:

لوگوں میں سے بہترین شخص قرآن سیکھنے اور سکھانے والے ہیں

۱/۱۹۹۳ عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ۔

(رواہ البخاری)

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ۷۴/۹۔ حدیث رقم ۵۰۲۷۔ و ابوداوٗد فی السنن ۱۴۷/۲ حدیث رقم ۱۴۵۲۔ والترمذی ۱۶۱/۵ حدیث رقم ۲۹۰۹۔ وابن ماجہ ۷۶/۱ حدیث رقم ۲۱۱۔ والدارمی ۵۲۸/۲ حدیث رقم ۳۳۳۷۔ واحمد فی المسند ۵۷/۱۔

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور دوسرے کو سکھایا۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں معلم اور متعلم کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور فرمایا جو شخص قرآن پاک سیکھے جیسے سیکھنے کا حق ہے اور قرآن کریم کو سکھائے جیسے سکھانے کا حق ہے اور سیکھنے کے حق سے مراد یہ ہے کہ احکام و معانی اور ان کے حقائق و دقائق کو پوری توجہ سے سیکھے ارشاد فرمایا میرے امت کے بہترین اشخاص وہ ہیں جو قرآن کریم کو اللہ کی رضا کے لیے سیکھتے ہیں اور اللہ کی رضا کے لیے سکھاتے بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوتے ہیں اور دنیا و آخرت کی فراوانیاں عنایت فرماتے ہیں اور ان کو خوش و خرم رکھتے ہیں اور ان پر کبھی خزاں نہیں آتی۔

قرآن پاک سیکھنے کی فضیلت

۲/۱۹۹۴ وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِی الصُّفَّۃِ فَقَالَ اَیُّکُمْ یُحِبُّ اَنْ یَغْدُوَ کُلَّ یَوْمٍ اِلٰی بُطْحَانَ اَوِ الْعَقِیْقِ فَیَاْتِیَ بِنَاقَتَیْنِ کَوْمَاوَیْنِ فِیْ غَیْرِ اِثْمٍ وَلَا قَطْعِ رَحِمٍ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُلُّنَا نُحِبُّ ذٰلِکَ فَقَالَ اَفَلَا یَغْدُوْ اَحَدُکُمْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَیُعَلِّمُ اَوْ یَقْرَاُ اٰیَتَیْنِ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ نَاقَتَیْنِ وَثَلَاثٌ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ ثَلَاثٍ وَاَرْبَعٌ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَرْبَعٍ وَمِنْ اَعْدَادِھِنَّ مِنَ الْاِبِلِ (رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۵۵۲/۱ حدیث رقم (۲۵۱۔ ۸۰۳)۔ و ابوداوٗد فی السنن ۱۴۹/۲ حدیث رقم ۱۴۵۶۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور ہم سایہ دار چبوترے کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے پس فرمایا تم میں سے کون ہے جو پسند کرتا ہے کہ ہر دن بطحان یا عقیق کی طرف جائے اور وہاں سے بڑے کوہان والی دو اونٹنیاں بغیر کسی گناہ کے اور بغیر رشتہ توڑے لے کر آئے؟ اور ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم سب پسند کرتے ہیں فرمایا تم میں سے جو کوئی مسجد کی طرف جاتا ہے اور وہاں کسی شخص کو دو آیات سکھاتا ہے یا قرآن کی دو آیات خود تلاوت کرتا ہے تو یہ عمل اس کے لئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے۔ تین آیات تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار آیات چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں اس کے بعد اسی طرح سمجھ لیا جائے۔ اس کو امام مسلم نے نقل کیا۔

تشریح: اس حدیث میں چبوترے کا ذکر آیا ہے۔ یہ وہ سایہ دار چبوترہ ہے جو مسجد نبوی کے سامنے بنا ہوا تھا اس میں وہ فقراء مہاجرین رہتے تھے جن کے بیوی بچے اور گھر بار نہ تھا اور وہ زہد و تقویٰ کے انتہائی اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ اسی چبوترے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم دین سیکھتے تھے اس چبوترے کا نام صفہ تھا گویا کہ یہ سب سے پہلے درسگاہ تھی جس کے استاد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور طلباء و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت تھی۔ بطحان مدینہ منورہ کے قریب ایک نالے کا نام ہے اور عقیق بھی ایک جگہ کا نام ہے جو مدینے سے دو کوس کے فاصلے پر ہے ان دونوں جگہوں پر بازار لگتا تھا اور اس میں اونٹوں کا کاروبار ہوتا تھا اور اونٹ عربوں کے نزدیک بڑا قیمتی سرمایہ ہوتا تھا۔ خصوصاً بڑے کوہان والے اونٹ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال مذکور کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باقی رہنے والی چیزوں کے بارے میں رغبت دلائی اور فنا ہونے والی چیزوں کے بارے میں نفرت دلائی اور اس کو بطور تمثیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سمجھانے کے لیے فرمایا ورنہ ساری دنیا ایک آیت کے مقابلے میں کچھ قدر نہیں رکھتی۔

قرآنی آیات کی فضیلت

۳/۱۹۹۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَهْلِهٖ اَنْ یَجِدَ فِیْهِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلَاثُ اٰیَاتٍ یَقْرَأُ بِهِنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلَاتِهٖ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلَاثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۵۵۲/۱ حدیث رقم (۲۵۰۔ ۸۰۲)۔ وابو ماجه فی السنن ۱۲۴۳/۲ حدیث رقم ۳۷۸۲۔ والدارمی ۵۲۳/۲ حدیث رقم ۳۳۱۴۔ واحمد فی المسند ۳۹۷/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے جس وقت تم میں سے کوئی اپنے گھر کی طرف لوٹے تو اس میں تین بڑی فربہ اونٹنیاں حمل والی پائے؟ ہم نے عرض کیا ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی شخص اپنی نماز میں تین آیات تلاوت کرتا ہے تو اس کے لئے تین حاملہ اور فربہ اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔ امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں قرآنی آیات کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ جو شخص تین آیات نماز میں پڑھ لے گا تو یہ آیات حمل والی موٹی تازی اونٹنیوں سے بہتر ہیں، یہ تمثیل اس لیے پیش فرمائی عربوں کے نزدیک اونٹ بہترین قیمتی سرمایہ تھا اس لیے ان کی معاشرت کے مطابق ارشاد فرمایا اور ان کو ترغیب دی۔

اَٹک اَٹک کر پڑھنے والے کو دُہرا اَجر ملے گا

۴/۱۹۹۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِىْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه حدیث رقم ۴۹۳۷۔ ومسلم فی صحیحه ۱۷۵/۵ حدیث رقم ۲۹۰۴۔ وابن ماجه ۱۲۴۲/۲ حدیث رقم ۳۷۷۹۔ والدارمی ۵۳۷/۲ حدیث رقم ۳۳۶۸۔ واحمد فی المسند ۴۸/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ماہر قرآن لکھنے والے بزرگ نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور وہ شخص جو قرآن پڑھتا ہے اور اس میں اٹکتا ہے اور قرآن اس پر مشکل ہو جاتا ہے۔اس کے واسطے دو ثواب ہوتے ہیں اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ ماہر قرآن وہ شخص ہے جس کو قرآن خوب یاد ہو کہ پڑھنے میں اٹکے نہیں اور نہ ہی اس کے لیے پڑھنا دشوار ہو اور فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ کی کتابیں لکھتے ہیں یا وہ فرشتے ہیں کہ بندہ کے اعمال لکھتے ہیں ۔پس ارشاد فرمایا کہ ماہر قرآن کو وحی لکھنے والے فرشتوں کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے اس لیے کہ وہ ماہر قرآن فرشتوں جیسا عمل کرتا ہے اور آخرت میں ان کے لیے درجات ہونگے اور وہ قیامت کے دن فرشتوں کا ساتھی ہوگا اور اس کو دو ثواب ملیں گے۔ایک ثواب پڑھنے کا اور دوسرا ثواب مشقت کا ملے گا کہ اس کو پڑھنے پر رغبت دلائی ہے۔ یہ اس کے معنی نہیں ہیں کہ جو اٹک کر پڑھتا ہے وہ ماہر سے زیادہ ثواب حاصل کرتا ہے بلکہ ماہر قرآن کو بہت زیادہ ثواب ملتا ہے ۔کیونکہ وہ ملائکہ مذکورین کی جماعت میں داخل ہوتا ہے۔

الحاصل یہ ہے کہ ماہر قرآن تو بلاشبہ افضل ہے لیکن اٹک کر پڑھنے والے کو بھی مشقت کے اعتبار سے بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔

حسد صرف دو چیزوں میں جائز ہے.

۵/۱۹۹۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۷۳/۹۔ حدیث رقم ۵۰۲۵ ومسلم فی صحیحه ۵۵۸/۱ حدیث رقم (۲۶۶۔ ۸۱۵)۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رشک نہیں ہے مگر دو شخصوں پر یعنی کسی چیز میں رشک کرنا بہتر نہیں ہے مگر دو شخصوں کے حال پر ایک وہ شخص کہ اللہ نے اس کو قرآن دیا اور وہ شخص رات اور دن کے اکثر وقت قیام کرتا ہے قرآن کے ساتھ (یعنی قیام اللیل میں قرآن شریف پڑھتا ہے) اور دوسرا وہ شخص ہے کہ اللہ نے اس کو مال دیا ہے اور وہ دن رات کے اکثر حصے میں اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے۔اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ حسد کرنا جائز نہیں ہے مگر دو چیزوں میں انسان حسد کر سکتا ہے اور حسد دو قسم پر ہے۔ حقیقی اور مجازی۔ حقیقی یہ ہے کہ کسی کی نعمت کو دیکھ کر اس کے زائل ہونے کی آرزو کرے۔ پس وہ بالا جماع آیات واحادیث صحیحہ کے ساتھ حرام ہے اور مجازی حسد یہ ہے کہ کسی کے پاس نعمت دیکھ کر آرزو کرے یہ نعمت میرے پاس بھی ہو اس کے زوال کی آرزو کے بغیر ایسے حسد کو غبطہ کہتے ہیں یعنی رشک پس اگر یہ امور دنیا میں ہو تو مباح ہے اور اگر طاعت میں ہو تو مستحب ہے مثلاً کسی کو مسجد بناتے دیکھ کر یہ آرزو کرے کہ اگر میرے پاس مال ہوتو میں بھی مسجد بناؤں گا تو اس کو خوب ثواب ملتا ہے تو اس سے مراد غبطہ ہے مگر غبطہ اچھا نہیں ہے مگر دو خصلتوں میں انتہیٰ یعنی ان دو میں یا ان کی طرح چنانچہ مظہر نے کہا کہ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کے اپس کوئی چیز دیکھ کر ویسی ہی چیز کے حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کرے' لیکن اگر وہ ایسی چیز ہو جو قرب الٰہی کا باعث ہے مثلاً تلاوتِ قرآن' صدقہ وخیرات وغیرہ تو ایسی چیز کو حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کرنا پسندیدہ ہے۔

اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ : اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو قرآن کی تلاوت کرنے اور اس کو یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائی چنانچہ اس کو قرآن اس طرح حفظ ہو جیسا کہ حفظ ہونے کا حق ہے۔ قرآن کریم میں مشغول رہنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کرے اور اس کے معانی ومفاہیم کو یاد کرے اور اس کے احکامات میں غور وفکر کرے یا پھر قرآن کے اوامر ونواہی پر عمل پیرا ہو یا پھر نماز میں اس کی تلاوت کرتا ہو۔

تلاوتِ قرآن کی اہمیت

۶/۱۹۹۸ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّةِ رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَطَعْمُهَا طَیِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ التَّمْرَةِ لَا رِیْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَا یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَیْسَ لَهَا رِیْحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الرَّیْحَانَةِ رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ متفق علیه وَفِیْ رِوَایَةٍ اَلْمُؤْمِنُ الَّذِیْ یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ وَیَعْمَلُ بِهٖ کَالْاُتْرُجَّةِ وَالْمُؤْمِنُ الَّذِیْ لَا یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ وَیَعْمَلُ بِهٖ کَالتَّمْرَةِ)۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۵۵/۹ حدیث رقم ۵۴۲۷۔ ومسلم فی صحیحه ۵۴۹/۱ حدیث رقم (۲۴۳۔ ۷۹۷)۔ و ابوداوٗد فی السنن ۱۶۶/۵ حدیث رقم ۴۸۲۹۔ واخرجه الترمذی ۱۳۸/۵ حدیث رقم ۲۸۶۵۔ والنسائی ۱۲۴/۸ حدیث رقم ۵۰۲۸۔ وابن ماجه ۷۷/۱ حدیث رقم ۲۱۴۔ والدارمی ۵۳۵/۲ حدیث رقم ۳۳۶۳۔ واحمد فی المسند ۳۹۷/۴۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسے مؤمن کی مثال ترنج کی طرح ہے جو قرآن پڑھتا ہے اسکی بو خوب ہوتی ہے اور اس کا مزہ اچھا ہوتا ہے اور اس مؤمن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا ہے کھجور کی طرح ہے اس میں بو نہیں ہے اور مزہ اس کا میٹھا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا اس کی حالت اندرائن کے پھل کی طرح ہے اس میں بو نہیں ہے اور مزہ اس کا کڑوا ہے اور اس منافق کا حال جو قرآن پڑھتا ہے خوشبودار پھول کی طرح ہے کہ اس کی بو اچھی ہے اور ذائقہ اس کا کڑوا ہے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے اور ایک روایت میں آتا ہے

کہ وہ مسلمان جو قرآن پڑھتا ہو اور اس پر عمل کرتا ہو ترنج کی طرح ہے اور وہ مؤمن جو قرآن نہیں پڑھتا اور اس پر عمل کرتا ہے کھجور کی طرح ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ جو مؤمن آدمی قرآن پڑھتا ہے وہ ترنج کی طرح ہے کہ وہ ایمان کے ثابت ہونے کی وجہ سے اس کے دل میں خوش مزہ ہے کہ لوگ اس کی قراءت سن کر ثواب حاصل کرتے ہیں اور اس سے قرآن سیکھتے ہیں۔

قرآن لوگوں کے رفع درجات کا باعث ہے

۱۹۹۹/۷ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۵۵۹/۱ حدیث رقم (۲۶۹۔ ۸۱۷)۔ وابن ماجه ۹۷/۱ حدیث رقم ۲۱۸۔ والدارمی ۵۳۶/۲ حدیث رقم ۳۳۶۵۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق اللہ کتنے لوگوں کو اس کتاب کے ذریعے بلند کرتا ہے اور کتنے لوگوں کو اس کتاب کے ذریعے پست کرتا ہے یعنی گرا دیتا ہے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے قرآن کی تلاوت کی اور اس پر عمل کیا اللہ تعالیٰ دُنیا و آخرت میں اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور دنیا میں اس کو اچھی طرح زندہ رکھتا ہے اور آخرت میں ان لوگوں کے ساتھ داخل کرتا ہے جن پر اللہ نے انعام کیا ہوتا ہے اور جس شخص نے نہ قرآن کی تلاوت کی اور نہ اس پر عمل کیا اس کا درجہ اللہ تعالیٰ پست کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پاک کی تلاوت کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فرشتوں کا قرآن سننا

۸/۲۰۰۰ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ اُسَیْدَ بْنَ حُضَیْرٍ قَالَ بَیْنَمَا ھُوَ یَقْرَأُ بِاللَّیْلِ سُوْرَۃَ الْبَقَرَۃِ وَفَرَسُہٗ مَرْبُوْطَۃٌ عِنْدَہٗ اِذَا جَالَتِ الْفَرَسُ فَسَکَتَ فَسَکَنَتْ فَقَرَأَ فَجَالَتْ فَسَکَتَ فَسَکَنَتْ ثُمَّ قَرَأَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَانْصَرَفَ وَکَانَ ابْنُہٗ یَحْیٰی قَرِیْبًا مِّنْھَا فَاَشْفَقَ اَنْ تُصِیْبَہٗ وَلَمَّا اَخَّرَہٗ رَفَعَ رَأْسَہٗ اِلَی السَّمَاءِ فَاِذَا مِثْلُ الظُّلَّۃِ فِیْھَا اَمْثَالُ الْمَصَابِیْحِ فَلَمَّا اَصْبَحَ حَدَّثَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِقْرَأْ یَا ابْنَ حُضَیْرٍ قَالَ فَاَشْفَقْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْ تَطَأَ یَحْیٰی وَکَانَ مِنْھَا قَرِیْبًا فَانْصَرَفْتُ اِلَیْہِ وَرَفَعْتُ رَأْسِیْ اِلَی السَّمَاءِ فَاِذَا مِثْلُ الظُّلَّۃِ فِیْھَا اَمْثَالُ الْمَصَابِیْحِ فَخَرَجْتُ حَتّٰی لَا اَرَاھَا قَالَ وَتَدْرِیْ مَا ذَاکَ قَالَ لَا قَالَ تِلْکَ الْمَلَائِکَۃُ دَنَتْ بِصَوْتِکَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَاَصْبَحَتْ یَنْظُرُ النَّاسُ اِلَیْھَا لَا تَتَوَارٰی مِنْھُمْ. متفق علیه وللفظ للبخاری وفی مسلم **عَرَجَتْ فِی الْجَوِّ بَدَلَ فَخَرَجْتُ عَلٰی صِیْغَۃِ الْمُتَکَلِّمِ۔**

اخرجه البخاری فی صحيحه ٦٣/٩ حديث رقم ٥٠١٨۔ ومسلم فی صحيحه ٥٤٨/١ حديث رقم (٢٤٢۔ ٧٩٦)۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اسید بن حضیر کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ وہ رات کو سورۃ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے پاس بندھا ہوا تھا۔ اچانک گھوڑے نے شوخی کی۔ پس وہ پڑھنے سے رک گئے تا کہ گھوڑے کی شوخی کی وجہ معلوم کریں۔ گھوڑے نے شوخی بند کر دی۔ پس انہوں نے گمان کیا کہ گھوڑا یوں ہی شوخی کر رہا ہوگا۔ دوبارہ تلاوت شروع کر دی۔ گھوڑے نے پھر شوخی شروع کر دی' وہ تلاوت سے پھر رک گئے' گھوڑے نے بھی شوخی بند کر دی۔ انہوں نے پھر تلاوت شروع کی اور گھوڑے نے بھی شوخی کرنا شروع کر دی۔ انہیں احساس ہوا کہ گھوڑے کی شوخی کسی خاص وجہ سے ہے۔ چنانچہ انہوں نے تلاوتِ قرآن کو موقوف کر دیا۔ اتفاق سے ان کا بیٹا جس کا نام یحییٰ تھا' گھوڑے کے قریب ہی تھا۔ انہیں ڈر لگا کہ کہیں گھوڑا شوخی میں ان کے بچے کو نقصان نہ پہنچا دے۔ اس لئے وہ گھوڑے کے پاس گئے اور اپنے بچے کو وہاں سے اٹھا لیا۔ جب انہوں نے بچے کو وہاں سے اٹھایا اور ان کی نگاہ آسمان کی جانب بلند ہوئی تو اچانک انہوں نے بادل کے مثل کوئی چیز دیکھی جس میں دیئے جل رہے ہیں۔ صبح کے وقت اسید نے یہ سارا واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ تو پڑھتا رہتا اے ابن حضیر تو پڑھتا رہتا۔ ابن حضیر نے کہا میں ڈر گیا اے اللہ کے رسول کہ گھوڑا یحییٰ کو کچل نہ دے اور گھوڑا یحییٰ کے نزدیک تھا۔ پھر میں یحییٰ کی طرف گیا اور میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ پس اچانک ایک چیز ابر کی طرح تھی اس میں چراغوں کی مانند کوئی چیز تھی۔ پس میں اپنے گھر سے نکلا یہاں تک کہ میں نے اس چراغاں کو نہ دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ وہ کیا تھا فرمایا کہ نہیں فرمایا یہ فرشتے تھے تیری قراءت کی آواز کی وجہ سے قریب ہوتے تھے اگر تو پڑھتا رہتا تو البتہ فرشتے صبح کرتے لوگ ان کی طرف دیکھتے اور وہ ان سے نہ چھپتے۔ اس کو بخاری اور مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے یہ لفظ بخاری رحمہ اللہ کے ہیں اور مسلم شریف میں متکلم کے صیغے کے فخرجت کی جگہ عرجت فی الجو ہے یعنی ہوا میں چڑھ گئے یعنی درمیان آسمان وزمین کے۔

تشریح ❀ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ گھوڑا جو شوخی کرتا تھا۔ ان فرشتوں کی وجہ سے شوخی کرتا تھا' فرشتے اترتے تھے قرآن سننے کے واسطے اور گھوڑے کی شوخی کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرتِ اسید رضی اللہ عنہ قرآن کی تلاوت کرتے تو فرشتے تلاوت سننے کے لئے آسمان سے نیچے اترتے اور ان کو دیکھ کر گھوڑا شوخی کرتا تھا۔ جب حضرت اسید تلاوت سے رک جاتے تو فرشتے واپس چلے جاتے اور گھوڑا بھی شوخی ختم کر دیتا۔ فرشتوں کے آسمان پر چڑھ جانے کی وجہ سے چپ رہنے کی حالت میں اور لفظ اقرأ کے معنی ابن حجر نے یہ لکھتے ہیں کہ ہمیشہ اس سورۃ کو پڑھتا رہ۔ جو ایسی عجیب حالت رونما ہونے کا سبب بنی۔ اگر ایسا آئندہ معاملہ پیش آ جائے تو اس کو نہ چھوڑنا بلکہ پڑھتے رہنا اور علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کے معنی زمانہ ماضی میں طلب زیادتی کے ہیں۔ پس گویا کہ فرمایا تم نے ایسی صورت میں کثرت سے تلاوت کیوں نہ کی' تلاوت ختم کیوں کر دی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے جواب میں حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے جو کچھ عرض کیا اس سے بھی یہی وضاحت ہوتی ہے۔ پس صاحب ترجمہ نے علامہ طیبی رحمہ اللہ کے موافق ترجمہ کیا ہے۔ اس کے جواب میں فاشفقت آخر تک پس صاحب ترجمہ نے اس کے موافق کیا ہے اور ایک چیز ابر کی مانند ہے۔ اس میں وجہ تشبیہ یہ ہے کہ ملائکہ قرآن کے سننے پر جمع ہوتے ہیں اور چراغ کی مانند جو روشنی نظر آتی ہے وہ دراصل ان کے منہ ہوتے ہیں۔

تلاوتِ قرآن سے سکینہ نازل ہوتی ہے

۹/۲۰۰۱ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ وَاِلٰى جَانِبِهٖ حِصَانٌ مَرْبُوْطٌ بِشَطَنَيْنِ فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُوْ وَتَدْنُوْ وَجَعَلَ فَرَسُهٗ يَنْفِرُ فَلَمَّا اَصْبَحَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ تِلْكَ السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْاٰنِ۔ (متفق عليه)

باخرجه البخاري في صحيحه ٥٧/٩۔ حديث رقم ٥٠١١۔ ومسلم في صحيحه ٥٤٧/١ حديث رقم (٢٤٠۔ ٧٩٥) والترمذي في السنن ١٤٨/٥ حديث رقم ٢٧٧٥۔ واحمد في المسند ٢٨١/٤۔

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص سورۃ کہف پڑھتا تھا اور ایک طرف اس کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اس گھوڑے کو ایک ابر نے ڈھانک لیا اور وہ قریب ہونے لگا اور اس کے گھوڑے نے اچھلنا کودنا شروع کیا۔ پس جب اس شخص نے صبح کی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ ماجرا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سکینہ اتری تھی قرآن کریم کے پڑھنے کی وجہ سے اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث میں سکینہ کا ذکر آیا ہے سکینہ کہتے ہیں خاطر جمعی اور تسکین قلب اور رحمت کو اور اس کی وجہ سے دل صاف ہوتا ہے اور نفس کی تاریکی جاتی رہتی ہے اور ذوق وشوق کی حضوری پیدا ہوتی ہے اور جبھی یہ سکینہ ابر کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔

سورۃ فاتحہ کی فضیلت

۱۰/۲۰۰۲ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُعَلّٰى قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اُجِبْهُ ثُمَّ اَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ قَالَ اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُعَلِّمُكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَخْرُجَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ قُلْتَ لَاُعَلِّمَنَّكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهٗ۔ (رواه البخاري)

اخرجه البخاري في صحيحه ٥٤/٩۔ حديث رقم ٥٠٠٦۔ والترمذي في السنن ١٤٣/٥ حديث رقم ٢٨٧٥ والنسائي ١٣٩/٤ حديث رقم ٩١٣۔ واحمد في المسند ٢١١/٤۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بلایا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب نہ دیا پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پس میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھ رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا اللہ نے نہیں کہا اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دو اور ان کے حکم کی اطاعت کرو۔ جس وقت وہ تم کو پکاریں پھر ارشاد فرمایا کہ کیا میں مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کریم میں سے تم کو بڑی سورت یعنی افضل سورت نہ سکھلاؤں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا پس جب ہم نے ارادہ کیا کہ نکلیں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا تھا۔ میں تم کو قرآن کریم سے بڑی سورت سکھلاؤں گا۔ فرمایا وہ سورت الحمد للہ ربّ العالمین ہے۔ وہ سات آیات ہیں (کہ وہ نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں) اور وہ قرآن ایک عظیم کتاب ہے جو مجھے دی گئی ہے۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ شارح نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ نماز میں نبی کریم ﷺ کو جواب دینے سے نماز نہیں جاتی جیسے کہ نماز میں: السلام علیک ایہا النبی کہہ کر خطاب کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور سورۃ فاتحہ کو سب سے بڑی سورت اس لیے فرمایا گیا ہے کہ اس کی اللہ کے نزدیک بڑی قدر ہے اور مختصر الفاظ کے باوجود اس کے فوائد ومعانی بہت زیادہ ہیں چنانچہ کہا گیا ہے کہ ایاک نعبد وایاک نستعین کے تحت تمام دنیاوی مقاصد داخل ہیں۔ بلکہ بعض عارفین نے کہا ہے جو کچھ پہلی کتابوں میں مذکور ہے وہ سب قرآن مجید میں ہے اور جو کچھ قرآن میں ہے وہ سب سورت فاتحہ میں ہے اور جو کچھ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں ہے اور بسم اللہ کے تمام مضامین با کے نقطے کے تحت ہیں۔

اور حدیث میں جو بتایا گیا ہے کہ وہ سات آیات ہیں اشارہ ہے اس آیت کی طرف: **ولقد اتیناك سبعا من المثانی والقرآن العظیم**۔ یعنی ہم نے تجھ کو سات آیات دیں کہ مکرر پڑھی جاتی ہیں نماز میں یا ثناء کی گئی ہے ان کی ساتھ فصاحت اور اعجاز کے سے مراد سورۃ فاتحہ ہے اور ہم نے تجھ کو قرآن عظیم دیا اس سے مراد بھی سورۃ فاتحہ ہے حالانکہ قرآن کریم کی جز ہے یہ مبالغتاً فرمایا ہے کہ یہ قرآن عظیم ہے۔

سورۃ بقرہ کی فضیلت

۱۱/۲۰۰۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْفِرُ مِنَ الْبَیْتِ الَّذِیْ یُقْرَاُ فِیْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۵۳۹/۱ حدیث رقم (۲۱۲۔ ۷۸۰)۔ والترمذی فی السنن ۱۴۵/۵ حدیث رقم ۲۸۷۷۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے گھروں کو مقبرہ نہ بناؤ۔ بلاشبہ شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے گھروں کو مقبرے نہ بناؤ۔ جیسے مقبرے ذکر وعبادت سے اور قرآن کی تلاوت سے خالی ہوتے ہیں۔ اس طرح گھروں کو نہ ٹھہراؤ کہ مردوں کی مانند پڑے رہو اور ذکر وغیرہ نہ کرو بلکہ گھروں کو ذکر وتلاوت سے آباد کرو اور ذکر کے بعد افضل چیز اور بہت زیادہ فائدے مند گھر والوں کے لیے وہ تلاوت قرآن ہے اور ارشاد فرمایا ان الشیطان آخر تک اور سورۃ بقرہ کو خاص طور پر اس لیے ذکر فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور احکام الٰہی بہت زیادہ ہیں۔

سورۃ بقرہ اور آل عمران پڑھنے والوں کی لیے باعث برکت ہے

۱۲/۲۰۰۴ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِقْرَأُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ یَاْتِیْ یَوْمَ

الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِاَصْحَابِهٖ اِقْرَأُوا الزَّاهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَسُوْرَةَ اٰلِ عِمْرَانَ فَاِنَّهُمَا تَاْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ غَيَايَتَانِ اَوْفِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ اَصْحَابِهِمَا اِقْرَأُوْا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَاِنَّ اَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۵۵۳/۱ حدیث رقم (۲۵۲۔ ۸۰۴)۔ واحمد فی المسند ۱۵۴/۴۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ قرآن کی تلاوت کرو۔ پس تحقیق وہ قیامت کے دن آئے گا پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔ علی الخصوص چمکتی ہوئی دوسورتیں سورۂ بقرہ اور آلِ عمران کی قراءت کرو۔ قیامت کے روز یہ دونوں سورتیں اس طرح ظاہر ہوں گی گویا کہ وہ دونوں ابر (بادل) کے ٹکڑے ہیں یا دونوں سایہ کرنے والی چیزیں ہیں یا دونوں صف باندھے ہوئے پرندوں کی دوٹکڑیاں ہیں۔ اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑیں گی۔ سورۂ بقرہ پڑھواوراس کے پڑھنے پر مداومت اوراس کے معانی میں تامل کرنا اوراس پر عمل کرنا برکت ہے یعنی عظیم نفع ہے اوراس کا چھوڑنا حسرت ہے یعنی قیامت کے دن ندامت ہوگی۔ سورۂ بقرہ طویل ہونے کے باعث اس کی تلاوت کی طاقت صرف وہی لوگ نہیں رکھتے جو اہل باطل اور سست لوگ ہیں۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ قرآن پڑھواوراس کے پڑھنے کو غنیمت جانو اوراس کی تلاوت پر مداومت کرو۔ چمکتی ہوئی کا معنی ہے نوراور ہدایت اور ثواب کی زیادتی کی وجہ سے روشن ہیں پس گویا کہ یہ دونوں سورتیں دوسری سورتوں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بمنزلہ چاند کے ہیں۔ یہ نسبت تمام ستاروں کے اور ابر کے ٹکڑے ہیں اور میدان حشر میں اپنے پڑھنے والوں پر گرمی کی وجہ سے سایہ کریں گے اور دوسری بھی سایہ کرنے والی چیزیں ہیں یعنی بادل ہو یا اور کچھ اور اپنے پڑھنے والوں کے سر کے قریب ہوں گے۔ جیسے بادشاہوں کے سر پر چھتری وغیرہ کا سایہ کیا جاتا ہے سایہ بھی ہوگا اور روشنی بھی ہوگی اور علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ لفظ او **کانهما عمامتان او غیایتان** اور **فرقان من طیر صواف** میں بطور تنویع کے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلی صورت یعنی ابر کی صورت کا تعلق ایسے شخص سے ہوگا جس نے ان سورتوں کی تلاوت کی۔ مگران کے مفہوم و معانی کو نہ سمجھا۔ دوسری سورت یعنی سایہ کی چیز کا تعلق ایسے شخص سے ہوگا جس نے ان سورتوں کی تلاوت بھی کی اوران کے معانی ومطالب کو بھی سمجھا اور دوسروں کو یہ سورتیں یاد بھی کروائیں۔

سورۂ بقرہ اور آلِ عمران اَبر کے ٹکڑوں کی طرح ہیں

۱۳/۲۰۰۵ وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُؤْتٰى بِالْقُرْاٰنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَهْلُهُ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بِهٖ تَقْدُمُهٗ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلُ عِمْرَانَ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ اَوْ كَاَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۵۵۴/۱ حدیث رقم (۲۵۳۔ ۸۰۵)۔ والترمذی فی السنن ۱۴۷/۵ حدیث رقم ۲۸۸۳ والدارمی ۵۴۳/۲ حدیث رقم ۳۳۹۱۔ واحمد فی المسند ۳۶۱/۵۔

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن

قرآن لایا جائے گا اور قرآن کے پڑھنے والوں کو جو اس پر عمل کرتے تھے اس پر سارے قرآن کے آگے ہونگی سورۃ بقرہ اور آل عمران گویا وہ ابر کے دو ٹکڑے ہیں یا ابر کے دو سیاہ ٹکڑے ہیں ان کے درمیان ایک چمک ہے گویا کہ وہ پرندوں کی دو ٹکڑیاں صف باندھے ہوئے ہیں۔ پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑیں گی۔ یعنی اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کریں گی۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے قرآن کریم کو ایک صورت بنا کر لایا جائے گا یا اس کا ثواب لایا جائے گا۔

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بِهٖ: اور عمل کرتے تھے کے معنی ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا اور عمل نہ کیا۔ وہ اہل قرآن میں سے نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ شفاعت کرنے والا ہوگا۔ بلکہ قرآن اس پر حجت ہوگا۔ آگے ہونے کی سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں کا ثواب پورے قرآن کے آگے ہوگا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ قرآن کی صورت بنائی جائے گی۔ سب لوگ اس کو دیکھیں گے جیسے کہ امدا عمال کی صورت بنے گی میزان میں بولنے کے لیے اور سیاہ کا مطلب یہ ہے کہ دلدار اور تہہ بہ تہہ ہونے کے باعث وہ دو ٹکڑے سیاہ ہونگے۔ اور ایسے بادلوں کا سایہ بہت زیادہ ہوتا ہے اور ان کے درمیان ایک چمک ہوگی اور وہ بہت زیادہ دلدار ہونگے اور اس کا باوجود وہ روشنی سے مانع نہیں ہونگے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ شرق کے معنی درز یعنی دراز کے ہیں یعنی ان دونوں سورتوں کے درمیان بسملہ کے ذریعے فرق ہوگا جو ابر کی دو ٹکڑیوں کی صورت میں ہوں گے۔

آیۃ الکرسی کی شان

۱۴/۲۰۰۶ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِیْ اَیُّ اٰيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَعَكَ اَعْظَمُ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِیْ اَیُّ اٰيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَعَكَ اَعْظَمُ قُلْتُ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ قَالَ فَضَرَبَ فِیْ صَدْرِیْ وَقَالَ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۵۵٦/۱ حدیث رقم (۲۵۸۔ ۸۱۰)۔ و ابوداوٗد فی السنن ۱۵۱/۲ حدیث رقم ۱٤۱۰۔ واحمد فی المسند ۱٤۲/۵۔

ترجمہ: حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے ابوالمنذر (ابی بن کعب ؓ کی کنیت ہے) کیا تو جانتا ہے کہ کتاب اللہ کی کون سی آیت تیرے نزدیک بہت بڑی ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ خوب جانتے ہیں۔ پھر فرمایا اے ابوالمنذر! کیا تو جانتا ہے کہ کونسی آیت کتاب اللہ کی تیرے نزدیک بہت بڑی ہے میں نے کہا: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ۔ یعنی پوری آیۃ الکرسی۔ ابیؓ نے کہا حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا اور ارشاد فرمایا کہ اے ابوالمنذر اللہ کرے کہ تمہارا علم خوشگوار ہو۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آیۃ الکرسی کی عظمت بیان کی گئی ہے۔ جب پہلی بار آپ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب سے قرآن کی عظیم آیت سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواباً عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ جب دوسری بار آپ ﷺ نے دریافت کیا تو انہوں نے جواباً عرض کیا۔ ابی بن کعب ؓ کے اس طرزِ عمل کی وجہ سے علمائے

کرام یہ بیان فرماتے ہیں کہ پہلی بار حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بطورِ ادب کے جواب نہیں دیا اور دوسری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال پوچھنے پر جواب دیا پس جب دوسری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا تو اللہ کی جانب سے علم دیتے یا اس کے سوال کی مدد سے سپرد کرنے کی برکت اور حسن ادب کے باعث سوال کا جواب ان پر واضح کر دیا گیا۔ ادب اور فرمانبرداری کو جمع کیا جیسے کہ اہل کمال کا طریقہ ہے اور بعض حضرات نے کہا آیۃ الکرسی کو بہت بڑا اس لیے کہا گیا ہے اس میں توحید اور تعظیم الٰہی کا بیان ہے اور اسمائے حسنٰی اور باری تعالیٰ کا ذکر ہے۔

آیۃ الکرسی کی فضیلت

۱۵/۲۰۰۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ وَكَّلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِیْ اٰتٍ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ وَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَعَلَیَّ عِيَالٌ وَلِیْ حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَعِيَالاً فَرَحِمْتُهٗ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُّهٗ فَجَاءَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعْنِیْ فَاِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَعَلَیَّ عِيَالٌ لَا اَعُوْدُ فَرَحِمْتُهٗ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَعِيَالاً فَرَحِمْتُهٗ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُّهٗ فَجَاءَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا اٰخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ اِنَّكَ تَزْعَمُ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِیْ اُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا اِذَا اَوَيْتَ اِلٰی فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ اٰيَةَ الْكُرْسِیِّ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ حَتّٰی تَخْتِمَ الْاٰيَةَ فَاِنَّكَ لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰی تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ قُلْتُ زَعَمَ اَنَّهٗ يُعَلِّمُنِیْ كَلِمَاتٍ يَّنْفَعُنِیَ اللّٰهُ بِهَا قَالَ اَمَا اِنَّهٗ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ وَتَعْلَمُ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ قُلْتُ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٤٨٧/٤ حديث رقم ٢٣١١۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی زکوٰۃ (یعنی صدقۂ فطر) کو جمع کرنے کی نگہبانی کرنے کے لیے مجھے حکم فرمایا (تاکہ جمع ہونے کے بعد فقراء میں تقسیم کریں)۔ پس میرے پاس ایک شخص آیا۔ وہ غلے کی لپوں سے اپنا دامن اور برتن بھرنے لگا۔ میں نے اس کو پکڑا اور کہا۔ میں تجھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچاؤں گا۔ اس

نے کہا کہ میں محتاج ہوں اور میرے ذمے عیال داری کا نفقہ ہے اور مجھ کو سخت ضرورت ہے یعنی قرض وغیرہ ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اس کو چھوڑ دیا پس میں نے صبح کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور غیب کی خبر سنائی۔ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! تیرے قیدی نے گذشتہ رات کیا کیا میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس نے سخت حاجت کی اور عیالداری کی شکایت کی ۔ پس میں نے اس پر رحم کیا اور اس کو چھوڑ دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خبردار! اس نے اپنی حاجت ظاہر کرنے میں تجھ سے جھوٹ بولا۔ وہ پھر آئے گا مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانے کی وجہ سے کہ وہ پھر آئے گا یقین ہوگیا کہ وہ پھر آئے گا۔ پس وہ آیا اور غلے کی لپیں بھرنے لگا۔ پس میں نے اس کو پکڑا اور کہا کہ البتہ میں تجھ کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لے کر جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں محتاج ہوں اور میرے ذمے کنبے کا نفقہ ہے پھر میں نہیں آؤں گا۔ پس میں نے اس پر رحم کیا اور چھوڑ دیا۔ پس میں نے صبح کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تیرے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے سخت حاجت کی اور عیالداری کی شکایت کی تو میں نے رحم کھا کر اس کی راہ چھوڑ دی پھر فرمایا خبردار اس نے تجھ سے جھوٹ بولا ہے یعنی اس میں کہ پھر نہ آؤنگا۔ وہ پھر آئے گا۔ پس میں اس کا منتظر رہا وہ تیسری بار بھی غلے سے لپیں لینے کے لیے آیا پھر میں نے اس کو پکڑا اور میں نے کہا البتہ میں تجھ کو نبی علیہ السلام کے پاس ضرور لے کر جاؤں گا اور تین مرتبہ اخیر ہے اور تو کہتا ہے کہ میں نہیں آؤنگا اور پھر آتا ہے تو اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دیجئے میں تم کو ایسے کلمات سکھاؤں گا کہ اللہ تم کو ان کی وجہ سے نفع دے گا۔ جس وقت تم سونے کے لیے جاؤ۔ تو آیۃ الکرسی پڑھو۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ یہاں تک کہ آیت کو وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ تک ختم کرو۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر ہمیشہ نگہبان مقرر رہے گا اور صبح ہونے تک کوئی شیطان (چاہے وہ انسانوں میں سے ہو یا جنات میں سے دنیاوی اذیت دینے کے لئے) تمہارے نزدیک نہیں آئے گا تو میں نے یہ سن کر اس کی راہ چھوڑ دی پھر میں نے صبح کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا۔ تیرے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ قیدی نے کہا کہ میں تمہیں ایسے کلمات سکھلاؤں گا۔ جو تجھے نفع دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خبردار اس نے سچ کہا۔ یعنی اس سکھانے میں اس نے سچ کہا یعنی وہ اور باتوں میں جھوٹا ہے اور تو جانتا ہے کہ تو کس سے خطاب کرتا تھا؟ میں نے کہا کہ نہیں! فرمایا یہ شیطان تھا جو صدقات کو ناقص کرنے کے لیے آیا تھا۔ اس کو بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❀ اس حدیث میں آیت الکرسی کی عظمت، شان اور فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اس شخص نے تین بار جھوٹ بولا اور جب اس نے آیت الکرسی کی فضیلت بیان کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق کردی کہ اس نے سچ کہا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے رحم وشفقت کی وجہ سے اس نے کہا کہ میں پھر نہیں آؤں گا۔ ورنہ اس کا جھوٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حاجت کے بارے میں ثابت ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ جھوٹ بولتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس کا علم ہو چکا تھا۔

سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کا آخری حصہ اللہ کی طرف سے دو نور ہیں

۱۶/۲۰۰۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَمَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيْضًا مِنْ فَوْقِهٖ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ هٰذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ اِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ

هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ فَقَالَ اَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ اُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِّنْهُمَا اِلَّا اُعْطِيْتَهُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱/۵۵٤ حدیث رقم (۲۵٤۔ ۸۰٦)۔ والنسائی ۱۳۸/۲ حدیث رقم ۹۱۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تو اوپر کی طرف سے دروازہ کھلنے کی آواز سنی۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ یہ آسمان کا دروازہ ہے یہ صرف آج کے دن کھولا گیا ہے۔ اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ اس دروازے سے ایک فرشتہ اترا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ یہ ایک فرشتہ زمین کی طرف اترا ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں اترا تو فرشتے نے حضور ﷺ کو سلام کیا۔ پھر فرمایا کہ مبارک ہو تمہیں دونوروں کی کہ وہ دو نور تمہیں دیے گئے ہیں اور تم سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے گئے وہ سورۃ الحمد اور سورۃ بقرہ کا آخری حصہ ہے جب بھی آپ ان میں سے کوئی حرف پڑھیں گے اس کے عوض یا تو آپ کو ثواب دیا جائے گا اور یا آپ کی دعا قبول ہوگی۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کے آخری حصے کو دونوروں سے تعبیر کیا گیا ہے۔

فَنَزَلَ مِنْهُ : یہ کلام راوی کا ہے اس نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح سنا اور ساتھ دونوروں کا مطلب یہ ہے کہ ان کا نام نور اس لیے ہوا کہ قیامت کے دن یہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی آخری آیات روشنی کی صورت میں ہوں گی اور اپنے پڑھنے والے کے آگے چلیں گی اور خاتمہ سورۃ بقرہ کا ظاہر یہ ہے کہ خاتمہ سے مراد للّٰہ ما فی السمٰوات وما فی الارض سے آخر سورت تک ہے۔ چنانچہ حضرت کعبؓ سے بھی یہی منقول ہے اور ایک ایک حرف میں حرف سے مراد کلمہ ہے اور کلمے اس میں دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ کلمے ہیں جن میں دعا ہے جیسے: اهدنا الصراط المستقيم اور غفرانك ربنا اور ان کے علاوہ اور دوسرے کلمے فقط حمد وثنا کے ہیں۔ پس جو کلمہ دعا کا پڑھا جائے گا اس کو وہ چیز عطا کی جائے گی جو اس کلمے میں ہے اور جو شخص حمد وثنا کے کلمات پڑھے گا تو اس کو قرآن کے حروف پر جو ثواب ملتا ہے اتنا ثواب دیا جائے گا۔

سورۃ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت

۲۰۰۹/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاٰيَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَأَ بِهِمَا فِیْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۱۷/۷۔ حدیث رقم ٤٠٠٨۔ ومسلم فی صحیحه ۵۵/۱ حدیث رقم (۲۵۵۔ ۸۰۷)۔ والترمذی فی السنن ۱٤۷/۵ حدیث رقم ۲۸۸۱۔ وابن ماجه ٤۳۵/۱ حدیث رقم ۱۳٦۸۔ والدارمی ۵٤۲/۲ حدیث رقم ۳۳۸۸۔ واحمد فی المسند ۱۱۸/٤۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص رات کے وقت سورہ بقرہ کی آخری دو آیات یعنی آمن الرسول سے آخر تک پڑھتا ہے تو وہ اس کو کفایت کرتی ہیں۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ جو سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات :اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۫ وَاغْفِرْ لَنَا ۫ وَارْحَمْنَا ۫ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ کی تلاوت کرے گا وہ آیات اس کی کفایت کریں گی اور جن وانس کی شرارتوں کو اس سے دور رکھیں گی اور گویا کہ وہ آیات اس کو قیام اللیل سے کفایت کرتی ہیں۔

سورۃ کہف کی پہلی دس آیات' پڑھنے والے کیلئے دجال کے فتنے سے بچاؤ کا باعث

۱۸/۲۰۱۰ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَشْرَ اٰيَاتٍ مِنْ اَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۵۵۵/۱ حدیث رقم (۲۵۷۔ ۸۰۹)۔ و ابوداؤد فی السنن ۴۹۷/۳ حدیث رقم ۴۳۲۳۔ والترمذی ۱۴۹/۵ حدیث رقم ۲۸۸۶۔ واحمد فی المسند ۱۹۶/۵۔

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص سورۃ کہف کی پہلی دس آیات یاد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دجال کے شر سے بچالے گا۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دجال کے فتنے سے بچالے گا۔ اس سے یا تو وہ دجال مراد ہے جو آخری زمانے میں پیدا ہوگا یا دجال سے مراد ہر جھوٹا فریب کرنے والا ہے اور ترمذیؒ کی روایت آگے آرہی ہے اس میں یوں آیا ہے کہ جس نے تین آیات پڑھیں اس کو دجال کے فتنہ سے بچالیا جائے گا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ان دونوں روایتوں میں تطبیق کی صورت اس طرح ہے جو دس آیات پڑھے گا اس کو دجال کے شر سے بچایا جائے گا اور جو شخص تین آیات سورۃ کہف کی پڑھے گا اس کو اس کے فتنہ سے بچالیا جائے گا۔

حاصل یہ ہے کہ دجال کا فتنہ ملاقات کے ساتھ اشد ہوگا۔ بہ نسبت اس فتنے کے جو ملاقات نہ ہونے کی صورت میں ہوگا۔ پس دس آیات کے یاد کرنے سے ملاقات کے فتنے سے بچے گا اور تین آیتوں کے پڑھنے سے فتنہ سے بچے گا کہ بغیر اس کے ملنے سے لوگ اس میں گرفتار ہونگے۔ واللہ اعلم۔

سورۃ اخلاص کا ثواب تہائی قرآن کے برابر ہے

۱۹/۲۰۱۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَاَ فِیْ لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالُوْا وَكَيْفَ يَقْرَاُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ۔ (رواہ مسلم و رواہ البخاری عن ابی سعید)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۵۵۶/۱ حدیث رقم (۲۵۹۔ ۸۱۱)۔ و ابوداؤد فی السنن ۱۵۲/۲۔ حدیث رقم ۱۴۶۱۔ والترمذی ۱۵۳/۵ حدیث رقم ۲۸۹۶۔ والنسائی ۱۷۱/۲ حدیث رقم ۹۹۶۔ واخرجه مالك فی الموطا۔

ترجمہ: حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی عاجز ہے کہ ایک رات میں تہائی قرآن پڑھے؟ صحابہ ؓ نے عرض کیا ہے کس طرح تہائی قرآن پڑھے؟ فرمایا قل ھواللہ احد تہائی قرآن کے برابر ہے۔
اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے اور بخاریؒ نے ابو سعید ؓ سے نقل کیا۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک بار سورۃ اخلاص پڑھنے سے تہائی قرآن کے برابر ثواب ملتا ہے اس لیے کہ قرآن کریم میں تین طرح کے مضامین مذکور ہیں: ① قصص۔ ② احکام۔ ③ توحید اور اس سورۃ اخلاص میں توحید کا خوب ذکر کیا گیا ہے اور یا اس طرح کہا جائے کہ قرآن میں توحید کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے سورۃ اخلاص اس کا خلاصہ ہے اس لئے یہ سورۃ ثلث قرآن کے برابر ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس کا ثواب اصل ثواب کے بقدر دگنا کیا جاتا ہے۔ پس پہلی تقریر کا مطلب یہ نکلا کہ تین بار پڑھنے سے ایک قرآن کا ثواب لازم نہیں آیا اور دوسری تقریر کے پیش نظر تین بار پڑھنے سے اصل ثواب قرآن کریم کا حاصل ہو جاتا ہے۔

سورۃ اخلاص سے محبت

۲۰/۲۰۱۲ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلٰى سَرِيَّةٍ وَكَانَ يَقْرَأُ لِاَصْحَابِهٖ فِيْ صَلَاتِهِمْ فَيَخْتِمُ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَلُوْهُ لِاَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فَسَاَلُوْهُ فَقَالَ لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ وَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَاَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهٗ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاري في صحيحه ۳۴۷/۱۳۔ حديث رقم ۷۳۷۵۔ ومسلم في صحيحه ۵۵۷/۱ حديث رقم (۲۶۳۔ ۸۱۳)۔ والنسائي ۱۷۰/۲ حديث رقم ۹۹۳۔

ترجمہ: حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو ایک لشکر پر امیر بنا کر بھیجا اور وہ اپنے ساتھیوں کی نماز میں امامت کرتا تھا اور اپنی قراءت قل ھواللہ احد کے ساتھ ختم کرتا تھا۔ پھر جب لشکر کے لوگ لوٹ کر آئے تو حضور ﷺ کے سامنے عرض کیا پس فرمایا اس سے پوچھو کس واسطے اس طرح کرتا ہے؟ پس اس سے پوچھا گیا۔ اس نے کہا میں اس لیے کرتا ہوں کہ اس میں رحمان کی صفت ہے اور مجھے پسند ہے کہ میں اس کو پڑھوں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس شخص کو خبر دو کہ اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھتا ہے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ وہ صحابی جو لشکر کے سردار تھے۔ ہر نماز کی آخری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد قل ھواللہ احد پڑھتے تھے اور علامہ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ وہ صحابی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ یا سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھنے کے بعد سورۃ اخلاص پڑھتے تھے۔ اولاً جو معنی ہم نے لکھے ہیں وہی درست ہے نماز بالاتفاق بلا کراہت ہو جاتی ہے۔

سورۃ اخلاص کے ساتھ دوستی دخولِ جنت کا باعث ہے

۲۱/۲۰۱۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قَالَ اِنَّ حُبَّكَ

اِیَّاھَا الْجَنَّۃَ۔ (رواہ الترمذی وروالبخاری معناہ)

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ۲۵۳/۲۔ حدیث رقم ۷۷۴۔ والترمذی فی السنن ۱۵٦/۵ حدیث رقم ۲۹۰۱۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! میں اس سورت یعنی قل ھواللہ احد کو پسند کرتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا تیری اس سورت کے ساتھ دوستی تجھے بہشت میں داخل کردے گی۔ اس کوامام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور بخاریؒ نے اس کے معنی روایت کیے ہیں۔

تشریح ❁ اس حدیث کا خلاصہ پہلے مذکور ہو چکا ہے مزید تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔صرف اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص سورۃ اخلاص کے ساتھ محبت کرے گا اور اس کی بار بار تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بہشت میں داخل کردیں گے۔

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی خصوصیت

۲۲/۲۰۱۴ وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَمْ تَرَ اٰیَاتٍ اُنْزِلَتِ اللَّیْلَۃَ لَمْ یُرَ مِثْلُھُنَّ قَطُّ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۵۵۷/۱ حدیث رقم (۲٦٤۔ ۸۱٤)۔ والترمذی فی السنن ۱۵۷/۵ حدیث رقم ۲۹۰۲۔ والنسائی ۱۵۸/۲ حدیث رقم ۹۵٤۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ آج رات ایسی عجیب آیات نازل کی گئیں کہ ان کی مانند آیات کبھی نہیں دیکھی گئیں (یعنی پناہ پکڑنے کے سلسلے میں ان کے مثل آیات نہیں نازل ہوئیں) وہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہیں۔اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ یہ دونوں سورتیں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے کے سلسلے میں بڑی عجیب ہیں اور یہ سورتیں اور ان کے مضامین بڑی اہمیت کے حامل ہیں جو دوسری روایات میں معلوم ہو چکے ہیں۔

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کے ذریعے دم کرنا

۲۳/۲۰۱۵ وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ کُلَّ لَیْلَۃٍ جَمَعَ کَفَّیْہِ ثُمَّ نَفَثَ فِیْھِمَا فَقَرَأَ فِیْھِمَا قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ یَمْسَحُ بِھِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِہٖ یَبْدَأُ بِھِمَا عَلٰی رَأْسِہٖ وَوَجْھِہٖ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِہٖ یَفْعَلُ ذٰلِکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔(متفق علیہ) وسنذکر حدیث ابن مسعود لما اسری برسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فی باب المعراج ان شاء اللّٰہ تعالٰی۔

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ٦۲/۹۔ حدیث رقم ۵۰۱۷۔ والترمذی فی السنن ٤٤۱/۵ حدیث رقم ۳٤۰۲ وابن ماجہ

۱۲۷۵/۲ حدیث رقم ۳۸۷۵۔ واحمد فی المسند ۱۱۶/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات جب بچھونے کی طرف تشریف لے جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں کو ملاتے پھر دونوں ہاتھوں پر دم کرتے۔ پس ان میں قل ھواللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو بدن پر پھیرتے جہاں تک ہوسکتا۔ اپنے سر سے پھیرنا شروع کرتے اور اپنے منہ پر اور اپنے بدن کے اگلی جانب پھر اس کے بعد دوسری جگہ پھیرتے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے تین بار نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دم پہلے ہاتھوں پر کرتے تھے اور اس کے بعد پڑھتے تھے۔ پس بعضوں نے تو کہا ہے کہ یہ اسی لیے کرتے تھے۔ تاکہ جادوگروں کی مخالفت ہوجائے کہ وہ پہلے پڑھتے ہیں اور اس کے بعد دم کرتے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ دم کرنے کا ارادہ کرتے اور پھر پڑھتے اور پھر دم کرتے۔ اور ہم اس مضمون کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الفصل الثانی:

میدانِ حشر میں تین چیزیں بڑی اہمیت کی حامل ہونگی

۲۴/۲۰۱۶ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَۃٌ تَحْتَ الْعَرْشِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الْقُرْاٰنُ یُحَاجُّ الْعِبَادَ لَہٗ ظَھْرٌ وَبَطْنٌ وَالْاَمَانَۃُ وَالرَّحِمُ تُنَادِیْ اَلَا مَنْ وَصَلَنِیْ وَصَلَہُ اللّٰہُ وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَہُ اللّٰہُ۔ (رواہ فی شرح السنۃ)

اخرجہ البغوی فی شرح اسلنۃ ۲۲/۱۳ حدیث رقم ۳۴۳۳۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز عرش کے نیچے تین چیزیں ہوں گی ایک تو قرآن جو بندوں سے جھگڑا کرے گا اور قرآن کے لیے ظاہر بھی ہے اور باطن بھی دوسری چیز عرش کے نیچے امانت ہوگی۔ تیسری چیز پکارے گی کہ خبردار! جس شخص نے مجھے پکارا (یعنی اس طور پر کہ میرے حق کی رعایت کی کہ میرے احکام کی بجاآوری کا جو حق اس پر لازم ہے وہ اس نے ادا کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت کے ساتھ ملالے گا اور جس نے مجھ کو توڑا یعنی میرے حق کی رعایت نہ کی۔ اس کو اللہ تعالیٰ توڑے گا یعنی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوگا۔ اس کو شرح السنۃ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ تین چیزیں عرش کے نیچے بڑی اہمیت کی حامل ہونگی۔ اس سے درحقیقت اس بات کی طرف کنایہ ہے کہ روزِ قیامت ان تین چیزوں کو بارگاہِ الٰہی میں کمال قرب واعتبار کا مقام حاصل ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کہ اللہ تعالیٰ ان کے حق کو اور ان لوگوں کے ثواب کو جو ان مذکورہ چیزوں کی حفاظت کریں گے ضائع نہیں کریں گے۔ جیسا کہ بادشاہ کے مقربین کا حال ہوتا ہے اور بندوں سے جھگڑیگا یعنی جنہوں نے اس کی تعظیم کی اور اس پر عمل نہ کیا ان سے جھگڑیگا اور جنہون نے اس کی تعظیم ہوگی اور اس پر عمل کیا ہوگا ان کی طرف سے جھگڑے گا۔ یعنی جناب الٰہی میں ان کی سفارش

کرے گا اور یہ معنی ظاہر ہیں اور اکثر سمجھتے ہیں غور وفکر کی ضرورت نہیں ہے اور قرآن کے لیے باطن ہے اس کا معنی یہ ہے یعنی بعض قرآن کے محتاج ہیں بغیر غور وفکر کے وتفسیر کے سمجھ نہیں آتے۔ مگر خواص مقربین علماء صالحین ہی سمجھتے ہیں یہ اشارہ ہے اس پر کہ جن لوگوں نے قرآن کی تعلیمات کو اپنے عمل کا حصہ نہیں بنایا قیامت کے دن قرآن کے بارے میں ہر شخص کی فہم اور اس کے علم کے بغیر مؤاخذہ کیا جائے گا اور امانت سے مراد حقوق اللہ ہیں اور بندوں کے حقوق ہیں جو ان پر لازم ہیں۔

قرآن کریم کو ترتیل سے پڑھنا چاہیے

۲۵/۲۰۱۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِى الدُّنْيَا فَاِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَؤُهَا۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداود او لنسائی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۱۵۳/۲ حدیث رقم ۱٤٦٤۔ والترمذی ۱۷۷/۵ حدیث رقم ۲۹۱٤۔ واحمد فی المسند ۱۹۲/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صاحب قرآن کے لیے کہا جائیگا۔ پڑھ اور بہشت کے درجوں پر چڑھ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا۔ پس تحقیق تیرا مرتبہ آخری آیت کے پاس ہے جس کو تو پڑھے گا۔ اس کو امام احمدؒ، ترمذیؒ، ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں صاحب قرآن کا لفظ آیا ہے کہ صاحب قرآن وہ ہے جو ہمیشہ تلاوت کرتا رہتا ہے وہ شخص مراد نہیں جو قرآن کی تلاوت تو کرتا ہے لیکن اس کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے شخص کو قرآن لعنت کرتا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص قرآن پر عمل کرے۔ گویا کہ وہ شخص ہمیشہ قرآن پڑھتا ہے اگر چہ اس نے نہ پڑھا ہو اور جس نے قرآن پر عمل نہ کیا گویا کہ اس نے نہیں پڑھا اگر چہ اس کو ہمیشہ پڑھتا رہتا ہو اور حدیث میں آیا ہے یعنی پڑھ اور چڑھ یعنی جنت کے درجات پر آیات کے بقدر چڑھتا جا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جنت کے درجات آیات قرآنی کی بقدر ہیں اگر پورا قرآن پڑھے گا۔ تو جنت کے اعلیٰ مقام کے لائق ہوگا اور اس میں اشارہ ہے اس پر کہ جو حافظ قرآن ترتیل سے پڑھتے ہیں ان کا جنت میں بڑا رتبہ ہوگا اور قرآن کی آیات کوفیوں کی گنتی کے اعتبار سے جن کا فن قراءت اور اصول ہمارے اطراف میں رائج ہیں' چھ ہزار دو سو پینتیس ہیں اور اس کے علاوہ اور بہت سے اقوال ہیں اور اس میں جو چاہے تجوید وقراءت کی کتابوں میں دیکھ لے ۔ح۔بحر العلوم۔

قرآن کریم سے خالی دِل ویران گھر کی طرح ہے

۲۶/۲۰۱۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الَّذِىْ لَيْسَ فِىْ جَوْفِهٖ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ. (رواه الترمذی والدارمی وقال الترمذی هذا حديث صحيح)

اخرجه الترمذی فی السنن ۷۷/۵ حدیث رقم ۲۹۱۳۔ والدارمی ۵۲۱/۲ حدیث رقم ۳۳۰٦۔ واحمد فی المسند ۲۲۳/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جس کے دل میں قرآن نہیں ہے وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے جو شخص کچھ بھی قرآن نہ جانتا ہو اور نہ ایمان رکھتا ہو۔ وہ ویران گھر کی طرح ہے اور جس کو قرآن آتا ہو اور ایمان بھی رکھتا ہو اس کا باطن ایمان کے نور سے آباد ہے۔ اگر تھوڑا جانتا ہوگا تو تھوڑا آباد ہوگا اور اگر زیادہ جانتا ہوگا۔ تو زیادہ آباد ہوگا۔

قرآن پاک میں مشغول ہونے والے کو مانگنے والے سے بہتر اجر ملتا ہے

۲۷/۲۰۱۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی مَنْ شَغَلَہُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِکْرِیْ وَمَسْاَلَتِیْ اَعْطَیْتُہٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِی السَّائِلِیْنَ وَفَضْلُ کَلَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ۔ (رواہ الترمذی والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان وقال الترمذی ہذا حدیث حسن غریب)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۱۸۴/۵ حدیث رقم ۲۹۲۶۔ والدارمی فی السنن ۵۳۳/۲ حدیث رقم ۳۳۵۶۔

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ جس کو قرآن میری یاد اور مجھ سے مانگنے سے باز رکھتا ہے میں اس کو اس چیز سے بہتر عطا کرتا ہوں جو مانگنے والوں کو دیتا ہوں اور کلام الٰہی کی بزرگی تمام کلاموں کے اوپر ایسی ہے جیسے اللہ کی بزرگی اس کی تمام مخلوقات پر ہے (پس قرآن میں مشغول رہنے والوں کو غیر قرآن میں مشغول رہنے والے لوگوں پر بھی اسی طرح فضیلت و بزرگی حاصل ہوتی ہے) اس کو امام ترمذیؒ اور دارمیؒ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں قرآن پاک میں مشغول ہونے والے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص قرآن کریم کو یاد کرنے اور اس کو سمجھنے میں مشغول ہو جائے اور جو چیز اس میں ہے اس پر عمل کرے اور میری ذکر و دعا وغیرہ کے لیے اس کو فرصت نہ ملے میں اس کو مانگنے والوں سے زیادہ دیتا ہوں اور ظاہر تو یہ تھا کہ یہ کہا جاتا کہ میں ذکر کرنے اور دعا کرنے والوں سے زیادہ دیتا ہوں لیکن اکتفا کیا صرف مانگنے والوں پر کیونکہ ذکر بھی حقیقت میں دعا ہے۔ کیونکہ ذکر اور ثناء کریم سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ ہمیں کچھ عطا ہو اور جملہ افضل کلام اللہ یہ احتمال رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول کا تتمہ ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ نبی علیہ السلام کا قول ہے اور یہی درست ہے۔

قرآن مجید کا صرف ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں

۲۸/۲۰۲۰ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَاَ حَرْفًا مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَلَہٗ بِہٖ حَسَنَۃٌ وَالْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِیْمٌ حَرْفٌ۔

(رواہ الترمذی والدارمی وقال الترمذی ہذا حدیث حسن صحیح غریب اسنادا)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۱۷۵/۵ حدیث رقم ۲۹۱۰۔ والدارمی فی السنن ۵۲۱/۲ حدیث رقم ۳۳۰۸۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھے۔ پس اس کے واسطے ہر حرف کے عوض نیکی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے یعنی ہر حرف پر دس نیکیاں لکھی

جاتی ہیں میں نہیں کہتا۔ الم ایک حرف ہے الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے یعنی الم کے کہنے سے تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس کو امام ترمذیؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کا ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور الم پڑھنے پر تیس نیکیاں ملیں گی۔ گویا کہ اس حدیث میں قرآن پاک پڑھنے پر اجر وثواب کا ذکر کیا گیا ہے کہ تلاوت قرآن پر کس قدر اجر وثواب اللہ کی طرف سے مل رہا ہے۔

قرآن پر عمل باعثِ نجات ہے

۲۹/۲۰۲۱ وَعَنِ الْحَارِثِ الْاَعْوَرِ قَالَ مَرَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ يَخُوْضُوْنَ فِي الْاَحَادِيْثِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَلِيٍّ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَوَ قَدْ فَعَلُوْهَا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَمَا اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ قُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ هُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَرَكَهٗ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ وَهُوَ ذِكْرُ الْحَكِيْمِ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ وَهُوَ الَّذِيْ لَا تَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ لَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلُقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا يَنْقَضِيْ عَجَائِبُهٗ هُوَ الَّذِيْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذَا سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ وَمَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا اِلَيْهِ هُدٰى اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

(رواه الترمذی والدارمی وقال الترمذی هذا حديث اسناده مجهول وفی الحارث مقال)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۵۸/۵ حديث رقم ۲۹۰۶۔ والدارمی ۵۲۶/۲ حديث رقم ۳۳۳۱۔

ترجمہ حضرت حارث (جن کی ایک آنکھ کی بصارت نہیں تھی) انہوں نے کہا کہ میں مسجد میں سے گزرا یعنی کوفہ کی مسجد میں سے۔ پس ناگہاں (اچانک) لوگ بے فائدہ باتوں میں مشغول تھے یعنی قصے کہانیوں وغیرہ میں اور تلاوت قرآن انہوں نے چھوڑ دی ہے۔ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کو خبر دی۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا انہوں نے واقعتاً ایسا کیا ہے کہ بے فائدہ باتوں میں مشغول ہو کر تلاوت قرآن کو ترک کر دیا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خبردار ہو جاؤ تحقیق میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے خبردار ہو تحقیق فتنہ واقع ہوگا (یعنی اختلاف واقع ہوگا لوگوں میں اور برے مذاہب نکلیں گے) میں نے کہا یا رسول اللہ اس سے کس طرح خلاصی ہوگی؟ فرمایا کتاب اللہ جس میں تم سے پہلے لوگوں کے حالات بھی ہیں اور اس میں اس چیز کی خبر ہے جو تمہارے بعد ہے یعنی قیامت کی علامتیں اور قیامت کے احوال اور اس میں اس چیز کا حکم ہے جو تمہارے درمیان واقع ہے یعنی کفر اور ایمان اور طاعت وگناہ اور حلال وحرام اور اسلام کے شرائع اور معاملات آپس کے وہ حق وباطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے بے ہودہ نہیں ہے جس متکبر نے قرآن چھوڑا اس کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرے گا اور جس نے ہدایت ڈھونڈی اس کے غیر میں اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ

کرے گا اور وہ اللہ کی رسی استوار ہے یعنی قوی وسیلہ ہے قرب الٰہی کی معرفت کا اور وہ باحکمت مذکور ہے اور وہ سیدھا راستہ ہے اور وہ ایسا ہے کہ اس کی اتباع کی وجہ سے خواہش ٹیڑھی نہیں ہوتی اور زبانیں اس کے ساتھ نہیں ملتیں اور اس سے علماء کبھی سیر نہیں ہوتے اور قرآن مجید مزاولت سے پرانا نہیں ہوتا اور اس کے عجائب پرانے نہیں ہوتے اور وہ ایسا ہے جس کو جنات نے سن کر توقف نہیں کیا اور کہا تحقیق ہم نے سنا ہے قرآن ہدایت کی طرف عجیب راستہ بتاتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لے آئے جس نے اس کے موافق کہا اس نے سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا ثواب دیا جائے گا اور جس نے اس کے مطابق حکم کیا۔ یعنی لوگوں کے درمیان انصاف کیا اور جس نے اس کی طرف بلایا اسے سیدھی راہ دکھائی گئی۔ اس کو امام ترمذیؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے اس حدیث کی سند مجہول ہے اور حارث کے بارے میں بتایا کہ وہ جھوٹا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جس متکبر شخص نے قرآن پاک کو چھوڑ دیا اور اس پر ایمان نہیں لایا اور نہ اس پر عمل کیا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کریگا یا اس کی گردن توڑے گا۔ اصل میں قصم کے معنی توڑنے کے ہیں اور جدا کرنے کے ہیں۔ پس معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قطع کر دیگا اور اپنی رحمت سے دور کر دے گا۔ بخلاف اس کے کہ جو قرآن پر عمل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اعلیٰ مراتب پر پہنچا دے گا اور علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ جس نے قرآن کی ایک آیت پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ جس پر عمل کرنا واجب ہے یا ازراہ تکبر قرآن کو ترک کیا تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور جس نے قرآن پڑھنا چھوڑا عجز یا کسل کی وجہ سے یا ضعف کی وجہ سے۔ باوجود اعتقاد تعظیم کے پس اس پر گناہ نہیں ہے لیکن وہ ثواب سے محروم رہے گا اور قرآن پاک کی اتباع کرنے کی وجہ سے خواہش غلط راستے پر نہیں چلتی اور جو کوئی قرآن کریم کی اتباع کرے وہ گمراہی سے محفوظ رہتا ہے اگر کوئی کہے کہ اہل بدعت یعنی روافض وخوارج وغیرہ بھی تو کلام اللہ سے دلیل پکڑتے ہیں۔ وہ کہاں محفوظ ہیں بلکہ وہ تو گمراہ ہیں جواب یہ ہے کہ ان کی گمراہی کی وجہ یہ ہے کہ وہ کامل دلیل نہیں کرتے۔ اس لیے کہ انہوں نے وہ حدیثیں چھوڑ رکھیں ہیں جن سے مقصد کلام اللہ کا معلوم ہوتا ہے اور نہ ہی انہوں نے ان کی تقلید کی۔ جو کلام اللہ کو سمجھنے میں کامل تھے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پس انہوں نے قرآن کریم کو پہچانا جس طرح پہچاننے کا حق ہے اسی لیے جنید بغدادیؒ نے کہا ہے۔ جو شخص قرآن کو یاد نہ کرے اور حدیث سیکھے اس کی پیروی نہ کی جائے اور جو شخص ہمارے طریقے میں بغیر علم کے داخل ہوا اور ہمیشہ اپنے جہل پر قناعت کی۔ پس وہ شیطان کا مسخرہ ہے۔ اس لیے کہ ہمارا علم کتاب وسنت کے ساتھ مقید ہے اور علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہیں کہ اہل ہوا اس پر قادر نہیں ہوئے یعنی بدعتی لوگ کہ وہ قرآن کے معانی ومفاہیم میں تغیر وتبدل پیدا کر دیں یا اس میں کوئی خرابی پیدا کر دیں۔ اس صورت میں اس عبارت لَا تَزِيغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ میں بِهِ کی باء تعدیہ کے لئے ہوگی۔ اس کے ساتھ زبانیں نہیں ملتیں یعنی دوسری عبارت اس کی عمدہ فصاحت کی وجہ سے اس کی مانند نہیں ہو سکتی یا یہ مراد ہے کہ قرآن مؤمنوں کی زبانوں پر دشوار نہیں ہے اگرچہ عربی نہ ہوں کیونکہ انسانوں کے قلوب محبت کے ساتھ تلاوت کی طرف مائل ہوتے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ﴾ [القمر: ۱۷] اس سے علماء سیر نہیں ہوتے یعنی اس کی گہرائی کا علماء احاطہ نہیں کر سکتے کہ اس کی مزید طلب سے ٹھہر جائیں۔ جس طرح کھانے سے سیر ہونے والا ٹھہرا رہتا ہے جب وہ ایک چیز کے حقائق پر مطلع ہوتے ہیں تو وہ مشتاق ہوتے ہیں کہ حاصل شدہ چیز سے زیادہ انہیں معلوم ہو جائے اور پرانا نہیں ہوتا سے مراد ہے اس کی قراءت کی لذت اس کے اذکار

واخبار سننے سے اوراس کے بار بار پڑھنے سے کم نہیں ہوتی بلکہ جب بندہ پڑھتا ہے یا اس کو سنتا ہے تو وہ پہلی بار کی بہ نسبت زیادہ حلاوت محسوس کرتا ہے اگر چہ اس کے معنی نہ سمجھے۔

قرآن پڑھنے اوراس پر عمل کرنے سے اُسکے والدین کوتاج پہنایا جائے گا

۳۰/۲۰۲۲ وَعَنْ مُعَاذِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُهٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا۔ (رواہ احمد وابوداود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۱٤٨/٢ حدیث رقم ١٤٥٣۔ واحمد فی المسند ٤٤٠/٣۔

ترجمہ: حضرت معاذ جہنی ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن پڑھے اوراس چیز پر عمل کرے جو اس میں ہے قیامت کے دن اس کے والدین کوتاج پہنایا جائے گا کہ اسکی روشنی بہت اچھی ہوگی۔ آفتاب کی روشنی کی طرح جو دنیا کے گھروں میں ہوتی ہے اگر آفتاب تمہارے گھروں کے اندر آ جائے پس تمہارا کیا گمان ہوگا۔اس شخص کے بارے میں کہ جس نے قرآن پاک پر عمل کیا۔اس کو امام احمدؒ نے اور ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اوراس پر عمل کرے اور خوب اچھی طرح پڑھے اس کے والدین کو روزِ قیامت تاج پہنایا جائے گا اور علامہ ابن حجر ؒ نے کہا ہے کہ اس کو یاد کرتے اگر بالفرض سورج آسمان سے اتر کر تمہارے گھر میں داخل ہو جائے تو اس کی روشنی بھی اس تاج کی روشنی کے سامنے ماند پڑ جائے گی۔ پہلی سورج کی روشنی کو مبالغہ کے طور پر بیان کیا ہے کہ اگر وہ تمہارے گھروں کے اندر ہو تو اس کی روشنی زیادہ معلوم ہوگی بہ نسبت اس کے وہ سورج باہر اور اونچا ہے اور آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ جب اس کے ماں باپ کی یہ قدر ہوگی اس کی وجہ سے تو اس کا جس نے قرآن کی تلاوت کی اوراس میں داخل کیا کا کتنا درجہ ہوگا۔

قرآن کریم معجزہ

۳۱/۲۰۲۳ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ جُعِلَ الْقُرْاٰنُ فِيْ اِهَابٍ ثُمَّ اُلْقِيَ فِي النَّارِ مَا احْتَرَقَ۔ (رواہ الدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ٥٢٢/٢ حدیث رقم ٣٣١٠۔ واحمد فی المسند ١٥٥/٤۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر ؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے اگر قرآنِ کریم کو چمڑے میں رکھ کر بالفرض والتقدیر آگ میں ڈالا جائے تو آگ اس کو نہیں جلائے گی۔اس کو دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں قرآن پاک کے ایک معجزے کا ذکر کیا گیا ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ قرآن کریم کا ایک معجزہ ہے جو حضور ﷺ کے زمانے میں تھا۔ جیسے معجزے اور انبیاء کے زمانے میں ہوتے تھے اور بعضوں نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے جو شخص قرآن پڑھے اوراس پر عمل کرے تو دوزخ کی آگ میں نہیں جلے گا۔ پس چمڑے سے مراد آدمی

کا پوست وبدن ہے۔اھاب کا ذکر اس لیے کیا اھاب جلد غیر مدبوغ کو کہتے ہیں تو چونکہ جلد غیر مدبوغ خشک ہوتی ہے اس لیے وہ جلدی جل جاتی ہے۔حتی کہ دھوپ کی وجہ سے اس میں فرق آجاتا ہے چہ جائیکہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے۔

مطلب یہ ٹھہرا کہ اگر قرآن مجید خشک کھال کے اندر رکھ کر آگ میں ڈال دیا جائے تو قرآن کی محبت کی برکت سے اس کو آگ نہیں چھوئے گی چہ جائیکہ وہ مؤمن جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے اکرم اور افضل ہے جس نے قرآن اپنے سینے میں محفوظ کیا اور اس کی قراءت پر پابند اور احکام پر عامل ہے تو اس کو آگ کیونکر جلائے گی۔

حافظِ قرآن دس آدمیوں کی سفارش کرے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی

۳۲/۲۰۲۴ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْهَرَهٗ فَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهٗ فِيْ عَشْرَةٍ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ. (رواه احمد والترمذی وابن ماجة والدارمی وقال الترمذی هذا حديث غريب وحفص بن سليمان الراوی ليس هو بالقوی يضعف فی الحديث)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۵۸/۵ حديث رقم ۲۹۰۵۔ وابن ماجه ۷۸/۱ حديث رقم ۲۱۶۔ واحمد فی المسند ۱۴۸/۱۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس شخص نے قرآن پڑھا۔ پھر اس کو یاد کیا اس کے حلال کو حلال جانا اور اس کے حرام کو حرام جانا۔ اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا اول وہلہ میں (یعنی پہلی مرتبہ میں) اور اس کے خاندان کے دس شخصوں کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی کہ ان کے لیے آگ واجب ہو چکی ہوگی وہ فاسق اور دوزخ کے لائق ہونگے۔ اس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور حفص بن سلیمان راوی قوی نہیں ہے۔ حدیث میں ان کو ضعیف کہا جاتا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے قرآن پاک یاد کیا اور اس پر عمل کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور اس کے حرام کو حرام جانا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا اور اس کو حق شفاعت ملے گا کہ وہ قیامت کے دن اپنے خاندان میں سے دس آدمیوں کی شفاعت کرے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔

سورۃ فاتحہ کی اہمیت

۳۳/۲۰۲۵ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ كَيْفَ تَقْرَأُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَرَأَ اُمَّ الْقُرْاٰنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا اُنْزِلَتْ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الْاِنْجِيْلِ وَلَا فِي الزَّبُوْرِ وَلَا فِي الْقُرْاٰنِ مِثْلُهَا وَاِنَّهَا سَبْعٌ مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُعْطِيْتُهٗ (رواه الترمذی وروی الدارمی من قوله ما انزلت ولم يذكر ابی بن كعب وقال الترمذی هذا حديث حسن صحيح)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۴۳/۵ حديث رقم ۲۸۷۵۔ والنسائی ۱۳۹/۲ حديث رقم ۹۱۴۔ واحمد فی المسند ۳۵۷/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب سے فرمایا: اے ابی! تم نماز میں کس طرح

پڑھتے ہو؟ یعنی نماز میں کیا پڑھتے ہو۔ پس انہوں نے سورۃ فاتحہ پڑھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ایسی سورۃ نہ توریت انجیل اور زبور میں اور نہ ہی قرآن میں اتاری گئی اور تحقیق سورۃ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں جو کہ بار بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم ہے کہ میں دیا گیا ہوں۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور نقل کی یہ دارمیؒ نے قول ما انزلت سے اور ابی بن کعبؓ کا ذکر نہیں کیا اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ فاتحہ اس قدر اہمیت کی حامل ہے کہ اس جیسی سورت پہلے کسی کو نہیں دی گئی اور اس جیسی سورت توریت زبور انجیل کسی میں نہیں ہے اور سبع مثانی کی تحقیق قرآن پاک کے بارے میں پہلی فصل کی ایک حدیث کی تشریح میں بیان ہو چکی۔

قرآنِ کریم کو مشک سے تشبیہ دی گئی ہے

۲۰۲۶/۳۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ فَاقْرَءُوْهُ فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْاٰنِ لِمَنْ تَعَلَّمَ فَقَرَأَ وَقَامَ بِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِّسْكًا تَفُوْحُ رِيْحُهٗ كُلَّ مَكَانٍ وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهٗ فَرَقَدَ وَهُوَ فِيْ جَوْفِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ اُوْكِیَ عَلٰی مِسْكٍ۔ (رواه الترمذی والنسائی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۴۴/۵ حدیث رقم ۲۸۷۶ وابن ماجه ۷۸/۱ حدیث رقم ۲۱۷۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا قرآن سیکھو پھر اس کو پڑھو۔ تحقیق اس شخص کی مثال جو قرآن سیکھتا ہے اور پھر پڑھتا ہے اور ہمیشہ پڑھتا ہے یا اس پر عمل کرتا ہے اور رات کو اس کے ساتھ قیام کرتا ہے مشک سے بھری ہوئی تھیلی کی طرح ہے کہ اس کی خوشبو تمام مکان میں پہنچتی ہے اور اس شخص کا حال کہ جس نے قرآن سیکھا اور سوتا رہا اور قراءت اور قیام سے غافل ہوا یا اس پر عمل نہ کیا اور اللہ کا کلام اس کے دل میں ہے اس مشک کی تھیلی کی طرح ہے جو باندھ کر رکھی گئی ہو۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اور نسائیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں قرآن مجید کے سیکھنے پر زور دیا گیا ہے کہ قرآن پاک سیکھنے یعنی اس کے الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اس کے معانی و تفسیر کا علم بھی سیکھو۔ ابو محمد جوینی نے کہا ہے کہ سیکھنا اور سکھانا فرض کفایہ ہے انتہی۔ اور بعض قرآن کا سیکھنا فرض عین ہے یعنی جس قدر نماز میں پڑھنا فرض ہے اور امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ قرآن پاک کے یاد کرنے میں مشغول ہونا نفل نماز سے بہتر ہے اس لیے کہ وہ فرض کفایہ ہے اور بعض متاخرین نے فتویٰ دیا ہے کہ حفظ قرآن کے ساتھ مشغول ہونا دوسرے علموں میں مشغول ہونے سے افضل ہے جو کہ فرض کفایہ ہیں نہ کہ فرض عین اور قرآن کریم کو یاد کرنا فرض عین علم سے افضل نہیں ہے۔ یعنی قرآن کریم کا یاد کرنا مشک سے بھری ہوئی تھیلی کی حالت کی طرح ہے۔

یعنی قاری کا سینہ تھیلی کی طرح ہے اور قرآن پاک اس میں مشک کی طرح ہے پس وہ پڑھتا ہے۔ اس کی برکت اس کے گھر میں پہنچتی ہے اور سننے والوں کو ملتی ہے اور آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ جس نے قرآن سیکھا اور نہ پڑھا۔ اس کی برکت نہ اس کو پہنچی اور نہ ہی دوسروں کو۔ اس کی مثال اُس مشک سے بھری ہوئی تھیلی کی سی ہے جس کا منہ بندھا ہوا اور اس کی خوشبو کسی کو نہ پہنچے۔

سورۃ مؤمن اور آیۃ الکرسی کی فضیلت

۳۵/۲۰۲۷ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الْمُؤْمِنَ اِلٰى اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ وَاٰيَةَ الْكُرْسِيِّ حِيْنَ يُصْبِحُ حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰى يُمْسِيَ وَمَنْ قَرَأَ بِهِمَا حِيْنَ يُمْسِيَ حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰى يُصْبِحَ۔

(رواه الترمذی والدارمی وقال الترمذی هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۴۵/۵ حديث رقم ۲۸۷۹۔ والدارمی ۵۴۱/۲ حديث رقم ۳۳۸۶۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص حٰمٓ الْمُؤْمِنَ (سورۃ مؤمن) اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ تک اور آیۃ الکرسی صبح کے وقت پڑھے ان کی برکت کی وجہ سے وہ (تمام آفات وبلیات ظاہر وباطن سے) محفوظ رہتا ہے۔ شام تک اور جوان کو شام کے وقت پڑھے انکی برکت کی وجہ سے وہ صبح تک محفوظ رہتا ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں سورۃ مؤمن اور آیۃ الکرسی کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ تک آیت مذکورہ یوں ہے: حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ لا ذِي الطَّوْلِ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔

لوحِ محفوظ میں زمین وآسمان پیدا ہونے سے دو ہزار سال قبل قرآن لکھا گیا

۳۶/۲۰۲۸ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِاَلْفَيْ عَامٍ اَنْزَلَ مِنْهُ اٰيَتَيْنِ خَتَمَ بِهِمَا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَلَا تُقْرَاٰنِ فِيْ دَارٍ ثَلَاثَ لَيَالٍ فَيَقْرَبُهَا الشَّيْطَانُ۔ (رواه الترمذی والدارمی وقال الترمذی هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۴۷/۵ حديث رقم ۲۸۸۲۔ والدارمی ۵۴۲/۲ حديث رقم ۳۳۸۸۔ واحمد فی المسند ۲۷۴/۴۔

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال قبل کتاب (قرآن مجید) لکھی (یعنی فرشتوں کو لوحِ محفوظ میں لکھنے کا حکم فرمایا) اس کتاب میں دو آیات ایسی نازل کیں جن پر سورۃ بقرہ کو ختم کیا ہے یعنی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ...... سے آخر تک اور جس مکان میں یہ آیتیں پڑھی جائیں۔ تین رات تک شیطان نہیں آتا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور دارمیؒ نے اور امام ترمذیؒ نے کیا ہے کہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ زمین وآسمان کے پیدا ہونے سے دو ہزار سال قبل قرآن مجید لکھا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مکان میں سورۃ بقرہ کی یہ آخری دو آیات: ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ قف لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ

عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ پڑھی جائیں۔ تین رات تک اس کے نزدیک شیطان نہیں آتا۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ قراءت اور شیطان دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔

سورۃ کہف کی آیات کی برکت سے پڑھنے والا فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا

۳۷/۲۰۲۹ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ ثَلَاثَ اٰيَاتٍ مِنْ اَوَّلِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن صحيح)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۴۹/۵ حديث رقم ۲۸۸۶۔

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سورۃ کہف کی پہلی دس آیات پڑھے گا' دجال کے فتنے سے بچایا جائے گا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ سورۃ کہف کی ابتدائی آیات پڑھنے والا فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا۔ پہلی فصل میں بھی اس قسم کی روایت گزری ہے جس کے راوی ابودرداءؓ ہیں کہ جو کوئی سورۃ کہف کی ابتدائی دس آیات یاد کرے گا۔ اس کو فتنہ دجال سے بچالیا جائے گا۔ تطبیق کی ایک صورت تو وہاں بیان کی گئی ہے اور دوسری تطبیق یہ بھی ہوسکتی ہے کہ دس آیتوں کے یاد کرنے پر یہ فضیلت کی خوشخبری دی گئی ہوگی۔ پھر وسعت فضل کے سبب تین آیات کے پڑھنے پر بھی یہ فضیلت ٹھہری ہوگی۔

سورۃ یٰسین کی فضیلت

۳۸/۲۰۳۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا وَّقَلْبُ الْقُرْاٰنِ يٰسٓ وَمَنْ قَرَأَ يٰسٓ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِقِرَاءَ تِهَا قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۴۹/۵ حديث رقم ۲۸۸۷۔ والدارمی ۵۴۸ حديث رقم ۳۴۱۶۔ واحمد فی المسند ۲۶/۵۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تحقیق ہر چیز کے واسطے دل ہے اور قرآن کا دل یٰسین ہے اور جو شخص سورۃ یٰسین پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس بار قرآن پاک پڑھنے کا ثواب لکھتا ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں سورۃ یٰسین کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ سورۃ یٰسین قرآن پاک کا دل ہے اور قرآن کریم کا خلاصہ ہے اس لیے کہ قیامت کے احوال اور قرآن کے عمدہ مقاصد اس میں مذکور ہیں۔

سورۃ طٰہٰ اور یٰسین کی فضیلت

۳۹/۲۰۳۱ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَرَأَ طٰهٰ وَيٰسٓ قَبْلَ

اَنْ یَخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِاَلْفِ عَامٍ فَلَمَّا سَمِعَتِ الْمَلَائِکَۃُ الْقُرْاٰنَ قَالَتْ طُوْبٰی لِاُمَّۃٍ یَنْزِلُ ھٰذَا عَلَیْھَا وَطُوْبٰی لِاَجْوَافٍ تَحْمِلُ ھٰذَا وَطُوْبٰی لِاَلْسِنَۃٍ تَتَکَلَّمُ بِھٰذَا۔ (الدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ۵۴۷/۲ حدیث رقم ۳۴۱۴۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے سورۃ طٰہٰ اور سورۃ یٰسین آسمان وزمین کے پیدا کرنے سے ایک ہزار سال پہلے پڑھی۔ پس جب فرشتوں نے قرآن سنا۔ یعنی ان کا پڑھنا کہنے لگے کہ خوش حالی ہے اس امت کے واسطے کہ جن پر یہ قرآن (یعنی یہ دونوں سورتیں) نازل کی جائیں گی اور خوش بختی ہے ان دِلوں کے لئے جو ان سورتوں کو قبول کریں (یعنی ان کو محفوظ رکھیں) خوش بختی ہے ان زبانوں کے لئے جو ان کی تلاوت کریں۔ اس کو دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں سورۃ طٰہٰ اور یٰسین کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سورتوں کے معنی ظاہر کیے اور ان سورتوں کی تلاوت کا ثواب بیان کیا اور اس کے بارے میں اپنے فرشتوں کو سمجھایا اور ان کو ان کے معنی الہام کیے اور علامہ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ بعض فرشتوں کو حکم کیا کہ وہ باقی فرشتوں کے سامنے ان سورتوں کی تلاوت کریں تاکہ وہ ان کی بزرگی کو جانیں اور جب فرشتوں نے قرآن سنا اور قرآن سے مراد قراءت ہے یعنی ان سورتوں کا پڑھنا سنا۔ یا قرآن سے طٰہٰ اور یٰسین مراد ہے کہ قرآن کا اطلاق جز وکل دونوں پر ہوتا ہے۔

حم الدخان کی فضیلت

۴۰/۲۰۳۲ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الدُّخَانَ فِیْ لَیْلَۃٍ اَصْبَحَ یَسْتَغْفِرُ لَہٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب وعمربن ابی خثعم الراوی یضعف وقال محمد یعنی البخاری هو منکر الحدیث)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۵۰/۵ حدیث رقم ۲۸۸۸۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص حم الدخان رات کو پڑھے۔ وہ شخص اس حال میں صبح کرتا ہے کہ ستر ہزار فرشتے اس کی بخشش مانگتے ہیں۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور عمر بن ابی خثعم جو اس حدیث کے راوی ہیں ضعیف ہیں اور محمدؒ یعنی بخاریؒ نے کہا کہ وہ منکر حدیث ہیں۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں سورۃ حم الدخان کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جو شخص رات کے وقت سورۃ حم الدخان کی تلاوت کرے وہ شخص اس حال میں صبح کرے گا کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کریں گے۔

جمعہ کی رات کو سورۃ الدخان پڑھنے کی فضیلت

۴۱/۲۰۳۳ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الدُّخَانَ فِیْ لَیْلَۃِ الْجُمُعَۃِ غُفِرَلَہٗ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب ضعیف وهشام ابو المقدام الراوی یضعف

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۵۱/۵ حدیث رقم ۲۸۸۹۔ والدارمی ۵۴۹/۲ حدیث رقم ۳۴۲۰۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص جمعہ کی رات کو حم الدخان کی تلاوت کرتا ہے۔ اس کی بخشش کر دی جاتی ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور ہشام ابو المقدام حدیث میں ضعیف راوی ہیں۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں جمعہ کے دن سورۃ حم الدخان پڑھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی تلاوت کرنے والے کی بخشش کر دیتا ہے۔

مسبحات کی فضیلت کے بارے علماء کرام کے اقوال

۴۲/۲۰۳۴ وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ اَنْ يَّرْقُدَ يَقُوْلُ اِنَّ فِيْهِنَّ اٰيَةً خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ اٰيَةٍ۔

(رواه الترمذی وابوداود ورواه الدارمی عن خالد ابن معدان مرسلا وقال الترمذی هذا حدیث غریب)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۳۰۴/۵۔ والترمذی فی السنن ۱۶۶/۵۔ حدیث رقم ۲۹۲۱۔ واحمد فی المسند ۱۲۸/۴۔

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی علیہ السلام سونے سے پہلے مسبحات پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ایک آیت ان میں ہزار آیتوں سے بہتر ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور ابوداؤدؒ اور دارمی نے خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے بطریق ارسال نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں مسبحات کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ مسبحات وہ سورتیں ہیں کہ جن کے سرے پر سبحان کا لفظ یاسَبَّحَ یا یُسَبِّحُ یاسَبِّحْ ہے وہ سات سورتیں ہیں: **سبحان اللہ الذی اسری بعبدہ** اور سورۃ حدید اور حشر اور صف اور جمعہ اور تغابن اور اعلیٰ اور ایک آیت ہزار آیتوں سے بہتر ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ آیت: **لو انزلنا هذا القرآن** ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ آیت: **هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شيءٍ عليم** ہے اور علامہ طیبیؒ نے کہا کہ وہ آیت لیلۃ القدر کی طرح اور جمعہ کی قبولیت کی گھڑی کی طرح پوشیدہ ہے۔ یہ قول صحیح تر ہے۔

سورۃ الملک قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کی سفارش کرے گی

۴۳/۲۰۳۵ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ سُوْرَةً فِي الْقُرْاٰنِ ثَلَاثُوْنَ اٰيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَلَهٗ وَهِيَ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ۔ (رواه احمد والترمذی وابوداود والنسائی وابن ماجة)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۱۱۹/۲ حدیث رقم ۱۴۰۰۔ والترمذی فی السنن ۱۵۱/۵ حدیث رقم ۲۸۹۱۔ وابن ماجه ۱۲۴۴/۲ حدیث رقم ۳۷۸۶۔ واحمد فی المسند ۲۹۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تحقیق قرآن مجید کی ایک سورت تیس آیات کی ہے کہ اس نے ایک شخص کے واسطے شفاعت کی۔ یہاں تک کہ اس کی بخشش کی گئی اور وہ تبارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ

الْمُلْکُ ہے اس کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے ترمذی اور ابوداؤدؒ اور نسائی اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث میں لفظ شَفَعَتْ گزرا ہے اس کے معنوں میں دو احتمال ہیں یا یہ معنی ہے کہ زمانہ ماضی کی خبر دی کہ ایک شخص سورۃ الملک پڑھا کرتا تھا اور اس کی بڑی قدر کرتا تھا پس جب وہ فوت ہوا تو اس سورت نے اس کی شفاعت کی یہاں تک کہ اس سے عذاب دور ہو گیا یا یہ شفعت مستقبل کے اعتبار سے ہے۔ یعنی جو شخص اس سورت کی تلاوت کرے گا یہ سورت قبر میں شفاعت کرے گی اور قیامت کے دن اس کی سفارش کرے گی جو اس کو پڑھے گا۔

سورۃ الملک عذابِ قبر سے نجات دلانے والی ہے

۲۰۳۶/۴۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَرَبَ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِبَاءَهٗ عَلٰى قَبْرٍ وَّهُوَ لَا يَحْسِبُ اَنَّهٗ قَبْرٌ فَاِذَا فِيْهِ اِنْسَانٌ يَقْرَاُ سُوْرَةَ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ حَتّٰى خَتَمَهَا فَاَتَى النَّبِيَّ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيْهِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۵۱/۵ حديث رقم ۲۸۹۰۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے اپنا خیمہ ایک قبر پر کھڑا کیا اور وہ خیال نہیں کرتے تھے کہ یہاں قبر ہے۔ پس اچانک انہوں نے سنا کہ اس میں ایک آدمی سورۃ الملک کی تلاوت کر رہا ہے یہاں تک کہ اس نے اسے پورا کیا پھر خیمہ کھڑا کرنے والا صحابی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ پس اس نے حضور ﷺ کو خبر دی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ ملک منع کرنے والی ہے اور نجات دلانے والی ہے۔ اپنے پڑھنے والے کو اللہ کے عذاب سے نجات دیتی ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ سورۃ الملک عذاب قبر سے نجات دینے والی ہے۔ جہاں یہ احتمال ہے کہ خیمہ کھڑا کرنے والے نے نیند میں اس مردے کو سورۃ ملک پڑھتے ہوئے سنا' وہیں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ بیداری کی حالت میں سنا ہے' اصح قول یہی ہے کہ وہ منع کرنے والی ہے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عذاب قبر سے نجات دینے والی یا ایسے گناہوں سے جو عذاب قبر کا باعث بنتے ہیں یا اپنے قاری کو محشر میں رنج و غم پہنچنے سے بچاتی ہے۔

الم تنزیل اور سورۃ الملک کی فضیلت

۲۰۳۷/۴۵ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَنَامُ حَتّٰى يَقْرَاَ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ وَتَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ۔ (رواه احمد والترمذی والدارمی وقال الترمذی هذا حديث صحيح وكذا فی شرح السنة وفی المصابيح غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۵۲/۵ حديث رقم ۲۸۹۲۔ والدارمی ۵۴۷/۲ حديث رقم ۳۴۱۱ واحمد فی المسند ۳۴۰/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام سویا نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ اور تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ نہ پڑھ لیتے۔ اس کو امام احمدؒ، ترمذیؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس طرح سے محی السنۃ نے شرح السنۃ میں کہا ہے کہ یہ صحیح ہے اور صاحب مصابیح نے کہا ہے کہ یہ غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے الم تنزیل السجدہ اور سورۃ الملک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

حدیث کا غریب ہونا صحیح ہونے کے منافی نہیں ہے اس لیے کہ غریب کبھی صحیح بھی ہوتی ہے۔

مذکورہ سورتوں کی فضیلت

۴۶/۲۰۳۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زُلْزِلَتْ تَعْدِلُ نِصْفَ الْقُرْاٰنِ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ وَقُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تَعْدِلُ رُبُعَ الْقُرْاٰنِ ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۵۳/۵ حدیث رقم ۲۸۹٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے دونوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ آدھے قرآن کے برابر ہے اور قل ھو اللہ احد تہائی قرآن کے برابر ہے اور قل یا یہا الکافرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے اس کو امام ترمذیؒ نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں تین سورتوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں مبدأ اور معاد کا بیان ہے اور سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ میں خوب معاد کا بیان ہے۔ اس لیے یہ آدھے قرآن کے برابر ہوئی اور قل ھو اللہ احد کے تہائی قرآن کے برابر ہونے کی وجہ پہلے معلوم ہو چکی ہے اور قل یا یہا الکافرون چوتھائی قرآن کے برابر اس لیے ہے کہ قرآن کریم میں توحید اور نبوت اور احکام اور قصص کا بیان ہے اور اس سورت میں توحید کا خوب بیان ہے۔

سورۃ حشر کی آخری تین آیات کی فضیلت

۴۷/۲۰۳۹ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ فَقَرَأَ ثَلَاثَ اٰيَاتٍ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْحَشْرِ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ سَبْعِيْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يُّصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ مَاتَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَاتَ شَهِيْدًا وَمَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ كَانَ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ . (رواہ الترمذی والدارمی وقال الترمذی ھذا حدیث غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱٦٧/۵ حدیث رقم ۲۹۲۲۔ والدارمی ۵۵۰/۲ حدیث رقم ۳٤۲۵۔

ترجمہ: حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا جو شخص صبح کے وقت تین بار یہ کہے: میں پناہ پکڑتا ہوں اللہ کے ساتھ جو سننے والا جاننے والا ہے مردود شیطان سے پھر سورۃ حشر کی تین آیتیں پڑھے: (یعنی ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو سے آخر سورت تک۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے متعین کر دیتا ہے جو اس کے لیے دعا کرتے ہیں یعنی خیر کی توفیق کی اور شر کے دفع کی اور شام تک اس کے گناہوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں اور اگر اس دن مرے تو شہید مرتا ہے اور جو شخص اس کو یعنی تعوذ کو اور آیات کو شام کے وقت پڑھتا ہے وہ اسی مرتبہ کو پہنچتا ہے یعنی جو مذکور ہوا ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں سورۃ حشر کی آخری تین آیات یعنی: ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (۲۲) هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ (۲۳) هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (۲۴)﴾ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص ان کی تلاوت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے متعین کر دیتے ہیں جو اس کے لیے خیر کی توفیق کی اور شر کے دفع ہونے کی دعا مانگتے ہیں اور اس کے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اگر اس دن مرے گا۔ تو شہید ہو کر مرے گا۔

سورۃ اخلاص کی فضیلت

۴۸/۲۰۴۰ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ كُلَّ یَوْمٍ مِائَتَیْ مَرَّةٍ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ مُحِیَ عَنْهُ ذُنُوْبُ خَمْسِیْنَ سَنَةً اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ عَلَیْهِ دَیْنٌ (رواه الترمذی والدارمی وفی روایة خَمْسِیْنَ مَرَّةً وَلَمْ یَذْكُرْ اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ عَلَیْهِ دَیْنٌ)۔

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۵۴/۵ حدیث رقم ۲۸۹۸۔ والدارمی ۵۵۳/۲ حدیث رقم ۳۴۳۸۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم سے نقل کیا ہے فرمایا کہ جو شخص ہر روز سو بار قل ھو اللہ احد پڑھے اس کے نامۂ اعمال میں سے پچاس سال کے گناہ دور کیے جاتے ہیں مگر یہ کہ اس پر دَین (قرض) ہو۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور دارمیؒ نے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ دو سو بار پڑھنے سے پچاس برس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور اس میں اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ عَلَیْهِ دَیْنٌ ذکر نہیں کیا۔

تشریح: اس حدیث پاک میں سورۃ اخلاص کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ سو بار پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال سے پچاس سال کے گناہ مٹا دے گا۔ مگر یہ کہ اس پر قرض ہو۔ استثناء کے دو معنی ہیں ایک تو معنی یہ ہے کہ قرض کا گناہ نہیں مٹایا جائے گا اور دوسرے یہ کہ دین یعنی قرض کی وجہ سے دوسرے گناہ بھی نہیں مٹائے جائیں گے۔ اس صورت میں پڑھنا مؤثر نہیں ہوگا اور پہلے ہی معنی زیادہ واضح ہیں اور ظاہر ہیں۔ واللہ اعلم۔ دین سے مراد بندوں کے حقوق ہیں۔

سوتے وقت قل ھو اللہ احد پڑھنا

۴۹/۲۰۴۱ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنَامَ عَلٰی فِرَاشِهٖ فَنَامَ عَلٰی یَمِیْنِهٖ ثُمَّ قَرَأَ مِائَةَ مَرَّةٍ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اِذَا كَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ یَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ یَا عَبْدِیْ اُدْخُلْ عَلٰی یَمِیْنِكَ الْجَنَّةَ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۵۴/۵ حدیث رقم ۲۸۹۸۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے بچھونے پر سونے کا ارادہ کرے پھر اپنی داھنی کروٹ پر لیٹے۔ پھر سو مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے جس وقت قیامت

کا دن ہوگا' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: اے میرے بندے! اپنے داھنی طرف بہشت میں داخل ہو جا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے جو رسول کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرے گا اور سوتے وقت سو مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے گا تو اس کے لئے مذکورہ بالا سعادت بیان کی گئی ہے۔ سورۃ اخلاص ایسی سورت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ اس کے بدلے میں جنت ملے گی اور اس میں اشارہ ہے کہ جنت کے جو باغ اور محل اس کے دائیں طرف ہونگے وہ بائیں طرف کے باغوں اور محلوں سے بہتر ہوں گے۔

سورۃ اخلاص پڑھنے سے جنت واجب ہو جاتی ہے

۲۰۴۲/۵۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا یَقْرَأُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَقَالَ وَجَبَتْ قُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ ؟ قَالَ الْجَنَّةُ ۔ (رواه مالك والترمذی والنسائی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۵٤/۵ حدیث رقم ۲۸۹۷۔ والنسائی ۱۷۱/۲ حدیث رقم ۹۹٤ ومالك ۲۰۸/۱ حدیث رقم ۸ من کتاب القرآن۔ واحمد فی المسند ۳۰۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد پڑھتے ہوئے سنا: فرمایا: اس کے لیے واجب ہوئی۔ میں نے کہا کیا واجب ہوئی؟ فرمایا: جنت۔ اس کو امام ترمذیؒ اور نسائیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث پاک میں سورۃ اخلاص کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اس کے پڑھنے والے پر اللہ کے فضل اور اس کے وعدے کی بناء پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔

سوتے وقت ﴿قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ پڑھنے سے شرک سے بیزاری حاصل ہوتی ہے

۲۰۴۳/۵۱ وَعَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَقُوْلُهٗ اِذَا اَوَیْتُ اِلٰی فِرَاشِیْ فَقَالَ اِقْرَأْ قُلْ یَا اَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ فَاِنَّهَا بَرَآءَةٌ مِنَ الشِّرْكِ ۔ (رواه الترمذی وابوداود والدارمی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۳۰۳/۵ حدیث رقم ۵۰۵۵۔ والترمذی فی السنن ٤٤۲/۵ حدیث رقم ۳٤۰۳۔ والدارمی ۵۵۱/۲ حدیث رقم ۳٤۲۸۔ واحمد فی المسند ٤۵٦/۵۔

ترجمہ: حضرت فروہ بن نوفلؓ سے روایت ہے انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھ کو کچھ سکھائیں کہ اس کو اپنے بستر پر لیٹتے وقت پڑھوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْن پڑھ۔ اس لیے کہ وہ شرک سے بیزاری ہے یعنی جو اس کو پڑھ کر سوئے گا شرک سے پاک ہو کر سوئے گا اور اگر مرے گا تو توحید پر مرے گا۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث پاک میں قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْن کی فضیلت بیان کی گئی ہے یعنی جو سوتے وقت پڑھے گا اس کو شرک سے بیزاری حاصل ہوگی اگر سونے کی حالت میں اس کی موت واقع ہوگی تو توحید پر اس کو موت آئے گی۔

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کے ذریعے پناہ پکڑا کرو

۵۲/۲۰۴۴ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ بَيْنَا اَنَا اَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْجُحْفَةِ وَالْاَبْوَآءِ اِذْغَشِيَتْنَا رِيْحٌ وَظُلْمَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ بِاَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَاَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ وَيَقُوْلُ يَا عُقْبَةُ تَعَوَّذْبِهِمَا فَمَا تَعَوَّذَ مُتَعَوِّذٌ بِمِثْلِهِمَا۔ (رواه ابو داؤد)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۱۵۳/۲ حديث رقم ۱٤٦٣۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جحفہ اور ابواء (جگہوں کے نام ہیں) کے درمیان چلے جا رہے تھے۔ اچانک ہم کو سخت ہوا اور اندھیرے نے ڈھانپ لیا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم: اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کے ساتھ پناہ پکڑتے تھے اور فرماتے تھے عقبہ ان دونوں سورتوں کے ساتھ پناہ پکڑو۔ پس کسی پناہ پکڑنے والے نے ان جیسی سورتوں کے ساتھ پناہ نہیں پکڑی۔ وہ دونوں سورتیں یہ ہیں۔ یعنی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پناہ پکڑنے کے معاملے میں سب سے افضل ہیں۔ اس کو ابو داؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی فضیلت بیان کی ہے اور ارشاد فرمایا کہ ان دو مذکورہ سورتوں کے ساتھ پناہ پکڑا کرو اور حدیث پاک میں جو دو نام (جحفہ اور ابواء) آئے ہیں یہ دونوں جگہوں کے نام ہیں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہیں۔

معوذتین کی فضیلت

۵۳/۲۰۴۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خُبَيْبٍ قَالَ خَرَجْنَا فِيْ لَيْلَةٍ مَّطَرٍ وَظُلْمَةٍ شَدِيْدَةٍ نَطْلُبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَدْرَكْنَاهُ فَقَالَ قُلْ قُلْتُ مَا اَقُوْلُ ؟ قَالَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِيْنَ تُصْبِحُ وَحِيْنَ تُمْسِيْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔ (رواه الترمذی وابو داؤد والنسائی)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳۲۰/۵ حديث رقم ۵۰۸۲۔ والترمذی ۵۳۰/۵ حديث رقم ۳۵۷۵ والنسائی ۲۵۰/۸ حديث رقم ۵٤۲۸۔

ترجمہ: عبداللہ بن خبیبؓ سے روایت ہے ہم بارش اور رات کی سخت تاریکی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈتے ہوئے نکلے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ ہم آپ کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے تا کہ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو جائیں۔ پس ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پالیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو۔ میں نے کہا کیا کہوں؟ فرمایا: قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس صبح اور شام کے وقت تین بار پڑھو۔ تم کو ہر چیز سے کفایت کرے گی یعنی ہر آفت و بلا کو دور کر دے گی۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو صبح اور شام تین تین بار معوذتین پڑھے گا۔ یعنی وہ سورتیں جن کا تذکرہ اوپر حدیث میں گزر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو آفات و بلیات سے محفوظ فرمائیں گے۔

سورۃ الفلق کی فضیلت واہمیت

۲۰۴۶/۵۴ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَأُ سُوْرَةَ هُوْدٍ اَوْ سُوْرَةَ يُوْسُفَ قَالَ لَنْ تَقْرَأَ شَيْئًا اَبْلَغَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۔ (رواہ احمد والنسائی والدارمی)

اخرجه النسائی فی السنن ۱۵۸/۲ حدیث رقم ۹۵۳۔ والدارمی ۵۵۳/۲ حدیث رقم ۳۴۳۹۔ واحمد فی المسند ۱۴۹/٤۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں سورۃ ھود پڑھوں یا سورۃ یوسف (یعنی پناہ پکڑنے کے لیے اور برائی کو دور کرنے کے لیے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز تو نہیں پڑھے گا کوئی چیز جو اللہ کے نزدیک قل اعوذ برب الفلق سے زیادہ بہتر ہو۔ اس کو امام احمد' نسائی اور دارمی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ سورۃ الفلق ھود اور سورۃ یوسف سے بھی زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ حدیث میں جو اَبْلَغَ کا لفظ آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پناہ پکڑنے کے لیے اور برائی وغیرہ کو دفع کرنے کے لیے اس سورۃ کے برابر کوئی سورت کامل تر نہیں ہے۔ یہ اس لیے سب سے زیادہ کامل ہے کہ اس میں ہر مخلوق کی برائی سے پناہ مانگی گئی ہے۔ قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق اور علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ اس سے مراد دونوں سورتیں ہیں یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کے برابر کوئی سورت پناہ پکڑنے میں کامل تر نہیں ہے اور ابن ملکؒ نے کہا ہے کہ اس سے ان دونوں سورتوں کے ذریعے پناہ پکڑنے کی رغبت دلانا مقصود ہے انتہی۔ حاصل یہ کہ صرف ایک سورت کو ذکر کیا ہے اور دوسری قرینے سے سمجھی گئی ہے۔

الفصل الثالث:

قرآنِ کریم پر عمل کرنے کا حکم

۲۰۴۷/۵۵ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرِبُوا الْقُرْاٰنَ وَاتَّبِعُوْا غَرَآئِبَهٗ وَغَرَآئِبُهٗ فَرَآئِضُهٗ وَحُدُوْدُهٗ ۔ (البیهقی فی شعب الایمان)

اخرجه البیهقی فی شعب الایمان ٤۲۷/۲ حدیث رقم ۲۲۹۳۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن کے معانی بیان کرو اور اس کے غرائب کی پیروی کرو اور اس کے غرائب اس کے فرائض اور اس کی حدیں ہیں۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کے معانی بیان کرو اور اس کے احکامات کو سمجھو اور اس پر عمل کرو اور اس کے فرائض کی پیروی کرو اور اس کی حدود کی پاسداری کرو اور فرائض سے مراد مامورات ہیں جن کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور حدود سے مراد منہیات ہیں یعنی جن چیزوں کے کرنے سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔

قراءتِ قرآن کی فضیلت دوسرے اعمال پر

۵۶/۲۰۴۸ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِرَآءَةُ الْقُرْاٰنِ فِی الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنْ قِرَآءَةِ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلَاةِ وَقِرَآءَةُ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّکْبِیْرِ وَالتَّسْبِیْحُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصَّدَقَةُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ۔ (البیهقی فی شعب الایمان)

اخرجه البیهقی فی شعب الایمان ۴۱۳/۲ حدیث رقم ۲۲۴۳۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن کا پڑھنا نماز میں نماز کے علاوہ قرآن پڑھنے سے بہتر ہے اور نماز کے علاوہ قرآن کا پڑھنا تسبیح و تکبیر سے زیادہ ثواب رکھتا ہے اور تسبیح اللہ کے راستے میں دینے سے زیادہ ثواب رکھتی ہے اور اللہ کے لیے دینا روزے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے اور روزہ دوزخ کی آگ سے ڈھال ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ نماز میں قرآن پڑھنا افضل عبادت ہے۔ جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھے اس میں قرآن مجید کا پڑھنا افضل ہے اس نماز میں قرآن پڑھنے سے جو بیٹھ کر پڑھی جائے اور تسبیح و تکبیر سے بھی افضل ہے یعنی دوسرے اذکار اور دعاؤں سے بھی افضل ہے۔ اس لیے کہ قرآن کلام الٰہی ہے اور اس میں اس کے احکام ہیں۔ یعنی دوسرے اذکار اللہ کے راستے میں دینے سے زیادہ ثواب رکھتے ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ متعدی عبادت لازمی عبادت سے افضل ہے متعدی عبادت کا نفع غیر کو پہنچتا ہے جب کہ لازمی عبادت کا نفع صرف اپنی ذات کو حاصل ہوتا ہے لیکن یہ حکم ذکر کے علاوہ کے ساتھ خاص ہے ذکر اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ ذکر کرنا اللہ کے راستے میں سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنا' روزے سے افضل ہے۔ یعنی نفلی روزے سے اس لیے کہ اس کا نفع متعدی ہوتا ہے۔ یعنی دوسرے کو پہنچتا ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے ہر بنی آدم کے عمل کا ثواب دس حصے ہوتا ہے۔ مگر روزہ صرف میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ پس پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ روزے سے افضل ہے اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ صدقہ سے افضل ہے ان میں تطبیق یوں دی گئی ہے کہ فضیلت باعتبارِ جہات کے ہے۔ یعنی صدقہ متعدی ہونے کے اعتبار سے افضل ہے اور روزہ اس اعتبار سے افضل ہے کہ وہ رحمٰن کی صفت اختیار کرتا ہے اور کھانے پینے سے باز رہتا ہے۔

دیکھ کر قرآن پاک پڑھنا زبانی پڑھنے سے زیادہ ثواب کا باعث ہے

۵۷/۲۰۴۹ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَوْسٍ الثَّقَفِیِّ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةُ الرَّجُلِ الْقُرْاٰنَ فِیْ غَیْرِ الْمُصْحَفِ اَلْفُ دَرَجَةٍ وَقِرَآءَتُهٗ فِی الْمُصْحَفِ تُضَعَّفُ عَلٰی ذٰلِكَ اِلٰی اَلْفَیْ دَرَجَةٍ۔

اخرجه البیهقی فی شعب الایمان ۴۰۷/۲ حدیث رقم ۲۲۱۸۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن عبداللہ بن اوس ثقفی سے روایت ہے انہوں نے اپنے دادا اوس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا آدمی کا قرآن پاک کو دیکھے بغیر پڑھنے سے ایک ہزار درجے تک ثواب ملتا ہے اور اس کا قرآن پاک کو دیکھ کر پڑھنے سے دو ہزار درجے تک ثواب ملتا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے دیکھ کر قرآن پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے بہ نسبت زبانی پڑھنے کے کہ دیکھ کر پڑھنے میں ثواب اس لیے زیادہ ہوتا ہے کہ تدبر اور تفکر اس میں خوب ہوتا ہے اور قرآن میں دیکھتا ہے اور اس کو ہاتھ لگاتا ہے اور اس کو ہاتھ سے اٹھاتا ہے اور قرآن پاک میں دیکھنا عبادت ہے اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ دیکھ کر ہی پڑھتے تھے اور یہ بھی آتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس دو قرآن پاک بہت زیادہ پڑھنے کی وجہ سے شہید ہو گئے تھے اور علامہ نوویؒ نے کہا کہ یہ حکم مطلقاً نہیں ہے بلکہ اگر قاری کو زبانی پڑھنے میں تدبر، تفکر زیادہ ہوتی ہے بنسبت دیکھ کر پڑھنے کے تو زبانی پڑھنا افضل ہے اور اگر دونوں برابر ہوں تو دیکھ کر پڑھنا زیادہ افضل ہے۔

دِلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے

۵۸/۲۰۵۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَآءَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جَلَاؤُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ۔

روی البیهقی الاحادیث الاربعة فی شعب الایمان۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تحقیق یہ دل زنگ پکڑتے ہیں۔ جیسا کہ لوہا زنگ پکڑتا ہے جس وقت اس کو پانی پہنچتا ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ! اس کی جلاء کی کیا صورت ہے؟ فرمایا موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآن مجید کو پڑھنا۔ اس کو بیہقی نے نقل کیا ہے: بیہقی نے چاروں احادیث شعب الایمانؒ میں ذکر کی ہیں۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگ جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کا حل بتایا ہے اور فرمایا اس کا حل یہ ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو اور قرآن مجید کو کثرت سے پڑھا کرو۔

آیۃ الکرسی کی اہمیت و عظمت

۵۹/۲۰۵۱ وَعَنْ اَيْفَعَ ابْنِ عَبْدِالْكَلَاعِيِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ سُوْرَةِ الْقُرْاٰنِ اَعْظَمُ قَالَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قَالَ فَاَيُّ اٰيَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ اَعْظَمُ قَالَ اٰيَةُ الْكُرْسِيِّ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ قَالَ فَاَيُّ اٰيَةٍ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ تُحِبُّ اَنْ تُصِيْبَكَ وَاُمَّتَكَ قَالَ خَاتِمَةُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فَاِنَّهَا مِنْ خَزَآئِنِ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ تَحْتِ عَرْشِهٖ اَعْطَاهَا هٰذِهِ الْاُمَّةَ لَمْ تَتْرُكْ خَيْرًا مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اشْتَمَلَتْ

عَلَيْهِ۔ (رواہ الدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ۲/ ۵٤٠ حدیث رقم ۳۳۸۰۔

ترجمہ: حضرت ایفع بن عبدالکلاعیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہؐ! کونسی سورت قرآن میں بہت بڑی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں؟) فرمایا: قل ھواللہ احد۔ اس شخص نے کہا۔ کون سی آیت قرآن میں بہت بڑی ہے؟ فرمایا: آیۃ الکرسی۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! کون سی آیت کو آپ پسند فرماتے ہیں کہ جس کا ثواب اور فائدہ آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی امت کو پہنچے؟ فرمایا: سورۃ بقرہ کا خاتمہ۔ پس تحقیق وہ خدا کے رحمت کے خزانوں سے اتری ہے۔ اس کے عرش کے نیچے سے وہ اس امت کو دی گئی ہے دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی نہیں چھوڑی گئی مگر وہ اس پر مشتمل ہے۔ اس کو دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آیۃ الکرسی کو بڑی آیت کہا گیا ہے اور سورۃ اخلاص کو بڑی سورت کہا گیا ہے اس سے پہلے ایک حدیث گزری ہے اس میں سورۃ فاتحہ کو بڑی سورت کہا گیا اور اس میں قل ھواللہ احد کو بڑی سورت کہا گیا پس ان میں منافات نہیں ہے اس لیے کہ وہ بڑی ہے یہ حمد اور دعا و عبادت پر مشتمل ہونے کے اعتبار سے اور قرآن پاک کا خلاصہ ہے اور یہ اس اعتبار سے بڑی ہے کہ اس میں خوب توحید مذکور ہے اور سورۃ بقرہ کا خاتمہ یعنی ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۪ وَاغْفِرْ لَنَا ۪ وَارْحَمْنَا ۪ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ اس موقع پر سوال کرنے والے کے جواب میں نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اس کا فائدہ اور ثواب مجھے اور میری امت کو باقی تمام قرآن کا ثواب اور فائدہ پہنچنے سے پہلے دنیا میں پہنچے اور ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ﴾ سے اشارہ ہے ایمان و تصدیق کی طرف اور ﴿سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾ سے اشارہ ہے اسلامی احکام کی طرف اور ﴿اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ سے اشارہ ہے آخرت میں عمل کے بدلے کی طرف اور ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا ......﴾ سے اشارہ ہے دُنیوی اور اُخروی منافع کی طرف۔

سورۃ فاتحہ میں ہر بیماری سے شفا ہے

۶۰/۲۰۵۲ وَعَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ ۔ (رواہ الدارمی والبیهقی فی شعب الایمان)

اخرجه الدارمی فی السنن ۲/ ۵۳۸ حدیث رقم ۳۳۷۰۔ وشعب الایمان۔

ترجمہ: حضرت عبدالملک بن عمیرؒ سے بطریق ارسال روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ فاتحہ میں ہر بیماری سے شفا ہے۔ اس کو دارمیؒ نے بیہقی سے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر سورۃ فاتحہ کو ایمان و یقین کے ساتھ پڑھا جائے تو ہر دینی اور دُنیوی

بیماری سے شفا ہوتی ہے اور ہر ظاہری اور باطنی بیماری سے شفا ہوتی ہے اور اس کو لکھ کر لٹکانا اور چاٹنا بھی مریض کو نفع دیتا ہے۔

سورۃ آلِ عمران کی آخری آیات کی فضیلت

۶۱/۲۰۵۳ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ مَنْ قَرَأَ اٰخِرَ اٰلِ عِمْرَانَ فِیْ لَیْلَةٍ کُتِبَ لَهٗ قِیَامُ لَیْلَةٍ۔

اخرجه الدارمی فی السنن ۲/۵٤٤ حدیث رقم ۳۳۹٦۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ جو شخص آل عمران کے آخر سے پڑھے۔ رات کے وقت یعنی پہلی رات میں یا آخر رات میں۔ اس کے لیے رات کے قیام (یعنی تہجد کے وقت کا ثواب) لکھا جاتا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص سورۃ آلِ عمران کی آخری آیات: ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُکَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰکِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ کی تلاوت کرے گا رات میں یعنی شروع رات میں یا آخر رات میں تو اس کے لئے تہجد پڑھنے کا ثواب لکھا جائے گا اور اسکا پڑھنا حضور ﷺ سے ثابت ہے جب آپ ﷺ تہجد کے لیے بیدار ہوتے اور وضو فرماتے تو اس وقت پڑھا کرتے تھے۔

جمعہ کے دن آل عمران پڑھنے کی فضیلت

۶۲/۲۰۵۴ وَعَنْ مَکْحُوْلٍ قَالَ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ اٰلِ عِمْرَا نَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلَّتْ عَلَیْهِ الْمَلَآئِکَةُ اِلَی اللَّیْلِ۔

(رواهما الدارمی)

اخرجه الدارمی ۲/۵٤٤ حدیث رقم ۳۳۹۷۔

ترجمہ: حضرت مکحولؒ سے روایت ہے فرمایا کہ جو شخص سورۃ آل عمران جمعہ کے دن پڑھے۔ اس کے لیے فرشتے رات تک دعا و استغفار کرتے ہیں۔ یہ دونوں حدیثیں دارمیؒ نے نقل کی ہیں۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص سورۃ آل عمران جمعہ کے دن پڑھے گا۔

اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے لیے دعا و استغفار کریں گے۔

سورۃ بقرہ کی آخری آیات کی قدر و منزلت

۲۰۵۵/۶۳ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ خَتَمَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ بِاٰيَتَيْنِ اُعْطِيْتُهُمَا مِنْ كَنْزِهِ الَّذِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَعَلَّمُوْهُنَّ وَعَلِّمُوْهُنَّ نِسَاءَ كُمْ فَاِنَّهَا صَلَاةٌ وَقُرْبَانٌ وَدُعَاءٌ۔

(رواہ الدارمی مرسلاً)

اخرجه الدارمی فی السنن ۵۴۲/۲ حدیث رقم ۳۳۹۰۔

ترجمہ: حضرت جبیر بن نفیرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ کو دو آیات پر ختم فرمایا یعنی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر تک مجھے دو آیتیں دی گئیں اس کے خزانے سے جو عرش کے نیچے ہے۔ پس ان کو سیکھو اور اپنی عورتوں کو سکھلاؤ۔ اس لیے کہ وہ آیتیں رحمت ہیں اور قرب کا سبب ہیں اور تمام دنیاوی و اُخروی بھلائیوں کے حصول کے لئے دعا ہیں۔ بطریق ارسال دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں سورۃ بقرہ کی آخری آیات: ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۥ وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وَارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے کے خزانے سے۔ یہ دو آیتیں عنایت کی گئیں اور یہ آیتیں رحمت ہیں اور اللہ عزوجل کے قرب کا سبب ہیں لہٰذا ان کو خود بھی سیکھو اور اپنی عورتوں کو بھی سکھاؤ۔

جمعہ کے دن سورۃ ھود پڑھو

۲۰۵۶/۶۴ وَعَنْ كَعْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِقْرَأُوْا سُوْرَةَ هُوْدٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

(رواہ الدارمی مرسلاً)

اخرجه الدارمی فی السنن ۵۴۵/۲ حدیث رقم ۳۴۰۳۔

ترجمہ: حضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن سورۃ ھود پڑھو۔ اس کو دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن سورۃ ھود پڑھا کرو۔

سورۃ کہف کی فضیلت

۲۰۵۷/۶۵ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَاَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

اَضَاءَ لَهُ النُّوْرُ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ۔

رواه البيهقى فى الدعوات الكبير

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص جمعہ کے دن سورۃ کہف پڑھے اس کے لیے نور روشن ہوتا ہے یعنی اس کے دل میں ایمان وہدایت کا نور روشن ہوتا ہے۔ اس کو بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص سورۃ کہف کی تلاوت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دو جمعوں کے درمیانی ایام میں (اس کے دل میں) نور ہدایت نصیب فرما دیتا ہے۔

سورۃ الم تنزیل قاری کی شفاعت کرے گی اور جھگڑا کرے گی

۶۶/۲۰۵۸ وَعَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ قَالَ اِقْرَأُ الْمُنْجِيَةَ وَهِيَ الٓمٓ تَنْزِيْلُ فَإِنَّهُ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَقْرَأُهَا مَا يَقْرَأُ شَيْئًا غَيْرَهَا وَكَانَ كَثِيْرَ الْخَطَايَا فَنَشَرَتْ جَنَاحَهَا عَلَيْهِ قَالَتْ رَبِّ اغْفِرْ لَهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُكْثِرُ قِرَاءَتِيْ فَشَفَّعَهَا الرَّبُّ تَعَالٰى فِيْهِ وَقَالَ اكْتُبُوْا لَهُ بِكُلِّ خَطِيْئَةٍ حَسَنَةً وَارْفَعُوْا لَهُ دَرَجَةً وَقَالَ اَيْضًا اِنَّهَا تُجَادِلُ عَنْ صَاحِبِهَا فِي الْقَبْرِ تَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ مِنْ كِتَابِكَ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ وَاِنْ لَّمْ اَكُنْ مِنْ كِتَابِكَ فَامْحُنِيْ عَنْهُ وَاِنَّهَا تَكُوْنُ كَالطَّيْرِ تَجْعَلُ جَنَاحَهَا عَلَيْهِ فَتَشْفَعُ لَهُ فَتَمْنَعُهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَقَالَ فِيْ تَبَارَكَ مِثْلَهُ وَكَانَ خَالِدٌ لَا يَبِيْتُ حَتّٰى يَقْرَأَهُمَا وَقَالَ طَاوٗسٌ فُضِّلَتَا عَلٰى كُلِّ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ بِسِتِّيْنَ حَسَنَةً۔

(رواه الدارمى)

اخرجه الدارمى فى السنن ۲/۵٤٦ حديث رقم ۳٤۰۸۔

ترجمہ: حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رات کے پہلے حصے میں نجات دینے والی سورت کو پڑھو وہ سورۃ الم تنزیل ہے اس لیے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص صرف اس کو پڑھتا تھا اس کے سوا کوئی سورت نہیں پڑھتا تھا اور وہ شخص بہت گنہگار تھا پس اس سورت نے اس پر اپنے بازو پھیلائے اور کہا اے پروردگار! اس کو بخش دے تحقیق وہ مجھ کو بہت پڑھا کرتا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اِس کی اُس شخص کے حق میں شفاعت قبول کر لی اور فرمایا: اس کے لیے ہر گناہ کے بدلے نیکی لکھو اور اس کے واسطے درجے بلند کرو اور خالد نے کہا کہ تحقیق یہ سورت اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے قبر میں جھگڑتی ہے۔ وہ کہتی ہے یاالٰہی! اگر میں تیری کتاب (یعنی قرآن) میں سے ہوں (جو کہ لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے) تو میری سفارش اس کے حق میں قبول کرو اور اگر میں تیری کتاب میں سے نہیں ہوں۔ پس مجھ کو مٹا دو اس سے اور خالد نے کہا کہ تحقیق یہ سورت قبر میں پرندے کی طرح ہوگی۔ وہ اپنا بازو اس پر رکھے گی۔ پھر اس کی شفاعت کرے گی عذاب کو اس سے روکے گی اور خالد نے: سورۃ تبارک الذی کے حق میں اسی طرح کہا جو گزر چکا ہے اور خالد نہیں سوتے تھے یہاں تک کہ دونوں سورتیں پڑھ لیتے اور طاؤس نے کہا ہے ان دو سورتوں کو قرآن کی دوسری سورتوں پر ساٹھ نیکیوں کے ساتھ برتری دی گئی ہے۔ اس کو دارمی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث میں خالد بن معدان رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا ہے جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں انہوں نے ستر صحابیوں سے ملاقات کی ہے پس یہ اور دوسری روایت طاؤس سے منقول ہے مرسل ہیں لیکن مرفوع کے حکم میں ہیں اس لیے کہ یہ چیزیں معلوم نہیں ہوسکتیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے اور بازو پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سورت یا ثواب بصورت پرندے کے بن جائے گا اور اس پر بازو پھیلائے گا تا کہ اس پر سایہ کرے یا اس پر رحمت کے بازو پھیلائے یعنی اپنی پناہ میں لے اور اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کرتی ہے یعنی جو کثرت سے پڑھتا ہے اس کے عذاب کے تخفیف کی خاطر یا اس کی قبر کی فراخی کی خاطر اس کی شفاعت کرتی ہے اور طاؤس بڑے تابعین میں سے ہیں اور ان دونوں سورتوں کو بقیہ قرآن پر فضیلت دی گئی ہے کے الفاظ اس خبر صحیح کے منافی نہیں ہیں کہ سورۃ بقرہ سورۃ فاتحہ کے بعد قرآن کی بقایا سورتوں سے افضل ہے اس لیے کہ اس کو اس وجہ سے فضیلت ہے کہ اس میں مضامین عمدہ ہیں اور ان کو اس وجہ سے فضیلت ہے کہ وہ عذاب قبر سے بچاتی ہے اور اس کو دارمیؒ نے روایت کیا ہے یہ دونوں حدیثیں دارمیؒ نے روایت کی ہیں یعنی ایک قول خالد کا ہے اور دوسرا قول طاؤس کا ہے۔ ان کو مؤلف نے جمع کر دیا ہے۔

سورت یٰسین کی فضیلت

۶۷/۲۰۵۹ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ یٰسٓ فِیْ صَدْرِ النَّهَارِ قُضِیَتْ حَوَائِجُهٗ۔ (رواه الدارمی مرسلًا)

اخرجه الدارمی فی السنن ۵۴۹/۲۰ حدیث رقم ۳۴۱۸۔

ترجمہ: حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے روایت ہے کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دن کے پہلے حصے میں سورۃ یٰسین پڑھے اُس کی دینی و دُنیوی حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔ اس کو دارمیؒ نے مرسلاً نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص دن کے پہلے حصے میں سورت یٰسین پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دینی و دُنیاوی حاجتیں پوری فرمائے گا۔

مُردوں کے پاس سورۃ یٰسین پڑھنی چاہیے

۶۸/۲۰۶۰ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارِ الْمُزَنِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَاَ یٰسٓ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰی غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ فَاقْرَؤُوْهَا عِنْدَ مَوْتَاكُمْ۔ (رواه البیهقی فی شعب الا یمان)

اخرجه البیهقی فی شعب الایمان ۴۷۹/۲ حدیث رقم ۲۴۵۸۔

ترجمہ: حضرت معقل بن یسار مزنیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے سورۃ یٰسین پڑھے' اللہ تعالیٰ اس کے وہ گناہ بخش دیتے ہیں جو اس نے پہلے کئے ہیں۔ پس اس سورت کو اپنے مردوں کے پاس پڑھا کرو۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں جن گناہوں کا تذکرہ آیا ہے ان گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں اور اسی طرح کبیرہ بھی بخشے جاتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔ اپنے مردوں کے پاس پڑھا کرو یعنی جو قریب المرگ ہوں۔ تاکہ وہ اس کو سنیں اور اس کے معانی سمجھیں یہ ان کے لیے پڑھنے کے حکم میں ہے اور مغفرت کا باعث ہے یا مراد ہے اپنے مردوں کی قبروں کے پاس پڑھا کرو۔ اس لیے کہ وہ مغفرت کے بہت ضرورت مند ہوتے ہیں۔

قرآنِ مجید کا خلاصہ

۲۰٦۱/٦۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ لِكُلِّ شَیْءٍ سَنَامًا وَاِنَّ سَنَامَ الْقُرْاٰنِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاِنَّ لِكُلِّ شَیْءٍ لُبَابًا وَاِنَّ لُبَابَ الْقُرْاٰنِ الْمُفَصَّلُ۔ (رواہ الدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ۵۳۹/۲ حدیث رقم ۳۳۷۷۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ہر چیز کے واسطے بلندی ہے اور قرآن کی بلندی سورۂ بقرہ ہے اور ہر چیز کے لیے ایک خلاصہ ہے یعنی مقصود ہے اور قرآن کا خلاصہ مفصل ہے۔ اس کو دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کی بلندی سورۂ بقرہ ہے یہ اس لیے ہے کہ یہ تمام سورتوں سے بڑی ہے اور اس میں بہت احکام مذکور ہیں اور مفصل: یعنی سورۂ حجرات سے آخر قرآن تک یہ سارے قرآن مجید کا خلاصہ ہے اس لیے کہ ان کے اندر وہ مضامین تفصیلا بیان کئے گئے ہیں جو باقی سورتوں کے اندر مجملاً بیان کیے گئے ہیں اور ان کی سب سے بڑی وجہ تسمیہ یہی ہے۔

سورۂ رحمٰن قرآن کی زینت ہے

۲۰٦۲/۷۰ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِكُلِّ شَیْءٍ عَرُوْسٌ وَعَرُوْسُ الْقُرْاٰنِ الرَّحْمٰنُ)

اخرجه البیهقی فی شعب الایمان ۴۹۰/۲ حدیث رقم ۲۴۹۴۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر چیز کے لیے زینت ہے اور قرآن کی زینت سورۂ رحمٰن ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی زینت کی چیز ہوتی ہے اور قرآن کی زینت سورۃ الرحمٰن ہے کیونکہ اس میں دنیا و آخرت کی نعمتوں کا بیان ہے اور حوروں کی صفتوں کا بیان ہے جو جنت کی دلہنیں ہیں اور ان کے زیور وغیرہ کا بیان ہے۔

سورۂ واقعہ کی فضیلت

۲۰٦۳/۷۱ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ فِیْ كُلِّ

لَیْلَۃٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا وَكَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَاْمُرُ بَنَاتِهٖ يَقْرَاْنَ بِهَا فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ۔ (رواهما البيهقي في شعب الايمان)

اخرجه البيهقي في شعب الايمان ۲/۴۹۱ حديث رقم ۲۴۹۸۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر رات کو سورۃ واقعہ پڑھے اس کو کبھی فاقہ نہیں پہنچتا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کو حکم کرتے تھے کہ ہر رات کو سورۃ واقعہ پڑھا کرو۔ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہیں۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں سورۃ واقعہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص روزانہ رات کے وقت سورۃ واقعہ پڑھے گا اللہ رب العزت اس کو فاقہ سے محفوظ فرمائیں گے اور فاقہ کے معنی ہے محتاجگی اور حاجتمندی اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی محتاجگی تکلیف نہیں دیتی اس لیے کہ اس کو صبر دے دیا جاتا ہے۔ یا اس کو دل کی محتاجگی نہیں پہنچتی اس وجہ سے کہ اس کو دل کی اور خدا کی مغفرت کی فراخی دے دی جاتی ہے۔ اس کو اس سورۃ کے معانی پر فائدہ اٹھانے کی وجہ سے توکل اور اعتماد حاصل ہو جاتا ہے اور یہ جان لینا چاہیے کہ شارع نے بعض عبادتوں کی طرف رغبت دلائی ہے جو کہ دنیاوی امور میں بھی مؤثر اور نافع ہیں کہ ان کا حاصل ہونا دین میں مدد و معاون ہے تاکہ وہ عبادت میں مشغول رہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ الاعلیٰ سے بہت زیادہ محبت تھی

۲۰۶۴/۷ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى۔

رواه احمد۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت یعنی سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى سے محبت رکھتے تھے۔ اس کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الاعلیٰ سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے کیونکہ اس میں یہ آیت ہے: ﴿اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى﴾ (الاعلی: ۱۸، ۱۹) جو قرآن کے برحق ہونے پر شاہد ہے اور مشرکوں اور اہل کتاب کے اعتقادات کو رد کرنے والی ہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا یارسول اللہ! ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا؟ فرمایا اس میں تمام مثالیں موجود تھیں کہ اے بادشاہ! جو اپنے نفس میں گرفتار ہے تحقیق میں نے تمہیں اس لیے نہیں بھیجا کہ تو بہت زیادہ دُنیا جمع کرے لیکن میں نے تمہیں اس لیے بھیجا ہے تاکہ تو مظلوم کی بددعا سے بچے اس لیے کہ میں مظلوم کی دعا رَد نہیں کرتا۔ اگرچہ وہ کافر ہو اور عاقل جب تک کہ اس میں عقل ہو۔ اس کو چار اوقات کا خیال رکھنا چاہیے ایک وقت میں وہ اپنے ربّ سے مناجات کرے اور ایک وقت میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور ایک وقت میں اللہ کی کاریگری میں تفکر کرے اور ایک وقت اپنے کھانے پینے کے لیے رکھے اور عاقل کو لازم ہے کہ تین چیزوں کے علاوہ طمع نہ کرے۔

آخرت کا توشہ تیار کرنے کے لیے طمع کرے یا اپنی معاشی حالت کو درست کرنے کے لیے طمع کرے یا غیر حرام سے لذت اٹھانے کی طمع کرسکتا ہے اور عقلمند آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی حالت پر نظر رکھنے والا ہو اور اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا

ہو اور جس شخص نے اپنے اعمال میں سے کلام کا محاسبہ کیا اس کا کلام بہت کم ہوگا مگر ضروری بات کرے گا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا ہے؟ فرمایا اس میں تمام عبرتیں ہیں یعنی ڈرانے کی باتیں ہیں کہ میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں کہ اس کو موت کا یقین بھی ہے اور پھر وہ خوش ہوتا ہے اور مجھے تعجب ہے اس شخص پر کہ موت کا یقین رکھے اور پھر ہنسے اور تعجب ہے مجھے اس شخص پر کہ تقدیر پر یقین رکھے اور پھر طلب معاش میں رنج اٹھائے اور میں اس پر تعجب کرتا ہوں کہ وہ دُنیا اور اس کے انقلاب کو دیکھے اور پھر اس کی طرف اطمینان کرے اور تعجب کرتا ہوں میں اس کے واسطے کہ وہ قیامت کے حساب و کتاب کا یقین رکھے اور اس پر عمل نہ کرے۔

سورۃ الزلزال ایک جامع سورت ہے

۲۰۶۵/۷۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَقْرِئْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اقْرَأْ ثَلَاثًا مِّنْ ذَوَاتِ الٓرٰ فَقَالَ كَبُرَتْ سِنِّيْ وَاشْتَدَّ قَلْبِيْ وَغَلُظَ لِسَانِيْ قَالَ فَاقْرَأْ ثَلَاثًا مِّنْ ذَوَاتِ حٰمٓ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ قَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرِئْنِيْ سُوْرَةً جَامِعَةً فَاَقْرَاَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زُلْزِلَتِ حَتّٰى فَرَغَ مِنْهَا فَقَالَ الرَّجُلُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَزِيْدُ عَلَيْهِ اَبَدًا ثُمَّ اَدْبَرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَحَ الرُّوَيْجِلُ مَرَّتَيْنِ۔ (رواہ احمد وابوداود)

ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب تحزیب القرآن، ح ۱۲۹۹

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا پھر اس نے کہا:۔ یارسول اللہ! مجھ کو پڑھاؤ۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین سورتیں پڑھو۔ جن کے اول میں الٓر ہے وہ کہنے لگا میری عمر بڑی ہے اور میرا دل سخت ہے۔ یعنی حافظہ کی کمی اس پر غالب ہے اور نسیان کی کثرت ہے اور میری زبان موٹی ہے۔ یعنی کلام اللہ یاد نہیں ہوسکتا۔ خصوصاً بڑی سورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر وہ نہیں پڑھ سکتا پس پڑھ تین سورتیں ان میں سے کہ اول ان کے حٰمٓ ہے یعنی یہ ان کی بہ نسبت چھوٹی ہیں۔ اس شخص نے وہی کہا کہ اے اللہ کے رسول! مجھ کو ایک جامع سورت پڑھائیں۔ یعنی جس میں بہت سی باتیں جمع ہوں پس اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت اِذَا زُلْزِلَتِ پڑھائی یہاں تک کہ اس سے فارغ ہوئے یعنی تمام سورت پڑھی پس اس شخص نے کہا کہ قسم اس ذات کی۔ جس نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا کہ میں اس پر نہ زیادہ کرونگا۔ اس پر عمل کرنے میں کبھی بھی اس پر زیادہ نہیں کروں گا۔ پھر اس شخص نے پیٹھ پھری پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبار ارشاد فرمایا اس شخص نے مراد پائی۔ اس کو امام احمدؒ اور ابوداودؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے جن سورتوں کے سرے پر الٓر ہے وہ پانچ سورتیں ہیں اور سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ اس لیے جامع سورت ہے اس میں آیت جامع ہے: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ (الزلزال: ۷، ۸) اس میں تمام چیزیں کرنے نہ کرنے کی آ گئیں۔

سورۃ تکاثر ہزار آیتوں کے برابر ہے

۲۰۶۶/۷۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا يَسْتَطِيْعُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَأَ اَلْفَ اٰيَةٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ قَالُوْا وَمَنْ يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّقْرَأَ اَلْفَ اٰيَةٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ قَالَ اَمَا يَسْتَطِيْعُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَاَ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ۔ (رواه البيهقي في شعب الايمان)

اخرجه البيهقي في شعب الايمان ۲/۴۹۸ حديث رقم ۲۵۱۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی طاقت رکھتا ہے یہ کہ ہر دن ہزار آیتیں پڑھے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کون طاقت رکھتا ہے کہ ہر روز ہزار آیتیں پڑھے؟ یعنی ہمیشہ کون پڑھ سکتا ہے؟ فرمایا کیا تم میں سے کوئی طاقت نہیں رکھتا کہ وہ: اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھے؟ اس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں سورۂ تکاثر کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اگر سورۂ تکاثر پڑھے گا تو ایک ہزار آیتوں کا ثواب پائے گا۔ اس لیے کہ اس میں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی رغبت دلائی گئی ہے۔

سورۃ اخلاص کے پڑھنے سے جنت میں محل ملے گا

۲۰۶۷/۷۵ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ مُرْسَلًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ عَشَرَ مَرَّاتٍ بُنِيَ لَهٗ بِهَا قَصْرٌ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ قَرَأَ عِشْرِيْنَ مَرَّةً بُنِيَ لَهٗ بِهَا قَصْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ قَرَأَهَا ثَلَاثِيْنَ مَرَّةً بُنِيَ لَهٗ بِهَا ثَلَاثَةُ قُصُوْرٍ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا لَنُكْثِرَنَّ قُصُوْرَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَوْسَعُ مِنْ ذٰلِكَ۔ (رواه الدارمي)

اخرجه الدارمي في السنن ۲/۵۵۱ حديث رقم ۳۴۲۹۔

ترجمہ: حضرت سعید رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔ فرمایا جو شخص قل ھو اللہ دس بار پڑھے۔ اس کے لیے بہشت میں ایک محل بنایا جاتا ہے اور جو بیس بار پڑھے۔ اس کے لیے اس سورت کی وجہ سے بہشت میں دو محل بنائے جاتے ہیں اور جو شخص اس کو تیس بار پڑھے اس کے لیے اس کے پڑھنے کی وجہ سے تین محل جنت میں بنائے جاتے ہیں۔ پھر خطاب کے بیٹے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ خدا کی قسم اے اللہ کے رسول! اس وقت ہم اپنے محل بہت بنائیں گے یعنی جب ایسا ثواب ہے تو ہم کثرت سے پڑھیں گے۔ تاکہ بہت سے محل بنیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بہت فراخ ہیں یعنی اس کا ثواب و فضل بہت فراخ ہے پس اس میں رغبت کرو اور تعجب نہ کرو۔ اس کو دارمی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں سورۃ اخلاص کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص ۱۰ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے گا' اس کو جنت میں ایک محل دیا جائے گا۔ بیس مرتبہ پڑھنے سے دو محل ملیں گے اور تیس مرتبہ پڑھنے سے ۳ محل ملیں گے۔ یہ اللہ رب العزت کا اپنے بندے کے ساتھ وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے' آمین۔

رات کے وقت قرآن پاک پڑھنے پر اَجر وثواب

۷۶/۲۰۶۸ وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلاً اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَاَ فِیْ لَیْلَۃٍ مِائَۃَ اٰیَۃٍ لَمْ یُحَاجَّہُ الْقُرْاٰنُ تِلْکَ اللَّیْلَۃَ وَمَنْ قَرَاَ فِیْ لَیْلَۃٍ مِائَتَیْ اٰیَۃٍ کُتِبَ لَہٗ قُنُوْتُ لَیْلَۃٍ وَمَنْ قَرَاَ فِیْ لَیْلَۃٍ خَمْسَ مِائَۃٍ اِلَی الْاَلْفِ اَصْبَحَ وَ لَہٗ قِنْطَارٌ مِّنَ الْاَجْرِ قَالُوْا وَمَا الْقِنْطَارُ قَالَ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا۔ (رواہ الدارمی)

اخرجہ الدارمی فی السنن ۲/۵۵۷ حدیث رقم ۳۴۵۹۔

ترجمہ: حضرت حسنؒ سے بطریق ارسال روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کے وقت سو آیتیں پڑھے۔ اس سے اس رات قرآن مجید نہیں جھگڑے گا اور جو شخص رات کے وقت دوسو آیتیں تلاوت کرے اس کے واسطے رات کے قیام کا ثواب لکھا جاتا ہے اور جو شخص رات کے وقت پانچ سو آیتیں پڑھے ایک ہزار تک وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لیے قنطار کی بقدر ثواب لکھا جاتا ہے۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا کہ قنطار کیا ہے۔ فرمایا کہ بارہ ہزار (درہم ہیں یا دینار ہیں)۔ اس کو دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جو شخص رات کے وقت قرآن مجید کی تلاوت کرے گا۔ اللہ رب العزت اس کو اجر وثواب سے نوازیں گے اور قرآن پاک اس سے نہیں جھگڑے گا اور جو شخص نہیں پڑھے گا' قرآن اس کا دشمن ہوگا۔ پس سو آیتوں کا پڑھنا قرآن پاک کی دشمنی کو ختم کرنا ہے اور اس رات کو اس کے حق کی ادائیگی ہے اور یہ جان لینا چاہیے کہ قرآن مجید کا جھگڑنا دو وجہ سے ہوگا۔

ایک نہ پڑھنے کی وجہ سے اور دوسرے عمل نہ کرنے کی وجہ سے پس جو نہ پڑھنے کی وجہ سے جھگڑے گا۔ وہ تو پڑھنے سے رفع ہوگا اور جو نہ عمل کرنے کی وجہ سے جھگڑے گا وہ باقی رہے گا۔ اگر قرآن پڑھے گا اور اس پر عمل بھی کرے گا تو وہ قرآن کے جھگڑنے اور دشمنی سے محفوظ رہے گا بلکہ قرآن اس کی سفارش کرے گا اور اگر ایک بات میں بھی کمی ہوگی۔ تو جھگڑا باقی رہے گا اور علامہ طیبیؒ نے کہا یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن کریم کی قراءت ہر انسان پر لازم وواجب ہے۔ پس جب نہیں پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے جھگڑا کریگا۔ جھگڑنے کی نسبت قرآن کی طرف مجازاً ہے اور حقیقت میں وہ جھگڑنا خدا کا ہوگا اور بقدر قنطار کا مطلب یہ ہے یعنی بقدر گنتی قنطار کے یا بقدر اس کے وزن کے اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے پڑھنے والے کو بہت زیادہ ثواب ملے گا۔

بعض سورتوں اور آیتوں کے فضائل تفسیر عزیزی اور در منثور سے لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ لوگ ان کے فضائل سن کر خوش ہوں اور عمل کے لیے سرگرم ہو جائیں۔ مولانا عبدالعزیزؒ نے لکھا ہے اور مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی پر سوار ہوئے۔ تو غرق ہونے کے خوف سے پریشان تھے اور ڈوبنے سے نجات پانے کے لیے: ﴿بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا﴾ [ھود: ۴۱] کہا۔ ان کی کشتی ڈوبنے سے محفوظ رہی۔

پس جب کشتی کو اس آدھے کلمے سے نجات حاصل ہوگئی۔ تو جو شخص پوری عمر اس کو مواظبت کے ساتھ پڑھے گا۔ وہ نجات سے محروم کیونکر ہوگا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے انیس حروف ہیں اور دوزخ کے موکل بھی انیس ہیں ان میں سے ہر حرف سے

ایک بلا دور ہو سکتی ہے۔

اور یہ بھی لکھا ہے کہ روز و شب کے چوبیس گھنٹے ہیں یا ساعتیں ہیں پانچ ساعتوں کے لیے پانچ نمازیں مقرر فرمائیں اور باقی انیس ساعتوں کے لیے انیس حروف دے دیے۔ تا کہ ہر وقت اٹھنے بیٹھنے میں حرکت اور سکون میں ان انیس ساعتوں میں سے برکت و عبادت حاصل کرے۔ یعنی ان حرفوں کی برکت سے وہ ساعتیں بھی عبادت میں لکھی جائیں۔

اور علماء نے سورۃ براءت کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں کفار کے قتل کا حکم بیان کیا گیا ہے اس لیے اس کو بسم اللہ الرحمٰن سے خالی رکھا ہے اور ذبح کے وقت مقرر فرمایا ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر کہیں اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ کہیں' اس لیے کہ ذبح کی صورت قہر کی صورت ہے اور کلمہ رحمت اس کا مقتضی نہیں ہے۔ پس جو شخص ہر وقت اس کلمہ رحمت کو اپنی زبان پر جاری رکھے۔ یقین ہے کہ خدا کے غضب و عذاب سے محفوظ رہے گا اور خدا کی رحمت و ثواب سے محفوظ ہو گا اور اس آیت کے خواص میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب آدمی بیت الخلاء کو جائے تو اس کو چاہیے کہ بسم اللہ کہے تا کہ اس کی شرمگاہ اور جنات کے درمیان پردہ حائل ہو جائے پس جب یہ کلمہ آدمی اور دشمنان دنیوی کے درمیان پردہ ہو گیا تو امید ہے آدمی اور عذابِ عقبیٰ کے درمیان بھی پردہ ہو گا اور صحاحِ ستہ میں مذکور ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سانپ بچھو کاٹے ہوؤں کو اور مرگی والوں کو اور دیوانوں کو سورۃ فاتحہ کے ساتھ پڑھ کر دم کیا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز رکھا ہے اور دارقطنی اور ابن عامر نے سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کے ساتھ دم فرمایا اور پڑھنے کے بعد درد والے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک ملا۔

بزار نے اپنی مسند میں انس بن مالک سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنا پہلو بچھونے پر رکھا اور فاتحہ اور قل ھو اللہ احد پڑھ کر دم کیا ہر بلا سے امان میں ہو جائے گا مگر یہ کہ موت اس کے مقدر میں ہو۔ یعنی موت سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔

اور عبد بن حمید نے اپنی مسند میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بطریق مرفوع نقل کیا ہے کہ فاتحۃ الکتاب دو تہائی قرآن کے برابر ہے اور ابو الشیخ اور طبرانی اور ابن مردویہ اور دیلمی اور ضیاء مقدسی روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں گنج العرش سے مجھ کو دی گئی ہیں اور کوئی چیز ان چار کے علاوہ اس گنج سے کسی کو نہیں پہنچی۔ امّ الکتاب اور آیۃ الکرسی اور سورۃ بقرہ کا خاتمہ اور سورۃ کوثر اور ابو نعیمؒ اور دیلمیؒ نے ابو داؤد سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاتحۃ الکتاب کفایت کرتی ہے اس چیز سے کہ کوئی چیز قرآن کریم سے کفایت نہیں کرتی۔ اگر فاتحۃ الکتاب کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھ دیا جائے اور تمام قرآن کو دوسرے پلہ میں تو البتہ فاتحہ قرآن کے برابر ہو جائے اور ابو عبیدہ فضائل قرآن میں حسن بصریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی فاتحۃ الکتاب پڑھے گویا اس نے توریت اور انجیل اور زبور اور فرقان کو پڑھا اور تفسیر وکیع اور کتاب المصاحف ابن انباری اور کتاب العظمۃ ابو الشیخ اور حلیۃ الاولیاء ابو نعیم میں وارد ہوا ہے کہ ابلیس علیہ اللعنۃ کو اپنی عمر میں نوحہ اور زاری اور اپنے اوپر خاک ڈالنے کا چار مرتبہ اتفاق ہوا۔

اول اس وقت اس پر لعنت ہوئی اور دوسرے جب کہ اس کو آسمان سے زمین پر ڈالا گیا اور تیسرے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے اور چوتھے جب کہ فاتحۃ الکتاب نازل ہوئی۔

اور ابوشیخ کتاب الثواب میں لکھتے ہیں کہ جس کو کوئی حاجت در پیش ہو۔ اس کو چاہیے کہ فاتحہ الکتاب پڑھے اور ختم کرنے کے بعد حاجت کا مطالبہ کرے۔

اور ثعلبیؒ نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور درد کی شکایت کی۔ شعبیؒ نے اس کو کہا کہ تیرے لیے ضروری ہے کہ اساس القرآن پڑھ کر درد کی جگہ دم کرے۔ اس نے کہا کہ اساس القرآن کیا چیز ہے؟ شعبیؒ نے کہا کہ فاتحہ الکتاب۔ مشائخ کے مجرب اعمال میں مذکور ہے کہ سورۃ فاتحہ اسم اعظم ہے ہر مطلب کے لیے پڑھنی چاہیے اور اس کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ ہے کہ مابین فجر کی سنت اور نماز فرض کے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی میم کو الحمد للہ کے ساتھ ملا کر اکتالیس بار چالیس دن تک پڑھے۔ جو مطلب ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہوگا۔ اگر مریض کی شفا یا سحر زدہ کی شفا مقصود ہو تو پانی پر دم کر کے اس کو پلا دے اور دوسرے یہ کہ نو چندی اتوار کو فجر کی سنت اور فرض کے درمیان بسم اللہ کی میم کو لام کے ساتھ ملائے بغیر ستر بار پڑھے اس کے بعد ہر روز اسی وقت پڑھے اور دس دس کم کرتا جائے تا ہفتے کو ختم ہو۔ اگر اول مہینے میں مطلب حاصل ہو جائے تو فبہا ورنہ دوسرے اور تیسرے مہینے میں اس طرح کرے اور اس سورت کا چینی کے پیالے پر گلاب ومشک وزعفران کے ساتھ لکھ کر پھر دھو کر پلانے سے چالیس روز تک امراض مزمنہ سے شفاء حاصل ہوتی ہے۔

دانتوں کے درد اور درد سر اور درد شکم اور دوسرے دردوں کے لیے سات بار پڑھ کر دم کرنا مجرب عمل ہے اور سورۃ بقرہ کی بھی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے۔ صحیح مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جب ہم میں سے کوئی سورۃ بقرہ اور آل عمران پڑھ لیتا۔ تو اس کو ہم میں سے عظمت وجاہ پیدا ہو جاتی۔ چنانچہ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک لشکر کو کہیں بھیجتے تھے اور تعین امیر میں تردد پیدا ہو جاتا۔ لشکر کے ہر فرد کو سامنے بلا کر دریافت فرماتے کہ کونسی سورۃ قرآن کی پڑھی ہے۔ ہر ایک کو جو کچھ یاد ہوتا وہ بتا دیتا کہ کونسی سورت قرآن پاک کی یاد رکھتا ہے۔ تو اس نے عرض کیا کہ فلاں فلاں سورت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا سورت بقرہ بھی یاد رکھتا ہے اس نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا تو اس لشکر کا امیر ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرہ کو حقائق ودقائق کے ساتھ بارہ برس کے عرصہ میں پڑھا اور ختم کے ایک دن ایک اونٹ ذبح کر کے وافر کھانا پکایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو کھلایا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آٹھ برس تک پڑھتے رہے اور آٹھ برس کے بعد ختم کی۔

الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے نزدیک یہ سورت بڑی عظمت کی حامل ہے اور دوسری سورت اس جیسی نہیں ہے اور اس سورت کے خواص مجربات میں سے یہ ہے کہ جس موسم میں بچے کو چیچک نکلتی ہے۔ جس لڑکے کی عافیت منظور ہو تو اس کے روبرو نہار مُنہ اِس سورت کو تجوید وترتیل سے پڑھ کر دم کرے اور وہ لڑکا بھی نہار منہ ہو۔ خدا کے فضل سے اس سال اُس کو چیچک نہیں نکلے گی اور اگر نکلے گی بھی تو انجام بالخیر ہوگا۔

لیکن شرط یہ ہے کہ جس وقت اس سورت کو پڑھنا شروع کرے تو اڑھائی پاؤ چاول، دہی اور اس پر کھانڈ (چینی) ڈال کر اسی مجلس میں کسی مستحق کو کھانے کے لیے دے۔ یہاں تک مولانا عبدالعزیز کا کلام پورا ہو گیا ہے۔

درمنثور کی حدیثوں کا ترجمہ شروع ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی سوتے وقت سورۃ کہف کی دس آیتوں کی تلاوت کرے گا، اس کو دجال کے فتنہ سے بچا لیا جائے گا اور ایسے ہی وہ شخص بھی بچ جائے گا جو اس سورۃ کی آخری دس آیتیں یاد

کرے گا اور جو کوئی سورۃ کہف کی دس آیتیں پڑھے گا۔ سوتے وقت دجال کے فتنہ سے بچا لیا جائے گا اور جو کوئی اس سورۃ کو خاتمہ کے وقت وقت پڑھے گا اس کے لیے نور ہوگا۔ اس کے لئے جو اس کی قراءت کے نزدیک قدم تک قیامت کے دن اور ایک روایت میں آیا ہے جس نے جمعہ کے دن سورۃ کہف پڑھی۔ اس کے لیے دوسرے جمعہ تک کفارہ ہوگا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جس گھر میں سورۃ کہف پڑھی جائے اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جس نے چار رکعتیں عشاء کے پیچھے پڑھیں پہلی دو رکعتوں میں قل یا یہا الکافرون اور قل ھو اللہ احد اور اخیر کی دو رکعتوں میں۔ تبارک الذی اور الم تنزیل السجدہ۔ اس کے لیے چار رکعتوں کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے جو کہ لیلۃ القدر میں پڑھی گئی ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے رات کو تبارک الذی اور الم تنزیل السجدہ مغرب اور عشاء کے درمیان پس گویا کہ اس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا اور ایک روایت میں ہے کعبؓ سے جس نے رات کے وقت الم تنزیل السجدہ اور تبارک الذی پڑھی اس کے لیے ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس سے ستر برائیاں دُور کی جاتی ہیں اور اس کے لیے ستر درجے بلند کئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں آیا کہ جس نے الم تنزیل اور تبارک الذی پڑھی اس کے لیے لیلۃ القدر کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے۔

ابن خریسؒ اور ابن مردویہؒ اور خطیبؒ اور بیہقی نے ابوبکر صدیق ؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ یٰسین کا نام تورات میں معمہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سورۃ اپنے قاری کے لئے دنیا و آخرت کے مصائب کو دور کرتی ہے اور آخرت کی ہولنا کیوں سے بچاتی ہے اور اس کا نام خافضہ اور رافعہ رکھا گیا ہے یعنی مؤمنوں کا مرتبہ بلند کرتی ہے اور کافروں کو پست کرتی ہے اور اپنے پڑھنے والے سے ہر برائی کو دور کرتی ہے اور اس کی ہر حاجت پوری کرتی ہے اور جو شخص اس کو برابر پڑھتا رہے تو وہ اس کے لئے بیس حجوں کے برابر ہو جاتی ہے اور جو کوئی اس کو سنے اس کے لیے ایسے ایک ہزار دینار کے برابر ہو جاتی ہے جو فی سبیل اللہ یعنی جہاد میں دے اور جو شخص اس کو لکھ کر پی لے۔ ہزار دوائیں اور ہزار نور اور ہزار یقین اور ہزار برکتیں اور ہزار رحمتیں اسکے اندر داخل ہو جاتی ہیں اور ہر کینہ اور دُکھ کو نکال ڈالتی ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ سورۃ یٰسین میری امت کے ہر انسان کے دل میں ہو اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے سورۃ یٰسین پڑھنے پر مداومت کی پھر وہ مر گیا تو شہید مرے گا اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے ہر شب سورۃ یٰسین پڑھی اس کی حاجتیں پوری کی جاتی ہیں اور ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ جس نے سورۃ یٰسین صبح کے وقت پڑھی اس دن شام تک اس کے لیے آسانی کر دی جاتی ہے اور جس نے رات کے پہلے حصے میں سورۃ یٰسین پڑھی اس کو مکمل رات (صبح تک) آسانی دے دی جاتی ہے اور بیہقی نے ابوقلابہ سے جن کا شمار جلیل القدر تابعین میں ہوتا ہے روایت کی ہے کہ جس شخص نے سورۃ یٰسین کی تلاوت کی اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اور جس نے اس سورت کو کھانے کے وقت کھانے کی کمی کے خوف سے پڑھا یہ سورت اس کو کفایت کرے گی اور جس نے اس سورت کو قریب المرگ کے پاس پڑھا تو روح نکلنے میں اس کے لئے آسانی کر دی جاتی ہے اور جس نے اس سورت کو ایسی عورت کے سامنے پڑھا جو بچہ جننے کی تکلیف سے دوچار ہے تو اس کے لئے جننے میں آسانی پیدا کر دی جاتی ہے۔ سورۂ یٰسین کا ایک مرتبہ پڑھنا گویا گیارہ قرآنِ پاک پڑھنے کے برابر ہے اور ہر چیز کا دِل ہے اور قرآن کا دِل سورۃ یٰسین ہے۔

اور مقبری نے کہا ہے اگر تم کو کسی چیز کا خوف ہو یا حاکم وقت کا ناجائز مطالبہ ہو یا دشمن کی طرف سے تکلیف کا خوف ہو تو

سورۃ یٰسین پڑھو اس کی وجہ سے اس کا خوف دور ہو جائے گا اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے جمعہ کے دن سورۃ یٰسین' والصافات پڑھی پھر وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے' اللہ تعالیٰ اس کا سوال پورا کر دیتا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے نماز سے فارغ ہونے کو اس بات سے پہچان لیتے تھے کہ آپ ﷺ ﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الصّٰفّٰت : ۱۸۰ تا ۱۸۲) پڑھتے تھے اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے نماز کے بعد ﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ......﴾ تین بار پڑھی تحقیق اس نے پورے پیمانے کے ساتھ ثواب پالیا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو خوش لگے۔ یعنی بھلا لگے کہ اس کو قیامت کے دن پورا ثواب ملے تو اس کو چاہیے کہ اپنی مجلس سے اٹھتے وقت ﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ......﴾ پڑھا کرے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سبع طوال (یعنی سات بڑی سورتیں) جو قرآن کے شروع میں ہیں تورات کی جگہ عطا کی ہیں' اتر سے طواسین تک انجیل کی جگہ عطا کی ہیں۔ طواسین اور حا میمون کی درمیانی سورتیں زبور کی جگہ عطا کی ہیں اور حا میمون اور مفصل (یعنی قرآن کی آخری سورتوں) کے ذریعے مجھے اللہ کی جانب سے فضیلت عطا کی گئی ہے۔ مجھ سے قبل کسی پیغمبر نے ان سورتوں کی تلاوت نہیں کی۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہر چیز کا خلاصہ ہے اور قرآن کا خلاصہ حا میمون ہیں اور سمرہ بن جندبؓ سے بطریق مرفوع روایت ہے کہ حا میمون جنت کے باغوں میں سے باغ ہیں اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حا میمون سات ہیں اور دوزخ کے دروازے بھی سات ہیں ہر حٰمٓ ان میں سے آئے گی اور ہر دروازے پر کھڑی رہے گی' ان دروازوں میں سے اور کہے گی اے الٰہی! اس دروازے سے اس شخص کو دوزخ میں داخل نہ فرما جو مجھ پر ایمان رکھتا تھا اور میری تلاوت کرتا تھا۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر درخت کے لیے پھل ہے اور قرآن مجید کا پھل حامیمون ہیں۔ وہ سبز کرنے والے کی جگہیں ہیں تجارت کی جگہیں ہیں پس جو کوئی تم میں سے پسند کرے کہ جنت کے باغوں میں چرے پس اس کو چاہیے کہ حامیمون کی تلاوت کرے اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے کہ آپ ﷺ سوتے نہیں تھے یہاں تک تبارک الذی اور حٰم السجدہ پڑھ لیتے۔

اور ایک روایت میں آیا ہے جو کوئی شب جمعہ میں حٰم الدخان سورۃ یٰسین پڑھے اور وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اور روایت میں بھی ہے کہ جس نے جمعہ کی رات کو یا دن میں سورۃ الدخان پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے جس نے جمعہ کی رات میں سورۃ الدخان کی تلاوت کی وہ صبح کرتا ہے اس حال میں اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور اس کا نکاح حور عین سے کر دیا جاتا ہے۔

اور ایک روایت میں آتا ہے جس نے رات کے وقت سورۃ الدخان پڑھی' اس کے پہلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے الم تنزیل اور یٰسین اور اقتربت الساعۃ اور تبارک الذی پڑھی وہ اس کے لیے نور ہونگی اور شیطان کے شر سے پناہ ہونگی اور قیامت کے دن اس کے درجے بلند کئے جائیں گے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ہر رات کو اقتربت الساعۃ پڑھے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کا چہرہ

چودہویں کے چاند کی طرح روشن ہوگا اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ الحدید اور اذا وقعت اور الرحمٰن پڑھنے والے کو آسمان وزمین کے رہنے والوں کے درمیان ساکن الفردوس پکارا جاتا ہے یعنی جنت الفردوس میں ہمیشہ رہے گا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ الواقعہ سورۃ الغنی ہے پس اس کو پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اپنی بیویوں کو سکھاؤ۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اکثر عورتوں سے مخاطب ہو کر ان کو کہا کرتی تھیں کہ کوئی چیز تم میں سے کسی کو سورۃ واقعہ پڑھنے سے عاجز نہ کر دے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی رات کے وقت یا دن کے وقت سورۃ حشر کا آخری حصہ پڑھے اور پھر مر جائے تو اس سے اس کی تمام خطائیں دور کی جاتی ہیں اور آپ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا جب تم سونے کے لیے بستر کی طرف جاؤ۔ تم سورۃ حشر پڑھو اور فرمایا تو اگر مر جائے گا تو شہید ہوگا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ ربّ العزت سے شیطان کے بارے میں پناہ مانگے پھر تین بار سورۃ حشر کا آخری حصہ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے بھیجتے ہیں جو اس سے شیطان جن وانس کو دور کرتے ہیں۔ اگر رات کو پڑھتا ہے تو صبح کو دفع کرتے ہیں اور اگر صبح کے وقت پڑھتا ہے تو شام تک دفع کرتے ہیں اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے سورۃ حشر کی آخری آیتیں پڑھیں۔ رات میں یا دن میں پھر اس دن یا رات کے وقت مر گیا۔ تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ سورۃ تبارک الذی میری امت کے ہر انسان کے دل میں ہو اور عکرمہ بن سیان نے کہا کہ میں نے قرآن حضرت اسماعیل کے سامنے پڑھا تو جب میں والضحیٰ پر پہنچا تو انہوں نے کہا کہ کلام اللہ کے آخر تک ہر سورۃ کے خاتمہ پر اللہ اکبر کہو۔ اس لیے کہ میں نے عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ سے پڑھا۔ تو جب میں والضحیٰ تک پہنچا تو فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اس کا حکم کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے بتایا کہ ابی بن کعبؓ نے مجھے خبر دی اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مجھے خبر دی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے کہ: اِذَا زُلْزِلَتِ آدھے قرآن کے برابر ہے اور والعادیات آدھے قرآن کے برابر ہے اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو رات کے وقت ہزار آیتیں پڑھے وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ ہنستا ہوگا۔ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول کون ہزار آیتوں کی طاقت رکھتا ہے۔ پس آپ ﷺ نے بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الھکم التکاثر آخر تک پڑھی اور فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ سورۃ ہزار آیتوں کے برابر ہے۔ ابوشیخ نے عظمت میں روایت کی ہے اور ابو محمدؒ سمر قندی نے قل ھو اللہ احد کے فضائل میں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ خیبر کے یہودی نبی ﷺ کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا اے ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نورِ حجاب سے تخلیق فرمایا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کو حماء مسنون (سڑے ہوئے کیچڑ سے) اور ابلیس کو آگ کے شعلہ سے اور آسمان کو دھوئیں سے اور زمین کو پانی کی جھاگ سے پس اپنے ربّ کے بارے میں بتاؤ یعنی ربّ کس چیز سے بنا ہے؟ پس نبی کریم ﷺ نے کچھ جواب نہ دیا۔ جبرئیل علیہ السلام اس سورۃ کو لے کر آئے یعنی قل ھو اللہ احد یعنی کہو کہ اللہ ایک ہے' اس کے نہ اصول وفروع ہیں اور نہ ہی شریک ہے اللہ الصمد' اللہ بے پرواہ ہے نہ وہ بھوک کو مٹانے کے لئے کھاتا ہے اور نہ ہی پیاس کو بجھانے کے لئے پیتا ہے' نہ ہی اسے کسی چیز کی احتیاج ہے۔ یہ ساری سورۃ آپ نے پڑھ کر سنائی۔ چنانچہ اس سورت میں نہ جنت کا ذکر ہے اور نہ ہی آگ کا ذکر ہے اور نہ آخرت کا اور نہ ہی حلال اور حرام کا۔ اس کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ پس یہ خاص اسی کے لیے ہے اور جس نے اس کو تین بار پڑھا' اس کا تین بار پڑھنا تمام وحی کے برابر ہے اور جس نے اس کو تیس بار پڑھا۔ اس دن اس سے دنیا میں کوئی افضل نہیں ہے مگر جس نے زیادہ بار پڑھا اس سے

اور جس نے دو بار پڑھا ہو وہ جنت الفردوس میں رہے گا اور جس شخص نے اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت تین بار پڑھا اس سے فقر دور ہو جاتا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے رات گزاری۔ اس حال میں اس سورۃ کو صبح تک بار بار پڑھتے تھے اور بار بار پڑھتے اور ایک روایت میں آیا ہے جس نے قل ھو اللہ احد پڑھی گویا کہ اس نے تہائی قرآن پڑھا اور ایک روایت میں آیا ہے جس نے قل ھو اللہ احد دو سو بار پڑھی اس کے گناہ دو سو برس کے بخشے جاتے ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جس نے قل ھو اللہ احد پچاس بار پڑھی۔ اس کے پچاس برس کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے ہر روز دو سو بار قل ھو اللہ احد پڑھا اس کے لیے ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس سے پچاس برس کے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ کہ اس پر دین ہو۔ اس کو ابو سعدؒ اور ابن فریسؒ اور ابو یعلی اور بیہقی نے دلائل میں حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ شام میں تھے۔ پس جبرئیل علیہ السلام اترے اور کہا کہ اے محمد تحقیق معاویہ بن معاویہ مزنی مر گیا ہے۔ پس کیا آپ ﷺ پسند کرتے ہیں کہ اس پر نماز پڑھو فرمایا ہاں پھر اپنا بازو مارا زمین پر مارا۔ پس ان کے لیے ہر چیز پست ہوگئی اور مل گئی زمین سے اور ان کے لیے جنازہ بلند کیا گیا اس کا پس نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا معاویہ کو یہ فضیلت کس وجہ سے دی گئی کہ اس پر فرشتوں نے صف باندھ کر نماز پڑھی کہ ہر صف میں چھ لاکھ فرشتے تھے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ قل ھو اللہ احد پڑھنے کی وجہ سے تھا۔ وہ اس سورت کو کھڑے بیٹھے اور آتے اور جاتے اور سوتے یعنی لیٹے پڑھا کرتا تھا اور ایک روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح آئی ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مقام تبوک میں تھے ایک دن آفتاب طلوع ایسی روشنی، شعاع اور نور کے ساتھ طلوع ہوا کہ ہم نے اس کو پہلے ایسے نہیں دیکھا تھا پس نبی کریم ﷺ اس کی روشنی اور نور سے تعجب کرنے لگے کہ اچانک جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ آفتاب کو کیا ہے کہ وہ ایسا روشن اور نورانی نکلا ہے کہ میں نے اس سے پہلے اس کو ایسا نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا: یہ اس وجہ سے ہے کہ معاویہ بن معاویہ لیثی آج مدینہ میں فوت ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ستر ہزار فرشتے بھیجے ہیں کہ وہ اس پر نماز پڑھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے جبرئیل علیہ السلام یہ کس وجہ سے ہے فرمایا یہ قل ھو اللہ احد بہت زیادہ پڑھا کرتا تھا۔ کھڑے بیٹھے اور چلتے وقت اور رات دن کے اوقات میں اس کو اس لیے بہت زیادہ پڑھو کہ یہ تمہارے رب کی نسبت ہے اور جو شخص اس کو پچاس بار پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے پچاس ہزار درجے بلند کرتا ہے اور پچاس ہزار برائیاں دور کرتا ہے اور اس کے لیے پچاس ہزار نیکیاں لکھتا ہے اور جو شخص زیادہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ ثواب عطاء فرمائیں گے۔ پس جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ میں تمہارے لیے زمین سمیٹ لوں۔ پس تم اس پر نماز پڑھو۔ فرمایا کہ ہاں پھر حضور ﷺ نے اس پر نماز پڑھی اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ایمان کے ساتھ تین چیزیں پوری کرے گا۔ وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل ہو جائے گا اور جس حور عین سے چاہے گا نکاح کرے گا اور جو کوئی قاتل کو معاف کر دے اور خفیہ دین ادا کرے اور ہر فرض نماز کے پیچھے دس بار قل ھو اللہ احد پڑھے۔ پس ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر ان میں سے صرف ایک کام کرے اے اللہ کے رسولؐ! فرمایا: اگر ایک چیز کرے گا۔ تو بھی یہی ثواب ملے گا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص قل ھو اللہ احد ہر دن پچاس بار پڑھے گا۔ قیامت کے دن اپنی قبر سے پکارا جائے گا اے اللہ کی مدح کرنے والے! جنت میں داخل ہو جا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کھانا کھاتے وقت بسم اللہ کہنی بھول جائے پس چاہیے کہ وہ قل ھو اللہ احد پڑھ لے جب کھانے سے فارغ ہو۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت قل ھو اللہ احد پڑھ لے اس کے گھر والوں اور ہمسایوں سے محتاجگی دور ہو جاتی ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام اچھی صورت میں خوش ہو کر تشریف لائے اور کہا اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور فرمایا کہ ہر چیز کے لیے نسب ہے اور میرا نسب قل ھو اللہ احد ہے پس جو شخص میرے پاس تیری امت میں سے اس حال میں آئے گا کہ اس نے قل ھو اللہ احد ایک ہزار بار پڑھی ہو گی۔ تو میں اس کو اپنا نشان دونگا اور اس کو اپنے عرش کے نزدیک رکھوں گا اور اس کی ستر آدمیوں کے حق میں شفاعت قبول کروں گا ان لوگوں میں سے کہ جن پر عذاب واجب ہو چکا ہو گا اور اگر میں نے اپنے نفس پر ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ لازم نہ کیا ہوتا تو میں اس کی روح قبض نہ کرتا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص نماز جمعہ کے بعد قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سات سات بار پڑھے۔ اس کو اللہ تعالیٰ دوسرے جمعہ تک برائی سے پناہ میں رکھتا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جس نے قل ھو اللہ احد ایک ہزار بار پڑھی۔ اس کا پڑھنا اللہ کے نزدیک اللہ کی راہ میں ایک ہزار بالگام و بازین گھوڑے دینے سے افضل ہے اور کعب احبار ؒ سے روایت ہے جو شخص قل ھو اللہ احد پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے گوشت کو آگ پر حرام کر دیتا ہے اور کعب احبار ؒ سے یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص رات اور دن میں دس بار قل ھو اللہ احد اور آیۃ الکرسی پڑھنے پر مواظبت اختیار کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی وخوشنودی کو واجب کرتا ہے اس کا حشر انبیاء کے ساتھ ہو گا اور شیطان سے بچایا جاتا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص عرفہ کے دن زوال آفتاب کے بعد ایک ہزار بار قل ھو اللہ احد پڑھے وہ جو کچھ اللہ سے مانگے اللہ اس کو دیتا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے جو شخص اس کو ایک ہزار بار پڑھے پس تحقیق اس نے اپنا نفس اللہ تعالیٰ سے مول لیا۔ یعنی وہ آگ سے آزاد ہو گیا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص اس کو دو سو بار پڑھے۔ اس کے لیے پانچ سو برس کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت فاطمہ ؓ کے ساتھ کیا پانی منگایا اور اس میں کلی کی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ گھر میں لے گئے اور ان کے گریبان اور دونوں مونڈھوں کے درمیان وہ پانی چھڑکا اور ان کو اللہ کی پناہ میں دیا۔ قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جس نے صبح کی نماز کے بعد کسی سے کلام کرنے سے پہلے قل ھو اللہ احد سو بار پڑھی۔ اس دن اس کی طرف سے پچاس صدیقوں کے برابر عمل اوپر پہنچائے جاتے ہیں۔

باب

یہ باب متعلقات قرآن وغیرہ کے بیان میں ہے

الفصل الاول:

قرآن کریم غفلت سے بھول جاتا ہے

۱/۲۰۶۹ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَاھَدُوا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَھُوَ اَشَدُّ تَفَصِّیًا مِنَ الْاِ بِلِ فِیْ عُقُلِھَا۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۷۹/۹۔ حدیث رقم ۵۰۳۳۔ ومسلم فی صحیحه ۵٤۵/۱ حدیث رقم (۲۳۱۔ ۷۹۱)۔ والدارمی فی السنن ۵۳۱/۲ حدیث رقم ۳۳٤۹۰ واحمد فی المسند ۳۹۷/٤۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ قرآن کی خبر گیری کرو۔ (یعنی ہمیشہ پڑھا کروتا کہ بھولو نہیں) پس قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ البتہ قرآن سینے سے جلد نکل جاتا ہے۔ بہ نسبت اونٹ کے اپنی رسّی سے نکلنے کے۔ (یعنی قرآن سینوں سے اتنی سرعت کے ساتھ نکل جاتا ہے کہ اونٹ بھی اپنی رسّی سے نہیں نکلتا) اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ قرآن پاک کی حفاظت کرنی چاہیے اوراس کی خبر گیری کرتے رہنا چاہیے یعنی پڑھتے رہنا چاہیے تا کہ وہ بھولے نہیں یعنی آدمی اونٹ کی حفاظت کرنے میں غفلت کرے تو وہ اونٹ رسی سے بہت جلد نکل جاتا ہے اسی طرح سے اگر قرآن مجید نہ پڑھا جائے اوراس کی خبر نہ رکھی جائے تو وہ اونٹ سے بھی زیادہ تیزی سے سینے سے نکل جاتا ہے یعنی بہت جلد بھول جاتا ہے۔

قرآن مجید کے کسی حصے کو بھول جانا برا ہے

۲/۲۰۷۰ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا لِاَحَدِھِمْ اَنْ یَّقُوْلَ نَسِیْتُ اٰیَةَ کَیْتَ وَکَیْتَ بَلْ نُسِّیَ وَاسْتَذْکِرُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّہٗ اَشَدُّ تَفَصِّیًا مِنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ۔

(متفق علیه وزاد مسلم بعقلها)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۷۹/۸۔ حدیث رقم ۳۲۔۵۔ ومسلم فی صحیحه ۵٤٤/۱ حدیث رقم (۲۸۸۔ ۷۹۰)۔ والترمذی فی السنن ۱۷۷/۵ حدیث رقم ۲۹٤۲۔ والنسائی ۱۵٤/۵ حدیث رقم ۹٤۳۔ والدارمی ۵۳۱/۲ حدیث رقم ۳۳٤۷۔ واحمد فی المسند ۳۸۲/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا بری چیز ہے آدمی کے لیے کہ یہ کہے کہ میں

فلانی اور فلانی آیت بھول گیا بلکہ یہ کہے کہ میں بھلا دیا گیا اور قرآن کی مدد کرتے رہو کیونکہ وہ لوگوں کے سینے سے بہت جلد جانے والا ہے بہ نسبت چارپایوں کے۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے اور مسلمؒ نے زیادہ کیا ہے کہ بندھے ہوں اپنی رسّی کے ساتھ۔

تشریح ۞ اس حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کہنا بہت برا ہے کہ میں بھول گیا۔ یہ کہنا اس لیے منع ہے کہ یہ دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ اس نے قرآن پڑھنا چھوڑ دیا اور بھول گیا ہے بے پروائی کی وجہ سے اور اس کہنے میں کہ بھول گیا۔ اس سعادت ونعمت کے حاصل کرنے میں حسرت وتقصیر کا ظاہر کرنا ہے۔

صاحبِ قرآن کی مثال اُونٹ والے کی طرح ہے

۳/۲۰۷۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْاِبِلِ الْمُعَلَّقَةِ اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۷۹/۹۔ حدیث رقم ۵۰۳۱۔ ومسلم فی صحیحه ۵۴۳/۱ حدیث رقم (۲۲۶۔ ۷۸۹)۔ والنسائی فی السنن ۱۵٤/۲ حدیث رقم ۹٤۲۔ وابن ماجه ۱۲٤۳/۲ حدیث رقم ۳۷۸۳ ومالک فی الموطا ۲۰۲/۱ حدیث رقم ٦ من کتاب القرآن۔ واحمد فی المسند ۱۷/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صاحب قرآن کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کے مالک کے مثل ہے۔ اگر وہ اونٹ کی خبر گیری کرتا ہے تو اونٹ بندھا اور ٹھہرا رہتا ہے اور اگر وہ اونٹ کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ چلا جاتا ہے۔ اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ صاحب قرآن بندھے ہوئے اونٹ کے مالک کی مثل ہے۔ اگر وہ اونٹ کو باندھ کر رکھے گا اور اس کی حفاظت کرے گا اور خبر گیری کرتا رہے گا۔ تو وہ اونٹ کو اپنی جگہ پر پالے گا اور اگر اس نے اس کو چھوڑ دیا۔ تو وہ اونٹ بھاگ جائے گا اسی طرح قرآن والے کی مثال ہے کہ اگر وہ قرآن کو یاد کرتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے تو وہ محفوظ رہتا ہے۔ ورنہ وہ اونٹ کے بھاگنے کی طرح سینے سے نکل جاتا ہے۔

جب تک قرآن پڑھنے میں دل لگا رہے تو قرآن پڑھتے رہو

۴/۲۰۷۲ وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوْبُكُمْ فَاِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰۱/۹۔ حدیث رقم ۵۰۱۰۔ ومسلم فی صحیحه ۲۰۵۳/۱ حدیث رقم ۲٦٦۷/۳۔ والدارمی ۵٤۳/۲ حدیث رقم ۳۳٦۱۔ واحمد فی المسند ۳۱۳/٤۔

ترجمہ: حضرت جندب بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک پڑھو جب تک اس پر تمہارے دل خواہش کریں۔ پس جس وقت آپس میں اختلاف ہو۔ (یعنی کثرت سے پڑھنے سے ملال کا احساس ہو) تو

کھڑے ہو جاؤ (یعنی قرآن پڑھنا روک دو)۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت قرآن پڑھنے میں دل نہ لگے تو قرآن پاک کا نہ پڑھنا افضل ہے لیکن یہاں ایک نکتہ ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ عادت ڈالے اور نفس کو ریاضت میں لگائے تا کہ بہت پڑھنے سے ملال نہ آئے بلکہ خوشی زیادہ ہو۔ اس لیے کاہل اور آسودہ دل ریاضت کی عادت نہیں رکھتے' جلدی ملول ہو جاتے ہیں کچھ تو ایسے لوگ ہیں کہ ایک سپارہ پڑھنے میں ملول ہو جاتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ ایک سپارہ بلکہ اس سے بھی زیادہ ذوق وشوق کے ساتھ پڑھتے ہیں اور بالکل بھی ملول نہیں ہوتے۔

قراءت وتجوید کی رعایت کرنا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے منقول ہے

۵/۲۰۷۳ وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ كَيْفَ كَانَتْ قِرَآءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَتْ مَدًّا مَدًّا ثُمَّ قَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَمُدُّ بِبِسْمِ اللّٰهِ وَيَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ وَيَمُدُّ بِالرَّحِيْمِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۹/۹۔ حدیث رقم ۵۰۴۶۔ و ابوداؤد فی السنن ۱۵۴/۲ حدیث رقم ۱۴۶۵۔ والدارمی ۵۶۳ حدیث رقم ۳۴۹۰۔ واحمد فی المسند ۱۱۹/۳۔

ترجمہ: حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کس طرح کی تھی؟ کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت درازی کے ساتھ یعنی لمبی قراءت تھی پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی پھر بسم اللہ میں لفظ اللہ کے لام کو مد اصلی کے بقدر لمبا کرتے تھے اور رحمٰن کے الف کو بھی اسی طرح لمبا کرتے تھے اور رحیم کی یا کو مد اصلی یا عارضی کی بقدر لمبا کرتے تھے۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ کو قراءت وتجوید کے قانون کا لحاظ کر کے پڑھا کرتے تھے اور روایت میں آتا ہے کہ آپ درازگی کے ساتھ قراءت کرتے تھے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حروف مد اور لین بقدر معروف کیا کرتے تھے جو ارباب وقوف کے قواعد وشرائط کے مطابق ہے اور علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ حروف مدتین ہیں واؤ۔ الف۔ ی تو جب ان کے بعد ہمزہ ہو تو الف کے بقدر مد کرے اور بعضوں نے کہا ہے کہ دو الفوں کی بقدر پانچ الفوں تک اور مراد الف کی بقدر درازگی آواز کی بقدر ہے اور جس وقت بایا تا کہے اور اگر ان کے بعد شد ہو تو مد کرے جو چار الفوں کی بقدر ہو بالاتفاق جیسے دابۃ اور اگر ان کے بعد ساکن ہو تو مد کرے دو الفوں کی بقدر بالاتفاق صاد اور یعلمون کی طرح اور اگر ان کے بعد ان حروف کے علاوہ ہو تو مد نہ کرے مگر اس کے منہ سے نکلنے کی بقدر۔ اور بسم اللہ کی مدات اسی قبیل سے ہیں۔

خوش الحانی سے قرآن پڑھنا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے

۶/۲۰۷۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۶۸/۹۔ حدیث رقم ۵۰۲۳۔ ومسلم فی صحیحه ۵۴۵/۱ حدیث رقم (۲۳۲۔ ۷۹۲)۔

والنسائی ۱۸۰/۲ حدیث رقم ۱۰۱۸۔ والدارمی ۵۶۳/۲ حدیث رقم ۳۴۹۰۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو آواز کو اس طرح نہیں سنتا کہ جس طرح نبی کی آواز کو سنتا ہے جو کہ خوش الحانی سے قرآن پڑھتا ہو۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو قبول نہیں کرتا اور نہ ہی پسند کرتا ہے کسی چیز کو ان چیزوں میں سے کہ سنی جاتی ہے جیسا کہ پیغمبر کی آواز کو قبول کرتا ہے۔ جب وہ خوش الحانی سے قرآن پڑھتے ہیں۔

نبی کا خوش الحانی سے قرآن پڑھنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے

۷/۲۰۷۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَیْءٍ مَّا اَذِنَ لِنَبِیٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْاٰنِ یَجْهَرُ بِهٖ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۱۸/۱۳۔ حدیث رقم ۷۵۴۴۔ ومسلم فی صحیحه ۵۴۵/۱ حدیث رقم (۲۳۳۔ ۷۹۲)۔ و ابوداؤد فی السنن ۱۵۷/۲ حدیث رقم ۱۴۷۳۔ والدارمی فی السنن ۴۱۶/۱ حدیث رقم ۱۴۸۸۔ واحمد فی المسند ۴۵۰/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کسی چیز کے لئے کان نہیں رکھتا ہے (یعنی کسی چیز کو قبول نہیں کرتا) جیسا کہ نبی کے لیے کان رکھتے ہیں جب وہ خوش آوازی کے ساتھ پکار کر قرآن پڑھتے ہیں۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی آواز کو پسند نہیں کرتے سوائے نبی کی آواز کے جب وہ خوش الحانی سے قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔

خوش آوازی کے ساتھ قرآن پڑھنا مسنون ہے

۸/۲۰۷۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۰۲/۱۳۔ حدیث رقم ۷۵۲۷۔ و ابوداؤد فی السنن ۱۵۵/۲ حدیث رقم ۱۴۶۹۔ والدارمی ۴۱۷/۱ حدیث رقم ۱۴۹۰۔ واحمد فی المسند ۱۷۲/۱۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص ہمارے کامل طریقہ پر نہیں ہے جو خوش آوازی کے ساتھ قرآن نہ پڑھے۔ اس کو بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھنا بہت خوب ہے بشرطیکہ حرف یا حرکت یا مد یا شد یا اور کسی چیز میں تغیر پیدا نہ ہو اور قرآن کریم کو راگ کے طور پر نہیں پڑھنا چاہیے اور جو شخص قرآن پاک کو جان بوجھ کر راگ لگا کر پڑھے گا۔ تو اس کا پڑھنا حرام ہوگا اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قراءت کا سننا

۹/۲۰۷۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ اِقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ اَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِیْ فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى اَتَيْتُ اِلٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا قَالَ حَسْبُكَ الْاٰنَ فَالْتَفَتُّ اِلَيْهِ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹٤/۹۔ حدیث رقم ۵۰۵۰۔ ومسلم فی صحیحه ۵۵۰/۱ حدیث رقم (۲٤۵۔ ۷۹۹)۔ و ابوداؤد فی السنن ۷٤/٤ حدیث رقم ۳٦٦۸۔ والترمذی ۲۲۲/۵ حدیث رقم ۳۰۲۵۔ واحمد فی المسند ۳۸۰/۱۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف رکھتے تھے۔ میرے سامنے قرآن پڑھو۔ میں نے کہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھوں اس حال میں کہ آپ پر قرآن اتارا گیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ میں اپنے علاوہ کسی سے قرآن سنوں۔ پس ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سورۃ نساء پڑھی۔ یہاں تک کہ میں اس آیت تک پہنچا: ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا﴾ پس (روز قیامت) یہود کیا کریں گے جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے (یعنی ہر امت کا نبی اپنے امتیوں کے احوال وافعال کے بارے میں گواہی دے گا) اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امت کا گواہ بنا کر لائیں گے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اب پڑھنا بند کر دیجئے۔ (اس لیے کہ اب میں اس آیت کے فکر کرنے میں مشغول ہوتا ہوں) پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا پس اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی اتارا گیا ہے یعنی قرآن مجید کا پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی حق ہے جیسا کہ اتارا گیا ہے ویسا آپ ہی پڑھ سکتے ہیں اور کسی کو کیا جرأت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھے اور آپ کا کہنا کہ میں پسند کرتا ہوں یعنی بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں کسی دوسرے سے قرآن سنوں اور یہ وہ حالت ہوتی ہے کہ عارف کو اس میں سکون حاصل ہوتا ہے۔ جیسے کہ کہا گیا ہے: **من عرف اللّٰہ کل لسانه** اور ایک حالت عارف کی اور ہوتی ہے کہ اس کے حق میں یوں کہا گیا ہے: **من عرف اللّٰہ طال لسانه** ۔ الحاصل یہ کہ بعض اوقات عارف حالت تحیر میں ہوتا ہے۔ سکون کرتا ہے اور بعض اوقات ہوشیار رہتا ہے اور حقائق ومعارف وغیرہ بیان کرتا ہے اور دوسرے سے سننے میں فائدہ یہ ہے کہ معانی خوب سمجھ میں آتے ہیں اور فکر وسوچ کامل ہوتی ہے اور آیت مذکورہ سے مقصود قیامت کے دن کو یاد دلانا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دن اپنی کمزور امت کے ضعف کو یاد کر کے روئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر بڑے شفیق اور عنایت فرماتے تھے۔ **صلی اللّٰہ علیه الف الف صلوٰۃ کلما ذکرہ الذاکرون و کلما غفل عن ذکرہ الغفلون۔**

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے سامنے قرآن پڑھنا

۱۰/۲۰۷۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِىْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ آللّٰهُ سَمَّانِىْ لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ نَعَمْ فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ وَفِىْ رِوَايَةٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِىْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قَالَ وَسَمَّانِىْ قَالَ نَعَمْ فَبَكٰى۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۷۲۵/۸۔ حدیث رقم ۴۹۶۰۔ واحمد فی المسند ۲۱۸/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب سے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے آپ کے سامنے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا دو جہاں کے پروردگار کے سامنے نام لیا گیا ہے فرمایا کہ ہاں۔ پس ابی کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تجھ پر سورۃ ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ پڑھوں۔ ابی نے کہا۔ کیا میرا نام لیا ہے؟ فرمایا ہاں پس ابی رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ اس کو بخاری اور مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❀ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بڑے قاری تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا تھا: اقرا اکم ابی۔ یعنی تم میں سب سے بڑے قاری ابی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر میرا نام لیا ہے یہ بات عاجزی اور گمنامی کی وجہ سے تھی اور بطور تعجب کے کہی کہ میں اس مرتبہ کے کہاں لائق ہوں یا ازراہِ ذوق ولذت کے کہا کہ یہ مرتبہ مجھ کو عطا ہوا اور ابی کا رونا خوشی کی وجہ سے تھا جو محبوب سے لطف وصال کے وقت آتا ہے اور حقیقت میں غم آنکھوں سے باہر نکلتا ہے اور خاص طور پر ﴿لَمْ يَكُنِ﴾ پڑھنے کا اس لیے حکم ہوا کہ یہ مختصر سورت ہے اور اس میں اصول دین کے بہت فوائد ہیں اور وعدہ وعید اور اخلاص وغیرہ کا ذکر ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماہر قرآن کے سامنے اور علم وفضل والے کے سامنے قرآن پڑھنا مستحب ہے۔ اگرچہ قاری سننے والے سے بہتر نہ ہو۔

قرآنِ کریم کو لے کر دشمن ملک کی طرف سفر نہ کرو

۱۱/۲۰۷۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ۔ (متفق علیه وفی روایة لمسلم) لَا تُسَافِرُوْا بِالْقُرْاٰنِ فَاِنِّىْ لَا اٰمَنُ اَنْ يَّنَالَهُ الْعَدُوُّ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳۳/۶۔ حدیث رقم ۲۹۹۰۔ ومسلم فی صحیحه ۱۴۹۰/۳ حدیث رقم (۹۲۔ ۱۸۶۹)۔ و ابوداؤد فی السنن ۸۲/۳ حدیث رقم ۲۶۱۰۔ وابن ماجه ۹۶۱/۲ حدیث رقم ۲۸۷۹۔ واحمد فی المسند ۶/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو لے کر دشمن ملک کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا ہے (یعنی دار الحرب کی طرف) اس کو بخاری اور مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ قرآن کو لے کر سفر نہ کرو۔ اس لیے کہ مجھے اطمینان نہیں ہے کہ دشمن اس کو لے لے۔

تشریح ۞ اگر کوئی کہے کہ قرآن پاک کا لکھنا حضور ﷺ کے زمانے میں نہ تھا بلکہ حضور ﷺ کے زمانے کے بعد ہوا۔تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن مجید کو لے کر سفر کرنے سے منع فرمایا ہے

اس کا جواب یہ ہے اگر چہ تمام قرآن مصحف میں نہیں لکھا گیا تھا۔لیکن جو کچھ نازل ہوتا تھا ہر کوئی اپنے لئے صحیفے میں لکھ کر رکھ لیتا یا آپ ﷺ نے غیب کی خبر دی کہ میرے زمانے کے بعد جو کچھ لکھا جائے گا اس کو کفار کے ملک میں لے کر نہ جانا اور بعض علماء نے کہا ہے کہ کلام اللہ دار الکفر کی طرف لے جانا مکروہ ہے اور اگر کوئی کفار کو خط بھیجے اور اس میں آیت لکھے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اس لیے کہ حضور ﷺ نے ہرقل کے خط میں یہ آیت لکھی تھی:﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران: ٦٤) ۔واللہ اعلم۔

الفصل الثانی:

فقراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے خوشخبری

۲۰۸۰/ ۱۲ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَلَسْتُ فِىْ عِصَابَةٍ مِّنْ ضُعَفَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَاِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِّنَ الْعُرْىِ وَقَارِئٌ يَقْرَأُ عَلَيْنَا اِذْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ الْقَارِئُ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قُلْنَا كُنَّا نَسْتَمِعُ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ مِنْ اُمَّتِىْ مَنْ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِىْ مَعَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ وَسْطَنَا لِيَعْدِلَ بِنَفْسِهٖ فِيْنَا ثُمَّ قَالَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا فَتَحَلَّقُوْا وَبَرَزَتْ وُجُوْهُهُمْ لَهٗ فَقَالَ اَبْشِرُوْا يَا مَعْشَرَ صَعَالِيْكَ الْمُهَاجِرِيْنَ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَذٰلِكَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابوداوٗد فى السنن ٧٢/٤ حديث رقم ٣٦٦٦۔ واحمد فى المسند ٦٣/٣۔

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے'فرماتے ہیں کہ میں غرباء مہاجرین کی ایک کمزور جماعت کے درمیان بیٹھا تھا ان میں سے کچھ ننگے بدن ہونے کی وجہ سے اپنے ساتھیوں کے پیچھے چھپے ہوئے تھے اور قاری ہمارے سامنے قرآن پڑھ رہا تھا کہ اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ہمارے پاس کھڑے ہو گئے'پڑھنے والے نے جب آپ ﷺ کو کھڑے ہوئے دیکھا تو وہ چپ ہو گیا اس وقت آپ نے ہمیں سلام کیا اور ارشاد فرمایا کہ ''تم لوگ کیا کر رہے ہو'' ہم نے عرض کیا کہ ہم کتاب اللہ سن رہے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا''تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے میری امت میں وہ لوگ پیدا کئے ہیں جن کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان کے ساتھ بیٹھوں'' راوی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے درمیان بیٹھ گئے تا کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس کا تعلق ہمارے سب کے ساتھ یکساں رہے پھر آپ ﷺ نے اپنی انگلی سے اس طرح اشارہ کیا کہ سب لوگ حلقہ بنا کر بیٹھ گئے اور ان سب کے چہرے آپ کی طرف ہو گئے'اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا''اے مہاجرین کی فقراء جماعت تمہیں قیامت کے دن بھرپور نور کی خوشخبری ہو اور تم مالدار لوگوں سے آدھے دن پہلے جنت میں داخل ہو گے اور یہ آدھا دن پانچ سو برس کے برابر ہوگا۔'' (ابوداوٗد)

قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھا کرو

۱۳/۲۰۸۱ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ۔

(رواہ احمد وابو داود وابن ماجۃ والدارمی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲/۱۵۵۔ حدیث رقم ۱۴۶۸۔ والنسائی ۲/۱۷۹ حدیث رقم ۱۰۱۵ وابن ماجه ۱/۴۲۶۔ حدیث رقم ۱۳۴۲۔ والدارمی ۵۶۵ حدیث رقم ۳۵۰۰۔ واحمد فی المسند ۴/۲۸۵۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی آوازوں کے ساتھ قرآن کو زینت دو۔ اس کو امام احمدؒ ابوداؤدؒ ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کریم کو خوش آوازی کے ساتھ پڑھا کرو اور زینت دینے سے مراد یہ ہے کہ ترتیل و تجوید اور نرم آواز کے ساتھ قرآن پڑھو اور راگ لگا کر پڑھنا کہ حرفوں میں کمی یا زیادتی ہو یہ حرام ہے اس طرح کا پڑھنے والا فاسق ہوتا ہے اور سننے والا گنہگار رہتا ہے اور ایسے شخص کو منع کرنا واجب ہے اس واسطے کہ یہ بہت بری عادت ہے۔

قرآن کو یاد کر کے بھول جانا بہت بڑا جرم ہے

۱۴/۲۰۸۲ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اِمْرِءٍ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ يَنْسَاهُ اِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَجْذَمَ۔ (رواہ ابو داود والدارمی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲/۱۵۸ حدیث رقم ۱۴۷۴۔ والدارمی ۲/۵۲۹ حدیث رقم ۳۳۴۰۔ واحمد فی المسند ۵/۲۸۴۔

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں ہے کوئی شخص کہ قرآن پڑھے اور پھر قرآن بھول جائے تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہوگا۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں قرآن پاک کو بھول جانے کی سزا کے بارے میں بتایا ہے کہ بھولنے سے مراد یہ ہے کہ دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ یاد کیا ہوا نہ پڑھ سکے۔ یا یہ معنی ہیں کہ اس کا پڑھنا چھوڑ دے بھولے یا نہ بھولے۔ حضرت مولانا شاہ اسحٰق ؒ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ استعداد والے کا بھولنا یہ ہے کہ یاد کئے ہونے کو نہ پڑھ سکے اور غیر استعداد والے کا بھولنا یہ ہے کہ دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کو سیکھنے اور یاد کرنے کے بعد بھول جانا بہت سخت گناہ ہے۔ پس ہم سب کو چاہیے کہ قرآن سے تغافل نہ برتیں اور کثرت سے اس کی تلاوت کریں۔

تین رات سے کم میں قرآن پاک ختم نہیں کرنا چاہیے

۱۵/۲۰۸۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فِيْ اَقَلِّ مِنْ ثَلَاثٍ۔ (رواہ الترمذی وابو داود والدارمی)

اخرجه ابوداؤد في السنن ۲/۱۱٦ حديث رقم ۱۳۹٤۔ والترمذي ۵/۱۸۲ حديث رقم ۳۳٤۹۔ واحمد في المسند ۵/۱۸٤۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے تین رات سے کم قرآن پڑھا (یعنی مکمل کیا) اس نے قرآن پاک کو خوب نہیں سمجھا۔ اس کو امام ترمذی' ابوداؤد اور دارمی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث مبارکہ کی وضاحت میں علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے تین دن یا تین رات سے کم میں قرآن مکمل پڑھ لیا وہ قرآن کے ظاہری معنی تو سمجھ سکتا ہے لیکن اتنی جلدی قرآن پڑھ کر وہ قران کے حقائق و دقائق واہم نکات کو سمجھنے تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ ان چیزوں کی فہم حاصل کرنے کے لئے تین دن تو کیا پوری عمریں صرف ہو جاتی ہیں لیکن تب بھی مکمل فہم حاصل نہیں ہو پاتی بلکہ اس مختصر سے عرصہ میں تو صرف ایک آیت یا ایک کلمہ کے حقائق و اہم نکات بھی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ اس حدیث مبارکہ میں قرآنِ کریم کے سمجھنے کی نفی ہے نہ کہ ثواب کے حاصل ہونے کی۔ قرآن کی تلاوت پر ثواب تو ملتا ہی ہے لوگوں کی فہم میں بھی بہت فرق ہوتا ہے' بعض لوگ مضبوط فہم کے مالک ہوتے ہیں' اس لئے وہ قرآن کے حقائق و دقائق کی فہم کم عرصہ میں حاصل کر لیتے ہیں جبکہ بعض لوگ کمزور فہم کے مالک ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ قرآنی حقائق و دقائق کو طویل عرصہ میں بھی سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

بعض سلف صالحین کا عمل اس حدیث کے ظاہری مفہوم پر ہے وہ ہمیشہ تین دن میں قرآن مکمل کرتے تھے اور تین دن سے کم میں قرآن مکمل کرنے کو مکروہ خیال کرتے تھے' بعض لوگوں کا عمل اس کے برعکس تھا' وہ ایک دن اور رات میں ایک مرتبہ قرآن مکمل کرتے تھے اور بعض لوگ دو مرتبہ اور بعض لوگ تین مرتبہ قرآن مکمل کرتے تھے۔ بعض لوگوں کا معمول یہ ہے کہ وہ ایک رکعت میں قرآن مکمل کرتے تھے۔ ممکن ہے وہ یہ سمجھتے ہوں کہ یہ حکم اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہے یا حدیث میں فہم کی نفی کی ہے نہ کہ ثواب کی۔ واللہ اعلم۔ مولانا۔

اور بعض حضرات نے اس کے ظاہر پر عمل نہیں کیا چنانچہ بعض دو مہینے میں ایک قرآن پاک ختم کرتے تھے اور بعض لوگ ہر مہینے میں ختم کرتے تھے اور بعض لوگ دس دن میں اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی معمول تھا۔ اور بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو سات دن میں پڑھو اور اس پر زیادہ نہ کرو اور اس کو ختم الاحزاب کہتے ہیں۔

اور بہتر ترکیب اس کی فمی بشوق ہے۔ یہ قید ملا علیؒ نے اس لیے نکالی ہے کہ بعضوں نے ختم الاحزاب اس کو لکھا ہے کہ جمعہ کے دن ابتدائے قرآن سے سورۃ مائدہ کے آخیر تک پڑھے اور ہفتہ کے دن سورۃ انعام سے سورۃ توبہ کے اُخیر تک پڑھے اور اتوار کو سورۃ یونس سے سورۃ مریم کے اُخیر تک پڑھے اور پیر کو طٰہٰ سے کر آخر سورۃ قصص تک پڑھے اور منگل کو سورۃ عنکبوت سے لے آخر ص تک اور بدھ کو سورۃ زمر سے اخر رحمٰن تک پڑھے اور جمعرات کو سورۃ واقعہ سے آخر قرآن تک پڑھے۔ اس طرح ختم قرآن کو علماء نے قضائے حاجات کے لیے مجرب لکھا ہے۔

اس طرح ختم فمی بشوق کو کشائش رزق کے لیے اور حاجت روائی کے لیے مجرب کہا ہے اور اس کو بھی جمعہ سے شروع کرے۔ کذا فی المغنی المطلب حاصل اس کا یہ ہے کہ ختم فمی بشوق اور ہے اور ختم الاحزاب اور ہے۔

اور ملا علی قاریؒ کے قول کا حاصل یہ ہے کہ ختم احزاب کی بہت حدیثیں علماء نے لکھی ہیں لیکن صحیح تر ترتیب فمی بشوق ہے لہٰذا دونوں ایک ہی ہوئے۔ اس کی ترتیب فمی بشوق ہے یعنی سات دن میں سات منزلیں۔ اس طرح پڑھے کہ ان کے سروں پر

حروف فمی بشوق کے واقع ہے اس کا بیان یہ ہے۔

ف سے اشارہ سورۃ فاتحہ کی طرف ہے اور میم سے سورۃ مائدہ کی طرف اشارہ ہے اوری سے سورۃ یونس کی طرف اشارہ ہے اورب سے بنی اسرائیل کی طرف اور شین سے شعراء کی طرف اشارہ ہے اور واؤ سے والصافات کی طرف اشارہ ہے اور ق سے سورۃ ق کی طرف اشارہ ہے۔ اس ترتیب کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کرتے ہیں کہ ان سے منقول ہے اور علامہ نوویؒ نے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ یہ اشخاص کے اختلاف کے ساتھ مختلف ہے۔ پس جس کو کلام اللہ کے دقائق و معارف خوب سوجھتے ہوں اور وہ اس قدر پر اقتصار کرے کہ اس کو اس چیز کا کمال فہم حاصل ہو جو وہ پڑھے اور جو شخص علم کے پھیلانے میں معروف ہو۔ یا جھگڑوں کے فیصلہ کرنے میں مصروف ہو۔ تو وہ اتنی مقدار میں پڑھے کہ اس کے کام میں خلل نہ آئے اور جو شخص علم حاصل کرنے میں اور اہل وعیال کے نفقہ حاصل کرنے میں مشغول ہو۔ اس کے لیے بھی یہی حکم ہے اور جو شخص ان میں سے نہ ہو۔ پس وہ بہت زیادہ پڑھے جس قدر پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ حد ملال کو نہ پہنچ جائے اور پڑھنے میں سرعت نہ کرے۔

قرآنِ پاک کو اُونچی اور آہستہ آواز سے پڑھنے کی بہترین مثال

۱۶/۲۰۸۴ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ۔ (رواه الترمذی وابوداود والنسائی وقال الترمذی هذا حديث حسن غريب)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۸۳/۲ حدیث رقم ۱۳۳۳۔ والترمذی فی السنن ۱٦٥/٥ حدیث رقم ۲۹۱۹۔ والنسائی ۸۰/٥ حدیث رقم ٢٥٦١۔ واحمد فی المسند ١٥١/٤۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پکار کر قرآن پڑھنے والا ظاہری طور پر صدقہ دینے والے کی طرح ہے اور قرآن کا آہستہ پڑھنے والا خاموشی سے صدقہ دینے والے کی طرح ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ ابوداؤد اور نسائی نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ❀ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چپکے سے قرآن پڑھنا زیادہ ثواب رکھتا ہے یعنی چپکے سے جو صدقہ نفل ادا کرے۔ تو اس کو ظاہری طور پر صدقہ دینے کی بہ نسبت ثواب زیادہ ہے۔ تو بعینہ اس طرح چپکے سے پڑھنا پکار کر پڑھنے سے افضل ہے۔

علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ اونچی آواز سے پڑھنے کے بارے میں اور چپکے سے پڑھنے کے بارے میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ پس تطبیق ان میں یوں دی گئی ہے کہ خاموشی سے پڑھنا اس کے لئے افضل ہے کہ جو ریاکاری سے ڈرتا ہو اور پکار کر پڑھنا اس کے لئے افضل ہے کہ جو ریاکاری کا خوف نہ رکھتا ہو۔ بشرطیکہ بلند آواز سے پڑھنے والا نمازیوں میں سے کسی کو یا سونے والوں کو تکلیف نہ دے اور پکار کر پڑھنا اس لئے افضل ہے کہ اس کا نفع دوسروں کو بھی پہنچتا ہے کہ لوگ سنتے ہیں، سیکھتے ہیں یا ذوق وشوق رکھتے ہیں یا پکار کر پڑھنا اس لئے افضل ہے کہ یہ شعار دین میں سے ہے اور قاری کے دل کو بیدار کرتا ہے اور کسی اور طرف دھیان تقسیم ہونے نہیں دیتا اور پڑھنے والے کے دل سے نیند کو دور کرتا ہے اور دوسروں کو عبادت کا شوق دلاتا ہے۔ پس جس کی ان تینوں میں سے کوئی نیت ہو اس کے لئے پکار کر پڑھنا افضل ہے۔

جس شخص کو حلال وحرام کی تمیز نہیں گویا کہ اس کا قرآن پر عمل نہیں ہے

۲۰۸۵/۱۷ وَعَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهُ.

(رواه الترمذی وقال هذا حديث ليس اسناده بالقوی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۶۵/۵ حديث رقم ۲۹۱۸۔

ترجمہ: حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص قرآن پر ایمان نہیں لایا جس نے حرام کو حلال جانا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس کی اسناد قوی نہیں ہے۔

تشریح ❀ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے جس شخص نے اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال جانا۔ وہ مطلقاً کافر ہو گیا یا یہ معنی ہے کہ وہ قرآن پاک پر کامل ایمان نہیں لایا اس لیے کہ اس نے حرام چیزوں کے ساتھ حلال والا معاملہ اختیار کیا ہے یعنی وہ حرام وممنوع چیزوں کا مرتکب ہوا۔ قرآن پر ایمان لانے کا حق یہ ہے کہ اس پر عمل کرے جیسا کہ اس پر عمل کرنے کا حق ہے۔ جیسے محبت کا حق یہ ہے کہ محبوب کی پیروی کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کا بیان

۲۰۸۶/۱۸ وَعَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ اَنَّهُ سَأَلَ اُمَّ سَلَمَةَ عَنْ قِرَآءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَآءَةً مُّفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا۔ (رواه الترمذی وابوداود النسائی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۱۵٤/۲ حديث رقم ۱٤٦٦۔ والترمذی ۱٦۷/۵ حديث رقم ۲۹۲۳۔ والنسائی ۱۸۱/۳ حديث رقم ۱۰۳۲۔

ترجمہ: حضرت لیث بن سعدؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن ابی ملیکہ سے انہوں نے یعلی بن مملک سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کا حال پوچھا پس ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے بارے میں بیان کیا کہ جدا جدا حرف ہوتے تھے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے ابوداؤد اور نسائیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❀ اس حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح قراءت فرماتے تھے کہ قراءت کے حرفوں کا گننا ممکن ہوتا تھا اس سے مراد یہ ہے کہ خوب ترتیل وتجوید کے ساتھ پڑھتے تھے اور علامہ طیبیؒ نے کہا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان کرنا دو احتمال رکھتا ہے ایک تو یہ ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح پڑھتے تھے اور دوسرے یہ کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ترتیل کے ساتھ قراءت پڑھی جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مجھے پسند ہے کہ صرف ایک سورت ترتیل کے ساتھ پڑھوں بجائے اس کے کہ سارا قرآن بغیر ترتیل کے پڑھوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ترتیل وتجوید کے ساتھ قرآن پاک پڑھنا منقول ہے

۲۰۸۷/۱۹ وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقْطَعُ قِرَاءَتَهُ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُوْلُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ يَقِفُ ۔ (رواه الترمذی وقال ليس اسناده بمتصل لان الليث روى هذا الحديث عن ابن ابی مليكة عن يعلى بن مملك عن ام سلمة وحديث الليث اصح)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲۹۴/٤ حدیث رقم ٤٠٠١۔ والترمذی ۱۷۰/۵ حدیث رقم ۲۹۲۷۔ واحمد فی المسند ۳۰۲/٦۔

ترجمہ: ابن جریج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے ابن ابی ملیکہ سے انہوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قراءت کو جدا جدا کر کے پڑھتے تھے الحمد للہ رب العالمین پڑھتے تھے اور ٹھہر جاتے تھے پھر الرحمٰن الرحیم پڑھتے اور ٹھہر جاتے۔اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند متصل نہیں ہے اس لیے کہ لیث نے یہ حدیث ابن ابی ملیکہؒ سے روایت کی ہے اس نے یعلی بن مملک سے نقل کی ہے اس نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔جیسے کہ پہلی حدیث میں گزر چکا ہے اور لیث کی حدیث متصل اور صحیح تر ہے۔

تشریح ۞ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ روایت حجت کے لائق نہیں ہے اور اہل بلاغت اس کو پسند نہیں کرتے اور ملک یوم الدین پر وقف تام ہے اس لیے لیث کی حدیث صحیح ہے علامہ طیبیؒ نے اس کو ذکر کیا ہے اور جمہور کے نزدیک ایسی آیتوں میں وصل اولیٰ ہے جو آپس میں مربوط و متعلق ہیں اور جزری کہتے ہیں کہ وقف مستحب ہے انہوں نے اسی حدیث کے ساتھ دلیل پکڑی ہے اور اسی پر شافعیہ بھی ہیں اور جمہور علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ وقف اس لیے تھا تا کہ سننے والے کو آیتوں کے سرے معلوم کروادیں۔واللہ اعلم۔

الفصل الثالث:

قربِ قیامت میں لوگ دُنیاوی مقاصد کے لیے قرآن پڑھیں گے

۲۰۸۸/۲۰ عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ نَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَفِيْنَا الْاَعْرَابِيُّ وَالْاَعْجَمِيُّ فَقَالَ اِقْرَأُوْا فَكُلٌّ حَسَنٌ وَسَيَجِیْئُ اَقْوَامٌ يُقِيْمُوْنَهُ كَمَا يُقَامُ الْقِدْحُ يَتَعَجَّلُوْنَهُ وَلَا يَتَأَجَّلُوْنَهُ ۔ (رواه ابو داود والبيهقی فی شعب الايمان)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۲۰/۱ حدیث رقم ۸۳۰۔ واحمد فی المسند ۱۵۵/۳۔ والبیهقی فی شعب الایمان ۵۳۸/۲ حدیث رقم ۲٦٤۲۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نکلے اس حال میں کہ ہم قرآن پڑھ رہے تھے اور ہم میں سے کچھ گنوار اور عجمی بھی تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھو تم میں سے ہر ایک شخص اچھا پڑھتا ہے اور ایک قوم آئے گی کہ قرآن کو ایسا سیدھا کرے گی جیسا کہ تیر سیدھا کیا جاتا ہے قرآن کا بدلہ دنیا میں جلدی چاہیں گے اور آخرت پر نہیں چھوڑیں گے۔اس کو ابوداؤد اور بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ ''عجمی'' سے مراد ایسے لوگ جو اہل عرب میں سے نہ ہوں۔اس حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ جس مجلس کا

تذکرہ فرمارہے ہیں اس میں ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تشریف فرماتے جو اہل عرب میں سے نہیں تھے بلکہ اہل فارس اہل روم اور حبشہ کے رہنے والے تھے۔ جیسے کہ حضرت سلمان' حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم۔ اگرچہ دیہات والوں اور عجمیوں کی قراءت اہل عرب کی قراءت کی طرح نہیں تھی اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری قراءت اچھی اور ثواب کے لائق ہے اور تمہارے بعد ایسے لوگ پیدا ہونگے کہ وہ قرآن کو ایسا سیدھا کریں گے جیسا کہ تیر سیدھا کیا جاتا ہے یعنی الفاظ اور کلمات قرآن کو خوب سنواریں گے اور مخرجوں کی رعایت میں خوب تکلف کریں گے دکھانے اور سنانے کیلیے فخر وشہرت کے لیے ۔قرآن کریم کا بدلہ دنیا میں جلدی چاہیں گے اور آخرت کے لیے نہیں رکھیں گے یعنی دنیا کے فائدے کے لیے قرآن پڑھیں گے۔ آخرت کے ثواب کی کچھ غرض نہیں رکھیں گے۔ پس وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیں گے اور دین کو دنیا کے بدلے بیچیں گے۔ الحاصل یہ کہ قرآن کے پڑھنے کے لیے خلوص چاہیے اور اس کے معانی میں فکر کرنا چاہیے محض الفاظ مخارج سے نکالنے اور خوش آوازی سے پڑھنا کام نہیں آتا۔

عرب کے لہجوں میں قرآن پاک کی تلاوت کرنا پسندیدہ۔

۲۱/۲۰۸۹ وَعَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَأُوا الْقُرْاٰنَ بِلُ[illegible] وَاَصْوَاتِهَا وَاِیَّاکُمْ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْعِشْقِ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْکِتَابَیْنِ وَسَیَجِیْءُ بَعْدِیْ قَوْمٌ یُرَ[illegible] تَرْجِیْعَ الْغِنَآءِ وَالنَّوْحِ لَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ مَفْتُوْنَةٌ قُلُوْبُهُمْ وَقُلُوْبُ الَّذِیْنَ یُعْجِبُهُمْ شَاْنُهُمْ۔

اخرجه البیهقی فی شعب الایمان ۲/ ۵۴۰ حدیث رقم ۲۶۴۹۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کو عرب کے طریقوں پر اور انکی آواز پر پڑھو اور تم اہل عشق کے طریقے سے اور اہل کتاب کے طریقوں سے بچو اور میرے بعد ایک قوم آئے گی جو قرآن کو بطور راگ اور نوحہ کے پڑھیں گے۔ ان کا حال یہ ہوگا کہ قرآن ان کے حلقوں سے متجاوز نہیں ہوگا۔ یعنی قبول نہیں ہوگا ان کے دل فتنہ میں پڑے ہونگے اور ان لوگوں کے دل بھی جن کو ان کا پڑھنا اچھا لگے گا۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ عرب کے لہجوں میں قرآن کو پڑھا کرو۔ کیونکہ عرب لوگ بلا تکلف اور اپنے دل کی امنگ سے قوانین موسیقی کی رعایت کیے بغیر پڑھتے ہیں۔ اس طرح تم بھی پڑھو اور اصواتها کا لفظ عطف تفسیری ہے اور اہل عشق کے طریقوں سے بچو۔ یعنی جو لوگ عاشق ہیں اور غزلیں اور شعر پڑھتے ہیں اور قواعد موسیقی کی رعایت کرتے ہیں ان کے طریقے پر قرآن نہ پڑھو اور یہود ونصاریٰ بھی اپنی کتابوں کو اس کی طرح پڑھتے تھے۔ اس طرح پڑھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور ان کے دِل فتنہ میں پڑے ہونگے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ دنیا میں مبتلا ہوں گے اور لوگوں کے اچھا کہنے کی وجہ سے مزید ضلالت میں مبتلا ہو جائیں گے اور ان کو اچھا کہنے والے بھی گمراہی میں مبتلا ہوں گے۔

قرآن کو اچھی آوازوں کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے

۲۲/۲۰۹۰ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيْدُ الْقُرْاٰنَ حُسْنًا۔ (رواه الدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ۵۱۵/۲ حدیث رقم ۳۵۰۱۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ فرماتے تھے اپنی آوازوں کے ساتھ اچھی طرح قرآن پڑھو۔ یعنی ترتیل وخوش آوازی سے پڑھو۔ اسلیے کہ اچھی آواز قرآن میں خوبی کو زیادہ کرتی ہے۔ اس کو دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کو اچھی آوازوں کے ساتھ پڑھا کرو۔ یعنی ترتیل وتجوید کی رعایت کرنے اور خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے کو آپ ﷺ نے پسند کیا ہے۔ اس لیے کہ اچھی آواز کے ساتھ قرآن کو پڑھنا حسن کو بڑھا دیتا ہے۔

ترتیل وتجوید کے ساتھ قرآن پاک کو پڑھنا اچھا ہے

۲۳/۲۰۹۱ وَعَنْ طَاؤُسٍ مُّرْسَلًا قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النَّاسِ اَحْسَنُ صَوْتًا لِلْقُرْاٰنِ وَاَحْسَنُ قِرَاءَةً قَالَ مَنْ اِذَا سَمِعْتَهٗ يَقْرَأُ اُرِيْتَ اَنَّهٗ يَخْشَى اللّٰهَ قَالَ طَاؤُسٌ وَكَانَ طَلْقٌ كَذٰلِكَ۔

(رواه الدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ۵۶۳/۲ حدیث رقم ۳۴۸۹۔

ترجمہ: حضرت طاؤسؒ سے بطریق ارسال روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آدمیوں میں سے قرآن کو اچھی آواز میں پڑھنے والا اور عمدہ قراءت والا کون ہے؟ فرمایا: وہ شخص کہ جب تو اس کو پڑھتے ہوئے سنے تو محسوس کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے طاؤسؒ نے کہا کہ حضرت طلق ایسے ہی تھے کہ جب قرآن کی تلاوت کرتے تو معلوم ہوتا کہ اللہ کا خوف ان پر غالب ہے۔ اس کو دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ترتیل وتجوید کے ساتھ قرآن پاک پڑھنے کو اللہ کے نبی ﷺ نے پسند کیا ہے یعنی پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو۔ یعنی اس کے پڑھنے کی تیرے دل میں تاثیر ہو یا اس پر خوف الٰہی کی نشانیاں ظاہر ہوں۔ رنگ کے متغیر ہونے اور کثرت سے رونے کی وجہ سے اور طلق کے بارے میں آیا ہے کہ وہ تابعی تھے اور مؤلف نے لکھا ہے کہ وہ صحابی تھے۔

قرآن پاک کا صحیح حق ادا کرو

۲۴/۲۰۹۲ وَعَنْ عُبَيْدَةَ الْمُلَيْكِيِّ وَكَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَهْلَ

الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنْ اٰنَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَافْشُوْهُ وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوْا مَافِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَلَا تُعَجِّلُوْا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا۔ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

اخرجه البخارى فى صحيحه ۷۳/۵ـ ح ديث رقم ۲۳۱۹ـ ومسلم فى صحيحه ۵۶۰/۱ حديث رقم (۲۷۰ـ ۸۱۸)ـ و ابوداؤد فى السنن ۱۵۸/۲ حديث رقم ۱۴۷۵ـ والترمذى ۱۷۷/۵ حديث رقم ۲۹۴۳ـ والنسائى ۱۵۰/۲ حديث رقم ۹۳۶ـ ومالك فى الموطا ۲۰۱/۱ حديث رقم ۵ من كتاب القرآن۔ واحمد فى المسند۔

ترجمہ: حضرت عبیدہ ملیکی جو حضور ﷺ کے صحابی تھے' سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے اہل قرآن! قرآن سے تکیہ نہ لگاؤ اور قرآن مجید کو دن رات پڑھو جس طرح پڑھنے کا حق ہے اور قرآن کو ظاہر کرو اور خوش آوازی سے پڑھو اور اس چیز میں فکر کرو جو اس میں ہے تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ اور ثواب حاصل کرنے میں جلدی نہ کرو یعنی دنیا میں اس کا بدلہ نہ مانگو اس لیے کہ اس کے لیے آخرت میں بہت بڑا ثواب ہے۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں قرآن پاک کے آداب بیان کیے گئے ہیں قرآن کریم کے ساتھ تکیہ نہ لگاؤ کا مطلب یہ ہے کہ تلاوت قرآن سے غفلت نہ برتو اور اس کے حقوق ادا کرو بلکہ قرآن پڑھا کرو اور اس کے حقوق بھی ادا کرو کہ اس کے حروف اچھی طرح ادا کرو اور اس کے معانی سمجھو اور اس پر عمل کرو۔ علامہ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ قرآن پاک کی طرف تکیہ لگانا' اس کی طرف پاؤں پھیلانے' کسی چیز کا اس پر رکھنا' اس کی طرف پیٹھ کرنی' اس کو روندنا اور پھینکنا' اس میں فال نکالنی مکروہ ہے اور بعض مالکیہ کے نزدیک حرام ہے اور اس کے صحیح پڑھنے کا حق ادا کرو۔

اور اس کے حقوق کے متعلق چار باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ ایک تو یہ کہ لفظوں کو درست پڑھنا اور دوسرے معنی و مفاہیم کو سمجھنا اور تیسرے معانی کا مقصد سمجھنا اور چوتھے اس کے موافق عمل کرنا۔ قرآن کریم کو پکار کر پڑھو اور تعلیم کرو اور عمل کرو اور اس کو لکھو اور تعظیم کرو اور فکر کرو۔ یعنی جو آیتیں تنبیہ اور وعید کی ہیں اور قیامت کے بارے میں ہیں ان میں خوب غور و فکر کرو۔

الفصل الاول :

قرآن کریم کو سات قراءتوں میں پڑھنے کی اجازت ہے

۱/۲۰۹۳۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى غَيْرِ مَا اَقْرَأُهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَأَنِيْهَا فَكِدْتُ اَنْ اَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَمْهَلْتُهٗ حَتّٰى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهٗ بِرِدَائِهٖ فَجِئْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى غَيْرِ مَا اَقْرَأْتَنِيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسِلْهُ اِقْرَأْ فَقَرَأَ الْقِرَاءَةَ الَّتِيْ سَمِعْتُهٗ يَقْرَأُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ لِيْ اِقْرَأْ فَقَرَأْتُ فَقَالَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخارى فى صحيحه ۷۰/۵ حديث رقم ۲۴۳۰ـ واحمد فى المسند ۴۱۲/۱ـ

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام سے سنا کہ وہ اس سورۃ فرقان کی اِس طریقے کے خلاف تلاوت کر رہے تھے جس طریقے کے مطابق میں تلاوت کرتا تھا اور جس طریقے کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پڑھائی تھی۔ قریب تھا کہ میں ان سے لڑ پڑوں (یعنی سورۃ فرقان کی تلاوت ختم کرنے سے پہلے میں ان پر جھپٹ پڑوں) لیکن میں نے ان کو اتنی مہلت دی کہ وہ پڑھنے سے فارغ ہو جائیں۔ پھر میں نے ان کی گردن میں چادر ڈالی اور ان کو کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے ان کو سورۃ فرقان اس طریقے کے خلاف پڑھتے ہوئے سنا ہے جس طریقے کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وہ سورت پڑھائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اس کو چھوڑ دے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہشام سے کہا کہ پڑھو' ہشام نے اسی طریقے کے مطابق پڑھا جس طریقے کے مطابق میں نے انہیں پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قراءت سن کر فرمایا کہ یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ تم پڑھو' جب میں نے پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری قراءت سن کر فرمایا کہ یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے۔ بلاشبہ قرآن سات قراءتوں پر نازل کیا گیا ہے۔ پس تم ان قراءتوں میں سے جس طریقے سے ہو سکے پڑھو۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

تشریح ۞ اس حدیث کے معنوں میں علماء کا بہت اختلاف ہے۔ تقریباً چالیس کے قریب قول آتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث متشابہات سے ہے اور اس کے معنی اچھی طرح کسی کو معلوم نہیں ہیں بعض حضرات نے کہا ہے کہ قراءتوں کی تعداد اگرچہ زیادہ ہے سات طرح سے۔ لیکن وہ سات وجھوں کی طرف ہی راجع ہیں پہلی وجہ ہے کلمہ کا مختلف ہونا اس کی ذات میں زیادتی کے ساتھ۔ اور دوسری وجہ جمع اور واحد کے صیغوں میں تبدیلی کا ہونا تیسری وجہ مذکر و مؤنث کا اختلاف ہے۔

اور چوتھی وجہ حروف کا صرفی اختلاف ہے یعنی حرف کا تخفیف اور تشدید اور فتح اور کسرہ اور ضمہ کا اختلاف جیسے مَیِّت اور مَیْتٌ اور یَقْنِطُ اور یَقْنُطُ اور یَعْرِشُ اور یَعْرُشُ۔ پانچویں نمبر پر حرکات کا مختلف ہونا۔ چھٹے نمبر پر حروف کا اختلاف جیسے لکن الشیاطین۔ بعض لوگوں نے اس کو نون کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور بعضوں نے تخفیفِ نون کے ساتھ پڑھا ہے اور ساتواں اختلاف لغات کا ہے جیسے تفخیم اور امالہ اور کتاب العلم میں اس کے معنی مفصل لکھے گئے ہیں۔

قراءت میں اختلاف کرنے کی ممانعت

۲/۲۰۹۴ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلاً قَرأَ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ خِلاَفَهَا فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ فَعَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ فَقَالَ كِلاَ كُمَا مُحْسِنٌ فَلاَ تَخْتَلِفُوْا فَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اِخْتَلَفُوْا فَهَلَكُوْا۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۷۰/۵ حدیث رقم ۲٤۳۰۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو پڑھتے ہوئے سنا اور میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ اس کے خلاف پڑھتے تھے پس میں اس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا اور میں نے آپ کو خبر دی۔ چنانچہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر بوجہ جھگڑے اور اختلاف کے ناگواری کے آثار محسوس کیے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

دونوں اچھا پڑھتے ہیں پس اختلاف نہ کرو۔ پس جن شخصوں نے تم سے پہلے آپس میں اختلاف کیا تھا۔ وہ ہلاک ہو گئے۔ اس کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں اختلاف سے مراد وجوہ قرآن میں سے کا ایک وجہ کا انکار ہے جس کے مطابق قرآن ان پر اتارا گیا ہے اور تمام قراءتیں برحق ہیں۔ کسی کا انکار نہیں کرنا چاہیے اور اگر ایک کا ان میں سے انکار کیا تو قرآن کریم کا انکار کیا اور بعض قراءتیں متواتر ہیں اور بعض احاد۔ متواتر وہ سات قراءتیں ہیں کہ جو پڑھی جاتی ہیں۔

قرآن کریم کی مختلف قراءت کا مسئلہ

۳/۲۰۹۵ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ يُصَلِّيْ فَقَرأَ قِرَاءَ ةً اَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ اٰخَرُ فَقَرأَ قِرَاءَ ةً سِوٰى قِرَاءَ ةِ صَاحِبِهٖ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلٰوةَ دَخَلْنَا جَمِيْعًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقُلْتُ اِنَّ هٰذَا قَرأَ قِرَاءَ ةً اَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَدَخَلَ اٰخَرُ فَقَرَاَ سِوٰى قِرَاءَ ةِ صَاحِبِهٖ وأَمَرَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَءَ افَحَسَّنَ شَانَهُمَا فَسَقَطَ فِيْ نَفْسِيْ مِنَ التَّكْذِيْبِ وَلَا اِذْكُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ غَشِيَنِيْ ضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ فَفِضْتُ عَرَقًا وَكَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلَى اللّٰهِ فَرَقًا فَقَالَ لِيْ يَا اُبَيُّ اُرْسِلَ اِلَيَّ اَنِ اقْرَاِ الْقُرْاٰنَ عَلٰى حَرْفٍ فَرَدَدْتُ اِلَيْهِ اَنْ هَوِّنْ عَلٰى اُمَّتِيْ فَرَدَّ اِلَيَّ الثَّانِيَةَ اِقْرَأْهُ عَلٰى اُمَّتِيْ فَرَدَّ اِلَيَّ الثَّالِثَةَ اِقْرَأْهُ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ وَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُهَا مَسْاَلَةٌ تَسْاَلُنِيْهَا فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِيْ وَاَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ اِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۵٦۱/۱ حدیث رقم (۲۷۳۔ ۸۲۰)۔ واحمد فی المسند ۱۲٤/۵۔

ترجمہ: حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنے لگا پس اس نے نماز میں یا نماز کے بعد ایسی قراءت پڑھی کہ میں نے اپنے دل یا زبان سے اس کا انکار کر دیا پھر ایک اور شخص مسجد میں داخل ہوا پس اس نے پہلے شخص کے خلاف قراءت پڑھی پس جب ہم نماز پڑھ چکے تو ہم سب نبی کریم ﷺ کے پاس آئے۔ پس میں نے کہا کہ تحقیق اس شخص نے قراءت پڑھی ہے کہ میں نے اس کی قراءت کا انکار کر دیا ہے اور ایک دوسرا شخص آیا پس اس نے پہلے پڑھنے والے کے خلاف قراءت کی۔ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کو حکم دیا اور انہوں نے پڑھا تو آپ ﷺ نے ان دونوں کی قراءت کی تحسین کی۔ پس میرے دل میں تردد و شبہ ڈالا گیا ہے۔ اور ایسا شبہ نہیں تھا جو کہ زمانہ جاہلیت میں تھا بلکہ جاہلیت کے تردد و شبہ سے بھی زیادہ شبہ دل میں آیا تھا پھر نبی کریم ﷺ نے وہ کیفیت دیکھی کہ جس نے مجھ کو ڈھانک لیا تھا۔ یعنی حضور ﷺ نے معلوم کیا کہ میرے دل میں شبہ ہے تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا۔ تو آپ ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے وساوس جاتے رہے۔ تو میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اور مجھے یوں محسوس ہونے لگا کہ گویا میں میں ڈر کے مارے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھ رہا ہوں اور مجھے فرمایا اے ابی میری طرف فرشتہ بھیجا گیا ہے یعنی جبرئیل علیہ السلام کہ قرآن پڑھو ایک طریقے پر یعنی ایک قراءت پر یا ایک لغت پر تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے تکرار کیا کہ میری امت پر کئی قراءتوں پر پڑھنے کی اجازت دے کر آسانی پیدا کر دے ایک طریق سے پڑھنے میں دشواری ہے پھر

میری طرف دوسری بار حکم کیا گیا کہ قرآن کو پڑھو دو طریقوں پر میں نے تکرار کیا یہ کہ آسان کر دے میری امت پر یعنی اور زیادہ آسان کر دے پھر میری طرف تیسری بار حکم دیا گیا کہ قرآن مجید کو سات طریقوں سے پڑھو۔ یعنی سات قراءتیں یا سات لغات پر اور تیرے ہر بار کے سوال و جواب کے عوض تمہیں ایک دعا کا اختیار ہے کہ مجھ سے مانگو۔ پس اس نے کہا یا الٰہی! بخش میری امت کو یعنی اہل کبائر کو یا الٰہی بخش دے میری امت کو یعنی اہل صغائر کو اور تیسرے سوال کی میں نے تاخیر کی ہے اس دن کے لیے جس دن تمام مخلوق یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام میری طرف خواہش کریں گے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❀ حدیث میں جو لفظ آیا ہے کہ جب ہم نماز پڑھ چکے ظاہر ہے کہ وہ نماز ضحیٰ کی تھی یا کوئی اور نفل نماز تھی اور شبہ اور تردد ڈالا گیا جھٹلانے سے یعنی اسی وجہ سے کہ حضور ﷺ کے دونوں قراءتوں کو اچھا کہا ہے کہ اللہ کا کلام ایک طریقے پر ہونا چاہیے کہ ہر کوئی ہر طرح پڑھ سکے فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں تردد و شبہ اتنا زیادہ سخت نہیں تھا کیونکہ میں جاہل تھا اور تکذیب کا وقوع اس حالت میں اتنا بعید اور بڑا معلوم نہیں ہوتا تھا اور یقین و معرفت کے حاصل ہونے کے بعد بڑا معلوم ہوا اور تیرے ہر بار کے عوض یعنی تین بار تو نے سوال کیا اور تین بار میں نے جواب دیا یعنی ایک بار ایک قراءت کے مطابق اور دوسری بار قراءت کے مطابق اور تیسری بار سات قراءت کے مطابق قرآن پاک پڑھنے کا حکم دیا۔ اور اب آپ ﷺ ان کے عوض تین سوال کریں تا کہ میں قبول کروں پس نبی کریم ﷺ نے تینوں سوال مغفرت ہی کے کیے اس لئے کہ اصل چیز مغفرت ہے اگر مغفرت نہ ہو تو کسی کی خلاصی ممکن نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ ۔

لیکن مغفرت کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے دو حصے تو اپنی امت کے کبیرہ اور صغیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے مانگے اور تیسرا حصہ تمام مخلوق یعنی اولین و آخرین کے لئے رکھا اس کو شفاعت کبریٰ کہتے ہیں کہ قیامت کو سب نفسی نفسی کہتے ہوں گے اور آخر میں حضور ﷺ سے شفاعت کی آرزو کریں گے اور حضور ﷺ سب کی شفاعت کریں گے اور خاص طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ وہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کے بعد تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہیں۔

اختلافِ قراءت کا بیان

۴/۲۰۹۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَقْرَاَنِیْ جِبْرِیْلُ عَلٰی حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهٗ فَلَمْ اَزَلْ اَسْتَزِیْدُهٗ وَیَزِیْدُنِیْ حَتّٰی انْتَهٰی اِلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ بَلَغَنِیْ اَنَّ تِلْكَ السَّبْعَةَ الْاَحْرُفَ اِنَّمَا هِیَ فِی الْاَمْرِ تَكُوْنُ وَاحِدًا لَا تَخْتَلِفُ فِیْ حَلَالٍ وَّلَا حَرَامٍ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳٤/۸۔ حدیث رقم ٤۹۹۱۔ واسلم فی صحیحه ٥٦۱/۱ حدیث رقم (۸۱۹/۲۷۲) واحمد فی المسند ۲٦٤/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے پہلی بار مجھے ایک طریقے پر پڑھایا۔ میں پھر میں نے اللہ رب العزت سے یا جبرئیل علیہ السلام سے تکرار کیا۔ پس میں ہمیشہ زیادہ کرواتا رہا

یعنی اللہ تعالیٰ سے زیادتی طلب کرتا رہا۔ یا جبرئیل علیہ السلام سے زیادتی طلب کرتا رہا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے زیادتی طلب کریں اور وہ میرے لیے زیادہ کرتا تھا یہاں تک جبرئیل علیہ السلام یا امر قراءت سات طریقوں پر پہنچ گیا۔ ابن شہاب زہری تابعیؒ نے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ دین کے کام میں سات طریقے نہیں ہیں۔ مگر ایک میں متفق و متحد ہیں کہ حلال وحرام میں اختلاف نہیں ہے۔ اس کو بخاری ومسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ قراءت کے اختلاف قراءت سے حکم متبدل نہیں ہوتا۔ یعنی اگر ایک قراءت سے ایک چیز کے حلال ہونے کا حکم معلوم ہوا تو دوسری قراءت سے اس چیز کے حرام ہونے کا حکم معلوم ہوا ہو۔ ایسا نہیں ہوتا بلکہ اگر ایک قراءت سے حکم ایک چیز کے حلال ہونے کا معلوم ہوا تو دوسری قراءت سے بھی یہی معلوم ہوگا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ:

قراءت کا مختلف ہونا آسانی کا باعث ہے

۵/۲۰۹۷ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ لَقِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيْلَ فَقَالَ يَا جِبْرِيْلُ اِنِّي بُعِثْتُ اِلٰى اُمَّةٍ اُمِّيِّيْنَ مِنْهُمُ الْعَجُوْزُ وَالشَّيْخُ الْكَبِيْرُ وَالْغُلَامُ وَالْجَارِيَةُ وَالرَّجُلُ الَّذِيْ لَمْ يَقْرَأْ كِتَابًا قَطُّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ (رواه الترمذی) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَحْمَدَ وَاَبِيْ دَاوٗدَ قَالَ لَيْسَ مِنْهَا اِلَّا شَافٍ كَافٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلنَّسَائِيْ قَالَ اِنَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ اَتَيَانِيْ فَقَعَدَ جِبْرِيْلُ عَنْ يَمِيْنِيْ وَمِيْكَائِيْلُ عَنْ يَسَارِيْ فَقَالَ جِبْرِيْلُ اِقْرَاِ الْقُرْاٰنَ عَلٰى حَرْفٍ قَالَ مِيْكَائِيْلُ اسْتَزِدْهُ حَتّٰى بَلَغَ سَبْعَةَ اَحْرُفٍ فَكُلُّ حَرْفٍ شَافٍ كَافٍ۔

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۱۶۰/۲ حدیث رقم ۱۴۷۷۔ والترمذی ۱۷۸/۵ حدیث رقم ۲۹۴۴ والنسائی ۱۵۴/۲ حدیث رقم ۹۴۱۔

ترجمہ: حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات کی۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے جبرئیل! میں ایک ناخواندہ (ان پڑھ) امت کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں کہ ان میں بوڑھی عورتیں بھی ہیں اور بہت زیادہ بوڑھے ہیں اور لڑکے اور لڑکیاں اور ان میں ایک ایسا شخص بھی ہے جس نے کبھی کتاب نہیں پڑھی۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن سات طرح پر اتارا گیا ہے۔ یعنی سات لغات پر یا سات قراءت پر پس ہر کسی کے لئے جو طریقہ آسان ہو اس پر پڑھے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔ احمد اور ابوداوٗد کی ایک روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے لفظ احرف کے بعد یہ بھی فرمایا کہ ان سات قراءتوں میں سے ہر قراءت شافی ہے۔ یعنی کفر و شرک وجہل کی بیماری کو دفع کرتی ہے کافی کا مطلب یہ ہے کہ نبی کے صدق پر حجت ہونے کو اور دین کے حق ہونے پر اور منکروں کے الزام دینے میں کفایت کرتی ہے اور نسائی کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تحقیق جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام میرے پاس آئے۔ پس جبرئیل میرے دائیں بیٹھے اور میکائیل میرے بائیں طرف پس جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ قرآن ایک قراءت سے پڑھو۔ میکائیل علیہ السلام نے مجھ سے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے) کہا کہ ایک قراءت سے زیادہ طلب کریں۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے طلب کریں کہ کسی اور قراءت کے مطابق بھی پڑھنے کا حکم ہو جائے یا جبرئیل علیہ السلام سے عرض کریں کہ زیادہ کرواؤ۔ پھر

آپ ﷺ زیادتی کے طالب رہے اور زیادتی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ امر قراءت سات طرح کو پہنچ گیا پس ہر قراءت دینے والی اور کفایت کرتی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ قراءت کا مختلف ہونا آسانی کا باعث ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ناخواندہ قوم کی طرف بھیجا گیا ہے یعنی ایسی قوم جو اچھی طرح پڑھ نہیں سکتے اگر ان کو ایک قراءت پڑھاؤں تو پڑھنے کی قدرت نہیں رکھتے اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ ان کی زبان امالہ پر جاری ہوتی ہے یا فتح پر اور بعض ایسے ہیں کہ ان کی زبان پر ادغام غالب ہوتا ہے یا اظہار لہٰذا ان کے لیے کئی قراءتوں کی ضرورت ہے کہ ہر ایک کو جو آسان معلوم ہو وہ اس کے مطابق قرآن پڑھے اور اس کے باوجود ان میں بوڑھی عورتیں ہیں اور بعض بوڑھے لوگ ہیں کہ وہ بڑھاپے کی وجہ سے اور لڑکے صغرسنی کی وجہ سے سیکھنے سے عاجز ہیں۔

قرآن پڑھ کر لوگوں سے مانگنا منع ہے

۶/۲۰۹۸ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ اَنَّهٗ مَرَّ عَلٰى قَاصٍ يَقْرَأُ ثُمَّ يَسْأَلُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَلْيَسْأَلِ اللّٰهَ بِهٖ فَاِنَّهٗ سَيَجِيْءُ اَقْوَامٌ يَقْرَأُوْنَ الْقُرْاٰنَ يَسْأَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ۔ (رواہ احمد والترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱٦٤/۵ حديث رقم ۲۹۱۷۔ واحمد فی المسند ٤۳۲/٤۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین ؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک قصہ کہنے والے پر گزرے اس حال میں کہ وہ قرآن پڑھتا تھا اور لوگوں سے کچھ مانگتا تھا تو عمران نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا یعنی اس لیے کہ یہ بدعت ہے اور قیامت کی علامت ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جو شخص قرآن پڑھے اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے۔ پس تحقیق لوگ آئیں گے اور قرآن پڑھیں گے اور قرآن کی وجہ سے لوگوں سے مانگیں گے۔ اس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جو امور دُنیا اور آخرت کو چاہے نہ کہ لوگوں سے وہ قرآن پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرے یعنی اگر رحمت کے ذکر پر یا جنت کے ذکر پر پہنچے وہ اللہ تعالیٰ سے مانگے۔ اگر عذاب کی آیت اور دوزخ کے ذکر پر پہنچے تو خدا تعالیٰ سے پناہ مانگے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ قراءت سے فارغ ہونے کے بعد ماثورہ دعاؤں کے ساتھ دعا کرے اور بہتر یہ ہے کہ دعا آخرت کے امر کے متعلق ہو اور دین و دنیا میں مؤمنین کی بھلائی کے متعلق ہو۔

الفصل الثالث:

۷/۲۰۹۹ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ يَتَأَكَّلُ بِهِ النَّاسَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهٗ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

۱ اخرجه البيهقی فی شعب الايمان ۵۳۲/۲ حديث رقم ۲٦۲۵۔

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس کی وجہ سے لوگوں سے کھائے یعنی قرآن کریم کو دنیا کے فائدے کے لیے وسیلہ بنائے۔ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا اس کا چہرہ (فقط) ہڈی ہوگا' اس پر گوشت نہیں ہوگا۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کے ذریعے دنیا نہ کماؤ یعنی جو قرآن کریم کو دنیا کمانے کا وسیلہ بنائے گا قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا فائدہ

۸/۲۱۰۰ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَعْرِفُ فَصْلَ السُّوْرَةِ حَتّٰى يَنْزِلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۱/۴۹۹ حدیث رقم ۷۸۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک سورت کا فرق دوسری سورت سے نہیں پہچانتے تھے یہاں تک ان پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوئی۔ اس کو ابوداوٗدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن کریم کی آیت ہے۔ یہ دو سورتوں کے درمیان فرق کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ ہمارا مذہب ہے۔

عبداللہ بن مسعود ؓ کے ساتھ ایک شخص کا مکالمہ

۹/۲۱۰۱ وَعَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا بِحِمْصَ فَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ سُوْرَةَ يُوْسُفَ فَقَالَ رَجُلٌ مَا هٰكَذَا اُنْزِلَتْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَقَرَأْتُهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْسَنْتَ فَبَيْنَا هُوَ يُكَلِّمُهُ اِذْ وَجَدَ مِنْهُ رِيْحَ الْخَمْرِ فَقَالَ اَتَشْرَبُ الْخَمْرَ وَتُكَذِّبُ بِالْكِتَابِ فَضَرَبَهُ الْحَدَّ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹/۴۷۔ حدیث رقم ۵۰۰۱۔ ومسلم فی صحیحه ۱/۵۵۱ حدیث رقم (۲۴۹۔ ۸۰۱)۔ واحمد فی المسند ۱/۳۷۸۔ ف

ترجمہ: حضرت علقمہؒ سے روایت ہے کہ ہم حمص میں تھے جو کہ ایک شہر کا نام ہے۔ پس ابن مسعود ؓ نے سورۃ یوسف پڑھی پس ایک شخص نے کہا اس طرح نازل نہیں کی گئی پھر عبداللہ بن مسعود ؓ نے کہا خدا کی قسم میں نے یہ سورت رسول کریم ﷺ کے پاس پڑھی۔ پس حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے خوب پڑھا (یعنی اچھا پڑھا تو نے) پس اس وقت وہ شخص ابن مسعود ؓ سے کلام کرتا تھا کہ اچانک اس سے شراب کی بو پائی گئی پھر ابن مسعود ؓ نے کہا کہ کیا تو شراب پیتا ہے یعنی قرآن کریم کے خلاف کرتا ہے اور تو کتاب اللہ کو یعنی اس کی قراءت کو جھٹلاتا ہے تو آپ نے اس پر حد جاری کر دی۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: س حدیث پاک مین بتایا گیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود ؓ جو پڑھتے تھے اگر وہ مشہور قراءت تھی تو یقیناً

کتاب اللہ پڑھتے تھے یعنی اس کا تکذیب وانکار کرنا کفر ہے اور اگر شاذ قراءت پڑھتے تھے تو تغلیظاً کہا اور ظاہر یہی ہے اس لیے کہ مرتد ہونے کا حکم اس پر نہیں لگایا اور شراب کی حد پر اکتفاء کیا ہے اور علامہ طیبیؒ نے کہا یہ تغلیظاً کہا ہے اور اسی لیے کہ کتاب اللہ کا جھٹلانا اور قراءت کا انکار کرنا اصل کلمہ کے اعتبار سے کفر ہے۔ ادائیگی کے انکار کا نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس نے ادا کا انکار کیا تھا' نہ کہ اصل قرآن کا' اس لیے اس پر شراب کی حد جاری کی نہ کہ مرتد ہونے کی وجہ سے۔ پھر حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس پر شراب کی حد جاری کی اور علماء کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے اور ہمارے نزدیک اور شوافع کے نزدیک بو کی وجہ سے حد نہیں ماری جاتی۔ اس لیے کہ ترش سیب اور امرود کی شراب کی بو کے مشابہ ہوتی ہے شاید کہ اس نے اقرار کیا ہو یا شراب پینے پر گواہ قائم ہو گئے ہوں۔ اس وجہ سے شراب کی حد لگائی گئی ہوگی۔

قرآن پاک جمع کرنے سے پہلے پتھر' کھجور کی چھال وغیرہ پر موجود تھا

۱۰/۲۱۰۲ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ اَرْسَلَ اِلَيَّ اَبُوْبَكْرٍ مَقْتَلَ اَهْلِ الْيَمَامَةِ فَاِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهٗ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ عُمَرَ اَتَانِيْ فَقَالَ اِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْاٰنِ وَاِنِّيْ اَخْشٰى اِنِ اسْتَحَرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبُ كَثِيْرٌ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَاْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْاٰنِ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ هٰذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِيْ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِذٰلِكَ وَرَاَيْتُ فِيْ ذٰلِكَ الَّذِيْ رَاٰى عُمَرُ قَالَ زَيْدٌ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَانَتَّهِمُكَ وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَبَّعِ الْقُرْاٰنَ فَاجْمَعْهُ فَوَاللّٰهِ لَوْ كَلَّفُوْنِيْ نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَاكَانَ اَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا اَمَرَنِيْ بِهٖ مِنْ جَمْعِ الْقُرْاٰنِ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ اَبُوْبَكْرٍ يُرَاجِعُنِيْ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِلَّذِيْ شَرَحَ لَهٗ صَدْرَ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْاٰنَ اَجْمَعُهٗ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُوْرِ الرِّجَالِ حَتّٰى وَجَدْتُ اٰخِرَ سُوْرَةِ التَّوْبَةِ مَعَ اَبِيْ خُزَيْمَةَ الْاَنْصَارِيِّ لَمْ اَجِدْهَا مَعَ اَحَدٍ غَيْرِهٖ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ حَتّٰى خَاتِمَةِ بَرَاءَةَ فَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ اَبِيْ بَكْرٍ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيَاتَهٗ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ۔ (رواه البخاري)

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۰/۹ حديث رقم ۴۹۸۶۔

ترجمہ: حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی کو اہل یمامہ کے قتل کے دنوں میں میری طرف بھیجا۔ میں ان کے پاس گیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوبکرؓ نے یا (کہ تحقیق) عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور فرمانے لگے۔ قرآن کے قاریوں کی شہادت کا معاملہ جنگ یمامہ میں گرم ہو گیا ہے یعنی اس لڑائی میں بہت قاری مارے گئے ہیں اور تحقیق میں ڈرتا ہوں کہ اگر قاریوں کا مارا جانا کثرت سے ہو گیا تو قرآن کا اکثر حصہ جاتا رہے گا اور تحقیق میں اس میں مصلحت دیکھتا ہوں کہ حکم کروں قرآن کو جمع کرنے کا حکم کروں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اس چیز کو کس طرح کرو گے جو پیغمبر علیہ السلام نے

نہیں کی۔عمر رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم بہت بہتر ہے پس ہمیشہ عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس کے لیے (یعنی قرآن کریم کو جمع کرنے کے لیے) کھول دیا اور میں نے مصلحت دیکھی جو عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھی۔ زیدؓ نے کہا کہ مجھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم سمجھ دار جوان ہو۔تمہاری نیک بختی کی وجہ سے تم پر جھوٹ وغیرہ کی تہمت نہیں لگا سکتے اور تحقیق تم نبی علیہ السلام کی وحی لکھا کرتے تھے۔اس لیے تم قرآن کو تلاش کرو اور اس کو ایک مصحف میں اکٹھا کرو۔پس اللہ کی قسم اگر مجھے پہاڑوں میں سے پہاڑ کو منتقل کرنے کی تکلیف دے دیتے تو وہ مجھ اتنا بھاری نہ ہوتا جتنا مجھے قرآن کا جمع کرنا بھاری معلوم ہوا۔اس لیے کہ اس میں بدن اور روح کی محنت ہے اور بہت زیادہ فکر کرنی پڑے گی۔زید نے کہا کہ تم وہ چیز کس طرح کرو گے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اللہ کی قسم وہ بہتر ہے پس ابوبکر مجھ سےؓ ہمیشہ گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اس چیز کے لیے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا سینہ کھول دیا تھا پھر میں نے قرآن کو تلاش کیا اس حال میں جمع کرتا تھا کھجور کی شاخوں سے اور سفید پتھروں سے اور لوگوں کے سینوں یعنی حافظوں سے یہاں تک کہ میں نے سورۃ توبہ کا آخری حصہ ابوخزیمہ انصاری کے پاس پایا ان کے علاوہ میں نے کسی کے پاس نہیں پایا وہ سورت کا آخر یہ ہے: ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ سورت براۃ کے آخر تک مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وفات دے دی۔پھر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے زندگی میں پھر حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یمامہ کا نام آیا ہے۔یمامہ ایک شہر کا نام ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ غلافت میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لشکر کے ساتھ وہاں بھیجا اور وہاں کے لوگوں سے خوب لڑائی ہوئی اور مسیلمہ کذاب بھی اس میں مارا گیا اور بہت زیادہ قاری مارے گئے۔بعضوں نے کہا سات سو مارے گئے اور بعضوں نے کہا بارہ سو۔پس وہاں کی لڑائی کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابتؓ کو بلایا جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے اور حضرت زید بن ثابتؓ اکثر وحی لکھا کرتے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لکھنے والے حضرات کی تعداد چوبیس تھی اور ان میں خلفاء اربعہ بھی تھے۔پس اس کے معنی یہ ہیں کہ تم وحی کے لکھنے اور اس کو جمع کرنے میں امانتدار ہو۔

اور پورا قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں لکھا ہوا تھا لیکن مصحف میں موجود نہیں تھا۔بلکہ پتھر کے ٹکڑوں پر تھا تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے جمع کیا پس انہوں نے متفرق اوراق پائے کہ جن میں قرآن لکھا ہوا تھا ان کو جمع کر دیا اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورتوں کی ترتیب نہیں تھی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتہاد سے ہوئی اور آیتوں کی ترتیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوئی کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن کریم کی ایک آیت واقعہ کے مطابق لائے تو کہتے اس کو فلانی سورت میں فلانی آیت کے بعد رکھو اور لوح محفوظ میں بھی اسی ترتیب سے لکھا ہے اور وہاں سے آسمان دنیا پر بھیجا گیا اور وہاں سے جبرئیل علیہ السلام حسب موقع اور حسب ضرورت سورتیں اور آتیں وہاں سے لائے اور ترتیب نزول قرآن مجید کی ترتیب کے علاوہ ہے اور جبرئیل علیہ السلام اسی ترتیب سے ہر رمضان میں ایک بار تمام قرآن پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کرتے اور جس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو جبرئیل علیہ السلام نے دو مرتبہ دور کیا اور

حدیث میں جو لفظ آیا ہے کہ نہ پایا میں نے اس کو کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تمام کلام اللہ صحابیوں نے حضرت ابی بن کعب' معاذ بن جبل اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرح نہیں یاد کیا تھا۔ یعنی یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ سوائے ان مذکورہ حضرات کے کسی کے پاس لکھا ہوا نہیں تھا۔

تو جب حضرت زید بن ثابتؓ نے صحابہؓ کے اتفاق کے ساتھ قرآن کو جمع کرنے کا فیصلہ کیا تو قرآن مجید متعدد صحیفوں میں لکھا ہوا تھا اور ایک مصحف میں جمع نہیں ہوا تھا پس وہ صحیفے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہے جب تک وہ زندہ رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی زندگی میں رہے پھر ان کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک مصحف میں جمع کیا اور کئی مصاحف (نقول) لکھوا کر اسلامی شہروں میں بھیجے۔ جیسا کہ آئندہ حدیث میں مذکور ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمات جمع قرآن کے بارے میں

۱۱/۲۱۰۳ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَدِمَ عَلٰى عُثْمَانَ وَكَانَ يُغَازِىْ اَهْلَ الشَّامِ فِىْ فَتْحِ اَرْمِيْنِيَةَ وَاَزْرَبِيْجَانَ مَعَ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَاَفْزَعَ حُذَيْفَةَ اِخْتِلَافُهُمْ فِى الْقِرَاءَ ةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لِعُثْمَانَ يَا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَدْرِكْ هٰذِهِ الْاُمَّةَ قَبْلَ اَنْ يَّخْتَلِفُوْا فِى الْكِتَابِ اخْتِلَافَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى فَاَرْسَلَ عُثْمَانَ اِلٰى حَفْصَةَ اَنْ اَرْسِلِىْ اِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسُخُهَا فِى الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّ هَا اِلَيْكِ فَاَرْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةُ اِلٰى عُثْمَانَ فَاَمَرَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوْهَا فِى الْمَصَاحِفِ وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّيْنَ الثَّلَاثِ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِىْ شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانَ قُرَيْشٍ فَاِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوْا حَتّٰى اِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِى الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ اِلٰى حَفْصَةَ وَاَرْسَلَ اِلٰى كُلِّ اُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِّمَّا نَسَخُوْا وَاَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِىْ كُلِّ صَحِيْفَةٍ اَوْ مُصْحَفٍ اَنْ يُّحْرَقَ قَالَ بْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِىْ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اِنَّهٗ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ فَقَدْتُ اٰيَةً مِّنَ الْاَحْزَابِ حِيْنَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ قَدْ كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُبِهَا فَالْتَمَسْنَاهَا فَوَجَدْنَاهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيِّ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَاَلْحَقْنَاهَا فِىْ سُوْرَتِهَا فِى الْمُصْحَفِ۔ (رواه البخاري)

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۱/۹ ۔ حديث رقم ٤٩٨٧ ۔ واحمد في المسند ۱۸۸/۵ ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حذیفہ بن یمان کے بیٹے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اہل شام اور عراق کے لیے آرمینہ اور آذربائیجان کی لڑائی کے لیے سامانِ جہاد درست کرتے تھے۔ پس لوگوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو قراءت میں اختلاف کی وجہ سے خوف میں ڈال دیا' یعنی ایک دوسرے کی قراءت سن کر قراءت کرتے تھے۔ پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کہا کہ اے امیر المؤمنین اس امت کے تدارک کرو۔ اس سے پہلے کہ کلام اللہ میں اختلاف کریں۔ یہود و نصاریٰ کے اختلاف کی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھجوا دیں گے۔ پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف صحیفے بھیج دیے۔ پس

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ یعنی انصار میں سے اور قریش میں سے عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص، عبداللہ بن حارث، ابن ہشام رضی اللہ عنہم، پس سب نے وہ صحیفے نقل کیے۔ مصفوں میں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قریش کی جماعت کے لیے فرمایا۔ جو کہ تین آدمی تھے زید بن ثابتؓ کے علاوہ اور اصحاب جو مذکور ہوتے ہیں ان کو بھی فرمایا کہ اگر تم اور زید بن ثابتؓ قرآن پاک میں کسی جگہ یعنی لغاتِ قرآن میں اختلاف کرو۔ پس اس کو لغت قریش کے موافق لکھو۔ اس لیے کہ کلام اللہ ان کی زبان کے موافق نازل ہوا ہے پس سب نے اس طرح سے کیا۔ یہاں تک کہ جب صحیفے میں نقل کر چکے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحیفے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیج دیئے اور ہر طرف ایک ایک مصحف بھیجا۔ جو انہوں نے نقل کئے تھے اور ان مصحفوں کے علاوہ جن صحیفوں کے اندر قرآن تھا ان کو جلا دینے کا حکم دیا۔ ابن شہاب نے کہا پس مجھے خارجہ نے خبر دی جو کہ زید بن ثابت کے بیٹے ہیں کہ انہوں نے زید بن ثابت سے سنا ہے کہ میں نے سورۃ احزاب کی ایک آیت نہ پائی جو کہ اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پڑھتے تھے پس میں نے آیت تلاش کی تو میں نے وہ آیت ثابت انصاری کے بیٹے خزیمہ کے پاس پائی۔ وہ آیت یہ ہے: ﴿رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾۔ پس میں نے وہ آیت سورۃ احزاب کے مصحف میں شامل کر دی۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❀ علامہ کرمانی نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ یغازی کے معنی یغری کے ہیں: **ای کان عثمان یجھز اھل الشام واھل العراق للغزوۃ ھاتین الناحیتین و فتحھما**۔ پس صاحب ترجمہ نے ترجمہ اسی کے موافق کیا ہے اور علامہ کرمانیؒ نے لکھا ہے کہ آرمینیہ نواح روم میں ایک قصبہ ہے اور آذربائیجان تبریز کے قصبات میں سے ہیں انتہی اور ملا علی قاری اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کان کا اسم اور یغازی کا فاعل حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو لکھا ہے اور قاموس میں ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ آرمینیہ آذربائیجان میں شہر ہے۔ پس آذربائیجان تعمیم بعد از تخصیص ہے۔ یہود و نصاری کے اختلاف کی طرح۔ یعنی جیسے توریت اور انجیل میں یہود و نصاری نے تغیر و تبدل اور کمی اور زیادتی کی ہے مبادا قرآن میں بھی مسلمان شروع نہ کر دیں لہٰذا اس فتنہ کے برپا ہونے سے پہلے ہی تدبیر کر لینی چاہیے۔ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا اور وہ اس دن پچاس ہزار تھے پس فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو اس کے بارے میں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری قراءت بہتر ہے تیری قراءت سے اور قریب ہے کہ بات کفر تک پہنچا دیں لوگوں نے کہا کہ تم کیا مناسب جانتے ہو؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو کہا کہ میں مناسب جانتا ہوں کہ لوگوں کو ایک قرآن پر جمع کرو۔ تو پس کوئی اختلاف نہ ہو لوگوں نے کہا کہ کیا خوب ہے وہ چیز جو تم نے مناسب جانی پس انہوں نے قصد کیا لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کرنے کا قصد کیا۔ چنانچہ اس کا بیان فارسل...... میں ہے اور ان کی زبان کے موافق نازل ہوا ہے یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن اصل میں لغت میں قریش میں نازل ہوا ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی التماس سے اجازت ہوگی کہ ہر کوئی اپنی لغت میں پڑھ سکتا ہے اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے اتفاق کے ساتھ۔ لوگوں کے اختلاف کی بنا تمام لغات کے موقوف کرنے کا حکم دیا اور تمام کو لغت قریش کے موافق پڑھنے کا حکم دیا۔ پس ان کے قول کے یہ معنی ہیں کہ قرآن کو لغت قریش کے موافق لکھو۔ علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ لوگوں نے لفظ تابوت میں اختلاف کیا پس زید نے کہا کہ التابوۃ اور دوسرے حضرات نے کہا کہ التابوت ہے پس لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا پس انہوں نے کہا کہ اس کو لفظ ت کے ساتھ لکھو۔ اس لئے کہ قریش کی زبان میں یونہی ہے اور

لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے لفظ لم یتسن کے بارے میں پوچھا پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس میں ہ لکھواور ہر صحیفے میں اس سے مراد یہ ہے جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے اور ہر مصحف سے مراد وہ ہے جو دوسرے لوگوں نے جمع کیے تھے اور یہ بھی ہوسکتا کہ راوی کو شک ہوا اور حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس جو صحیفے تھے وہ ایک مصحف میں جمع کرنے کے بعد اور حضرت حفصہ کے پاس لوٹانے کے بعد جلا ڈالے۔ پس وہ صحیفے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔ جب مروان مدینے کا حاکم بنا تو ان کو جلانے کے لیے منگوایا تو انہوں نے نہ دیے۔ جب حفصہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ تو مروان نے ان کے بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منگوا کر جلا ڈالے۔ اس خوف کی وجہ سے اگر یہ ظاہر ہوئے تو لوگ پھر اختلاف کریں گے اور اختلاف ان مصحف کی گنتی کے بارے میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کتنے بھیجے تھے۔

مشہور ہے کہ پانچ بھیجے تھے اور ابوداؤد نے کہا ہے کہ میں نے ابوحاتم سجستانی سے سنا ہے کہ وہ سات مصحف تھے۔ ایک مکے کی طرف بھیجا اور ایک شام کی طرف بھیجا اور ایک یمن کی طرف بھیجا اور ایک بحرین کی طرف بھیجا اور ایک بصرہ کی طرف اور ایک کوفہ کی طرف اور ایک مدینے میں رکھا اور علماء نے مصحف کے پرانے اوراق کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ جب ان کی ضرورت باقی نہ رہے تو ان کو دھوڈالنا اولیٰ ہے یا جلا دینا' بعضوں نے کہا کہ دھونا اولیٰ ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس کا دھون پاک جگہ میں ڈال دیا جائے بلکہ لائق ہے کہ اس کو پی جائے اس لیے کہ وہ ہر بیماری کی دوا ہے اور سینے کی علتوں کی شفا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصلحت کی بناء پر جلایا تا کہ کوئی اختلاف باقی نہ رہے اور نہ ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اپنی عادت کے موافق طعن باقی رہے۔

تنبیہ: علماء نے لکھا ہے کہ قرآن پاک کا جمع کرنا تین بار ہوا ہے ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لیکن وہ ایک مصحف میں مرتب نہ تھا اور دوسری بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بزرگ ترین لوگوں میں سے مقدمہ مصحف میں ازاو نے ثواب کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحمت کرے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کو سب سے پہلے جمع کرنے والے ہیں اور تیسری بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع ہوا کہ آپ نے تمام صحابہ کرام کو جمع کیا اور مصحفوں میں لغت قریش کے موافق لکھا اور اس کے نسخے جوانب واطراف میں بھیجے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے یہ بات سنہ ۲۵ھ میں ہوئی پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع کرنے میں بڑا فرق ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جمع کیا اس ڈر سے کہ مبادا قرآن میں سے کچھ جاتا رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس لیے جمع کیا کہ اختلاف واقع نہ ہو۔ پس حقیقت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن کے جمع کرنے والے ہیں بلکہ لوگوں کو لغت قریش پر جمع کرنے والے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا واضح کرنا کہ دونوں سورتیں علیحدہ علیحدہ ہیں

۱۲/۲۱۰۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قُلْتُ لِعُثْمَانَ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى اَنْ عَمَدْتُّمْ اِلَى الْاَنْفَالِ وَهِيَ مِنَ الْمَثَانِي وَاِلٰى بَرَاءَ ةَ وَهِيَ مِنَ الْمِئِيْنِ فَقَرَنْتُمْ بَيْنَهُمَا وَلَمْ تَكْتُبُوْا سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَوَضَعْتُمُوْ هَا فِي السَّبْعِ الطُّوَلِ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ عُثْمَانُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يَأْتِي عَلَيْهِ الزَّمَانُ وَهُوَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ السُّوَرُ ذَوَاتُ الْعَدَدِ وَكَانَ اِذَا نَزَلَتْ عَلَيْهِ شَيْءٌ دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰؤُلَاءِ

الْاٰيَاتِ فِي السُّوْرَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا فَإِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْاٰيَةُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰذِهِ الْاٰيَةَ فِي السُّوْرَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا وَكَانَتِ الْاَنْفَالُ مِنْ اَوَائِلِ مَا نَزَلَتْ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَتْ بَرَاءَةُ مِنْ اٰخِرِ الْقُرْاٰنِ نُزُوْلاً وَكَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيْهَةً بِقِصَّتِهَا فَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا اَنَّهَا مِنْهَا فَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ قَرَنْتُ بَيْنَهُمَا وَلَمْ اَكْتُبْ سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَوَضَعْتُهَا فِي السَّبْعِ الطُّوَالِ۔ (رواه احمد الترمذی وابو داود)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۴۸۹/۱ حدیث رقم ۷۸۶۔ والترمذی فی السنن ۲۵۴/۵ حدیث رقم ۳۰۸۶۔ واحمد فی المسند ۵۷/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واسطے کہا کہ تم نے سورہ انفال کو جس کا تعلق مثانی میں سے ہے اور سورۃ برأت کہ جس کا تعلق مئین میں سے ہے پس تم نے ان دونوں سورتوں کو آپس میں نزدیک کر دیا اور تم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر دونوں سورتوں کے درمیان نہیں لکھی اور تم نے سورہ انفال کو سات لمبی سورتوں میں رکھا' ایسا کرنے کی کیا وجہ تھی؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ایسا زمانہ گزرتا تھا کہ اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورتیں آیتوں والی اترتی تھیں اور جس وقت قرآن کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا تھا آپ وحی لکھنے والے کو بلاتے۔ جیسے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ کے جو کہ وحی لکھنے والے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے یہ آیتیں سورت میں رکھ دیں کہ اس میں ایسا اور ایسا ذکر کیا گیا ہے یعنی مانند طلاق اور حج وغیرہ کے۔ پس جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی آیت نازل ہوتی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اس کو فلاں سورۃ میں رکھ دو کیونکہ اس میں ایسا اور ایسا ہے۔ اور سورۃ انفال ان تمام سورتوں سے پہلے نمبر پر ہے کیونکہ یہ مدینے میں نازل ہوئی اور سورہ برأت قرآن کریم کے اترنے میں آخر میں تھی اور قصہ سورۃ انفال کا سورۃ برأت کے مشابہ ہے۔ یعنی دونوں میں کافروں کے ساتھ لڑنے اور عہد توڑنے کا ذکر ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور ہمیں یہ بیان نہیں کیا کہ سورۃ انفال' سورۃ براءت ہی کا حصہ ہے یا نہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان نہ کرنے کے سبب اور ان دونوں سورتوں کے درمیان مشابہت ہونے کے باعث ہم نے ان دونوں سورتوں کو نزدیک کر دیا اور ہم نے ان دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر نہیں لکھی اور ہم نے وہ دونوں سورتیں سات لمبی سورتوں کے درمیان اکٹھی رکھ دیں لیکن دونوں سورتوں کے تعدد واتحاد کے شبہ ہونے کی وجہ سے دونوں کے درمیان فاصلہ چھوڑ دیا۔ اس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں سورتوں کی تقسیم کے بارے میں بتایا گیا ہے کلام اللہ کی سورتوں کو اس طرح تقسیم کیا گیا ہے سورہ بقرہ سے سورہ یونس تک کو طوال کہتے ہیں عربی میں طوال لمبے کو کہتے ہیں اور یہ سورتیں طویل ہیں اور سورہ یونس سے سورہ شعراء تک کو مئین کہتے ہیں اور مئین مائۃ کی جمع ہے۔ مائۃ عربی میں سَو (۱۰۰) کو کہتے ہیں اور یہ سورتیں سو آیتوں سے زیادہ ہیں۔ یا سو کے قریب ہیں اس لیے ان کو مئین کہتے ہیں اور سورہ شعراء سے سورہ حجرات تک کو مثانی کہتے ہیں اور وہ سَو (۱۰۰) آیتوں سے کم کی ہیں اور ان میں قصے مکرر ہیں اس لیے ان کا نام مثانی ہے اور سورۂ حجرات سے قرآن کے آخر تک کو مفصل کہتے ہیں اس لیے کہ ان سورتوں کے درمیان بسم اللہ کا فاصلہ نزدیک ہے۔

پھر مفصل کی تین اقسام ہیں: ① ایک طوال۔ ② دوسری اوساط۔ ③ تیسری قصار۔

سورہ حجرات سے والسماء ذات البروج تک کو طوالِ مفصل کہتے ہیں اور سورہ البروج سے لم یکن تک اوساط مفصل کہتے

ہیں اور لم یکن سے آخر تک کو قصار مفصل کہتے ہیں۔ پس ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہا انفال مثانی میں سے ہے اس لیے کہ سو (۱۰۰) آیتوں سے کم کی ہے اور سورہ براۃ مئین میں سے ہے اسلئے کہ سو(۱۰۰) آیتوں سے زیادہ ہے۔ ان کو آپس میں نزدیک کر کے طوال میں کیوں رکھا۔ انفال کو مثانی میں رکھتے اور براۃ کو مئین میں رکھتے اور پھر یہ کیا کہ ان کے درمیان بسم اللہ نہیں لکھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کا جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں کے مابین اشتباہ ہے۔ ایک وجہ سے یہ دونوں ایک سورت ہیں اس وجہ سے ان کو سبع طوال میں رکھنا چاہیے تھا اور بسملہ کا ان کے درمیان میں نہ رکھنا درست ہوا۔ لہٰذا ایک وجہ سے یہ دونوں دو سورتیں ہیں اس لیے درمیان میں فاصلہ چھوڑ دیا۔

ہم پر قرآنِ کریم کے حقوق

۱ پہلا حق:

ایمان و تعظیم

ماننے کا اصطلاحی نام ایمان ہے اور اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک ''اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ'' اور دوسرے ''تَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ'' اقرارِ لسانی دائرۂ اسلام میں داخلے کی شرطِ لازم ہے اور تصدیقِ قلبی حقیقی ایمان کا لازمہ ہے۔

قرآن پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے اس کا اقرار کیا جائے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' جو برگزیدہ فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اس اقرار سے انسان دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے' لیکن حقیقی ایمان اسے اُس وقت نصیب ہوتا ہے جب ان تمام امور پر ایک پختہ یقین اس کے قلب میں پیدا ہو جائے۔ پھر ظاہر ہے کہ جب یہ صورت پیدا ہو جائے گی تو خود بخود قرآن کی عظمت کا نقشِ قلب پر قائم ہو جائے گا اور جوں جوں قرآن پر ایمان بڑھتا جائے گا اس کی تعظیم و احترام میں بھی اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ گویا ایمان و تعظیم لازم و ملزوم ہیں۔

قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پر ایمان سب سے پہلے خود نبی کریم اور آپ کے ساتھی رضوان اللہ علیہم اجمعین لائے۔

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (البقرة: ۲۸۵)

''ایمان لایا رسولؐ اس پر جو نازل کیا گیا اس کی جانب اور (اس کے ساتھی) اہلِ ایمان۔''

﴿وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ......﴾ (طٰہٰ: ۱۱۴)

''قرآن کے لئے جلدی نہ کرو۔''

اور

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴾ (القيامة: ۱۶)

''قرآن (کو یاد کرنے) کی جلدی میں اپنی زبان کو (تیزی سے) حرکت نہ دو۔''

آنحضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قرآن سے اس گہرے شغف اور اس کی جانب اس قدر التفات کا سبب یہ تھا کہ انہیں یہ ''حق الیقین'' حاصل تھا کہ یہ اللہ کا کلام ہے ـــــ اس کے بالکل برعکس ہمارا حال ہے۔ قرآن کے مُنَزَّل من اللہ ہونے کا اقرار تو ہم کرتے ہیں' اور اس پر بھی خدا کا جتنا شکر کیا جائے کم ہے کہ اس نے ہمیں ان لوگوں میں پیدا فرمادیا جو قرآن کو خدا کا کلام مانتے ہیں' لیکن' اِلا ماشاء اللہ' اس کے کلامِ الٰہی ہونے کا یقین ہمیں حاصل نہیں اور درحقیقت یہی ہمارے قرآن سے بُعد اور اس کی جانب عدمِ التفات وتوجہ کا اصل سبب ہے۔ آپ شاید میری اس بات سے ناراض ہوں لیکن اگر ہم اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور ان کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ واقعی ہمارے قلوب قرآن پر یقین سے خالی ہیں اور ریب اور شک نے ہمارے دلوں میں ڈیرا ڈالا ہوا ہے۔ ہماری اس کیفیت کا نقشہ قرآن مجید نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:

﴿وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ﴾ (الشوریٰ: ۱۴)

''اور جو لوگ وارث ہوئے کتابِ الٰہی کے ان کے بعد وہ اس کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہیں۔''

لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے دل کو اچھی طرح ٹٹولے اور دیکھے کہ وہ قرآن مجید کو بس ایک متوارث مذہبی عقیدے (dogma) کی بنا پر ایک ایسی ''مقدس آسمانی کتاب'' سمجھتا ہے جس کا زندگی اور اس کے جملہ معاملات سے کوئی تعلق نہ ہو' یا اسے یقین ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے جو اس لئے نازل ہوا ہے کہ لوگ اس سے ہدایت پائیں اور اسے اپنی زندگیوں کا لائحہ عمل بنائیں۔

اگر دوسری بات ہے تو فھوالمطلوب' اور اگر پہلا معاملہ ہے' اور مجھے اندیشہ ہے کہ ہماری ایک عظیم اکثریت کے ساتھ یہی صورت ہے' تو پھر سب سے پہلے ایمان کی اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ اس لئے کہ قرآن مجید کے دوسرے تمام حقوق کی ادائیگی کا مکمل انحصار اسی پر ہے۔

اور اس آئینے کو صیقل کرنے اور انسان کی اس شمعِ باطن کے نور کو اجاگر کرنے کے لئے ہی کلامِ الٰہی ﴿تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰی لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ﴾[۴] بن کر نازل ہوا ہے۔ تلاشِ حق کی نیت سے اسے پڑھا اور اس پر غور وفکر کیا جائے تو سارے حجابات دُور ہوتے چلے جاتے ہیں اور انسان کا باطن نورِ ایمان سے جگمگا اٹھتا ہے۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ)) قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا جِلَاءُ هَا؟ قَالَ: ((كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ)) (بیهقی)

''بنی آدم کے قلوب بھی اسی طرح زنگ آلود ہو جاتے ہیں جیسے لوہا پانی پڑنے سے!'' دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! اس زنگ کو دُور کس چیز سے کیا جائے؟ فرمایا: ''موت کی بکثرت یاد اور قرآن مجید کی تلاوت!''

خلاصۂ کلام یہ کہ محض ایک متوارث عقیدے کے طور پر قرآن کو ایک مقدس آسمانی کتاب ماننے سے ہماری موجودہ صورتِ حال میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوسکتی اور قرآن مجید کے ساتھ عدم التفات کا جو رویہ ہمارا اس وقت ہے' وہ نہیں بدل سکتا۔ قرآن

مجید کے جو حقوق ہم پر عائد ہوتے ہیں ان کی ادائیگی کی اوّلین شرط یہ ہے کہ سب سے پہلے ہمارے دلوں میں یہ یقین پیدا ہو کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور ہماری ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے۔

۲ دوسرا حق:

تلاوت وترتیل

قرآن کے پڑھنے کے لئے خود قرآن مجید میں اگرچہ قراءت اور تلاوت دونوں الفاظ استعمال ہوئے ہیں، لیکن احترام و تعظیم کے ساتھ اسے ایک مقدس آسمانی کتاب سمجھتے ہوئے ذہنی اور نفسیاتی طور پر اپنے آپ کو اس کے حوالے کر کے اتباع اور پیروی کے جذبے کے ساتھ قرآن کو پڑھنے کے لئے اصل قرآنی اصطلاح ''تلاوت'' ہی کی ہے۔ اس لئے بھی کہ یہ لفظ صرف آسمانی صحیفوں کے پڑھنے کے لئے خاص ہے، جبکہ قراءت ہر چیز کے پڑھنے کے لئے عام ہے اور اس لئے بھی کہ تلاوت کا لغوی مفہوم ساتھ لگے رہنے اور پیچھے پیچھے آنے کا ہے، جبکہ قراءت مجرد جمع وضم کے لئے آتا ہے۔

عام گفتگو میں ابتداءً قراءت کا لفظ قرآن سیکھنے اور اس کے علم کی تحصیل کے لئے استعمال ہوتا تھا اور قاری عالمِ قرآن کو کہا جاتا تھا، لیکن بعد میں یہ اصطلاح قرآن کو اہتمام اور تکلف کے ساتھ قواعدِ تجوید کی خصوصی رعایت اور حروف کے مخارج کی صحت کا پورا پورا لحاظ کرتے ہوئے پڑھنے کے لئے خاص ہوتی چلی گئی، جبکہ تلاوت کا اطلاق عام طریقے پر انابت اور خشوع وخضوع کے ساتھ حصولِ برکت ونصیحت کی غرض سے قرآن پڑھنے پر ہونے لگا۔

تلاوتِ کلامِ پاک ایک بہت بڑی عبادت ہونے کے ساتھ ساتھ ایمان کو تروتازہ رکھنے کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔

اگر قرآن بس ایک مرتبہ پڑھ لینے کی چیز ہوتی تو کم از کم نبی اکرم ﷺ کو تو اس کے بار بار پڑھنے کی قطعاً کوئی حاجت نہ تھی۔ لیکن قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ؐ کو مسلسل قرآن پڑھتے رہنے کی بار بار تاکید ہوئی۔ عہدِ رسالت کے بالکل ابتدائی ایام میں تو انتہائی تاکیدی حکم ہوا کہ رات کا اکثر حصہ اپنے ربّ کے حضور میں کھڑے ہو کر ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھتے ہوئے بسر کرو۔ بعد کے ادوار میں بھی، خصوصاً جب مشکلات ومصائب کا زور ہوتا تھا اور صبر واستقامت کی خصوصی ضرورت ہوتی تھی، آنحضور ﷺ کو تلاوتِ قرآن ہی کا حکم دیا جاتا تھا۔ چنانچہ سورۃ الکہف میں ارشاد ہوا ہے:

﴿وَاتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتٰبِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝﴾ (الکہف: ۲۷)

''اور پڑھا کر جو وحی ہوئی تجھ کو تیرے پروردگار کی کتاب سے۔ کوئی اس کی باتوں کا بدلنے والا نہیں اور نہ ہی تو کہیں پا سکے گا اس کے سوا پناہ کی جگہ۔''

اور سورۃ العنکبوت میں ارشاد ہوا:

﴿اُتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ﴾ (العنکبوت: ۴۵)

''پڑھا کر جو وحی ہوئی تیری طرف کتابِ الٰہی اور قائم رکھ نماز کو!''

کتابِ الٰہی کے اصل قدر دانوں کی یہ کیفیت قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے کہ:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ﴾ (البقرة : ۱۲۱)

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔''

① تجوید

اس سلسلے میں سب سے پہلی ضروری چیز قرآن مجید کے حروف کی شناخت' ان کے مخارج کا صحیح علم اور رموزِ اوقاف قرآنی کی ضروری معلومات کی تحصیل ہے' جسے اصطلاحاً تجوید کہتے ہیں اور جس کے بغیر قرآن مجید کی صحیح اور رواں تلاوت ممکن نہیں۔ آج سے تیس چالیس سال قبل تک ہر مسلمان بچے کی تعلیم کی ابتدا اسی سے ہوئی تھی اور وہ سب سے پہلے قرآن کے حروف کی پہچان اور ان کی صحیح ادائیگی کی صلاحیت حاصل کرتا تھا۔ افسوس کہ اِدھر ایک عرصے سے مساجد و مکاتب کی تعلیم کے زوال اور کنڈر گارٹن قسم کے مدارس کے رواج کی بدولت یہ صورتِ حال پیدا ہو چکی ہے کہ مسلمان قوم کی نوجوان نسل کی ایک عظیم اکثریت حتیٰ کہ بہت سے بوڑھے اور ادھیڑ عمر کے لوگ بھی قرآن مجید کو ناظرہ پڑھنے پر بھی قادر نہیں۔ میں ایسے تمام حضرات سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنی اس کمی کا احساس کریں اور جلد از جلد اسے دُور کرنے کی کوشش کریں' اور خواہ وہ عمر کے کسی بھی مرحلے میں ہوں قرآن مجید کو صحیح پڑھنے کی صلاحیت لازماً پیدا کریں۔ ساتھ ہی ہمیں چاہئے کہ اپنی اولاد کے بارے میں یہ طے کرلیں کہ ان کی تعلیم کی ابتدا اسی سے ہوگی اور سب سے پہلے وہ قرآن کے حروف کی پہچان اور ان کو صحیح مخارج سے ادا کرنا سیکھیں گے اس معاملے میں حد سے زیادہ غلو تو اگرچہ اچھا نہیں لیکن قرآن مجید کو روانی کے ساتھ صحیح اصوات ومخارج اور رموزِ اوقاف کی رعایت و لحاظ کے ساتھ پڑھنے پر قادر ہونا تو ہر معمولی پڑھے لکھے انسان کے لئے بھی لازم اور قرآن مجید کے حق تلاوت کی ادائیگی کی شرطِ اوّلین ہے۔

② روزانہ کا معمول

قرآن مجید کے حق تلاوت کی ادائیگی کے لئے دوسری ضروری چیز یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن کو زندگی کے معمولات میں مستقل طور پر شامل کیا جائے اور ہر مسلمان تلاوت کا ایک مقررہ نصاب پابندی کے ساتھ لازماً پورا کرتا رہے۔ مقدارِ تلاوت مختلف لوگوں کے لئے مختلف ہو سکتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ مقدار جس کی آنحضور ﷺ نے توثیق فرمائی ہے' یہ ہے کہ تین دن میں قرآن ختم کیا جائے' یعنی دس پارے روزانہ پڑھے جائیں۔ اور کم سے کم مقدار' جس سے کم کا تصور بھی ماضی قریب تک نہ کیا جا سکتا تھا' یہ ہے کہ ایک پارہ روزانہ پڑھ کر ہر مہینے قرآن ختم کرلیا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ وہ کم از کم نصاب ہے جس سے کم پر تلاوتِ قرآن کے معمول کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ درمیانی درجہ جس پر اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم عامل تھے اور جس کا حکم بھی ایک روایت کے مطابق آنحضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیا تھا' یہ ہے کہ ہر ہفتے قرآن ختم کرلیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ صحابہؓ میں قرآن کی تقسیم سورتوں کے علاوہ صرف سات احزاب میں تھی جن میں سے پہلے چھ احزاب علی الترتیب تین' پانچ' سات' نو' گیارہ اور تیرہ سورتوں پر مشتمل ہیں اور ساتواں جو حزبِ مفصل کہلاتا ہے' بقیہ قرآن مجید پر مشتمل ہے۔ اس طرح ہر حزب کم وبیش چار پاروں کا بنتا ہے' جن کی تلاوت انتہائی سکون واطمینان کے ساتھ دو گھنٹوں میں کی جا سکتی ہے جو دن رات کے

عشر سے بھی کم ہے۔

تلاوتِ قرآن مجید کا یہ نصاب ہر اُس شخص کے لئے لازمی ہے جو دینی مزاج اور مذہبی ذوق رکھتا ہو اور قرآن مجید کا حق تلاوت ادا کرنے کا خواہش مند ہو' چاہے وہ عوام میں سے ہو یا اہلِ علم وفکر کے طبقے سے تعلق رکھتا ہو' اس لئے کہ جہاں تک روح کے تغذیہ وتقویت کا تعلق ہے اس کے اعتبار سے تو سب ہی اس کے محتاج ہیں۔ اس کے علاوہ عوام کو اس سے ذکر وموعظت حاصل ہوگی اور اہلِ علم وفکر حضرات اس سے اپنے علم کے لئے روشنی اور فکر کے لئے رہنمائی پائیں گے۔ حتیٰ کہ وہ حضرات بھی جو دن رات قرآن حکیم پر تفکر وتدبر میں لگے رہتے ہوں اور قرآن کی ایک ایک سورت پر برسوں غور وفکر کرتے اور اس کے مشکل مقامات پر عرصۂ دراز تک توقف کرتے ہوں' وہ بھی قرآن کی اس تلاوتِ مسلسل سے مستغنی نہیں' بلکہ ان کو اس کی دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ہی ضرورت ہے' اس لئے کہ قرآن کی تلاوتِ مسلسل سے اُن کی بہت سی مشکلیں ازخود حل ہوتی چلی جاتی ہیں اور بے شمار نئے پہلو سامنے آتے رہتے ہیں۔

③ خوش الحانی

قرآن کی تلاوت کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ ہر شخص اپنی حد تک بہتر سے بہتر اسلوب' اچھی سے اچھی آواز اور زیادہ سے زیادہ خوش الحانی سے قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ اس لئے کہ حسنِ سماعت کا ذوق کم وبیش ہر انسان میں ودیعت کیا گیا ہے اور اچھی آواز ہر شخص کو بھاتی ہے۔ اسلام دینِ فطرت ہے اور انسان کے کسی فطری جذبے کو یکسر ختم نہیں کرتا' بلکہ تمام فطری داعیات کو صحیح راستوں پر ڈالتا ہے۔ حسنِ نظر اور حسنِ سماعت انسان کے فطری داعیات میں سے ہیں۔ قرآن مجید کی خوبصورت اور خوش نما کتابت سے ایک مؤمن کے حسنِ نظر کو حقیقی تسکین حاصل ہوتی ہے اور اس کی خوش الحانی کے ساتھ قراءت اس کے ذوقِ سماعت کو آسودگی عطا کرتی ہے —— یہی وجہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے تاکیداً فرمایا ہے:

((زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِاَصْوَاتِكُمْ))

''قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو۔''

ساتھ ہی اس معاملے میں کوتاہی پر ان الفاظ میں تنبیہہ فرمائی کہ:

((مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ فَلَيْسَ مِنَّا))

''جو قرآن کو خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔''

اور اس کے لئے مزید تشویق کے لئے خبر دی ہے کہ:

((مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهٖ))

''اللہ تعالیٰ کسی چیز پر اس طرح کان نہیں لگاتا جس طرح نبیؑ کی آواز پر لگاتا ہے جبکہ وہ قرآن کو خوش الحانی کے ساتھ بآوازِ بلند پڑھ رہا ہوتا ہے۔''

اس معاملے میں بھی غلو اگرچہ مضر ہے' خصوصاً جب اس میں تصنع یا ریا شامل ہو جائیں اور اس کی صورت ایک پیشے کی بن جائے تب تو یہ مہلکات میں سے شمار ہونے والی چیز بن جاتی ہے' لیکن ہر شخص کو اپنے ذوقِ حسنِ سماعت کی تسکین بہر حال قرآن

کی تلاوت وسماعت ہی میں تلاش کرنی چاہئے' اور خود اپنے حدِ امکان تک اچھے سے اچھے طریقے پر تلاوت کی سعی کرنی چاہئے۔

④ آدابِ ظاہری و باطنی

قرآن کے حقِ تلاوت کی ادائیگی کی شرائط میں سے تلاوت کے کچھ ظاہری اور باطنی آداب بھی ہیں۔ یعنی یہ کہ انسان باوضو ہو' قبلہ رُخ بیٹھ کر تلاوت کرے' اور اس کی ابتدا تعوذ سے کرے --- پھر یہ کہ اس کا دل کلام اور صاحبِ کلام دونوں کی عظمت سے معمور ہو۔ حضورِ قلب' خشوع وخضوع اور انابت ورجوع الی اللہ کے ساتھ تلاوت کرے' اور خالص طلبِ ہدایت کی نیت اور قرآن حکیم کے تقاضوں کے مطابق اپنے آپ کو بدلنے کے عزمِ مصمم کے ساتھ قرآن کو پڑھے' اور مسلسل تذکر وتدبر اور تفہم وتفکر کرتا رہے اور اپنے خود ساختہ خیالات ونظریات کی سند قرآن سے حاصل کرنے کے لئے نہیں' بلکہ حتی الامکان معروضی طور پر اس سے ہدایت اخذ کرنے کے لئے پڑھے۔ اس لئے کہ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے' تلاوت کا لغوی مفہوم ''پیچھے لگنے'' اور ''ساتھ رہنے'' کا ہے' اور نفس میں حوالگی وسپردگی کی کیفیت تلاوت کا اصل جوہر ہے۔

⑤ ترتیل

تلاوت قرآن پاک کی اعلیٰ ترین صورت یہ ہے کہ نماز (خصوصاً تہجد) میں اپنے ربّ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو کر انتہائی سکون اور اطمینان کے ساتھ متذکرہ بالا تمام شرائط کی پابندی کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر اور توقف کرتے ہوئے قرآن پڑھا جائے جس سے قلب پر اثرات مترتب ہوتے چلے جائیں۔ قرآن کی اصطلاح میں اس قسم کی تلاوت کا نام ترتیل ہے اور نبی اکرم ﷺ کو جو احکام بالکل ابتدائی عہد رسالت میں ملے ان میں سے غالباً اہم ترین حکم یہی تھا کہ:

﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۞ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۞ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۞ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۞﴾

(المزمل: ۱۔۴)

''اے مزمل! رات کو کھڑے رہا کرو سوائے اس کے تھوڑے سے حصے کے' (یعنی) آدھی رات' یا اس سے کچھ کم یا اس سے کچھ زائد۔ اور قرآن کو پڑھا کرو ٹھہر ٹھہر کر۔''

﴿كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۞﴾ (الفرقان: ۳۲)

''اسی طرح (اتارا) تاکہ ہم اس کے ذریعے تمہارے دل کو ثبات عطا فرمائیں' چنانچہ پڑھ سنایا ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر۔''

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ترتیل تثبیت قلبی کا مؤثر ذریعہ ہے اور اس طرح قرآن پڑھنے سے قلبِ انسانی کو زیادہ سے زیادہ فیض وافادہ حاصل ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ شدتِ تاثر سے قلب پر گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابنِ عربی صاحبِ ''احکام القرآن'' نے ترتیل کی تفسیر میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضور ﷺ کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جو قرآن مجید اس طرح پڑھ رہا تھا کہ ایک ایک آیت پڑھتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ اس پر حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا: ''کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا قولِ مبارک ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ نہیں سنا؟ دیکھ لو یہ ہے ترتیل!'' قرآن مجید کو بطریقِ ترتیل تلاوت کرنے ہی کا حکم ہے آنحضور ﷺ کے اس قولِ مبارک میں کہ:

((اُتْلُوا الْقُرْآنَ وَابْکُوْا)) (ابن ماجه)

''قرآن کو پڑھو اور روؤ!''

چنانچہ خود نبی اکرم ﷺ کی صلوٰۃِ لیل کی یہ کیفیت روایات میں بیان ہوئی ہے کہ قرآن پڑھتے ہوئے جوشِ گریہ سے آپؐ کے سینۂ مبارک سے ایسی آواز نکلتی تھی جیسے کوئی ہانڈی چولہے پر پک رہی ہو۔

⑥ حفظ

اس ترتیل کی شرط لازم یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ قرآن یاد کیا جائے۔ بدقسمتی سے اس کا ذوق بھی ہمارے یہاں کم ہوتے ہوتے بالکل ختم ہوگیا ہے۔ ایک تو حفظِ قرآن کی صرف یہ صورت مروّج رہ گئی ہے کہ پورا کلامِ پاک حفظ کیا جائے اور اس کے لئے ظاہر ہے کہ بچپن ہی کا زمانہ موزوں ہوسکتا ہے' جبکہ کلامِ پاک کا مفہوم سمجھنے کا کوئی سوال ہی سرے سے پیدا نہیں ہوتا۔ اگرچہ اس کا ذوق بھی اب کم ہو رہا ہے اور الّا ماشاءاللہ حفظِ قرآن صرف غرباء کے ایک طبقے کے لئے ایک پیشہ بن کر رہ گیا ہے۔ حالانکہ بالکل ماضی قریب میں یہ حال تھا کہ شرفاء اور اچھے کھاتے پیتے گھرانوں میں حفظِ قرآن کا چرچا تھا اور ہندوستان کے بعض شہر تو ایسے بھی تھے جن میں اکثر گھروں میں کئی کئی حافظِ قرآن ہوتے تھے اور وہ گھرانا نہایت منحوس سمجھا جاتا تھا جس میں کوئی ایک شخص بھی حافظ نہ ہو۔ حفظِ قرآن کا یہ سلسلہ نہایت مبارک ہے اور حفاظتِ قرآن کی خدائی تدابیر میں سے ہے اور اس کی جانب بھی ازسرِنو توجہ وانہماک کی شدید ضرورت ہے' لیکن میں یہاں بالخصوص جس حفظ کا تذکرہ کر رہا ہوں وہ حفظ وہ ہے جو ترتیلِ قرآن کا حق ادا کرنے کے لئے ہر مسلمان پر واجب ہے' یعنی یہ کہ ہر مسلمان مسلسل زیادہ سے زیادہ قرآن یاد کرنے کے لئے کوشاں رہے تاکہ اس قابل ہوسکے کہ رات کو اپنے ربّ کے حضور میں کھڑے ہوکر اس کا کلام اسے سنا سکے! افسوس ہے کہ اس کا ذوق بالکل ہی ختم ہوگیا ہے حتیٰ کہ علماء تک اس سے مستغنی ہوگئے ہیں' اور ائمہ مساجد جنہیں قرآن مجید سے سب سے زیادہ شغف ہونا چاہئے ان کا حال بھی یہ ہوگیا ہے کہ بس جتنا قرآن کبھی یاد کرلیا تھا اسی پر قناعت کئے بیٹھے ہیں اور ادل بدل کر انہی حصوں کو نمازوں میں پڑھتے رہتے ہیں۔

③ تیسرا حق:

تذکر و تدبر

ماننے اور پڑھنے کے بعد تیسرا حق قرآن مجید کا یہ ہے کہ اسے ''سمجھا'' جائے اور ظاہر ہے کہ کلامِ الٰہی نازل ہی اس لئے ہوا ہے اور اس پر ایمان کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ اس کا فہم حاصل کیا جائے۔ بغیر فہم کے مجرد تلاوت کا جواز ایسے لوگوں کے لئے تو ہے جو پڑھنے لکھنے سے بالکل محروم رہ گئے ہوں اور اب تعلیم کی عمر سے بھی گزر چکے ہوں۔ ایسے لوگ اگر ٹوٹے پھوٹے طریق پر تلاوت کرلیں تو بھی بہت غنیمت ہے اور اس کا ثواب انہیں ضرور ملے گا' بلکہ ایک ایسا ان پڑھ شخص جو ناظرہ بھی نہ پڑھ سکتا ہو اور اب اس کے لئے اس کا سیکھنا بھی ممکن نہ ہو' اگر اس یقین کے ساتھ کہ قرآن اللہ کا کلام ہے' اسے کھول کر بیٹھتا ہے اور محبت وعقیدت اور احترام وتعظیم کے ساتھ اس کی سطور پر محض انگلی پھیرتا رہتا ہے تو اس کے لئے اس کا یہ عمل بھی یقیناً موجب ثواب وبرکت ہو

گا۔لیکن پڑھے لکھے لوگ جنہوں نے تعلیم پر زندگیوں کا اچھا بھلا عرصہ صرف کر دیا ہو اور دنیا کے بہت سے علوم وفنون حاصل کئے ہوں مادری ہی نہیں غیر ملکی زبانیں بھی سیکھی ہوں اگر قرآن مجید کو بغیر سمجھے پڑھیں تو عین ممکن ہے کہ وہ قرآن کی تحقیر وتوہین اور تمسخر واستہزاء کے مجرم گردانے جائیں اور اس اعراض عن القرآن کی سزا تلاوت کے ثواب سے بڑھ جائے۔الا یہ کہ وہ قرآن کا علم حاصل کرنے کا عزم کرلیں اور اس کے لئے سعی وجدوجہد شروع کر دیں تو درمیانی عرصے میں اگر مجرد تلاوت بھی کرتے رہیں تو امید ہے کہ اس کا اجر انہیں ملتا رہے گا۔

''سمجھ'' کے لئے یوں تو قرآن مجید نے فہم وفکر اور عقل وفقہ کے قبیل کے تمام ہی الفاظ استعمال کئے ہیں لیکن عجیب بات یہ ہے کہ فہم قرآن کے لئے وسیع ترین اصطلاح جو قرآن میں سب سے زیادہ استعمال ہوئی ہے وہ ذکر وتذکر کی ہے۔چنانچہ خود قرآن اپنے آپ کو جا بجا ذکر ذکریٰ اور تذکرہ کے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے۔یہ اصطلاح درحقیقت فہم قرآن کی اوّلین منزل کا پتہ بھی دیتی ہے اور اس کی اصل غایت اور حقیقی مقصود کا سراغ بھی اس سے ملتا ہے اور ساتھ ہی اس سے اس حقیقت کی طرف بھی رہنمائی ہوتی ہے کہ تعلیماتِ قرآنی نفسِ انسانی کے لئے کوئی اجنبی چیز نہیں ہیں بلکہ یہ درحقیقت اس کی اپنی فطرت کی ترجمانی ہے اور اس کی اصل حیثیت ''یاددہانی'' کی ہے نہ کہ کسی نئی بات کے ''سکھانے'' کی ——— قرآن تمام ذی شعور انسانوں کو جنہیں وہ ''اُولُوا الْاَلْبَابِ'' اور ''قَوْمٌ یَّعْقِلُوْنَ'' قرار دیتا ہے تفکر اور تعقل کی دعوت دیتا ہے اور اس کا اوّلین میدان خود آفاق وانفس کو قرار دیتا ہے جو آیاتِ الٰہی سے بھرے پڑے ہیں۔ساتھ ہی وہ انہیں آیاتِ قرآنی میں بھی تفکر وتعقل کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ:

﴿كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ (یونس : ٢٤)

''اسی طرح ہم کھولتے ہیں اپنی آیات ان لوگوں کے لئے جو تفکر کریں۔''

اور فرمایا:

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (النحل : ٤٤)

''اور اتارا ہم نے تم پر ذکر کہ تم جو کچھ لوگوں کے لئے اتارا گیا ہے اس کی وضاحت کرو تا کہ وہ تفکر کریں۔''

اسی طرح:

﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ (البقرة : ٢٤٢)

''اسی طرح اللہ اپنی آیات کی وضاحت فرماتا ہے تا کہ تم تعقل کر سکو۔''

اور:

﴿اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ (الزخرف : ٣)

''ہم نے اسے قرآن عربی بنا کر اتارا تا کہ تم اسے سمجھ سکو۔''

اس ''تذکر'' کی احتیاج ہر انسان کو ہے خواہ وہ عوام الناس میں سے ہو خواہ خواص کے طبقے سے تعلق رکھتا ہو۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''تذکر'' کے لئے قرآن کو انتہائی آسان بنا دیا ہے اور قرآن کی ایک ہی سورت میں چار مرتبہ یہ فرما کر کہ:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (القمر: ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰)

''ہم نے آسان بنا دیا ہے قرآن کو ذکر کے لئے' تو ہے کوئی یاددہانی سے فائدہ اٹھانے والا؟''

ہر انسان پر حجت قائم کر دی ہے کہ خواہ وہ کتنی ہی کم اور کیسی ہی معمولی استعداد کا حامل کیوں نہ ہو' فلسفہ و منطق اور علوم و فنون سے کتنا ہی نابلد اور زبان و ادب کی نزاکتوں اور پیچیدگیوں سے کتنا ہی ناواقف کیوں نہ ہو' وہ قرآن سے تذکر کر سکتا ہے' بشرطیکہ اس کی طبع سلیم اور فطرت صحیح ہو اور ان میں ٹیڑھ اور کجی راہ نہ پا چکی ہو ——— اور وہ قرآن کو پڑھتے ہوئے اس کا ایک سادہ مفہوم روانی کے ساتھ سمجھتا چلا جائے۔

میرے نزدیک عربی زبان کی کم از کم اتنی تحصیل کہ قرآن مجید کا سرسری مفہوم انسان کی سمجھ میں آ جائے' ہر پڑھے لکھے مسلمان پر قرآن کا وہ حق ہے جس کی عدم ادائیگی نہ صرف قرآن بلکہ خود اپنے آپ پر بہت بڑا ظلم ہے۔

قرآن نے اپنے محلِ تدبر ہونے کو بایں الفاظ خود واضح فرمایا ہے کہ:

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (ص: ۲۹)

''(یہ قرآن) ایک کتاب مبارک ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی تاکہ لوگ اس کی آیات پر تدبر کریں اور سمجھ دار لوگ نصیحت حاصل کریں۔''

اور عدم تدبر کا گلہ ان الفاظ میں کیا ہے:

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ﴾ (النساء: ۸۲)

''کیا یہ لوگ قرآن پر تدبر نہیں کرتے؟''

اور

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ (محمد: ۲۴)

''کیا یہ تدبر نہیں کرتے قرآن پر؟ یا دلوں پر لگے ہوئے ہیں ان کے قفل؟''

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں کسی عارف کا ایک قول نقل کیا ہے جس سے قرآن کی عام تلاوت برائے تذکر اور اس پر گہرے غور و فکر کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ وہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک ختم تو قرآن مجید کا ہر جمعہ کو کر لیتا ہوں' ایک ختم میں ماہانہ کرتا ہوں اور ایک سالانہ' اور ایک اور ختم بھی ہے جس میں میں تیس سال سے مشغول ہوں اور تا حال فارغ نہیں ہو سکا۔

قرآن کو بطریقِ تدبر پڑھنے کی شرائط بڑی کڑی ہیں اور ان کا پورا کرنا اس کے بغیر ہرگز ممکن نہیں کہ ایک انسان اپنے آپ کو بس اسی کے لئے وقف کر دے اور اپنی پوری زندگی کا مصرف صرف تعلیم و تعلّم قرآن ہی کو بنا لے۔ اس کے لئے اوّلاً عربی زبان کے قواعد کا گہرا اور پختہ علم ضروری ہے۔ پھر اس کے ادب کا ایک ستھرا ذوق اور فصاحت و بلاغت کا عمیق فہم لازمی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ جس زبان میں قرآن نازل ہوا ہے اس کا صحیح فہم اس کے بغیر ممکن نہیں کہ ادب جاہلی کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے اور دورِ جاہلی کے شعراء و خطباء کے کلام سے ممارست بہم پہنچائی جائے۔ پھر اسی پر بس نہیں' قرآن نے خود اپنی مخصوص اصطلاحات وضع کی ہیں اور اپنے خاص اسالیب ایجاد کئے ہیں جن سے انسان ایک طویل مدت تک قرآن کو پڑھتے رہنے اور اس پر غور کرتے

رہنے کے بعد ہی مانوس ہوتا ہے ـــــ اس کے علاوہ نظمِ قرآن کا فہم بجائے خود تدبرِ قرآن کی راہ کی ایک کٹھن منزل ہے اور مصحف کی موجودہ ترتیب کی حکمت کا علم جو ترتیبِ نزولی سے قطعاً مختلف ہے اور اوّلاً مختلف سورتوں اور پھر ہر سورت کی آیتوں کے باہمی ربط و تعلق کو سمجھنا ایسا مشکل مرحلہ ہے جس پر بڑے بڑے اصحابِ عزم و ہمت تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ کوئی آسان کام نہیں! اسی لئے اس پر ہر شخص مکلّف بھی نہیں۔ یہ کام اوّل تو ہے ہی صرف ان لوگوں کے کرنے کا جو علم کی ایک فطری پیاس لے کر ہی پیدا ہوتے ہیں اور جن کے ذہنوں میں ایسے سوالات از خود پیدا ہو جاتے ہیں جن کا حل عقل کی جملہ وادیاں طے کئے بغیر ممکن ہی نہیں ہوتا۔ یہ لوگ طلبِ علم پر اسی طرح ''مجبور'' ہوتے ہیں جیسے ایک بھوکا تلاشِ غذا پر یا ایک پیاسا تحصیلِ ماء پر۔ ایسے ہی لوگ مسلسل ''رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا'' کی دعا کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں' اور اگر صحیح رہنمائی میسر آ جائے تو علم و حکمت سے حصہ وافر پاتے ہیں۔ ''تدبرِ قرآن'' اصلاً تو ایسے ہی لوگوں کے کرنے کا کام ہے' ویسے ہر ''طالبِ علم'' اپنی اپنی استعداد اور اپنی اپنی محنت کے مطابق اس سے فیض یاب ہو سکتا ہے اور اس کے لئے ایک عام تشویق ہی کے لئے آنحضور ﷺ نے فرمایا:

((خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ)) (صحیح بخاری' عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ)

''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔''

اور قرآن حکیم نے ایک عام ہدایت دی کہ:

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ......﴾

(التوبہ : ۱۲۲)

''پس کیوں نہیں نکلتا ہر ہر فرقے میں سے ان کا ایک گروہ تا کہ سمجھ پیدا کرے دین میں۔''

یہ ''تفقّه فی الدّین'' ''تدبرِ قرآن کا وہ ثمرہ ہے جس کے لئے آنحضور ﷺ نے چیدہ چیدہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے دعا فرمائی ہے اور جس کا آپ ﷺ نے ((خِیَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ)) کے کلئے کے ساتھ بطورِ شرط تذکرہ فرمایا ہے' یعنی یہ کہ ((اِذَا فَقِهُوْا))

۴ چوتھا حق:

حکم و اقامت

''ایمان و تعظیم'' ''تلاوت و ترتیل'' اور ''تذکر و تدبر'' کے بعد قرآن مجید کا چوتھا حق ہر مسلمان پر یہ ہے کہ وہ اس پر عمل کرے۔ اور ظاہر ہے کہ ماننا' پڑھنا اور سمجھنا' سب فی الاصل عمل ہی کے لئے مطلوب ہیں۔ اس لئے کہ قرآن مجید نہ تو کوئی جادو یا جنتر منتر کی کتاب ہے جس کا پڑھ لینا ہی دفعِ بلیات کے لئے کافی ہو' نہ یہ محض حصولِ برکت کے لئے نازل ہوا ہے کہ بس اس کی تلاوت سے ثواب حاصل کر لیا جائے یا اس کے ذریعے جان کنی کی تکلیف کو کم کر لیا جائے۔ اور نہ ہی یہ محض تحقیق و تدقیق کا موضوع ہے کہ اسے صرف ریاضتِ ذہنی کا تختۂ مشق اور نکتہ آفرینیوں اور خیال آرائیوں کی جولانگاہ بنا لیا جائے ـــــ بلکہ جیسا کہ

اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے'یہ ''هُدًى لِّلنَّاسِ'' یعنی انسانوں کے لئے رہنمائی ہے'اور اس کا مقصدِ نزول صرف اس طرح پورا ہو سکتا ہے کہ لوگ اسے واقعتاً اپنی زندگیوں کا لائحہ عمل بنالیں۔

یہی وجہ ہے کہ خود قرآن حکیم اور اُس ذاتِ اقدس نے جس پر یہ نازل ہوا (ﷺ) اس بات کو بالکل واضح فرمادیا ہے کہ قرآن پر عمل نہ کیا جائے تو اس کی تلاوت یا اس پر غور وفکر کے کچھ مفید ہونے کا کیا سوال' خود ایمان ہی معتبر نہیں رہتا۔ چنانچہ قرآن مجید نے دوٹوک فیصلہ سنادیا کہ:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝﴾ (المائدة : ٤٤)

''اور جو فیصلہ نہ کرے اس کے مطابق کہ جو اللہ نے نازل فرمایا تو ایسے ہی لوگ تو کافر ہیں۔''

اور آنحضرت ﷺ نے مزید وضاحت فرمادی کہ:

① ((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ)) (شرح السنة)

''تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشِ نفس اس (ہدایت) کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔''

② ((مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهٗ)) (ترمذی شریف)

''جو شخص قرآن کی حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہرائے وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتا۔''

ایک ایسے شخص کا معاملہ تو مختلف ہے جو ابھی تلاشِ حق میں سرگرداں ہو اور قرآن کو پڑھ اور سمجھ کر ابھی اس کی حقانیت کے عدم یا اثبات کا فیصلہ کرنا چاہتا ہو' لیکن جو لوگ قرآن کو کتابِ الٰہی تسلیم کریں ان کے لئے اس سے استفادے کی شرطِ لازم یہ ہے کہ وہ اپنی زندگیوں کے رُخ کو قرآن کی سمت میں عملاً موڑ دینے اور اس کے ہر تقاضے کو پورا کرنے کی حتی الامکان سعی کے عزمِ مصمم کے بعد قرآن کو پڑھیں۔ چاہے اس میں انہیں کیسے ہی کسر وانکسار' ترک واختیار اور قربانی وایثار کے ساتھ سابقہ پیش آئے۔ بلکہ جیسا کہ اس سے قبل ''تلاوت'' کے لغوی مفہوم کے ضمن میں عرض کیا جا چکا ہے' واقعہ یہ ہے کہ قرآن کی ہدایت تامہ تو درحقیقت ''منکشف'' ہی صرف ان لوگوں پر ہوتی ہے جو اپنے آپ کو اس کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر کے اس کا مطالعہ کریں — اس عزمِ صادق کے بعد بھی ایک طویل مجاہدے اور کٹھن ریاضت کے بعد ہی نفسِ انسانی میں تسلیم وانقیاد کی وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے جو آنحضور ﷺ کے اس قولِ مبارک میں بیان ہوئی جو ابھی میں نے آپ کو سنایا تھا۔ یعنی:

((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ))

''تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشِ نفس اس (ہدایت) کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔''

نفسِ انسانی میں اس کیفیت کا پیدا ہو جانا قرآن کی ''ہدایت تامہ'' کا نقطۂ آغاز ہے۔ پھر جوں جوں اس کتابِ ہدایت سے تمسک بڑھتا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ۝﴾ (محمد : ١٧)

''اور جو لوگ راہ یاب ہوئے تو ان کو مزید عطا ہوئی سوجھ اور نصیب ہوئی پرہیز گاری۔''

یعنی انسان قرآن کی انگلی پکڑ کر اس کے ساتھ ساتھ چلنے کی کوشش عملاً شروع کر دے تو صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائے گا اور درجہ بدرجہ رشد و ہدایت میں ترقی کرتا چلا جائے گا ـــــ ورنہ اس کی تلاوت صرف وقت کا ضیاع ہی نہ ہوگی بلکہ عین ممکن ہے کہ اس کے لئے موجب لعنت ہو۔ جیسا کہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں بعض عارفین کا قول نقل فرمایا کہ قرآن کے بہت سے پڑھنے والے ایسے ہیں جنہیں سوائے لعنت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جب وہ پڑھتا ہے کہ: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ یعنی اللہ کی لعنت ہو جھوٹوں پر، تو اگر وہ خود جھوٹا ہے تو یہ لعنت اسی پر ہوئی! اسی طرح جب ایک قاری تلاوت کرتا ہے کہ:

﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ﴾ (البقرة : ۲۷۹)

''اور اگر ایسے نہیں کرتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ سے۔''

رہا ان لوگوں کا معاملہ جو قرآن حکیم پر تحقیق و تدقیق، غور و فکر اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے ہوں، لیکن خود اس کے تقاضوں کی ادائیگی سے غفلت برتیں تو ان کا معاملہ تو سب سے بڑھ کر سنگین ہو جاتا ہے اور ان کی یہ ساری کد و کاوش اور تحقیق و جستجو صرف ذہنی عیاشی ہی نہیں 'تلعّب بالقرآن' یعنی ع ''بازی بازی باریش بابا ہم بازی!'' کے مصداق قرآن کے ساتھ کھیل کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ نتیجتاً ان کے اپنے حصے میں بھی قرآن سے ہدایت نہیں ضلالت آتی ہے۔

﴿يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ﴾ (البقرة : ۲۶)

''گمراہ کرتا ہے (اللہ تعالیٰ) اس سے بہت سوں کو اور ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعے بہت سوں کو۔''

اور خلقِ خدا کے لئے بھی یہ طرح طرح کے فتنوں کا باعث اور نت نئی گمراہیوں اور ضلالتوں کا سبب بنتے ہیں، اس لئے کہ ان کا سارا ''قرآنی فکر'' اس آیت قرآنی کا مصداق بن جاتا ہے کہ:

﴿فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ﴾ (آلِ عمران : ۷)

''تو وہ پیچھے پڑتے ہیں متشابہات کے تاکہ فتنہ پیدا کریں اور ان کی حقیقت و ماہیت معلوم کریں۔''

یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے جنہیں ''تدبرِ قرآن'' کا خاص ذوق عطا ہوا تھا اور جو کئی کئی برس ایک ایک سورت پر غور و فکر اور تدبر و تفہم میں صرف کر دیتے تھے ان کے بارے میں یہ تصریح ملتی ہے کہ ان کے اس توقف کا اصل سبب یہ ہوتا تھا کہ وہ قرآن کے علم کی تحصیل کے ساتھ ساتھ اس پر پورے پورے عمل کا بھی حتی المقدور اہتمام کرتے تھے اور اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک انہیں یہ اطمینان نہیں ہو جاتا تھا کہ جتنا کچھ انہوں نے سیکھا اور پڑھا ہے اس پر عمل کی توفیق بھی انہیں حاصل ہو گئی ہے ـــــ آپ شاید یہ معلوم کر کے حیران ہوں کہ صحابۂ کرام ﷺ قرآن کی کسی سورت یا اس کے کسی حصے کے حفظ کا مطلب صرف یہ نہیں سمجھتے تھے کہ اسے یاد کر لیا جائے، بلکہ یہ سمجھتے تھے کہ اس کا علم و فہم بھی حاصل ہو جائے اور اس پر عمل کی توفیق بھی بارگاہِ ربّ العزت سے ارزانی ہو جائے اور اس طرح قرآن ان کے فکر و عمل دونوں پر حاوی ہو جائے۔

غرضیکہ ـــــ قرآن سے استفادے کی صحیح صورت صرف یہ ہے کہ اس کا جتنا جتنا علم و فہم انسان کو حاصل ہو اُسے وہ ساتھ

کے ساتھ اپنے اعمال و افعال' عادات و اطوار اور سیرت و کردار کا جزو بنتا چلا جائے اور اس طرح قرآن مجید مسلسل اس کے ''خُلق'' میں سرایت کرتا چلا جائے۔ بصورتِ دیگر اس کا خدشہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اس قولِ مبارک کے مطابق کہ: ((اَلْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَّكَ اَوْ عَلَيْكَ)) (قرآن یا تو تمہارے حق میں حجت بنے گا یا تمہارے خلاف) قرآن کا علم و فہم الٹا انسان کے خلاف حجت قاطع اور اس کی بدعملی پر سزا و عقوبت کی شدت میں اضافے کا سبب بن جائے۔

یہاں یہ وضاحت البتہ ضروری ہے کہ ''عمل بالقرآن'' کے دو پہلو ہیں' ایک انفرادی اور دوسرا اجتماعی۔ قرآن مجید کے ایسے تمام احکام جو انسان کی انفرادی و نجی زندگی سے متعلق ہوں یا جن پر عمل کا اختیار اسے فی الفور حاصل ہو اُن کو بجالانے پر ہر انسان اسی دم مکلف ہو جاتا ہے جس دم وہ اس کے علم میں آئیں اور ان کے معاملے میں تاخیر و تعویق کا کوئی جواز سرے سے موجود نہیں ہے۔ ایسے احکام کی اطاعت و تعمیل میں کوتاہی وہ جرمِ عظیم ہے جس کی سب سے بڑی سزا خذلان اور سلبِ توفیق کی شکل میں ملتی ہے' حتیٰ کہ قول و کردار اور علم و عمل کا یہ فرق و تفاوت اور ﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ﴾ کی یہ کیفیت بالآخر نفاق پر منتج ہوتی ہے۔ یہی حقیقت ہے جو آنحضور ﷺ کے اس قولِ مبارک میں بیان ہوئی کہ:

((اَكْثَرُ مُنَافِقِيْ اُمَّتِيْ قُرَّاءُهَا)) (مسند احمد)

''میری اُمت کے منافقین کی سب سے بڑی تعداد قراء کی ہے۔''

لہٰذا سلامتی کی راہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ قرآن کا جس قدر علم بھی انسان کو حاصل ہو اس پر وہ حتی الامکان فوری طور پر عمل شروع کر دے۔

جس طرح فہمِ قرآن کے لئے قرآن مجید کی وسیع تر اصطلاح ''تذکر'' ہے اسی طرح قرآن پر ''عمل'' کے لئے قرآن کی سب سے جامع اور کثیر الاستعمال اصطلاح ''حُكم بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ'' ہے۔

''حکم'' کے ذیل میں قرآن مجید نے اصل الاصول تو یہ متعین کیا کہ:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ (الانعام: ۵۷' یوسف: ۴۰ و ۶۷)

''حکم (کا اختیار) سوائے اللہ کے اور کسی کو حاصل نہیں۔''

پھر خود قرآن مجید کو ''حکم'' قرار دیا:

﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا﴾ (الرعد: ۳۷)

''اور اسی طرح اتارا ہم نے اسے حکم بنا کر عربی زبان میں۔''

اور نبی اکرم ﷺ کا فرضِ منصبی یہ قرار دیا کہ:

﴿اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰىكَ اللّٰهُ﴾ (النساء: ۱۰۵)

''بے شک اتاری ہم نے تجھ پر کتاب حق کے ساتھ تاکہ تو فیصلہ کرے لوگوں کے مابین اس سوجھ کے ساتھ جو اللہ نے تجھ کو عطا فرمائی ہے۔''

اور سورۃ المائدۃ میں دوٹوک فیصلہ سنا دیا کہ جو لوگ اللہ کی کتاب کے مطابق ''حکم'' نہ کریں وہی کافر' ظالم اور فاسق ہیں۔

(آیات ۴۴‘۴۵‘۴۶ اور ۴۷)

’’حکم‘‘ کا مفہوم ایک لفظ میں ادا کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ لفظ ’’فیصلہ‘‘ ہی ہوسکتا ہے۔لیکن اس کی اصل حقیقت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ بات پیشِ نظر رہے کہ انسان میں اصل اہمیت کی چیزیں دو ہیں‘ ایک اس کا فکر اور دوسرے اس کا عمل۔ ’’حکم‘‘ ایک ایسی جامع اصطلاح ہے جو بیک وقت ان دونوں کا احاطہ بھی کرتی ہے اور خاص طور پر ان کے ربط و تعلق کو واضح اور ان کے مقام اتصال کو نمایاں کرتی ہے۔

آسمانی کتابوں پر عمل کے لئے قرآن مجید کی دوسری اصطلاح ’’اقامت‘‘ کی ہے‘ جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے بارے میں فرمایا گیا کہ:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ﴾ (المائدة : ٦٦)

’’اور اگر وہ قائم رکھتے تورات اور انجیل کو‘ اور اس کو جو نازل ہوا اُن کی جانب ان کے ربّ کی طرف سے‘ تو کھاتے اپنے اوپر سے بھی اور اپنے پاؤں کے نیچے سے بھی۔‘‘

اور اس کے متصلاً بعد یہ فیصلہ سنا دیا گیا:

﴿قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (المائدة : ٦٨)

’’کہہ دو (اے محمد ﷺ)! اے اہل کتاب! جب تک تم تورات‘ انجیل اور جو تمہارے ربّ کی طرف سے تمہاری جانب نازل کیا گیا ہے اسے قائم نہ کرو تم کسی بنیاد پر نہیں ہو۔‘‘

اس نظام عدل وقسط کے قیام کا تذکرہ کمالِ اجمال وغایتِ اختصار کے ساتھ تو سورۃ الحدید کی اس آیت میں ہوا ہے کہ:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (آیت ٢٥)

’’ہم نے بھیجے اپنے رسول کھلی نشانیاں دے کر اور اتاری ان کے ساتھ کتاب اور میزان تاکہ لوگ سیدھی طرح انصاف پر قائم رہیں!‘‘

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ﴾

’’اور جس معاملے میں بھی تمہارے مابین اختلاف ہو اُس کے فیصلے کا حق اللہ ہی کو ہے۔‘‘

پھر آیت نمبر ۱۳ میں اس حکمِ الٰہی کے دین وشریعت کی شکل میں ڈھلنے کی تفصیل بیان ہوئی ہے کہ:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾

’’راستہ مقرر کر دیا تمہارے لئے دین میں وہی جس کا حکم دیا تھا نوح کو اور جو وحی کیا ہم نے (اے نبیؐ) تیری طرف اور جس کا حکم دیا ہم نے ابراہیم‘ موسیٰ اور عیسیٰ کو‘ کہ قائم رکھو دین اور مت اختلاف میں پڑو اس کے

بارے میں!''

پھر آیت نمبر ۱۵ میں آنحضور ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا گیا:

﴿فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ﴾

''پس تو اسی کی دعوت دے اور قائم رہ جیسا حکم ہوا تجھے اور مت پیچھے چل ان کی خواہشوں کے اور کہہ دے کہ میں ایمان لایا اس کتاب پر جو نازل فرمائی ہے اللہ نے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے مابین عدل کرو۔''

پھر آیت نمبر ۱۷ میں اس پوری بحث کا خاتمہ ان جامع الفاظ پر ہوا کہ:

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ۝﴾

''اللہ ہی تو ہے جس نے اتاری کتابِ کامل حق کے ساتھ اور میزان بھی۔ اور تجھے کیا خبر، شاید قیامت قریب ہی ہے۔''

قرآن مجید تشتت و انتشار اور افتراق و اختلاف کا اصل سبب ''بَغْيًا بَيْنَهُمْ'' کو قرار دیتا ہے، چنانچہ سورۃ الشوریٰ کے اس دوسرے رکوع میں بھی ''وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ'' کے تاکیدی حکم کے بعد آیت نمبر ۱۴ میں تفرقہ و انتشار کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ:

﴿وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ﴾

''اور نہیں تفرقے میں پڑے مگر اسکے بعد کہ ان کے پاس 'العلم' پہنچ چکا' ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کی غرض سے۔''

۵ پانچواں حق:

تبلیغ و تبیین

ماننے، پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کے علاوہ قرآن مجید کا ایک اور حق بھی ہر مسلمان پر حسبِ صلاحیت و استعداد عائد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ وہ اسے دوسروں تک پہنچائے۔

پہنچانے کے لئے قرآن حکیم کی اصل اور جامع اصطلاح ''تبلیغ'' ہے، لیکن تبلیغ کے پہلو بھی بہت سے ہیں اور مدارج و مراتب بھی۔ حتیٰ کہ تعلیم بھی تبلیغ ہی کا ایک شعبہ اور تبیین بھی اسی کا ایک بلند تر درجہ ہے۔

قرآن حکیم خود اپنے مقصدِ نزول کی تعبیر ان الفاظ میں کرتا ہے:

﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ﴾ (ابراهیم : ۵۲)

''یہ (قرآن) پہنچا دینا ہے لوگوں کے لئے اور تا کہ وہ اس کے ذریعے خبردار کر دیئے جائیں۔''

اور نبی اکرم ﷺ پر اپنے نزول کا اوّلین مقصد یہ قرار دیتا ہے کہ:

﴿وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ﴾ (الانعام : ۱۹)

''اور وحی کیا گیا میری طرف یہ قرآن تا کہ میں تمہیں اور جنہیں بھی یہ پہنچ جائے انہیں اس کے ذریعے خبر دار کر دوں۔''

ساتھ ہی اس بات کو غیر مبہم الفاظ میں واضح کر دیتا ہے کہ اس قرآن پاک کی بلا کم و کاست اور بعینہٖ تبلیغ آنحضور ﷺ کا وہ فرضِ منصبی ہے جس میں ادنیٰ کوتاہی بھی فرائضِ نبوت و رسالت میں تقصیر شمار ہوگی۔ چنانچہ سورۃ المائدۃ میں انتہائی تاکیدی حکم دیا گیا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ﴾ (المائدة : ٦٧)

''اے رسولؐ! جو کچھ تم پر تمہارے ربّ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کی (بلا کم و کاست) تبلیغ کرو، اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے خدا کے فرضِ رسالت کو ادا نہیں کیا۔''

بعثت کی پہلی ساعت سے لے کر حیاتِ دُنیوی کی آخری گھڑی تک مسلسل تیئیس سال آنحضور ﷺ اپنے اس فرضِ منصبی کی ادائیگی کے لئے محنت و مشقت اٹھاتے اور شدائد و مصائب برداشت کرتے رہے اور اس عرصہ میں آپؐ کی دعوت اگرچہ بہت سے مراحل سے گزری جن میں آپؐ کی مصروفیات بہت متنوع نظر آتی ہیں، لیکن اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پورے عرصے میں آپؐ کی جدوجہد کا اصل محور قرآن مجید ہی رہا، اور اسی کی تلاوت و تبلیغ اور تعلیم و تبیین میں آپؐ مسلسل مصروف رہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں چار مقامات پر آپؐ کے طریقِ دعوت و تبلیغ اور نہجِ اصلاح و انقلاب کی وضاحت ان الفاظ میں ہوئی ہے کہ:

﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ﴾

(آل عمران : ١٦٤، الجمعة : ٢)

''وہ (آنحضور ﷺ) تلاوت کرتے ہیں ان پر اس (خدا) کی آیات، اور تزکیہ کرتے ہیں ان کا، اور تعلیم دیتے ہیں ان کو کتاب اور حکمت کی۔''

بحالاتِ موجودہ یہ ایک بہت دُور کی بات اور سہانا خواب معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ واقعی صورت حال یہ ہے کہ وہ اُمت کو قرآن کو اقوام و اُممِ عالم تک پہنچانے کی ذمہ دار بنائی گئی تھی آج اس کی محتاج ہے کہ خود اسے قرآن ''پہنچایا'' جائے۔ لہٰذا اس وقت اصل ضرورت اس کی ہے کہ خود اُمت مسلمہ میں تعلیم و تعلّمِ قرآن کی ایک رَو چل نکلے اور مسلمان درجہ بدرجہ قرآن سیکھنے اور سکھانے میں لگ جائے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا، تبلیغ ہی کا ایک شعبہ تعلیم بھی ہے اور اسی کا ایک اعلیٰ درجہ وہ ہے جسے قرآن حکیم ''تبیین'' کا نام دیتا ہے۔ یعنی یہ کہ قرآن مجید کو صرف ''پہنچا'' ہی نہ دیا جائے بلکہ اس کی پوری وضاحت کی جائے۔ اور ایک تو جیسا کہ میں نے قرآن پر تدبر کے ضمن میں عرض کیا تھا، لوگوں کے ذہنوں کے قریب ہو کر کلام کیا جائے اور قرآن کا نورِ ہدایت وگوں کی نگاہوں کے عین سامنے روشن کر دیا جائے اور دوسرے یہ کہ اس کی سُور و آیات کے مدلولات و متضمنات کو پوری طرح کھول دیا جائے۔ قرآن حکیم نے اپنے آپ کو ''بیان'' کے لفظ سے بھی تعبیر کیا ہے، جیسے:

﴿هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۞﴾ (آلِ عمران : ١٣٨)

''یہ وضاحت ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت اور نصیحت ہے ڈرنے والوں کے لئے۔''

اور اپنے لئے ''مبین'' اور اپنی آیات کے لئے ''بیّنات'' اور ''مبیّنات'' کی صفات کا استعمال نہایت کثرت سے کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ کتب الٰہی کی تبیین وتوضیح انبیاءِ کرام علیہم السلام کی ذمہ داری بھی ہے اور ان اُمتوں کی بھی جو ان کی حامل بنائی جاتی ہیں' جیسا کہ آنحضور ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا گیا کہ:

﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ (النحل : ٤٤)

''اور اتاری ہم نے تجھ پر یہ ''یاددہانی'' تا کہ تو واضح کر دے لوگوں کے سامنے جو کچھ اترا ہے ان کے لئے۔''

اور اہلِ کتاب کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان سے تبیین کتاب کا عہد لیا گیا تھا:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ﴾ (آلِ عمران : ١٨٧)

''اور جب عہد لیا اللہ نے ان سے جنہیں عطا فرمائی گئی کتاب' کہ اس کو واضح کرو گے لوگوں کے لئے۔''

لیکن جب انہوں نے اپنے اس فرض کو ادا نہ کیا اور اُلٹا کتمانِ حق کے مرتکب ہوئے تو لعنت خداوندی کے مستحق قرار دیئے گئے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝﴾ (البقرة : ١٥٩)

''بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں اس واضح تعلیم اور ہدایت کو جو ہم نے نازل فرمائی ہے اس کے بعد کہ واضح کر دیا ہم نے اس کو لوگوں کے لئے اپنی کتاب میں' تو لعنت کرتا ہے ان پر اللہ اور لعنت کرتے ہیں سب لعنت کرنے والے۔''

اس ''تبیین'' کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ہر قوم پر اس کی عام زبان اور آسان محاورے میں سہل انداز سے قرآن مجید کا سرسری مفہوم واضح کر دیا جائے۔ اس لئے کہ کسی قوم کے لئے تبیینِ قرآن اس کی اپنی زبان ہی میں ہو سکتی ہے' جیسا کہ فرمایا گیا کہ:

﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ﴾ (ابراهيم : ٤)

''اور ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر بولی بولنے والا اپنی قوم ہی کی تا کہ واضح کر دے ان پر (اللہ کا پیغام)۔''

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ﴾

''ان لوگوں کی مثال جو حاملِ تورات بنائے گئے' پھر نہ اٹھایا انہوں نے اس (کی ذمہ داری) کو' اس گدھے کی سی ہے جو کتابوں کا بوجھ پیٹھ پر لادے پھر رہا ہو۔''

اور پھر اس کے فوراً بعد واضح کر دیا گیا کہ ان کا طرزِ عمل آیاتِ الٰہی کی تکذیب کے مترادف ہے۔

﴿بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ﴾

''بُری ہے مثال ان لوگوں کی جو جھٹلاتے ہیں اللہ کی آیات کو۔''

اور ساتھ ہی یہ سنت اللہ بھی بیان کر دی گئی ہے کہ:

﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾

''اور اللہ (ایسے) ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

مَیں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرا یا آپ کا شمار اللہ کے نزدیک ان لوگوں میں ہو اور دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں صحیح معنی میں قرآن کا حامل بنائے۔

سورۃ الفرقان کی اس آیتِ کریمہ میں کہ:

﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝﴾ (آیت ۳۰)

''اور کہا رسولؐ نے اے میرے ربّ! میری قوم نے اس قرآن کو نظرانداز کر دیا''

اگرچہ اصلاً تذکرہ ان کفار کا ہے جن کے نزدیک قرآن سرے سے کوئی قابلِ التفات چیز ہے ہی نہیں' لیکن قرآن کے وہ ماننے والے یقیناً اسکے ذیل میں آتے ہیں جو عملاً قرآن کے ساتھ عدم توجہ والتفات کی روش اختیار کریں۔ چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

''آیت میں اگرچہ مذکور صرف کافروں کا ہے تاہم قرآن کی تصدیق نہ کرنا' اس میں تدبر نہ کرنا' اس پر عمل نہ کرنا' اس کی تلاوت نہ کرنا' اس کی تصحیح قراءت کی طرف توجہ نہ کرنا' اس سے اعراض کر کے دوسری لغویات یا حقیر چیزوں کی طرف متوجہ ہونا' یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ہجرانِ قرآن کے تحت میں داخل ہو سکتی ہیں''۔

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَاجْعَلْهُ لَنَا اِمَامًا وَّنُوْرًا وَهُدًى وَّرَحْمَةً اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنَا مِنْهُ مَا نَسِيْنَا وَعَلِّمْنَا مِنْهُ مَا جَهِلْنَا وَارْزُقْنَا تِلَاوَتَهٗ آنَاءَ اللَّيْلِ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لَنَا حُجَّةً يَّا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ۔

(آمین)

''پروردگار! ہم پر قرآن عظیم کی بدولت رحم فرما اور اسے ہمارے لئے پیشوا' نور اور ہدایت و رحمت بنا دے۔ پروردگار! اس میں سے جو کچھ ہم بھولے ہوئے ہیں وہ ہمیں یاد کرا دے اور جو ہم نہیں جانتے ہمیں سکھا دے۔ اور ہمیں توفیق عطا فرما کہ اس کی تلاوت کریں راتوں کو بھی اور دن کے حصوں میں بھی اور بنا دے اسے دلیل ہمارے حق میں اے تمام جہانوں کے پروردگار!'' (آمین)

کِتَابُ الدَّعْوَاتِ

یہ کتاب دُعاؤں کے بیان میں ہے

دُعا کا معنی ہے ادنیٰ کا اعلیٰ سے بطریق عاجزی کچھ طلب کرنا اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ تمام شہروں کے اہل فتویٰ کا اتفاق ہے۔ یعنی تمام زمانے میں وہ متفق رہے ہیں کہ دُعا کرنا مستحب ہے اور دلیل ان کی یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے واضح دلائل کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کا فعل اس پر شاہد ہے کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام دُعا کرتے تھے۔

اور بعض زہاد اور اہل معارف نے کہا ہے کہ دعاء کو ترک کرنا اپنی قسمت پر راضی ہونے کی خاطر اور مولیٰ کی رضا پر راضی ہونے کی وجہ سے افضل ہے۔ بعض زہاد کا قول خاص کیفیت وحالت پر محمول ہے۔ بعضوں کو ایک حالت ہوتی ہے کہ اس میں رضا بقضاء غالب ہوتی ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال تھا کہ آگ میں ڈالتے وقت جبرئیل علیہ السلام نے دُعا کے لئے کہا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میرا حال جانتا ہے مجھے سوال کی ضرورت نہیں ہے۔

الفصل الاول:

قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت کی شفاعت کریں گے

۱/۲۱۰۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِیٍّ دَعْوَتَهٗ وَاِنِّیْ اخْتَبَاْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِیْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیَامَةِ فَهِیَ نَائِلَةٌ اِنْشَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِیْ لَایُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا۔ (رواہ مسلم و للبخاری اقصر منه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۱۷۰ حدیث رقم ٦٣٦١۔ ومسلم فی صحیحه ٤/۲۰۰۷ حدیث رقم (۸۸-۲٦۰) وأحمد المسند ۲/۳۱۷۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے لئے ایک دُعا ہوتی ہے جو قبول کی جاتی ہے پس ہر نبی نے دُعا کرنے میں جلدی کی اور تحقیق میں نے اپنی امت کی شفاعت کے واسطے اپنی دُعا چھپا رکھی ہے اور قیامت کے دن تک مؤخر کردی ہے۔ پس وہ ان شاء اللہ میری امت میں سے اس شخص کو پہنچنے والی ہے جو اس حال

میں دنیا سے رخصت ہو کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے اور بخاری شریف کی روایت اس سے کمتر ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ ہر نبی نے دُعا کی اور آپ ﷺ نے اپنی امت کی خاطر دعا کو چھپائے رکھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر نبی کو دُعا کا حکم فرماتا تھا۔ کہ وہ اپنے مخالفین کی تباہی کے لئے بددعا کرے اور وہ کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ قبول فرماتا تھا۔ پس ہر نبی نے اپنی دُعا کی جلدی کی۔ جیسے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی امت کی بددعا کے لئے دُعا کی۔ یہاں تک کہ ان کی امت طوفان میں غرق کی گئی اور حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کے لئے بددعا کی یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام کی آواز کے ساتھ ہلاک ہوگئی اور میں نے اپنی دُعا کو چھپا رکھا ہے یعنی ان کی ایذا پر صبر کیا ہے اور ان کے لئے بددُعا نہیں کی اس لئے کہ میں رحمۃ للعالمین ہوں اور میں نے اس دُعا کو قیامت تک موقوف رکھا ہے کہ اس کے بدلے ہر اس شخص کے لئے شفاعت کرونگا کہ وہ باایمان مرا ہو۔ اگر چہ گنہگار تھا۔ شفاعت کئی قسم کی ہوگی اور بعض تو حضور ﷺ کی شفاعت کی وجہ سے دوزخ میں داخل نہیں ہونگے اور بعض دوزخ سے جلدی نکل جائیں گے اور بعض لوگ جنت میں جلدی سے داخل ہو جائیں گے اور بعضوں کے درجے جنت میں بلند ہوں گے۔ اللّٰھم ارزقنا شفاعۃ نبینا علیہ الف الف صلوٰۃ۔

نبی کریم ﷺ جہان والوں کے لئے رحمت بن کر آئے

۲/۲۱۰۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيْهِ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَیُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اٰذَيْتُهٗ شَتَمْتُهٗ لَعَنْتُهٗ جَلَدْتُّهٗ فَاجْعَلْهَا لَهٗ صَلٰوةً وَّزَكَاةً وَّقُرْبَةً تُقَرِّبُهٗ بِهَا اِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/ ۱۳۹ حدیث رقم ۶۳۳۸۔ ومسلم فی صحیحه ۴/ ۲۰۶۳ حدیث رقم (۷۔ ۶۷۸)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا یا الٰہی میں نے تجھ سے ایک حاجت مانگی ہے مجھے اس کے ساتھ بہرہ مند کر دیجئے اور مجھے اس میں ناامید نہ کر۔ یعنی میں امیدوار ہوں کہ میری حاجت ضرور پوری ہوگی۔ وہ حالت یہ ہے کہ میں ایک انسان ہوں۔ پس جس مؤمن کو میں نے کوئی تکلیف پہنچائی ہو یا میں نے اس کو برا بھلا کہا ہو یا میں نے اس پر لعنت کی ہو یا میں نے اس کو مارا ہو تو ان سب چیزوں کو تو رحمت کا باعث' گناہوں سے پاکی کا ذریعہ اور اپنی نزدیکی کا ذریعہ بنادے کہ تو سب چیزوں کے ذریعے روزِ قیامت اس کو اپنا قرب عطا کرے۔ اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں لفظ فانما انا بشر۔ یہ عذر کی تمہید ہے کہ میں بھی آدمی ہوں کہ میں بتقاضائے بشریت کبھی خفا بھی ہو جاتا ہوں اور لفظ فَاَیُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اس چیز کے بیان اور تفصیل کے لئے ہے کہ جس کا حضور ﷺ نے اپنے اس قول سے التماس کیا: اَللّٰهُمَّ اتَّخَذْتُ عَهْدًا۔ پس حاصل یہ کہ جس کو ایذا دوں یہ رحمت کا سبب بنے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دن اپنے حجرے سے نماز کے لئے نکلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس آئیں اور انہوں نے آپ ﷺ سے کوئی چیز مانگی اور مانگنے میں مبالغہ کیا اور حضور ﷺ کا دامن پکڑ لیا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: قطع اللّٰہ یدك۔ یعنی اللہ تیرے

ہاتھ کاٹے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا اور اپنے حجرے میں تنگدل ہو کر بیٹھ گئیں۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور ان کو اس طرح دیکھا تو خوش کرنے کے لئے فرمایا: اللّٰھم انی اتخدت عندك عھدًا! جب کسی کے لئے بدعا کرے تو مسنون یہ ہے کہ اس کے لئے اس کے بدلے دُعا کرے۔

دُعا کرتے وقت خدا تعالیٰ پر پورا یقین ہونا چاہئے

۳/۲۱۰۷ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي اِنْ شِئْتَ اِرْحَمْنِي اِنْ شِئْتَ اُرْزُقْنِي اِنْ شِئْتَ وَلْيَعْزِمْ مَسْأَلَتَهُ اِنَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَلَا مُكْرِهَ لَهُ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ١١ ١٣٩ حديث رقم ٦٣٣٨۔ ومسلم فی صحيحه ٢٠٦٣/٤ حديث رقم (٧۔ ٦٧٨)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی دُعا مانگے تو یہ نہ کہے اے الٰہی! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اگر چاہے تو مجھ پر رحم کرے اور اگر چاہے تو مجھ کو روزی دے اور چاہیے کہ اپنے مانگنے میں عزم بالجزم کرے۔ شک کا کلمہ نہ کہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں ہے۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دُعا مضبوط ارادے سے مانگنی چاہیے یعنی مانگتے وقت عزم بالجزم ہونا چاہیے اور آدمی کہے یا اللہ ہمارا مطلب پورا کردے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے یہ نہ کہو کہ اگر چاہے تو دے۔ اس لئے یہ قبول کرنے میں شک کرنا ہے اور وہ اپنے وعدہ میں خلاف نہیں کرتا اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہے کہ تم دُعا کرو میں قبول کروں گا اور اللہ پر زبردستی کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے تو لہٰذا یہ کہنا بے فائدہ ہے کہ اگر چاہے تو دے۔

دُعا عزم بالجزم سے مانگو

۴/۲۱۰۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي اِنْ شِئْتَ وَلٰكِنْ لِيَعْزِمْ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ اَعْطَاهُ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ٢٠٩٥/٤ حديث رقم (٩۔ ٢٧٣٥)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس وقت تم میں سے کوئی دُعا مانگے پس یہ نہ کہے۔ الٰہی مجھ کو بخش اگر تو چاہے۔ لیکن بغیر شک کے یقین کے ساتھ طلب کرے اور رغبت زیادہ کرے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز دینا مشکل نہیں ہے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ دُعا عزم بالجزم یعنی پختہ یقین کے ساتھ مانگنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے کسی چیز کا عطاء کرنا مشکل نہیں ہے اس لیے بڑی رغبت اور یقین کے ساتھ مانگو۔

اللہ تعالیٰ سے ناامید نہیں ہونا چاہیے

۵/۲۱۰۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رَحْمٍ مَالَمْ يَسْتَعْجِلْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْاِسْتِعْجَالُ ؟ قَالَ يَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ اَرَ يُسْتَجَابُ لِيْ فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ٢٠٩٥/٤ حديث رقم (٩٠ ـ ٢٧٣٥)۔ (١) الترمذى فى السنن حديث رقم ٣٥٥٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بندے کی دُعا قبول کی جاتی ہے جب تک وہ گناہ کی دُعا نہ مانگے ۔ یا رشتہ توڑنے کی دُعا نہ مانگے ۔ جب تک وہ جلدی نہ کرے ۔ کہا گیا یا رسول اللہ! جلدی کیا ہے؟ فرمایا: وہ کہے کہ تحقیق میں نے دُعا مانگی اور تحقیق میں نے دُعا مانگی ۔ یعنی اکثر بار میں نے دُعا مانگی ۔ پس میں نے دیکھا کہ میری دُعا قبول نہ ہوئی ۔ پھر وہ تھک جائے اور دُعا مانگنا چھوڑ دے ۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ مؤمن کی دُعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ گناہ کی دُعا نہیں مانگتا جیسے کہ کہے یا اللہ مجھے فلاں آدمی کے قتل پر قدرت دے دے اور حال یہ ہو کہ وہ مسلمان ہو ۔ یا یہ کہے کہ یا اللہ مجھے شراب نصیب کر ۔ یا یہ کہے کہ فلاں آدمی کو بخش دے اور وہ یقیناً کافر مرا ہو اور اسی طرح محال چیزوں کا مانگنا بھی اسی طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا بیداری کی حالت میں دیکھنا اور رشتہ ناتہ توڑنا جیسے کہ یہ کہے اے اللہ مجھ میں اور میرے باپ میں جدائی ڈال دے ۔ حاصل یہ ہے کہ مؤمن کی دُعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک وہ گناہ اور ناتہ توڑنے کی دُعا نہیں کرتا اور دُعا کی قبولیت میں جلدی نہیں کرتا اور جب گناہ کی دُعا وغیرہ کرتا ہے تو قبول نہیں کی جاتی اور تھک ہار کر دُعا کرنا چھوڑ دینا بندے کے لئے مناسب نہیں ہے کہ دُعا کرنے سے تھک جائے اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور قبولیت میں تاخیر اس لئے ہوتی ہے کہ اس خیر کا ابھی وقت نہیں آیا ہوتا کیونکہ اس کے لئے ازل سے ایک وقت مقرر ہے یا اس لئے کہ ازل سے اس کی دُعا کا قبول ہونا دنیا میں نہیں ہوتا پس اس کو اس کے عوض آخرت میں ثواب دے دیا جاتا ہے یا قبولیت میں تاخیر اس لئے کی جاتی ہے ۔ تاکہ مانگنے میں مبالغہ کرے ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ دُعا میں مبالغہ کرنے والے کو دوست رکھتا ہے ۔

غائب کی دُعا غائب کے لئے بہت جلد قبول ہوتی ہے

۶/۲۱۱۰ وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ عِنْدَ رَاْسِهٖ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِاَخِيْهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهٖ اٰمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ۔

(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ٢٠٩٤/٤ ۔ حديث رقم (٨٦ ـ ٢٧٣٢)۔ وابن ماجه فى السنن ٩٦٦/٢ حديث رقم ٢٨٩٥۔ واحمد فى المسند ١٩٥/٥۔

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ مسلمان آدمی کی دُعا اپنے مؤمن بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے یعنی غائب

آدمی کی دُعا غائب کے لئے قبول کی جاتی ہے۔ اس کے لئے ایک فرشتہ متعین کر دیا جاتا ہے یعنی دُعا مانگنے والے کے لئے ایک فرشتہ متعین کیا جاتا ہے جب وہ اپنے بھائی کے لئے بھلائی کی دُعا مانگتا ہے معین کیا گیا فرشتہ کہتا ہے کہ یا اللہ اس کی دُعا قبول کر اور یہ بھی کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ غائب کی دُعا غائب کے لئے بہت جلد قبول ہوتی ہے اور اسی طرح اگر کسی مسلمان بھائی کے سامنے دل ہی دل میں دُعا کی جائے تو وہ بھی خلوص کی وجہ سے اس میں داخل ہے اور فرشتہ کہتا ہے یعنی فرشتہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! اس کے بھائی کے حق میں اس کی دُعا قبول کر اور دُعا کرنے والے کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ تمہیں بھی اس طرح ملے جس طرح تو دوسرے کے لئے دُعا کرتا ہے۔

بددُعا کرنے سے ممانعت

۷/۲۱۱۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَوْلَادِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَمْوَالِکُمْ لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰہِ سَاعَۃً یُّسْئَلُ فِیْھَا عَطَاءٌ فَیَسْتَجِیْبُ لَکُمْ۔

(رواہ مسلم)

اخرجہ ابوداؤد فی السنن ۸۸/۲ حدیث رقم ۱۵۳۲۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جانوں کے خلاف بددعا نہ کرو اور نہ ہی اپنی اولاد کے خلاف بددعا کرو اور نہ ہی اپنے مالوں (یعنی غلام اور لونڈیوں اور جانوروں) کے خلاف بددعا کرو۔ مبادا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی ساعت نہ ہو کہ اس میں اللہ تعالیٰ ہر سوال کو پورا کرتا ہے پس تمہاری بددعا قبول ہو جائے اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے قبول کر لے اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ کسی کو بددعا نہیں دینی چاہیے کیونکہ بعض اوقات قبولیت کے ہوتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو اس وقت تم بددعا کرو اور تمہاری بددعا قبول ہو جائے یا تم اپنے اوپر یا اپنی اولاد کے خلاف بددعا کرو اور وہ قبول ہو جائے پھر پشیمان ہو۔ بعض نادان غصے اور مصیبت کے وقت اپنے خلاف بددعا کرتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔

ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ مظلوم کی بددُعا سے ڈرو۔ یہ کتاب الزکوٰۃ میں مذکور ہے۔

الفصل الثالث:

ہر حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگو

۸/۲۱۱۲ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّعَاءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ ثُمَّ قَرَأَ وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداود والنسائی وابن ماجۃ)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۲۷۹/۴ حدیث رقم ۴۰۴۹۔ وابن ماجہ ۱۲۵۸/۲ حدیث رقم ۳۸۲۸ واحمد فی المسند ۲۶۷/۴۔

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا دُعا عبادت ہے پھر یہ آیت پڑھی اور تمہارے پروردگار نے کہا کہ مجھ سے دُعا مانگو میں تمہارے لئے قبول کرونگا۔ اس کو امام احمدؒ، ترمذیؒ، ابوداؤد، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ دعا مانگنا عبادت ہے۔ اس لئے کہ دُعا ایسی عبادت ہے کہ بندہ اس میں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور سوائے حق تعالیٰ کے ہر چیز سے مُنہ پھیرتا ہے اور امید و ڈر اس کے سوا کسی سے نہیں رکھتا اور دُعا میں اخلاص حمد و شکر اور اللہ سے سوال اور وحدانیت کا اظہار کیا جاتا ہے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے دُعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف التفات ہوتا ہے۔ دُعا کر کے اللہ کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل عاجز کر کے بندگی میں کمال کا اظہار کیا جاتا ہے اور دُعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے استعانت کی جاتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس حدیث کی توثیق کے لئے بطور سند ایک آیت اس لئے پڑھی تا کہ معلوم ہو جائے کہ دُعا مامور بہ ہے یعنی اس کے مانگنے کا حکم ہے اور اس پر ثواب ہوتا ہے اور جو چیز اس طرح کی ہو وہ عبادت ہے اور آیت میں بھی یہ دلیل ہے اس پر کہ دُعا عبادت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾ (المؤمن: ٦٠) یعنی جو لوگ مجھ سے مانگنے میں تکبر کرتے ہیں قریب ہے کہ دوزخ میں ذلیل و خوار ہو کر داخل ہونگے۔

دُعا عبادت کا مغز ہے

۹/۲۱۱۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۲۵/۵ حدیث رقم ۳٤۳۱۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دُعا عبادت کا مغز ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ دُعا عبادت کا خلاصہ اور اس کا مقصود بالذات ہے۔ اس لیے کہ عبادت کی حقیقت ہے اور اس کا خلاصہ عاجزی اور اپنے آپ کو ذلیل سمجھنا ہے اور دُعا کا حاصل یہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ چیز دُعا ہے

۱۰/۲۱۱٤ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَمُ عَلَی اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة وقال الترمذی هذا حدیث حسن غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۲۵/۵ ۳٤۲۹۔ وابن ماجه ۱۲۵۸/۲ حدیث رقم ۳۸۲۹۔ واحمد فی المسند ۳٦۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ معزز (یعنی بزرگ) چیز دُعا ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور ابن ماجہؒ اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ اذکار و عبادات میں سے کوئی چیز دُعا کے برابر نہیں ہے پس یہ اللہ تعالیٰ

کے قول: ﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط﴾ کے منافی نہیں ہے۔

دُعا تقدیر کو بدل دیتی ہے

۱۱/۲۱۱۵ وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمَرِ اِلَّا الْبِرُّ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۳۰۳/۳ حدیث رقم ۲۲۲۵۔ وابن ماجہ ۳۵/۱ حدیث رقم ۹۰۔ (۱) البخاری فی صحیحہ ۱۷۹/۱۰ حدیث رقم ۵۷۲۹۔

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دُعا کے علاوہ تقدیر کو کوئی چیز نہیں پھیرتی اور عمر سوائے نیکی کے زیادہ نہیں ہوتی۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ تقدیر سے مراد ایک مکروہ چیز کا اترنا ہے جس سے آدمی ڈرتا ہے اور جب بندے کو دُعا کی توفیق ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دور کر دیتا ہے اور تقدیر دو قسم پر ہے۔ ایک مبرم اور دوسری معلق تقدیر مبرم میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوتا اور تقدیر معلق میں بعض اسباب سے تغیر و تبدل ہوتا ہے پس یہاں تقدیر معلق مراد ہے اور نیکی کے علاوہ عمر کو کوئی چیز زیادہ نہیں کرتی۔ عمر کی زیادتی تقدیر معلق کے اعتبار سے ہے تقدیر میں لکھا جاتا ہے اگر نیکی کرے گا اتنی عمر ہوگی اور اگر نہ کرے گا تو اتنی ہوگی۔ اس کی صورت یہ ہے کہ لوح محفوظ میں لکھا جاتا ہے مثلاً اگر حج نہ کرے گا یا جہاد نہ کرے گا تو اس کی عمر چالیس برس کی ہوگی اور اگر حج اور جہاد کرے گا اس کی عمر ساٹھ برس کی ہوگی اور جب صرف ایک ہی چیز کی ہوگی اس کی عمر چالیس سے زیادہ نہ ہوگی۔ پس اس کی انتہائی عمر ساٹھ برس تھی اور بعضوں نے اس کے معنی یہ کہے ہیں جب نیکی کی تو اس کی عمر ضائع نہیں ہوتی بلکہ زیادہ ہوتی ہے۔

اپنے اوپر دُعا کو لازم کرلو

۱۲/۲۱۱۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدُّعَاءَ یَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ یَنْزِلْ فَعَلَیْکُمْ عِبَادَ اللّٰہِ بِالدُّعَاءِ۔ (رواہ الترمذی ورواہ احمد عن معاذبن جبل وقال الترمذی ھذا حدیث غریب)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۲۱۲/۵ حدیث رقم ۳۶۱۶۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دُعا نفع دیتی ہے اس چیز سے کہ جو اتری اور اس چیز سے کہ جو نہیں اُتری۔ پس اللہ کے بندو! اپنے اوپر دُعا کو لازم کرلو۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور امام احمدؒ نے معاذ بن جبلؓ سے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نازل ہونے والی مصیبت ہے اس کو دُعا دفع کر دیتی ہے اگر وہ تقدیر معلق ہوتی ہے اور اگر وہ مبرم ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ صبر عطاء فرماتا ہے۔ پس اس مصیبت پر تحمل کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ پھر وہ یہ نہیں چاہتا کہ نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ لذت محسوس کرتا ہے جیسا کہ اہل دنیا نعمتوں سے لذت پاتے ہیں اور دُعا نفع دیتی ہے اس کو بلا کو نہیں اتارتی یعنی اس بلا کو اترنے نہیں دیتی بلکہ روک لیتی ہے۔

انسان کو وہی چیز ملے گی جو اس کے مقدر میں ہے

۱۳/۲۱۱۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَدْعُوْا بِدُعَاءٍ اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ مَاسَأَلَ اَوْكَفَّ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهٗ مَالَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْقَطِيْعَةِ رَحْمٍ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۳۰/۵ ۔ حدیث رقم ۳۴۴۱۔ واحمد فی المسند ۳۶۰۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ وہ دُعا مانگے مگر اللہ تعالیٰ اس کو عطا کرتا ہے یعنی جو مانگتا ہے دیتا ہے یعنی اگر ازل سے اس کو دینا مقدر ہوتا ہے یا اس سے برائی کو بند کر دیتا ہے اس کے مانند۔ یعنی اس چیز کا دینا اس کے مقدر میں لکھا ہوا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نہ دینے کی وجہ سے گناہوں کو دور کر دیتا ہے۔ لیکن اگر وہ گناہ کی چیز مانگتا ہے تو گناہ کی دُعا مانگنے اور ناتے کو توڑنے کی سے وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو دور نہیں کرتا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو وہی کچھ ملے گا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے اگر وہ گناہ یا رشتہ ناتہ توڑنے کے لیے دُعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دُعا قبول نہیں فرماتے اگر اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز نہیں دینا چاہتے تو نہ دینے کے عوض اللہ تعالیٰ اس سے برائی کو دور کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے فضل و مہربانی کا سوال کرو

۱۴/۲۱۱۸ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّسْأَلَ وَاَفْضَلُ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۲۵/۵ حدیث رقم ۳۶۴۲۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے فضل مانگو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے کہ اس سے فضل مانگا جائے اور بہترین عبادت کشادگی کا انتظار کرنا ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ اللہ ربّ العزت سے کشادگی کا منتظر رہے۔ یعنی غم کے دور ہونے اور بلا کے دفع ہونے کا امیدوار رہے۔ غیر اللہ کے سامنے شکوہ شکایت نہ کرے۔ یہ صبر کی طرف اشارہ ہے اور بے شک صبر کی جزا بے حد و حساب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو

۱۵/۲۱۱۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۲٦/٥ حدیث رقم ٣٤٣٣۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جوشخص اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔اس کوامام ترمذیؒ نےنقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس لئے کہ انسان کواللہ رب العزت سے سوال کرنا چاہیے۔اس لیے کہ خدا سے نہ مانگنا اور سوال کوترک کر دینا تکبر ہے۔

بہترین دُعاعافیت کی دُعا ہے

۱۶/۲۱۲۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فُتِحَ لَهٗ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَمَا سُئِلَ اللّٰهُ شَيْئًا يَعْنِيْ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يُّسْأَلَ الْعَافِيَةَ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۱۲/٥ حدیث رقم ٣٦١٦۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ وہ شخص جس کے واسطے دُعا کادروازہ کھول دیا گیا یعنی اس کو بہت زیادہ دُعا کی شرائط وآداب کے ساتھ توفیق دے دی گئی تو اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے کہ کبھی اس کو مانگی ہوئی چیزمل جاتی ہے اور کبھی اس کی وجہ سے اس کی بیماری دفع ہوجاتی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس چیز سے زیادہ محبوب سوال کوئی نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا جائے۔اس کوامام ترمذیؒ نےنقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگا کرو۔اللہ تعالیٰ عافیت مانگنے کو بہت زیادہ پسند کرتا ہے اس کے برعکس اور چیز کے مانگنے کواتنا پسندنہیں کرتا اور عافیت کے معنی ہیں تمام آفات اور بیماریوں اور بلاؤں سے دنیاوآخرت میں اور ظاہری وباطنی مکروہات سے سلامتی وحفاظت اور یہ سب بھلائیوں کوشامل ہے۔يُّسْأَلُ اللّٰهُ الْعَافِيَةَ۔

۱۷/۲۱۲۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّسْتَجِيْبَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ الشَّدَائِدِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءَ فِي الرَّخَاءِ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۳۰/٥ حدیث رقم ٣٤٤٥۔

ترجمہ: "اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا جس شخص کے لئے یہ بات پسندیدگی اور خوشی کا باعث ہو کہ تنگی اور سختی کے وقت اللہ تعالیٰ اس کی دُعا قبول کرے تو اسے چاہئے کہ وہ وسعت وفراخی کے زمانہ میں بہت دُعا کرتا رہے۔"اس روایت کوترمذی نےنقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔"

اللہ تعالیٰ غافل کی دعاقبول نہیں کرتا

۱۸/۲۱۲۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُوا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب۔

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۷۹/٥ حدیث رقم ٣٥٤٥۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے مانگو اور تم قبولیت کا یقین رکھتے ہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کھیلنے والے غافل دل کی دُعا قبول نہیں کرتا یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو اور خدا کے علاوہ میں مشغول ہو۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ تم قبولیت کا یقین بھی رکھو۔ یعنی دُعا کے وقت تمہاری ایسی حالت ہونی چاہیے کہ اس کی وجہ سے تمہاری دُعا قبولیت کی مستحق ہو جائے یعنی اچھے کام کرتے ہو اور بری باتوں سے بچتے ہو اور دُعا کی شرائط کی رعایت حضورِ قلب کے ساتھ کرتے ہو۔ یہاں تک کہ قبولیت تمہارے دلوں کے اوپر غالب ہو جائے یا تمہیں یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے وسیع فضل کی وجہ سے ناامید نہیں کرے گا۔

دُعا کیسے مانگنی چاہیے؟

۱۹/۲۱۲۳ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْأَلُوْهُ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْأَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَلُوا اللّٰهَ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْأَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا فَاِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَكُمْ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲/۷۸ حدیث رقم ۱۴۸۶

ترجمہ: حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس وقت تم اللہ سے مانگو۔ تو اس سے ہاتھوں کے اندر کے جانب کے ساتھ مانگو اور اس سے ہاتھوں کے اوپر کی جانب سے نہ مانگو۔ پس جس وقت تم دُعا سے فارغ ہو جاؤ اپنے ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیرو تاکہ برکت جو ہاتھوں پر اترتی ہے چہرے پر بھی پہنچ جائے۔ اس کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دُعا مانگتے وقت ہاتھوں کی ہتھیلیاں اندر کی طرف ہونی چاہئیں یعنی دُعا کرتے وقت ہاتھوں کا رخ اس طرح رکھو کہ ہاتھوں کے اندر کا رخ منہ کے سامنے رہے جیسا کہ دُعا مانگنے کا معمول ہے الٹے ہاتھوں کے ساتھ دُعا نہیں مانگنی چاہیے اور حالت استسقاء اس سے مستثنیٰ ہے اس میں الٹے ہاتھ سے دُعا مانگنی چاہیے چنانچہ اس کا بیان باب الاستسقاء میں ہو چکا ہے۔

اللہ ربّ العزت کسی کی دعا رد نہیں کرتا

۲۰/۲۱۲۴ وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا ۔ (رواہ الترمذی وابو داود والبیہقی فی الدعوات الکبیر)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲/۷۸ حدیث رقم ۱۴۸۸۔ والترمذی ۵/۲۱۷ حدیث رقم ۳۶۲۷۔

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق پروردگار تمہارا بڑا حیامند اور کریم ہے یعنی وہ حیامندوں کا سا معاملہ کرتا ہے اور بغیر سوال کے عطاء کرنے والا ہے اور اپنے بندے سے حیا کرتا ہے کہ اس کے

ہاتھوں کو خالی لوٹا دے جس وقت بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتا ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور ابو داؤدؒ نے اور بیہقی نے دعوات کبیر میں۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی حیا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کریم ہے اور کریم اس ذات کو کہتے ہیں جو بغیر سوال کے عطاء کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے حیا آتی ہے کہ اپنے بندے کے ہاتھ خالی لوٹا دوں یعنی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے سے مانگنے والے بندے کو اپنی رحمت سے دور رکھے یہ بالکل ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذات سے مانگنے والا بنا دے۔ آمین۔ ثم آمین۔

دُعا کے وقت دونوں ہاتھ اُٹھانا اور چہرے پر پھیرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے

۲۱/۲۱۲۵ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَحُطَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ١٣١/٥ حديث رقم ٣٤٤٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت دونوں ہاتھ اپنی دُعا میں اُٹھاتے تھے ان کو نہیں رکھتے تھے جب تک اپنے منہ پر نہ پھیر لیتے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دُعا کے وقت دونوں ہاتھ اُٹھانا اور منہ پر پھیرنا مسنون ہے۔

جامع دُعائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند تھیں

۲۲/۲۱۲۶ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ وَيَدَعُ مَا سِوٰى ذٰلِكَ۔

اخرجه ابو داؤد فی السنن ٧٧/٢ حديث رقم ١٤٨٢۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جامع دُعاؤں کو اچھا جانتے تھے اور ان دُعاؤں کو چھوڑ دیتے تھے جو جامع نہ ہوتی تھیں۔ اس کو ابو داؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ کو جامع دُعائیں بہت زیادہ پسند تھیں۔ جامع اس کو کہتے ہیں جس کے الفاظ مختصر ہوں مگر معانی زیادہ ہوں۔ (دنیا و آخرت کے امور کو شامل ہوں) جیسے یہ دُعائیں ہیں۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ اس طرح کی بہت سی جامع دعائیں حدیث شریف میں آئی ہیں یعنی جو دُعائیں کہ جامع نہ ہوں ان کو چھوڑ دیتے تھے اور جن میں خاص مطلب مذکور ہوں تو ان کو چھوڑ دیتے تھے جیسے: ارزقنی زوجة حسنة۔ یعنی مجھ کو اچھی بیوی عنایت فرما اور اکثر اعتبار سے آپ جامع دُعائیں ہی مانگا کرتے تھے۔ خاص مطلب کی دُعا نہیں مانگا کرتے تھے اور کبھی کبھی خاص مطلب کی دُعا مانگنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

غائب کی دُعا غائب کے لیے بہت جلد قبول ہوتی ہے

۲۳/۲۱۲۷ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَسْرَعَ الدُّعَاءِ اِجَابَةً دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ ۔ (رواہ الترمذی وابوداود)

اخرجہ ابوداؤد فی السنن ۸۹/۲ حدیث رقم ۱۵۳۵۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ غائب کی دُعا غائب کے لئے بہت جلد قبول ہوتی ہے۔اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور ابوداؤدؒ نے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ غائب کی دُعا غائب کے لئے بہت جلد قبول ہوتی ہے کیونکہ یہ خلوص پرمبنی ہوتی ہے اس میں کسی کو سنانے اور دکھلانے کا خیال نہیں ہوتا۔

کسی کو دُعا کے لئے کہنا مسنون ہے

۲۴/۲۱۲۸ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اسْتَاْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ فَاَذِنَ لِيْ وَقَالَ اَشْرِكْنَا يَا اُخَيَّ فِيْ دُعَائِكَ وَلَا تَنْسَنَا فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ لِيْ بِهَا الدُّنْيَا۔

(رواہ ابوداود والترمذی وانتهت روایته عند قوله ولا تنسنا)

اخرجہ ابوداؤد فی السنن ۸۰/۲ حدیث رقم ۱۴۹۸۔ والترمذی ۲۲۰/۵ حدیث رقم ۳۶۳۳۔ وابن ماجہ فی السنن ۹۶۶/۲ حدیث رقم ۶۸۹۴۔ وآخر فی المسند۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت مانگی۔ پس آپ نے مجھے اجازت دے دی اور فرمایا اے چھوٹے بھائی ہمیں بھی اپنی دُعاؤں میں شریک کرنا اور دُعا کے وقت ہمیں نہ بھولنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کلمہ ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ ایک کلمہ ساری دنیا کے بدلے میں پسند ہے۔ اس کو ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور ترمذی کی روایت وَلَا تَنْسَنَا کے لفظ کے ساتھ پوری ہو چکی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ کسی کو دُعا کے لئے درخواست پیش کر سکتے ہیں جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کہا کہ میرے لیے دُعا فرمانا۔حدیث میں جو کلمے کا ذکر آیا ہے یا تو اس سے یہی بات مراد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمائی یا اور بات فرمائی ہوگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا کے لئے التماس کرنا مقام بندگی میں عاجزی اور مسکینی کا اظہار ہے اور امت کو رغبت دلائی کہ اچھے لوگوں اور عابدوں سے طلب دُعا کریں اور خاص طور پر تنبیہ ہے کہ صرف اپنے ہی لیے دُعا نہ کریں بلکہ دوستوں رشتے داروں کو بھی دعا میں شریک کریں خصوصاً قبولیت کے مقاموں پر اور اس حدیث مبارکہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بزرگی معلوم ہوئی۔

مظلوم کی دُعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں

۲۵/۲۱۲۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حِیْنَ یُفْطِرُ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ یَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَیَفْتَحُ لَهَا اَبْوَابَ السَّمَاءِ وَیَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِیْ لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۵۵۷/۱ حدیث رقم ۱۷۵۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخصوں کی دُعا رد نہیں ہوتی۔ایک روزہ دار جس وقت روزہ افطار کرتا ہے اس لئے کہ عبادت کی ادائیگی کے بعد یہ حالت عاجزی اور مسکینی کی ہوتی ہے اور دوسرا تمام لوگوں کا سردار جب وہ عدل کرے اور حدیث شریف میں آیا ہے ایک ساعت کا عدل ساٹھ (۶۰) سال کی عبادت سے افضل ہے اور تیسری مظلوم کی دُعا۔اللہ تعالیٰ اس کو بادلوں سے اوپر اٹھا لیتا ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری عزت کی قسم میں تمہاری مدد کروں گا۔اگر چہ ایک مدت کے بعد ہو یعنی تیرا حق ضائع نہیں جائے گا اور تیری دُعا رد نہیں کروں گا اگر چہ لمبی مدت گزر جائے۔اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اللہ تعالیٰ مظلوم کی دُعا کو بہت جلد قبول فرماتا ہے اور اوپر اٹھا لیتا ہے اور آسمان کے دروازوں کا کھلنا اوپر چڑھنے سے اور جلدی قبول ہونے سے کنایہ ہے۔

باپ اور مسافر کی دُعا بہت جلد قبول ہوتی ہے

۲۶/۲۱۳۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَاشَكَّ فِیْهِنَّ دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ۔ (رواہ الترمذی وابوداود وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۸۹/۲ حدیث رقم ۱۵۳۶۔ والترمذی فی السنن ۱٦٤/٥ حدیث رقم ۳۵۰۹۔ وابن ماجه ۱۲۷۰/۲ حدیث رقم ۳۸٦۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین دعائیں قبول کی جاتی ہیں' ان کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔باپ' مسافر اور مظلوم کی دُعا۔اس کو امام ترمذیؒ، ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ باپ بیٹے کے لئے دُعا کرے یا بددعا کرے بہت جلد قبول ہوتی ہے اور ماں کی دُعا نہایت شفقت و مہربانی کی وجہ سے بطریق اولیٰ قبول ہوتی ہے۔اگر چہ اس کا ذکر نہیں کیا گیا اور مسافر کی دُعا کے بارے میں احتمال ہے کہ اس کی دُعا قبول ہوتی ہے اس شخص کے حق میں جو اس کے ساتھ احسان کرے اور بددعا اس کے حق میں قبول ہوتی ہے جو اس کو تکلیف دے اور اس سے بدسلوکی کرے یا یہ کہ مطلق اس کی دُعا قبول ہوتی ہے خواہ وہ اپنے لئے کرے یا دوسرے کے لئے کرے اور مظلوم کی دُعا قبول ہوتی ہے اس شخص کے حق میں جو اس کی مدد کرے یا اس کو تسلی دے اور مظلوم کی بددعا قبول ہوتی ہے اس شخص کے حق میں جو اس پر ظلم کرے۔

الفصل الثالث:

اللہ تعالیٰ سے کسی حقیر چیز کے مانگنے میں بھی شرم نہیں کرنی چاہیے

۲۷/۲۱۳۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْأَلْ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَتَهٗ كُلَّهَا حَتّٰى يَسْأَلَهٗ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ زَادَ فِي رِوَايَةٍ عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ مُرْسَلاً حَتّٰى يَسْأَلَهُ الْمِلْحَ وَحَتّٰى يَسْأَلَهٗ شِسْعَهٗ اِذَا انْقَطَعَ ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٢٤٢/٥ حديث رقم ٢٦٨٢۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چاہیے کہ تم میں سے کوئی ساری حاجتوں کا سوال اپنے پروردگار سے کرے۔ یہاں تک وہ اپنی پاپوش (یعنی جوتے کا تسمہ) بھی اگر ٹوٹ جائے تو اللہ تعالیٰ سے مانگے۔ ثابت بنانی سے امام ترمذیؒ نے ایک روایت زیادہ کی ہے بطریق ارسال کے کہ یہاں تک کہ اس سے نمک مانگے اور جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی مانگے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ مصنف کو چاہیے تھا یوں کہتے: رواه الترمذی و زاد فی روایة اور دوسری روایت میں: حتی یسأله شسعه تاکید کے لیے مکرر آیا ہے تاکہ یہ دلالت کرے وہاں سائل کے لئے رکاوٹ اور محرومی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں کو دیتا ہے جو مانگتے ہیں اس لئے بندے کو چاہیے کہ اسی سے التجاء کرے اور اسی پر اعتماد کرے۔ ابو علی دقاق نے کہا ہے کہ معرفت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اپنی حاجتیں صرف اللہ ہی سے مانگے کم ہوں یا زیادہ ہوں۔

جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام رویت الٰہی کے مشتاق ہوئے: رب ارنی انظر الیك اور جب روٹی کے محتاج ہوئے تو کہا رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دُعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کا طریقہ

۲۸/۲۱۳۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ فِي الدُّعَاءِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ٢٤٢/٥ حديث رقم ٢٦٨٢۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دُعا کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو اُٹھاتے تھے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔

تشریح ۞ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دُعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دُعا کے لیے ہاتھ اوپر اُٹھاتے تھے تو آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اٹھانے کا طریقہ

۲۹/۲۱۳۳ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ يَجْعَلُ اِصْبَعَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ وَيَدْعُوْ۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے سروں کو اپنے مونڈوں کے برابر کر لیتے اور دُعا مانگتے تھے۔

تشریح ❁ اس حدیث میں دُعا کرتے وقت ہاتھ اٹھانے کی حد بیان کی گئی ہے۔ حدیث پاک میں جو مذکور ہوا ہے وہ اوسط درجہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اسی طرح اُٹھاتے تھے اور پہلی حدیث میں جو زیادہ ہاتھ اٹھانے کے بارے میں آیا ہے وہ بعض اوقات پر محمول ہے جب دُعا میں بہت زیادہ مبالغہ منظور ہوتا مثلاً حالت استسقاء میں اور سخت آزمائشوں میں ایسے مواقع پر اتنے ہاتھ اُٹھاتے تھے کہ بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔

دُعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے

۳۰/۲۱۳۴ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَسَحَ وَجْهَهٗ بِيَدَيْهِ۔ (رواه البيهقي الا حاديث الثلا ثة في الدعوات الكبير)

اخرجه الترمذي في السنن ۵/حديث رقم ۳۶۸۳۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت دُعا مانگا کرتے تھے اپنے دونوں ہاتھوں کو اُٹھاتے اور اپنے منہ پر پھیرتے۔ ان تینوں احادیث کو امام بیہقی نے دعواتِ کبیر میں نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دُعا کے بعد اپنے ہاتھ اٹھا کر منہ پر پھیرا کرتے تھے۔ علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ نہ اُٹھاتے اپنی دُعا میں تو ہاتھوں کو منہ پر پھیرتے بھی نہ تھے۔ چنانچہ نماز اور طواف اور سونے کے وقت اور کھانے کے بعد اور طرح بعض دیگر مواقع میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعائیں منقول ہیں ان میں نہ ہاتھ اٹھایا کرتے تھے اور نہ ہی مُنہ پر پھیرا کرتے تھے۔

دُعا مانگنے کا طریقہ

۳۱/۲۱۳۵ وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الْمَسْاَلَةُ اَنْ تَرْفَعَ يَدَيْكَ حَذْوَمَنْكِبَيْكَ اَوْنَحْوَهُمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ اَنْ تُشِيْرَ بِاِصْبَعٍ وَاحِدَةٍ وَالْاِبْتِهَالُ اَنْ تَمُدَّ يَدَيْكَ جَمِيْعًا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ وَالْاِبْتِهَالُ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَجَعَلَ ظُهُوْرَهُمَا مِمَّا يَلِيْ وَجْهَهٗ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۷۹/۲ حدیث رقم ۱۴۸۹۔

ترجمہ: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہتے ہیں کہ سوال کرنے کا ادب یہ ہے کہ دُعا کرنے والا اپنے دونوں ہاتھ مونڈوں کے برابر اٹھائے یا ان کے قریب اور استغفار کا ادب یہ ہے کہ ایک انگلی کے ساتھ اشارہ کرے اور دُعا میں عاجزی اور مبالغہ کرنا اس طرح سے ہے کہ دونوں ہاتھوں کو اس قدر دراز کرے کہ بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو اور ایک روایت میں یہ ہے کہ عاجزی کرنی اس طرح سے ہے کہ اور اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور اپنے ہاتھوں کی پشت اپنے منہ کے قریب کرتے جیسا کہ استسقاء میں آیا ہے اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بیان کیا ہے کہ اشارہ ایک انگلی کے ساتھ کرے یعنی سبابہ کے ساتھ جس کو شہادت کی انگلی کہتے ہیں اور مقصود نفس امارہ کو ملامت کرنا اور شیطان مردود کو ملامت کرنا اور ان کے شر سے پناہ ڈھونڈ نا ہے اور ایک کی قید اس لئے لگائی ہے کہ دو انگلیوں سے اشارہ کرنا مکروہ ہے چنانچہ یہ آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ دو انگلیوں سے اشارہ کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ ایک انگلی سے اشارہ کرے اور اپنے دونوں ہاتھ اچھی طرح اٹھائے یہاں تک کہ بغلوں کی سپیدی ظاہر ہو جائے اور ہاتھ سر کے مقابل ہو گئے۔

ہاتھ اوپر اُٹھانا باعتبار اختلافِ حالات کے ہے

۳۲/۲۱۳۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّ رَفْعَكُمْ اَيْدِيَكُمْ بِدْعَةٌ مَا زَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى هٰذَا يَعْنِيْ اِلَى الصُّدُوْرِ۔ (رواہ احمد)

رواہ احمد۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ یہ کہتے تھے۔ تحقیق تمہارا اپنے ہاتھوں کو (بہت زیادہ) اُٹھانا بدعت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سینہ تک ہاتھ اُٹھاتے تھے اس سے زیادہ نہیں کیا۔ اس کو احمدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان پر انکار کیا ہے اس لئے کہ اکثر اوقات بہت زیادہ ہاتھ اُٹھاتے تھے اور حالات میں فرق نہیں کرتے تھے کبھی ایک کام کے لئے سینہ تک اُٹھاتے تھے اور کبھی دوسرے مقصد کی خاطر مونڈھوں (یعنی کندھے) تک اُٹھاتے تھے۔ اور دوسرے مقصد کے لیے کندھوں سے اونچے اُٹھاتے تھے۔ اس تقریر سے خوب تطبیق حاصل ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اُٹھانا اختلاف حالات کے اعتبار سے مختلف تھا۔ کہ اکثر تو سینہ تک اُٹھاتے تھے اور بعض اُمور کے لیے کندھوں تک اور بعض مقاصد کے لئے کندھوں سے اونچے اُٹھاتے تھے اور اختلاف حالات کی رعایت نہیں کرتے تھے اس لیے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان پر طعن کیا۔

کسی کے لیے دُعا مانگتے وقت اپنے آپ کو نہ بھولو

۳۳/۲۱۳۷ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَكَرَ اَحَدًا فَدَعَا لَهٗ بَدَاَ بِنَفْسِهٖ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن غريب صحيح)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۳۱/۵ حدیث رقم ۳۴۴۵۔

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کسی کا ذکر کرتے پھر اس کے لئے دُعا مانگتے یعنی دُعا مانگنے کا ارادہ کرتے تو سب سے پہلے اپنے واسطے دُعا مانگنی شروع کرتے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے صحیح ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں امت کو تعلیم دی گئی ہے کہ اگر کوئی کسی کے لیے دعا کرے تو سب سے پہلے اپنے لئے دُعا مانگے۔ پھر اس کے لیے مانگے: مثلاً **اللّٰهم اغفرلی ولفلان۔**

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دُعا قبول کرتا ہے جب تک وہ گناہ کی دُعا نہ کرے

۳۴/۲۱۳۸ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ن الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَدْعُوْ بِدَعْوَةٍ لَیْسَ فِیْهَا اِثْمٌ وَلَا قَطِیْعَةُ رَحِمٍ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ بِهَا اِحْدٰی ثَلَاثٍ اِمَّا اَنْ یُّعَجِّلَ لَهٗ دَعْوَتَهٗ وَاِمَّا اَنْ یَّدَّخِرَهَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ وَاِمَّا اَنْ یَّصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا قَالُوْا اِذًا نُکْثِرُ قَالَ اللّٰهُ اَکْثَرُ۔ (رواه احمد)

احمد فی المسند ۱۸/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک کوئی مسلمان گناہ کی اور رشتہ توڑنے کی دُعا نہ مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی وجہ سے تین چیزوں میں سے ایک چیز عنایت کر دیتا ہے یا تو اس کا مطلب جلدی پورا کر دیتا ہے اور یا اس کی دُعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ کر کے رکھ دیتا ہے اور یا اس کی مانند اس سے برائی کو پھیر دیتا ہے آخرت کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اب تو ہم بہت دُعا کیا کریں گے۔ اس لیے کہ ہم نے دُعا کے بڑے فائدے سنے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا فضل بہت ہے اس کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کا فضل بہت زیادہ ہے یعنی جو کچھ اپنے فضل سے کہہ دیتا ہے اور اپنی وسعت کرم سے تمہاری دُعا کے مقابلہ میں بہت زیادہ عطا کرتا ہے۔

پانچ آدمیوں کی دُعا رد نہیں کی جاتی

۳۵/۲۱۳۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسُ دَعْوَاتٍ یُسْتَجَابُ لَهُنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ حَتّٰی یَنْتَصِرَ وَدَعْوَةُ الْحَاجِّ حَتّٰی یَصْدُرَ وَدَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ حَتّٰی یَقْعُدَ وَدَعْوَةُ الْمَرِیْضِ حَتّٰی یَبْرَأَ وَدَعْوَةُ الْاَخِ لِاَخِیْهِ بِظَهْرِ الْغَیْبِ ثُمَّ قَالَ وَاَسْرَعُ هٰذِهِ الدَّعْوَاتِ اِجَابَةً دَعْوَةُ الْاَخِ بِظَهْرِ الْغَیْبِ۔

(رواه البیهقی فی الدعوات الکبیر)

اخرجه فی صحیحه ۲۰۷/۴ الحدیث رقم (۳۹۔ ۲۷۰۰)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ دعائیں قبول کی جاتی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ان دُعاؤں کو رد نہیں کرتا: ① مظلوم کی دُعا۔ یہاں تک کہ اپنی زبان یا ہاتھ کے

ساتھ ظالم سے بدلہ لے۔ ② حاجی کی دُعا جب تک وہ لوٹ کر اپنے شہر واپس نہ آ جائے۔ ③ جہاد کرنے والے کی دعا۔
④ یا طلب علم کے لیے کوشش کرنے والے کی دُعا یہاں تک کہ وہ جہاد یا کوشش کرنے سے فارغ ہو کر بیٹھ جائے اور
⑤ مریض کی دُعا یہاں تک کہ اچھا ہو جائے اور بھائی کی دُعاء مسلمان بھائی کے لیے جو کہ غائب ہو پھر ان دُعاؤں میں
سے بہت زیادہ قبولیت کے لائق وہ دُعا ہے جو دوسرے بھائی کی پشت کے پیچھے کی جائے۔اس کو امام بیہقیؒ نے دعوات کبیر
میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ پانچ آدمیوں کی دُعا رد نہیں کی جاتی جن کی تفصیل اوپر حدیث کے متن
میں مذکور ہے۔

بَابُ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَالتَّقَرُّبِ اِلَى اللّٰهِ

یہ باب اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کا قرب حاصل کرنے کے بیان میں ہے

فائدہ: اللہ تعالیٰ کا ذکر کر کے قرب حاصل کرنا یا نوافل پڑھ کر قرب حاصل کرنا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر دل سے بھی ہوتا
ہے اور زبان سے بھی اور افضل یہ ہے کہ دل اور زبان دونوں سے ہو اور اگر ایک سے ہو تو دل کا ذکر افضل ہے پھر دل کا ذکر دو
قسم پر ہے ایک تو عظمت خدا میں فکر کرنی ہے اور جبروت اور ملکوت میں اور اس کی قدرت میں جو آسمان و زمین میں ہیں۔اس کو
ذکر خفی کہتے ہیں۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ ذکر خفی ستر درجے افضل ہے جس کو اعمال لکھنے والے فرشتے بھی نہیں سنتے اور جب
قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو ان کے حساب کے لئے جمع کرے گا اور ان کے یاد رکھنے والوں کو لائیں گے۔جنہوں
نے ان کے اعمال کو لکھا تھا۔اللہ تعالیٰ ان کو فرمائے گا کہ دیکھو کہ کیا باقی رہا ان کے لئے کچھ پس وہ کہیں گے ہم نے کوئی چیز نہیں
چھوڑی کہ جمع نہ کی ہو ہم نے پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو فرمائے گا تیرے لیے میرے پاس ایک نیکی ہے تو اس کو جانتا نہیں ہے
میں اس کا تجھ کو بدلہ دوں گا اور وہ ذکر خفی ہے اور دل کے ذکر کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ امر و نہی کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور
پہلی قسم افضل و اعلیٰ ہے۔

اور بعض فقہاء کہتے ہیں زبان کے علاوہ ذکر نہیں ہے کہ ذکر صرف نام اسی چیز کا ہے اور اس کا ادنیٰ مرتبہ قول مختار کے مطابق
یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو سنائے۔اس کے بغیر معتبر نہیں ہے اور جو دل سے ہوتا ہے۔وہ دِل کا فعل ہے علم و تصور سے ذکر نہیں ہوتا۔
ذکر وہ ہے جو زبان سے ہو۔پس یہ اس بات کے خلاف ہے کہ لغت کی کتابوں میں لکھا ہے صحاح و قاموس میں لکھا ہے کہ ذکر بیان
کی ضد ہے اور یہ خود دِل کا فعل ہے ہاں جو کچھ کہ زبان سے ہو۔اس کو بھی ذکر کہتے ہیں پس ذکر کا لفظ مشترک ہے دل اور زبان
کے فعل کے درمیان اور مشائخ طریقت رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں قلبی اور زبانی اور ذکر قلبی کا اثر قوی تر ہے بنسبت
زبانی ذکر کے۔پس شاید بعض فقہاء کا یہ مقصود ہو کہ جہاں شریعت میں زبان سے ذکر کرنا آیا ہے تسبیحات اور قراءت نماز کی طرح
اور ذکر کرنا نماز کے بعد اور ان کے علاوہ وہاں دل سے ذکر کرنا کافی نہیں ہے بلکہ زبان سے ذکر کرنا چاہیے۔یہ بات نہیں ہے کہ

اس پر اخروی ثواب مرتب نہیں ہوتا۔

الفصل الاول :

ذاکرین کو اللہ تعالیٰ کے فرشتے گھیرے میں لے لیتے ہیں

۱/۲۱۴۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَاَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ۔

(رواہ مسلم)

اخرجه فی صحیحه ٤/٢٠٧ الحدیث رقم (٣٩۔ ٢٧٠٠)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے دونوں نے کہا۔ جب ایک قوم بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتی ہے تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور راستوں میں اہل ذکر کو تلاش کرتے رہتے ہیں اور ان کو رحمت ڈھانک لیتی ہے یعنی جو رحمت خاص ذاکرین کے لیے ہوتی ہے اور ان پر سکینہ اترتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر ان شخصوں کے ساتھ کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں یعنی ملائکہ مقربین اور ارواح انبیاء میں ان کا ذکر کرتا ہے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں سکینہ کا ذکر آیا ہے سکینہ دل کی خاطر جمعی کا نام ہے اس کی وجہ سے دنیا کی لذتوں کی خواہش دل سے نکل جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان جم جاتا ہے اور سکینہ نازل ہوتی ہے اور جو کہ اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

المفردون کون ہیں؟

۲/۲۱۴۱ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ فِیْ طَرِيْقِ مَكَّةَ فَمَرَّ عَلٰى جَبَلٍ يُقَالُ لَهٗ جُمْدَانُ فَقَالَ سِيْرُوْا هٰذَا جُمْدَانُ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتُ۔

اخرجه فی صحیحه ٤/٢٠٦٢ الحدیث رقم (٤/١٦٧٦)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستے سے گزرتے ہوئے ایک پہاڑ کے قریب سے گزرے جس کو جمدان کہا جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چلو یہ جمدان ہے سبقت لے گئے مفردون! صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مفردون کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مفردون وہ مرد ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتے ہیں اور وہ عورتیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتی ہیں۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں المفردون کے بارے میں بتایا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے المفردون کے بارے میں پوچھا گیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم المفردون کون ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مفردون وہ مرد وعورتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے ہیں۔ ما المفردون؟ یہ مفردون کی صفت کے بارے میں سوال ہے فرمایا حقیقی تنہائی نفس کی تنہائی کے لائق

واعتبار ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے کہ جب نبی کریم ﷺ جمدان پہاڑ پر پہنچے جو کہ مدینے سے ایک منزل دور ہے تو صحابہ ؓ وطن کے مشتاق ہوئے بعض دوسروں سے الگ ہوکر اپنے وطن کو پہلے روانہ ہوئے پیچھے رہنے والوں کو آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھر قریب پہنچ چکا ہے جلدی چلو۔ یعنی بعض مفردون الگ ہوکر جلدی پہنچ گئے صحابہ ؓ نے مفردون کی صفت پوچھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مفردون کے معنی تو ظاہر ہیں اس کے بارے میں کیا سوال کرتے ہو۔ بلکہ نیکیوں میں سبقت لے جانے والوں کے بارے میں پوچھو کہ جنہوں نے خالص اور اپنے نفس کو تنہا کیا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور لوگوں سے منقطع ہوکر اور گوشہ نشینی اختیار کر کے اکثر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں اور بہت زیادہ یاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ ذکر پر ہمیشگی کرنے والے بغیر غفلت کے اور جب غفلت ہو بھی جائے تو جلدی سے دور کرے اور ذکر اللہ میں مشغول ہو جائے اور حضرت ابن عباس ؓ کا فرمان ہے کہ نمازوں کے بعد ذکر کرنے سے اور صبح وشام ذکر کرنے سے اور سوتے بیٹھتے ذکر کرنے سے بھی اکثر طور پر ہمیشگی حاصل ہوتی ہے جو کہ حدیث شریف میں منقول ہے۔

ذکر کرنے والے اور نہ کرنے والے کی مثال

۳/۲۱۴۲ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۰۸/۱۱ الحدیث رقم ٦٤٠٧۔ ومسلم فی ٥٣٩/١ الحدیث رقم (٢١١۔ ٧٧٩)۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا ہے۔ زندے اور مردے کی طرح ہے۔ اس کو بخاری اور مسلم ؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ ذاکر کا دل ذکر سے زندہ ہوتا ہے اور غفلت سے اس کی موت ہوتی ہے جیسے کہ زندہ آدمی اپنی زندگی سے بہرہ مند ہوتا ہے ایسا ہی ذکر کرنے والا اپنے عمل سے بہرہ مند ہوتا ہے اور اسی طرح ذکر نہ کرنے والے کو اپنے عمل سے فائدہ نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والے کو بھولتا نہیں ہے

۴/۲۱۴۳ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٣٨٤/١٣ الحدیث رقم ٧٤٠٥ ومسلم فی ٢٠٦١/٤ الحدیث رقم (٢۔ ٢٦٧٥)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب وہ مجھ کو یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ پس اگر مجھ کو اپنی ذات میں یاد

کرے۔ پس میں اس کو اپنی ذات میں خفیہ یاد کرتا ہوں یعنی میں اس کو پوشیدہ ثواب دیتا ہوں اور خود اس کے ثواب کا متولی ہو جاتا ہوں۔ کسی دوسرے کے اس کو سپرد نہیں کرتا اور اگر وہ مجھ کو جماعت میں یاد کرے تو میں بھی اس کو اس جماعت میں یاد کرتا ہوں جو کہ ان سے بہتر ہے۔ اس کو امام بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں یعنی اس کے گمان اور توقع کے مطابق۔ اگر وہ عفو کی امید رکھتا ہے تو عفو کرتا ہوں اور اگر وہ عذاب کا گمان رکھتا ہے تو عذاب کرتا ہوں اور یہ حدیث رغبت دلاتی ہے اس بات پر کہ امید اللہ تعالیٰ کے خوف پر غالب رکھے اور اچھا گمان رکھے کہ وہ مجھ کو بخش دے گا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ رب العزت ایک شخص کو دوزخ میں لے جانے کا حکم کرے گا۔ جب وہ دوزخ کے کنارے پر کھڑا ہو گا تو عرض کرے گا اے میرے رب میں تیرے ساتھ اچھا گمان کرتا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس کو پھیر لاؤ۔ انا عندظن عبدی بی اور امید کی حقیقت یہ ہے کہ وہ عمل کرے اور پھر وہ بخشش کا امیدوار رہے اور بغیر عمل کے امید رکھنا ایسا ہے کہ جیسے سرد لوہا کوٹنا یعنی یہ بے فائدہ ہوتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں یعنی میں توفیق دیتا ہوں اور رحمت نازل کرتا ہوں اور مدد و حفاظت کرتا ہوں۔

بندہ جتنا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ پسند کرے گا اور اتنا ہی زیادہ قریب کرے گا

۵/۲۱۴۴ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَاَزِيْدُ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ مِّثْلُهَا اَوْاَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِیْ يَمْشِیْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً وَمَنْ لَقِيَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِيْئَةً لَا يُشْرِكُ بِیْ شَيْئًا لَقِيْتُهٗ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً۔ (رواہ مسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۹۵/۱۳ حدیث رقم ۷٤۰۵ ومسلم فی صحیحه ۲۰٦۸/٤ حدیث رقم (۲۲۔ ۲٦۸۷) والترمذی فی السنن ۲۰۸/۵ حدیث رقم ۳٦۰۸۔ وابن ماجه ۱۲۵۵/۲ حدیث رقم ۳۸۲۱ واحمد فی المسند ۱٦۹/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا۔ اس کے لیے دس کے برابر ثواب ہوتا ہے اور میں اور بھی زیادہ دیتا ہوں۔ یعنی جس کو چاہوں صدق و اخلاق کے موافق سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ کر کے دیتا ہوں اور جو شخص برائی لے کر آئے گا پس برائی کی سزا اس کے برابر یا میں بخش دیتا ہوں اور جس نے مجھ سے اطاعت کے ساتھ نزدیکی تلاش کی۔ میں اس کے ایک بالشت نزدیک ہوتا ہوں۔ یعنی ایک گز تک اپنی رحمت اس تک پہنچا دیتا ہوں جو شخص میرے ایک گز قریب آیا میں اس سے دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کی مقدار قریب ہوتا ہوں اور جو شخص میرے پاس چل کر آتا ہے میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں اور جو شخص

میرے پاس زمین کے برابر بھی گناہ لے کر آئے گا اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہوگا (اگر میں اس کے لئے چاہوں گا) تو اس سے زمین کے برابر گناہوں کو بخش دوں گا۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اگر تھوڑا سا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ مہربان ہیں اور نہایت رحم والے ہیں بندے جتنی زیادہ توجہ اور التفات فرماتے ہیں اتنی ہی خدا کی طرف سے رحمت زیادہ ہوتی ہے۔

اولیاء کو تکلیف نہیں دینی چاہیے' یہ اللہ کے ساتھ کھلم کھلا جنگ ہے

۶/۲۱۴۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ مَنْ عَادٰى لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ وَمَا تَرَدَّدْتُّ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ یَكْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَكْرَهُ مَسَاءَتَهٗ وَلَا بُدَّ لَهٗ مِنْهُ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/ج۳ الحدیث رقم ۶۵۰۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو شخص میرے ولی (دوست) کو ایذا دے' تحقیق میں اس کے ساتھ لڑائی کا اعلان کرتا ہوں اور مؤمن نے کسی چیز کے ساتھ قرب حاصل نہیں کیا جو میرے نزدیک بہت زیادہ پسندیدہ ہو' اس چیز سے کہ میں نے فرض کیا ہے اس پر یعنی میرا بندہ ہمیشہ فرائض کی ادائیگی کرتے ہوئے جو قرب حاصل کرتا ہے وہ مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے اور میرا بندہ نفلوں کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے پسند کرنے لگتا ہوں اور جس وقت میں اسے پسند کرتا ہوں تو اس کی شنوائی بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ سنتا ہے اور میں اس وقت اس کی بینائی بن جاتا ہوں۔ جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں کہ اس کے ساتھ پکڑتا ہے اور پاؤں بن جاتا ہوں۔ جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اگر یہ بندہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں۔ اگر وہ برائیوں اور مکروہات سے پناہ پکڑتا ہے البتہ میں اس کو پناہ دیتا ہوں اور کسی ایسی چیز سے جو میں کرنے والا ہوں' توقف اور تردد نہیں کرتا جتنا تردد مؤمن کی روح قبض کرنے میں کرتا ہوں کیونکہ مؤمن موت کو ناپسند کرتا ہے اور حالت یہ ہے کہ میں اس کی ناخوشی کو ناپسند کرتا ہوں اور اس کو مرنے کے بغیر چارہ نہیں ہے اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ کے ولی کے ساتھ دشمنی کرے گا اور اس سے لڑائی کرے گا۔ میں اس کو لڑائی کے لیے خبردار کرتا ہوں گویا کہ وہ مجھ سے لڑنے والا ہے۔ ائمہ کرام رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کے کرنے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ میں اس سے لڑنے والا ہوں سوائے اس گناہ کے اور سود کھانے والے کے بارے میں بھی فرمایا ہے کہ: فاذنوا بحرب من اللّٰه ورسوله پس اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں میں خطرِ عظیم ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی بندے سے لڑائی خاتمہ بد ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس لیے کہ جس سے اللہ تعالیٰ لڑائی کرتا ہے وہ

کبھی فلاح نہیں پاتا اور میں نے فرض کیا ہے جو کچھ میں نے اس پر واجب کیا ہے یعنی میری فرمانبرداری کرنی اور منہیات سے بچنا۔ ان کو ادا کر کے جو نیکی حاصل کرتا ہے سب سے زیادہ محبوب ہے اس کے برابر کوئی اور چیز نہیں ہے جس کو ادا کر کے وہ نیکی حاصل کرے۔ میں اس کی شنوائی ہو جاتا ہوں کا مطلب علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ ہے میں اس پر افعال آسان کر دیتا ہوں۔ جو ان اعضاء کی طرف منسوب کیے گئے ہیں اور میں ان افعال کی اس کو توفیق دے دیتا ہوں یہاں تک کہ گویا وہ اعضاء ہی جاتا ہوں اور بعض لوگوں نے کہا ہے اللہ تعالیٰ اس کے حواس اور اس کے اعضاء کو اپنی رضا کا وسیلہ بنالیتا ہے پس وہ نہیں سنتا مگر جس کو اللہ پسند کرتا ہے اور بعضوں نے یہ معنی بھی کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنے آپ کو غالب کر لیتا ہے یہاں تک کہ وہ چیز نہیں دیکھتا مگر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور کسی چیز سے تردد نہیں کرتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنی عنایت کی وجہ سے بندے کو موت دینے میں تردد کرتا ہوں۔ اس وجہ سے کہ اس کو مرنا اچھا نہیں لگتا۔ لیکن مرنے کے بغیر چارہ کار نہیں ہے اور وہ بزرگیوں اور عالی درجات کو پہنچتا ہے اور اللہ رب العزت کے پاس حاضری اور جنت حاصل ہوتی ہے اور تردد کے معنی دو امروں میں تحیر کرنا ہے کہ وہ نہ جانتا ہو کہ دونوں میں درست کونسا ہے اور اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر محال ہے۔ پس اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی امر میں متردد شخص کے توقف و خبر کی طرح کسی کام میں تاخیر و توقف نہیں کرتا مگر بندہ مؤمن کے روح قبض کرنے میں توقف کرتا ہوں تاکہ اس پر موت آسان ہو جائے اور اس کا دل اس کی طرف مائل ہو جائے اور وہ اس کے ساتھ مشتاق ہو جائے پس وہ مقربین کے سلک میں داخل ہو اور اعلیٰ علیین میں قرار پکڑے۔

اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے

۷/۲۱۴۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِكُمْ قَالَ فَیَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا قَالَ فَیَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ قَالَ یَقُوْلُوْنَ یُسَبِّحُوْنَكَ وَیُكَبِّرُوْنَكَ وَیَحْمَدُوْنَكَ وَیُمَجِّدُوْنَكَ قَالَ فَیَقُوْلُ هَلْ رَاَوْنِیْ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ مَارَاَوْكَ قَالَ فَیَقُوْلُ كَیْفَ لَوْرَاَوْنِیْ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَوْرَاَوْكَ كَانُوْا اَشَدَّلَكَ عِبَادَةً وَاَشَدَّلَكَ تَمْجِیْدًا وَاَكْثَرَ لَكَ تَسْبِیْحًا قَالَ فَیَقُوْلُ فَمَا یَسْاَلُوْنَ قَالُوْا یَسْاَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ قَالَ یَقُوْلُ وَهَلْ رَاَوْهَا قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ یَارَبِّ مَارَاَوْهَا قَالَ یَقُوْلُ كَیْفَ لَوْرَاَوْهَا قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ عَلَیْهَا حِرْصًا وَاَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَاَعْظَمَ فِیْهَا رَغْبَةً قَالَ فَمِمَّ یَتَعَوَّذُوْنَ قَالَ یَقُوْلُوْنَ مِنَ النَّارِ قَالَ فَهَلْ رَاَوْهَا قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ یَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا قَالَ یَقُوْلُ فَكَیْفَ لَوْرَاَوْهَا قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَوْرَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَاَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ فَیَقُوْلُ فَاُشْهِدُكُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ یَقُوْلُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فِیْهِمْ فُلَانٌ لَیْسَ مِنْهُمْ اِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُهُمْ (رواه البخاری وفی روایة مسلم) قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَیَّارَةً فُضُلًا

يَبْتَغُوْنَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِيْهِ ذِكْرٌ قَعَدُوْا مَعَهُمْ وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِاَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰى يَمْلَؤُا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعِدُوْا اِلَى السَّمَاءِ قَالَ فَيَسْاَلُهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ اَعْلَمُ مِنْ اَيْنَ جِئْتُمْ فَيَقُوْلُوْنَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادِكَ فِي الْاَرْضِ يُسَبِّحُوْنَكَ وَيُكَبِّرُوْنَكَ وَيُهَلِّلُوْنَكَ وَيُمَجِّدُوْنَكَ وَيَسْاَلُوْنَكَ قَالَ وَمَا ذَا يَسْاَلُوْنِيْ قَالُوْا يَسْاَلُوْنَكَ جَنَّتَكَ قَالَ وَهَلْ رَاَوْا جَنَّتِيْ قَالُوْا لَا اَيْ رَبِّ قَالَ وَكَيْفَ لَوْ رَاَوْا جَنَّتِيْ قَالُوْا وَيَسْتَغْفِرُوْنَكَ قَالَ وَمِمَّا يَسْتَغْفِرُوْنِيْ قَالُوْا مِنْ نَارِكَ قَالَ وَهَلْ رَاَوْا نَارِيْ قَالُوْالَا قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْا نَارِيْ قَالُوْا يَسْتَغْفِرُوْنَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَاَعْطَيْتُهُمْ مَا سَاَلُوْا وَاَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا قَالَ يَقُوْلُوْنَ رَبِّ فِيْهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ اِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ قَالَ فَيَقُوْلُ وَلَهٗ غَفَرْتُ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۴۸/۱۱ حدیث رقم ۶۵۰۲۔ ومسلم فی صحیحه ۲۰۶۹/۴ حدیث رقم (۲۵۔ ۲۶۶۹) واحمد فی المسند ۳۸۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق اللہ پاک کے لیے کتنے فرشتے ہیں جو راہوں میں پھرتے ہیں یعنی مسلمان کی راہیں تلاش کرتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے ہیں تا کہ ان سے ملیں اور ان کا ذکر سنیں پس جب ایک جماعت کو پاتے ہیں کہ وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ اپنے مطلب کی طرف جلدی آ ؤ (یعنی ذکر سننے اور ذکر والوں کو ملنے کے لیے) حضور ﷺ نے فرمایا پس فرشتے ان کو اپنے پروں سے آسمانِ دنیا تک گھیر لیتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے۔ حالانکہ وہ فرشتوں کی بنسبت بہت جانتا ہے کہ میرے بندے کیا کہتے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندے تیری تسبیح کرتے ہیں یعنی تجھ کو پاکی سے یاد کرتے ہیں اور تیری بڑائی بیان کرتے ہیں اور تیری تعریف کرتے ہیں اور تیری بزرگی بیان کرتے ہیں پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے مجھ کو دیکھا ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا پس فرشتے کہتے ہیں کہ خدا کی قسم انہوں نے تجھ کو نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے) فرماتے ہیں کہ ان کا کیا حال ہوتا اگر مجھ کو دیکھ لیتے؟ حضور ﷺ نے فرمایا پس فرشتے کہتے ہیں اگر وہ آپ کو دیکھ لیتے تو آپ کی بہت زیادہ بندگی کرنے والے ہوتے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ پس فرشتے کہتے ہیں کہ وہ تجھ سے بہشت مانگتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے؟ پس حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اے پروردگار! انہوں نے بہشت کو نہیں دیکھا۔ پس حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ پس حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اے پروردگار! انہوں نے بہشت کو نہیں دیکھا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے کہتے ہیں اگر اس کو دیکھ لیتے تو جنت کی بہت زیادہ حرص کرنے والے ہوتے اور بہت زیادہ طلب کرتے اور بہت زیادہ رغبت کرتے۔ اس لیے کہ خبر دیکھنے کی مانند نہیں ہے پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے کہتے ہیں کہ دوزخ سے پناہ

مانگتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا فرشتے کہتے ہیں خدا کی قسم اے ہمارے پروردگار! انہوں نے دوزخ کو نہیں دیکھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کا کیا حال ہوتا اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ اس کو دیکھ لیتے تو بہت زیادہ بھاگنے والے ہوتے یعنی جو چیزیں کہ دوزخ کے داخل ہونے کا باعث ہیں ان سے بہت زیادہ بھاگتے اور اپنے دلوں میں بہت زیادہ ڈرنے والے ہوتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ فرشتوں میں سے کہتا ہے کہ فلاں شخص ذکر کرنے والوں میں سے نہیں ہے بلکہ وہ کسی کام کے لیے آیا تھا پھر ان میں بیٹھ گیا یعنی وہ مغفرت کے لائق نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں ہوتا۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا اور مسلم شریف کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ فرشتے ہیں کہ ان کو ذکر کے حلقوں کے علاوہ کوئی اور چیز مقصود نہیں ہوتی یعنی وہ ذکر کی مجلسیں ڈھونڈتے ہیں پس جب وہ ذکر کی مجلس پاتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور بعض ان کا بعض کو اپنے پروں کے ساتھ گھیر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ آسمان دنیا اور ذکر کرنے والوں کے درمیان فرشتے بھر جاتے ہیں۔ پس جس وقت ذکر کرنے والے جدا ہوتے ہیں فرشتے چڑھتے ہیں اور آسمان تک پہنچتے ہیں (یعنی ساتویں آسمان تک) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے اور وہ ان کا حال خوب جانتا ہے کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ پس فرشتے کہتے ہیں کہ ہم تیرے بندوں کے پاس آئے ہیں کہ وہ زمین میں کہ وہ زمین میں تسبیح کرتے ہیں۔ تیری اور تیرا کلمہ پڑھتے ہیں اور تیری بزرگی کو یاد کرتے ہیں اور تجھ سے مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ تجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ تجھ سے بہشت مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انھوں نے میری بہشت دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں اے ہمارے رب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا حال ہوتا اگر وہ میری بہشت دیکھ لیتے؟ اور فرشتے کہتے ہیں کہ وہ تجھ سے پناہ مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ مجھ سے فرشتے کہتے ہیں کہ تیری آگ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے آگ دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا حال ہوتا اگر وہ میری آگ دیکھ لیتے؟ فرشتے کہتے ہیں تجھ سے بخشش کی طلب بھی کرتے ہیں پس حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق میں نے ان کو بخشا اور میں نے ان کو وہ چیز دی جو انہوں نے مانگی (یعنی بہشت) اور میں نے ان کو آگ سے پناہ دی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! کہ ان میں فلاں بندہ گنہگار ہے۔ وہ کسی کام کے لیے گزرتا تھا اور ان کے پاس بیٹھ گیا۔ پس حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کو میں نے بخش دیا وہ ایسی قوم ہے کہ اس کی وجہ سے اور اس کی برکت کی وجہ سے ان کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوتا۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے کے باوجود فرشتوں سے پوچھتا ہے ملائکہ کو الزام دینے کے واسطے سے کہ انہوں نے بنی آدم کے حق میں کہا تھا کہ یہ فسق و فساد کریں گے اور ہم تیری تسبیح و تقدس کرتے ہیں اور آخری حدیث میں اہل ذکر کی ہم نشینی پر رغبت دلاتی ہے۔ کسی عارفؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھو۔ اگر یہ نہ کر سکو تو اس شخص کے ساتھ تعلق رکھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے دوام کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

بخاری کی روایت میں جواب کیف لو راوا جنتی وغیرہ مذکور ہے لو انھم راوھا اور اس میں مذکور نہیں ہے اس لیے

کہ بخاری کی روایت میں یہ جملہ فقط سوال ہی کے لیے ہے اور اس حدیث میں تعجب دلانے کے لیے ہے۔

دُنیاوی مشغولیت کی وجہ سے قلبی کیفیت کا بدل جانا قابل معاف ہے

۸/۲۱۴۷ وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِيْعِ الْاُسَيْدِيِّ قَالَ لَقِيَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ اَنْتَ يَاحَنْظَلَةُ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا تَقُوْلُ قُلْتُ نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَنَّا رَأْىَ عَيْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَوَ اللّٰهِ اِنَّا لَنَلْقٰى مِثْلَ هٰذَا فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَكُوْنُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَنَّا رَأْىَ عَيْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰى مَا تَكُوْنُوْنَ عِنْدِيْ وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ وَفِيْ طُرُقِكُمْ وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢١٠٦/٤ حديث رقم (١٢۔ ٢٧٥٠)۔ والترمذي في المسند ٧٥/٤ حديث رقم ٢٦٣٣۔ واحمد في المسند ٣٤٦/٤۔ بتغير بسيط۔

ترجمہ: حضرت حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی اور کہنے لگے کہ حنظلہ تیرا کیا حال ہے؟ یعنی تیری استقامت کیسی ہے اس چیز پر کہ جو تو نے صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی کہ آیا وہ موجود ہے یا نہیں؟ میں نے کہا کہ حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ یعنی حال کے اعتبار سے منافق ہے نہ کہ ایمان کے اعتبار سے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ! تو کیا کہتا ہے میں نے کہا کہ ہم جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں دوزخ کے عذاب کے بارے میں نصیحت کرتے ہیں کبھی جنت کے بارے میں نصیحت کرتے ہیں۔ اس وقت ہماری حالت یہ ہوتی ہے کہ گویا ہم جنت و دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جس وقت ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے نکل کر جاتے ہیں۔ بیبیوں اور اولاد میں اور زمینوں اور باغوں میں مشغول ہو جاتے ہیں یعنی ہم سب کچھ بھول جاتے ہیں یعنی ایسی غفلت ہوتی ہے کہ جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں سنتے ہیں اس میں سے بہت کچھ بھول جاتے ہیں وہ حالت نہیں رہتی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہوتی ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یعنی جو کچھ کہ بیان کیا تو نے پس اللہ کی قسم ہم بھی اس حالت کو پہنچتے ہیں یعنی ہمارا بھی یہی حال ہے کہ حاضر و غائب میں تفاوت ہو جاتا ہے۔ پس میں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ چلے یہاں تک کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ پس میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس قول کی کیا وجہ ہے میں نے کہا اے اللہ کے رسول! جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو آپ ہمیں دوزخ کے بارے میں نصیحت کرتے ہیں اور بہشت کے بارے میں گویا کہ ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ پس جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکل جاتے ہیں ہم بیبیوں اور اولاد زمینوں اور باغوں میں مشغول

ہو جاتے ہیں اور ہم بہت سی نصیحتیں بھول جاتے ہیں۔ پس نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر ہمیشہ تم اس حالت پر رہو جس حالت پر تم میرے پاس ہو اور حالت ذکر میں یعنی صاف دل اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوں تو البتہ تم سے فرشتے تمہارے بچھونوں اور تمہاری راہوں میں تم سے مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہ! یہ ایک ساعت ہے اور ایک ساعت ہے یہ تین بار کہا اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

☆☆ تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر تمہاری ایک ہی حالت رہے یعنی تم دل کے صاف رہو اور اللہ سے ڈرنے والے رہو۔ تو فرشتے تم سے مصافحہ کریں یعنی اعلانیہ مصافحہ کریں گے ورنہ فرشتے اہل ذکر سے مخفی طور پر مصافحہ کرتے ہیں اور بچھونوں یعنی حالت فراغ اور شغل میں۔ اس سے مراد ہمیشہ ہے اور ایک ساعت جب حضوری ہوتی ہے تو اس کی حکمت یہ ہے کہ پروردگار کے حقوق ادا کر سکو اور جب غفلت ہوتی ہے تو نفس کے حقوق ادا کر سکو۔

الفصل الثانی:

ذکر الٰہی جہاد سے بہتر ہے

۹/۲۱۴۸ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْکَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَاَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَالْوَرِقِ وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ ذِکْرُ اللّٰہِ (رواہ مالك واحمد والترمذی وابن ماجة) الا ان مالکا وقفه علی ابی الدرداء۔

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۲۷/۵ حدیث رقم ۳۴۳۷۔ وابن ماجه ۱۲۴۵/۲ حدیث رقم ۳۷۹۰ ومالك فی الموطأ۔ واحمد فی المسند ۴۴۷/۶۔

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں بہترین اعمال کے بارے میں خبردار نہ کروں اور تمہارے بادشاہ کے نزدیک بہت زیادہ پاکیزہ عملوں کے اور بہت زیادہ بلند عملوں کے تمہارے درجوں میں اور تمہارے سونے اور روپیہ خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور بہتر ہے تمہارے لیے کہ تم اپنے دشمنوں سے (یعنی کافروں سے) ملو پھر تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ ہاں خبر دیجئے۔ فرمایا وہ خدا کا ذکر ہے۔ اس کو امام مالکؒ نے نقل کیا ہے احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ مگر یہ کہ مالک نے اس حدیث کو ابودرداء پر موقوف بیان کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ ذکر قلبی باقی اعمال سے بہتر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس حدیث میں جس ذکر کا بیان کیا گیا ہے اس سے مراد وہ ذکر ہے جو دل اور زبان دونوں سے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ باقی تمام اعمال یعنی جہاد صدقہ کرنا اور باقی نیک اعمال سے اللہ عزوجل کا ذکر افضل ہے۔

سب سے بہتر عمل خدا کا ذکر ہے

۱۰/۲۱۴۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیُّ النَّاسِ خَيْرٌ فَقَالَ طُوْبٰی لِمَنْ طَالَ عُمْرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْيَا وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۔ (رواہ احمد والترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۸۷/۳ حدیث رقم ۲۴۳۱۔ والدارمی فی السنن ۳۹۸/۲ حدیث رقم ۲۷۴۸۔ واحمد فی المسند ۴۳/۵۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے کہا کہ کونسا عمل بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس آدمی کے لیے خوشحالی ہے یعنی وہ خوش قسمت ہے کہ بہتر ہے کہ اس کی عمر دراز ہو اور اس کے عمل نیک ہوں کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول کونسا عمل بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو دنیا سے جدا ہو رہا ہو اور زبان تیری ذکر اللہ سے تر ہو۔ اس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ تمام اعمال سے بہترین عمل خدا کا ذکر ہے۔ زبان کا تر ہونا یہ کنایہ ہے زبان کی روانی سے اور زبان کی خشکی یہ کنایہ ہے اس کے رکنے سے یا یہ کنایہ ہے مرتے دم تک ذکر کرنے سے کہ ابھی تک ذکر کرنے سے زبان خشک نہیں ہوئی تھی کہ موت آ گئی اور ذکر جلی اور خفی دونوں کو شامل ہے اور زبان قلبی اور قالبی دونوں کا احتمال رکھتی ہے یعنی دل و زبان سے ذکر کرے یا صرف زبان سے اور دونوں سے ہونا بہت ہی اچھا ہے۔

ذکر کے حلقے جنت کے باغ ہیں

۱۱/۲۱۵۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ۔ (رواہ الترمذی)

رواه الترمذی فی السنن ۱۹٤/۵ حدیث رقم ۳۵۷۷۔ واحمد فی المسند ۶۵/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس وقت تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو خوب میوے کھاؤ۔ تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ کیا جنت کے باغ کیا ہیں فرمایا ذکر کے حلقے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کے حلقوں کو جنت کے باغوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ یعنی جب تم ایک جماعت کے پاس سے گزرو جو اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہے ہیں تو تم بھی ان کے ساتھ مل کر خدا کو یاد کرو۔ ذکر اللہ کے حلقوں کو جنت کا باغ اس لیے کہا گیا ہے کہ بندہ ان کی وجہ سے بہشت کے باغوں میں داخل ہوگا۔

اور علامہ نوویؒ نے کہا ہے جیسے ذکر کرنا مستحب ہے ایسے ہی ذکر کے حلقوں میں بیٹھنا بھی مستحب ہے اور ذکر کبھی دل سے ہوتا ہے اور کبھی زبان سے اور افضل ذکر یہ ہے کہ دونوں سے ہو اور اگر ایک ہی ہو تو قلبی ذکر افضل ہے جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے اور اگر صرف زبان سے ہو تو بھی ثواب سے خالی نہیں ہے۔ منقول ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے کہا کہ میں اللہ کو یاد کرتا

ہوں اور میرا دل غافل ہوتا ہے انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور اس کا شکر یہ ادا کرو کہ اس نے تیرے ایک عضو کو اپنی یاد میں مشغول کیا ہے۔

ہر حال میں خدا کو یاد رکھنا چاہیے

۱۲/۲۱۵۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ یَذْکُرِ اللّٰهَ فِیْهِ کَانَتْ عَلَیْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا یَذْکُرُ اللّٰهَ فِیْهِ کَانَتْ عَلَیْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ٢٦٤/٤ حدیث رقم ٤٨٥٦۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ایک مجلس میں بیٹھے اور خدا کو یاد نہ کرے اس مجلس میں بیٹھنا اس کے لئے خدا کی طرف سے ہے اور افسوس اور خسارہ ہے اور جو شخص اپنی خوابگاہ میں خدا کو یاد نہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے افسوس ہوگا۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ ہر حالت میں خدا کو یاد کرو۔ سوتے بھی اٹھتے بھی اور جاگتے بھی اور جو وقت ذکر سے خالی ہوگا قیامت کے دن وہ حسرت اور ندامت کا سبب ہوگا۔

چو اول شب آہنگ خواب آورم ☆ بہ تسبیح نامت بشتاب آورم
وگرنیم شب سر برآرم زہ خواب ☆ ترا خوانم وزیزم ازدیدہ آب
وگر بامراد ست راہم بہ قست ہمہ روز تاشب پناہم بہ تست

خدا کے ذکر کے بغیر مجلس نحوست سے خالی نہیں ہوتی

۱۳/۲۱۵۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ یَقُوْمُوْنَ مِنْ مَّجْلِسٍ لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ فِیْهِ اِلَّا قَامُوْا عَنْ مِثْلِ جِیْفَةِ حِمَارٍ وَکَانَ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً۔ (رواہ احمد وابو داود)

اخرجه اخرجه ابو داؤد فی السنن ٢٦٤/٤ حدیث رقم ٤٨٥٥ واحمد فی المسند ٣٨٩/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں ہے کوئی قوم کہ وہ مجلس سے کھڑی ہو اور اس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ کرے وہ ایسی ہے جیسے مردار گدھے کے پاس سے کھڑی ہو اور ان پر حسرت ہوگی۔ اس کو امام احمدؒ اور ابو داؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جس مجلس میں خدا کا ذکر نہ ہو رہا ہو وہ مجلس مردار گدھے کی طرح ہے اور جو لوگ وہاں سے اٹھے گویا کہ وہ مردار کھا کر اٹھے۔

خسارے والی مجلس وہ ہے جو اللہ کے ذکر کے بغیر ہو

۱۴/۲۱۵۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰهَ فِیْهِ

وَلَمْ يُصَلُّوا عَلٰى نَبِيِّهِمْ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۲۹/۵ حديث رقم ۳٤٤۰ واحمد فی المسند ٤٥٣/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بھی کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھتے اور وہ اللہ کا ذکر نہ کرے اور نہ ہی وہ نبی علیہ السلام پر درود بھیجے۔ وہ مجلس ان کے لیے افسوس کا باعث بنے گی اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے ان کو عذاب دے اور اگر چاہے تو ان کو بخش دے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ مجلس اللہ کے ذکر کے بغیر ہو تو وہ مجلس افسوس کا باعث بنے گی اور اللہ رب العزت اگر چاہیں تو ان کو عذاب دیں۔ یہ ان کے اگلے پچھلے گناہوں کی بدولت ہوگا اور اگر چاہیں تو اپنے فضل و رحمت سے بخش دیں اور اس میں اشارہ ہے کہ جب اہل مجلس اللہ کو یاد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دیتا بلکہ ان کو بخش دیتا ہے۔

نفع والا کلام اللہ تعالیٰ کو پسند ہے

۱۵/۲۱۵۴ وَعَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ كَلَامِ ابْنِ اٰدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهٗ اِلَّا اَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْيٌ عَنْ مُّنْكَرٍ اَوْ ذِكْرُ اللّٰهِ۔ رواه الترمذی وابن ماجة وقال الترمذی هذا حديث غريب)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۱۳۱۵/۲ حديث رقم ۳۹۷٤۔

ترجمہ: حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم کا ہر کلام وبال ہے اس کو اس پر نفع نہیں ہے مگر نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا یا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور ابن ماجہؒ اور امام ترمذیؒ نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلام میں کوئی قسم مباح نہیں ہے لیکن یہ مبالغہ اور تاکید پر محمول ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ کلام مباح میں آخرت میں کوئی نفع نہیں ہے یا یوں کہا جائے گا کہ تقدیر کلام یوں ہے کہ ابن آدم کا کلام حسرت ہے اس میں اس کے لیے نفع نہیں ہے مگر ان چیزوں میں کہ جو مذکور ہوئیں۔ پس یہ حدیث باقی احادیث مذکورہ کے ساتھ موافق ہوگی اور اس سے امر مباح میں شراح کا اضطراب اٹھ جاتا ہے۔

سخت دِل آدمی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے

۱۶/۲۱۵۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ قَسْوَةٌ لِّلْقَلْبِ اِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِيُ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥۲٥/٤ الحديث رقم ۲٤۱۱۔

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا کے ذکر کے بغیر کلام زیادہ نہ کرو۔ اس لیے کہ بہت زیادہ کلام کرنا خدا کے ذکر کے بغیر دل کی سختی کا سبب ہے۔ سخت دل آدمی اللہ سے بہت دور ہوتا ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سخت دل آدمی اللہ کو ناپسند ہے یعنی زیادہ کلام کرنے والا حق بات نہیں سنتا اور مخلوق کے ساتھ مخاطب ہونے کی خواہش رکھتا ہے اور خدا کا خوف بہت کم رکھتا ہے اور آخرت سے بہت زیادہ غافل ہوتا ہے۔

انسان کا بہترین مال دِل اور زبان ہے

۱۷/۲۱۵۶ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ فَقَالَ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ نَزَلَتْ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ لَوْ عَلِمْنَا اَىُّ الْمَالِ خَيْرٌ فَنَتَّخِذُهٗ فَقَالَ اَفْضَلُهٗ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَقَلْبٌ شَاكِرٌ وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِيْنُهٗ عَلٰى اِيْمَانِهٖ۔ (رواه احمد والترمذى وابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فى السنن ۵۹۶/۱ حديث رقم ۱۸۵۶ مع تغيير۔ واحمد فى المسند ۲۷۸/۵۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ یعنی وہ لوگ جو سونا اور چاندی کو جمع کرتے ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعض سفروں میں تھے بعض اصحاب نے کہا یہ آیت سونے اور چاندی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ہم نے ان کے بارے میں حکم کو پہچانا اور ان کی مذمت کو بھی جان لیا۔ کاش کہ ہم یہ جانیں کہ کونسا مال سوائے سونا اور چاندی کے بہتر ہے تو ہم اس کو ذخیرہ کریں فرمایا بہترین مال زبان ہے جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والی ہو اور شکر کرنے والا دل اور مسلمان بیوی کہ اس کے ایمان پر اس کی مدد کرے۔ اس کو امام احمدؒ ترمذی اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کا بہترین مال زبان اور دل ہے جو سونے چاندی سے بھی زیادہ محبوب مال ہے۔ حدیث پاک کے ظاہر سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ سوال مال کی تعیین کے بارے میں تھا لیکن ان کی مراد یہ تھی کہ ایسی چیز بیان کر دو۔ جو حاجتوں کے درپیش آنے کے وقت نفع دے۔ پس اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چیزیں بتائیں جو ایمان کے لیے مفید ہیں یعنی اس کے دین کی مددگار ہیں کہ وہ نماز' روزہ اور دوسری عبادتوں کو یاد دلائے اور اس کو زنا اور تمام حرام چیزوں سے منع کرے۔

الفصل الثالث:

عبادت میں مشقت ومحنت اللہ کو بہت پسند ہے

۱۸/۲۱۵۷ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلٰى حَلْقَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ قَالَ اللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذٰلِكَ قَالُوْا اللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا غَيْرُهٗ قَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ وَمَا كَانَ اَحَدٌ بِمَنْزِلَتِيْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَلَّ عَنْهُ حَدِيْثًا مِّنِّيْ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ هٰهُنَا قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ

وَنَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِهٖ عَلَيْنَا قَالَ اٰللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذٰلِكَ قَالُوْا اٰللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذٰلِكَ قَالَ اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ وَلٰكِنَّهٗ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یُبَاهِیْ بِكُمُ الْمَلَآئِكَةَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی واحمد فی المسند ۹۲/٤۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ایک حلقے کے پاس آئے جو مسجد میں تھا۔انہوں نے کہا کہ کس چیز نے تم کو (اس مجلس میں) بٹھلایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کو یاد کرنے کے لیے بیٹھے ہیں اللہ کی قسم کیا نہیں بٹھلایا تم کو مگر اس ذات نے۔انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم نہیں بٹھلایا ہم کو اس کے سوا کسی نے۔معاویہ نے کہا۔خبر دار ہو۔تحقیق میں نے تہمت رکھنے کے لیے تم کو قسم نہیں دی یعنی میں نے تم کو جھوٹا جان کر قسم نہیں دی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے کہ آپ نے بھی اس طرح کیا تھا۔چنانچہ اس حدیث میں مذکور ہے اور کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت حدیث کو مجھ سے نقل کرنے میں میرے مرتبے میں کمتر نہیں تھا یعنی میں احتیاط کی وجہ سے بہت کم احادیث روایت کرتا تھا۔اس سے مقصود یہ بتانا تھا کہ مجھے اپنے نہ بھولنے پر پورا وثوق ہے کیونکہ جو کہ بہت زیادہ روایت کرتا ہے۔اس کے بارے میں نسیان کا احتمال ہوتا ہے میں ایسا نہیں تھا اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک حلقہ کے پاس سے گزرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں کس چیز نے بٹھایا ہے؟ عرض کیا ہے کہ ہم اللہ کو یاد کرنے کے لیے بیٹھے ہیں اور ہم اس کی تعریف کرتے ہیں۔اس وجہ سے کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی ہے اور ہم پر اس کے ساتھ منت رکھی ہے۔پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم کیا نہیں بٹھایا تم کو مگر اسی نے۔انہوں نے عرض کیا کہ خدا کی قسم اسی نے ہمیں بٹھایا ہے۔فرمایا خبر دار ہو جاؤ۔تحقیق میں نے تمہیں اس لیے قسم نہ دی کہ تم پر تہمت رکھوں یعنی جھوٹ کی تہمت لگاؤں۔لیکن جبرئیل علیہ السلام منبر کے پاس آئے اور انہوں نے آ کر مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تم پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم دے کر پوچھا یہ تاکید و تقریر کی زیادتی کے لیے پوچھا نہ کہ جھوٹی تہمت لگانے کے لئے حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتا ہے میرے ان بندوں کو دیکھو کہ میں نے ان پر نفسوں اور خواہشوں اور شیاطین کو مسلط کیا ہے۔اس کے باوجود وہ عبادت میں مشغول ہیں۔اس لیے وہ تم سے زیادہ تعریف کے لائق ہیں اس لیے کہ تم عبادت میں مشقت نہیں پاتے ہو اور ان کی عبادت تمہاری بہ نسبت ایسی ہے کہ ان کو اس میں محنت اور مشقت ہی مشقت ہے۔

جامع اور آسان عمل

۱۹/۲۱۵۸ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَیَّ فَاَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ لَا یَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

(رواہ الترمذی و ابن ماجة وقال الترمذی هذا حدیث حسن غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۲۶/۵ حدیث رقم ۳۴۳۵۔ وابن ماجه ۱۲۴۶/۲ حدیث رقم ۳۷۹۳۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! اسلام کے احکام یعنی نوافل مجھ پر بہت غالب ہیں اپنی کمزوری کی وجہ سے سب کے ادا کرنے پر میں عاجز ہوں۔ پس مجھے ایسی چیز بتائیں کہ میں اس پر بھروسہ کروں۔ یعنی ایسا عمل فرمائیے کہ جو بہت زیادہ ثواب رکھتا ہو اور جامع اور آسان ہو۔ کسی زمان و مکان کی حالت پر موقوف نہ ہو یعنی میں فرض کی ادائیگی کے بعد اپنا ورد کروں اور اس کی وجہ سے سب نوافل سے مستغنی ہو جاؤں' فرمایا تیری زبان ہمیشہ تر رہے یعنی خدا کی یاد سے جاری رہے۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جامع اور آسان عمل کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تیری زبان ہمیشہ ذکر سے تر رہے زبان سے مراد یا تو یہی بدن کی زبان ہے یا دل کی زبان مراد ہے۔

اللہ ربّ العزت کو کثرت سے یاد کرنا شہادت سے افضل ہے

۲۰/۲۱۵۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَیُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ وَاَرْفَعُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَالَ الذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَالذَّاكِرَاتُ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمِنَ الْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بِسَیْفِهٖ فِی الْكُفَّارِ وَالْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰی یَنْكَسِرَ وَیَخْتَضِبَ دَمًا فَاِنَّ الذَّاكِرَ لِلّٰهِ اَفْضَلُ مِنْهُ دَرَجَةً۔

(رواہ احمد و الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۱۲۷/۵ حدیث رقم ۳۴۳۶۔ واحمد فی المسند ۷۵/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا بندہ بہتر ہے یعنی بہت زیادہ ثواب پاتا ہے اور قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بلند تر ہے۔ فرمایا اللہ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔ پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! کیا یہ جہاد کرنے والے سے بھی افضل اور بلند ترین درجے میں ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ اپنی تلوار کافروں یا مشرکوں میں مارے یہاں تک کہ تلوار ٹوٹ جائے اور خون سے رنگین ہو جائے۔ پس تحقیق خدا کو یاد کرنے والا اس سے درجہ میں بہتر ہے۔ اس کو امام احمد اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنا شہادت سے بھی افضل ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ! کیا وہ بلند ترین درجے پر ہے؟ فرمایا جی ہاں وہ بلند ترین درجے پر ہے یعنی اگر جہاد اس حد تک پہنچ جائے تو پھر بھی خدا کو یاد کرنے والا افضل ہے چہ جائیکہ وہ لڑائی میں صرف زخمی ہو۔

غافل دِل پر شیطان کا حملہ ہوتا ہے

۲۱/۲۱۶۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الشَّیْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ فَاِذَا ذَكَرَ اللّٰهَ خَنَسَ وَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ۔ (رواہ البخاری تعلیقا)

رواہ البخاری تعلیقا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان ابن آدم کے دل کے اوپر لگا ہوا ہے پس جس وقت وہ اللہ تعالیٰ کو دل سے یاد کرتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جس وقت اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو وسوسہ ڈالتا ہے۔ اس کو امام بخاریؒ نے بطریق تعلیق بغیر سند کے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان کا دل غافل ہوتا ہے تو شیطان حملہ کرتا ہے اور جب وہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو بھاگ جاتا ہے یعنی اس کو شیطانی خیالات سے باز رکھتا ہے اور وساوس نہیں آنے دیتا۔ ورنہ غفلت کی وجہ سے شیطانی جال میں پھنس جاتا ہے اور نفسانی خیالات اس کو غلط کاموں پر اکساتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ و مامون فرمائے۔ آمین۔

ذکر کی فضیلت واہمیت کا بیان

۲۲/۲۱۶۱ وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ ذَاكِرُ اللّٰهِ فِی الْغَافِلِيْنَ كَالْمُقَاتِلِ خَلْفَ الْفَارِّيْنَ وَذَاكِرُ اللّٰهِ فِی الْغَافِلِيْنَ كَغُصْنٍ اَخْضَرَ فِیْ شَجَرٍ يَابِسٍ وَفِیْ رِوَايَةٍ مَثَلُ الشَّجَرَةِ الْخَضْرَاءِ فِیْ وَسَطِ الشَّجَرِ وَذَاكِرُ اللّٰهِ فِی الْغَافِلِيْنَ مِثْلُ مِصْبَاحٍ فِیْ بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَذَاكِرُ اللّٰهِ فِی الْغَافِلِيْنَ يُرِيْهِ اللّٰهُ مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ حَیٌّ وَذَاكِرُ اللّٰهِ فِی الْغَافِلِيْنَ يُغْفَرُ لَهٗ بِعَدَدِ كُلِّ فَصِيْحٍ وَاَعْجَمَ وَالْفَصِيْحُ بَنُوْ اٰدَمَ وَالْاَعْجَمُ الْبَهَائِمُ۔

رواہ رزین۔

ترجمہ: حضرت مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا کا ذکر کرنے والا غافلوں میں ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں کے پیچھے لڑنے والا یعنی ایک جماعت تو لڑائی سے پیچھے بھاگ گئی اور ان کے بعد ایک شخص کافروں سے لڑتا رہا۔ یہ بہت زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور خدا کو یاد کرنے والا غافلوں میں ایسا ہے جیسے خشک درخت میں سبز ٹہنی ہوتی ہے اور ایک روایت میں درختوں کے درمیان سبز درخت کی طرح ہے اور اللہ کا ذکر کرنے والا غافلوں میں ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی زندگی کی حالت میں یعنی مکاشفہ کے ساتھ جنت میں اس کو ٹھکانہ دکھلاتا ہے اور اللہ کو یاد کرنے والا غافلوں میں ایسا ہے کہ اس کے گناہ بقدر فصیح اور اعجم کی گنتی کے بخشے جاتے ہیں اور فصیح سے مراد بنو آدم ہیں اور اعجم سے مراد جانور۔ اس کو رزینؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں ذکر کرنے والوں کو مختلف چیزوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے سبز ٹہنی کے ساتھ۔ کافروں کے مقابلے میں لڑنے کے ساتھ اور فرمایا ذکر کرنے والا غافل لوگوں میں ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ جل رہا ہو کیونکہ ذکر روشنی ہے اور حضور و سرور ہے اور غفلت ظلمت و نفور ہے یعنی بھاگنا ہے۔ ذکر کرنے سے نیکیاں حاصل ہوتی ہیں جو برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

ذکر عذابِ الٰہی سے نجات کا باعث ہے

۲۳/۲۱۶۲ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ مَا عَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلًا اَنْجٰی لَهٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

(رواہ مالك والترمذی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۲۸/۵ حدیث رقم ۳۴۳۷۔ وابن ماجه ۱۲۴۵/۲ حدیث رقم ۳۷۹۰۔ ومالك۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے نے کوئی عمل نہیں کیا سوائے اللہ کے ذکر کے' جو اس کو اللہ کے عذاب سے نجات عطا کرے۔ اس کو امام مالک، ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ ذکر الٰہی عذاب خداوندی سے نجات کا ذریعہ ہے یعنی ذکر کے برابر کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو اللہ کے عذاب سے چھٹکارا دلا سکے۔

یعنی ذکر خداوندی تمام اعمال سے افضل ہے۔

ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نصیب ہوتی ہے

۲۴/۲۱۶۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَكَرَنِیْ وَتَحَرَّكَتْ بِیْ شَفَتَاهُ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری تعليقًا ۵۰۰/۱۳ فی باب ((ولا تحرك لسانك لتعجل به))۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں یعنی میں مدد کرتا ہوں اور میں توفیق دیتا ہوں رحمت و رعایت کرتا ہوں جس وقت وہ مجھ کو یاد کرتا ہے اور اپنے دونوں ہونٹ میرے ذکر کے ساتھ ہلاتا ہے یعنی مجھے اپنے دل اور زبان سے یاد کرتا ہے۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں اور اس کو نیکی کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور اپنی رحمت و رعایت کا معاملہ کرتے ہیں جس وقت وہ دل اور زبان سے خدا کو یاد کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر عذابِ الٰہی سے نجات دینے والا ہے

۲۵/۲۱۶۴ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ لِكُلِّ شَیْءٍ صَقَالَةٌ وَصَقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا مِنْ شَیْءٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنْ يَضْرِبَ بِسَيْفِهٖ حَتّٰى يَنْقَطِعَ۔ (رواہ البیهقی فی الدعوات الكبير)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۱۴/۱۱ حدیث رقم ۶۴۱۰ ومسلم فی صحیحه ۲۰۶۲/۴ حدیث رقم (۵۔ ۲۶۷۷)۔

وابن ماجه ۱۲۶۹/۲ حدیث رقم ۳۸۰۔ ۸۳۸۶۱ واحمد فی المسند ۲۶۷/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے فرمایا ہر چیز کے لیے صفائی ہے اور دلوں کی صفائی خدا کی یاد سے ہے اور اللہ کے ذکر کے علاوہ خدا کے عذاب سے زیادہ نجات دینے والی کوئی چیز نہیں ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا (اے اللہ کے رسول!) جہاد بھی نہیں جو خدا کے راستے میں کیا جائے؟ فرمایا: اور نہ ہی یہ کہ اپنی تلوار کے ساتھ مارے یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے۔ اس کو بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے ذکر کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے کہ اگر جہاد اس درجے کو پہنچ بھی جائے تو پھر بھی ذکر افضل ترین ہے۔ ذکر کی بقیہ اعمال پر فضیلت دوسری حدیثوں میں واضح ہو چکی ہے۔

كِتَابُ اَسْمَآءِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ

فائدہ: یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے نام توقیفی ہیں یعنی سماع پر موقوف ہیں اور اذن شارع پر موقوف ہیں جو شریعت میں نام آئے وہ کہنا چاہیے اور اپنی طرف سے از راہ عقل کے نہیں لینا چاہیے۔ اگرچہ دونوں ناموں کے ایک ہی معنی ہوں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو نہ ہی عالم کہے اور نہ ہی عاقل کہے اور نہ ہی جواد کہے اور نہ ہی سخی اور نہ ہی شافی اور نہ ہی طبیب اور انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات اپنے میں حاصل کرے جس قدر ہو سکے۔

چنانچہ ان اسمائے مبارکہ کا بیان شرح میں ہو چکا ہے اور بعض جگہ دوسری عبارتوں کی تشریح میں اللہ تعالیٰ کی صفات حصول کی جو تلقین کی گئی ہے ہر شخص کو اس پر عمل کرنا چاہیے۔ اللّٰھم وفقنا ویسر لنا حصولنا اور منقول ہے ایک بزرگ سے کہ۔ جب ان کے پاس کوئی بیعت کے ارادہ سے آتا۔ تو اس کو وضو کا حکم کرتے جب وہ وضو کر کے آجاتا تو اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ عظمت وجلال کے ساتھ پڑھتے جس اسم مبارک کی تاثیر اس میں دیکھتے وہی تعلیم کرتے اور سمجھتے کہ اس سے اس کا مقصد جلد حاصل ہوگا چنانچہ وہی ہو جاتا یعنی مقصد پورا ہو جاتا۔

الفصل الاول:

اللہ عزّ وجل کے ننانوے نام

۱/۲۱۶۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ اَسْمًا مِائَةً اِلاَّ وَاحِدًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَهُوَ وَتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ۔ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو کوئی ان کو یاد کرے گا بہشت میں داخل ہوگا۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ اللہ طاق ہے اور طاق ہی کو پسند کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ اس حدیث میں جو کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں تو اس سے حصر اور تحدید مراد نہیں ہے کہ اللہ

تعالیٰ کے بس اتنے ہی نام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بہت نام ہیں چنانچہ آگے صفحات میں ننانوے اسماء مبارکہ کے بعد کچھ اور نام بھی ذکر کئے جائیں گے انشاء اللہ'' بلکہ یہاں ننانوے کا عدد ذکر کرنے سے مراد اور مقصود یہ ہے کہ حدیث میں اسماء باری تعالیٰ کی جو خاصیت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص انہیں یاد کرے وہ جنت میں داخل ہوگا وہ انہیں ننانوے ناموں کے ساتھ مخصوص ہے۔

لفظ اَحْصَاھَا کی بابت علماء کی کئی آراء موجود ہیں۔ بخاری وغیرہ نے اس کے معنی وہی لکھے ہیں جو ترجمہ سے ظاہر ہیں ''یعنی ان ناموں کو یاد کیا'' اور یہی قول زیادہ صحیح ہے چنانچہ بعض روایتوں میں اَحْصَاھَا کی بجائے حفظھا ہی منقول ہے بعض علماء لکھتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں ''ان کو پڑھا یا یا ان کے معانی جانے اور ان پر عمل کیا۔''

هو وتر يحب الوتر : یعنی اللہ عزوجل طاق اعمال واذکار کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمام اعمال میں اس عمل کو پسند کرتا ہے جس کی بنیاد فقط اور فقط رضائے الٰہی ہو۔

الفصل الثانی:

۲/۲۱۶۶ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی تِسْعَةٌ وَّ تِسْعِیْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ الْحَلِیْمُ الْعَظِیْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ الْحَفِیْظُ الْمُقِیْتُ الْحَسِیْبُ الْجَلِیْلُ الْكَرِیْمُ الرَّقِیْبُ الْمُجِیْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِیْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِیْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِیْدُ الْحَقُّ الْوَكِیْلُ الْقَوِیُّ الْمَتِیْنُ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ الْمُحْصِیُّ الْمُبْدِئُ الْمُعِیْدُ الْمُحْیِی الْمُمِیْتُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِیُ الْمُتَعَالِی الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّءُوْفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِیُّ الْمُغْنِی الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِیُ الْبَدِیْعُ الْبَاقِی الْوَارِثُ الرَّشِیْدُ الصَّبُوْرُ۔ (رواه الترمذی والبیهقی فی الدعوات الكبیر وقال الترمذی هذا حدیث غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۹۲/۵ حدیث رقم ۳۵۷۴۔

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو شخص ان ناموں کو یاد کرے وہ جنت میں داخل ہوگا وہ اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اسم ذات اللہ کے علاوہ ننانوے نام یہ ہیں: (۱) الرحمٰن (۲) الرحیم (۳) الملک (۴) القدوس (۵) السلام (۶) المؤمن (۷) المھیمن (۸) العزیز (۹) الجبار (۱۰) المتکبر (۱۱) الخالق (۱۲) الباریٔ (۱۳) المصور (۱۴) الغفار (۱۵) القہار (۱۶) الوہاب (۱۷) الرزاق (۱۸) الفتاح (۱۹) العلیم (۲۰) القابض (۲۱) الباسط (۲۲) الخافض (۲۳) الرافع (۲۴) المعز (۲۵) المذل (۲۶) السمیع (۲۷) البصیر (۲۸) الحکم (۲۹) العدل (۳۰) اللطیف (۳۱) الخبیر

(۳۲) الحلیم (۳۳) العظیم (۳۴) الغفور (۳۵) الشکور (۳۶) العلی (۳۷) الکبیر (۳۸) الحفیظ (۳۹) المقیت (۴۰) الحسیب (۴۱) الجلیل (۴۲) الکریم (۴۳) الرقیب (۴۴) المجیب (۴۵) الواسع (۴۶) الحکیم (۴۷) الودود (۴۸) المجید (۴۹) الباعث (۵۰) الشہید (۵۱) الحق (۵۲) الوکیل (۵۳) القوی (۵۴) المتین (۵۵) الولی (۵۶) الحمید (۵۷) المحصی (۵۸) المبدی (۵۹) المعید (۶۰) المحی (۶۱) الممیت (۶۲) الحی (۶۳) القیوم (۶۴) الواجد (۶۵) الاحد (۶۶) الصمد (۶۷) القادر (۶۸) المقتدر (۶۹) المقدم (۷۰) الموخر (۷۱) الاول (۷۲) الاخر (۷۳) الظاہر (۷۴) الباطن (۷۵) الوالی (۷۶) المتعالی (۷۷) البر (۷۸) التواب (۷۹) المنتقم (۸۰) العفو (۸۱) الرؤف (۸۲) مالک الملک (۸۳) ذوالجلال والاکرام (۸۴) المقسط (۸۵) الجامع (۸۶) المغنی (۸۷) الغنی (۸۸) المانع (۸۹) الضار (۹۰) النافع (۹۱) النور (۹۲) الہادی (۹۳) البدیع (۹۴) الباقی (۹۵) الوارث (۹۶) الرشید (۹۷) الصبور (۹۸) الماجد (۹۹) الواحد۔ اس روایت کو ترمذی نے اور بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ (۱) **هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ**: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ یعنی علیحدہ بیان ہے یہ ایک کم سو ناموں کا بیان ہے اور اس کلمے کے کئی مراتب ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کو منافق کہتا ہے کہ وہ تصدیق سے خالی ہوتا ہے پس یہ اس کو دنیا میں تو نفع دے گا۔ کہ اس سے جان و مال اور اس کے اہل وعیال محفوظ رہتے ہیں اور آخرت میں اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور دوسرا یہ کہ اس کے ساتھ دل کا عقیدہ بھی ملا دے۔ محض تقلید کی خاطر اس کی صحت میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ یہ صحیح ہے۔

اور تیسرا یہ کہ اس کے ساتھ اعتقاد ہو جو کہ قدرتِ الٰہی کی نشانیوں سے حاصل کیا گیا ہو۔ اکثروں کے نزدیک یہ معتبر ہے۔

اور چوتھا یہ اس کے ساتھ اعتقاد جازم ہو جو ازراہ قطعی دلیل حاصل ہوا ہو اور یہ اتفاقاً مقبول ہے۔

اور پانچواں یہ کہ اس کا کہنے والا اس کا معنی دل کی آنکھوں سے دیکھے اور یہ عالی رتبہ ہے اور اگر یہ کلمہ فقط دل ہی سے کہے اور اس حالت میں اگر وہ معذور ہے یعنی گونگا پن وغیرہ ہے تو اس کو دنیا و آخرت میں نفع دے گا اور اگر کچھ عذر نہیں ہے تو آخرت میں کچھ مفید نہیں ہے اس کو امام نوویؒ نے نقل کیا ہے اور اس پر اہلسنت کا اجماع ہے۔

اللہ کے لفظ کے معنی ہیں مستحق عبادت اور اکثر علماء کے نزدیک یہ نام سب ناموں سے بڑا ہے اور عوام کے لیے بہتر یہ ہے کہ اس نام کو اپنی زبان پر جاری کریں اور بطور خشیت و تعظیم کے اس کا ذکر کریں اور خواص کو اس کے معنوں میں تامل کرنا چاہیے اور یہ جان لیں کہ اس کا اطلاق جامع صفات الوہیت کے لائق ہے۔

اور خواص الخاص کو چاہیے کہ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ میں مستغرق رکھیں اور اللہ کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہ کریں اور نہ امید رکھیں اور نہ ہی ڈریں مگر اللہ سے اس لیے کہ وہ حق اور ثابت ہے اور اس کے علاوہ باطل ہے جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں آیا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا بہت زیادہ سچا کلمہ شاعروں کے کلام میں لبید کا یہ کلمہ ہے۔

ع الا کل شی ماخلا اللہ باطلاً

لفظ اللہ کی خاصیت:

جوشخص اس نام کوایک ہزار مرتبہ پڑھے وہ صاحب یقین ہواور جوشخص اس کونماز کے بعد سو(١٠٠) بار پڑھے اس کا باطن کشادہ ہوگا اور صاحب کشف ہوگا۔

الرحمن الرحیم: بخشنے والامہربان اور مؤمن کا نصیب ان دونوں ناموں سے یہ ہے کہ اس سے اللہ پاک کی طرف متوجہ ہوجائے اوراس پر توکل کرے اوراپنے باطن کومشغول رکھے اوراس کے غیر سے بے پروائی کرے اور بندگانِ خدا پر رحم کرے اور مظلوم کی مدد کرے اور ظالم کوظلم سے نیک طریقے سے روکے اور غافل کوخبردار کرے اور گنہگار کی طرف دیکھے نظر رحمت کے ساتھ نہ کہ حقارت کے ساتھ۔

اور خلافِ شروع چیز کو بقدرِ طاقت روکنے کی کوشش کرے اور محتاجوں کی حاجت روائی میں بقدرِ وسعت وطاقت کے کوشش کرے اوراس کی خاصیت میں سے یہ بھی ہے جو ہرنماز کے بعد الرحمٰن الرحیم کہے۔حق تعالیٰ غفلت‘نسیان اور قساوت اس کے دل سے اٹھادیتا ہے اور جوکوئی سو(١٠٠) بار الرحیم پڑھے اللہ کی تمام مخلوق اس پر مہربان وشفیق ہوجاتی ہے۔

الملك: حقیقی بادشاہ کہ دوجہاں کا ملک اسی کے قبضہ وقدرت میں ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں جب بندے نے یہ جان لیا تو اس کو چاہیے کہ اس کی درگاہ کا سوالی بن جائے اور اسی سے عزت مانگے اور واجب ہے کہ قدرت اور تصرف کے مالک کے ساتھ تعلق پکڑے اور سب سے بے نیاز ہوجائے اوراپنی احتیاج کسی سے ظاہر نہ کرے اوران سے ڈر اور امید نہ رکھے اوراپنے نفس ودل کا مالک ہوجائے اوراپنے قالب‘ اپنے اعضا اور قویٰ کا مالک ہواور ان کوحق کی اطاعت میں مسخر کرے اور حکم شرع پر اپنے وجود کا صحیح طور پر حاکم بن جائے۔

الملک کی خاصیت: الملک جوکوئی اس اسم کوالقدوس کے ساتھ ملازمت کرے۔اگر وہ صاحب ملک ہوتو اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو قائم ودائم رکھے گا۔ورنہ اس کا نفس مطیع وفرمانبردار ہوجائے گا اور اگر عزت وحرمت کی خاطر پڑھے تو مجرب ہے اور حضرت شاہ عبدالرحمٰن نے اس کی خاصیت لکھی ہے جوشخص اس اسم کونوے(٩٠) بار ہر روز پڑھے روشن اور تونگر ہوگا یعنی مالدار ہوگا اور بادشاہ اس کے مسخر ہونگے۔عزت وحرمت کی زیادتی کے لیے مجرب ہے۔

القدوس: اس کا معنی ہے نہایت پاک۔علامہ قشیری نے کہا ہے کہ جس نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نہایت پاک ہیں تو وہ آرزو کرے اس کی کہ اللہ تعالیٰ اس کوعیبوں اور آفتوں سے اور گناہوں کی نجاستوں سے پاک کرے ہر حالت میں جوکوئی القدوس ہر روز زوال کے نزدیک پڑھے گا اس کا دل صاف ہوگا اور کوئی نماز جمعہ کے بعد اس کوالسبوح کے نام کے ساتھ روٹی کے ٹکڑے پر لکھ کر کھائے گا۔فرشتہ صفت ہوجائے گا اور دشمنوں سے پناہ حاصل کرنے کے لیے بھاگتے وقت جس قدر پڑھ سکے پڑھے اور اگر مسافر آدمی راستے میں مداومت کرے کبھی ماندہ اور عاجز نہیں ہوگا اور اگر وہ تیس بار شیرینی پر پڑھ دشمن کوکھلائے تو مہربان ہو جائے گا۔

السلام: اس کا معنی ہے سلامت وبے عیب اور بندے کا نصیب اس سے یہ ہے کہ وہ برے اخلاق سے اور برے کاموں سے بے عیب ہوجائے گا اور علامہ قشیریؒ نے کہا ہے کہ اس کے لیے یہ ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کی طرف قلب سلیم کے ساتھ رجوع

کرے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مسلمان اس کی زبان سے اور اس کے ہاتھ سے سلامت رہیں بلکہ بہت زیادہ ان پر شفقت کرے۔ پس جب اپنے سے بڑی عمر والے کو دیکھے تو کہے کہ یہ مجھ سے بہتر ہے اس لیے کہ اس نے میری بہ نسبت اطاعت زیادہ کی ہے اور ایمان و معرفت میں مجھ سے سبقت رکھتا ہے۔

اور اگر چھوٹے کو دیکھے تو یہ کہے کہ یہ مجھ سے بہتر ہے اس لیے کہ اس نے میری بہ نسبت گناہ کم کیے ہیں اور اگر کسی مسلمان سے بھولے سے قصور ہو جائے اور وہ کوئی عذر کرے تو اس کو چاہیے کہ قبول کرے اور معاف کر دے۔

اور السلام کو جو شخص ایک سو گیارہ بار بیمار پر پڑھے حق تعالیٰ اس کو صحت و شفا دے گا اور اگر وہ اس پر مداومت کرے گا تو خوف سے نڈر ہو گا۔

المؤمن: امن دینے والا۔ بندے کا نصیب اس سے یہ ہے کہ وہ مخلوق کو اپنی برائی سے امن میں رکھے اور غیر کی برائی سے بچائے رکھے اور جو شخص اس اسم کو بہت پڑھے گا یا اپنے ساتھ رکھے گا حق تعالیٰ اس کو شیطان کے شر سے نڈر رکھے گا اور کوئی اس پر قدرت پانے والا نہیں ہو گا اور اس کا ظاہر و باطن حق تعالیٰ کی امان میں ہو گا اور جو کوئی اس اسم کو بہت زیادہ پڑھے گا اللہ کی مخلوق اس کی مطیع و فرمانبردار ہو جائے گی۔

المھیمن: ہر چیز کا خوب طرح سے نگہبان اور عارف کا نصیب اس سے یہ ہے اپنے دل کو برے عقیدوں اور برے خیالات ' حسد و کینہ وغیرہ سے بچائے رکھے اور اپنا احوال درست کرے اور اپنے قوی اور اعضاء کو دل کو غافل کر دینے والی چیزوں سے محفوظ رکھے۔ جو کوئی غسل کرے اور ایک سو پندرہ (۱۱۵) مرتبہ پڑھے وہ غیبی اور باطنی چیزوں کے بارے میں مطلع ہو جائے گا۔

اور اگر اس پر مواظبت کرے گا تو تمام آفتوں سے پناہ حاصل کرے گا اور بہشت والوں میں سے ہو گا۔

العزیز: غالب و بے مثل کہ کوئی اس پر غالب نہیں ہے۔ نصیب بندے کا اس سے یہ ہے کہ وہ نفس و ہوا اور شیطان پر غالب ہو جائے گا اور علم و عمل اور عرفان میں بے مثل ہو جائے گا اور اپنے نفس کو مخلوق سے سوال کرنے کو ترک کرنے کے ساتھ اپنی ذات کو عزت بخشے اور سوال کر کے ذلیل نہ کرے۔ ابو العباس مرسی نے کہا ہے کہ اللہ کی قسم میں نے عزت نہیں دیکھی مگر مخلوق کی بلند ہمتی رکھنے میں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس نے عزیز جانا کہ جس نے اس کی اطاعت کو عزیز جانا اور جس نے اس کے اوامر کو آسان جانا اس نے اس کی عزت نہ جانی۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾۔

اے عزیز جو کوئی نماز کے بعد اکتالیس (۴۱) بار اس کو پڑھے دنیا اور آخرت میں کسی کا محتاج نہیں ہو گا اور بعد خواری کے عزیز ہو گا اور اس اسم عجیب و غریب کی کئی خاصیتیں ہیں۔

الجبار: بگڑے ہوئے کاموں کو درست کرنے والا اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں بندوں کو اس چیز پر لانے والا کہ جس کا وہ ارادہ کرتا ہے۔ بندے کا نصیب اس سے یہ ہے کہ کمال و فضائل کو حاصل کرنے کے ساتھ نفس کے نقصان کو درست کرے۔ اپنے سرکش نفس پر غالب ہو جائے اور تقویٰ اور ہمیشہ کامل اطاعت کرنے کو لازم کرے۔

اور علامہ قشیریؒ نے فرمایا ہے کہ بعض کتابوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندے تو ارادہ کرتا ہے اور میں بھی ارادہ کرتا ہوں اور نہیں ہوتا مگر جو کچھ کہ میں ارادہ کرتا ہوں پس اگر تو اس چیز کے ساتھ راضی ہو جائے جو میں ارادہ کرتا ہوں

تو میں کفایت کرونگا تجھ کو اس چیز سے کہ جس کا تو ارادہ کرتا ہے اور اگر تو میرے ارادہ پر راضی نہ ہوا۔ تو میں تجھ کو کفایت نہیں کرونگا' اس چیز سے کہ جس کا تو ارادہ کرتا ہے تو پھر وہی ہوتا ہے کہ جس کا میں ارادہ کرتا ہوں۔

جو کوئی مسبعات عشر کے بعد اکیس (۲۱) بار یہ اسم پڑھے۔ ظالموں کے شر سے امن میں ہوگا اور جو کوئی اس پر مداومت کرے گا تو مخلوق کی غیبت اور بدگوئی سے نڈر ہوگا اور امان میں رہے گا اور اہل دولت اور سلطنت سے ہوگا اور اگر انگوٹھی پر نقش کر کے پہنے گا تو اس کی ہیبت اور شوکت مخلوق کے دل میں قرار پکڑے گی۔

المتکبر۔ نہایت بزرگ۔ تیرا نصیب اس سے یہ ہے کہ جب تو نے اللہ تعالیٰ کی بزرگی معلوم کی تو شہوات کی طرف میلان سے پرہیز کر اور الفت کی چیزوں کی طرف آرام پکڑ۔ رغبت کرنا جانوروں کا کام ہے اگر تو رغبت کرے گا تو ان کے ساتھ شریک ہو جائے گا بلکہ پرہیز کر ہر چیز سے کہ وہ تیرے باطن کو حق سے باز رکھے اور ہر چیز کو اس کی ذات کے علاوہ حقیر جان اور تواضع اور تذلل کے طریقے کو لازم کر اور اپنے سے تمام دعویٰ تکبر کو دور کرتا کہ نفس صاف ہو جائے اور اللہ کی محبت اس میں قرار پکڑے۔ نفس کے لیے کوئی اختیار اور غیر اللہ کے ساتھ قرار باقی نہ رہے۔

اگر کوئی شخص ہم بستری میں دخول سے پہلے دس بار پڑھے تو حق تعالیٰ اس کو فرزند خلف اور پرہیزگار عطا فرمائیں گے اور اگر ہر کام کی ابتداء میں پڑھے تو وہ اپنی مراد کو پہنچ جائے۔

الخالق: خلق یعنی مخلوق کا مشیت اور حکمت کے موافق اندارہ کرنے والا اور جو کوئی شخص اس اسم پر ملازمت کرے تو حق تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کر دیتے ہیں جو قیامت تک اس کی طرف سے عبادت کرتا ہے اور اس کا چہرہ اور دل نورانی ہو جائے گا اور شاہ عبدالرحمٰن نے لکھا ہے کہ جو کوئی اسم الخالق کو بہت زیادہ رات میں پڑھے گا اس کا دِل اور اس کا چہرہ روشن ہو جائے گا اور تمام کاموں میں تقویت ملے گی۔

الباری: کا معنی ہے پیدا کرنے والا اور جو شخص ایک ہفتہ میں سو (۱۰۰) بار اسم الباری پڑھے گا حق تعالیٰ اس کو قبر میں نہ چھوڑے گا اور ریاض قدس کی طرف لے جائے گا اور جو طبیب اسم الباری پر مواظبت کرے گا جو علاج بھی کرے گا موافق رہے گا۔

المصور: صورت بنانے والا۔ بندے کا نصیب ان تینوں ناموں سے یہ ہے کہ جب بھی کسی شے کو دیکھے تو اس میں موجود اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور عجائب میں غور و فکر کرے اور جو عورت بانجھ ہو وہ سات دن روزہ رکھے اور افطار کے وقت اکیس (۲۱) بار المصور کو پڑھے اور پانی پر دم کر کے پی لے۔ حق تعالیٰ نیک فرزند اور نرینہ اولاد عطا فرمائیں گے اور جو شخص کثرت سے پڑھے گا اس کے دشوار کام آسان ہو جائیں گے۔

الغفار: بندوں کو بخشنے والا' بندے کے گناہوں کو بخشنے والا اور ان کے عیبوں کو ڈھانکنے والا۔ تیرا نصیب اس سے یہ ہے کہ تو یہ بات پہچان لے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا اور وہی لوگوں کے عیوب کو ڈھانکتا ہے اور ان کے قصور معاف کرتا ہے اور خصوصاً سحری کے وقت استغفار کو لازم کر لے جو شخص نماز جمعہ کے بعد سو (۱۰۰) بار یا غفار اغفرلی ذنوبی پڑھے تو حق تعالیٰ اس کو بخشے ہوئے لوگوں میں سے کر دیتا ہے۔

القہار: کا معنی ہے کہ سب اس کی قدرت کے آگے عاجز و مغلوب ہیں۔ بندے کا نصیب اس سے یہ ہے کہ وہ خصوصاً

بڑے دشمنوں پر جو کہ نفس وشیطان ہیں پر غالب ہو جائے گا' جو کوئی اس اسم کو بہت کثرت سے پڑھتا ہے حق تعالیٰ اس کے دل سے دنیا کی محبت اٹھا دیتا ہے اور اس کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے دل میں محبت وشوق پیدا کر دیتا ہے۔

اور کسی بھی مقصد کے لیے کوئی شخص القہار (۱۰۰) بار پڑھے اس کا مقصد آسان ہو جائے گا اور اگر اس پر مداومت کرے گا تو دنیا کی محبت دِل سے جاتی رہے گی۔ اگر سنت وفرض کے درمیان سو بار (۱۰۰) دشمن کو مقہور کرنے کے لیے پڑھے تو دشمن مقہور ہو جائے گا۔

الوھاب۔ بہت زیادہ بغیر عوض کے دینے والا۔ بندے کا نصیب اس سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان ومال بلا غرض اور بلا عوض خرچ کرے جو کوئی فقر وفاقہ میں مبتلا ہو تو وہ اس اسم پر مداومت کرے حق تعالیٰ اس کو ایسی نجات دیتا ہے کہ وہ حیران رہ جاتا ہے اور جو شخص اس اسم کو لکھ کر اپنے پاس رکھتا ہے وہ اس کا اثر ایسا ہی پاتا ہے اور اگر نماز چاشت کے بعد سجدہ کی آیت پڑھے اور سر سجدہ میں رکھے اور سات (۷) بار پڑھے تو وہ خلقت سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اگر کسی کو حاجت درپیش ہو تو وہ رات کو گھر کے صحن میں یا مسجد کے صحن میں تین بار سجدہ کرے اور ہاتھ اٹھا کر سو بار پڑھے تو اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

اور فراخی رزق کے لیے چاشت کے وقت چار رکعت پڑھے اور فراغت کے بعد سجدہ میں جائے اور سجدہ میں ایک سو چار (۱۰۴) بار یا وھاب پڑھے اور اگر فرصت نہ ہو تو پچاس (۵۰) مرتبہ پڑھے۔ مولانا عبدالعزیز۔

الرزاق: رزق پیدا کرنے والا اور مخلوقات کو رزق پہنچانے والا۔ رزق اس کو کہتے ہیں جس سے فائدہ اٹھایا جائے پھر وہ دو قسم پر ہے ظاہری اور باطنی۔ ظاہری وہ ہے جس سے بدن کو فائدہ ہو۔ کھانے پینے کی چیزیں وغیرہ اور اسباب یعنی کپڑا وغیرہ اور باطنی وہ کہ جس سے نفس اور دل کو فائدہ ہو' علوم اور معارف کی طرح اور عارف کا نصیب اس سے یہ ہے کہ اس کا یقین کرے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی رزق کے دینے کے لائق نہیں ہے۔ پس اس کے علاوہ کسی سے توقع نہ رکھے۔ وہ اپنے امور سونپے اللہ تعالیٰ کی طرف اور ہاتھ اور زبان سے رزق جسمانی اور روحانی لوگوں کو پہنچائے یعنی مال خرچ کرے اور لوگوں کو ہدایت کرے اور علم سکھائے اور دعائے خیر کرے وغیر ذلک بعض عارفین سے پوچھا گیا کہ تو کہاں سے کھاتا ہے؟ تو اس نے کہا جب سے میں اپنے خالق کو پہچانا ہے تو میں نے اپنے رزق میں شک نہیں کیا اور ایک عارف سے کہا گیا کہ قوت کیا ہے؟ پس اس نے کہا جو شخص حی الذی لا یموت طلوع صبح صادق کے بعد نماز فجر سے پہلے گھر کے ہر چاروں کونوں میں دس دس بار پڑھے اس گھر میں رنج اور مفلسی نہیں آئے گی۔ لیکن دائیں جانب سے شروع کرے اور قبلہ کی طرف سے منہ نہ پھیرے۔

الفتاح۔ حکم کرنے والا اور بعض نے کہا کہ رحمت اور رزق کے دروازوں کو کھولنے والا تیرا نصیب اس سے یہ ہے کہ تو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں سعی کرے اور یہ کہ تو مظلوموں کی مدد کرے اور تو امور دنیا وآخرت میں لوگوں کی حاجت روائی کا ارادہ کرے۔

علامہ قشیریؒ نے کہا ہے کہ جس نے یہ جانا کہ اللہ تعالیٰ رزق اور رحمت کے دروازوں کو کھولنے والا ہے اور اسباب کا میسر کرنے والا ہے اور امور کا درست کرنے والا ہے تو وہ اس کے غیر میں اپنا دل نہیں لگائے گا اور جو شخص نماز فجر کے بعد دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر ستر بار پڑھے اس کے دل کا زنگ جاتا رہتا ہے اور صفائی آسان ہو جاتی ہے۔

العلیم: ظاہر وپوشیدہ کا جاننے والا۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ جس نے جانا کہ اللہ تعالیٰ میرا حال جاننے والا ہے۔ اس کی

آزمائشوں پر صبر کرے اور اس کی عطا پر شکر کرے اور اپنی خطاؤں سے بخشش چاہے اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم نہیں جانتے کہ میں تم کو دیکھتا ہوں تو تمہارے ایمان میں خلل ہے۔ اگر تم جانتے ہو کہ میں دیکھتا ہوں تو تم نے مجھ کو سب دیکھنے والوں میں حقیر تر سمجھا یعنی دوسروں سے شرم کرتے ہیں کہ تمہاری برائی اور عیب پر کوئی مطلع نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے کچھ شرم نہیں کرتے۔ العیاذ باللہ۔ جو شخص اس اسم کو کثرت سے پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی معرفت نصیب فرماتے ہیں۔ جو شخص نماز عشاء کے بعد یہ اسم سو بار پڑھے تو عالم الغیب حق تعالیٰ اس کو اہل کشف میں سے کر دے گا اور اگر چاہے گا کہ پوشیدہ کاموں سے آگاہی حاصل کرے تو اس کو چاہیے کہ شب جمعہ میں نماز عشاء کے بعد سو (۱۰۰) بار مسجد میں پڑھ کر سوئے اس کام کی ماہیت اس پر واضح ہو جائے گی۔

القابض۔ کا معنی ہے روزی کا تنگ کرنے والا یا بندوں کا دل اور روح کا قبض کرنے والا۔ جو شخص چالیس روز تک اس کو چار نوالوں پر لکھ کر کھائے گا۔ عذابِ قبر اور بھوک سے امن میں رہے گا۔

الباسط : بندوں کے رزق میں کشادگی پیدا کرنے والا یا ان کے دِلوں میں وسعت پیدا کرنے والا۔ ان دونوں ناموں (القابض اور الباسط) سے انسان کا نصیب یہ متعلق ہے کہ وہ نہ تو مصائب و آفات کے وقت مایوسی کا شکار ہو اور نہ فراوانی کے وقت بے فکری اور غفلت کا مظاہرہ کرے اور اس کے انصاف کا نتیجہ سمجھے اور اس پر صبر اختیار کرے اور خوشحالی کو اس کا فضل سمجھے اور ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرے۔ علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دِل کی یہ دونوں کیفیات (یعنی دِل کا کشادہ ہونا اور تنگ ہونا) اہل معرفت کے قلوب پر طاری ہوتی ہیں کہ جب ان کے دِل خوفِ الٰہی سے مغلوب ہوتے ہیں تو اس وقت ان کے دِل تنگ ہوتے ہیں اور جب رحمت الٰہی کی اُمید ان کے دِلوں پر غالب ہوتی ہے تو اس وقت ان کے دِل کشادہ اور وسیع ہوتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی کے بارے میں کسی نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ خوفِ الٰہی میرے دِل کو تنگ اور رحمت کی امید میرے دل کو کشادہ کر دیتی ہے۔ حق (یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد) سے میرے دِل کو یکسوئی حاصل ہوتی ہے اور لوگوں کی صحبت سے میرے دل کی یکسوئی بکھر جاتی ہے (یعنی لوگوں کی صحبت سے میں پریشانی قلب میں گرفتار ہو جاتا ہوں)

بندے کی بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ جب اللہ تنگی و پریشانی میں مبتلا کرے تو بے قراری و بے چینی سے اجتناب کرے اور جب اللہ تعالیٰ کشادگی و وسعت عطا فرمائے تو اس وقت بیجا مسرت و گستاخی سے پرہیز کرے کیونکہ اِن باتوں سے مقربین ڈرتے ہیں۔

خاصیت ☆ جو شخص صبح صادق کے وقت ہاتھ اٹھا کر اس اسم مبارک کا دس مرتبہ ورد کرے گا اور پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرے گا تو اسے کبھی اپنی حاجت وضرورت کی درخواست کسی کے سامنے کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوگی۔

الخافض : کفار کو ذلیل ورسوا کر کے یا ان کو اپنی درگاہ سے دور رکھ کر ان کی طرف پیٹھ کرنے والا۔

خاصیت ☆ جو شخص تین دن روزے رکھے اور چوتھے دن ایک جگہ بیٹھ کر اس اسم مبارک کا ستر ہزار مرتبہ ورد کرے تو اس کی برکت سے وہ دشمنوں پر غالب آ جائے گا اور فتح سے ہمکنار ہوگا۔

الرافع: اہل ایمان کی نصرت وامداد کر کے یا ان کو اپنی درگاہ کے قریب کر کے ان کو رفعت بخشنے والا۔ ان دونوں ناموں (الخافض اور الرافع) سے بندے کا نصیب یہ متعلق یہ ہے کہ وہ نہ تو اپنی کسی حالت پر بھروسہ کرے اور نہ ہی اپنے علوم' اعمال و افعال میں سے کسی پر بھی اعتماد کرے اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مغلوب کرنے کا حکم دیا ہے اس کو مغلوب کرے۔ مثلاً خواہشاتِ نفسانیہ اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے غالب کرنے کا حکم دیا ہے اس کو غالب کرے مثلاً دِل اور روح۔

ایک واقعہ منقول ہے کہ کسی شخص کو لوگوں نے ہوا میں پرواز کرتے ہوئے دیکھا تو لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے اس مرتبے کو کیسے حاصل کیا؟ اس نے کہا کہ میں نے اپنی نفسانی خواہشات کو پست کر دیا اور ان کو پس پشت ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بدولت میرے لئے ہوا کو تابع کر دیا۔

خاصیت ☆ جو بندہ اس اسم مبارک کا نصف شب میں یا دوپہر کے وقت میں سو مرتبہ ورد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو مخلوق میں نیک اور مالدار بنا دے گا اور اسے ہر چیز سے مستغنی کر دے گا۔

المعز: عزت عطا کرنے والا۔

جو شخص اس اسم مبارک کا پیر کی رات یا جمعہ کی رات میں ایک سو چالیس بار ورد کرے گا مخلوق کی نگاہ میں اس کا خوف و دبدبہ اور شان و شوکت پیدا ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گا۔

المذل: ذلیل ورسوا کرنے والا۔

ان دونوں ناموں سے بندے کا نصیب یہ متعلق ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے علم و معرفت کی بدولت محبوب رکھا ہے وہ بھی ان کو محبوب رکھے اور اجن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے کفر و گمراہی کے باعث ذلیل ورسوا کیا ہے ان لوگوں کو وہ بھی ذلیل ورسوا سمجھے۔

خاصیت ☆ اگر کوئی شخص کسی ظلم کرنے والے اور حسد کرنے والے سے خوفزدہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس اسم مبارک کا پچھتّر مرتبہ ورد کرے' اس کے بعد قبلہ رو ہو کر سجدہ کرے اور پھر یوں دعا کرے: اے اللہ! فلاں ظلم کرنے والے اور حسد کرنے والے کی برائی سے میری حفاظت فرما۔ اس عمل کی بدولت اللہ تعالیٰ اسے ظالم و حاسد کے شرور اور فسق سے محفوظ رکھے گا۔

السمیع: سننے والا' البصیر: دیکھنے والا۔ ان اسماء سے بندے کا یہ نصیب متعلق ہے کہ وہ ایسی باتوں کو سننے اور ایسی چیزوں کو دیکھنے سے جو شریعت کے خلاف ہوں اجتناب کرے اور اس بات پر یقین رکھے کہ اللہ اس کے اقوال و افعال سے واقف ہے اور اسے دیکھ رہا ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ جس نے غیر اللہ کی نگاہ سے اس چیز کو پوشیدہ رکھا جس کو وہ اللہ سے پوشیدہ نہیں رکھتا تو گویا اس نے اللہ کی نگاہ کو کمتر و حقیر سمجھا۔ پس جس شخص نے اس بات کا علم رکھنے کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے' گناہ کا ارتکاب کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا اور جس شخص نے اس خیال سے کسی گناہ کا ارتکاب کیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو نہیں دیکھ رہا تو اس شخص نے بڑے کفر کا ارتکاب کیا۔ اس لئے تعلق بالمحال کے طور پر کہا جاتا ہے کہ اگر تم اپنے اللہ کی

نافرمانی کرنے والا کوئی عمل کرو تو ایسی جگہ اس کا ارتکاب کرو جہاں تم اس کی نگاہ سے پوشیدہ رہو یا وہ تمہیں دیکھ نہ سکے۔ مطلب یہ ہے کہ اس روئے زمین پر ایسا کوئی مقام نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے مخفی ہو اور جب زمین پر ایسا کوئی مقام ہے ہی نہیں جہاں اللہ تعالیٰ گناہ کا ارتکاب کرنے والے کو نہ دیکھے تو پھر گناہوں سے اجتناب کرو۔

خاصیت: جو شخص اس اسم مبارک ''السمیع'' کا جمعرات کے دن چاشت کی نماز کے بعد پانچ سو مرتبہ ورد کرے یا ایک روایت کے مطابق ہر روز چاشت کی نماز کے بعد سو مرتبہ ورد کرے اور دورانِ ورد کسی سے بات چیت نہ کرے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے جو بھی دعا مانگے گا وہ بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوگی۔ اگر کوئی شخص فجر کی سنتوں اور فرائض کے درمیان اسم مبارک ''البصیر'' کا کامل یقین کے ساتھ سو مرتبہ ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی عنایات و مہربانیوں کے ساتھ خاص کرے گا۔ (ان شاءاللہ)۔

الحکم: حکم کرنے والا کہ جس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب یہ متعلق ہے کہ جب اس نے اس بات پر یقین کرلیا کہ حق تعالیٰ ایسا حاکم ہے کہ اس کے حکم کو کوئی بھی رد نہیں کرسکتا تو اب چاہیے کہ وہ حق تعالیٰ کے ہر حکم کو دِل سے مانے اور اس کی چاہت و مرضی کا پیروکار بنے۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی چاہت اور اس کے حکم و فیصلے پر جان بوجھ کر راضی نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی چاہت اور فیصلہ زبردستی لازم کرے گا اور جو شخص رغبت اور دِل کی خوشی کے ساتھ اللہ کے فیصلے کو تسلیم کرے گا' اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمتوں اور عنایت کے سائے سے ڈھانپ لے گا اور وہ راحت واطمینان والی زندگی بسر کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کے سامنے اپنی درخواست لے کر جانے کی ضرورت محسوس نہ کرے گا۔

خاصیت ☆ جو شخص اس اسم مبارک کا جمعہ کی رات میں اور ایک روایت کے مطابق نصف رات میں اتنا ورد کرے گا کہ اس پر غشی طاری ہو جائے تو حق تعالیٰ اس کے دل کو ''معدنِ اسرار'' یعنی رازوں کا خزانہ بنادے گا۔

العدل: عدل وانصاف کرنے والا۔ اس بات پر یقین کر لینے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ انصاف پسند ہے' بندے کو چاہیے کہ اس کے احکامات اور اس کے فیصلوں پر راضی رہے اور ان سے اپنے دل میں گھبراہٹ اور تنگی محسوس نہ کرے بلکہ اس بات پر سو فیصد یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے جو فیصلہ صادر فرمایا ہے وہ عین عدل وانصاف پر مبنی ہے لہٰذا اس پر یقین اور بھروسہ کے ذریعہ راحت وسکون پیدا کرے اور جو کچھ حق تعالیٰ اسے عطا کریں اس کو اس جگہ صرف کرے جہاں خرچ کرنے کا حکم شریعت نے دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف سے ڈرتا رہے اور اس کے فضل ورحمت کی امید رکھے اور امور میں کمی وکوتاہی وزیادتی سے اجتناب کرے اور میانہ روی اختیار کرے۔

خاصیت ☆ جو شخص اس اسم مبارک کو جمعہ کی رات میں روٹی کے بیس نوالوں پر لکھ کر تناول کرے گا اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو اس کے تابع فرمادے گا

اللطیف اپنے بندوں پر نرمی کرنے والا اور باریک بین کہ اس کے لئے دور ونزدیک یکساں ہیں۔'' اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ امور دین ودنیا میں غور وفکر کرے اور نرمی کے ساتھ لوگوں کو راہ حق کی طرف بلائے۔

خاصیت ☆ جس شخص کو اسباب معیشت مہیا نہ ہوں اور فقر وفاقہ میں مبتلا رہتا ہو' یا غربت میں کوئی غمخوار نہ ہو یا

بیمار ہو اور کوئی اس کی تیمارداری نہ کرتا ہو یا اس کے لڑکی ہو کہ اس کا رشتہ وغیرہ نہ آتا ہو تو اسے چاہئے کہ پہلے اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھ کر اس اسم پاک کو اپنے مقصد کی نیت کے ساتھ سو بار پڑھے انشاء اللہ حق تعالیٰ اس کی مشکل آسان کرے گا اسی طرح لڑکیوں کا نصیب کھلنے کے لئے، امراض سے صحت یابی کے لئے اور مہمات کی تکمیل کے لئے اس اسم کو سو بار پڑھنے پر ہیشگی اختیار کرنی چاہیے اس اسم کے متعلق پیران اخوانیہ کا عمل یہ ہے کہ ہر (دنیوی اور دینی مہم کے لئے کسی خالی جگہ میں اس اسم کی دعا کی شرائط کے ساتھ سولہ ہزار تین سو اکتالیس مرتبہ پڑھا جائے انشاء اللہ مراد حاصل ہو گی۔

الخبیر ''دل کی باتوں اور تمام چیزوں کو خبر رکھنے والا'' اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ جب اس نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ میرے بھیدوں پر مطلع ہے اور میرے دل کی باتیں تک جانتا ہے تو اب اس کے لئے لازم ہے کہ وہ بھی اس کو یاد رکھے اور اس کی یاد کے آگے اس کے ماسوا کو بھول جائے ضلالت کے راستوں سے پرہیز کرے اپنی ذات پر ریاکاری کے ترک اور تقویٰ کے اختیار کو لازم کرے باطن کی اصلاح میں مشغول رہے اس سے غفلت نہ برتے اور دین و دنیا کی بہترین کھلی باتوں کی خبر رکھنے والا ہو۔

خاصیت ☆ جو شخص نفس امارہ کے جال میں پھنسا ہوا ہو اس کو چاہیے کہ وہ اسم مبارک کا ورد کثرت سے کرتا رہے۔ ان شاء اللہ نفس امارہ سے نجات پر کر نفس مطمئنہ کی دولت سے مالا مال ہو گا۔

الحلیم : بردبار، برداشت کرنے والا، اہل ایمان کو عذاب دینے میں عجلت سے کام نہیں لیتا بلکہ ان کو مہلت دیتا ہے تا کہ وہ اپنے گناہوں کی بخشش طلب کر کے کامیابی حاصل کریں۔

اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ برے لوگوں کی ایذا رسانی پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے۔ ظالموں کو سزا دینے پر غور و فکر کرے اور غیظ و غضب سے پرہیز کرے اور بردباری کی انتہاء تک رسائی کی جدوجہد کرے اگر کوئی شخص اس کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو وہ اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے۔

خاصیت ☆ اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کو کاغذ پر تحریر کر کے اس کاغذ کو دھو لے اور اس کا پانی اپنے کھیت و کھلیان میں ڈالے تو اس کی ہر آفت سے حفاظت رہے گی، اس کی پیداوار میں برکت ہو گی اور اس کو اپنی کھیتی سے مکمل پھل حاصل ہو گا۔

العظیم : اپنی ذات میں فہم و شعور کی حد رسائی سے بھی زیادہ بزرگ و برتر۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے اتنا عظیم و برتر ہے کہ انسان کی عقل و فراست اس کی عظمت کا اندازہ نہیں کر سکتی۔

اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ اللہ بزرگ و برتر کی ذاتِ عالی کے سامنے زمین و آسمان اور اس میں موجود ہر شے کو حقیر و کم تر سمجھے۔ دنیاوی مفاد و اغراض کی خاطر اپنے آپ کو سوائے اللہ کے کسی کے آگے نہ جھکائے۔ اپنی ذات کو عاجز و حقیر سمجھے۔ اللہ تعالیٰ نے جن امور کو بجالانے کا حکم دیا ہے ان کو بجالائے اور جن امور سے باز رہنے کا حکم دیا ہے ان سے پرہیز کرے۔ ایسی چیزیں جو اللہ کے ہاں پسندیدہ ہیں ان میں اپنے آپ کو مصروف رکھ کر اپنے نفس کو ذلیل و رسوا کرے تا کہ رضائے الٰہی حاصل ہو۔

خاصیت ☆ جو شخص اس اسم مبارک کا ورد کرنے میں مداومت اختیار کرے گا وہ اللہ کی مخلوق کی نگاہ میں باعزت ہو گا۔

الغفور : بہت زیادہ بخشش کرنے والا۔

اس اسم سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ دن اور رات کے اکثر اوقات میں خاص طور پر سحری کے وقت توبہ واستغفار کرے اور جو شخص اس کے ساتھ ایذاء رسانی کا معاملہ کرے اس کو معاف کر دے۔

خاصیت ☆ جس شخص پر بیماری مثلاً بخار، سر کا درد یا اور کوئی مرض غالب ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس اسم مبارک کو کاغذ پر تحریر کرے اور اس کے نقوش کو روٹی پر جذب کر کے اس کو تناول کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر بیماری سے شفاء عطا فرمائے گا اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کا ورد کثرت سے کرتا رہے تو اس سے اُس کے دل کی تاریکی دور ہو جائے گی۔

ایک روایت میں منقول ہے کہ جو شخص سجدے کی حالت میں یا رب اغفرلی (اے میرے رب! میری بخشش فرمادے) تین مرتبہ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کے تمام (صغیرہ) گناہ بخش دے گا اور جو شخص سر کے درد کے مرض میں مبتلا ہو یا کسی اور مرض یا غم و رنج میں مبتلا ہو تو اس کو چاہیے ''یا غفور'' کے الفاظ تین مرتبہ مقطعات پر لکھ کر کھائے' ان شاء اللہ' اللہ اس کو ہر بیماری سے شفاء عطا فرمائے گا۔

الشکور: قدر کرنے والا' عمل صغیر پر بھی ثواب کے دریا بہا دینے والا۔

کتابوں میں یہ واقعہ منقول ہے کہ کسی ایسے شخص کو جو فوت ہو چکا تھا خواب میں دیکھا گیا تو اس سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اس نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرا حساب کتاب فرمایا تو میرے نیک اعمال کا پلڑا بلند ہو گیا' برے اعمال کا پلڑا جھک گیا۔ پھر اچانک میرے نیک اعمال کے پلڑے میں ایک تھیلی آ کر گری جس سے وہ پلڑا جھک گیا۔ جب اس نے پوچھا کہ یہ تھیلی کیسی ہے؟ تو اس سے کہا گیا کہ یہ ایک مٹھی بھر مٹی کی تھیلی ہے کہ جو تو نے اپنے مسلمان بھائی کو قبر میں دفن کر کے اس کی قبر پر ڈالی تھی۔

اس واقعہ سے اس بات کا اندازہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے معمولی سے عمل پر بھی اس پر بے شمار رحمتوں و مہربانیوں کی بارش کرتا ہے۔ اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ ہر لمحے اللہ تعالیٰ کی عنایات پر شاکر رہے' اس طور پر کہ اس بات پر یقین کرے کہ تمام نعمتوں کو عطا کرنے والی ذات اللہ ہی کی ہے۔ اپنے ہر عضو کو اسی کی اطاعت میں مصروف رکھے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے تخلیق فرمایا ہے۔ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرے اور ان کی مہربانیوں پر ان کا شکر ادا کرتا رہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے: ''جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔

خاصیت ☆ جس شخص کی آمدنی کم ہو اور اس کی آنکھ کی بینائی اور اس کے دل کا نور کم ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ اس اسم مبارک کو اکتالیس مرتبہ پانی پر دَم کر کے پیئے اور اس پانی کو آنکھوں پر ملے۔ ان شاء اللہ مالداری حاصل ہو گی اور ہر مرض سے شفایاب ہو گا۔

العلی: بلند مرتبہ۔

اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی فرمانبرداری اور عبادات کے ذریعے اپنے نفس کو ذلیل و حقیر جانے اور اپنی تمام طاقت و قوت علم کے حصول میں لگائے اور اس علم پر عمل بھی کرے یہاں تک کہ وہ بلند درجات و کمالات تک رسائی حاصل کرے۔

ایک روایت میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ بلند کاموں کو پسند فرماتے ہیں (کیونکہ اس کے باعث بندہ بلند درجات و

مراتب تک رسائی حاصل کرتا ہے) اور اللہ تعالیٰ حقیر و کمتر کاموں کو ناپسند فرماتے ہیں۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہے: بلند ہمتی ایمان ہی کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔

خاصیت ☆ جو شخص اس اسم مبارک کے ورد پر ہمیشگی اختیار کرے گا یا اس کو تحریر کر کے اپنے پاس رکھے گا تو اگر وہ حقیر و کمتر ہو تو اس اسم مبارک کے ورد کی بدولت بزرگی و بلند درجات پالے گا۔ اگر غربت میں مبتلا ہو گا تو مالدار ہو جائے گا۔ اگر سفر کے مصائب و آفات میں گرفتار ہو تو اپنے وطن مالوف کو لوٹنا نصیب ہو گا۔

الکبیر: بڑا' ایسا بڑا کہ اس کی بڑائی و عظمت میں کوئی اس کا ثانی نہیں۔ اس اسم مبارک سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ اس عظیم و کبیر ذات کی بڑائی کو ہمیشہ یاد رکھے حتیٰ کہ غیر اللہ کی بڑائی کو مکمل طور پر بھلا دے۔ علم کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے اپنے نفس کو کامل بنانے کی جدوجہد کرے تاکہ اس کے کمالات و فیوضات سے لوگ فائدہ حاصل کریں۔ عاجزی و انکساری کا مظاہرہ کرے اور خدمت اولیٰ کو اپنائے اور بے پروائی اور بے ادبی سے اجتناب کرے۔

خاصیت ☆ جو شخص اس اسم مبارک کا ورد کثرت سے کرتا ہے وہ بلند مرتبہ اور باعزت ہوتا ہے۔ اگر حکام و بادشاہ اس اسم مبارک کا ورد کثرت سے کریں تو عوام پر ان کی ہیبت و دبدبہ قائم رہے گا اور ان کے تمام امور اچھے طریقے سے پورے ہو جائیں گے۔

الحفیظ: دنیا کی آفات و مصائب سے حفاظت کرنے والا۔

اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو گناہوں سے اور اپنے دِل کو غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے محفوظ رکھے اور اپنے تمام معاملات و اُمور میں اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور اس کی چاہت کو کافی سمجھے اور اس کے فیصلوں پر راضی و خوش رہے۔

ایک اللہ والے کا قول منقول ہے: ''اللہ تعالیٰ نے گناہوں کے ارتکاب سے جس شخص کے اعضاء کو محفوظ رکھا' اس کے دِل کو بھی محفوظ رکھا اور جس کا دِل محفوظ رکھا اس کے رازوں کو بھی محفوظ رکھا۔''

ایک واقعہ کتابوں میں منقول ہے کہ ایک روز اتفاقاً ایک بزرگ کی نگاہ کسی شئی ممنوعہ پر پڑی۔ وہ بزرگ فوراً اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کرنے لگا: ''اے اللہ! مجھے اپنی بینائی کی سلامتی کی صرف اسی لئے آرزو تھی تاکہ میں اس کو تیری عبادت میں صرف کروں لیکن اب میری بینائی تیرے حکم کے خلاف استعمال ہوئی ہے تو اے پروردگار! اس نعمت کو مجھ سے سلب کر لے۔ اس دعا کے بعد منقول ہے کہ ان بزرگ کی بینائی آہستہ آہستہ جاتی رہی یہاں تک کہ وہ نابینا ہو گئے۔ ان بزرگ کا معمول یہ تھا کہ وہ ہر رات میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ نابینا ہونے کے بعد رات کے وقت ان کو نماز پڑھنے میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑا' یہاں تک کہ وہ رات کے اندھیرے میں طہارت کے حصول کے لئے اور وضو کرنے کے لئے پانی لینے کے بھی محتاج ہو گئے۔ جب وہ بزرگ رات کی تاریکی میں اپنے نابیناپن کے باعث طہارت اور وضو کا پانی حاصل نہ کر سکے اور اس بناء پر عبادت نہ کر سکے تو انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں دوبارہ درخواست کی۔ اے پروردگار! میرے کہنے ہی پر میری بینائی مجھ سے سلب کر لی گئی لیکن رات کی تاریکی میں تیری عبادت کرنے کے لئے مجھے اس کی اشد ضرورت ہے' تو مجھ کو میری بینائی واپس لوٹا دے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی واپس لوٹا دی اور وہ بینا ہو گئے۔

خاصیت ☆ اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کو تحریر کر کے اپنے دائیں بازو پر باندھ لے تو پانی میں ڈوبنے' آگ سے جلنے' جادو اور نظر بد سے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائیں گے۔

المقیت: جسم اور روح کے لئے غذا پیدا کرنے والا۔

اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ جب بندے نے اس بات پر یقین کر لیا کہ اللہ وہی ذات ہے کہ جو غذا پیدا کرنے والی ہے اور قوت دینے والی ہے تو اب اسے چاہیے کہ وہ اللہ کے ذکر کے سامنے اپنی غذا کی فکر بھول جائے کیونکہ حقیقت میں غذا تو اس کا ذکر ہے۔

حضرت سہل سے منقول ہے کہ جب ان سے غذا کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ: ﴿الْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ﴾ (یعنی ایسا زندہ ہے کہ جس کو موت نہیں) کی یاد ہے۔

نیز بندے کو یہ بھی چاہیے کہ وہ اپنی غذا اور قوت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے طلب نہ کرے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

﴿وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ (الحجر : ۲۱)

''ایسی کوئی شئی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں اور ہم اسے اپنے مقرر انداز کے مطابق ہی نازل کرتے ہیں۔''

نیز بندے کو یہ بھی چاہیئے کہ وہ اپنے متعلقین کو غذا فراہم کرے جس کا وہ استحقاق رکھتے ہیں تاکہ دوسروں کو فائدہ پہنچانا اور گمراہ لوگوں کو راہِ راست پر لانا اور بھوکوں کو کھانا کھلانا اس کی عادت بن جائے۔

علامہ قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: غذا کی مختلف انواع ہیں: ایک نوع تو یہی ظاہری خوراک ہے جس پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے لیکن بعض بندگانِ الٰہی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نفس کی غذا عبادات کی توفیق کو اور ان کے دل کی غذا مکاتِ صدر اور ان کی روح کی غذا' مداومت مشاہدہ کو بنا دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو جب اپنی عبادت میں مشغول فرماتا ہے' اس طور پر کہ وہ اپنی خواہشاتِ نفسانیہ سے منقطع ہو کر پوری توجہ اور صدق و اخلاص کے ساتھ اپنے مالک کی طرف متوجہ رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کسی ایسے شخص کو متعین فرما دیتے ہیں جو اس کی خبر گیری اور خدمت کرتا ہے اور اس کی زندگی کی ضروریات خود بخود پوری ہوتی رہتی ہیں لیکن جب بندہ اپنے مالک کی طرف توجہ کرنے کے بجائے اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کی طرف اپنی توجہ مبذول کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی خواہشات کی تکمیل کو اس پر چھوڑ دیتا ہے اور اس کے اوپر سے اپنی رحمت اور مہربانیاں اٹھا لیتا ہے۔

خاصیت ☆ اگر کوئی شخص کسی کو غربت میں مبتلا دیکھے یا خود غربت کا شکار ہو جائے یا کوئی بچہ اپنی بری عادتوں سے باز نہ آتا ہو یا کثرت سے روتا ہو تو کسی خالی پلیٹ پر سات مرتبہ اس اسم مبارک کا ورد کر کے دَم کرے اور پھر اس پلیٹ میں پانی ڈال کر اس کو پی جائے یا جو مذکورہ بالا مسائل کا شکار ہو اس کو پلا دے۔ اسی طرح اگر کسی روزہ دار کو بھوک و پیاس کی شدت کے باعث ہلاکت کا خوف ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس اسم مبارک کا ورد کر کے پھول پر دَم کرے اور پھر اس کو سونگھے۔ ان شاء اللہ اس کو اللہ کی طرف سے ایسی قوت حاصل ہوگی کہ وہ روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے گا۔

الحسیب ''ہر حال میں کفایت کرنے والا
روزِ قیامت حساب لینے والا' اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ ضرورت مندوں کو کفایت کرنے والا ہو اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے۔

علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر جو بات ارشاد فرمائی اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کفایت اس طرح کرتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کی ہر حال میں اور ہر کام میں مدد فرماتا ہے۔ پس جب بندے نے اس بات پر یقین کر لیا کہ اللہ کی ذات میرے لئے کافی ہے اور میرے ہر مقصد اور میرے ہر کام کو پورا کرنے والی ہے تو اب اس کو چاہیے کہ وہ دنیاوی سہاروں پر بالکل بھی اعتماد نہ کرے بلکہ اگر اس کو اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں کسی بھی دُنیاوی سہارے سے ضرورت کے وقت فائدہ نہ پہنچے جب کہ اسے اس سہارے پر بھروسہ بھی ہو تو اس سے پریشانِ خاطر نہ ہو بلکہ اس بات پر یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے میری تقدیر میں جو طے فرما دیا ہر صورت میں وہی ہوگا۔ اگر قسمت میں مقصد کا حاصل ہونا لکھا جا چکا ہے تو مقصد ضرور حاصل ہوگا خواہ دنیاوی سہارا کتنا ہی مایوس کن کیوں نہ ہو اور اگر قسمت میں مقصد کا حاصل ہونا نہیں لکھا تو مقصد حاصل نہیں ہوگا خواہ دنیاوی سہارا کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو۔ پھر جو شخص اللہ کی جانب سے آنے والی چیز پر جو کہ اس کا مقصود نہیں ہے' اکتفا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس چیز پر راضی کر دے گا جو اس نے اس شخص کے لئے مقرر فرما دی۔ پس اس کا اثر یہ ہوگا کہ ایسا بندہ اپنی اس صفت (یعنی اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنے کی) بناء پر اپنے مقصد کے حاصل نہ ہونے کو اس کے حاصل ہونے کے مقابلے میں فقر و فاقہ کو غنا کے مقابلے میں' خوشی و رغبت کے ساتھ قبول کرے گا۔

خاصیت ☆ جو شخص کسی سارق (چور) حاسد یا برے پڑوس یا دشمن کے شر سے ڈرتا ہو یا آنکھ کے زخم کے باعث تکلیف میں ہو تو وہ ایک ہفتہ تک ہر صبح و شام ستر مرتبہ **حسبی اللہ الحسیب** (اللہ تعالیٰ مجھے کافی ہے جو کفایت کرنے والا ہے) کا ورد کر لیا کرے' اللہ تعالیٰ اسے مذکورہ بالا چیزوں کے شر سے حفاظت میں رکھے گا۔

الجلیل : بزرگ قدر۔ اس اسم سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ صفاتِ کمالیہ کے ذریعے اپنے نفس کو خوبصورت بنائے اور بلند مرتبہ حاصل کرے۔

خاصیت ☆ اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کو مشک و زعفران سے تحریر کر کے اپنے پاس رکھے یا کھا لے تو تمام لوگ اس کی عزت و تعظیم کرنے لگیں گے۔

الکریم : بڑا فیاض' کثرت سے دینے والا کہ اس کا دینا کبھی منقطع نہیں ہوتا اور نہ اس کے خزانوں میں کمی آتی ہے۔
اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ بندہ اللہ کی مخلوق کو بغیر وعدے کے مال دیتا ہے اور ان کی امداد کرتا رہے۔ نیز بداخلاقی اور فعل سوء سے اجتناب کرے۔

خاصیت ☆ جو شخص اپنی خوابگاہ پر پہنچ کر کثرت کے ساتھ اس اسم مبارک کا ورد کرے کہ ورد کرتے کرتے سو جائے تو اس کے لئے فرشتے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں: **اکرمك اللہ** (اللہ تعالیٰ تجھے بلند مرتبہ پر فائز کرے۔)

روایات میں منقول ہے کہ اس اسم مبارک کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کثرت سے پڑھتے تھے اسی بناء پر انہیں ''کرم اللہ وجہہ'' کہا جانے لگا۔

الرقیب: ہر چیز پر نگہبان۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بندوں کے احوال و افعال سے واقفیت رکھنے والا۔

اس اسم سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر حال میں اللہ ہی کی طرف متوجہ رہے۔ سوائے اللہ کے کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں پر اس کو نگہبان و نگران مقرر فرمایا ہے ان کی نگرانی و نگہبانی میں ذرہ برابر بھی کمی نہ کرے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اپنی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا یعنی جن لوگوں کی دیکھ بھال اور نگہبانی پر تمہیں مقرر کیا گیا تھا ان کی نگہبانی و دیکھ بھال کے متعلق تم سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے اپنا فرض کتنا ادا کیا؟

علامہ قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس جماعت یعنی اولیاء اللہ کی جماعت کے ہاں مراقبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد غالب ہو اور اس بات پر یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ میرے حال سے باخبر ہے۔ پس ہر حال میں وہ اللہ ہی کی طرف رجوع کرے اور ہر لحہ اس کے غضب و عذاب سے پناہ مانگے۔ چنانچہ صاحب مراقبہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور حیاء کے باعث شریعت کے خلاف کاموں کو اس شخص سے زیادہ ترک کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے گناہوں کو ترک کرتا ہے اور جو بندہ اپنے دل کی رعایت کرتا ہے یعنی دل کے صحیح تقاضوں پر عمل پیرا ہوتا ہے تو اس کا کوئی پل اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت کے بغیر نہیں گزرتا کیونکہ یہ بات اچھی طرح اس کے علم میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے ایک پل اور میرے ہر ایک عمل کا محاسبہ کرے گا چاہے وہ عمل چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔

پس اللہ کے ولی کے بارے میں ایک واقعہ منقول ہے کہ ان کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو ان سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ آپ کے ساتھ کیسا رہا؟ انہوں نے بتایا کہ اللہ عزوجل نے میری بخشش فرمادی اور میرے ساتھ احسان والا معاملہ فرمایا لیکن مجھ سے میرے اعمال کا حساب پورا پورا لیا حتیٰ کہ مجھ سے اس عمل کا بھی حساب لیا کہ ایک روز میں روزہ دار تھا جب روزہ افطار کرنے کا وقت ہوا تو میں نے اپنے ایک دوست کی دکان سے گندم کا ایک دانہ اٹھایا اور اس کو میں نے توڑا، اچانک مجھے خیال آیا کہ یہ گندم کا دانہ تو میرا نہیں ہے یعنی میں اس کا مالک نہیں ہوں۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے یہ دانہ اسی جگہ رکھ دیا جہاں سے اٹھایا تھا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے میرے اعمال کا حساب لیا تو اس گندم کے دانے کے توڑنے کے برابر نیکی میرے نامہ اعمال سے لے لی۔

غور طلب بات ہے کہ جس شخص کے علم میں یہ بات ہو کہ اسے ایک دن اللہ کی عدالت میں چھوٹے سے چھوٹے عمل کا بھی حساب دینا ہے تو کیا وہ اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ اپنی ساری عمر گناہوں میں برباد کردے اور اپنے اوقات کو کوتاہیوں اور غفلتوں میں ضائع کرے۔

ایک حدیث میں منقول ہے کہ "تم اپنے اعمال کا حساب خود کرو قبل اس کے کہ تمہارے اعمال کا محاسبہ کیا جائے"۔

خاصیت ☆ جو شخص اس اسم مبارک کا سات مرتبہ ورد کر کے اپنے اہل وعیال اور اپنے مال کے چاروں طرف دَم کرے تو اللہ تعالیٰ تمام دشمنوں اور تمام مصائب سے اس کی حفاظت فرمائے گا۔

المجیب: عاجزوں کی دعا کو شرف قبولیت بخشنے والا اور پکارنے والا اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ کرنے والے کاموں میں اور نہ کرنے والے کاموں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرے۔

خاصیت ☆ جو شخص اس اسم مبارک کا کثرت سے ورد کرے پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو جلد قبول فرمائے گا اور اگر اس اسم مبارک کو تحریر کر کے اپنے پاس رکھے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے گا۔

الواسع: وسیع علم رکھنے والا اور اپنی نعمتیں سب کو عطا کرنے والا۔ اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ اپنے علم میں اپنی فیاضی میں اور اخلاق میں کشادگی پر پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آئے اور دنیاوی مقاصد کو حاصل کرنے کی فکر میں نہ لگا رہے۔

خاصیت ☆ جو شخص اس اسم مبارک کا ورد کثرت سے کرے اور اس کے ورد کرنے میں مداومت سے کام لے تو اللہ تعالیٰ اسے قناعت اور برکت عطا فرمائے گا۔

الحکیم: عقلمند، حکمت والا اس اسم سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جن صفات حمیدہ کا تذکرہ کیا ہے ان کو اپنائے اور ان صفات سے تعلق کمال پیدا کرنے کی کوشش کرے اور اپنے تمام اعمال میں استواری کو پیدا کرنے کی کوشش کرے نیز اسے چاہیے کہ وہ احمق بننے سے اجتناب کرے اور کوئی بھی کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی مشیت کے خلاف نہ کرے۔

روایات میں حضرت ذوالنون مصری کے بارے میں ایک واقعہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب میں نے سنا کہ مغرب کی جانب علاقے میں ایک شخص ہے جو اپنے علم وحکمت کے باعث بہت شہرت رکھتا ہے تو وہ اس شخصیت کی زیارت کی نیت سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور چالیس روز تک ان کے گھر کے دروازے کے باہر پڑا رہا۔ جب بھی وہ نماز کے لئے مسجد تشریف لاتے تو حیرانی و پریشانی کے عالم میں مسجد میں چکر لگانے لگتے اور میری طرف ذرہ بھر بھی توجہ نہ فرماتے' اس معاملے کو دیکھ کر جب میں تنگ آ گیا تو ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ حضرت! میں چالیس روز سے آپ کی چوکھٹ پر پڑا ہوں آپ نہ تو میری طرف متوجہ ہوئے اور نہ ہی مجھ سے بات کرتے ہیں۔ آپ مجھے وعظ ونصیحت فرمائیں اور مجھے حکمت سے بھری ہوئی باتیں بتائیں تاکہ میں ان کو یاد رکھوں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم ان باتوں پر عمل کرو گے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ بتوفیق الٰہی ضرور عمل کروں گا۔ پھر انہوں نے حکمت ونصیحت سے لبریز باتیں مجھے بتائیں کہ دنیا کو دوست نہ رکھو' فقر کو غنیمت سمجھو' مصیبت کو نعمت سمجھو' منع یعنی نہ ملنے کو اللہ کی عطا جانو' غیر اللہ کے ساتھ انس ومحبت نہ کرو اور نہ ان کی صحبت ومجلس میں اپنے آپ کو

مشغول کرو۔ ذلت وخواری کو عزت گردانو' موت کو حقیقی زندگی سمجھو' اللہ کی فرمانبرداری وعبادت کو اپنی عزت کا ذریعہ سمجھو اور اللہ پر توکل کو اپنی روزی سمجھو۔

از سینہ محو کن ہمہ نام ونشاں غیر ☆ الا کسے کہ می دید از وے نشان ترا

خاصیت ☆ اگر کوئی شخص اپنے کام کے معاملے میں پریشانی میں مبتلا ہو اور وہ کام پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ رہا ہو تو اس کو چاہیے کہ اس اسم مبارک کا ورد کرنے میں مداومت اختیار کرے۔ ان شاء اللہ اس کے کام پایۂ تکمیل تک پہنچ جائیں گے۔

الودود: اطاعت گزاروں اور تابع فرمانوں کو دوست رکھنے والا' اللہ کے اولیاء کے دِلوں میں محبوب۔

اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ اللہ کی مخلوق کے لئے اس چیز کو پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان پر اپنی حیثیت کے مطابق احسان کرتا رہے۔ آقائے دو جہاں ﷺ کا ارشاد ہے: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے اسی چیز کو محبوب نہ جانے جس کو وہ اپنے لئے محبوب سمجھتا ہے۔''

''اللہ تعالیٰ بندوں کو دوست رکھتا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر رحمتوں کی بارش کرتا ہے' ان کی مدح کرتا ہے اور ان کے ساتھ بھلائی والا معاملہ کرتا ہے اور ''بندوں کا اللہ تعالیٰ کو دوست رکھنا'' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی تعظیم کرتے ہیں اور اپنے دِلوں کو اس کے خوف و ہیبت سے آباد رکھتے ہیں۔ حدیث مبارکہ میں منقول ہے' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے دوستوں میں سب سے اچھا دوست وہ ہے جو بغیر عطا کی امید پر میری عبادت کرتا ہے یعنی وہ عطا اور بخشش کی امید کے لئے میری عبادت نہیں کرتا بلکہ صرف میری خوشنودی ورضا کے حصول کے لئے عبادت کرتا ہے۔

خاصیت ☆ اگر شوہر اور بیوی کے درمیان ناراضگی ہو جائے یا ان کے آپس کے تعلقات بگڑ جائیں تو اس اسم مبارک کو کسی کھانے کی چیز پر ایک ہزار مرتبہ پڑھ کر دَم کرلیں پھر دونوں میں سے اس کو کھلایا جائے جس کی جانب سے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوئی۔ ان شاء اللہ ان دونوں کے درمیان اس اسم مبارک کی برکت سے محبت والفت دوبارہ قائم ہو جائے گی۔

المجید: بزرگ' شریف ذات۔ اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب وہی ہے جو اسمائے الٰہیہ میں سے ''العظیم'' کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔

خاصیت ☆ جس شخص کے جسم پر آبلے پڑ جائیں یا اس کے جسم کا کوئی حصہ جل جائے یا وہ برص' جذام جیسی بیماریوں میں مبتلا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ ایّام بیض یعنی چاند کی تیرہویں' چودھویں اور پندرہویں تاریخ کا روزہ رکھے اور جب روزہ اور افطار کرنے لگے تو اس اسم مبارک کو کثرت سے پڑھ کر پانی پر دَم کرے' ان شاء اللہ بیماریوں سے شفاء پائے گا اور جس شخص کا اپنے ہم عصروں کے درمیان عزت واحترام نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ روز صبح کے وقت اس اسم مبارک کو ننانوے مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دَم کرلے اور اسے اپنے ہم عصروں میں عزت واحترام حاصل ہو جائے گا۔

الباعث: مردوں کو قبروں سے اٹھا کر زندہ کرنے والا اور غافلوں کے قلوب کو غفلت کی نیند سے جگانے والا۔

اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ جاہل نفوس کو تعلیم سے آراستہ کرکے اور ان کو نصیحت کرکے ان کو دنیا سے

بے رغبتی کا احساس دلائے اور آخرت کی لافانی نعمتوں کو راغب کرے اور غفلت کی نیند سے ان کو بیدار کرے اور ان کے مردہ دِلوں کو زندہ کرے اور اس کام کی ابتداء اپنے سے کرے اپنی اصلاح کرنے کے بعد پھر دوسروں کی طرف توجہ کرے اور ان کی اصلاح کی فکر کرے۔

خاصیت ☆ اگر کوئی شخص چاہے کہ اس کے دل کو حقیقی حیات حاصل ہو تو اسے چاہیے کہ سونے کے وقت اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس اسم مبارک کو سو مرتبہ پڑھے' اللہ تعالیٰ اس اسم کی برکت سے اس کے دِل کی مردنی کو دفع کر دے گا اور اس کو زندہ کر کے اپنے انوار کا مرکز بنا دے گا۔

الشھید : حاضر' ظاہر و باطن سے باخبر۔

علامہ قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل معرفت (یعنی اللہ کے پہچاننے والے) اس کی ذات کے سوا اور کسی کی خواہش نہیں رکھتے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ لوگ صرف اللہ کی ذات پر خوش و مطمئن رہتے ہیں کیونکہ اللہ ہی وہ ذات ہے جو ان کے تمام احوال وافعال سے باخبر ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ (فصلت : ۵۳)

''کیا تمہارا ربّ تمہارے لئے اس بات میں کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پر مطلع ہے۔''

اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ اس بات کا خیال رکھے کہ اپنے آپ کو ایسے مقامات پر جانے سے روکے جو اس کے لئے اس کے پروردگار نے ممنوع قرار دیئے ہیں اور اپنے آپ کو ایسے مقامات پر حاضر کرے جہاں حاضر ہونے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے (یعنی بھلائی کے مقامات) اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ میرے احوال کا مجھ سے زیادہ بہتر علم رکھتا ہے اور میرے احوال کو اچھی طرح دیکھتا ہے۔ اپنے آپ کو غیر اللہ کے سامنے جھکنے اور اس کے سامنے اپنی ضروریات پیش کرنے اور اس کی جانب رغبت و میلان رکھنے سے احتراز کرے۔ نیز اس اسم کا بندے پر ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ صرف سچائی کی گواہی دے۔

خاصیت ☆ اگر کسی شخص کا لڑکا نافرمان ہو یا اس کی لڑکی پاکدامن نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ ہر روز صبح کے وقت اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھے اور اس کا چہرہ آسمان کی جانب کر کے اکیس مرتبہ ''یا شھید'' پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نام کی برکت سے اسے فرمانبردار اور نیک بنائے گا۔

الحق : بادشاہی کے ساتھ قائم رہنے والا اور خدائی کے لائق۔ اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ جب بندے کے علم میں یہ بات آ گئی کہ اللہ ہی کی ذات حق ہے تو اب اس کو چاہیے کہ مخلوق کی یاد کو اس کے مقابلے میں فراموش کر دے' نیز اس اسم مبارک کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ بندہ اپنے تمام اقوال' افعال اور احوال میں حق کے دامن کو مضبوط سے تھام لے۔

خاصیت ☆ اگر کسی شخص کی کوئی قیمتی چیز گم ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ ایک کاغذ کے چاروں کونوں پر اس اسم کو لکھے اور پھر اس کاغذ کے درمیان گمشدہ چیز کا نام تحریر کرے پھر نصف شب کے وقت اس کاغذ کو اپنے ہاتھ پر رکھ کر اپنی نگاہ کو آسمان کی طرف کرے۔ اس اسم مبارک کی برکت اور اس کے وسیلے کے ذریعے اس گمشدہ چیز کے دوبارہ مل جانے کی دعا کرے۔ ان شاء

اللہ اس عمل سے یا تو وہی چیز مل جائے گی یا اس کا کچھ نہ کچھ حصہ حاصل ہو جائے گا۔

اگر کوئی قیدی نصف شب میں اس اسم مبارک کا ننگے سر ہو کر ایک سو آٹھ مرتبہ ورد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے قید سے رہائی نصیب فرمائے گا۔

الوکیل: کارساز' ارشادِ خداوندی ہے: ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ (النساء: ۸۱) ''یعنی اللہ تعالیٰ کارساز ہونے میں کفایت کرتا ہے۔''

﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (المائدة: ۲۳) ''اگر تم ایمان والے ہو تو اپنا ہر کام اللہ کے سپرد کر دو۔''

﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ (الطلاق: ۳) ''جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہو جاتا ہے۔''

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ﴾ (الفرقان: ۵۸) ''یعنی ایسے زندہ پر بھروسہ کرو جس کے لئے موت نہیں ہے۔''

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾ (الشعراء: ۲۱۷) ''اس ذات پر بھروسہ کرو جو غالب اور مہربان ہے۔''

اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ کمزوروں اور لاچاروں کی مدد کرے اور ان کے کام میں ان کا ہاتھ بٹائے اور ان کی ضروریات کو اس طور پر پورا کرنے کی کوشش کرے جیسا کہ وہ ان کا وکیل ہے۔

خاصیت ☆ اگر کسی شخص کو آسمان سے بجلی گرنے کا اندیشہ ہو یا آگ کے جلانے سے کسی نقصان کا خوف ہو تو اس کو چاہیے کہ اسم مبارک کا کثرت سے ورد کرے' ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ عزوجل اسے اپنی پناہ میں لے لے گا۔ اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کو کسی ایسی جگہ پڑھے جہاں وہ خوف محسوس کرے تو اللہ تعالیٰ اس اسم مبارک کی برکت سے اسے بے خوف وخطر کر دے گا۔

القوی۔ المتین: قوت وطاقت والا اور تمام امور میں استوار۔ اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشاتِ نفسانیہ پر غالب ہو اور طاقت والا ہو اور دین کے معاملات میں سخت اور چست ہو اور احکاماتِ شرعیہ کے نفاذ میں اور ان کی اشاعت میں کسی بھی قسم کی سستی کا مظاہرہ نہ کرے۔

خاصیت ☆ اگر کسی شخص کا دشمن طاقتور ہو اور وہ اپنے دشمن سے اپنے دفاع کرنے میں کمزور ہو تو اس کو چاہیے کہ تھوڑا سا آٹا گوندھ کر اس کی ایک ہزار ایک سو گولیاں بنالے پھر ہر ایک گولی پر ''یا قوی'' پڑھ کر دَم کرتا رہے۔ پھر ان گولیوں کو کسی مرغ کو اس نیت سے کھلائے کہ وہ اپنے دشمن سے اپنی حفاظت چاہتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے دشمن کو مغلوب کر دے گا اور اگر کوئی شخص اس اسم کو شب جمعہ میں کثرت سے پڑھے تو اس کی برکت سے نسیان یعنی بھولنے کا مرض جاتا رہے گا۔

اگر کسی بچے کا دودھ چھڑایا گیا ہو اور وہ بچہ اس کی وجہ سے صبر نہ پاتا ہو تو اس اسم کو کاغذ پر لکھ کر اس کو پانی میں دھو کر پلا دے' اس عمل سے بچے کو صبر آ جائے گا۔

اسی طرح اگر کسی بچے والی عورت کے دودھ میں کمی ہو تو اس اسم مبارک کو کاغذ پر لکھ کر پانی میں دھو کر پانی پلا دیا جائے اس اسم کی برکت سے اس کے دودھ میں کمی رفع ہو جائے گی۔

اگر کوئی شخص ملک وحکومت کے کسی عہدے کو حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہو تو اس کو چاہیے کہ اتوار کے دن صبح کے وقت اپنے مقصد کی نیت سے اس اسم "المتین" کو تین سو ساٹھ مرتبہ پڑھے' ان شاء اللہ اس اسم کی برکت سے اس کو وہ عہدہ حاصل ہو جائے گا۔

الولی : مددگار' اہل ایمان کو دوست رکھنے والا۔

اس اسم سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ میل جول اور دوستی رکھے' دین کو پھیلانے اور اس کی حمایت میں جدوجہد کرے اور اللہ کی مخلوق کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔

علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں سے یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنا دوست بنالیتا ہے تو ہمیشہ نیکی و بھلائی کی توفیق بخشتا رہتا ہے حتیٰ کہ اگر وہ بندہ بشری تقاضے کی بناء پر گناہ کا ارتکاب بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ارتکاب سے اس کو محفوظ رکھتا ہے کہ اگر وہ کسی برائی میں مبتلا ہونے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس برائی میں مبتلا ہونے سے بچالیتا ہے بلکہ جلد ہی اس کو توبہ واستغفار کرنے کی توفیق بخش دیتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے: "**اذا احب الله عبد لم یضره ذنب**۔ (یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی کو اپنا دوست بنالیتا ہے تو اس کو گناہ سے نقصان نہیں پہنچاتا)۔

اگر وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادات وطاعات میں سستی اور کوتاہی کی جانب مائل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عبادات وطاعات میں مشغول رہنے کی توفیق بخشتا ہے' یہی بات بندے کی نیک بختی وخوش قسمتی کی علامت ہوتی ہے' جب کہ اس کے برخلاف بندے کی بدبختی وبدقسمتی کی علامت ہوتی ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کی دوستی کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کی محبت اپنے اولیاء کے دِلوں میں پیوست کر دیتا ہے جس کے باعث اس بندے سے اولیاء کرام محبت ومہربانی سے پیش آتے ہیں۔

خاصیت ☆ جو شخص اسم اسم مبارک کا کثرت سے ورد کرتا ہے وہ اللہ کی مخلوق کے دِل کی باتوں سے باخبر ہو جاتا ہے۔

اگر کسی شخص کی بیوی یا اس کی کنیز ایسے مزاج کی مالک ہو جو اس کے لئے اذیت کا باعث ہو تو اسے چاہیے کہ جب بھی وہ اپنی بیوی یا کنیز کے پاس جائے تو اس اسم مبارک کا ورد کثرت سے کرے۔ ان شاء اللہ اس اسم کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی بیوی یا کنیز کی اصلاح ودرستی کے راستے پر گامزن کرے گا۔

الحمید : اپنی ذات وصفات کی مدح کرنے والا یا جس کی تعریف کی جائے۔ اس اسم مبارک سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتا رہے اور اپنی ذات کو صفاتِ حمیدہ وکمالیہ کے ساتھ مزین کرے یا اپنے پاکیزہ اعمال اور حسن اخلاق کی بدولت اللہ اور اللہ کی مخلوق کے سامنے اپنے آپ کو ایسا ثابت کرے کہ اس کی تعریف کی جائے۔

خاصیت ☆ جو شخص اس اس مبارک کا کثرت سے ورد کرے اس کے اعمال پسندیدہ ہوں گے' اگر کسی شخص پر بدگوئی اور بدزبانی اتنی غالب ہو کہ وہ اس سے اپنی زبان کو قابو کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کو چاہیے کہ اس اسم مبارک کو کسی پلیٹ پر تحریر کرے یا بعض حضرات کے بقول اس اسم مبارک کو کسی پلیٹ پر نوے مرتبہ پڑھ کر دَم کرے اور اس میں پانی پئے اور یہ عمل

متواتر کرتا رہے۔ان شاء اللہ بدزبانی وبدگوئی سے حفاظت رہے گی۔

المحصی: ''اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس کے نزدیک تمام مخلوقات کی تعداد ظاہر ہے'' اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ خواہ حرکت کی حالت میں ہو یا سکون کی حالت میں یعنی کسی بھی لحظہ اور کسی بھی لحہ غفلت میں مبتلا نہ ہو اور اسکا ایک ایک سانس یاد الٰہی کے ساتھ باہر آئے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ ''اہل جنت اس لحہ پر حسرت وافسوس کریں گے جو یاد الٰہی کے بغیر گزرا ہوگا۔''

نیز اس بات کی کوشش کرے کہ اپنے اعمال اور باطنی احوال پر مطلع رہے اور اس اسم کا تقاضہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اسے جن نعمتوں نوازا ہے ان کو شمار کرتا رہے تا کہ وہ ان کا شکر ادا کر کے خدا کے سامنے اپنے آپ کو عاجز محتاج سمجھے اور اپنے گناہوں کی شمار کرے ان کی وجہ سے شرمندہ وشرمسار ومعذرت خواہ ہو اور ان ایام اور لمحات کو یاد کر کے حسرت وافسوس کرے جو اللہ تعالیٰ کی طاعت اور اس کی یاد سے خالی رہے ہوں۔

خاصیت ☆ جو شخص جمعہ کی رات میں اس اسم پاک کو ایک ہزار ایک مرتبہ پڑھ لیا کرے حق تعالیٰ اسے عذاب قبر اور عذاب قیامت سے محفوظ رکھے گا۔

المبدی "المعید": پہلی مرتبہ پیدا کرنے والا اور دوبارہ پیدا کرنے والا'' ان ناموں سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ ہر معاملہ اور ہر چیز میں اللہ رب العزت کی طرف اول بار بھی رجوع کرے' نیکیاں پیدا کرنے میں سعی وکوشش کرے اور جو نیک عمل کرنے سے رہ گیا ہو یا جس عمل میں کوئی کمی اور کوتاہی ہوگئی ہو اس کا اعادہ کرے یعنی ان کو دوبارہ کرے۔

خاصیت ☆ کسی کی زوجہ کو حمل اور اور اسقاط حمل کا خوف ہو یا ولادت میں غیر معمولی تاخیر ہو رہی ہو تو خاوند کو چاہئے کہ وہ اس اسم پاک ''المبدی'' کو نوے بار پڑھے اور شہادت کی انگلی اس کے پیٹ کے چاروں طرف پھیرے انشاء اللہ حمل ساقط ہونے کا خوف نہیں رہے گا اور ولادت سے باطمینان اور بلا کسی ضرر جلد فراغت حاصل ہوگی اور جو شخص اس اسم پاک پر مداومت کرے یعنی اس کو پڑھنے پر ہمیشگی اختیار کرے تو اس کی زبان سے وہی بات نکلے گی جو صحیح اور باعث ثواب ہوگی۔

کسی شخص کا کوئی قریبی گم ہوگیا ہو اور اسکی آمد یا خیریت کی طلب کا خواہش مند ہو تو اس وقت جب کہ اس کے گھر والے سو گئے ہوں اس اسم پاک کو گھر کے چاروں کونوں میں ستر بار پڑھے اور اسکے بعد کہے یامعید فلاں شخص کو میرے پاس واپس بلا دے یا اس کی خیریت معلوم کرا دے'' سات دن بھی گزرنے نہ پائیں گے کہ یا تو غائب آجائے گا یا اس کی خیریت معلوم ہو جائے گی اور اگر کسی شخص کی کوئی چیز گم ہوگئی تو وہ اس اسم ''المعید'' کو بہت زیادہ پڑھتا رہے انشاء اللہ اس کی وہ چیز مل جائے گی۔

المحی۔المميت: ''زندہ کرنے والا اور مارنے والا'' یعنی اللہ تعالیٰ نور ایمان کے ذریعہ قلوب کو زندہ کرتا ہے اور جسم میں زندگی پیدا کرتا ہے نیز وہی جسم کو موت دیتا ہے اور قلوب کو غفلت ونادانی کے ذریعہ مردہ کرتا ہے۔

ان دونوں ناموں سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ علم سے نفع پہنچا کر مخلوق خدا کو اور مغفرت الٰہی کی شمع جلا کر قلوب کو زندگی و تازگی کی دولت بخشے اور نفسانی خواہشات اور شیطانی خطرات و وسواس کو موت کے گھاٹ اتارے' نیز یہ حیات کی تمنا کرے اور نہ موت کی آرزو بلکہ قضاء وقدر الٰہی کا تابعدار بنے اور یہ دعا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے پڑھتا رہے۔

اللّٰھم احینی ما کان الحیوۃ خیر الی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیر الی واجعل الحیوۃ زیادۃ فی کل خیر واجعل الموت راحۃ من کل شر۔

"اے اللہ مجھے زندگی دے جب تک کہ زندگی میرے لئے بہتر ہو اور مجھے موت دے جب کہ موت میرے لئے بہتر ہو اور میری زندگی کو ہر خیر و بھلائی میں زیادتی کا سبب اور موت کو ہر برائی سے راحت کا باعث بنا دے۔"

خاصیت ☆ جو شخص کسی درد رنج و تکلیف اور کسی عضو کے ضائع ہو جانے کے خوف میں مبتلا ہو تو وہ اس اسم "المحی" کو سات بار پڑھے حق تعالیٰ اسے خوف سے نجات دے گا نیز درد ہفت اندام کو دور کرنے کے لئے سات روز تک یہ اسم پڑھا کرے اور ہر روز پڑھ کر دم کیا جائے اور جو شخص اس اسم پاک کو پڑھنے پر ہمیشگی اختیار کرے تو اس کے دل کو زندگی اور بدن کو قوت حاصل ہوگی جو شخص اپنے نفس پر قادر نہ ہو کہ اتباع شریعت کے معاملہ میں اس کا نفس اس پر غالب ہو یعنی اسے اتباع شریعت سے باز رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ سوتے وقت سینہ پر ہاتھ رکھ کر اسم پاک "الممیت" اتنا زیادہ پڑھا کرے کہ پڑھتے ہوئے سو جائے تو حق تعالیٰ اس کے نفس کو مطیع و فرمانبردار بنا دے گا۔

الحی: "ازل سے ابد تک زندہ رہنے والا" اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے ذریعے زندہ رہے اور اپنی جان اس کی راہ میں قربان کر دے یعنی خدا کی راہ میں شہید ہو کر ابدی حیات حاصل کرے۔

خاصیت ☆ اگر کوئی شخص بیمار ہو تو اس اسم پاک کو بہت پڑھتا رہے یا کوئی دوسرا شخص اس بیمار پر اور بعض حضرات کے قول کے مطابق آنکھ سامنے کر کے اسے بہت پڑھے تو حق تعالیٰ اسے صحت عطا فرمائے گا اور جو شخص ہر روز ستر بار اس اسم کو پڑھ لیا کرے تو اس کی عمر دراز ہوگی اور اس کی وقت روحانیہ میں اضافہ ہوگا۔

القیوم "خود بھی قائم اور مخلوقات کا قائم رکھنے والا اور خبر گیری کرنے والا" اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ ماسوا اللہ سے بالکل بے پرواہ ہو جائے۔

قشیریؒ فرماتے ہیں کہ جس نے یہ جانا کہ اللہ تعالیٰ قیوم ہے تو اس نے تدبیر و اشتغال کے رنج و فکر سے نجات پائی اور راحت و تفویض کے ساتھ اپنی زندگی گزاری لہٰذا اب نہ تو بخل کرے گا اور نہ دنیا کی کسی بھی پیش قیمت چیز کو کوئی اہمیت دے گا۔

خاصیت ☆ جو شخص بوقت سحر اس اسم کو بہت زیادہ پڑھا کرے تو لوگوں کے قلوب میں اس کا تصرف ظاہر ہوگا یعنی تمام لوگ اسے محبوب و دوست رکھیں گے اور اگر کوئی شخص اس اسم کو بہت زیادہ پڑھے تو اس کے تمام امور بحسب دلخواہ پورے ہوں گے۔

الواجد: "غنی کہ کسی چیز کا محتاج نہیں" اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ ضروری کمالات عالیہ حاصل کرنے میں سعی و کوشش کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ماسوی اللہ سے مستغنی اور بے پرواہ ہو۔

خاصیت ☆ اگر کوئی شخص کھانا کھاتے وقت ہر نوالے کے ساتھ یہ اسم پاک پڑھے تو وہ کھانا اس کے پیٹ میں نور ہوگا اور اگر کوئی خلوت میں اس اسم کو پڑھے تو تونگر ہوگا۔

الماجد: "بزرگ نصیب" اس اسم سے بندہ کا نصیب وہی ہے جو اس سے پہلے نام کے سلسلہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

خاصیت ☆ جو شخص اس اسم پاک کو خلوت میں پڑھے اتنا کہ بے ہوش ہو جائے اس کے دل پر انوار الٰہی ظاہر

ہوں گے اور اگر کوئی شخص اس کو بہت پڑھتا رہے تو مخلوق خدا کی نظروں میں بزرگ مرتبہ ہو۔

الواحد "الاحد": ''ذات وصفات میں یکتا و یگانہ'' اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ عبادت و بندگی میں یکتا و یگانہ بنے جیسا کہ اس کا معبود خدائی میں یکتا و یگانہ ہے اور ایسے فضائل سے اپنی ذات کو آراستہ کرے کہ اس کا کوئی ہم جنس اس کے مثال نہ ہو۔

خاصیت ☆ اگر کسی کا دل خلوت سے ہراساں ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس اسم پاک کو ایک ہزار ایک مرتبہ پڑھے انشاء اللہ اس کے دل سے خوف جاتا رہے گا اور بارگاہ حق جل مجدہ کا مقرب ہوگا' اور اگر کسی کو فرزند پیدا ہونے کی تمنا ہو تو وہ اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے اللہ تعالیٰ اسے فرزند عطا فرمائے گا۔

الصمد: بے پروا' کہ کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج'' اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ اپنی ہر حاجت میں اللہ ہی کی طرف رجوع کرے' اپنے رزق سے بےفکر رہے' اس کی ذات پر توکل کرے دنیا کی حرام چیزوں سے بچے دنیا کی زینت کی چیزوں کی طرف رغبت نہ کرے' دنیا کی حلال چیزوں کی حصول کی بھی ہوس نہ کرے' مخلوق سے اپنے آپ کو بے پروا رکھے اور مخلوق خدا کی حاجت روائی کی سعی وکوشش کرتا رہے۔

خاصیت ☆ جو شخص بوقت سحر یا آدھی رات کو سجدہ کرے اور اس اسم پاک کو ایک سو پندرہ مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ اسے صادق الحال بنائے گا اور کسی ظالم کے ہاتھ نہیں لگے گا اور جو شخص اس اسم پاک کو بہت زیادہ پڑھتا رہے ہو بھوکا نہیں رہے گا اور اگر حالت وضو میں اسے پڑھے گا تو مخلوق خدا سے بے پروا ہو۔

القادر۔المقتدر: ''قدرت والا اور قدرت ظاہر کرنے والا'' اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو خواہشات ولذات سے باز رکھنے پر قادر ہو۔

خاصیت ☆ اگر کوئی شخص وضو میں وضو کے ہر عضو کو دھوتے وقت اسم پاک ''القادر'' پڑھ لیا کرے تو وہ کسی ظالم کے ہاتھوں گرفتار نہیں ہوگا اور کوئی دشمن اس پر فتحیاب نہ ہوگا اور اگر کوئی مشکل پیش آئے تو اکتالیس مرتبہ یہ اسم پڑھ لیا جائے خدا نے چاہا تو کام بحسن وخوبی انجام پذیر ہوگا۔

اگر کوئی شخص اسم پاک ''المقتدر'' کو پابندی کے ساتھ پڑھتا رہا تو غفلت ہوشیاری میں بدل جائے گی اور جو شخص سو کر اٹھتے وقت یہ اسم پاک بیس بار پڑھ لیا کرے تو اس کے تمام کام حق تعالیٰ کی طرف راجع ہوں۔

المقدم۔المؤخر: ''دوستوں کو اپنی درگاہ عزت کا قرب بخش کر آگے بڑھانے والا اور دشمنوں کو اپنے لطف وکرم سے دور رکھ کر پیچھے ڈالنے والا'' ان دونوں پاک ناموں سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ نیکیوں میں پیش قدمی اختیار کر کے اپنے آپ کو آگے کرے یعنی دوسروں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو افضل بنائے اور ان لوگوں کو آگے کرے جو اللہ رب العزت کی بارگاہ عزت کے مقربین میں سے ہیں یعنی ان کو عزیز رکھے اور نفس اور شیاطین کو اور ان لوگوں کو جو بارگاہ کبریائی کے ٹھکرائے ہوئے ہیں پس پشت ڈالے نیز اپنے تمام امور واعمال کو ضابطہ وقاعدہ کے مطابق انجام دے مثلاً پہلے وہ کام اور عمل کرے جو سب سے زیادہ ضروری ہو اور جسے خدا نے سب سے مقدم کیا ہو اور سب سے بعد میں اس عمل کو اختیار کرے جو سب سے کم ضروری ہو۔

خاصیت ☆ اگر کوئی شخص معرکہ جنگ میں اس اسم پاک ''المقدم'' پڑھے یا اسے لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اسے کوئی

گز ند نہیں پہنچے گا اور جو شخص اس اسم پاک کو بہت پڑھتا رہے تو اس کا نفس طاعت الٰہی کے لئے فرمانبردار و مطیع ہو جائے گا۔

جو شخص یہ اسم پاک ''المؤخر'' سو مرتبہ پڑھے اس کے دل کو غیر اللہ کے ساتھ قرار نہیں ملے گا اور جو شخص روزانہ اس اسم پاک کو سو بار پڑھ لیا کرے تو اس کے تمام کام انجام پذیر ہوں اور جو شخص اس کو اکتالیس مرتبہ پڑھے اس کا نفس مطیع و فرمانبردار ہو۔

الاول۔الاخر: ''سب سے پہلے اور سب سے پیچھے'' ان سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ اللہ کی عبادات اور اس کے احکام بجا لانے میں جلدی کرے اور اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی جان قربان کرے تا کہ حیات ابدی حاصل ہو۔

خاصیت ☆ اگر کسی کو اولاد نرینہ نہ ہوتی ہو تو اس اسم پاک ''الاول'' چالیس دن تک ہر روز چالیس مرتبہ پڑھے اس کی مراد پوری ہوگی بعض حضرات فرماتے ہیں کہ فرزند' غنا یا اور کسی چیز کی حاجت و تمنا ہو تو وہ چالیس جمعوں کی راتوں میں ہر رات ایک ہزار مرتبہ یہ اسم پڑھے انشاء اللہ اس کی تمام حاجتیں پوری ہوں گی۔

جو شخص اپنی عمر کے آخری مرحلہ پر ہو اور اسکی پوری زندگی بدعملیوں اور گناہوں میں گزری ہو تو وہ اس اسم پاک ''الاخر'' کو اپنا ورد قرار دے لے حق تعالیٰ اس کا خاتمہ بخیر کرے گا۔

الظاھر۔الباطن: اپنی مصنوعات اور مخلوقات کے اعتبار سے کہ جو اس کے کمال صفات کی دلیل ہیں' آشکار! اور اپنی ذات کی حقیقت و کہنہ کے اعتبار سے وہم خیال سے مخفی۔

خاصیت ☆ جو شخص اشراق کی نماز کے بعد ''الظاھر'' پانچ سو مرتبہ پڑھ لیا کرے حق تعالیٰ اس کی آنکھیں روشن و منور کرے گا اگر طوفان باد و باراں وغیرہ کا خوف ہو تو یہ اسم پاک بہت زیادہ پڑھا جائے امن و عافیت حاصل ہوگی' اگر اس اسم پاک کو گھر کی دیواروں پر لکھ دیا جائے تو وہ دیواریں محفوظ و سلامت رہیں گی۔

جو شخص ہر روز ''یاباطن'' تینتیس بار کہہ لیا کرے حق تعالیٰ اسے صاحب اسرار الٰہی بنائے گا اور اگر کوئی شخص اس پر مداومت اختیار کرے تو اس پر جس کی بھی نظر پڑے گی اس کا دوست بن جائے گا۔

الوالی: کارساز و مالک۔اس اسم پاک سے بندہ کا نصیب وہی ہے جو اسم پاک الوکیل کے ضمن میں نقل کیا جا چکا ہے۔

''اگر کوئی شخص یہ چاہئے کہ اس کا یا اس کے علاوہ کسی اور کا گھر معمور و آباد ہو اور بارش و دیگر آفات سے محفوظ رہے تو اس کو چاہئے کہ کوزہ آب نارسیدہ پر یہ اسم لکھے اور اس کوزہ میں پانی ڈال کر اس کوزہ کو گھر کی دیوار پر مارے' گھر اور در و دیوار محفوظ سلامت رہیں گے۔

بعض حضرات نے یہ لکھا ہے کہ اسم پاک ''الوالی'' کو تین سو مرتبہ پڑھنے سے بھی یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور اگر کسی شخص کی تسخیر کی نیت سے یہ اسم پاک گیارہ مرتبہ پڑھا جائے تو وہ شخص اس کا مطیع و فرمانبردار ہو جائے گا۔

المتعالی: ''بہت بلند مرتبہ'' اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ جو اس نام پاک ''العلی'' کے سلسلہ میں نقل کیا جا چکا ہے۔

خاصیت ☆ اگر کوئی شخص اس اسم پاک کو بہت زیادہ پڑھتا ہے تو اس کو بھی جو دشواری پیش آئے گی حل ہو جائے گی اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ جو عورت ایام حمل میں یہ اسم پاک پڑھتی رہا کرے تو وہ حمل کی تمام تکلیفوں اور پریشانیوں سے نجات پائے گی۔

البر: ''انتہائی احسان کرنے والا'' اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ ہو اپنے ماں باپ' استاد بزرگان دین' عزیز و

اقارب اور تمام لواحقین و متعلقین کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے۔

خاصیت ☆ طوفان بادوباراں اور کسی آفت و بلا کے وقت یہ اسم پاک پڑھنا چاہیے انشاء اللہ کوئی نقصان و گزند نہیں پہنچے گا اگر اس اسم پاک کو سات مرتبہ پڑھ کر حق تعالیٰ کی امان میں دے دیا جائے تو وہ بچہ بالغ ہونے تک ہر آفت و بلا اور ہر تکلیف و مصیبت سے محفوظ رہے گا بعض حضرات کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شراب نوشی اور زنا میں مبتلا ہو تو وہ ہر روز سات مرتبہ یہ اسم پاک پڑھ لیا کرے حق تعالیٰ اس کے دل کو ان معصیتوں سے پھیر دے گا۔

التواب: توبہ قبول کرنے والا'' توبہ کے اصلی معنی ہیں' رجوع کرنا یعنی پھرنا'' جب اس لفظ کی نسبت بندہ کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد ہوتا ہے کہ ''گناہ سے پھرنا'' یعنی اپنے گناہ پر نادم و شرمندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور جب حق تعالیٰ کی طرف نسبت ہوتی ہے تو اس لفظ کی مراد ہوتی ہے' رحمت و [illegible] کے ساتھ پھرنا یعنی بندہ کی طرف نظر رحمت و توفیق متوجہ ہونا'' اس تفصیل کو ذہن میں رکھ کر سمجھئے کہ جب کوئی بندہ گناہ میں مبتلا ہوتا ہے تو حق تعالیٰ اس کی توبہ کے اسباب میسر کرتا ہے اس کو توبہ کی توفیق دیتا ہے اور اس کو گناہوں کے عواقب سے ڈرا کر عذاب کا خوف دلا کر اور آخرت کی سزا کا احساس بخش کر اسے خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے اور اس کے قلب و شعور میں اپنے جرم کا احساس اور گناہ پر ندامت و شرمندگی کی توفیق عطا فرماتا ہے اس کے بعد وہ بندہ توبہ و ندامت کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور پھر حق تعالیٰ اپنے فضل اور اپنی رحمت کے ساتھ اس بندہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے یعنی اسے بخش دیتا ہے' لہٰذا حقیقت میں حق تعالیٰ کی توبہ یعنی اس کی توجہ بندہ کی توبہ یعنی اس کے رجوع پر مقدم ہوتی ہے اگر حق تعالیٰ کی توجہ نہ ہو تو بندہ کو رجوع کی نوبت نہیں آسکتی اس لئے فرمایا گیا ہے کہ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوْا اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہوا تا کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں (یعنی توبہ کریں)۔

ع توبہ کنم بشکنم توبہ دھی نشکنم

اس لئے بندہ کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ حق تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہے قبولیت توبہ کا یقین رکھے' ناامیدی کے دروازہ کو بند کر دے بایں طور کہ اس کی رحمت کے نزول سے ناامید نہ ہو دوسروں کی خطائیں معاف کرے معذرت خواہ کی معذرت قبول کرے چاہے کتنی بار معذرت قبول کرنی پڑے' اور اگر کسی سے کوئی قصور و کوتاہی ہو جائے تو نہ صرف یہ کہ اس سے درگزر کرے بلکہ انعام و اکرام کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو' جناب باری تعالیٰ سے توبہ طلب کرے' گناہوں پر شرمندہ و نادم ہو گوش عبرت کھلے رکھے اور توبہ میں تاخیر نہ کرے تا کہ اس حکم عَجِّلُوا التَّوْبَةَ قَبْلَ الْمَوْتِ (مرنے سے پہلے توبہ میں جلدی کرو) بجا آوری ہو۔

اس موقع پر ایک عبرت انگیز اور سبق آموز حکایت سن لیجئے۔ کہتے ہیں کہ کسی سلطنت کا ایک وزیر تھا جس کا نام عیسیٰ ابن عیسیٰ تھا ایک دن وہ سواروں کی ایک جماعت کے ہمراہ چلا جا رہا تھا جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے لوگ آپس میں پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہے یہ کون ہے' راستہ میں کہیں ایک بڑھیا بھی بیٹھی ہوئی تھی اس نے جو لوگوں کو پوچھتے سنا تو کہنے لگی کہ ''لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہے ہوتا کون! یہ ایک بندہ ہے جو نظر حق عنایت سے گرا ہوا ہے اور اس حالت میں مبتلا ہے (یعنی دنیاوی جاہ و جلال میں اس طرح مگن اور مطمئن ہے) عیسیٰ ابن عیسیٰ نے یہ بات سن لی۔ بس پھر کیا تھا فوراً اپنے مکان کو لوٹا وزارت پر لات ماری اور توبہ کی دولت سے مشرف ہوا اور اس طرح وہ تمام دنیاوی جاہ و حشم کو پس پشت ڈال کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہوا اور وہیں مجاور ہو گیا۔

خاصیت ☆ اگر کوئی شخص نماز چاشت کے بعد اس اسم پاک کو تین سو ساٹھ مرتبہ پڑھے تو حق تعالیٰ اسے توبہ

نصوح (یعنی ایسی پختہ توبہ کہ اس کے بعد گناہ سرزد نہ ہو) کی سعادت سے نوازے گا اور اگر کوئی شخص اس اسم پاک کو بہت زیادہ پڑھتا رہے تو اس کے تمام امور انجام وصلاح پذیر ہوتے رہیں گے اور نفس کی اطاعت وعبادت کے بغیر سکون وقرار نہیں ملے گا اور جو شخص نماز چاشت کے بعد یہ دعا پڑھا کرے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

المنتقم: ''کافروں اور سرکشوں سے عذاب کے ذریعہ بدلہ لینے والا'' اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ اپنے بڑے دشمنوں سے کہ وہ نفس اور شیطان ہیں بدلہ لیتا رہے اور سب سے بڑا دشمن نفس امارہ ہے اس کی سزا یہ ہے کہ وہ جب بھی گناہ میں مبتلا ہو یا عبادت میں کوئی کوتاہی کرے تو اس سے انتقام لے بایں طور کہ اسے عقوبت وسختی میں مبتلا کرے۔ چنانچہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا ''راتوں میں اور اد وضائف میں مشغول رہا کرتا تھا کہ ایک رات میرے نفس نے تکاسل کیا اس کی سزا میں نے اس کو یہ دی کہ ایک برس تک اپنے نفس کو پانی سے محروم رکھا''

خاصیت ☆ جو شخص اپنے دشمن کے ظلم وجور پر صبر اور اس کا دفاع نہ کر سکے وہ تین جمعوں تک اس اسم پاک کو پابندی سے پڑھتا رہے اس کا دشمن، دوست بن جائے گا اور اس کے ظلم سے نجات مل جائے گی، نیز اگر کسی بھی مقصد کے حصول کے لئے اس مقصد کی نیت کے ساتھ اس اسم پاک کو آدھی رات کے وقت پڑھا جائے تو وہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔

ایک اور روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ ایک اور صحابی سے منقول ہے کہ اس موقع پر باری تعالیٰ کا ایک اسم المنعم بھی نقل کیا گیا ہے جو شخص اس اسم پاک ''المنعم'' پر مداومت کرے کبھی کسی کا محتاج نہ ہوگا۔

العفو: ''گناہوں اور تقصیرات سے درگزر کرنے والا'' اس اسم سے بندہ کا نصیب وہی ہے جو ''العفو'' کے ضمن میں نقل کیا گیا ہے حضرت شیخ عبدالحقؒ شرح اسماء حسنیٰ میں لکھتے ہیں کہ ''العفو'' جس کے معنی ہیں سیئات کو محو کرنے والا اور گناہوں کو معاف کرنے والا اگرچہ معنی ومفہوم کے اعتبار سے ''غفور'' کے قریب ہے لیکن عفو غفور سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ غفران کے معنی ہیں ستر و کتمان اس لئے غفار کے معنی ہوں گے گناہوں کو چھپانے والا جب کہ عفو مشعر بمحو ومعدوم کر دینے کے ہے جس کا مطلب ہے گناہوں کو معاف کر کے ختم ومعدوم کر دینے والا۔

لہٰذا بندہ کتنا ہی گنہ گار کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کی شان عفو کے پیش نظر اس کی طرف سے معافی وبخشش کا پوری طرح امیدوار ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ کسی بھی گنہ گار کے ساتھ تحقیر وتذلیل کا برتاؤ نہ کیا جائے کیونکہ یہ کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے حدود شرع اور احکام دین کی پابندی کی بنا پر بخش دے اور اس کے گناہوں کو یکسر محو کر دے۔

ردمکن بدرا، چہ دانی درازل ☆ نام او درنامہ نیکاں بود

ورود وبر جائے نیکاں ایں گماں ☆ برتو روز جزا تاواں بود

اسم پاک کا بندہ پر تقاضہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کی تقصیرات اور ان کی خطاؤں سے چشم پوشی کر کے انہیں معاف کر دے تاکہ اَلْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ (غصہ کو نگل جانے والوں اور لوگوں کو معاف کرنے والوں) کے زمرہ میں داخل ہو۔

جو شخص زیادہ گناہ گار ہو اسے چاہئے کہ وہ اس اسم پاک کو اپنا ورد قرار دے لے انشاء اللہ اس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔

الرؤف: ''بہت مہربان اس اسم سے بندہ کا نصیب وہی ہے جو اسم پاک ''الرحیم'' کے ضمن میں ذکر کیا گیا ہے۔

منقول ہے کہ ایک شخص کا ہمسایہ بہت برا تھا جب اس کا انتقال ہوا تو اس شخص نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی بعد میں اس کو کسی اور شخص نے خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ اس شخص نے کہا کہ "مجھے تو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے لیکن وہ ذرہ ان صاحب سے (جنہوں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی) یہ ضرور بتا دینا کہ: ﴿قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّیْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ﴾ [الاسراء: ۱۰۰] (اگر میرے رب کی رحمتوں کے خزانے تمہاری ملکیت میں ہوتے تو تم انہیں خرچ ہو جانے کے خوف سے ضرور دبا کر بیٹھ جاتے) یہ گویا اس نے نماز جنازہ نہ پڑھنے والے پر طعن کیا کہ میرا رب تو بہت مہربان ہے اس نے مجھے بخش دیا ہے اگر کہیں تمہارا بس چل جاتا تو نہ معلوم میرے ساتھ کیا سلوک کرتے۔

خاصیت ☆ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ کسی مظلوم کو ظالم کے ہاتھوں سے بچا لے تو وہ اسم اعظم کو دس بار پڑھے ظالم اس کی سفارش قبول کرے گا اور اپنے ظلم سے باز آجائے گا اگر کوئی شخص اس اسم پاک پر مداومت کرے تو اس کا دل نرم رہے گا وہ سب کو دوست رکھے گا اور سب اسے دوست رکھیں گے۔

مالك الملك: سارے جہان کا مالک" اس اسم سے بندہ کا نصیب وہی ہے جو اسم پاک "الملک" کے ضمن میں بہت گزر چکا ہے شاذلی فرماتے ہیں کہ "اے شخص! ایک دروازہ پر ٹھہر یعنی صرف اللہ کے دروازہ پر آ" تا کہ تیرے لئے بہت سے دروازے کھولے جائیں اور صرف ایک بادشاہ یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی گردن جھکا تا کہ تیرے سامنے بہت سی گردنیں جھکیں ارشاد ربانی ہے: وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ (ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو ہمارے پاس جس کے خزانے نہ ہوں۔)

خاصیت ☆ جو شخص اس اسم پاک پر مداومت اختیار کرے تو انگر ہو اور اس کے دنیا و آخرت کے تمام امور اور تمام مقاصد نیک ثمرہ انجام پذیر ہوں اس کے بعد ذکر کئے جانے والے اسم پاک "ذوالجلال والاکرام" کی بھی یہی خاصیت ہے۔

ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام: "بزرگی اور بخشش کا مالک" جس نے خدا کا اجلال جانا تو اس کی بارگاہ میں تذلیل اختیار کرے اور جس نے اس کا اکرام دیکھا تو اس کا شکر گزار ہو پس نہ تو غیر اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے نہ خدا کے علاوہ کسی اور سے اپنی حاجت بیان کی جائے اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ اپنی ذات اور اپنے نفس کے لئے بزرگی کے حصول کی کوشش کرے اور بندگان خدا سے اچھا سلوک کرے۔

المقسط: "عدل کرنے والا" اس اسم سے بندہ کا نصیب وہی ہے جو اسم پاک "العدل" کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے"

خاصیت ☆ جو شخص اس اسم پاک کو سو بار پڑھے وہ شیطان کے شر اور اس کے وسوسوں سے محفوظ رہے گا اور اگر سات سو بار پڑھے تو اس کا جو بھی مقصد ہوگا حاصل ہوگا۔

الجامع: "قیامت میں لوگوں کو جمع کرنے والا" اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ علم اور عمل اور کمالات نفسانیہ و جسمانیہ کا جامع ہے اور خدا کی ذات میں محویت استغراق اور غور و فکر ذکر اللہ کے ذریعہ تسکین قلب و خاطر جمعی ذات و صفت باری تعالیٰ کا عرفان جیسی صفات حمیدہ کی سعادتیں اپنے اندر جمع کریں۔

درجمعیت کوش تا ہمہ ذات شوی ☆ ترسم کہ پراگندہ شوی مات شوی

خاصیت ☆ جس شخص کے عزیز و اقارب اور اہل خانہ منتشر اور تتر بتر ہوں وہ چاشت کے وقت غسل کرے اور

آسمان کی طرف منہ اٹھا کر اس اسم پاک کو دس مرتبہ اس طرح پڑھے کہ ہر مرتبہ ایک انگلی بند کرتا جائے اور پھر اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے انشاء اللہ تھوڑے عرصہ میں وہ سب جمع و یکجا ہو جائیں گے۔

الغنی: ''ہر چیز سے بے پروا''

خاصیت ☆ جو شخص حرص و طمع کی بلا میں مبتلا ہو وہ اپنے جسم کے ہر عضو پر ہاتھ رکھ کر اسم پاک ''الغنی'' پڑھے اور ہاتھ کو اس عضو کے اوپر نیچے کی طرف لائے حق تعالیٰ اسے اس بلا سے نجات دے گا اور جو شخص یہ اسم پاک ہر روز ستر بار پڑھے اس کے مال میں برکت ہوگی اور کبھی محتاج نہ ہوگا۔

المغنی: ''جس کو چاہئے بے پروا کرنے والا'' ان ناموں سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ ماسوی اللہ سے مکمل استغناء اور بے پرواہی برتے اور خدا کے علاوہ اور کسی کو حاجت روا قرار نہ دے۔

خاصیت ☆ جو شخص مسلسل دس جمعہ تک اس اسم پاک کو پڑھنے میں باقاعدگی اختیار کرے بایں طور کہ ہر جمعہ کے روز ایک ہزار بار پڑھے تو مخلوق سے بے پرواہو جائے گا۔

المانع: ''اپنے بندوں کو دین و دنیا کی ہلاکت و نقصان سے باز رکھنے والا'' اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ اپنے نفس اور اپنی طبیعت کو خواہشات نفسانی سے باز رکھ کر اپنے آپ کو دینی و دنیاوی ہلاکت و نقصان سے محفوظ رکھے۔

خاصیت ☆ اگر شوہر بیوی کے درمیان ناچاقی ہو تو بستر پر جاتے وقت اس اسم پاک کو بیس مرتبہ پڑھ لیا جائے تاکہ حق تعالیٰ غصہ و ناچاقی کی بدمزگی سے بچائے گا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے شرح اسماء حسنیٰ میں اسم پاک ''المانع'' سے پہلے اسم پاک ''المعطی'' بھی نقل کیا ہے اور انہوں نے ان دونوں ناموں کی ترجمانی کی وضاحت یوں کی کہ وہ جس کو جو کچھ چاہئے دے اور جس کو چاہے نہ دے۔ لا مانع لما اعطی ولا معطی لما منع (جان لو جس کو وہ دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو نہ دے اس کو کوئی دینے والا نہیں) لہٰذا جب بندہ نے جان لیا کہ حق تعالیٰ ہی (معطی) دینے والا اور مانع (نہ دینے والا) ہے تو اس کی عطا کی امیدوار اور اس کے منع سے خائف رہے! بندہ پر اس اسم کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ خدا کے نیک بندوں اور مستحقین کو اپنے عطا سے نوازے اور فاسقوں و ظالموں کو عطا کرنے سے باز رہے یا یہ کہ اپنے قلب و روح کو حضور و طاعت کے انوار عطا کرے اور اپنے نفس و طبیعت کو خواہشات و ہوس سے باز رکھے! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو یہاں ذکر کی گئی ہے ''المعطی'' کا ذکر نہیں ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے پیش نظر ''منع'' کی وضاحت ''ردو ہلاک'' کی جاتی ہے''

اس کے بعد حضرت شیخ اسم پاک ''المعطی'' کی خاصیت یہ لکھتے ہیں کہ جو شخص ''المعطی'' کو اپنا ورد بنالے اور یا معطی السائلین بہت پڑھتا رہا کرے تو کسی سے سوال کا محتاج نہیں ہوگا۔

الضار۔النافع: ''جس کو چاہے ضرر پہنچانے والا'' اور جس کو چاہئے نفع پہنچانے والا'' قشیریؒ کہتے ہیں کہ ان اسماء میں اس طرف اشارہ ہے کہ ضرر و نفع اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے ہے لہٰذا جو شخص اس کے حکم یعنی اس کی قضا و قدر کا تابعدار ہو وہ راحت و سکون کی زندگی پائے گا اور جو شخص اس کا تابع دار نہ ہو وہ آفت و مصیبت میں پڑیگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنِ اسْتَسْلَمَ لِقَضَائِیْ وَصَبَرَ عَلٰی بَلَائِیْ وَشَکَرَ عَلٰی نِعَمَائِیْ کَانَ عَبْدِیْ حَقًّا وَمَنْ لَّمْ یَسْتَسْلِمْ لِقَضَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نِعَمَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ۔

''جس شخص نے میری قضاوقدر کو تسلیم کیا میری بلا پر صبر کیا اور میری نعمتوں پر شکر کیا وہ میرا سچا بندہ ہے اور جس شخص نے میری قضاوقدر کو تسلیم نہ کیا' میری بلاء پر صبر نہ کیا اور میری نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا تو وہ میرے علاوہ کوئی اور رب ڈھونڈ لے۔''

حضرت شیخ نے شرح اسماء حسنیٰ میں ان دونوں اسماء الضار اور النافع کی وضاحت کے سلسلے میں یہ لکھا ہے کہ خیر وشر اور نفع وضرر کا صرف اللہ تعالیٰ مالک ہے اور گرمی' سردی' خشکی اور تری میں درد و تکلیف' رنج و پریشانی اور شفا کا پیدا کرنے والا وہی ہے یہ قطعاً گمان نہ کیا جائے کہ دوا بذات خود فائدہ دیتی ہے' زہر بذات خود ہلاک کرتا ہے' کھانا بذات خود سیر کرتا ہے اور پانی بذات خود سیراب کرتا ہے بلکہ یہ تمام اسباب عادی ہیں بایں معنیٰ کہ یہ عادت قائم ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اسباب بنادیا ہے کہ مذکورہ چیزیں ان کے واسطہ سے پیدا کرتا ہے اگر وہ چاہئے تو ان چیزوں کو اس واسطوں اور اسباب کے بغیر بھی پیدا کرسکتا ہے اور اگر چاہے تو ان کے باوجود بھی ان چیزوں کو پیدا نہ ہونے دے۔ اسی طرح عالم علویات وسفلیات کی تمام چیزیں اور تمام اجزا محض واسطے اور اسباب کے درجہ میں ہیں حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے زیر اثر ہیں اور ان تمام کی حیثیت بہ نسبت قدرت ازلیہ وہی ہے جو لکھنے والے کے ہاتھ میں قلم کی ہوتی ہے لہٰذا بندہ کو چاہئے کہ تمام نقصانات اور تمام فائدوں کو حق تعالیٰ کے فیصلے جانے عالم اسباب کو اس قدرت کے زیر اثر سمجھے اور حکم وقضا الٰہی کا تابعدار ہو کر اپنے تمام امور اسی کے سپرد کرے تاکہ وہ ایک ایسی زندگی کا حامل بن جائے جو مخلوق سے محفوظ اور مطمئن ہو۔

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دانتوں کے درد سے پریشان ہو کر بارگاہ حق میں فریاد کی تو وہاں سے حکم ہوا کہ فلاں گھاس دانتوں پر ملو تاکہ آرام ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ گھاس دانتوں پر ملی تو آرام ہو گیا۔ ایک مدت کے بعد پھر ایک دانت میں درد ہوا تو انہوں نے وہی گھاس استعمال کی' اس مرتبہ درد کم تو کیا ہوتا اور بڑھ گیا بارگاہ حق میں عرض رساں ہوئے ''الٰہ العالمین! یہ تو وہی گھاس ہے جس کو استعمال کرنے کا آپ نے حکم فرمایا تھا مگر اب اس کے استعمال سے درد اور بڑھ گیا ہے! بارگاہ حق سے عتاب کے ساتھ یہ ارشاد ہوا ''اس مرتبہ تم نے ہماری طرف توجہ کی تھی تو ہم نے شفا دی اور اس مرتبہ تم نے گھاس کی طرف توجہ کی اس لئے ہم نے درد میں اضافہ کر دیا تاکہ تم یہ جان لو کہ شفا دینے والے تو ہم ہی ہیں نہ کہ گھاس۔

بندہ ان پر ان اسماء کا تقاضہ یہ ہے کہ امر الٰہی اور حکم شریعت کے ذریعہ دشمنان دین کو ضرر پہنچائے اور انہیں متنبہ کرے اور بندگان خدا کو نفع پہنچائے اور ان کی مدد کرتا رہے۔

خاصیت ☆ اگر کسی شخص کو کوئی حال اور مقام میسر ہو تو وہ اسم پاک الضار کو جمعہ کی راتوں میں سو بار پڑھا کرے حق تعالیٰ اسے اس مقام پر استقامت عطا فرمائے گا اور وہ مرتبہ اہل قرب کو پہنچے گا۔ اگر کوئی شخص کشتی یا پانی کے جہاز میں سفر کرے تو وہ روزانہ اسم پاک ''النافع'' کو اکتالیس مرتبہ پڑھے انشاء اللہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور اپنے ہر کام کی ابتداء میں ''النافع'' اکتالیس بار پڑھ لیا کرے تو اس کے تمام کام حسب خواہش انجام پذیر ہوں گے۔

النور: ''آسمان کو ستاروں کے ساتھ' زمین کو انبیاء وعلماء وغیرہ کے ذریعہ اور مسلمانوں کے قلوب کو نور معرفت وطاعت

کے ذریعہ روشن کرنے والا" اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ ایمان و عرفان کے نور سے اپنی ذات کو روشن و منور کرے۔

خاصیت ☆ جو شخص جمعہ کی شب میں سورہ نور سات مرتبہ اور یہ اسم پاک ایک ہزار ایک مرتبہ پڑھے حق تعالیٰ اس کے دل میں نورانیت پیدا فرمادے گا اور جو شخص روزانہ صبح اس اسم پاک کو پڑھنے کا التزام رکھے تو اس کا دل منور ہوگا۔

الهادي: "راہ دکھانے والا" اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ بندگان خدا کو خدا کی راہ دکھائے! اس بات کو حضرت شیخ نے شرح اسماء حسنیٰ میں وضاحت کے ساتھ یوں بیان کیا ہے کہ "ہدایت" کا مطلب ہے "راہ دکھانا اور منزل و مقصود تک پہنچانا" لہٰذا اللہ تعالیٰ تمام راہ رووں کا رہنما ہے اگر کوئی دنیا کی راہ پر ہوتا ہے تب بھی راہنما ہے اور اگر کوئی آخرت کی راہ پر چلتا ہے تو بھی راہبر اسی کی ذات ہے ۔

گر نہ چراغ لطف تو راہ نماید از کرم ☆ قافلہائے شب رواں پے نبرد بمنزلے

حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی انواع ہدایت کی کوئی حد و شمار نہیں ہے۔ الذی اعطیٰ کل شیء خلقه ثم هدٰی (وہ ایسی ذات ہے جس نے ہر چیز کو وجود بخشا ہے اور پھر اس کی راہ بتائی) چنانچہ یہ حق تعالیٰ ہی ہے جو بچہ کو پیٹ سے باہر لاتے ہی ماں کی چھاتیوں سے دودھ پینے کی راہ بتاتا ہے چوزہ کو انڈے سے نکلتے ہی دانہ چننے کی راہ پر لگاتا ہے اور شہد کی مکھی کو کیا عجیب و غریب گھر بنانے کی راہ دکھاتا ہے حاصل یہ ہے کہ کائنات کا ایک ایک فرد اپنے ایک ایک لحہ اور اپنے ایک ایک فعل میں اسی کی ہدایت و رہنمائی کا مرہون منت ہوتا ہے۔

لیکن سب سے افضل اور سب سے عظیم الشان ہدایت وہ راستہ ہے جو بارگاہ حق جل مجدہ تک اور دیدار باری تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ تک پہنچاتا ہے اور خواص کے باطن میں توفیق الٰہی اور اسرار تحقیق کو وہ نور پیدا کرنا ہے جو ہدایت معرفت اور طاعت کا سبب بنتا ہے۔

بندوں میں اس اسم پاک "الهادي" سے سب سے زیادہ بہرہ مند انبیاء اولیاء اور علماء ہیں جو مخلوق خدا کو صراط مستقیم کی طرف راہ دکھانے والے ہیں۔ سید انبیاء اور ختم رسل دو عالم ﷺ کی ذات گرامی اس اسم پاک کا حقیقی پرتو ہے جو اس دنیا میں پوری انسانیت اور پوری کائنات کے سب سے بڑے اور سب سے بلند مرتبہ راہنما اور راہبر ہیں۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ "تین چیزیں ایسی ہیں" جن کا عارفین کی صفات عالیہ میں شمار ہوتا ہے (۱) تنگدل اور غمزدوں کو کشادگی اور فرحت کی طرف لانا (۲) غافلین کو حق تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلانا (۳) زبان توحید سے مسلمانوں کو حق کی راہ دکھانا یعنی ان کے قلوب کی توجہ دنیا سے دین کی طرف اور معاش سے معاد کی طرف پھیرنا"

خاصیت ☆ جو شخص ہاتھ اٹھا کر اور اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھا کر اس اسم پاک "الهادي" کو بہت زیادہ پڑھا کرے اور پھر ہاتھوں کو آنکھوں اور منہ پر پھیر لیا کرے تو حق تعالیٰ اسے اہل معرفت کا مرتبہ بخشے گا۔

البديع: "عالم کو بغیر مثال کے پیدا کرنے والا" بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جو شخص قول و فعل میں اپنے نفس پرسنت کو امیر (حاکم) بناتا ہے وہ حکمت کی باتیں کرتا ہے یعنی اس کا ذہن اس کا فکر اس کی زبان حکمت و شریعت ہی کے ڈھانچے میں ڈھل جاتی ہے اور وہ شخص قول و فعل میں اپنے نفس پر خواہش کو امیر بناتا ہے وہ بدعت ہی کی باتیں کرتا ہے اس کا ذہن اس کا فکر اور اس

کی زبان بدعت ہی کے چکر میں پڑھی رہتی ہے"۔

قشیریؒ فرماتے ہیں کہ "ہمارے مسلک کے تین اصول ہیں" (۱) اخلاق وافعال میں اور کھانے پینے میں کہ وہ حلال ہو نبی کریم ﷺ کی پیروی کرنا۔ (۲) ہمیشہ سچ بولنا۔ (۳) تمام اعمال میں نیت کو خالص کرنا" نیز یہ بھی فرمایا کہ "جو شخص بدعتی کے بارے میں مداھنت کرتا ہے یعنی اس سے نرمی برتتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمال سے سنّت کی حلاوت اٹھالیتا ہے اور جو شخص بدعتی کو دیکھ کر ہنستا ہے یعنی بدعتی کے ساتھ احترام کا معاملہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ایمان کا نور سلب کر لیتا ہے

خاصیت ☆ جس شخص پر کوئی غم پڑے یا کوئی دشوار کام پیش آئے تو وہ یَا بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ستر ہزار بار اور ایک قول کے مطابق ایک ہزار بار پڑھے انشاء اللہ وہ غم دور ہو جائے گا اور اس کا کام پورا ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص باوضو ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ اتنا پڑھے کہ سو جائے تو وہ خواب میں جس چیز کے دیکھنے کی خواہش رکھتا ہوگا دیکھ لے گا۔

الباقی: "ہمیشہ باقی رہنے والا"

خاصیت ☆ جو شخص اس اسم پاک کو جمعہ کی شب میں سو بار پڑھ لیا کرے اس کے تمام اعمال قبول ہوں گے اور کوئی رنج وغم اسے نہ ستائے گا۔

الوارث: "موجودات کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہنے والا اور تمام مخلوقات کا مالک" جیسا کہ بتایا گیا وارث سے مراد ہے موجودات کے فنا ہو جانے کے بعد باقی تمام املاک اپنے مالکوں کے فنا ہو جانے کے بعد اس کی طرف رجوع کریں گی، لیکن یہ مطلب "وارث" کے ظاہری مفہوم کے اعتبار سے ہے ورنہ تو حقیقت میں کائنات کی ایک ایک چیز کا علی الاطلاق ازل سے ابد تک ملکیت میں بغیر کسی تبدل وتغیر کے وہی مالک ہے تمام ملک وملکوت بلا شرکت غیرے اسی کے لئے ہیں اور وہی سب کا حقیقی مالک ہے چنانچہ ارباب بصائر ہمیشہ یہ نداء لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (گوش ہوش سے سنتے ہیں)

لہٰذا بندہ کو چاہئے کہ وہ اپنے مال ومیراث کے فکر میں نہ رہے بلکہ یہ جانے کہ یہ سب کچھ چھوڑ کر دنیا سے جانا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا عارفوں کا شعار ہے۔

ع دل بریں منزل فانی چہ نہی رخت بہ بند

بندہ پر اس اسم پاک کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ ان اعمال میں اپنی زندگی صرف کرے جو باقیات صالحات میں سے ہیں جیسے تعلیم وتعلّم اور صدقہ جاریہ وغیرہ، نیز دین کے علوم ومعارف کی پوری سعی وکوشش کے ساتھ زیادہ سے زیادہ حاصل کرے تاکہ صحیح معنی میں انبیاء کا وارث قرار پائے۔

خاصیت ☆ جو شخص طلوع آفتاب کے وقت اس اسم پاک کو سو بار پڑھا کرے اس کو کوئی رنج وغم نہیں پہنچے گا اور جو شخص اس اسم کو بہت زیادہ پڑھتا رہے اس کے تمام کام بحسن وخوبی انجام پذیر ہوں گے۔

الرشید: "عالم کا رہنما" بعض حضرات فرماتے ہیں کہ "اپنے بندہ کو اللہ کی راہ دکھانا یہ ہے اور وہ اس کے نفس کو اپنی اطاعت وعبادت کی راہ دکھاتا ہے، اس کے قلب کو اپنی مغفرت کی راہ دکھاتا ہے اور اس کی روح کو اپنی محبت راہ دکھاتا ہے اور جس بندہ کا نفس سنوارنے کے لئے حق تعالیٰ اس کو راہ دکھاتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام امور میں توکل وتفویض الہام فرماتا ہے۔

منقول یہ ہے کہ ایک دن حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو بھوک محسوس ہوئی تو انہوں نے ایک شخص کو ایک چیز دی جو ان کے پاس موجود تھی اور اس سے کہا کہ اس کو گروی رکھ کر کھانے کا انتظام کرو جب وہ شخص وہ چیز لے کر وہاں سے نکلا تو اچانک اس کو ایک اور شخص ملا جو ایک خچر کے ساتھ چلا آ رہا تھا اس خچر پر چالیس ہزار دینار لدے ہوئے تھے اس نے اس شخص سے حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ یہ چالیس ہزار دینا ابراہیمؒ کی میراث ہیں جوان تک ان کے والد کے مال سے پہنچی ہے میں ان کا غلام ہوں میراث کا یہ مال میں ان کی خدمت میں لایا ہوں۔ اس کے بعد وہ شخص حضرت ابراہیمؒ کے پاس پہنچا اور چالیس ہزار دینار ان کے حوالہ کئے۔ حضرت ابراہیمؒ نے کہا کہ اگر تم سچ کہتے ہو کہ تم میرے ہی غلام ہو اور یہ مال بھی میرا ہی ہے تو میں تمہیں خدا کی خوشنودی کے لئے آزاد کرتا ہوں اور یہ چالیس ہزار دینار بھی تمہیں بخشتا ہوں۔ بس اب تم میرے پاس سے چلے جاؤ! جب وہ شخص وہاں سے چلا گیا تو ابراہیمؒ نے کہا کہ ''پروردگار'' میں نے تو تیرے سامنے صرف روٹی کی خواہش کا اظہار کیا تھا تو نے مجھے اتنی مقدار میں دنیا دے دی پس قسم ہے تیری ذات کی اب اگر تو مجھے بھوک سے مار بھی ڈالے تو تجھ سے کچھ نہیں مانگوں گا۔

خاصیت ☆ اگر کوئی شخص اپنے کس کام کے بارے میں کچھ طے نہ کر پا رہا ہو تو وہ عشاء کی نماز کے اور اپنے سونے کے درمیان اس اسم پاک کو ایک ہزار مرتبہ پڑھے اس کام کے بارے میں جو صحیح اور مفید بات ہوگی اس پر ظاہر ہو جائے گی اور جو شخص اس اسم پاک پر مداومت کرے اس کے تمام امور بغیر سعی وکوشش کے انجام پذیر ہوں گے۔

الصبور: ''بردبار کہ گنہگاروں کو عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا'' لغت میں ''صبر کے معنی ہیں شکیبائی کرنا اور ''صبور'' وہ کہ گنہگاروں کو پکڑنے اور ان کو سزا دینے میں جلدی نہ کریں۔ ''صبور'' معنی ومفہوم کے اعتبار سے ''حلیم'' کے قریب ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے ''صبور'' اس بات پر مشعر ہے کہ اگرچہ فی الوقت بردباری کی لیکن آخرت میں پکڑے گا اور عذاب دے گا جب کہ ''حلیم'' بردباری کے مفہوم میں مطلق ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ ''صبور'' کے معنی بندہ کو اس کی مصیبت وبلاء میں صبر دینے والا لہٰذا مبارک امانت کے تحمل پر صبر دینے والا' شہوات وخواہش کی مخالفت پر صبر دینے والا اور اداء عبادت میں مشقت پر صبر دینے والا وہی حق سبحانہ وتعالیٰ ہے' اس لئے بندہ کو چاہئے کہ وہ ہر مصیبت ورنج وآفت وبلاء میں خدا سے صبر چاہے اور اس کی نافرمانی سے دور رہے نیز اس اسم پاک کا بندہ پر تقاضہ یہ ہے کہ وہ کسی کام میں سبکی اور جلدی نہ کرے بلکہ وقار وطمانیت اور تمکین اختیار کرے اور ہر رنج میں اللہ تعالیٰ کی ہی پناہ طلب کرے۔ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

مشائخ میں سے ایک شخص کا یہ مقولہ ہی کتنا عارفانہ ہے ''جام صبر پیو اگر مارے جاؤ گے شہید اور اگر زندہ رہو گے تو سعید کہلاؤ گے۔

خاصیت ☆ کسی کو رنج ومشقت' درد وتکلیف اور کوئی مصیبت پیش آئے تو یہ اسم تینتیس مرتبہ پڑھے اطمینان باطن پائے گا' دشمنوں کی زبان بندی وپسپائی' حکام کی خوشنودی اور لوگوں کے دلوں میں مقبولیت کے لئے آدھی رات کے وقت یا دوپہر میں اس اسم پاک کو باقاعدگی کے ساتھ پڑھنا بڑی خاصیت اور تاثر رکھتا ہے۔

مشکوٰۃ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں حق تعالیٰ کے جو ننانوے نام منقول ہیں ان کی وضاحت ختم ہوئی ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم اور احادیث میں ان ناموں کے علاوہ بھی کچھ نام اور منقول ہیں چنانچہ قرآن کریم میں یہ نام بھی آتے ہیں۔

اَلرَّبُّ . اَلْاَكْرَم . اَلْاَعْلٰى . اَلْحَافِظ . اَلْخَالِقُ . اَلسَّاتِرُ . اَلسَّتَّار . اَلشَّاكِرُ . اَلْعَادِلُ . اَلْعَلَّامُ . اَلْغَالِبُ . اَلنَّاظِرُ . اَلْخَالِقُ . اَلْقَدِيْر . اَلْقَرِيْب . اَلْقَاهِرُ . اَلْكَفِيْل . اَلْكَافِىْ . اَلْمُنِيْر . اَلْمُحِيْط . اَلْمَلِكُ . اَلْمَوْلٰى . اَلنَّصِيْر . اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْن . اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْن . اَحْسَنُ الْخَالِقِيْن . ذُوالْفَضْل . ذُوالطُّوْل . ذُوالْقُوَّة . ذُوالْمَعَارِج . ذُوالْعَرْش . رَفِيْعُ الدَّرَجَاتِ . قَابِلِ التَّوَّاب . اَلْفَعَّالُ لِمَا يُرِيْد . مُخْرِجُ الْحَيِّ مِنَ الْمَيِّتِ اوراحادیث میں یہ نام بھی آئے ہیں: الحنان، المنان، المغیث نیز ان کے علاوہ دیگر آسمانی کتب مثلاً توریت وغیرہ سے اللہ تعالیٰ کے کچھ اور نام نقل کئے جاتے ہیں۔

اسمِ اعظم کی برکات

۴/۲۱۶۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْمَسْجِدِ وَرَجُلٌ يُصَلِّىْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْاَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ اَسْاَلُكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِىْ اِذَا دُعِىَ بِهٖ اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى۔ (رواه الترمذى وابو داود اوالنسائى وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فى السنن ۲/۷۹ حديث رقم ۱۴۹۵۔ والنسائى واخرجه ابن ماجه ۲/۱۲۶۸ حديث رقم ۳۸۵۸۔ واحمد فى المسند ۳/۱۲۰۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے کہا اے الٰہی! میں تجھ سے اپنا مطلب مانگتا ہوں اس وسیلے سے کہ سب تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو مہربان ہے بہت دینے والا ہے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اے بزرگی اور بخشش والے۔ اے زندہ اے خبر گیری کرنے والے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے ساتھ دُعا مانگی تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرتا ہے اور جب اس کے ساتھ سوال کیا جائے تو دیتا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک صحابی نے بڑی جامع دُعا کی۔ اس دُعا کا ذکر مذکورہ حدیث میں موجود ہے۔

اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اسم اعظم پڑھ کر دُعا مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کی دُعا کو ضرور قبول فرما لیتے ہیں۔

اسم اعظم ان مذکورہ دو آیتوں میں موجود ہے

۵/۲۱۶۹ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْمُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ فِىْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ وَفَاتِحَةُ اٰلِ عِمْرَانَ الٓمّٓ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔

(رواه الترمذى وابوداؤد وابن ماجه والدارمى)

اخرجه ابوداؤد فى السنن ۲/۸۰ حديث رقم ۱۴۹۶۔ والترمذى ۵/۱۷۸ حديث رقم ۳۵۴۳ وابن ماجه ۲/۱۲۶۷ حديث رقم ۳۸۵۵۔ والدارمى ۲/۵۴۲ حديث رقم ۳۳۸۹۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا اسم اعظم ان دونوں آیتوں میں ہے ''تمہارا معبود ایک ہی ہے کوئی معبود نہیں مگر وہی بخشنے والا ہے مہربان ہے اور سورۃ آل عمران کے ابتداء میں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر زندہ ہے خبر گیری کرنے والا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور ابوداؤد اور ابن ماجہ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم اعظم دو آیتوں میں موجود ہے پہلی آیت یہ ہے۔ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔ دوسری آیت آل عمران کا آغاز الٓمّٓ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی جامع دُعا

۶/۲۱۷۰ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْوَةُ ذِي النُّوْنِ اِذَا دَعَا رَبَّهٗ وَهُوَ فِيْ بَطْنِ الْحُوْتِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا اسْتَجَابَ لَهٗ۔ (رواہ احمد والترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۱۹۱ حدیث رقم ۳۵۷۲۔ واحمد فی المسند ۱/۱۷۰۔

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مچھلی والے حضرت یونس علیہ السلام نے اس وقت یہ دُعا مانگی جب مچھلی کے پیٹ میں تھے دُعا یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر تو پاک ہے تحقیق میں ظالموں میں سے تھا۔ جب بھی کوئی شخص مسلمان اس کے ساتھ دُعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دُعا قبول کرتا ہے۔ اس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ مختصراً قصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو شہر نینوا والوں کی طرف بھیجا پس انہوں نے ان کو ایمان کی طرف بلایا وہ ایمان نہ لائے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ان کو آگاہ کر دو کہ تم پر تین دن کے بعد عذاب آئے گا۔ وہ یہ بات کہہ کر نکل گئے پس ان پر ایک سیاہ بادل ظاہر ہوا اور قریب ہوا یہاں تک کہ ان کے شہر پر ٹھہرا اور اس میں سے ایک دھواں نکلا۔ پس جب انہوں نے یقین کیا کہ عذاب کا آنا قریب ہو گیا ہے وہ اپنی بیبیوں اور اولاد اور اپنے جانوروں کو لے کر جنگل کی طرف نکلے اور آدمیوں اور جانوروں کے بچوں کو ماؤں سے جدا کیا اور آہ وزاری کے ساتھ آواز بلند کی اور ایمان لے آئے اور کفر اور گناہوں سے توبہ کی اور کہا: یا حی حین لا حیّ لا الله الا انت۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو ہٹا دیا۔ پھر حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے شہر کے قریب آئے۔ تاکہ ان کا حال معلوم ہو۔ پس دور سے دیکھا کہ ان کا شہر آباد ہے جیسا کہ اور لوگ اس کے زندہ ہیں پس انہوں نے حیا کی اور کہا کہ میں نے ان کو کہا تھا کہ تم پر تین دن بعد عذاب نازل ہو گا اور اب تک نازل نہ ہوا۔ پس ان کو معلوم نہ ہوا کہ عذاب اُترا تھا یا نہیں؟ یہاں تک کہ وہ ایک کشتی کے پاس آئے اور اس میں بیٹھے۔ پس جب وہ بیٹھے تو کشتی ٹھہر گئی۔ پس اس کے جاری کرنے میں مبالغہ کیا' وہ جاری نہ ہوئی۔ پس ملاحوں نے کہا کہ یہاں کوئی بھاگا ہوا غلام موجود ہے پھر انہوں نے کشتی والوں کے درمیان قرعہ ڈالا۔ پس قرعہ یونس علیہ السلام کے نام نکلا انہوں نے کہا کہ میں بھاگا ہوا غلام ہوں پس انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈال دیا۔ پس مچھلی اللہ کے حکم سے انہیں نگل گئی اور مچھلی کو اللہ تعالیٰ نے حکم کیا کہ یہ ان کو محفوظ رکھے۔ پس وہ ان کے پیٹ میں ٹھہرے رہے اور مچھلی

نے ان کو دریائے نیل، فارس اور دجلہ کی سیر کروائی۔

پھر فرمایا: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ: یعنی میں تیری اجازت سے قبل قوم سے بھاگنے کی وجہ سے ظالموں میں سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا قبول فرمائی اور مچھلی کو حکم دیا کہ نصیبین کی زمین کی طرف ڈال دے۔ وہ شام کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔

الفصل الثالث:

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اسم اعظم کی خوشخبری سنانا

۷/۲۱/۱ عَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ عِشَاءً وَاِذَا رَجُلٌ یَقْرَأُ وَیَرْفَعُ صَوْتَهٗ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَقُوْلُ هٰذَا مُرَاءٍ قَالَ بَلْ مُؤْمِنٌ مُنِیْبٌ قَالَ وَاَبُوْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیُّ یَقْرَأُ وَیَرْفَعُ صَوْتَهٗ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَسَمَّعُ لِقِرَاءَتِهٖ ثُمَّ جَلَسَ اَبُوْ مُوْسٰی یَدْعُوْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُشْهِدُكَ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَاَلَ اللّٰهَ بِاسْمِهِ الَّذِیْ اِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰی وَاِذَا دُعِیَ بِهٖ اَجَابَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُخْبِرُهٗ بِمَا سَمِعْتُ مِنْكَ قَالَ نَعَمْ فَاَخْبَرْتُهٗ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِیْ اَنْتَ الْیَوْمَ لِیْ اَخٌ صَدِیْقٌ حَدَّثْتَنِیْ بِحَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ رزین)

اخرجه رزین۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہوا پس اچانک ایک شخص قرآن پڑھ رہا تھا اور اپنی آواز بلند کرتا تھا۔ پس میں نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آیا کہ یہ ریاکاری کرنے والا ہے یعنی منافق ہے کہ سنانے اور دکھانے کے لیے پکار کر پڑھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلکہ مسلمان ہے غفلت سے ذکر کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے جو شخص بلند آواز سے پڑھ رہا تھا وہ ابوموسیٰ ہی تھے۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قراءت سنی شروع کی پھر ابوموسیٰ بیٹھے۔ یعنی شاید کہ وہ تشہد میں یا نماز کے بعد دُعا مانگنے کے لئے بیٹھے۔ پس کہنے لگے اے الٰہی! تحقیق میں تجھ کو گواہ بناتا ہوں یعنی میں تیرے حق میں اعتقاد کرتا ہوں کہ تو اللہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو ایک ہے بے نیاز ہے نہ جنا ہے اور جنایا گیا اور تیرے واسطے ہمسر بھی نہیں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ سے ایسے نام کے ساتھ جب کوئی مانگتا ہے، تو جب سوال کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور جس وقت اس نام کے ساتھ دُعا مانگی جائے تو وہ قبول ہوتی ہے بریدہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچا دوں جو بات میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں پھر ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی خبر دی۔ ابوموسیٰ نے کہا کہ آج کے دن تو میرا سچا بھائی ہے تو نے مجھ سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کی ہے۔ ان کو رزین نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں اسم اعظم کے بارے میں بیان کیا گیا ہے اسم اعظم کے بارے میں بہت سے اقوال وارد ہوئے ہیں بعضوں نے کہا ہے کہ اسم اعظم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے اور بعضوں نے لفظ ھو کہا ہے اور بعضوں نے الحی القیوم اور بعضوں نے مالک الملک کو اور بعضوں نے کلمہ توحید اور بعضوں نے اللہ الذی لا الٰہ الا ھو رب العرش العظیم اور حضرت امام زین العابدینؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے رب العزت سے سوال کیا کہ مجھ کو اسم اعظم سکھا دیں۔ پس ان کو خواب میں دکھایا گیا کہ اسم اعظم لا الٰہ الا اللہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ اسمائے حسنیٰ میں مخفی ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ الٓمٓ ہے اور بعضوں نے کہا کہ اللھم ہے اور بعضوں نے کہا ہے جو شخص اسمائے الٰہی میں سے کسی اسم سے اللہ کو یاد کرے حضور واستغراق کے طریقے سے اس طرح کہ اس کے باطن میں سوائے اس کے اور کچھ نہ ہو وہ اسم اعظم ہے اور اس کے ساتھ دُعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے یہ حضرت امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور ابو سلیمانؒ دارانی نے کہا ہے کہ میں نے بعض مشائخ سے اسم اعظم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ کیا تو اپنے دِل کو پہچانتا ہے مؤمن نے کہا کہ ہاں جس وقت تو اپنے دل کو دیکھے کہ اللہ کی طرف کے متوجہ ہو رہا ہے اور نرم ہوا ہے تو اپنی حاجت مانگو کہ یہی اسم اعظم ہے اور ابو الربیع سے کسی نے پوچھا کہ مجھ کو اسم اعظم تعلیم کرو۔ فرمایا لکھو: **اطع اللّٰہ یطعک**۔ یعنی اللہ کی فرمانبرداری کر اللہ تعالیٰ تیری عرض قبول کرے گا۔

الحاصل کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اسم اعظم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے مہربان ہوتا ہے اور دُعا قبول کرتا ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کن کی طرح ہے الرحیم یعنی جیسے اللہ تعالیٰ کن کے کہنے سے جو چاہے پیدا کر دیتا ہے ویسے ہی بندے کے لیے بسم اللہ کی برکت ایسی ہے کہ جس کام کو چاہے وہ سرانجام ہو جاتا ہے۔

اور بعض محققین کا کہنا ہے کہ یہ دُعاء سب اقوال کی جامع ہے۔ یعنی اس دُعا میں سب اسم اعظم جو تمام بزرگوں سے منقول ہیں آ جاتے ہیں۔

دعا یہ ہے:

اللھم انی اسئلک بان لک الحمد لا الٰہ انت یا حنان یا منان یا بدیع السموات والارض یا ذاالجلال والاکرام یا خیر الوارثین یا ارحم الراحمین یا سمیع الدعاء یا اللہ یا اللہ یا عالم یا سمیع یا علیم یا حلیم یا مالک الملک یا ملک یا سلام یا حق یا قدیم یا قائم یا غنی یا محیط یا مقسط یاحی یا قیوم یا احمد یا حمد یا رب یا رب یا رب یا وھاب یا غفار یا قریب یا لا الٰہ انت سبحانک انی کنت من الظالمین انت حسبی ونعم الوکیل ۔

بَابُ ثَوَابِ التَّسْبِیْحِ وَالتَّحْمِیْدِ وَالتَّهْلِیْلِ وَالتَّکْبِیْرِ

تسبیح، تحمید، تہلیل اور تکبیر کے ثواب کا بیان

الفصل الاول:

بہترین کلام چار کلمے ہیں

۱/۲۱۷۲ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْكَلَامِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَفِیْ رِوَايَةٍ اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا يَضُرُّكَ بِاَيِّهِنَّ بَدَأْتَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه الرواية الاولى البخارى تعليقًا ۵۶۶/۱۱ باب ۱۹ من كتاب الايمان والنذر واخرجه ابن ماجه فى السنن ۲۵۳/۲، حديث رقم ۳۸۱۱ واحمد فى المسند ۱۰/۵ واخرج الرواية الثانية مسلم فى صحيحه ۱۶۸۵/۳ حديث رقم (۱۲۔ ۲۱۳۷)۔

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آدمی کا بہترین کلام چار کلمے ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اور ایک روایت میں ہے سب سے پسندیدہ کلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک چار کلمے ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ کسی کے ساتھ بھی آغاز کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے یعنی کسی بھی کلمے کے ساتھ شروع کرلو مضائقہ نہیں ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے بعد بندوں کے کلاموں میں چار کلمے افضل ہیں یہ اس لیے کہ چوتھا کلمہ قرآن میں نہیں آیا اور جو چیز قرآن میں نہیں ہے وہ افضل نہیں ہے اس چیز سے کہ جو قرآن میں ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے: ((افضل الكلام بعد القرآن وهى من القرآن)) اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ کلام کلام اللہ کو بھی شامل ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے کلاموں میں سے بھی یہ کلمے افضل ہوں اس لیے کہ تین تو قرآن مجید میں بعینہٖ موجود ہیں اور چوتھا قرآن میں معنیً ہیں یعنی اس آیت میں ہے: ﴿وکبرہ تکبیرًا﴾ اور یہ کلمے افضل ہیں لیکن جو ذکر حدیث سے ثابت ہوا ہے کسی حال میں یا وقت میں مشغول ہونا اس کے ساتھ افضل تسبیح ہے اور کسی کے ساتھ بھی ان میں سے شروع کرے۔ یعنی پہلے سُبْحَانَ اللّٰهِ کہے یا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یا اللّٰهُ اَكْبَرُ۔ علامہ طیبیؒ نے لکھا ہے کہ مذکورہ ترتیب سے پڑھنا عزیمت ہے یعنی اولیٰ ہے اور بغیر ترتیب کے پڑھنے میں رخصت ہے۔ یعنی جائز ہے۔

۲/۲۱۷۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ اَقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۰۶/۱۱ حدیث رقم ٦٤٠٥۔ ومسلم فی صحیحه من حدیث طویل ۲۰۷۱/٤ حدیث رقم (۲۸۔ ۲٦۹۱)۔ واحمد فی المسند ۳۷۵/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا البتہ میرا سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے' ہر اس چیز سے کہ جس پر آفتاب طلوع ہوتا ہے یعنی دُنیا اور دنیا کی چیزیں اس کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ چار کلمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ پسند ہیں۔ وہ چار کلمات اوپر حدیث پاک میں مذکور ہیں۔

سبحان اللہ وبحمدہ پڑھنے کی فضیلت

۳/۲۱۷۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فِیْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۰۶/۱۱ حدیث رقم ٦٤٠٥۔ ومسلم فی صحیحه من حدیث طویل ۲۰۷۱/٤ حدیث رقم (۲۸۔ ۲٦۹۱)۔ واحمد فی المسند ۳۷۵/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے سبحان اللہ وبحمدہ دن میں سو بار کہا اس کے گناہ دور کیے جاتے ہیں اگرچہ وہ دریا کی جھاگ کے برابر ہوں۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ علامہ طیبیؒ نے کہا کہ سو بار متفرق پڑھے یا اکٹھے' دن کے پہلے حصے میں پڑھے یا دن کے آخر میں۔ دن کے پہلے حصہ میں اکٹھے پڑھنا اولیٰ ہے۔

صبح وشام کا بہترین ذکر

۴/۲۱۷۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ وَحِيْنَ يُمْسِیْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ لَمْ يَأْتِ اَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا اَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ اَوْ زَادَ عَلَيْهِ۔

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۷۱/٤ حدیث رقم (۲۹۔ ۲٦۹۲)۔ والترمذی فی السنن ۱۷۵/۵ حدیث رقم ۳۵۳٦۔ واحمد فی المسند ۳۷۱/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے صبح اور شام کے وقت سبحان اللہ وبحمدہ سو بار پڑھا قیامت کے دن کوئی شخص اس سے بہتر عمل نہیں لائے گا مگر وہ شخص جس نے اس کی مانند کہا ہوگا یا اس سے زیادہ کہا ہوگا۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص صبح وشام کے وقت سو سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھے گا۔ قیامت کے دن اس کا عمل تمام اعمال سے بہتر شمار ہوگا۔ یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ عبارت کے ظاہر سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ جس نے پہلے شخص کی مانند کہا کہ وہ افضل لائے گا' اس چیز سے کہ وہ لایا حالانکہ یوں نہیں ہے بلکہ جس نے کہا اس چیز کی مانند'

وہ مانند اس چیز کے لائے گا نہ کہ اس سے افضل۔ جواب ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس کے برابر لائے گا اور جس نے اس چیز سے زیادہ کہا۔ وہ اس چیز سے افضل لائے گا یا یہ کلمہ بمعنی واوٴ ہے۔

اللہ کے نزدیک دو محبوب کلمے

۵/۲۱۷۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵٦٦/۱۱ حدیث رقم ٦٦٨٢۔ ومسلم فی صحیحه ۲۰۷۲/٤ حدیث رقم (۳۱۔ ٦٩٤) والترمذی فی السنن ١٧٤/٥ حدیث رقم ٣٥٣٤۔ وابن ماجه ۱۲٥۱/۲ حدیث رقم ٣٨٠٦۔ واحمد فی المسند ٢/ ٢٣٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو کلمے ہیں زبان پر ہلکے ہیں ترازو میں بھاری ہیں یعنی ان کا ثواب زیادہ ہوگا۔ میزان اعمال میں بخشنے والے (یعنی مہربان خدا کے نزدیک دو محبوب کلمے) یہ ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور اپنی حمد کے ساتھ موصوف ہے اللہ تعالیٰ بڑا پاک ہے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں اللہ کے نزدیک دو محبوب کلموں کا ذکر کیا گیا ہے اور فرمایا کہ دو ایسے کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں۔ ملا علی قاریؒ نے اس کی تشریح مرقات میں یوں بیان کی ہے: **تجریان علی اللسان** ۔زبان پر بڑی سہولت کے ساتھ جاری ہو جاتے ہیں اور از روئے ثواب کے میزان اعمال میں بھاری ہوں گے اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اعمال کو بھی جسم عطا فرمائے گا اور پھر ان کا ظاہراً ترازو میں وزن کیا جائے گا۔

ایک ہزار نیکیوں والا عمل

٦/٢١٧٧ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّكْسِبَ كُلَّ يَوْمٍ اَلْفَ حَسَنَةٍ فَسَاَلَهٗ سَائِلٌ مِّنْ جُلَسَائِهٖ كَيْفَ يَكْسِبُ اَحَدُنَا اَلْفَ حَسَنَةٍ قَالَ يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيْحَةٍ فَيُكْتَبُ لَهٗ اَلْفُ حَسَنَةٍ اَوْ يُحَطُّ عَنْهُ اَلْفُ خَطِيْئَةٍ. (رواہ مسلم وفی کتا به فی جمیع الروایات) عَنْ مُوْسَى الْجُهَنِيِّ اَوْيُحَطُّ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ الْبَرْقَانِي ورواہ شعبة وابو عوانة ویحی بن سعید القطان عن موسی فقالو اویحط بغیر الف هکذا فی کتاب الحمیدی)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۷۳/٤ حدیث رقم (٣٧۔ ٢٦٩٨)۔ واحمد فی المسند ١٧٤/١۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی عاجز ہے کہ ہر روز ایک ہزار نیکیاں کمائے؟ ان کے ہم نشینوں میں سے ایک سوال کرنے والے نے سوال کیا کہ ہم میں سے کوئی ایک ہزار نیکیاں سہولت کے ساتھ کس طرح حاصل کر سکتا ہے؟ فرمایا کہ وہ سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھے اس کے لیے ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ یعنی اس حساب سے ہر نیکی کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں یا اس سے ہزار گناہ دور کیے

جائیں گے۔یعنی صغیرہ یا کبیرہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اس کو امام مسلم نے نقل کیا ہے اور مسلم شریف کی کتاب میں یعنی صحیح مسلم کی تمام روایتوں میں موسیٰ جہنی سے لفظ اویحط کا ہے اور ابوبکر برقانی نے کہا ہے اور اس کو شعبہ اور ابوعوانہ اور یحییٰ بن سعید قطان نے موسیٰ جہنی سے روایت کیا ہے پس انہوں نے یعنی شعبہ وغیرہ نے کہا ہے **ویحط** کا لفظ بدون الف کے ہے اور اسی طرح حمیدی کی کتاب میں ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص روزانہ سومرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ ایک ہزار نیکیاں اس کے اعمال نامے میں لکھ دیتا ہے اور ایک ہزار گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ **اویحط** کے معنی یہ ہیں کہ دونوں باتوں میں سے ایک بات ہوتی ہے یا نیکیاں لکھی جاتی ہیں یا گناہ جھڑتے ہیں اور **ویحط** معنی یہ ہیں کہ نیکیاں بھی لکھی جاتی ہیں اور گناہ بھی جھڑتے ہیں اور روایتیں اس کی مؤکد ہیں ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان وغیرہ سے جو منقول ہے ان میں بھی **ویحط** واؤ سے ہے۔

ظاہراً ان روایتوں سے منافات معلوم ہوتی ہے ان میں تطبیق یوں دی جائے گی کہ کبھی واؤ بمعنی او کے آتا ہے اس لحاظ سے دونوں روایتوں میں منافات نہیں ہے اور معنی اس طرح سے ہوں گے کہ جس نے تسبیح پڑھی اس کے لیے ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اگر اس کے ذمے گناہ نہ ہوں' اگر اس کے ذمے گناہ ہوں تو اس سے ایک ہزار گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

فرشتوں کے لیے انتخاب کردہ کلمہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے

۲۱۷۸/۷ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْكَلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَا اصْطَفَی اللّٰهُ لِمَلَآئِكَتِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۹۳/٤ حدیث رقم (۸٤۔ ۲۷۳۱)۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا کلام بہتر ہے؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ کلام جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لیے انتخاب فرمایا ہے وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا یہ خلاصہ کیا جاتا ہے کہ اللہ رب العزت کو یہ کلمہ سبحان اللہ وبحمدہ اس قدر پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لیے اس کلمہ کو پسند فرمایا ہے۔ یعنی سبحان اللہ وبحمدہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ترین ذکر

۲۱۷۹/۸ وَعَنْ جُوَيْرِيَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّی الصُّبْحَ وَهِیَ فِیْ مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰی وَهِیَ جَالِسَةٌ قَالَ مَازِلْتِ عَلَی الْحَالِ الَّتِیْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۹۰/٤ حدیث رقم (۷۹۔ ۲۷۲٦)۔ وابن ماجه ۱۲۵۱/۲ حدیث رقم ۳۸۰۸۔

ترجمہ: حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا جو کہ حضور ﷺ کی بیوی تھیں سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اُن کے پاس سے نکلے۔ صبح کے وقت اس وقت آپ ﷺ نے صبح کی نماز کا ارادہ فرمایا اور وہ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ پھر حضور ﷺ چاشت کے وقت لوٹے تو وہ اپنی اسی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت سے میں گیا ہوں اس وقت سے لے کر اب تک بیٹھی ہوئی ہے چاشت کا وقت ہو چکا ہے۔ تو ابھی تک ذکر میں مشغول ہے انہوں نے کہا ہاں! نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تحقیق میں نے تیرے پاس سے جانے کے بعد چار کلمات تین مرتبہ پڑھے ہیں اگر ان کلمات کا وزن کیا جائے ان کلمات سے جو آج کے دن تو نے کہے ہیں۔ تو وہ غالب آ جائیں گے باقی اذکار پر یعنی ان چار کلمات کا ثواب زیادہ ہوگا ان اذکار سے جو تو نے کیے ہیں۔ وہ چار کلمے یہ ہیں: میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور اس کی مخلوقات کی گنتی کے برابر اس کی تعریف کرتا ہوں اور اس کی ذا کی مرضی کے موافق اور اس کے عرش کے بوجھ کے موافق اور اس کے کلموں کی مقدار کے موافق اس کی تعریف کرتا ہوں۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں جو کلمات کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد کلمات کی کتابیں اور صحیفے ہیں یا اسماء یا صفات یا اور اس کے علاوہ اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ذکر میں اعتبار کیفیت کا ہے نہ کہ کمیت کا یعنی تسبیحات وغیرہ کہ ان کا مضمون خوب ہو اور حضور دل سے پڑھے۔ اگر چہ وہ کم ہو ان تسبیحات سے جو اس طرح کی ہوں یعنی جامع نہ ہوں' افضل ہیں اگر چہ وہ زیادہ ہوں اور اس پر قراءت قرآن کو قیاس کر لیجئے جو تدبر و تفکر اور حضور دل کے ساتھ پڑھی جائے اگر چہ وہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو اور اس قراءت سے افضل ہے' جو ان مذکورہ چیزوں سے خالی ہو اگر چہ وہ قراءت بہت زیادہ ہو۔

تسبیح مذکورہ سو غلاموں کے آزاد کرنے سے افضل ہے

۹/۲۱۸۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ فِیْ یَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهٗ عِدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِیَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَیِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِنَ الشَّیْطَانِ یَوْمَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰی یُمْسِیَ وَلَمْ یَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْهُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۰۱/۱۱۔ حدیث رقم ٦٤٠٣ ومسلم فی صحیحه ۲۰۷۱/٤ حدیث رقم ۲۸۱۔ ۲٦۹۱) والترمذی فی السنن ۱۷۵/۵ حدیث رقم ۳۵۳۵۔ واحمد فی المسند ٦۰/٤۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بادشاہت اسی کے لیے ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر یہ ایک دن میں سو بار کہے گا' تو اس کو دس بردوں (غلاموں) کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس سے سو برائیاں دور کی جاتی ہیں اور اس دن شام تک اس کے لیے شیطان سے پناہ ہوتی ہے اور کوئی شخص قیامت کے دن اس سے بہتر عمل نہیں لائے گا سوائے اس شخص کے کہ جس نے اس سے زیادہ عمل کیا ہو۔

تشریح ۞ حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر تسبیح مذکور شام کو پڑھے گا تو صبح تک اسی طرح پناہ میں رہے گا

احتمال یہ ہے کہ یہ راوی کا اختصار ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اسے بیان نہ کیا ہو۔ اس لیے کہ یہ ظاہر ہے واللہ اعلم اور علامہ نووی نے کہا ہے یہ ثواب مذکور اس شخص کو ملے گا جو اس وظیفے کو سو بار مرتبہ پڑھے گا اور جو زیادہ پڑھے گا تو زیادہ پائے گا اور خواہ یہ وظیفہ اکٹھے پڑھے یا متفرق پڑھے یہی ثواب پائے گا لیکن افضل یہ ہے کہ اکٹھے پڑھے اور دن کے پہلے حصے میں پڑھے تا کہ تمام دن شیطان سے پناہ میں رہے۔

نرمی کے ساتھ تکبیر پڑھنے کا حکم

۲۱۸۱ /۱۰ وَعَنْ اَبِیْ مُوسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَجْھَرُوْنَ بِالتَّکْبِیْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّھَا النَّاسُ اِرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا وَھُوَ مَعَکُمْ وَالَّذِیْ تَدْعُوْنَہٗ اَقْرَبُ اِلٰی اَحَدِکُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَتِہٖ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰی وَاَنَا خَلْفَہٗ اَقُوْلُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ فِیْ نَفْسِیْ فَقَالَ یَا عَبْدَاللّٰہِ بْنِ قَیْسٍ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی کَنْزٍ مِّنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ فَقُلْتُ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۱۸۷۔ حدیث رقم ٦٣٨٤۔ ومسلم فی صحیحه ٤/٢٠٧٦ حدیث رقم ٤٤۔ ٢٧٠٤۔
اخرجه الترمذی فی السنن ٥/١٧٢ حدیث رقم ٣٥٢٨۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ لوگ بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو۔ یعنی اتنی چلا کر تکبیر نہ کہو تم بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے۔ تحقیق تم دیکھنے والے سننے والے کو پکارتے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے یعنی تمہارے حال پر مطلع ہے تم جہاں بھی ہو برابر ہے کہ تم پکار کر یاد کرو یا چپکے سے اور جسے تم پکارتے ہو وہ تمہاری سواری کی گردن کے زیادہ نزدیک ہے۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا یعنی اونٹ پر اور میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ اپنے دل میں کہتا تھا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ بن قیس! جو کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام ہے کہ کیا میں تمہیں بہشت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! ضرور بتایئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ خزانہ یہ ہے: لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں پکار کر پڑھنے سے مراد یہ ہے یعنی بلند جگہ پر چڑھتے ہوئے تکبیر پڑھنا سنت ہے پکار کر کہتے تھے یا اس سے مراد تکبیر اور اس کے مانند ہے یعنی اللہ کے ذکر کو پکار کر کرتے تھے اور حدیث کے آخر میں لاحول ولاقوۃ کو گنج اس لیے کہا کہ اس کے پڑھنے والے کو بہت زیادہ ثواب ملتا ہے دنیا کے خزانے کی طرح۔ دنیا کے خزانے کی اس کے آگے کوئی بھی حقیقت نہیں ہے اور مشائخ نے لکھا ہے اور کوئی ذکر عمل پر مدد کرنے والا اس سے زیادہ نہیں ہے۔

الفصل الثانی:

جنت میں کھجور کا درخت لگایا جاتا ہے

۱۱/۲۱۸۲ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ غُرِسَتْ لَہٗ نَخْلَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۵/۱۷۴ حدیث رقم ۳۵۳۲۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے سبحان اللہ العظیم وبحمدہ کہا اس کے لیے بہشت میں کھجور کا درخت لگایا جاتا ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ بیان کیا گیا ہے جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ کہے گا اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے لیے جنت میں کھجور کا درخت لگایا جائے گا۔ کھجور کے درخت کو کثرت منفعت کے لیے اور اس کے اچھے پھل ہونے کی وجہ سے خاص کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے کا حکم

۱۲/۲۱۸۳ وَعَنِ الزُّبَیْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَبَاحٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْہِ اِلَّا مُنَادٍ یُنَادِیْ سَبِّحُوا الْمَلِکَ الْقُدُّوْسَ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۵/۲۲۳ حدیث رقم ۳۶۲۰۔

ترجمہ: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی صبح ایسی نہیں ہے کہ جب بندے صبح کریں اس میں مگر ایک فرشتہ پکارنے والا پکارتا ہے پاکی کے ساتھ اپنے پاک بادشاہ کو یاد کرو۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ پاک بادشاہ کی تسبیح بیان کرو۔ یعنی **سبحان الملك القدوس** کہو یا **سبوح قدوس رب الملائكة والروح** یا معنی یہ ہے کہ اعتقاد کرو کہ وہ سب عیبوں سے پاک ہے۔

افضل الذکر کا بیان

۱۳/۲۱۸۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ (الترمذی وابن ماجہ)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۵/۱۳۰ حدیث رقم ۳۴۴۳۔ وابن ماجہ فی السنن ۲/۱۲۴۹ حدیث رقم ۳۸۰۰۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور بہترین دعا الحمد للہ ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور بہترین دعا لا الہ الا اللہ

ہے لا الٰہ الا اللہ اس لیے افضل ہے کہ اس کے بغیر ایمان درست نہیں ہے اور بعض محققین نے کہا ہے کہ یہ کلمہ سب کلموں سے افضل ہے اس لیے کہ یہ باطن کو برے اوصاف سے پاک کرنے میں عجیب تاثیر رکھتا ہے جو ذاکر کے باطن میں موجود ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: افرایت من اتخذ الٰهه هواه۔ پس جب بندہ لا الٰہ کہتا ہے تو معبودوں کی نفی ہو جاتی ہے اور الا اللہ کے کہنے سے ایک معبود ثابت ہو جاتا ہے یعنی اللہ اور ظاہر زبان سے ذکر دل کی گہرائی کی طرف رجوع کرتا ہے پھر اس میں قرار پکڑتا ہے اور اس کے اعضاء پر غالب آ جاتا ہے اس نے اس کی حلاوت پائی اور اس کا مزا چکھا اور الحمد للہ کو دُعا اس لئے کہا کہ کریم ذات کی تعریف دُعا و سوال کے معنی میں ہے اور افضل اس لیے کہا ہے کہ خدا کی حمد کہ وہ منعم حقیقی ہے شکر کے معنی میں ہے اور شکر نعمت کی زیادتی کا سبب ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۔

خدا کی حمد شکر کی بنیاد ہے

۱۴/۲۱۸۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَمْدُ رَأْسُ الشُّكْرِ مَا شَكَرَ اللّٰهَ عَبْدٌ لَا يَحْمَدُهٗ ۔

اخرجه البيهقى فى شعب الايمان ٩٦/٤ الحديث رقم ٤٣٩٥۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تعریف کرنا شکر کا سر (بنیاد) ہے۔ اس بندے نے اللہ تعالیٰ کا کامل شکر ادا نہیں کیا' جس نے اس کی تعریف نہیں کی۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ خدا کی تعریف کرنا شکر کی بنیاد ہے حمد فقط زبان سے ہوتی ہے اور شکر دل اور اعضاء سے ہوتا ہے۔ پس حمد ایک شکر کی شاخ ہے اور حمد کو شکر کا سر اس لیے کہا ہے کہ زبان کا فعل ہے اور زبان سے نعمت و تعریف الٰہی کا خوب بیان ہوتا ہے اور زبان تمام اعضاء کی نائب ہے پس گویا حمد بھی مجمل شکر ہے اور مفصل شکر کا جزاعظم ہے اس لیے فرمایا ہے کہ اس بندے نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا' جس نے اس کی حمد نہیں کی اور اس کلام میں اشارہ ہے اس پر کہ آدمی کو چاہیے کہ باوجود تصفیہ باطن کے ظاہر کی بھی محافظت کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں شکریہ ادا کرنے پر انعام

۱۵/۲۱۸۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَنْ يُدْعٰى اِلَى الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِى السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ ۔ (رواهما البيهقى فى شعب الايمان)

اخرجه البيهقى فى شعب الايمان ٩٠/٤ الحديث رقم ٤٣٧٣۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے ان لوگوں کو قیامت کے دن بہشت کی طرف بلایا جائے گا' خوشی کے وقت اور سختی کے وقت یعنی بہر حال مولیٰ کی رضامندی کے ساتھ۔ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہیں۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں شکریہ ادا کرنا چاہیے' خوشی کے وقت بھی اور تنگی کے

وقت بھی۔ جو شخص ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب سے پہلے اس کو جنت کی طرف بلائے گا اور خصوصی انعام سے نوازے گا۔

لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت

۱۶/۲۱۸۷ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَارَبِّ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَذْکُرُکَ بِہٖ اَوْ اَدْعُوْکَ بِہٖ فَقَالَ یَا مُوْسٰی قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَالَ یَا رَبِّ کُلُّ عِبَادِکَ یَقُوْلُ ھٰذَا اِنَّمَا اُرِیْدُ شَیْئًا تَخُصُّنِیْ بِہٖ قَالَ یَا مُوْسٰی لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَعَامِرَ ھُنَّ غَیْرِیْ وَالْاَرَضِیْنَ السَّبْعَ وُضِعْنَ فِیْ کِفَّۃٍ وَّلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِیْ کِفَّۃٍ لَمَالَتْ بِھِنَّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (رواہ فی شرح السنۃ)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۴۹۲/۵ الحدیث رقم ۳۴۳۰۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے پروردگار! مجھے ایک چیز سکھا دے کہ میں تجھے اس کے ساتھ یاد کروں یا میں تجھ سے اس کے ساتھ دُعا کروں پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! لا الٰہ الا اللہ کہا کرو۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار! یہ تو تیرے سارے بندے یعنی موحدین کہتے ہیں میں ایسی چیز چاہتا ہوں کہ تو مجھے اس کے ساتھ خاص کرے (یعنی ذکر اور دُعا میرے لیے خاص فرما اور اس میں میرے ساتھ شریک نہ ہو) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور ان کے آباد رکھنے والے۔ میرے علاوہ اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا الٰہ الا اللہ کا ثواب ایک پلڑے میں رکھا جائے البتہ لا الٰہ الا اللہ کا پلڑا ان چیزوں کے پلڑے سے جھک جائے گا۔ شرح السنہ میں بغویؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ذکر ودعا ایسی طلب کی تھی کہ اس کی وجہ سے اوروں پر فائق ہوں۔ لہٰذا جواب کے ساتھ سوال کی مطابقت کیا ہوئی یعنی موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے سوال کچھ اور تھا اور جواب کچھ اور دیا گیا۔ جواب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے ایک محال چیز طلب کی ہے اس واسطے کہ کوئی ذکر ودعا اس سے افضل نہیں ہے۔ وہ تو سب بہت پڑھتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتقاضائے بشریت کے ذکر ودعا کو خاص طور پر طلب کیا کہ آدمی اس وقت تک خوش نہیں ہوتا جب تک اس کے لیے کوئی چیز خاص نہ کی جائے اور وہ چیز دوسرے کے پاس نہ ہو۔ مثلاً اگر اس کے پاس ایسا جوہر ہو جو دوسرے کے پاس نہ ہو تو بہت خوش ہوتا ہے اور اسی طرح علوم نادرہ دُعاؤں اور ہنر کا حال ہے کہ ان میں سے آدمی کے پاس ایسی چیز ہوتی ہے کہ وہ چیز دوسرے کے پاس نہیں ہوتی تو وہ نہایت خوش ہوتا ہے باوجودیکہ اللہ کی عادت عام رحمت کی وجہ سے اس پر جاری ہے کہ عزیز تر چیزیں یعنی پسندیدہ چیزیں بہت زیادہ پائی جاتی ہیں جیسے زندگی اور نمک اور پانی کہ یہ چیزیں کیسی عزیز ہیں۔ بخلاف موتی اور یاقوت اور زعفران وغیرہ کے یہ ان کے برابر عزیز نہیں ہیں اور یہ چیزیں بہت زیادہ کم ہیں اور مصحف شریف سب کتابوں سے افضل ہے اور بکثرت پایا جاتا ہے اور علم کیمیاء وغیرہ کی اس کے آگے کیا حقیقت ہے۔ وہ کم پایا جاتا ہے اور جاہل اس سے ایسے خوش ہوتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے علم سے ایسے خوش نہیں ہوتے اور کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کہ وہ سب کلمات سے اشرف ہیں اور سب عبادتوں سے نفیس تر ہیں اور سب ذکروں

میں سے افضل ہیں اور سب حسنات میں سے کامل تر ہیں حالانکہ وجود میں اکثر ہیں اور حصول میں آسان تر ہیں اور عوام نے ان کو ترک کر دیا ہے اور وہ اسمائے غریبہ اور دُعائے عجیبہ میں مواظبت کرتے ہیں کہ اکثر اس میں ایسی ہیں جن کی کتاب وسنت میں کچھ اصل ہی نہیں ہے سب مثالوں کے بیان سے حاصل یہ ہے کہ اکثر چیزیں حقیقت میں خوب ہیں۔ لیکن کثیر ہونے کی وجہ سے لوگ ان کی قدر نہیں جانتے اور بعض چیزیں اس درجے کی عزیز نہیں ہیں اور لوگ ان کو قلت کی وجہ سے عزیز رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ سوال الہام کیا۔ تاکہ وہ پوچھیں اور اللہ تعالیٰ جواب دے اور اس کی بزرگی ہر عام وخاص پر ظاہر ہو اور اس کا ہر وقت اور مقام میں ورد کریں۔

مذکورہ تسبیحات کی فضیلت

۱۷/۲۱۸۸ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ صَدَّقَهٗ رَبُّهٗ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا اَکْبَرُ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ یَقُوْلُ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَحْدِیْ لَا شَرِیْکَ لِیْ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا لِیَ الْمُلْکُ وَلِیَ الْحَمْدُ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِیْ وَکَانَ یَقُوْلُ مَنْ قَالَهَا فِیْ مَرَضِهٖ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۵٦/۵ حدیث رقم ۳۴۹۰۔ وابن ماجه ۱۲۴٦/۲ حدیث رقم ۳۷۹۴۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے دونوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ بہت بڑا ہے اس کا رب اس کی تصدیق کرتا ہے اور ان اقوال کو قبول کرتا ہے اور اس کے موافق کہنے کے فرماتا ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں بہت بڑا ہوں اور جس وقت بندہ کہتا ہے کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر تنہا اللہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کوئی معبود نہیں ہے مگر میں ایک ہوں میرے واسطے کوئی شریک نہیں ہے اور جب بندہ کہتا ہے کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کی بادشاہت ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کوئی معبود نہیں ہے مگر میں، میرے ہی لیے بادشاہت ہے اور میرے ہی لیے تعریف ہے اور جب بندہ کہتا ہے کوئی معبود نہیں مگر اللہ تعالیٰ اور گناہ سے باز رہنا اور طاعت پر قوت پانا مگر اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر میں اور گناہ سے بچنا اور میری طاعت پر قوت کا پانا میری مدد کے بغیر نہیں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس شخص نے ان کلمات کو سوائے مذکورہ جوابوں کے اپنی بیماری میں کہا پھر وہ مرگیا تو اس کو آگ نہیں جلائے گی۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں تسبیحات مذکورہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جس شخص نے ان تسبیحات کو یعنی کلمات کو اپنی بیماری میں پڑھا اور پھر وہ مرگیا اس کو جہنم کی آگ نہیں جلائے گی یعنی وہ دوزخ کی آگ سے محفوظ و مامون رہے گا۔

تسبیحات کو گٹھلیوں پر شمار کرنا حدیث سے ثابت ہے

۱۸/۲۱۸۹ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ النَّبِیِّ عَلٰی اِمْرَأَةٍ وَبَیْنَ یَدَیْهَا نَوًی اَوْحَصًی تُسَبِّحُ بِهٖ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ اَیْسَرُ عَلَیْكِ مِنْ هٰذَا اَوْ اَفْضَلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَلَقَ فِی السَّمَاءِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَابَیْنَ ذٰلِكَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذَالِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

(رواه الترمذی وابو داود وقال الترمذی هذا حدیث غریب)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۲/ ۸۰ حدیث رقم ۱۵۰۰۔ والترمذی فی السنن ۵/ ۲۲۲ تحت رقم ۳۶۳۹۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عورت کے پاس داخل ہوئے اور اس کے آگے کھجور کی گٹھلیاں تھیں یا کنکریاں تھیں ان کے ساتھ تسبیح پڑھتی (گنتی) تھیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں نہ بتاؤں وہ تسبیح جو تجھ پر بہت زیادہ آسان ہو اس سے اور اس سے بہتر ہو وہ تسبیح یہ ہے کہ پاک ہے اللہ تعالیٰ اس چیز کی گنتی کی بقدر جو کہ اللہ نے آسمان میں پیدا کی اور پاک ہے اللہ تعالیٰ اس چیز کی گنتی کے موافق جو زمین میں پیدا کی اور پاک ہے اللہ تعالیٰ کو اس چیز کی گنتی کے موافق جو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کے درمیان پیدا کی ہے اور پاک ہے اللہ تعالیٰ اس چیز کی گنتی کے موافق کہ وہ اس چیز کو پیدا کرنے والا ہے یعنی اس کے بعد۔ ازل سے ابد تک اور اس سے مراد ہمیشگی ہے اور اللہ اکبر اس کی مانند ہے اور الحمد للہ بھی اس کی طرح ہے اور لا الہ الا اللہ بھی اس کی طرح ہے اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی اس کی طرح ہے۔ اس کو امام ترمذی اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ تسبیحات کو گٹھلیوں پر شمار کرنا جائز ہے۔ حدیث پاک میں جو عورت کے بارے میں آیا ہے وہ عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے تھیں جویریہ رضی اللہ عنہا تھیں یا اور کوئی اور کنکریاں یہ راوی کو شک ہے کہ گٹھلیاں تھیں یا کنکریاں اور اس طرح کی تسبیح جواب متعارف ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں نہ تھی۔ بعض گٹھلیوں یا سنگریزوں پر پڑھتے تھے اور بعض ڈوروں میں گرہیں دیئے جاتے تھے لیکن یہ حدیث اصل صحیح ہے اس تسبیح کے جائز ہونے کے لیے بھی اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز رکھا ہے لہٰذا یہ تسبیح اسکے حکم میں ہے کیونکہ پروئے ہوئے اور بغیر پروئے دانوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور اعتماد نہ کیا جائے اس کے قول پر جس نے اس کو بدعت کہا ہے اور مشائخ نے کہا ہے یہ شیطان کے لیے کوڑا ہے۔

اور منقول ہے کہ کسی نے جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں ان کی آخری حالت میں تسبیح دیکھی پس ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو ایسی چیز ہے جو اللہ کی طرف سے ہمیں ملی ہے، ہم کیونکر اس کو چھوڑیں اور اللہ اکبر اسی کی طرح ہے یعنی اللہ اکبر کہا۔ اللّٰہ اکبر **عدد ما خلق فی السماء** اور احتمال ہے کہ لفظ **مثل ذلك** کا کہا ہو۔ بجائے **عدد ماخلق فی السماء** اور اسی طرح اس کے مابعد کے جملوں میں دونوں احتمال ہیں۔

متفرق تسبیحات کے فضائل

۱۹/۲۱۹۰ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ حَجَّ مِائَةَ حَجَّةٍ وَمَنْ حَمِدَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ حَمَلَ عَلٰى مِائَةِ فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَنْ هَلَّلَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ اَعْتَقَ مِائَةَ رَقَبَةٍ مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِيْلَ وَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ لَمْ يَاْتِ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ اَحَدٌ بِاَكْثَرَ مِمَّا اَتٰى بِهٖ اِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ اَوْزَادَ عَلٰى مَا قَالَ۔ (رواہ الترمذی وقال هذا حديث حسن غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۷۶/۵ حديث رقم ۳۵۳۸۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص دن کے اوّل میں اور دن کے آخر میں سو بار سبحان اللہ کہے تو وہ اس شخص کی مانند ہوتا ہے کہ اس نے لوگوں کو اللہ کے راستے میں سو گھوڑوں پر سوار کیا اور جس نے لا الٰہ الا اللہ دن کے شروع میں سو بار اور دن کے آخر میں سو بار پڑھا کوئی شخص قیامت کے دن اس شخص سے زیادہ ثواب نہیں لے کر آئے گا مگر وہ شخص جو اس طرح کہے یعنی وہ کہنے والا اس کے برابر ہوگا یا اس سے زیادہ پڑھے گا۔ یعنی وہ اس سے افضل ہوگا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سو بار سبحان اللہ کہنے سے سو حج کے برابر ثواب ملتا ہے۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ذکر سہل اللہ تعالیٰ کی حضوری کے ساتھ عبادات شاقہ سے افضل ہے کہ جو غفلت کے ساتھ ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ مضاعف تسبیح کا ثواب اصل ثواب حج کے برابر ہوتا ہے اور خدا کی راہ میں دے یعنی جہاد کے لیے دے یا ھدیۂ دے اور اس میں ذکر کی رغبت دلائی ہے تا کہ دنیا کی طرف توجہ نہ کرے اور حضوری کے ساتھ اپنی ہمت کو جمع کرے۔ اس لیے کہ تمام عبادات بدنیہ اور مالیہ کا مقصود اور مرکب بدنی اور مالی صرف اللہ کا ذکر ہے اور کچھ نہیں ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ مطلوب وسیلے سے اولیٰ ہوتا ہے اور سو غلام آزاد کیے اس میں محتاج ذکر کرنے والوں کے لیے تسلی ہے کہ وہ مالی عبادتوں سے عاجز ہیں کہ جو صرف غنی ادا کرتے ہیں۔

اور اولادِ اسماعیل سے مراد عرب ہیں اس لیے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہونے کی وجہ سے افضل ہیں۔

اور ظاہراً حدیث کے آخر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اکبر تمام تسبیحات سے افضل ہے جو اوپر مذکور ہوئی ہیں اور بہت سی صحیح احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان سب میں سے افضل لا الٰہ الا اللہ ہے پھر الحمد للہ اور پھر اللہ اکبر اور سبحان اللہ پس اس میں تاویل یہ کی جائے گی۔ کہ اس دن کوئی شخص لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والے اور الحمد للہ پڑھنے والے کے مثل زیادہ ثواب نہیں لائے گا۔

تسبیح وتحمید وتہلیل کی فضیلت

۲۰/۲۱۹۱ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلتَّسْبِيْحُ نِصْفُ الْمِيْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَؤُهٗ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَيْسَ لَهَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰهِ حَتّٰى تَخْلُصَ اِلَيْهِ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب وليس اسناده بالقوى)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۱۹۷ حديث رقم ۳۵۸٤۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا سبحان اللہ کہنا اعمال کے آدھے ترازو کو بھردیتا ہے۔یعنی ایک پلڑا ہے جومقرر ہے نیکیوں کوتولنے کے لیے اس کوبھردیگا اورالحمدللہ کہنا ساری ترازو کو بھردیتا ہے اور لا الٰہ الا اللہ نہیں ہے اس کے واسطے پردہ اللہ کے علاوہ یہاں تک کہ وہ اللہ کی طرف پہنچتا ہے۔امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اوراس کی اسناد قوی نہیں ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں تسبیح وتہلیل وتحمید کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ صرف الحمدللہ کا ثواب ساری ترازو کو بھر دیتا ہے اورسبحان اللہ سے افضل ہے یا یہ مراد ہے کہ الحمدللہ' سبحان اللہ کے برابر ہے کہ وہ آدھی ترازو کو بھردیتا ہے سبحان اللہ کا ثواب آدھی ترازو کو بھردیتا ہے اورالحمدللہ کا ثواب آدھی ترازو کو بھردیتا ہے۔دونوں مل کر ساری ترازو کو بھردیتے ہیں اور حدیث کے آخر کے معنی یہ ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ بہت جلد اللہ کے دربار میں قبول ہوتا ہے اوراس کا پڑھنے والا بہت زیادہ ثواب حاصل کر لیتا ہے اوراس حدیث میں ظاہرالدلالت موجود ہے کہ لا الٰہ الا اللہ سبحان اللہ اورالحمدللہ سے افضل ہے۔

خلوص سے لا الٰہ الا اللہ پڑھنا آسمان کے دروازوں کوکھول دیتا ہے

۲۱/۲۱۹۲ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا قَطُّ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتّٰى يُفْضِىَ اِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۲۳۳ حديث رقم ۳٦٦٠۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جب بندہ خلوص دل کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہے۔اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔یہاں تک کہ وہ عرش تک جا پہنچتا ہے یعنی جلدی قبول ہوتا ہے جب تک وہ کبیرہ گناہ سے بچتا ہے امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جوشخص خلوص دل سے لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیتا ہے لیکن جلدی قبول ہونے کے لیے کبیرہ گناہوں سے بچنا شرط ہے یعنی جلدی قبول جب ہی ہوتا ہے کہ کبیرہ گناہوں سے بچے اوراصل ثواب بہرحال ملتا ہے۔

جنت کے درختوں کی کیفیت

۲۲/۲۱۹۳ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيْتُ اِبْرَاهِيْمَ لَيْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِقْرَأْ اُمَّتَكَ مِنِّی السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَاَنَّهَا قِيْعَانٌ وَاَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن غريب اسنادا)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۸۱/۲ حديث رقم ۱۵۰۱۰۔ والترمذی فی السنن ۲۳۰/۵ حديث رقم ۳۶۵۳۔ واحمد فی المسند ۳۷۱/۶۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں معراج کی رات میں ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہ السلام سے ملا وہ بیت المعمور سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ پس ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہنا اور ان کو خبر دینا تحقیق جنت کی مٹی پاکیزہ ہے یعنی مشک وزعفران ہے۔ پانی اس کا شیریں ہے اور وہ میدان ہے یعنی بالکل ہموار درختوں سے خالی ہے اور تحقیق اس کے درخت سبحان اللہ الحمد للہ لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر ہیں۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور یہ حدیث حسن غریب ہے از راہِ اسناد کے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں جنت کی زمین اور درختوں کا ذکر ہے اور دوسرا اس میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو سلام بھیجا ہے لہٰذا جو شخص حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سلام کو پڑھے یا سنے تو اسے چاہیے کہ جواب میں یوں کہے: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور اس کے درخت سبحان اللہ ہیں اس کے معنی یہ ہے کہ اپنی امت کو ان کلمات کے پڑھنے سے آگاہ کرو۔ آدمی جنت میں داخل ہوتا ہے اور جنت میں بہت سے درخت لگائے جاتے ہیں یعنی ہر کلمے کے پڑھنے سے ایک درخت لگتا ہے پس جتنے زیادہ کلمات پڑھے گا اتنے ہی زیادہ درخت لگائے جائیں گے۔

۲۳/۲۱۹۴ وَعَنْ يُسَيْرَةَ كَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّقْدِيْسِ وَاعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ فَاِنَّهُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُسْتَنْطَقَاتٌ وَلَا تَغْفُلْنَ فَتَنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ۔

(رواه الترمذی وابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۸۱/۲ حديث رقم ۱۵۰۱۰۔ والترمذی فی السنن ۲۳۰/۵ حديث رقم ۳۶۵۳۔ واحمد فی المسند ۳۷۱/۶۔

ترجمہ: حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اور وہ ہجرت کرنے والیوں میں سے تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے اوپر سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ اور سبحان القدوس یاسبوح قدوس رب الملائکۃ والروح کو لازم کرو اور اپنی انگلیوں کے ساتھ تسبیحات کو شمار کرو۔ اس لیے کہ وہ پوچھی جائیں گی ان کو بلوایا جائے گا اور تم غافل نہ ہونا یعنی ذکر نہ چھوڑنا پس رحمت سے بھلائی جاؤ گی۔ یعنی اگر ذکر چھوڑو گی تو اس کے ثواب سے محروم رہو گی۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں لفظ پوچھی جائیں گی جو آیا ہے یعنی قیامت کو اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تم نے کیا کہا تھا اور اللہ تعالیٰ ان میں گویائی پیدا کر دیگا اور پھر وہ اپنے اصحاب کے اعمال پر گواہی دیں گے اور ایسا ہی حال دوسرے اعضا کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ اور اس میں اس چیز پر رغبت دلائی ہے کہ اعضاء کو اس چیز میں استعمال کرے کہ اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور گناہوں سے بچائے اس سے معلوم ہوا ہے کہ انگلیوں پر اذکار کا پڑھنا افضل ہے۔ اگرچہ تسبیح پر پڑھنا جائز ہے۔

الفصل الثالث:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ دُعا کے پڑھنے کی تلقین کرنا

۲۴/۲۱۹۵ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلِّمْنِیْ كَلَامًا اَقُوْلُهٗ قَالَ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ قَالَ فَهٰؤُلَاءِ لِرَبِّیْ فَمَا لِیْ فَقَالَ قُلْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ شَكَّ الرَّاوِیْ فِیْ عَافِنِیْ ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢٠٧٢/٤ حديث رقم (٣٣۔ ٢٦٩٦)۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے کہا مجھے ایک ذکر سکھلاؤ میں اس کو پڑھتا رہوں یعنی اس کا ورد کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کے واسطے بہت زیادہ تعریف ہے اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور جہانوں کو پالنے والا ہے اور گناہوں سے کوئی روک نہیں سکتا اور عبادت پر طاقت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ جو غالب حکمت والا ہے۔ اس نے کہا یہ الفاظ تو میرے رب کے ذکر کے واسطے ہیں۔ پس میرے لیے کیا ہے کہ میں اپنے لئے اس کے ساتھ دعا کروں۔ پس فرمایا کہو اے الٰہی! بخش مجھ کو اور رحم کر مجھ پر اور توفیق دے مجھے حرکات وسکنات کی طاعت میں اور مجھ کو بہتر احوال کی ہدایت دے اور مجھے حلال مال سے روزی دے اور مجھے عافیت سے رکھ۔ راوی نے عَافِنِیْ کے لفظ میں شک کیا ہے کہ یہ لفظ ہے یا نہیں ہے۔ اس کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں: اَلْعَلِیُّ الْعَظِيْمُ ہے اَلْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ کا لفظ آیا ہے۔ یہ بزار کی روایت ہے اور مشہور بھی اَلْعَلِیُّ الْعَظِيْمُ ہی ہے۔ اگرچہ وارد نہیں ہوا ہے۔ صحیح مسلم میں یہ ہے۔

تسبیحات گناہوں کو جھاڑ دیتی ہیں

۲۵/۲۱۹۶ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی شَجَرَةٍ يَابِسَةِ الْوَرَقِ فَضَرَبَهَا بِعَصَاهُ فَتَنَاثَرَ الْوَرَقُ فَقَالَ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ تُسَاقِطُ ذُنُوْبَ

الْعَبْدِ كَمَا يَتَسَاقَطُ وَرَقُ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۰۳/۵ حديث رقم ۳۵۹۹۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک خشک پتوں والے درخت کے پاس سے گزرے۔ پھر اپنی لاٹھی سے ٹہنیوں کو مارا۔ پتے جھڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ اور لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اور اللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا۔ بندوں کے گناہوں کو جھاڑتا ہے جیسے کہ اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہوں کے جھڑنے کو خشک درختوں کے پتوں کے جھڑنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح خشک درخت کے پتے جھڑتے ہیں اسی طرح مذکورہ تسبیحات کے پڑھنے سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

لاحول ولاقوۃ کی برکت سے ستر قسم کی تکلیفیں اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے

۲۶/۲۱۹۷ وَعَنْ مَكْحُولٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرْ مِنْ قَوْلِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ قَالَ مَكْحُوْلٌ فَمَنْ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ وَلَا مَنْجَاً مِنَ اللّٰهِ اِلاَّ اِلَيْهِ كَشَفَ اللّٰهُ عَنْهُ سَبْعِيْنَ بَابًا مِّنَ الضُّرِّ اَدْنَاهَا الْفَقْرُ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حديث ليس اسناده بمتصل ومكحول لم يسمع عن ابی هريرة)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۳۸/۵ ۳۶۷۱۔ واحمد فی المسند ۳۳۳/٤۔

ترجمہ: مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ وَلَا مَنْجَاً مِنَ اللّٰهِ اِلاَّ اِلَيْهِ کثرت سے کہنا یہ بہشت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ مکحول نے کہا کہ جو شخص کہے کہ دفع ضرر کے واسطے کوئی حیلہ نہیں ہے اور نفع کو حاصل کرنے کی طاقت نہیں ہے مگر محافظت اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ اور اللہ کے عذاب سے چھٹکارا نہیں ہے۔ مگر اس کی طرف رجوع کرنے میں اس کی رضا اور اس کی رحمت کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ اس سے ضرر کی ستر قسمیں دور کر دیتا ہے کہ ادنیٰ ان کی محتاجگی ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے اس لیے کہ مکحول نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ جنت کا ذخیرہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا اس سے اُس دن نفع اٹھائے گا کہ جس میں مال اور اولاد نفع نہ دے گا اور فقر سے مراد دل کی محتاجگی ہے جو کہ حدیث میں آئی ہے: كاد الفقر ان يكون كفرًا۔ پس اس کے پڑھنے سے دل کی محتاجگی دور ہوتی ہے اس لیے کہ جب اس کے پڑھنے والے اس کے معنی کا تصور کریں تو ان کے دِل میں یقین ہوتا ہے ہر امر اللہ کی طرف سے ہے اور نفع اور ضرر اور دینا اور نہ دینا اسی کے ہاتھ ہے پس وہ بلا پر صبر کرتا ہے اور نعمتوں پر شکر کرتا ہے اور اپنا امر اللہ تعالیٰ پر سونپتا ہے اور اس کی قضا وقدر پر راضی ہوتا ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کا دوست بن جاتا ہے۔ شیخ امام قطب ابو الحسن شاذلی نے کہا میں

نے اپنی سیاحت میں ایک شخص کے ساتھ صحبت رکھی پس اس نے مجھے وصیت کی کہ اقوال میں سے کوئی چیز نیک اعمال پر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کے برابر مدد ومعاون نہیں ہے اور کوئی چیز افعال میں سے اللہ کی طرف جھکنے اور اس کے فضل کے چنگل کو مارنے سے زیادہ مدد ومعاون نہیں و من یعتصم باللّٰہ فقد ھدی الی صراط مستقیم۔ اس کی سند متصل نہیں ہے۔ اگرچہ یہ حدیث منقطع ہے لیکن اس حدیث کو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی حدیث تقویت دیتی ہے کہ مرفوع ہے : لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ اس کو صحاح ستہ والوں نے روایت کیا ہے اور نسائی اور بزار نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی ہے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا مَنْجَاً مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ۔ کَنْزٌ مِنْ کَنْزِ الْجَنَّةِ۔

بہترین کلمہ جو عرش کے نیچے سے اُترا ہے

۲۷/۲۱۹۸ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ دَوَاءٌ مِنْ تِسْعَةٍ وَّتِسْعِیْنَ دَاءً اَیْسَرُھَا الْھَمُّ۔

اخرجه ابن ابی الدنیا ذکره فی کنز العمال ۱/۴۵٤ الحدیث رقم ۱۹۵٦۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ننانوے ۹۹ بیماریوں کی دوا ہے جن میں سب سے ادنیٰ بیماری ہماری غم ہے۔

تشریح ❀ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اس کے پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرا بندہ تابعدار ہو چکا ہے اور بہت زیادہ فرمانبردار بن چکا ہے۔

بہترین کلمہ جو عرش کے نیچے سے اُترا ہے

۲۸/۲۱۹۹ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی کَلِمَةٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ مِنْ کَنْزِ الْجَنَّةِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسْلَمَ عَبْدِیْ وَاسْتَسْلَمَ۔

(رَوَاھُمَا الْبَیْھَقِیُّ فِی الدعوات الکبیر)

اخرجه الحاکم فی المستدرک۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایک کلمہ نہ بتاؤں۔ کہ وہ عرش کے نیچے سے اترا ہے بہشت کے خزانے سے۔ وہ کلمہ یہ ہے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ جب بندہ یہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ میرا تابعدار ہوا اور بہت فرمانبردار ہوا۔ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کی ہیں۔

تشریح ❀ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اس کے پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرا بندہ تابعدار ہو چکا ہے اور بہت زیادہ فرمانبردار بن چکا ہے۔

خلوص دِل کے ساتھ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھنے والے کو فرمانبردار کا خطاب ملتا ہے

۲۹/۲۲۰۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ ھِیَ صَلٰوۃُ الْخَلَائِقِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَلِمَاتُ الشُّکْرِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کَلِمَۃُ الْاِخْلَاصِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تَمْلَأُ مَابَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسْلَمَ وَاسْتَسْلَمَ۔ (رواہ رزین)

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ۱۰۱/۱۱۔ حدیث رقم ۶۳۰۷۔ وابن ماجہ فی السنن ۱۲۵۴/۲ حدیث رقم ۳۸۱۶۔ واحمد فی المسند ۳۴۱/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سبحان اللہ مخلوقات کی عبادت ہے اور الحمد للہ شکر کا کلمہ ہے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اخلاص کا یعنی توحید کا کلمہ ہے یعنی اپنے پڑھنے والے کے لئے آگ سے خلاصی کا سبب ہے اور اللہ اکبر کا ثواب آسمان وزمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اور جب بندہ حضور قلب کے ساتھ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ فرمانبردار ہوا اور بہت فرمانبردار ہوا۔ اس کو رزینؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ سبحان اللہ مخلوقات کی عبادت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ۔

اس حدیث مبارکہ کے ترجمہ وتفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوقات میں سے ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید بیان کرتی ہے اس وجہ سے سبحان اللہ کو مخلوقات کی عبادت کہا گیا ہے۔

بَابُ الْاِسْتِغْفَارِ وَالتَّوْبَۃِ

استغفار وتوبہ کا بیان

استغفار کے معنی طلب مغفرت کے ہیں اور کبھی لفظ استغفار توبہ کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اور کبھی متضمن نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے علیحدہ طور پر لفظ توبہ لائے ہیں یا استغفار زبان سے ہوتا ہے اور توبہ دل سے اور پھر توبہ واستغفار معصیۃ سے توبہ کی طرف یا غفلت سے ذکر کی طرف اور رعیت سے حضور کی طرف لوٹ جانے کو کہتے ہیں اور یہ شریعت کے مقاصد میں ایک اہم مقصد ہے اور سالک آخرت کے مقامات میں سے پہلا مقام ہے اور اللہ کی بندے کیلئے مغفرت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک دنیا میں بندے کے گناہ کو اس طرح چھپا دے کہ کسی کو اس پر اطلاع نہ ہونے پائے اور آخرت میں اس گناہ پر سزا نہ دے۔ امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ ابتدا میں گناہ کو اس کی قباحت کی وجہ سے ترک کر دینے اور جو کچھ اس سے صادر ہوا ہے اس پر شرمندہ ہو جانے اور ترک معاودۃ پر پختہ ارادہ کرنے اور ممکن حد تک تدارک کرنے کا نام ہے۔ لہٰذا متروکہ اعمال کا اعادہ کی صورت میں تدارک

کرے یہ امام راغب کا کلام ہے۔

علامہ نوویؒ کچھ زیادتی کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں کہ اگر گناہ بنی آدم کے متعلق ہے تو اس کیلئے یہ بھی شرط ہے کہ دبایا ہوا حق صاحب حق کی طرف رد کرے یا اس سے براۃ حاصل کرے اور علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ پھر اگر اس پر کوئی حق ہو جیسے قضاء نماز تو وہ اس وقت کو نفل یا فرض کفایہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے تسامح سے کام نہ لے۔ اس لئے کہ فسق سے نکلنا اس قضاء نماز کی توبہ سے نکلنے پر موقوف ہے تو وہ آدمی مثلاً جب تک نفل پڑھتا رہے گا تو وہ اسی فسق میں باقی رہے گا۔ باوجودیکہ اس کو اس سے پر نکلنے پر قدرت ہے اور قضا نماز کے باوجود نفل میں باقی رہنا فسق ہے جیسا کہ یہ بات واضح ہے۔

الفصل الاول:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کا ذکر

۱/۲۲۰۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَ سْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰۱/۱۱۔ حدیث رقم ۶۳۰۷۔ وابن ماجه فی السنن ۱۲۵۴/۲ حدیث رقم ۳۸۱۶۔ واحمد فی المسند ۳۴۱/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کی قسم میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں ستر بار سے زیادہ توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار فرمایا کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہ کی وجہ سے استغفار نہ کرتے تھے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے بلکہ اس لیے تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اعتقاد میں جانتے تھے کہ مجھ سے بندگی میں قصور ہوا ہے جو بندگی اللہ ذوالجلال والاکرام کے لائق تھی اس درجے کی بندگی مجھ سے نہ ہو سکی اور مقصود ومنظور اُمت کو توبہ واستغفار پر رغبت دلانا تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ معصوم اور خیر الخلوقات تھے جب انہوں نے توبہ واستغفار ہر دن ستر مرتبہ سے زیادہ کی تو گنہگاروں کو بطریق اولیٰ اس کی کثرت کرنی چاہیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زمین میں دو چیزیں خدا کے عذاب سے امان تھیں۔ پس ایک تو اُٹھ گئی اور دوسری موجود ہے پس اس کے ساتھ چنگل مارو۔ وہ امان جو اٹھ گئی ہے وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور باقی رہنے والی استغفار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کے بارے میں معمول

۲/۲۲۰۲ وَعَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِی الْیَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۷۵/۴ حدیث رقم ۴۱ ـ ۲۷۰۲ـ واحمد فی المسند ۴۱۱/۵۔

ترجمہ: اغر مزنی ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تحقیق شان یہ ہے۔ البتہ میرے دل پر پردہ کیا جاتا ہے اور البتہ میں دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ پسند کرتے تھے کہ میرا دل ہر وقت اللہ کے حضور حاضر رہے اور غافل نہ رہے۔ کھانے اور بیویوں کے ساتھ اختلاط میں مشغول ہونا مباح ہے اس وجہ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے غفلت ہوتی بھی تھی تو اس کو گناہ سمجھ کر استغفار کرتے تھے اور علماء نے اس کے اور بھی معنی لکھے ہیں طوالت کے خوف کی وجہ سے ذکر نہیں کیے اور مختار وہی ہے کو کچھ اچھے لوگوں نے لکھا ہے مختار یہ ہے کہ یہ حدیث متشابہات سے ہے اس کا علم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہے لہٰذا اس پر ایمان لے آئے اور اس کے معنی سمجھنے کے درپے نہ ہو جائے۔

توبہ کرنے کی ترغیب

۳/۲۲۰۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ فَاِنِّىْ اَتُوْبُ اِلَيْهِ فِى الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ٢٠٧٥/٤ حديث رقم ٤٢۔ ٢٧٠٢۔

ترجمہ: اغر مزنی ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو۔ پس میں دن میں اس سے سو بار توبہ کرتا ہوں یعنی تمہیں بطریق اولیٰ چاہیے کہ تم اس سے توبہ کرو۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ دن میں سو مرتبہ توبہ کرتے تھے۔ اے لوگو تم بھی توبہ کرو اور نبی کریم ﷺ تو معصوم عن الخطا ہونے کے باوجود بھی توبہ کرتے تھے اور لوگوں کو تو بدرجہ اولیٰ توبہ کرنی چاہیے اور ایک ساعت میں ہزار بار توبہ مانگنی چاہیے۔

حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بے نیازی کا اظہار فرمایا ہے

۴/۲۲۰۴ وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِىْ عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَّهٗ قَالَ يَا عِبَادِىْ اِنِّىْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِىْ وَجَعَلْتُهٗ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا يَا عِبَادِىْ كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُهٗ فَاسْتَهْدُوْنِىْ اَهْدِكُمْ يَا عِبَادِىْ كُلُّكُمْ جَائِعٌ... فَاسْتَكْسُوْنِىْ اَكْسُكُمْ يَا عِبَادِىْ اِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِىْ اَغْفِرْ لَكُمْ يَا عِبَادِىْ اِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّىْ فَتَضُرُّوْنِىْ وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِىْ فَتَنْفَعُوْنِىْ يَا عِبَادِىْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذٰلِكَ فِىْ مُلْكِىْ شَيْئًا يَا عِبَادِىْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِىْ شَيْئًا يَا عِبَادِىْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِىْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَسَاَلُوْنِىْ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ اِنْسَانٍ مَسْاَلَتَهٗ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِىْ اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ

الْمَخِيْطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ يَا عِبَادِيْ اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيْهَا عَلَيْكُمْ ثُمَّ اُوَفِّيْكُمْ اِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ۔

اخرجه مسلم فی صحيحه ١٩٩٤/٤ حديث رقم (٥٥۔ ٢٥٧٧)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان حدیثوں کے بارے میں جو آپ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے تھے یعنی حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بندے! تحقیق میں نے اپنے اوپر ظلم کوحرام کیا ہے یعنی میں ظلم سے پاک ہوں پس وہ میرے حق میں ایسا ہے جیسا کہ لوگوں کے حق میں حرام اور میں نے اس کوتمہارے درمیان حرام کیا ہے پس آپس میں اے میرے بندو! ظلم نہ کرو۔تم سب گمراہ ہومگر جس کو میں ہدایت دوں پس تم مجھ سے ہدایت مانگو اے میرے بندو! میں تم کو ہدایت دونگا۔ تم سب بھوکے ہو یعنی کھانے کے محتاج ہومگر جس کو میں کھلاؤں یعنی اس پر رزق فراخ کروں اوراس کو بے پروا کروں۔ پس مجھ سے کھانا مانگو میں تم کو کھلاؤں گا۔اے میرے بندو تم سب ننگے ہو۔یعنی محتاج ہوستر عورت اورلباس کے بارے میں میں نے تم کو پہننے کو دیا پس مجھ سے لباس مانگو میں تم کو لباس پہناؤں گا۔اے میرے بندو۔تم اکثر رات اوردن میں خطا کرتے ہواور میں تمام گناہوں کو بخشتا ہوں۔اے میرے بندو۔ تحقیق تم ہرگز مجھے ضرر نہیں پہنچا سکو گے اور میرے نفع کو ہرگز نہیں پہنچ سکو گے تا کہ تم مجھ کوگناہ کرنے میں نفع پہنچا سکو۔ اللہ کے بارگاہِ صمدیت میں کوئی نقصان نہیں اور نہ ہی کچھ فائدہ ہے بلکہ نقصان وفائدہ تمہارے لیے ہے۔ چنانچہ تفصیل سے فرمایا ہے کہ اے بندو! تحقیق اگر آنے والے تمہارے اور پچھلے تمہارے' تمہارے آدمی اور تمہارے جن سب مل کر ایک پرہیزگار آدمی کے دل کی مانند ہو جائیں تو سب مل کر میری مملکت کو کچھ زیادہ نہیں کرسکو گے۔یعنی اگر تم سارے مل کر نہایت پرہیزگار بن جاؤ۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پرہیزگاری میں سب سے آگے ہیں تو میری مملکت میں کچھ زیادتی نہیں کر سکتے۔اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے' آدمی اور جن سب جمع ہو کر ایک بدترین آدمی کی طرح ہو جائیں یعنی شیطان کی طرح ہو جائیں۔تو میری بادشاہت میں کچھ کمی نہیں کرسکو گے۔پس اے میرے بندو! تمہارے اگلے پچھلے' تمہارے آدمی اورتمہارے جن ایک مقام پر کھڑے ہو کر دُعا مانگیں۔ پس ہر آدمی کواس کے مانگنے کے موافق دوں گا یعنی ایک ہی وقت میں اورایک ہی مکان میں میرے نزدیک دنیا میں ایک سوئی کے برابر بھی کمی نہیں آئے گی یعنی جب سوئی کو دریائے شور میں ڈالا جائے تو پانی میں کمی نہیں آئے گی۔اے میرے بندو! علاوہ اس کے نہیں ہے کہ تمہارے اعمال یاد رکھتا ہوں اورتم پر لکھتا ہوں۔ پھرتم کو پورا بدلہ دوں گا۔پس جو شخص نیکی پائے گا یعنی نیکی کی توفیق پائے گا۔تو وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حاصل کرتا ہے اوراس کو چاہیے کہ عمل خیر کرے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور جو بھلائی کے علاوہ کوئی چیز پائے یعنی برائی۔پس اس میں اپنے نفس کوملامت کرے یعنی اس لیے کہ وہ اس کے نفس کی طرف سے صادر ہوئی۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا یعنی تم سب گمراہ ہو۔یعنی ہر کمال اورسعادت دینیہ اور دنیویہ سے' جس کو میں ہدایت دوں مراد یہ ہے اگر لوگوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جائے اس حالت میں کہ ان کی طبیعت میں گمراہ ہونا ہے تو وہ بے راہ روی کا شکار ہو جائیں لیکن میں جس کو چاہتا ہوں ہدایت کرتا ہوں اور یہی معنی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: **کان اللّٰہ خلق الخلق فی ظلمۃ ثم رش علیھم من نورہ** اور یہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے : **کل مولود یولد علی الفطرۃ۔**

اس لیے کہ فطرت سے مراد توحید ہے اور ضلالت سے مراد نہ جاننا ہے ایمان کے احکام کو تفصیل کے ساتھ اور حدود اسلام کو تفصیل کے ساتھ اور توبہ و استغفار کے ساتھ میں سب گناہوں کو بخش دیتا ہوں یا مراد یہ ہے کہ سوائے شرک کے بخش دیتا ہوں۔ اگر میں چاہتا ہوں۔

اور حدیث پاک میں مگر گھٹاتی ہے سوئی۔ علامہ طیبیؒ نے کہا سوئی کا گھٹانا عقل کے نزدیک محسوس اور قابل اعتماد نہیں ہے بلکہ وہ کالعدم ہے اس لیے اس کے ساتھ مشابہت دی ہے ورنہ اللہ کے خزانے میں کمی کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا اور ابن مالکؒ کا کہنا ہے کہ یہ قبیلہ بالفرض والتقدیر کے ہے یعنی اگر فرض کریں اللہ کے خزانے میں کمی تو اس قدر ہو سکتی۔

صدقِ نیت سے توبہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتا ہے

۵/۲۲۰۵ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِیْنَ اِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ یَسْاَلُ فَاَتٰی رَاهِبًا فَسَاَلَهٗ فَقَالَ اَلَهٗ تَوْبَةٌ قَالَ لَا فَقَتَلَهٗ وَجَعَلَ یَسْاَلُ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اِئْتِ قَرْیَةَ کَذَا وَکَذَا فَاَدْرَکَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهٖ نَحْوَهَا فَاخْتَصَمَتْ فِیْهِ مَلَائِکَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِکَةُ الْعَذَابِ فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلٰی هٰذِهٖ اَنْ تَقَرَّبِیْ وَاِلٰی هٰذِهٖ اَنْ تَبَاعَدِیْ فَقَالَ قِیْسُوْا مَا بَیْنَهُمَا فَوُجِدَ اِلٰی هٰذِهٖ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَلَهٗ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۱۲/۶ حدیث رقم ۳۴۷۰۔ واخرجه مسلم فی صحیحه ۲۱۱۸/۴ حدیث رقم (۴۶۔ ۲۷۶۶)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا اس نے ننانوے (۹۹) آدمی قتل کیے۔ پھر وہ لوگوں سے اپنی توبہ کے قبول ہونے کے بارے میں پوچھتا تھا۔ وہ ایک عابد زاہد کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ میرے لیے کیا ہے؟ یعنی کیا حکم ہے اس قتل کے متعلق یا ایسا کام کرنے والے کے متعلق یعنی میری توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ تو اس شخص نے اس عابد زاہد کو بھی مار ڈالا اور پوچھنا شروع کیا۔ پس ایک شخص نے اس کو کہا کہ فلانی بستی میں جا۔ یعنی اس بستی کا نام لیا اور اس کا وصف بیان کیا۔ کہ وہ بہت اچھی بستی ہے اور اس میں ایک عالم رہتا ہے پس وہ تجھے تیری توبہ کے قبول ہونے کا فتویٰ دے گا۔ جب وہ اس بستی کی طرف روانہ ہوا اور جب آدھی راہ کے قریب پہنچا تو اس کو مرنے کی علامت معلوم ہوئی تو اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف جھکایا پس رحمت کے اور عذاب کے فرشتے اس کی روح قبض کرنے کے لیے جھگڑے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو حکم دیا کہ تو میت کے قریب ہو جا۔ کیونکہ وہ میری توبہ کے لیے نکلا تھا اور حکم دیا اس بستی کو جس میں راہب کو مارا تھا کہ تو میت سے دور ہو جا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ان فرشتوں کو کہ تم دونوں بستیوں کے درمیان ناپو۔ یعنی جس بستی کے قریب ہوگا۔ اس کے فرشتوں کے حوالے ہوگا پس اس بستی کی طرف ایک بالشت کی بقدر پایا گیا کہ جس کی طرف چلا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

تشریح ❀ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ روح قبض کرنے والے فرشتے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے روح لینے کے لئے جھپٹنے لگے۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا ہم اس کو رحمت کی طرف لے جائیں گے۔ اس لیے کہ یہ اس بستی کی طرف توبہ کی جانب متوجہ ہونے کی وجہ سے تائب تھا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا کہ ہم اس کو عذاب کی طرف لے جائیں گے۔ اس

لیے کہ اس نے سو آدمیوں کو قتل کیا ہے اور اب تک توبہ نہیں کی اور یہ حدیث توبہ کرنے والے کے لئے اللہ کی رحمت کے فراخ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

اور علامہ طیبیؒ نے کہا جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے راضی ہوتا ہے تو اس کے دشمنوں کو اس سے راضی کر دیتا ہے اور حدیث میں توبہ پر رغبت دلائی ہے اور لوگوں کو نا امید ہونے سے منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ گنہگار بخشش مانگنے والے کو پسند کرتا ہے

۶/۲۲۰۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْلَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِکُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ یُّذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ فَیَغْفِرُ لَهُمْ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۱۱۳/۴ حدیث رقم ((۱۔ ۲۷۴۹) واخرجه احمد فی المسند ۳۰۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو البتہ اللہ تم کو لے جائے گا اور ایک ایسی قوم کو لائے گا۔ کہ وہ گناہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ ایسا بخشنے والا ہے کہ اسم غفور کو ظاہر کرنے والا ہے تاکہ لوگ توبہ کرنے میں رغبت کریں۔ گناہ پر رغبت دلانا مقصود نہیں ہے اس لیے کہ اس سے منع کیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی لئے مبعوث کیا گیا ہے: (فخر الدین رحمہ اللہ)

اللہ تعالیٰ کی رحمت توبہ کرنے والے کے لیے بڑی وسیع ہے

۷/۲۲۰۷ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ یَدَهٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ النَّهَارِ وَیَبْسُطُ یَدَهٗ بِالنَّهَارِ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا۔

(رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۱۱۳/۴ حدیث رقم (۱۱۔ ۲۷۴۹)۔ واحمد فی المسند ۳۹۵/۴۔

ترجمہ: حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ رات کو پھیلاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور اپنا ہاتھ دن کو پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کرے یہاں تک کہ آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع ہو۔ اس کو مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ ہاتھ پھیلانے سے مراد طلب کرنے سے کنایہ ہے۔ اس لیے کہ لوگوں کی عادت ہے کہ جب کسی سے کچھ مانگتے ہیں تو ان کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ پس اس کے معنی یہ ہیں کہ گنہگاروں کو توبہ کی طرف بلاتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مغفرت و وسعت سے کنایہ ہے یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو یعنی جب آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ پھر کسی کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

گناہوں کا اقرار کر کے اللہ سے توبہ کرنا محبوب عمل ہے

۸/۲۲۰۸ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاري ٤٣١/٧۔ حديث رقم ٤١٤١۔ ومسلم في صحيحه ٢١٢٩/٤ حديث رقم (٥٦۔ ٢٧٧٠)۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❀ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو پسند کرتے ہیں جو گناہ کا اقرار کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتے ہیں۔

توبہ کو لازم پکڑو مبادا کہ موت آجائے

۹/۲۲۰۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢٠٧٦/٤ حديث رقم (٤٣۔ ٢٧٠٣) واحمد في المسند ٥٠٦/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو سورج کے مغرب کی طرف سے طلوع ہونے سے پہلے توبہ کرلے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❀ اس حدیث پاک کے بارے میں علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے انسان کو توبہ کرلینی چاہیے یہ توبہ کے قبول ہونے کی حد ہے اس کے بعد توبہ قبول نہ ہوگی۔ اس کی ایک حد اور ہے کہ غرغرہ کی حالت سے پہلے توبہ کرلے کہ غرغرہ کی حالت میں توبہ قبول نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے سے بہت خوش ہوتا ہے

۱۰/۲۲۱۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِيْنَ يَتُوْبُ اِلَيْهِ مِنْ اَحَدِكُمْ كَانَتْ رَاحِلَتُهٗ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاَيِسَ مِنْهَا فَاَتٰى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِیْ ظِلِّهَا قَدْ اَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةٌ عِنْدَهٗ فَاَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّكَ اَخْطَاَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢١٠٤/٤ حديث رقم ٢٧٤٧۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ البتہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر بہت خوش ہوتا ہے جس وقت وہ اس کی طرف توبہ کرتا ہے کہ تم میں سے کسی کی سواری جنگل کی طرف ہو اور وہ سواری اس سے جاتی رہے اور

اس پر اس کا کھانا اور پینا ہو۔ وہ تلاش کرنے کے بعد ناامید ہو کر ایک درخت کے پاس آ کر اس کے سایہ میں لیٹ گیا۔ پس اس وقت اس نے ناگہاں (اچانک) دیکھا کہ سواری اس کے نزدیک کھڑی ہے چنانچہ اس نے مہار (لگام) پکڑی اور نہایت خوشی کے ساتھ کہا۔ اے الٰہی! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ خوشی کے مارے چوک کیا۔ یعنی بھول گیا۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا گیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے۔ بندے کو کہنا چاہیے کہ یا اللہ! تو میرا ربّ ہے اور میں تیرا بندہ لیکن نہایت خوشی میں مدہوش ہو کر کہہ رہا ہے کہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ اس کے بیان کرنے کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ سے نہایت خوش ہوتا ہے اور توبہ قبول کرتا ہے اس کو اس شخص کی خوشی کے ساتھ مشابہت دی ہے کہ جس شخص کی سواری گم ہو جائے اور پھر جنگل میں اچانک اس کو اس کی سواری مل جائے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے بندہ بار بار گناہ کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے

۲۲۱۱/۱۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عَبْدًا اَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ فَاغْفِرْهُ فَقَالَ رَبُّهٗ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَهٗ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْهُ فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَهٗ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ ثُمَّ مَكَثَ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ ذَنْبًا اٰخَرَ فَاغْفِرْهُ لِیْ فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَهٗ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳/۴۶۶۔ حدیث رقم ۷۵۰۷۔ ومسلم فی صحیحه ۴/۲۱۱۲ حدیث رقم (۲۹۔ ۲۷۵۸)۔ واحمد فی المسند ۲/۴۰۵۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق ایک بندے نے یعنی اس امت میں سے یا پہلی امتوں میں سے گناہ کیا پھر اس نے کہا اے میرے پروردگار میں نے گناہ کیا پس اس گناہ کو بخش پس اس کے پروردگار نے فرمایا۔ کیا میرے بندے نے جان لیا ہے کہ اس کے لیے پروردگار ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے' جس کے لیے چاہتا ہے' گناہوں کی وجہ سے پکڑتا ہے یعنی جب چاہتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے' میں نے اپنے بندے کو بخش دیا ہے پھر وہ گناہ کرنے سے ایک مدت تک رک گیا جب تک اللہ نے چاہا۔ پھر اس نے گناہ کیا اور کہا اے میرے پروردگار میں نے گناہ کیا ہے اس کو بخش دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میرے بندے نے جان لیا ہے کہ تحقیق پروردگار گناہ بخشتا ہے اور اس کے ساتھ پکڑتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخشا پھر بندہ اتنی مدت تک ٹھہرا رہا جب تک اللہ نے چاہا۔ پھر اس نے گناہ کیا اور کہا اے میرے پروردگار میں نے گناہ کیا' پس اس کو میرے لیے بخش۔ فرمایا کہ کیا میرے بندے نے جانا ہے

کہ تحقیق اس کے واسطے پروردگار گناہوں کو بخشتا ہے اور اس کی وجہ سے پکڑتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخشا ہے پس چاہیے کہ جو چاہے کرے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے اور پھر استغفار کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے حاصل یہ کہ جب تک گناہ کرتا رہے گا اور استغفار بھی کرتا رہے گا تو میں اس کے گناہوں کو بخشش دونگا اس سے استغفار کی فضیلت اور اس کی تاثیر بیان کرنا مقصود ہے اور اس کی تاثیر گناہوں سے بخشش مانگنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہونا چاہیے

۲۲۱۲/۱۲ وَعَنْ جُنْدُبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ مَنْ ذَاالَّذِیْ يَتَاَلّٰى عَلَیَّ اِنِّیْ لَا اَغْفِرُ لِفُلَانٍ فَاِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَا نٍ وَاَحْبَطْتُّ عَمَلَكَ اَوْ كَمَا قَالَ۔

اخرجه مسلم فی صحيحه ٢٠٢٣/٤ الحديث رقم (١٣٧۔ ٢٦٢١)۔

ترجمہ: حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان فرمائی کہ اس امت میں سے یا پہلی امتوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ فلانے کو نہیں بخشے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان فرمائی۔ کہ تحقیق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کون شخص مجھ پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں آدمی کو نہیں بخشوں گا پس تحقیق میں نے فلاں آدمی کو بخش دیا ہے اور تیرے عمل کو ضائع کر دیا ہے جو تو نے اس طرح کہا۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہیں ہونا چاہیے کوئی شخص گناہ بہت زیادہ کرتا تھا کسی نے اس کو کہا کہ فلانے آدمی کو اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا۔ یہ بطور تکبر کے کہا اور اس کو بہت زیادہ گنہگار جانا اور اپنے آپ کو بہتر سمجھا۔ اس پر عتاب ہوا اور وہ گنہگار بخشا گیا۔ پس کسی کو قطعی دوزخی یا جنتی کہنا بالکل جائز نہیں ہے۔ مگر جن کے حق میں نص وارد ہوئی ہے اُن کو کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

افضل الاستغفار کا ذکر

۲۲۱۳/۱۳ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُالذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ قَالَ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوْقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهٖ قَبْلَ اَنْ يُمْسِیَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوْقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّصْبِحَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی الصحيح ٩٧/١١۔ حديث رقم ٦٣٠٦۔ والترمذی ١٣٥/٥ حديث رقم ٣٤٥٣۔

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا افضل استغفار یہ ہے کہ تو کہے اے الٰہی!

تو میرا پروردگار ہے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو نے مجھ کو پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد پر ہوں اور میں عہد میثاق کے پورا کرنے پر مستقیم ہوں اور تیرے وعدے پر ہوں یعنی تیرے حشر کے ہونے والے وعدے پر یقین کرنیوالا ہوں اور تیرے وعدے پر ہوں اور اس کے علاوہ میں پناہ مانگتا ہوں۔اس چیز کی برائی سے جو میں نے کی اور میں تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں جو تیری طرف سے مجھ پر ہیں اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں پس مجھ کو بخش دے۔ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو ان کے معنوں پر یقین کر کے ان لفظوں کو دن میں پڑھے گا ۔پھر اس دن شام ہونے سے پہلے مرجائے تو وہ اہل جنت میں سے ہوگا اور جو کوئی یقین کے ساتھ ان الفاظ کو رات کو پڑھے گا معنوں پر یقین کرتے ہوئے اور صبح ہونے سے پہلے مرجائے تو وہ اہل جنت میں سے ہوگا۔اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں افضل الاستغفار کا ذکر کیا گیا ہے جو یقین کے ساتھ ان الفاظ کو رات کو سوتے وقت پڑھے گا اور اگر صبح ہونے سے پہلے مرگیا تو جنتیوں میں سے اٹھایا جائے گا اور اگر دن کے وقت پڑھے گا اور شام ہونے پہلے مرگیا تو جنتیوں میں اٹھایا جائے گا۔

الفصل الثانی:

مشرک کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا

۱۴/۲۲۱۴ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِىْ وَرَجَوْتَنِىْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ فِيْكَ وَلَا اُبَالِىْ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عِنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِىْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَا اُبَالِىْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ لَوْ لَقِيْتَنِىْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِىْ لَا تُشْرِكُ بِىْ شَيْئًا لَاَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً۔

(رواہ الترمذی ورواہ احمد والدارمی عن ابی ذر وقال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۰۸/۵ حدیث رقم ۳۶۰۸۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے آدم کے بیٹے! کہ تحقیق جب تک تو مجھ سے گناہوں کی بخشش مانگے گا اور مجھ سے امید رکھے گا۔تو میں تجھ کو عمل بد پر بخش دوں گا اور میں پروا نہیں کرتا۔میرے نزدیک بڑے گنہگار کو بخشنا بڑی چیز نہیں ہے۔اے آدم کے بیٹے اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جائیں پھر مجھ سے بخشش مانگے تو میں تم کو بخش دوں گا اور میں کوئی پرواہ نہیں کرتا ہوں۔اے آدم کے بیٹے !اگر تو زمین کے بھراؤ کے برابر خطاؤں سے مجھے اس حال میں ملے گا۔کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو البتہ تیرے پاس زمین کے بھراؤ کے برابر بخشش لے کر آؤں گا۔اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور اس کو نقل کیا ہے احمد اور دارمیؒ نے ابوذرؓ سے اور امام ترمذیؒ نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں گنہگار کو معاف

کردوں گا۔ اگرچہ آسمان کے بھراؤ کے برابر بھی گناہ لے کر آ جائے لیکن مشرک کو معاف نہیں کروں گا اور میری رحمت اتنی وسیع ہے کہ میں تیرے پاس زمین کے بھراؤ کے برابر مغفرت لے کر آ ؤں گا بشرطیکہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

اللہ تعالیٰ پر کامل یقین رکھنا گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے

۱۵/۲۲۱۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ عَلِمَ اَنِّىْ ذُوْقُدْرَةٍ عَلٰى مَغْفِرَةِ الذُّنُوْبِ غَفَرْتُ لَهٗ وَلَا اُبَالِىْ مَا لَمْ يُشْرِكْ بِىْ شَيْئًا۔ (رواه فى شرح السنة)

شرح السنة ٣٨٨/١٤ الحديث رقم ٤١٩١۔ والحاكم فى المستدرك ٢٦٢/٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے جان لیا کہ میں گناہوں کے بخشنے پر قادر ہوں' اس کے گناہوں کو بخشتا ہوں اور میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا جب تک وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ اس کو شرح السنہ میں نقل کیا گیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر کامل یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بخشنے پر قادر ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور خدا بخشنے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا جب تک وہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بندے کا یقین کر لینا کہ اللہ تعالیٰ بخشنے پر قادر ہے۔ یہ اس کی مغفرت کا سبب ہے اس لیے کہ جو شخص یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کے بخشنے پر قادر ہے گویا کہ وہ اس سے امید رکھتا ہے اور جو کوئی کریم سے امید رکھتا ہے وہ اس کو محروم نہیں کرتا تو یہ حدیث اس حدیث کی طرح ہے۔ انا عند ظن عبدی بی۔ منقول ہے کہ حماد بن سلمہ نے سفیان ثوری کی عیادت کی۔ پس سفیان نے حماد سے کہا کہ کیا تو گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ جیسے کو بخش دے گا۔ حماد نے کہا کہ اگر مجھے اختیار دیا جائے ۔اللہ تعالیٰ کے حساب لینے سے اور میرے باپ کے حساب لینے کے درمیان تو میں اللہ تعالیٰ ہی کو اختیار کروں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ باپ سے زیادہ رحم کرتا ہے۔

حاصل یہ کہ تم مغفرت کے امیدوار رہو کیونکہ وہ ارحم الراحمین ہے۔

استغفار کی فضیلت

۱۶/۲۲۱۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَّخْرَجًا وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ (رواه احمد وابوداود)

اخرجه ابوداؤد فى السنن ٨٥/٢ حديث رقم ١٥١٨۔ وابن ماجه ١٢٥٤/٢ حديث رقم ٣٨١٩۔ واحمد فى المسند ٢٤٨/١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کوئی استغفار کو لازم کر لے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ نکال دیتا ہے اور ہر غم سے خلاصی دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جگہ سے حلال روزی دیتا ہے کہ وہ گمان بھی نہیں کرتا۔ اس کو امام احمد اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ استغفار کو لازم کر لو۔ یعنی جب گناہ صادر ہو جائے اور آزمائش کے

ظاہر ہونے کے وقت پڑھا کرو یا یہ معنی ہیں کہ وہ اس پر مداومت کرے اس لیے کہ وہ ہر دم محتاج ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: طوبی لمن وجد فی صحیفة استغفاراً کثیرا۔ اور یہ مذکورہ فضیلت اس لیے ہے کہ جو شخص استغفار کو لازم کرتا ہے تو دل کا تعلق اور اعتماد اللہ پر ہوتا ہے اور اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں پس وہ متقی اور متوکل کے حکم میں ہو جاتا ہے اور ان کی شان میں یہ آیت وارد ہوئی ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ پس یہ حدیث اس آیت سے نکالی گئی ہے اور استغفار کی فضیلت اور اس کا فائدہ مند ہونا ان آیات سے بھی ثابت ہوتا ہے: ﴿وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا﴾۔ ﴿وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا﴾ حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ان سے قحط سالی کا شکوہ کیا۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ پھر ایک شخص نے محتاجگی کا شکوہ کیا پھر دوسرے نے اولاد کی کمی کا۔ پھر ایک اور نے اپنی زمین میں پیداوار کی کمی کا شکوہ کیا۔ آپ نے سب کو استغفار کا حکم کیا۔ پس ان سے کہا گیا کہ لوگوں نے تم سے کئی چیزوں کا شکوہ کیا اور تم نے ان سب کو استغفار کرنے کا حکم کیا۔ پس انہوں نے یہ آیت پڑھی: ﴿فقلت استغفروا﴾ یعنی جتنے جواب دیئے ہیں سب آیت سے ثابت ہیں۔

استغفار کرنے سے کثیر گناہ معاف ہو جاتے ہیں

۲۲۱۷/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّیْقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِی الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔ (رواہ الترمذی وابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۸۴/۲ حدیث رقم ۱۵۱۴۰۔ والترمذی ۲۱۸/۵ حدیث رقم ۳۶۳۰۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس شخص نے گناہ پر اصرار نہیں کیا' جس نے استغفار کی ہو اگرچہ وہ دن میں ستر بار عود کرے یعنی بار بار وہی گناہ کرے۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ گناہ پر دوام اختیار کرنا بہت برا ہے کہ اگر صغیرہ پر اصرار کرے تو کبیرہ بن جاتا ہے اور کبیرہ پر اصرار کرنا کفر تک پہنچا دیتا ہے پس فرمایا جو شخص اپنے صغیرہ یا کبیرہ پر شرمندہ ہوتا ہے وہ حد اصرار سے خارج ہو جاتا ہے مصر وہی ہے جو استغفار نہ کرے اور شرمندہ نہ ہو۔

بہترین خطاکار توبہ کرنے والے ہیں

۲۲۱۸/۱۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَّخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجة والدارمی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۷۰/۴ حدیث رقم ۲۶۱۶۔ وابن ماجه ۱۴۲۰/۲ حدیث رقم ۴۲۵۱۔ واحمد فی المسند ۱۹۸/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمام بنی آدم خطاکار ہیں (یعنی انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اس لیے کہ وہ خطا سے معصوم ہیں) اور بہترین خطا کرنے والے توبہ کرنے والے ہیں۔ اس کو امام ترمذیؒ، ابن ماجہؒ

اوردارمی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ تمام ابن آدم خطا کار ہیں سوائے انبیاء علیہم السلام کے۔اس لیے کہ وہ خطا سے معصوم ہیں اور خطا کرنے والے اور پھر توبہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔

گناہ کرنے کی وجہ سے انسان کے دِل پر زنگ لگ جاتا ہے

۱۹/۲۲۱۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِیْ قَلْبِهٖ فَاِنْ تَابَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ زَادَتْ حَتّٰى تَعْلُوَ قَلْبَهٗ فَذَا لِكُمُ الرَّانُ الَّذِیْ ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ۔

(رواہ احمد والترمذی وابن ماجه وقال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۰۵/۵ حدیث رقم ۳۳۹۰۔ وابن ماجه ۱۴۱۸/۲ حدیث رقم ۴۲۵۱۔ واحمد فی المسند ۱۹۸/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مؤمن جب گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے دل پر پڑ جاتا ہے اگر وہ توبہ کرتا ہے اور بخشش کی طلب کرتا ہے تو اس کا دل صاف کیا جاتا ہے اور اگر وہ گناہ زیادہ کرتا ہے تو وہ نقطہ زیادہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے پس یہ ران یعنی زنگ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اس آیت میں کیا ہے ہرگز نہیں بلکہ زنگ باندھا ہے ان کے دلوں پر اس چیز نے کہ جو وہ کرتے تھے۔یعنی وہ گناہ کرتے تھے یہاں تک کہ کوئی خیر باقی نہیں رہی۔اس کو امام احمد،ترمذی،ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ گناہ دل کے نور کو ڈھانپ لیتا ہے پس دِل بینائی سے اندھا ہو جاتا ہے لہٰذا وہ نفع دینے والوں علموں کو نہیں دیکھ سکتا اور فائدہ مند حکمتوں کو نہیں دیکھ سکتا اور شفقت و رحمت جاتی رہتی ہے کہ وہ نہ اپنے اوپر رحمت کرتا ہے اور نہ ہی دوسروں پر رحمت کرتا ہے اور اس کے دل میں ظلم اور فتنہ کے آثار پیدا ہوتے ہیں اور گناہوں پر جرأت کرتا ہے۔

غرغرے کی حالت میں توبہ قبول نہیں ہوتی

۲۰/۲۲۲۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ یَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَالَمْ یُغَرْغِرْ۔

(رواہ الترمذی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۵۶/۵ حدیث رقم ۳۶۰۳۔ وابن ماجه ۱۴۲۰/۲ حدیث رقم ۴۲۵۳۔ واحمد فی المسند ۱۳۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ کو قبول کرتا ہے جب تک کہ غرغرے کی کیفیت نہ شروع ہو۔اس کو ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جب تک غرغرے ہو یعنی جب تک موت کا یقین نہ ہو تب تک توبہ

قبول ہو جاتی ہے اور جب موت کا یقین ہو جائے تو توبہ قبول نہیں ہوتی اور اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مطلق توبہ موت کے وقت درست نہیں ہے خواہ کفر سے توبہ کرے اور خواہ گناہوں سے کرے اور ظاہر آیت میں :لیست التوبہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ گناہوں سے توبہ کرنا درست ہے نہ کہ کفر سے۔ پس ان کے نزدیک یاس ناامید کا ایمان غیر مقبول ہے اور توبہ یاس کی مقبول ہے اور علامہ طیبیؒ نے کہا ہے یہ حکم گناہوں سے توبہ کرنے کا ہے اور اگر ایسی حالت میں کسی سے اس کا حق بخشوا دے تو درست ہے۔

مرتے دَم تک شیطان انسان کو گمراہ کرتا رہے گا

۲۱/۲۲۲۱ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّیْطَانَ قَالَ وَعِزَّتِكَ یَا رَبِّ لَا اَبْرَحُ اُغْوِیْ عِبَادَكَ مَا دَامَتْ اَرْوَاحُھُمْ فِیْ اَجْسَادِھِمْ فَقَالَ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَارْتِفَاعِ مَکَانِیْ لَا اَزَالُ اَغْفِرُ لَھُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِیْ۔ (رواہ احمد)

اخرجہ احمد فی المسند ۲۹/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تحقیق شیطان نے پروردگار سے عرض کیا تیری عزت کی قسم اے میرے رب! میں تیرے بندوں کو ہمیشہ گمراہ کرتا رہوں گا جب تک کہ ارواح ان کے بدنوں میں ہونگی۔ پس پروردگار عزوجل نے فرمایا مجھے اپنی عزت اور بزرگی کی قسم اور اپنے مرتبہ کی بلندی کی قسم! میں ہمیشہ گناہوں کو بخشتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے۔ اس کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ شیطان انسان کو گمراہ کرتا رہتا ہے جب تک انسان کے بدن میں روح باقی رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اس وقت تک بندے کے گناہوں کو بخشتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتا رہے گا۔

توبہ کے دروازے کی مسافت کا ذکر

۲۲/۲۲۲۲ وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ بِالْمَغْرِبِ بَابًا عَرْضُہٗ مَسِیْرَۃُ سَبْعِیْنَ عَامًا لِلتَّوْبَۃِ لَا یُغْلَقُ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ مِنْ قِبَلِہٖ وَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیَاتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۵/۲۵۵ حدیث رقم ۳۶۰۲۔ وابن ماجہ ۲/۱۳۵۳ حدیث رقم ۴۰۷۰۔

ترجمہ: حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مغرب کی جانب ایک دروازہ توبہ کے لیے پیدا کیا ہے اس کا عرض مسافت ستر برس ہے وہ بند نہ کیا جائے گا جب تک کہ آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع نہ ہو یعنی آفتاب کا مغرب کی طرف سے طلوع توبہ قبول ہونے سے مانع ہے' اس دن بعض نشانیاں آئیں گی' تیرے پروردگار کی جانب سے کہ نفع نہیں دے گا' کسی جان کو اس کا ایمان ایسی جان کہ پہلے سے یعنی

بعض نشانیوں کے آنے سے پہلے ایمان نہیں لاتی تھی۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے یعنی توبہ کرنے والوں کے لیے یا صحت توبہ کے لیے علامت ہے اور قبول توبہ کا معنی یہ ہے کہ لوگوں کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جب تک سورج مغرب کی طرف سے نہیں نکلتا' جب مغرب کی طرف سے سورج نکلے گا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا تو اس وقت نہ ایمان مقبول ہوگا اور نہ گناہوں سے توبہ اور اس دن تیرا ربّ بعض نشانیاں ظاہر کرے گا۔ جب کہ قیامت کی نشانی قریب ہوگی وہ آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے اور باقی آیت یہ ہے: ﴿أَوْ كَسَبَتْ فِيْ إِيْمَانِهَا خَيْرًا﴾ اور جان لو کہ جس نے ایمان کی حالت میں توبہ نہ کی۔ تو اس کو توبہ نفع نہیں دے گی۔ حاصل آیت یہ ہے کہ جس دن آفتاب مغرب کی جانب سے نکلے گا تو جو کوئی اس سے پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا یا ایمان پر ہوگا اور توبہ نہ کی ہوگی تو اس کو ایمان یا توبہ نفع نہیں دے گی۔

توبہ کا دروازہ قیامت تک بند نہیں ہوگا

۲۳/۲۲۲۳ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتّٰى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا۔ (رواہ احمد وابوداود والدارمی)

اخرجه ابوداؤد في السنن ۳/۳ حديث رقم ۲۴۷۹۔ واحمد في المسند ۳۱۲/۲ والدارمي في السنن ۳۱۲/۲ حديث رقم ۲۵۱۳۔

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گناہوں سے توبہ کی طرف ہجرت موقوف نہیں ہوگی یعنی ختم نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ توبہ موقوف ہو اور توبہ موقوف نہیں ہوگی یہاں تک کہ آفتاب مغرب کی طرف سے نکلے۔ اس کو امام احمدؒ اور ابوداؤد اور دارمی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوگا یہاں تک کہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہو۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید ہونا گناہ ہے

۲۴/۲۲۲۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَجُلَيْنِ كَانَا فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ مُتَحَابَّيْنِ اَحَدُهُمَا مُجْتَهِدٌ فِی الْعِبَادَةِ وَالْاٰخَرُ يَقُوْلُ مُذْنِبٌ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اَقْصِرْ عَمَّا اَنْتَ فِيْهِ فَيَقُوْلُ خَلِّنِیْ وَرَبِّیْ حَتّٰى وَجَدَهٗ يَوْمًا عَلٰى ذَنْبٍ اسْتَعْظَمَهٗ فَقَالَ اَقْصِرْ فَقَالَ خَلِّنِیْ وَرَبِّیْ اَبُعِثْتَ عَلَیَّ رَقِيْبًا فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ اَبَدًا وَلَا يُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ فَبَعَثَ اللّٰهُ اِلَيْهِمَا مَلَكًا فَقَبَضَ اَرْوَاحَهُمَا فَاجْتَمَعَا عِنْدَهٗ فَقَالَ لِلْمُذْنِبِ ادْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِیْ وَقَالَ لِلْاٰخَرِ اَتَسْتَطِيْعُ اَنْ تَحْظُرَ عَلٰى عَبْدِیْ رَحْمَتِیْ فَقَالَ لَا يَارَبِّ قَالَ اِذْهَبُوْا بِهٖ اِلَى النَّارِ۔ (مسند احمد)

اخرجه احمد في المسند ۳۲۳/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بنی اسرائیل میں سے دوشخص تھے وہ آپس میں دوست تھے ایک ان میں سے بندگی کرنے میں بہت محنت کرتا تھا اور دوسرا کہتا تھا کہ میں گنہگار ہوں۔ یعنی اپنے گناہ کا اقرار کرتا تھا پس عبادت کرنے والا گنہگار کو کہتا تھا کہ باز آ جا اس چیز سے جس میں تو ملوث ہے۔ گنہگار کہتا تھا کہ مجھے میرے پروردگار کے ساتھ چھوڑ دو۔ یہاں تک اس عابد نے اس کو ایک دن گناہ کرتے ہوئے پایا اور اس کو بڑا جانا۔ پس اس نے کہا کہ باز آ جا۔ پس گنہگار نے کہا کہ مجھے میرے پروردگار کے ساتھ چھوڑ دے کیا تو مجھ پر داروغہ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ پس عبادت کرنے والے نے کہا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ تجھے نہیں بخشے گا اللہ تعالیٰ کبھی تجھے بہشت میں داخل نہیں کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی طرف فرشتہ بھیجا اور ان دونوں کی روحوں کو قبض کیا' دونوں کی روحیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکٹھی ہوئیں۔ یعنی برزخ میں یا عرش کے نیچے پس گنہگار کو فرمایا کہ میری رحمت کی وجہ سے بہشت میں داخل ہو جا اور دوسرے کو فرمایا کہ کیا تو طاقت رکھتا ہے کہ میرے بندے کو میری رحمت سے محروم کرے۔ اس نے کہا کہ میں طاقت نہیں رکھتا ہوں اے میرے پروردگار۔ پروردگار نے فرشتوں کو فرمایا جو کہ دوزخ پر متعین ہیں کہ اس کو دوزخ کی طرف لے جاؤ۔ اس کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ اس شخص نے اپنے عمل پر جو عجب واعتماد کیا اور اس گنہگار کو حقیر جانا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں بخشے گا' اس کی وجہ سے عذاب کا مستحق ہوا۔ اس لیے کسی بزرگ نے کہا ہے جس گناہ کی وجہ سے آدمی اپنے آپ کو ذلیل وحقیر جانے وہ اس طاعت سے بہتر ہے کہ جو عجب وتکبر کو لازم کرے۔

خدا کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہونا چاہیے

۲۲۲۵/۲۵ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا وَلَا يُبَالِيْ ۔

(رواه احمد والترمذى وقال هذا حديث حسن غريب وفى شرح السنة يقول بدل يقرأ)

اخرجه الترمذى فى السنن ٤٨/٥ حديث رقم ٣٢٩٠۔

ترجمہ: اسماء بنت یزید سے روایت ہے' کہتی ہیں کہ میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سب کے گناہ بخشتا ہے اور کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور شرح السنۃ میں یقرأ کے بدلے یقول کا لفظ آیا ہے ۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ گنہگار آدمی کے گناہ اپنی رحمت کاملہ سے بخش دیتا ہے یعنی اگر وہ صدق دل سے توبہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے گناہ توبہ کرنے کی وجہ سے بخش دیتا ہے اور مؤمنوں کے گناہ اگر چاہے تو توبہ کے ساتھ اور اگر چاہے تو بغیر توبہ کے بخش دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے وہ چھوٹے اور بڑے گناہوں کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیتا ہے

۲۶/۲۲۲۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِی قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِلاَّ اللَّمَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنْ تَغْفِرِ اللّٰهُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا وَاَیُّ عَبْدٍ لَكَ لاَ اَلَمَّا ۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح غریب)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۷۱/۵ حدیث رقم ۳۳۳۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اللہ تعالیٰ کے قول اِلاَّ اللَّمَمَ کی تفسیر کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یا الٰہی! اگر تو بخشے تو بخش دے بہت بڑے گناہ اور تیرا کونسا بندہ ہے جس نے چھوٹے گناہ نہیں کیے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث صحیح حسن غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے ہر بندہ خطا کار ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے حدیث کے اندر جو لفظ اللَّمَمَ آیا ہے وہ پوری آیت اس طرح سے ہے :

وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلاَّ اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ۔

''اور (جن نیکو کاروں کا پیچھے ذکر ہوا) یہ وہ لوگ ہیں جو پرہیز کرتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے علاوہ چھوٹے گناہوں کے (کہ جن سے بچنا ممکن نہیں ہے) اور بے شک تیرا وسیع رب مغفرت والا ہے''۔

پس اس آیت میں جو ہے سوائے چھوٹے گناہوں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور دلیل کے یہ شعر پڑھا کہ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن چھوٹے گناہوں سے خالی نہیں ہوتا اور حاصل یہ ہے کہ تیری شان وفضل یہ ہے اگر چاہے تو کبیرہ گناہوں کو بھی بخش دے۔ تو چھوٹوں کی کیا حقیقت ہے اور تیرا کون سا بندہ ایسا ہے جو چھوٹے گناہ نہیں کرتا بلکہ نیکیوں کی وجہ سے تو ان کو جھاڑ دیتا ہے اور یہ شعر امیہ بن خلف کا ہے جو کہ زمانہ جاہلیت کے شاعروں میں سے ہے وہ اس وقت بہت زیادہ عبادت کرتا تھا اور قیامت پر یقین رکھتا تھا۔ اسلام کا زمانہ پایا لیکن مسلمان نہیں ہوا اور وہ حکمت آمیز شعر کہتا تھا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے شعر سنتے تھے اور کبھی خود بھی پڑھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ کا بیان

۲۷/۲۲۲۷ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی یَا عِبَادِیْ كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلاَّ مَنْ هَدَیْتُ فَاسْئَلُوْنِی الْهُدٰی اَهْدِكُمْ وَكُلُّكُمْ فُقَرَاءُ اِلاَّ مَنْ اَغْنَیْتُ فَاسْئَلُوْنِیْ اَرْزُقْكُمْ وَكُلُّكُمْ مُذْنِبٌ اِلاَّ مَنْ عَافَیْتُ فَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ اَنِّیْ ذُوْ قُدْرَةٍ عَلَی الْمَغْفِرَةِ فَاسْتَغْفَرَنِیْ غَفَرْتُ لَهٗ وَلاَ اُبَالِیْ وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَحَیَّكُمْ وَمَیِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَیَابِسَكُمْ اِجْتَمَعُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِیْ مَا زَادَ ذٰلِكَ فِیْ

مُلْكِیْ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَلَوْاَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَشْقٰى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِیْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِیْ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَلَوْاَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اِجْتَمَعُوْا فِیْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلَ كُلُّ اِنْسَانٍ مِنْكُمْ مَا بَلَغَتْ اُمْنِيَّتُهٗ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ سَائِلٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِیْ اِلاَّ كَمَا لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ فَغَمَسَ فِيْهِ اِبْرَةً ثُمَّ رَفَعَهَا ذٰلِكَ بِاَنِّیْ جَوَادٌ مَاجِدٌ اَفْعَلُ مَا اُرِيْدُ عَطَائِیْ كَلاَمٌ وَعَذَابِیْ كَلاَمٌ اِنَّمَا اَمْرِیْ لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْتُ اَنْ اَقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ)

اخرجه الترمذی فی السنن ٦٧/٤ حدیث رقم ٢٦١٣۔ ابن ماجه ١٤٢٢/٢ حدیث رقم ٤٢٥٧۔ واحمد فی المسند ١٥٤/٥۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! تم سب راہ سے گم ہو گئے ہو۔ مگر جس کو میں نے ہدایت کی۔ مجھ سے ہدایت مانگو۔ میں تم کو ہدایت کروں گا اور تم سب محتاج ہو۔ یعنی تم ظاہر و باطن میں سب محتاج ہو۔ مگر جس کو میں نے دولت مند کیا پس مجھ سے روزی مانگو میں تم کو دوں گا۔ یعنی حلال طیب اور تم سب گنہگار ہو یعنی سب سے گناہ متصور ہے مگر جس کو میں نے بچالیا۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کو۔ پس جس نے یہ جان لیا کہ میں بخشنے پر قادر ہوں۔ پھر وہ مجھ سے بخشش مانگے میں اس کو بخشوں گا اور میں پرواہ نہیں کرتا۔ اگر تمہارے پہلے اور پچھلے تمہارے زندہ اور مردہ، تمہارے تر اور خشک یعنی جوان و بوڑھے، تمہارے عالم و جاہل اور تمہارے فرمانبردار و گنہگار الغرض سب مخلوقات جمع ہو جائیں میرے بندوں میں سے ایک بڑے متقی بندہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہو جائیں۔ یہ سب مل کر میرے ملک میں مچھر کے برابر بھی زیادتی نہیں کر سکتے اور اگر تمہارے پہلے لوگ اور بعد والے اور تمہارے زندہ اور مردہ اور تمہارے تر اور خشک جمع ہو کر میرے بندوں میں سے ایک بدبخت بندے کی طرح ہو جائیں یعنی ابلیس لعین بن جائیں۔ تو سب جمع ہو کر میرے ملک میں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی کمی نہیں کر سکتے اور اگر تمہارے پہلے اور بعد والے اور تمہارے زندہ اور مردہ اور تمہارے تر اور خشک سب ایک جگہ جمع ہو جائیں پھر تم میں سے ہر آدمی اپنی آرزو کے بقدر مانگے میں ہر مانگنے والے کو دوں گا یعنی اس کے مقاصد اور یہ دینا اور حاجت روائی کرنا میری ملک میں کوئی کمی نہیں کر سکے گا جیسا کہ تم میں کوئی شخص دریا کے قریب سے گزرے اور اس میں ایک سوئی ڈالے پھر اس کو اٹھالے یعنی بالفرض والتقدیر اگر کمی ہو گی تو جتنا پانی سوئی میں لگ جاتا ہے ورنہ اس کی ملکیت میں کمی کا تصور ہی پیدا نہیں ہوتا وہ کتنا ہی دے اس کے ہاں ہرگز کمی کا تصور ہو ہی نہیں ہو سکتا۔ یعنی حاجتوں کا کم ہونا یا پورا ہونا اس کی وجہ سے ہے کہ میں بہت سخی ہوں بہت دینے والا ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں یعنی تمام سخاوت و کرم میرے ارادہ و اختیار کے ساتھ ہے بندے کے ارادہ کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے میرا دینے کا حکم کرنا اور عذاب کا حکم کرنا یعنی یہ ایک ہی حکم سے ہوتا ہے اور میں اسباب کا محتاج نہیں ہوں۔ میرا امر کسی چیز کے واسطے نہیں ہے مگر جس وقت کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے اس کو امام احمدؒ، ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے اس کو ہماری عبادت کی ضرورت نہیں ساری دنیا کی مخلوقات مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں تو اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں کچھ زیادتی نہیں کر سکتیں

اور ساری مخلوقات مل کر شیطان لعین کی طرح ہو جائیں تب بھی اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں کوئی کمی نہیں کر سکتیں۔

اللہ تعالیٰ کو شرک ناپسند ہے

۲۸/۲۲۲۸ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَرَاَ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ قَالَ قَالَ رَبُّكُمْ اَنَا اَهْلُ اَنْ اُتَّقٰى فَمَنِ اتَّقَانِيْ فَاَنَا اَهْلُ اَنْ اَغْفِرَ لَهٗ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۰۲/۵ حدیث رقم ۳۳۸٤۔ وابن ماجه ۱٤۳۷/۲ حدیث رقم ٤۲۹۹۔ والدارمی ۳۹۲/۲ حدیث رقم ۲۷۲٤۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: وہی تقویٰ والا اور بخشش والا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرمایا کہ تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ میں اس کے لائق ہوں کہ لوگ شرک کرنے سے پرہیز کریں پس جو شخص میرے ساتھ شریک کرنے سے پرہیز کرتا ہے پس میں اس کے لائق ہوں کہ میں اس کو بخش دوں گا۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ✿ اس آیت کا مضمون اس آیت کی طرح ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ "اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اس (شرک) کے علاوہ (ہر گناہ) کو جس کے لئے چاہے معاف کر دیتا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کا ذکر

۲۹/۲۲۲۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِنْ كُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْمَجْلِسِ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ مِائَةَ مَرَّةٍ۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداود وابن ماجۃ)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۸۵/۲ حدیث رقم ۱۵۱٦۔ والترمذی ۱۵۸/۵ حدیث رقم ۳۸۱٤۔ وابن ماجه ۱۲۵۳/۲ حدیث رقم ۳۸۱٤۔ واحمد فی المسند ۲۱/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم شمار کیا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں سو مرتبہ کہتے تھے: رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ کہ اے میرے پروردگار! مجھے بخش اور میری توبہ کو قبول کر تو ہی توبہ کو قبول کرنے والا' بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اس کو امام احمدؒ، ترمذیؒ، ابن ماجہؒ اور ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ✿ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں بیٹھ کر اکثر یہ دُعا پڑھتے تھے۔ حتی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ بعض اوقات سو مرتبہ پڑھتے تھے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ سے بخشش کا سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے سوال کو پورا کر دیتا ہے

۳۰/۲۲۳۰ وَعَنْ بِلَالِ بْنِ يَسَارِ بْنِ زَيْدٍ مَوْلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ قَالَ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ غُفِرَ لَهُ وَإِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ۔

(رواه الترمذي وابوداود والكنه عند ابي داود هلال ابن يسار وقال الترمذي هذا حديث غريب)

اخرجه ابوداؤد في السنن ۸۵/۲ حديث رقم ۱۵۱۷۔ والترمذي ۲۲۸/۵ حديث رقم ۳۶۴۸۔

ترجمہ: آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کے پوتے حضرت بلال بن یسارؓ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی مجھ سے میرے باپ نے اور انہوں نے میرے دادا سے نقل کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا فرماتے تھے جو شخص یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے مگر وہ زندہ خبر گیری کرنے والا ہے اور میں اس سے بخشش مانگتا ہوں۔اس کیلئے بخشش کر دی جاتی ہے اگر چہ وہ کفار کی لڑائی سے بھاگا ہوا ہو کہ وہ کبیرہ گناہ ہے اسکو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور ابوداؤدؒ نے لیکن ابوداؤدؒ کے نزدیک ہلال بن یسارؒ ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے بخشش کے طالب کو بخش دیا جاتا ہے اور حدیث میں لفظ الْحَيُّ الْقَيُّومُ جو آیا ہے اس میں زیر بھی ہے اور پیش بھی لیکن زیر مشہور تر ہے اور اکثر روایتوں میں ہے اور جب کوئی استغفار پڑھے تو صدق دل سے پڑھے چنانچہ یہ آیا ہے کہ گناہ سے استغفار کرنے والا اس حال میں کہ وہ اس وقت گناہ میں مشغول بھی ہو۔ایسا ہے جیسے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مذاق کرنے والا ہے۔العیاذ باللہ۔

الفصل الثالث:

نیک آدمی کا درجہ جنت میں بلند ہوتا ہے

۳۱/۲۲۳۱ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَنّٰى لِي هٰذِهِ فَيَقُولُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ۔ (رواه احمد)

اخرجه ابن ماجه في السنن ۱۲۰۷/۲ حديث رقم ۳۶۶۰۔ واحمد في المسند ۵۱۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ عزوجل نیک بخت بندے کا درجہ بہشت میں بلند کرتا ہے۔بندہ کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھے یہ درجہ کہاں سے حاصل ہوا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ درجہ تیرے بیٹے کے تیرے لیے استغفار کرنے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔اس کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے۔

مُردے کے لیے بہترین تحفہ استغفار ہے

۳۲/۲۲۳۲ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَالْغَرِيقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ أَبٍ أَوْ أُمٍّ أَوْ أَخٍ أَوْ صَدِيقٍ فَإِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ

الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَیُدْخِلُ عَلٰی اَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ اَهْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ وَاِنَّ هَدِیَّةَ الْاَحْیَاءِ اِلَی الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ۔ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

اخرجه البيهقى فى شعب الايمان ٢٠٢/٦ الحديث رقم ٧٩٠٤۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مردہ قبر میں ڈوبنے والے فریاد کرنے والے کی طرح ہوتا ہے کہ کوئی اس کا ہاتھ پکڑے وہ منتظر دُعا ہوتا ہے کہ اس کو ماں کی طرف سے باپ کی طرف سے یا بھائی کی طرف سے یا دوست کی طرف سے کوئی دعا پہنچے۔ پس جس وقت اس کو دُعا پہنچتی ہے اس کو دُعا کا پہنچنا دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتا ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ قبر والوں کو زمین والوں کی دعا کی وجہ سے پہاڑوں کی مانند ثواب رحمت اور بخشش پہنچاتا ہے اور تحقیق زندوں کا تحفہ مردوں کی طرف ان کے لئے استغفار کرنا ہے۔ اس کو بیہقی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے شعب الایمان میں۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں مردے کی قبر میں کیفیت کو بیان کیا گیا ہے کہ مردہ قبر میں ڈوبنے والے فریاد کرنے کی والے کی طرح ہوتا ہے جو لواحقین کی طرف سے دُعا کا منتظر رہتا ہے اور دنیا کی تمام چیزوں سے اس کو یہ زیادہ محبوب ہوتی ہے گویا کہ زندوں کا مردے کے لیے استغفار کرنا' یہ ان کے لیے بہترین تحفہ ہے۔

خوشحال شخص کا ذکر

۳۳/۲۲۳۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طُوْبٰی لِمَنْ وَجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِهٖ اسْتِغْفَارًا کَثِیْرًا۔ (رواه ابن ماجة وروى النسائى فى عمل يوم وليلة)

اخرجه النسائى عمل اليوم والليلة۔ وابن ماجه فى السنن ١٢٥٤/٢ حديث رقم ٣٨١٨۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کے لیے خوشحالی ہے کہ جو اپنے اعمال نامے میں بہت زیادہ استغفار پائے یعنی مقبول استغفار۔ اس کو ابن ماجہ رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے اور نسائی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب عمل یوم ولیلۃ میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص بڑا خوشحال ہے جس کے اعمال نامے میں بہت زیادہ استغفار پایا جائے۔ بزاز نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے ہر روز دونوں فرشتے اعمال لکھنے والے بندے کے اعمال نامہ کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے پہلے اعمال نامے میں اور آخر میں استغفار کو دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندے کے وہ گناہ بخش دیے جو دونوں طرفوں کے اعمال نامہ میں رہے ہیں۔ حاصل یہ کہ صبح و شام کے استغفار سے یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کرنے والا شخص بہت پسند ہے

۳۴/۲۲۳۴ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا

اِسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا اَسَاءُوْا اسْتَغْفَرُوْا۔ (رواه ابن ماجة والبيهقى فى الدعوات الكبير)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰۲/۱۱۔ حدیث رقم ۶۳۰۸۔ ومسلم فی صحیحه ۲۱۰۲/۴ حدیث رقم (۳۔ ۲۷۴۴) واحمد فی المسند ۳۸۳/۱۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے تھے اے الٰہی! مجھے ان لوگوں میں سے کردے جب وہ نیکی کریں تو خوش ہوں اور جب وہ برائی کریں تو استغفار کریں اس کو ابن ماجہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے دعوات کبیر میں نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی مجھے ان لوگوں میں سے کردے جو نیکی کر کے خوش ہوں اور برائی کر کے پریشان ہوں اور اس پر استغفار کریں۔

اللہ تعالیٰ کو بندے کی توبہ بڑی محبوب ہے

۳۵/۲۲۳۵ وَعَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثَيْنِ اَحَدُهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ عَنْ نَفْسِهٖ قَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَاَنَّهٗ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ اَنْ يَّقَعَ عَلَيْهِ وَاِنَّ الْفَاجِرَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلٰى اَنْفِهٖ فَقَالَ بِهٖ هٰكَذَا اَىْ بِيَدِهٖ فَذَبَّهٗ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَّجُلٍ نَزَلَ فِىْ اَرْضٍ دَوِيَّةٍ مُهْلِكَةٍ مَعَهٗ رَاحِلَتُهٗ عَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَوَضَعَ رَاْسَهٗ فَنَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهٗ فَطَلَبَهَا حَتّٰى اِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ وَمَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَ اَرْجِعُ اِلٰى مَكَانِىَ الَّذِىْ كُنْتُ فِيْهِ فَاَنَامُ حَتّٰى اَمُوْتَ فَوَضَعَ رَاْسَهٗ عَلٰى سَاعِدِهٖ لِيَمُوْتَ فَاسْتَيْقَظَ فَاِذَا رَاحِلَتُهٗ عِنْدَهٗ عَلَيْهَا زَادُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاللّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هٰذَا بِرَاحِلَتِهٖ وَزَادِهٖ۔

(روى مسلم المرفوع الى رسول الله منه فحسب وروى البخارى الموقوف على ابن مسعود ايضا)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰۲/۱۱۔ حدیث رقم ۶۳۰۸۔ ومسلم فی صحیحه ۲۱۰۲/۴ حدیث رقم (۳۔ ۲۷۴۴) واحمد فی المسند ۳۸۳/۱۔

ترجمہ: حضرت حارث بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دو حدیثیں بیان کی۔ ایک ان میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی اور دوسری اپنی طرف سے نقل کی وہ یہ ہے کہ مؤمن اپنے گناہوں کو اس طرح دیکھتا ہے کہ گویا کہ وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اور اس سے ڈرتا ہے کہ پہاڑ اس پر گر پڑے اور فاجر اپنے گناہوں کو مکھی کی طرح دیکھتا ہے کہ وہ اس کی ناک پر اڑے پس اس طرح سے اس مکھی کے ساتھ اشارہ کیا یعنی اپنے ہاتھ سے اس مکھی کو ناک سے اڑا دے یعنی مؤمن گناہ سے بہت ڈرتا ہے اور خوف کرتا ہے کہ کہیں پکڑا نہ جاؤں اور فاجر گناہ کرنے کی پرواہ نہیں کرتا۔ پھر عبداللہ نے کہا یعنی جو حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی وہ بیان کی۔ میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے پر توبہ کرنے کی وجہ سے بہت خوش ہوتا ہے۔ بہ نسبت اس شخص کے کہ وہ ایک ایسے میدان میں اترا

جو درخت اور گھاس سے خالی ہے اور وہ ہلاکت کی جگہ ہے اور اس کے پاس سواری اور اس پر اس کا کھانا اور پینا تھا پھر اس نے اپنا سر استراحت کے لیے زمین پر رکھا اور سو گیا پھر جاگا۔ اس حال میں کہ اس کی سواری جا چکی تھی۔ وہ اس کی تلاش میں لگ گیا' یہاں تک کہ جب سخت گرمی ہوگئی اور پیاس بھی (شدید لگی) اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اس نے کہا کہ میں لوٹ جاؤں اپنے مکان کی طرف اور سو جاؤں یہاں تک کہ مر جاؤں پھر اس نے اپنا سر اپنے بازو پر رکھا تا کہ مر جائے پھر وہ جاگا کہ اچانک سواری اس کے پاس حاضر ہے اس پر اس کا توشہ اور پانی ہے پس اللہ تعالیٰ مؤمن بندے کے توبہ کرنے کی وجہ سے بڑا خوش ہوتا ہے یعنی جس طرح بندہ اپنی سواری اور توشہ ملنے سے خوش ہوتا ہے۔ امام مسلمؒ نے ان دونوں حدیثوں کو نقل کیا ہے۔ اس سے کہ یہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف مرفوع ہے یعنی جس میں سواری کے بھاگنے اور پانی کا قصہ ہے اور جو حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے کہ مؤمن گناہ کو پہاڑ کے برابر دیکھتا ہے وہ ذکر نہیں کی اور امام بخاریؒ نے حدیث موقوف بھی نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث مرفوع متفق علیہ ہے اور حدیث موقوف افراد بخاری سے ہے اور اس حدیث میں یعنی اس آیت کی طرف اشارہ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ﴾ امام غزالیؒ نے کہا ہے کہ بڑے عالم باعمل استاد ابو اسحاق اسفرائنی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ میں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے تیس برس تک دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے توبۃ النصوح نصیب کرے پس میری دُعا قبول نہ ہوئی میں نے تعجب کیا کہ میں نے ایک حاجت کے لیے تیس برس تک دُعا کی وہ اب تک پوری نہ ہوئی۔ پس میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ کو کہہ رہا ہے کیا تو نے تعجب کیا ہے اور جانتا بھی ہے تو کیا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دوست رکھے کیا تو نے اللہ تعالیٰ سے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ پس یہ حاجت کس قدر آسان ہے۔

گناہوں کے بعد بندے کا اللہ کی طرف رجوع کرنا بہت محبوب ہے

۲۲۳۶/۳۶ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفَتَّنَ التَّوَّابَ۔

اخرجه احمد فی المسند ۱/ ۸۰۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ بندہ مؤمن کو پسند کرتا ہے جو گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے اور بہت توبہ کرتا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ کے بعد توبہ کرنے کی وجہ سے بندے سے محبت کرتا ہے۔ نہ کہ گناہ کی وجہ سے کیونکہ توبہ میں بندے کو انابت الی اللہ نصیب ہوتی ہے اور یہ انابت اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے۔

لَا تَقْنَطُوْا کی فضیلت

۲۲۳۷/۳۷ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيَ الدُّنْيَا بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا الْاٰيَةَ فَقَالَ رَجُلٌ فَمَنْ اَشْرَكَ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَمَنْ اَشْرَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

اخرجه احمد فی المسند ۲۷۵/۵۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ میرے لیے اس آیت کے بدلے دنیا ہو اے میرے بندو! جنہوں نے گناہ کر کے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ آخر آیت تک۔ پھر ایک شخص نے کہا جس نے شرک کیا۔ یعنی وہ بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے یا نہیں یعنی وہ بخشا جائے گا یا نہیں۔ پس نبی کریم ﷺ حکم الٰہی کے منتظر رہ کر خاموش رہے یا جواب دینے کے لیے تفکر و تامل میں مصروف ہو گئے۔ پھر بموجب وحی کے یا اپنے اجتہاد سے فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ کہ جس شخص نے شرک کیا اور پھر اپنی زندگی میں شرک سے توبہ کر لی اس کی توبہ قبول ہو جائے گی پس وہ بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے یہ کلمہ تین بار فرمایا۔

تشریح ۞ اس حدیث میں آپ ﷺ نے بیان فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا ہوں۔ اس آیت کے بدلے تمام دنیا کی چیزیں مجھ کو ملیں اور میں ان کو اللہ کے لیے دوں اور اس کی لذت والی چیزوں سے لذت اٹھاؤں۔ اس لیے کہ اس میں گناہوں کی مغفرت کی خوشخبری ہے اور لَا تَقْنَطُوْا والی پوری آیت یوں ہے:

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

''اے میرے وہ بندو جنہوں نے (گناہوں کے ذریعہ) اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید و مایوس نہ ہو بلاشک اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخشتا ہے اور وہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے''۔

اسی مضمون کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان اشعار کے ذریعہ ادا کیا ہے۔

اَيَا صَاحِبَ الذَّنْبِ لَا تَقْنَطَنْ ۞ فَاِنَّ الْاِلٰهَ رَءُوْفٌ رَءُوْفٌ

''اے گنہگار شخص ناامید اور مایوس مت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ مہربان ہے بڑا ہی مہربان''۔

وَلَا تَرْحَلَنَّ بِلَا عِدَّةٍ ۞ فَاِنَّ الطَّرِيْقَ مَخُوْفٌ مَخُوْفٌ

''بغیر زادِ راہ کے کوچ نہ کر۔ کیونکہ راستہ بڑا دہشت ناک ہے بڑا ہی دہشت ناک''۔

اور یہی مضمون فارسی کے ان شعروں میں ہے۔

عاقل مرد کہ مرکب مرداں مردرا ۞ درسنگ لاخ بادیہ پیہا بریدہ اند

نومید ہم باش کہ رنداں بادہ نوش ۞ ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

شرک خدا کی رحمت اور بندے کے درمیان پردہ ہے

۳۸/۲۲۳۸ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيَغْفِرُ لِعَبْدِهٖ مَالَمْ يَقَعِ الْحِجَابُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا الْحِجَابُ قَالَ اَنْ تَمُوْتَ النَّفْسُ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ رَوَى الْاَحَادِيْثَ الثَّلَاثَةَ۔ (احمد وروی البیهقی الاخیر فی کتاب البعث والنشور)

اخرجه احمد فی المسند ۱۷٤/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بخشتا ہے یعنی جو کچھ گناہوں سے چاہتا ہے جب تک خدا کی رحمت اور بندے کے درمیان پردہ نہ ہو۔ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول پردہ کیا ہے؟ فرمایا کہ آدمی اس حال میں مرے کہ وہ شرک کرنے والا ہو۔ یہ تینوں حدیثیں احمدؒ نے نقل کیں ہیں اور بیہقی رحمہ اللہ نے اخیر کی کتاب بعث ونشور میں نقل کی ہیں۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ شرک اللہ کی رحمت اور بندے کے درمیان بطور پردہ کے ہوتا ہے۔ جب تک یہ پردہ حائل رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشتا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا اے اللہ کے رسول! پردہ کیا ہے؟ فرمایا بندہ اس حال میں مرے کہ وہ شرک کرنے والا ہو۔

اللہ تعالیٰ پہاڑ کے برابر گناہ معاف کر دے گا بشرطیکہ وہ شرک نہ کرتا ہو

۲۲۳۹/۳۹ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَقِیَ اللّٰهَ لَا یَعْدِلُ بِهٖ شَیْئًا فِی الدُّنْیَا کَانَ عَلَیْهِ مِثْلَ جِبَالٍ ذُنُوْبٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ۔ (رواه البيهقى فى كتاب بعث والنشور)

اخرجه ابن ماجه فى السنن ١٤١٧/٢ حديث رقم ٤٢٥٠۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے یعنی اس حال میں مرے کہ دنیا میں کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابر نہ کرتا ہو پھر اس پر پہاڑ کے برابر بھی گناہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ بخش دے گا' اگر چاہے گا۔ اس کو بیہقی نے کتاب بعث ونشور میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے شریک کو پسند نہیں کرتا۔ اگر کوئی شخص خدا کے ساتھ شریک نہ کرتا ہو اور پہاڑ کے برابر بھی گناہ لے کر آ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیں گے۔

شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے

۲۲۴۰/۴۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ (رواه ابن ما جة والبيهقى فى شعب الا يمان وقال تفرد به النهر انى وهو مجهول وفى شرح السنة رواه عنه مو قوفا قال) اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ وَّالتَّائِبُ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ ـ

اخرجه ابن ماجه فى السنن ١٤١٧/٢ حديث رقم ٤٢٥٠۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا یعنی توبہ صحیحہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے کہ جس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ اس کو ابن ماجہؒ اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کو فقط نہروانی نے نقل کیا اور وہ مجہول ہے اور بغویؒ نے شرح السنۃ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بطریق موقوف روایت کی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ پشیمانی توبہ کا بڑا رکن ہے اور توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے کہ اس کے لیے کوئی گناہ نہیں ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ توبہ جب معتبر شرائط کے ساتھ ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس توبہ کو قبول فرما لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں اپنے وعدے کے مطابق: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ﴾ اور استغفار اگر توبہ کے بغیر ہو تو وہ کبھی اپنی محتاجگی اور کسر نفسی کی بنا پر گناہوں کو مٹا دینے والی ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ لیکن استغفار کرنے والا البتہ ثواب پاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مشیت ایزدی پر موقوف ہے اگر چاہتا ہے تو استغفار سے گناہوں کو دور کر دیتا ہے اور اگر چاہتا ہے تو دور نہیں کرتا۔

بابٌ

رحمت باری تعالیٰ کی وسعت کا بیان

مشکوٰۃ کے اکثر نسخوں میں فقط لفظ "باب" ہے اور بعض نسخوں میں "باب فی سعة رحمة"۔

الفصل الاول:

اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے

۲۲۴۱/اعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَضَى اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ كِتَابًا فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ عَرْشِهٖ اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ غَلَبَتْ غَضَبِيْ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۲۲/۱۳۔ حدیث رقم ۷۴۰۴۔ ومسلم فی صحیحه ۲۱۰۷/۴ حدیث رقم (۴۱۔ ۲۷۵۱)۔ وابن ماجه فی السنن ۱۴۳۵/۲ حدیث رقم ۴۲۹۵۔ واحمد فی المسند ۴۳۳/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کرنے کو مقدر کیا۔ یعنی یثاق کے دن یا ان کا پیدا کرنا شروع کیا۔ یعنی فرشتوں کو یا قلم کو لکھنے کا حکم کیا۔ پس وہ کتاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے عرش کے اوپر ہے اس میں یہ ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے سبقت لے گئی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اس حکم کی کتاب عرش کے اوپر اس کی بزرگی قدر کی وجہ سے رکھی گئی ہے اور سبقت رحمت اور اس کے غلبہ سے مراد رحمت کی نشانیوں کا غالب ہونا ہے اور اس کی بخشش وانعام کا تمام مخلوقات کو گھیرے ہوئے ہونا ہے اور بے انتہا ہے اور غضب کی نشانیاں کم ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **ان تعدوا نعمت الله لا تحصوها** اور فرمایا: **عذابی اصیب به من اشاء ورحمتی وسعت کل شیء** اور بندے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کرنے میں کمی کرتے ہیں وہ حد سے زیادہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **ولو یؤاخذ الله الناس بظلمهم ماترك علی ظهرها من دابة**۔ پس اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ ان کو باقی رکھتا ہے اور روزی دیتا ہے اور نعمت پہنچاتا ہے اور عذاب نہیں دیتا یہ تو دنیا میں اس کی رحمت کا ظہور ہے اور آخرت میں اس سے زیادہ ہوگا۔ جیسا کہ آئندہ حدیث میں اس کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوقات پر رحمتوں کی تقسیم کا بیان

۲/۲۲۴۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ اَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا یَتَعَاطَفُوْنَ وَبِهَا یَتَرَاحَمُوْنَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰی وَلَدِهَا وَاَخَّرَ اللّٰهُ تِسْعًا وَّتِسْعِیْنَ رَحْمَةً یَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (متفق علیه. وفی روایة لمسلم عَنْ سَلْمَانَ نَحْوَهٗ وَفِیْ اٰخِرِهٖ قَالَ وَاِذَا كَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ اَكْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ)۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۳۱/۱۰۔ حدیث رقم ۶۰۰۰ ومسلم فی صحیحه ۲۱۰۸/۲ حدیث رقم (۱۷۔ ۲۷۵۲)۔ والترمذی فی السنن ۲۰۹/۵ حدیث رقم ۳۶۰۹۔ وابن ماجه ۱۴۳۵/۲ حدیث رقم ۴۲۹۳۔ والدارمی ۴۱۳/۲ حدیث رقم ۲۷۸۵۔ واحمد فی المسند ۵۱۴/۲۔ اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۱۰۹/۴ الحدیث رقم (۲۱۔ ۳۷۵۳)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ کے لیے سو (۱۰۰) رحمتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت جن' آدمیوں' چار پایوں اور زہریلے جانوروں کے درمیان ہے۔ اسی رحمت کی وجہ سے آپس میں میل کرتے ہیں اور اسی رحمت کی وجہ سے آپس میں رحم کرتے ہیں اور اسی رحمت کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچے پر مہربانی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ننانوے (۹۹) رحمتیں رکھی ہیں کہ ان کے ساتھ اپنے بندوں پر رحمت کرے گا۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے اور مسلم شریف کی ایک روایت مسلمان سے مروی ہے اسی طرح ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا جس وقت قیامت کا دن ہوگا۔ ان شاء اللہ ننانوے رحمتوں کو پورا کرے گا اس رحمت کے ساتھ جو دنیا میں پہنچی ہوگی۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا ہے کہ یہاں بھی رحمت ہوگی اور ننانوے اور ہوں گی وہ سب مل کر سو رحمتیں ہو جائیں گی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں کو مخلوقات پر تقسیم کیا ہے یہاں تک کہ زہریلے جانوروں کو بھی محروم نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ سے ناامید نہیں ہونا چاہیے

۳/۲۲۴۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ یَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهٖ اَحَدٌ وَلَوْ یَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهٖ اَحَدٌ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۰۱/۱۱۔ حدیث رقم ۶۴۶۹۔ ومسلم فی صحیحه ۲۱۰۹/۴ حدیث رقم (۲۳۔ ۲۷۵۵)۔ واحمد فی المسند ۳۳۴/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر مؤمن آدمی اس چیز کو کہ جو اللہ کے نزدیک عذاب سے ہے جان لے تو کوئی بہشت کی طمع نہ کرے اور اگر کافر آدمی اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جان لے تو وہ اس کی جنت سے ناامید نہ ہو۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ یہ حدیث پاک کثرت رحمت کے بیان میں وارد ہوئی ہے اور اس کے عذاب کے بارے میں وارد ہوئی ہے

تاکہ مؤمن اس کی رحمت کے ساتھ مغرور نہ ہوں اور اس کے عذاب سے نڈر نہ ہو جائیں اور کافر اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو جائے اور توبہ کرنی نہ چھوڑ دے اور حدیث کا حاصل یہ ہے کہ بندوں کو لائق ہے کہ وہ خوف و رجا کے درمیان رہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر پکارا جائے ایک شخص کو قیامت کے دن کہ وہ جنت میں داخل ہوگا تو میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میں ہوں اور اسی طرح اگر پکارا جائے ایک شخص کو دوزخ کی طرف تو مجھے اندیشہ ہوگا کہ وہ میں ہوں۔

جنت اور دوزخ بہت زیادہ قریب ہیں

۴/۲۲۴۴ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۱۲/۱۱۔ حدیث رقم ۶۴۸۱۔ ومسلم فی صحیحه ۲۱۰۹/۴ حدیث رقم (۲۴۔ ۲۷۵۶)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت تمہارے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ نزدیک ہے اور دوزخ بھی اسی طرح ہے۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت اور دوزخ بہت زیادہ قریب ہیں اس کو چاہیے کہ اچھے کام کرے اور برے کاموں سے بچے اور دوزخ سے ڈرتا رہے۔

اللہ ہر چیز پر قادر ہے وہ اپنے بندے کو معاف کرنے کیلئے بہانے ڈھونڈتا ہے

۵/۲۲۴۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَجُلٌ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ لِاَهْلِهٖ وَفِیْ رِوَايَةٍ اَسْرَفَ رَجُلٌ عَلٰى نَفْسِهٖ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ اَوْصٰى بَنِيْهِ اِذَا مَاتَ فَحَرِّقُوْهُ ثُمَّ اذْرُوْا نِصْفَهٗ فِی الْبَرِّ وَنِصْفَهٗ فِی الْبَحْرِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ لَيُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا لَا يُعَذِّبُهٗ اَحَدًا مِنَ الْعَالَمِيْنَ فَلَمَّا مَاتَ فَعَلُوْا مَا اَمَرَهُمْ فَاَمَرَ اللّٰهُ الْبَحْرَ فَجَمَعَ مَا فِيْهِ ثُمَّ قَالَ لَهٗ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ مِنْ خَشْيَتِكَ يَارَبِّ وَاَنْتَ اَعْلَمُ فَغَفَرَ لَهٗ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۱۲/۱۱۔ حدیث رقم ۶۴۸۱۔ ومسلم فی صحیحه ۲۱۰۹/۴ حدیث رقم (۲۴۔ ۲۷۵۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک شخص نے اپنے گھر والوں کے ساتھ کبھی بھلائی نہیں کی تھی اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص نے اپنے نفس پر زیادتی کی تھی یعنی بہت گناہ کئے تھے جب اس کو موت آئی۔ تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب وہ مر جائے تو اس کو جلا دو۔ پھر اس کی آدھی راکھ جنگل میں اور آدھی راکھ دریا میں اُڑا دو۔ پس خدا کی قسم اگر اللہ اس پر تنگی کرے گا اور حساب میں مناقشہ کرے گا تو البتہ اسے عذاب کرے گا ایسا عذاب کہ عالم میں ایسا عذاب کسی کو نہ کرے گا۔ پس جب وہ مر گیا۔ اس کے بیٹوں نے وہ کیا جو اس نے ان سے کہا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا پس دریا نے اس چیز کو جمع کیا جو اس میں تھی اور جنگل کو حکم کیا اس چیز کا جو اس میں تھی یعنی دریا اور جنگل نے اس شخص کے سب اجزاء جمع کیے اور وہ شخص درست ہو کر پیدا ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کس واسطے تو نے یہ

کام کیا تھا؟ اس شخص نے کہا اے میرے پروردگار! میں نے تیرے ڈر سے یہ کام کیا اور تو دانا تر ہے (یعنی تو بہت زیادہ جاننے والا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس شخص کا جو واقعہ حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے۔ اس نے اپنے بیٹوں کو حکم کیا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کو جلا کر اس کی آدھی راکھ دریا میں اور آدھی جنگل میں ڈال دینا۔ یہ حکم اس لیے کیا تھا وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ عذاب اسی کو ہوتا ہے جو دفن کیا جاتا ہے پس اس نے اللہ سے ڈر کر ایسا حکم کیا اور اللہ تعالیٰ نکتہ نواز ہے اور اس کو یہ بات پسند آ گئی اور معاف کر دیا اور قدر اللہ کے لفظی معنی تو یہی ہیں جو مذکور ہوئے اس صورت میں کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا اور اگر اس کے یہ معنی لیں اگر اللہ تعالیٰ قادر ہوگا تو یہ اشکال لازم آتا کہ یہ قدرت باری تعالیٰ میں شک کرنا ہے اور یہ کفر ہے۔ پس اس کا جواب بعضوں نے یہ دیا ہے کہ وہ شخص زمانہ فترت میں تھا یعنی اس وقت کوئی نبی نہیں تھا پس اس وقت فقط توحید کافی تھی اور بعضوں نے کہا کہ غلبہ حیرت و دہشت سے یہ واقع ہوا ہے کہ اس صورت میں آدمی مجنون اور مغلوب العقل ہوتا ہے وہ ماخوذ نہیں ہے جیسے کہ ایک شخص کا ذکر اوپر کے باب میں ہوا ہے کہ اس نے سواری کے پانے کی وجہ سے نہایت خوشی سے کہا: انت عبدی وانا ربك' واللّٰه اعلم ۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے

۶/۲۲۴۶ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِّنَ السَّبْيِ قَدْ تَحَلَّبَ ثَدْيُهَا تَسْعٰى إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ اَخَذَتْهُ فَأَلْصَقَتْهُ بِبَطْنِهَا وَاَرْضَعَتْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرَوْنَ هٰذِهٖ طَارِحَةٌ وَلَدَهَا فِي النَّارِ فَقُلْنَا لَا وَهِيَ تَقْدِرُ عَلٰى اَنْ لَّا تَطْرَحَهُ فَقَالَ لَلّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ۴۲۶/۱۰۔ حديث رقم ۵۹۹۹۔ ومسلم في صحيحه ۲۱۰۹/۴ حديث رقم (۲۲۔ ۲۷۵۴)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے۔ ان قیدیوں میں ایک عورت بھی تھی کہ اس کی چھاتی بہتی تھی یعنی دودھ بہہ رہا تھا کثرت کی وجہ سے اس لئے کہ اس کے ساتھ بچہ نہیں تھا۔ یعنی وہ بچے کی تلاش میں دوڑتی تھی جب وہ قیدیوں میں سے کسی بچے کو پالیتی تو اس کو اپنے پیٹ سے لگاتی اور اس کو اپنے بچے کی محبت کی وجہ سے دودھ پلاتی۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم گمان کرتے ہو کہ یہ اپنا بچہ آگ میں ڈالے گی؟ یعنی جب غیر کے بچے پر یہ محبت رکھتی ہے تو کیا گمان کرتے ہو کہ یہ اپنے بچے کو آگ میں ڈالے گی؟ پس ہم نے کہا کہ نہیں ڈالے گی۔ جب وہ نہ ڈالنے پر قدرت رکھتی ہو۔ پس فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے (مؤمن) بندوں پر اس عورت کی بہ نسبت زیادہ رحم کرنے والا ہے جو اس کو اپنے بچے پر ہے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے بلکہ اس عورت سے بھی زیادہ جو اپنے بچے کے ساتھ والہانہ محبت رکھتی ہے۔

قیامت میں نجات اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہوگی

۲۲۴۷/۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَنْ یُّنْجِیَ اَحَدًا مِّنْكُمْ عَمَلُهٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَتِهٖ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَشَیْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۹٤/۱۱ حدیث رقم ۲٤٦۳۔ ومسلم فی ۲۱٦۹/٤ حدیث رقم (۷۸۔ ۲۸۱٦)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی کو اس کا عمل آگ سے نجات نہیں دے گا یعنی صرف عمل نفع نہیں دے گا بلکہ جب اس کے فضل اور رحمت کے ساتھ ہو تو مفید ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا آپ کو بھی باوجود کامل ہونے کے عمل نجات نہیں دے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں۔ مگر مجھ کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں ڈھانپ لے۔ پس اپنے عمل کو تیر کی طرح درست کرو اور عمل میں میانہ روی اختیار کرو یعنی عمل میں کمی اور زیادتی نہ کرو اور دن کے ابتدائی حصہ میں اور آخری حصہ میں عبادت کرو اور کچھ رات میں نماز تہجد پڑھو اور عمل میں میانہ روی اختیار کرو۔ یعنی عبادت میں میانہ روی اختیار کرو تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی شخص کو اس کا عمل نفع نہیں دے گا۔ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ سے وہ بخشا جائے گا لہٰذا تم اعمال کرتے رہو اور عمل میں میانہ روی اختیار کرو۔ یعنی عبادت کرنے میں میانہ روی سے کام لو تو منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخلہ ہوگا

۲۲۴۸/۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُدْخِلُ اَحَدًا مِّنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ وَلَا یُجِیْرُهٗ مِنَ النَّارِ وَلَا اَنَا اِلَّا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۱۷۱/٤ حدیث رقم ۷۷۔ ۲۸۱۷۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا اور نہ اس کو دوزخ سے بچائے گا۔ یعنی اس کا عمل اور نہ مجھ کو میرا عمل جنت میں داخل کرے گا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ بندہ اعمال سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوگا اور وہ جنت میں داخل ہونے والے کام کرے گا اور بہشت میں داخلہ محض فضل الٰہی کے ساتھ ہوگا اور اس کو اعمال کے موافق درجات ملیں گے۔

یہ اللہ کا فضل ورحمت ہے کہ وہ ایک نیکی کا ثواب سات سو گنا تک بڑھا دیتا ہے

٩/٢٢٤٩ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ اِسْلَامُہٗ یُکَفِّرُ اللّٰہُ عَنْہُ کُلَّ سَیِّئَۃٍ کَا نَ زَلَّفَھَا وَکَانَ بَعْدُ الْقِصَاصُ الْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا اِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ اِلٰی اَضْعَافٍ کَثِیْرَۃٍ وَالسَّیِّئَۃُ بِمِثْلِھَا اِلَّا اَنْ یَّتَجَاوَزَ اللّٰہُ عَنْھَا۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١/٩٨۔ حدیث رقم ٤١۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس وقت، بندہ اسلام لے آئے۔ پس اس کا اسلام اچھا ہو یعنی نفاق سے خالص ہو اور ظاہر و باطن یکساں ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے ہر گناہ جھاڑتا ہے جو اس نے اسلام لانے سے پہلے کیا تھا اور اس کے بعد بدل ہوتا ہے یعنی اسلام لانے کے بعد جو عمل کرتا ہے اس پر بدلہ ملتا ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ ایک نیکی کا ثواب سات سو گنا تک لکھا جاتا ہے بلکہ سات سو سے زیادہ اور اس کے ساتھ ساتھ برائی یعنی جتنی کرتا ہے اتنی ہی لکھی جاتی ہے مگر یہ کہ اللہ اس سے درگزر کرے۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خدا کا فضل ہے کہ وہ نیکی کا ثواب ایک سو (١٠٠) سے سات سو گنا تک دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے مشقت اور صدق اور اس کے اخلاص کی وجہ سے زیادہ بھی دیتا ہے اور وہ جتنی برائی کرتا ہے اتنی ہی لکھی جاتی ہے اور جس سے چاہتا ہے درگزر بھی کرتا ہے۔

محض نیکی کا ارادہ بھی اللہ کے نزدیک محبوب ہے

١٠/٢٢٥٠ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّیِّئَاتِ فَمَنْ ھَمَّ بِحَسَنَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ لَہٗ عِنْدَہٗ حَسَنَۃً کَامِلَۃً فَاِنْ ھَمَّ بِھَا فَعَمِلَھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ لَہٗ عِنْدَہٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ اِلٰی اَضْعَافٍ کَثِیْرَۃٍ وَمَنْ ھَمَّ بِسَیِّئَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ لَہٗ عِنْدَہٗ حَسَنَۃً کَامِلَۃً فَاِنْ ھُوَ ھَمَّ بِھَا فَعَمِلَھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ لَہٗ سَیِّئَۃً وَّاحِدَۃً۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١١/٣٢٣۔ حدیث رقم ٦٤٩١۔ ومسلم فی صحیحه۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھیں یعنی فرشتوں کو ان کو لوح محفوظ میں لکھنے کا حکم فرمایا اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص نیکی کا قصد کرے پھر نیکی نہ کرے پھر کسی عذر کی وجہ سے کرنا میسر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک نیکی پوری لکھ دیتا ہے اور پھر اگر نیکی کا قصد کرے اور اس کو کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس سے سات سو گنا تک لکھ دیتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ یعنی جس کے لیے اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے اپنے فضل و کرم کی وجہ سے اخلاص کے موافق اور اس کے آداب و شرائط کو بجالانے کے ساتھ زیادہ بھی لکھتا ہے اور جس شخص نے برائی کا قصد کیا پھر خوفِ الٰہی کی وجہ سے برائی نہ کی اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہے پس اگر برائی کا قصد کیا پھر برائی کی اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک برائی لکھتا ہے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں نیکیوں کا ذکر آیا ہے نیکیوں سے مراد وہ اعمال ہیں جن کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور برائیوں سے مراد وہ اعمال ہیں جن کے کرنے سے بندہ عذاب کا مستحق ہوتا ہے اور جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور پھر نیکی نہ کرے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے کیونکہ عمل کا ثواب نیت پر موقوف ہے اور مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اس لیے اس کو نیت پر ثواب دیا جاتا ہے بغیر عمل کے اور بغیر نیت کے عمل پر ثواب نہیں دیا جاتا۔ نیکی کا ثواب سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے اور اس زیادتی کی مقدار کسی کو معلوم نہیں ہے کہ وہ کس قدر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مبہم رکھا ہے اس لیے کہ مبہم کا ذکر کرنا رغبت دلانے میں معین کے ذکر کرنے سے زیادہ قوی ہے۔ چنانچہ اسی لیے فرمایا ہے: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ۔

الفصل الثانی:

برائی کو تنگ زرہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے

۲۲۵۱/۱۱ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَثَلَ الَّذِیْ یَعْمَلُ السَّیِّئَاتِ ثُمَّ یَعْمَلُ الْحَسَنَاتِ كَمَثَلِ رَجُلٍ كَانَتْ عَلَیْهِ دِرْعٌ ضَیِّقَةٌ قَدْ خَنَقَتْهُ ثُمَّ عَمِلَ حَسَنَةً فَانْفَكَّتْ حَلْقَةٌ ثُمَّ عَمِلَ اُخْرٰی فَانْفَكَّتْ اُخْرٰی حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَى الْاَرْضِ۔ (رواہ فی شرح السنة)

اخرجه احمد فی المسند ۱۴۵/۴۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کا حال کہ وہ برائیاں کرتا ہو۔ پھر نیکیاں کرے اس شخص کے حال کی طرح ہے جس پر تنگ زرہ ہے۔ زرہ کے حلقوں نے اس کو تنگ کیا ہے پھر اس نے نیکی کی اور اس کے حلقے کھل گئے پھر عمل کیا یہاں تک کہ زرہ کشادہ ہو کر زمین کی طرف نکل پڑی۔ یہ شرح السنة میں ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا حاصل یہ ہے کہ برائی کرنے سے انسان کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور امور میں متحیر ہو جاتا ہے اور لوگ اس کو دشمن رکھتے ہیں اور نیکی کرنے سے سینہ فراخ ہوتا ہے اور اس کے امور آسان ہو جاتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں محبوب ہو جاتا ہے اس کو تنگ زرہ پہننے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ زرہ کا تنگ ہونا سانس گھٹنے کا سبب ہے اور اس کا کھلنا فراخی کا سبب ہے اور خوشدلی کا باعث ہے۔

اللہ عزوجل سے ڈرنے والے کے لیے خوشخبری

۲۲۵۲/۱۲ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُصُّ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ یَقُوْلُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ الثَّانِیَةَ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ فَقُلْتُ الثَّانِیَةَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الثَّالِثَةَ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ فَقُلْتُ الثَّالِثَةَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ اَبِی الدَّرْدَاءِ۔ (رواہ احمد)

اخرجه احمد فی المسند ۲/۶ ٤٤٢۔

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر نصیحت فرماتے تھے اور اس شخص کے لیے فرماتے تھے جو اپنے پروردگار کے سامنے (قیامت کے دن حساب کے لئے) کھڑا ہونے سے ڈرا قیامت کے دن دو بہشتیں ہیں میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اگرچہ زنا کیا ہو یا اگر چہ چوری کی ہو۔ پھر دوسری بار فرمایا اور اس شخص کے واسطے جو پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا' دو جنتیں ہیں پھر میں نے دوسری بار کہا اگر چہ زنا کرے اور اگر چہ چوری کرے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار فرمایا: اس شخص کے واسطے دو جنتیں ہیں جو پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا۔ پھر میں نے تیسری بار کہا: اے اللہ کے رسول! اگر چہ وہ زنا کرے اور اگر چہ چوری کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر چہ ابودرداء کی ناک خاک آلود ہو۔ اس کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے کے لئے دو جنتیں ہوں گی۔ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ ایک بہشت میں سونے کے مکان اور محل اور زیور وغیرہ ہیں اور ایک بہشت ہے کہ اس میں چاندی کا سامان ہے اور ابودرداء نے اس حکم کو بعید جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چہ ابودرداء کی ناک خاک آلودہ ہو۔ یعنی اگر چہ وہ اس حکم پر ناخوش ہی ہو۔ حقیقت میں یہ حکم ایسا ہی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پرندوں کے لیے بھی رحمت بن کر تشریف لائے

۱۳/۲۲۵۳ وَعَنْ عَامِرٍ الرَّامِ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهُ يَعْنِي عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كِسَاءٌ وَفِيْ يَدِهٖ شَيْءٌ قَدِ الْتَفَّ عَلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَرَرْتُ بِغَيْضَةِ شَجَرٍ فَسَمِعْتُ فِيْهَا اَصْوَاتَ فِرَاخِ طَائِرٍ فَاَخَذْتُهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ فِيْ كِسَائِيْ فَجَاءَ تْ اُمُّهُنَّ فَاسْتَدَارَتْ عَلٰى رَاْسِيْ فَكَشَفْتُ لَهَا عَنْهُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِنَّ فَلَفَفْتُهُنَّ بِكِسَائِيْ فَهُنَّ اُولَاءِ مَعِيْ قَالَ ضَعْهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ وَاَبَتْ اُمُّهُنَّ اِلَّا لُزُوْمَهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَ تَعْجَبُوْنَ لِرَحِمِ اُمِّ الْاَفْرَاخِ فِرَاخَهَا فَوَالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ اُمِّ الْاَفْرَاخِ بِفِرَاخِهَا اِرْجِعْ بِهِنَّ حَتّٰى تَضَعَهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَذْتَهُنَّ وَاُمُّهُنَّ مَعَهُنَّ فَرَجَعَ بِهِنَّ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳/ ۱۸۲ حدیث رقم ۳۰۸۹۔

ترجمہ: عامر رضی اللہ عنہ تیرانداز سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تھا۔ کہ اچانک ایک شخص آیا اور اس کے ہاتھ میں کملی تھی اور اس کے ہاتھ میں کچھ چیز تھی اس پر کملی لپیٹ رکھی تھی اس نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں درختوں کے پاس سے گزرا۔ اس میں سے میں نے جانوروں کے بچوں کی آوازیں سنی۔ میں نے ان کو پکڑ لیا اور ان کو میں نے اپنی کملی میں رکھ لیا۔ پھر بچوں کی ماں میرے پاس آئی میرے سر پر پھرنے لگی۔ پس میں نے ماں کے لیے بچوں کے اوپر سے کملی کھول دی۔ تاکہ بچوں کو دیکھ لے۔ پس وہ ان پر آپڑی۔ پھر میں نے ماں اور بچوں کو اپنی چادر میں لپیٹ لیا پس یہ سب میرے پاس ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکھ دے پس میں نے ان کو رکھ دیا ان کو کھول دیا اور ان کی ماں نے

سوائے ان سے چمٹنے کے ہر چیز چھوڑ دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم بچوں کی ماں کے رحم کرنے کے بارے میں تعجب کرتے ہو؟ پس قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے بہ نسبت بچوں والی ماں کے جو اپنے بچوں پر رحم کرتی ہے پھر فرمایا ان کو لے جا یہاں تک کہ رکھ دے جہاں سے تو نے ان کو پکڑا تھا حالانکہ ان کی ماں اس کے ساتھ ہو۔ پھر وہ ان کو لے گیا۔ اس روایت کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ جانوروں کے لیے بھی رحمت بن کر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کسی کو تکلیف میں دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتے تھے حتیٰ کہ پرندوں کو بھی بے چین دیکھا تو صحابی کو حکم دیا کہ ان کو ان کی جگہ پر رکھ دو۔

الفصل الثالث:

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر خصوصی رحمت

۱۴/۲۲۵۴ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ غَزَوَاتِهٖ فَمَرَّ بِقَوْمٍ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوْا نَحْنُ الْمُسْلِمُوْنَ وَامْرَاَةٌ تَحْضِبُ بِقِدْرِهَا وَمَعَهَا ابْنٌ لَّهَا فَاِذَا ارْتَفَعَ وَهَجٌ تَنَحَّتْ بِهٖ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اَلَيْسَ اللّٰهُ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ قَالَ بَلٰى قَالَتْ اَلَيْسَ اللّٰهُ اَرْحَمَ بِعِبَادِهٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِهَا قَالَ بَلٰى قَالَتْ اِنَّ الْاُمَّ لَا تُلْقِيْ وَلَدَهَا فِي النَّارِ فَاَكَبَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَبْكِيْ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ اِلَيْهَا فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِهٖ اِلَّا الْمَارِدَ وَالْمُتَمَرِّدَ وَالَّذِيْ يَتَمَرَّدُ عَلَى اللّٰهِ وَاَبٰى اَنْ يَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه في السنن ۱۴۳۶/۲ حديث رقم ۴۲۹۷۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں تھے پھر حضور ﷺ کا گزر ایک قوم پر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہم مسلمان ہیں اور ایک عورت ہانڈی کے نیچے آگ جلاتی تھی اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا جس وقت آگ کی لپٹ اٹھتی وہ لڑکے کو دور کرتی یعنی تاکہ آگ کی گرمی سے رنج نہ اٹھائے پھر وہ عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا تم خدا کے رسول ہو؟ فرمایا: ہاں۔ اس عورت نے کہا میری ماں اور میرا باپ تم پر قربان ہو۔ کیا اللہ تعالیٰ رحم کرنے والوں میں سے بہت زیادہ رحم کرنے والا نہیں ہے؟ فرمایا کہ ہاں! اس عورت نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر زیادہ رحم کرنے والا نہیں ہے ماں سے اپنے بچے کے ساتھ؟ فرمایا کہ ہاں! اس عورت نے کہا کہ تحقیق ماں اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی۔ پس نبی کریم ﷺ نے روتے ہوئے اپنا سر جھکایا پھر اس عورت کی طرف اپنا سر اٹھایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو (ہمیشہ) عذاب نہیں کرتا مگر سرکشی کرنے والے کو ایسی سرکشی پر کہ وہ اللہ تعالیٰ پر سرکشی کرے یعنی اس کے حکم کے خلاف کرے اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا انکار کرے۔ اس کو ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے ماں سے بھی بہت

زیادہ جو اپنے بچے سے والہانہ محبت رکھتی ہے۔

نیکی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے

۱۵/۲۲۵۵ وَعَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَلْتَمِسُ مَرْضَاةَ اللّٰهِ فَلَا يَزَالُ بِذَالِكَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِجِبْرِيْلَ اِنَّ فُلَانًا عَبْدِىْ يَلْتَمِسُ اَنْ يُّرْضِيَنِىْ اَلَا وَاِنَّ رَحْمَتِىْ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ جِبْرِيْلُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى فُلَانٍ وَيَقُوْلُهَا حَمَلَةُ الْعَرْشِ وَيَقُوْلُهَا مَنْ حَوْلَهُمْ حَتّٰى يَقُوْلَهَا اَهْلُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ ثُمَّ تَهْبِطُ لَهٗ اِلَى الْاَرْضِ۔ (رواہ احمد)

اخرجه احمد فى المسند ۲۷۹/۵۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق نیک بندہ اللہ کی مرضی (رضا) تلاش کرتا ہے یعنی نیکیوں کو ادا کرنے کے ساتھ پھر ہمیشہ اس کو تلاش کرتا رہتا ہے پس اللہ تعالیٰ جبرئیل کو فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ تلاش کرتا ہے یہ کہ وہ مجھ کو راضی رکھے۔ خبردار میری رحمت کاملہ اس پر ہے پھر جبرئیل علیہ السلام کہتا ہے کہ خدا کی رحمت فلانے پر ہو اور یہی بات عرش کے اٹھانے والے فرشتے کہتے ہیں اور وہ فرشتے بھی کہتے ہیں جو ان کے گرد ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس بات کو ساتویں آسمانوں کے فرشتے کہتے ہیں پھر اس شخص کے لیے رحمت زمین کی طرف اُترتی ہے۔ اس کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں جو رحمت کے اترنے کا ذکر آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے پھر اس کے لیے زمین میں قبولیت رکھی جاتی ہے یعنی لوگ اس کو عزیز رکھتے ہیں یعنی پسند کرتے ہیں اور یہ مذکورہ حدیث اس حدیث کی طرح ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو محبوب بنا لیتے ہیں تو جبرئیل آسمان سے پکار کر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں آدمی کو پسند کرتا ہے۔ تو بھی اس کو دوست رکھو۔ پھر جبرئیل علیہ السلام بھی اس کو پسند کرتے ہیں پھر جبرئیل آسمان میں پکارتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں آدمی کو پسند کرتا ہے پس تم اس کو دوست رکھو۔ پس آسمان والے اس کو دوست رکھتے ہیں پھر اس کے لیے زمین میں قبولیت ہو جاتی ہے یعنی لوگ اس کو پسند کرتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دشمن رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کو پکارتا ہے کہ میں فلانے کو دشمن رکھتا ہو۔ تو بھی اس کو دشمن رکھو پھر اس کو جبرئیل علیہ السلام دشمن رکھتا ہے پھر آسمان والوں میں پکارتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں آدمی کو دشمن رکھتا ہے پس تم اس کو دشمن رکھو پھر وہ اس کو دشمن رکھتے ہیں۔ پھر اس کے لیے زمین میں دشمنی رکھی جاتی ہے یعنی لوگ اس کو دشمن رکھتے ہیں انتہیٰ۔ یہی سبب ہے اولیاء اللہ کی شہرت اور قبولیت کا کہ سب ان کو پسند کرتے ہیں اور وہ مکر و فریب کے ساتھ اور مال خرچ کر کے عوام کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں وہ دائرہ اعتبار سے خارج ہیں۔

ایمان والا ہر حال میں جنتی ہے خواہ وہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو

۱۶/۲۲۵۶ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ

وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ قَالَ كُلُّهُمْ فِي الْجَنَّةِ۔ (رواه البيهقى فى كتاب البعث والنشور)

رواه البيهقى فى كتاب البعث والنشور۔

ترجمہ: اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ عزوجل کے قول کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ بعض ان میں سے اپنے نفس کے واسطے ظالم ہیں اور بعض ان میں سے میانہ رو ہیں یعنی میانہ روی کرنے والے ہیں اور بعض ان میں سے نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں۔ فرمایا: یہ بہشت میں ہیں۔ اس کو بیہقی رحمہ اللہ نے بعث ونشور میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں جو بیان کیا گیا ہے شروع سے آیت یوں ہے: ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ پھر ہم نے ان لوگوں کو ایمان واسلام کے لحاظ سے اپنے بندوں میں سے چنا۔ پس بعض برگزیدہ بندوں میں سے وہ ہیں کہ جو اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں یعنی منہیات کے مرتکب ہوتے ہیں اور بعض ان میں سے میانہ روی کرتے ہیں یعنی نیکی بھی کرتے ہیں اور برائی بھی کرتے ہیں اور بعض ان میں سے بھلائیوں میں سبقت کرنے والے ہیں یعنی علم سیکھنے اور عمل کرنے میں نہایت جدوجہد کرتے ہیں اور علم وعمل کے باوجود دوسروں کو تعلیم ونصیحت بھی کرتے ہیں اور حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ سبقت کرنے والا وہ ہے کہ جس کی نیکیاں برائیوں پر غالب ہوں اور میانہ روی کرنے والا وہ ہے کہ جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں اور ظالم وہ ہے جس کی برائیاں نیکیوں پر غالب ہوں۔ یہ تینوں قسمیں پسندیدہ بندوں کی ہیں وہ سب مراتب اور درجات کے تفاوت کے حساب سے بہشت میں داخل ہوں گے اور اس سے رحمت باری تعالیٰ کی فراخی معلوم ہوئی۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ الصَّبَاحِ وَالْمَسَاءِ وَالْمَنَامِ

صبح، شام اور سوتے وقت پڑھی جانے والی دُعاؤں کا بیان

الفصل الاوّل:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول صبح وشام کی دُعائیں

۱/۲۲۵۷ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمْسٰى قَالَ اَمْسَيْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَسُوْءِ الْكِبَرِ وَفِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَاِذَا اَصْبَحَ قَالَ ذٰلِكَ اَيْضًا اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١١/حدیث رقم ٦٣٦٥۔ ومسلم فی صحیحه ٢٠٨٨/٤ حدیث رقم (٧٤۔ ٢٧٢٣)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت شام کرتے تھے فرماتے تھے کہ ہم شام میں داخل ہوئے اور ملک شام میں داخل ہوا۔اس حال میں کہ ملک اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے' وہ ایک ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔اس کے لیے بادشاہت ہے اور اس کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔اے الٰہی! تحقیق میں اس رات کی بھلائی اور اس چیز کی بھلائی جو اس میں ہے تجھ سے مانگتا ہوں جو چیز رات میں پیدا ہوتی ہے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ (یعنی تجھ سے) اس رات کی برائی سے اور اس چیز کی برائی سے جو اس میں ہے اے الٰہی! میں نیکی کرنے میں کاہلی سے اور نہایت بڑھاپے سے کہ بعض قویٰ میں خلل آ جائے اور بڑھاپے کی برائی سے یعنی عقل جاتی ہے اور وہ چیزیں کہ جن کی وجہ سے برا حال پیدا ہو تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اور میں دنیا کے فتنے سے یعنی دنیا کے فتنوں سے اور دنیا کی محبت میں گرفتار ہونے سے اور قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں اور جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کرتے تھے تو جو کچھ شام میں پڑھتے تھے وہی سب کچھ صبح میں بھی پڑھتے تھے لیکن امسینا اور امسی الملك لله کے بدلے اصبحنا و اصبح الملك لله اور ایک روایت میں سوءِ الکبیر کے یہ بھی ہے کہ اے میرے ربّ میں تیرے عذاب کے ساتھ کہ وہ دوزخ میں ہے اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ صبح وشام کے وہ دعائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔صبح کے وظیفے میں اللیلة کی بجائے الیوم پڑھتے یعنی اس طرح اللّٰھم انی اسئلك من خیر ھذا الیوم اور مؤنث ضمائر پڑھتے یعنی ھا کی جگہ ہ پڑھتے۔

سوکر اُٹھنے کی مسنون دُعا

٢/٢٢٥٨ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهٗ تَحْتَ خَدِّهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰ وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ (رواه البخاری ومسلم عن البراء)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١٣/ حدیث رقم ٧٣٩٤۔ وابوداؤد فی السنن ٣١١/٤ حدیث رقم ٥٠٤٩۔ والترمذی فی السنن ١٤٦/٥ حدیث رقم ٣٤٧٧۔ وابن ماجه فی السنن ١٢٧٧/٢ حدیث رقم ٣٨٨٠۔ واحمد فی المسند ١٥٤/٥۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت بچھونے پر تشریف لاتے تھے۔تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھتے پھر کہتے اے الٰہی! تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ زندہ ہوتا ہوں یعنی سوتا ہوں اور جاگتا ہوں اور جس وقت جاگتے۔تو کہتے سب تعریفیں اس خدا کے واسطے ہیں کہ جس نے ہم کو ہمارے مارنے کے بعد جلایا (یعنی جگایا)۔یعنی سلانے کے بعد اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔براءؓ سے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں سوکر اُٹھنے کی مسنون دُعا کا ذکر ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ اسی کی طرف رجوع ہے

یعنی موت کے بعد حساب اور جزا کے لیے قیامت کے دن اسی خدائے پاک کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

الفصل الثانی:

سونے کا مسنون طریقہ

۳/۲۲۵۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰی اَحَدُكُمْ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَلْیَنْفُضْ فِرَاشَهٗ بِدَا خِلَةِ اِزَارِهٖ فَاِنَّهٗ لَایَدْرِیْ مَا خَلَفَهٗ عَلَیْهِ ثُمَّ یَقُوْلُ بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصّٰلِحِیْنَ وَفِیْ رِوَایَةٍ ثُمَّ لِیَضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّهِ الْاَیْمَنِ ثُمَّ لِیَقُلْ بِاسْمِكَ (متفق علیه) وَفِیْ رَوَایَةٍ فَلْیَنْفُضْهُ بِصَنِفَةِ ثَوْبِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَاِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلَهَا ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱۵/۱۱۔ حدیث رقم ۶۳۲۰۔ ومسلم فی صحیحه ۲۰۸۴/۴ حدیث رقم (۶۴۔ ۲۷۱۴) وابوداؤد فی السنن ۳۱۱/۴۔ والترمذی فی السنن ۱۳۹/۵ حدیث رقم ۳۴۶۱۔ وابن ماجه ۱۲۷۵/۲ حدیث رقم ۳۸۷۴ والدارمی ۳۷۶/۲ حدیث رقم ۲۶۸۴۔ واحمد فی المسند ۲۹۵/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی سونے کے لیے اپنے بستر پر آئے پس اس کو چاہیے کہ اپنے بستر کو اپنی لنگی کے اندر کے حصے کے ساتھ جھاڑ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کے بستر پر کیا چیز تھی اور پھر یہ دُعا پڑھے: بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصّٰلِحِیْنَ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر آئے تو اس کو چاہیے کہ وہ پہلے اپنے بستر کو جھاڑے پھر اپنی داھنی کروٹ پر لیٹے اور پھر باسمك مذکورہ بالا دُعا آخر تک پڑھے اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ اس کو چاہیے کہ وہ اپنے بستر کو اپنے کپڑے کے کونے سے تین مرتبہ جھاڑے اور اس روایت میں: وَاِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلَهَا یعنی مذکورہ بالا دُعا میں فارحمها کے بجائے فاغفرلها ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں سونے کا مسنون طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی سونے کے لیے جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ بستر جھاڑ لے کیونکہ وہ جانتا نہیں ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں بستر پر کیا چیز آ پڑی ہے۔

سونے کے لیے بستر کو جھاڑنا مسنون ہے

۴/۲۲۶۰ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِهٖ نَامَ عَلٰی شِقِّهِ الْاَیْمَنِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِیْ اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَیْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِیِّكَ

الَّذِیْ اَرْسَلْتَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَھُنَّ ثُمَّ مَاتَ تَحْتَ لَیْلَتِہٖ مَاتَ عَلَی الْفِطْرَۃِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ یَا فُلَانُ اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِکَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَ کَ لِلصَّلٰوۃِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّکَ الْاَیْمَنِ ثُمَّ قُلْ اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ اِلٰی قَوْلِہٖ اَرْسَلْتَ وَقَالَ فَاِنْ مُتَّ مِنْ لَیْلَتِکَ مُتَّ عَلَی الْفِطْرَۃِ وَاِنْ اَصْبَحْتَ اَصَبْتَ خَیْرًا۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۶۲/۱۳۔ حدیث رقم ۷۴۸۸۔ ومسلم فی صحیحه ۲۰۸۱/۴ حدیث رقم (۵۶۔ ۲۷۱۰)۔ والترمذی فی السنن ۱۳۵/۵ حدیث رقم ۳۴۵۴۔ وابن ماجه ۱۲۷۵/۲ حدیث رقم ۳۸۷۶۔ والدارمی ۳۷۶/۲ حدیث رقم ۲۶۸۳۔ واحمد فی المسند ۲۸۵/۴۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر سوتے تو دائیں کروٹ پر سوتے تھے اور سونے سے پہلے یہ دُعا پڑھتے تھے: اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَّرَھْبَۃً اِلَیْکَ لَا مَلْجَاً وَلَا مَنْجَاً مِنْکَ اِلاَّ اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے سونے سے پہلے ان کلمات کو پڑھا اور پھر وہ اسی رات مر گیا۔ تو وہ دین اسلام پر مرا۔ ایک اور روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: اے فلاں شخص! جب تم اپنے بستر پر لیٹو تو نماز کے وضو کی طرح وضو کرو اور پھر داھنی کروٹ پر لیٹو اور اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ سے اَرْسَلْتَ تک پڑھو۔ یعنی مذکورہ بالا دُعا پڑھو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس رات تمہاری موت واقع ہو جائے تو تم دین اسلام پر مرو گے اور اگر تم نے صبح کر لی تو بہت زیادہ بھلائیوں کو پا لو گے۔

۵/۲۲۶۱ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَاٰوَانَا فَکَمْ مِمَّنْ لَّا کَافِیَ لَہٗ وَلَا مُؤْوِیَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۸۵/۴ حدیث رقم (۶۴۔ ۷۱۵)۔ وابوداؤد فی السنن ۳۱۲/۳ حدیث رقم ۵۰۵۳۔ والترمذی ۱۳۶/۵ حدیث رقم ۳۴۵۶۔

ترجمہ: "اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو یہ کہتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَاٰوَانَا فَکَمْ مِمَّنْ لَّا کَافِیَ لَہٗ وَلَا مُؤْوِیَ۔ (مسلم)

۶/۲۲۶۲ وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّ فَاطِمَۃَ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَشْکُوْ اِلَیْہِ مَا تَلْقٰی فِیْ یَدِھَا مِنَ الرَّحٰی وَبَلَغَھَا اَنَّہٗ جَاءَ ہٗ رَقِیْقٌ فَلَمْ تُصَادِفْہُ فَذَکَرَتْ ذٰلِکَ لِعَائِشَۃَ فَلَمَّا جَاءَ اَخْبَرَتْہُ عَائِشَۃُ قَالَ فَجَاءَ نَا وَقَدْ اَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَھَبْنَا نَقُوْمُ فَقَالَ عَلٰی مَکَانِکُمَا فَجَاءَ فَقَعَدَ بَیْنِیْ وَبَیْنَھَا حَتّٰی وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمِہٖ عَلٰی بَطْنِیْ فَقَالَ اَلَا اَدُلُّکُمَا عَلٰی خَیْرٍ مِّمَّا سَاَلْتُمَا اِذَا اَخَذْتُمَا مَضْجَعَکُمَا فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَکَبِّرَا اَرْبَعًا وَّثَلَاثِیْنَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمَا مِنْ خَادِمٍ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۰۶/۹۱۔ حدیث رقم ۵۳۶۱ ومسلم ۲۰۹۱/۴ حدیث رقم (۸۰۔ ۲۷۲۷) وابوداؤد فی السنن ۳۱۵/۴ حدیث رقم ۵۰۶۲۔ والترمذی ۱۴۲/۵ حدیث رقم ۳۴۶۹ واحمد ۸۰/۱۔

ترجمہ: ''اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ (میری زوجہ محترمہ اور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے ہاں اس غرض سے حاضر ہوئیں کہ چکی پیسنے کی وجہ سے ان کے ہاتھ جس زحمت و مشقت میں مبتلا تھے اس کی شکایت آنحضرت ﷺ سے کریں (اور کوئی خدمتگار مانگیں) کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے ہیں مگر (اس وقت) آپ ﷺ سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی چنانچہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس کا تذکرہ کیا (یعنی ان سے کہا کہ جب آنحضرت ﷺ تشریف لائیں تو کہہ دیجئے گا کہ فاطمہ اپنی مشقت و تکلیف کے پیش نظر ایک غلام مانگنے حاضر ہوئی تھی) پھر جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پیغام آپ ﷺ تک پہنچا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ ہمارے ہاں اس وقت تشریف لائے جب کہ ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے (آپ ﷺ کو دیکھ کر ہم نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنی جگہ پر لیٹے رہو'' پھر آپ ﷺ ہمارے نزدیک) تشریف لائے اور میرے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بیٹھ گئے یہاں تک کہ میں نے اپنے پیٹ پر آپ ﷺ کے مبارک قدموں کی ٹھنڈک محسوس کی پھر آپ ﷺ نے فرمایا (مجھے فاطمہ کا پیغام مل گیا ہے) کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتلا دوں جو اس چیز (یعنی غلام) سے بہتر ہے جو تم نے مانگی تھی اور وہ یہ کہ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو تینتیس بار سبحان اللہ تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر کہو تمہارے لئے خادم سے یہ چیز بہتر ہے''۔ (بخاری و مسلم)

۲۲۶۳/۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَسْاَلُهٗ خَادِمًا فَقَالَ اَلَا اَدُلُّكِ عَلٰی مَا هُوَ خَیْرٌ مِّنْ خَادِمٍ تُسَبِّحِیْنَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَتَحْمِدِیْنَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَتُكَبِّرِیْنَ اللّٰهَ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِیْنَ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَعِنْدَ مَنَامِكِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۹۲/۴ حدیث رقم (۸۱۔ ۲۷۲۸)۔

ترجمہ: ''اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس مقصد سے حاضر ہوئیں کہ آپ ﷺ سے کوئی خادم مانگیں لیکن آپ ﷺ سے ان کی ملاقات نہ ہو سکی۔ جب آنحضرت ﷺ کو یہ معلوم ہوا تو آپ ﷺ (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتا دوں جو خادم سے بہتر ہے۔ (اور وہ یہ ہے کہ) ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت سبحان اللہ تینتیس بار اور الحمد للہ تینتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار پڑھ لیا کرو''۔

الفصل الثانی:

صبح وشام کی دُعا

۲۲۶۴/۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصْبَحَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَیْنَا وَبِكَ نَحْیٰی وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ وَاِذَا اَمْسٰی قَالَ اَللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَیْنَا وَبِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْیٰی وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَیْكَ النُّشُوْرُ۔ (رواه الترمذی وابوداود وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۱۷/٤ حديث رقم ٥٠٦٨۔ والترمذی ١٣٤/٥ حديث رقم ٣٤٥١۔ وابن ماجه ١٢٧٣/٢ حديث رقم ٣٨٦٨۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت صبح کرتے تو کہتے اے الٰہی! ہم نے تیرے نام اور قدرت کے ساتھ صبح کی اور تیری قدرت کے ساتھ ہم نے شام کی اور تیرے نام کے ساتھ ہم جیتے ہیں یعنی زندہ ہوتے ہیں اور تیرے نام کے ساتھ ہم مرتے ہیں اور تیری طرف ہی لوٹ کر جانا ہے اور جس وقت شام کرتے تھے تو کہتے تھے الٰہی تیری قدرت کے ساتھ ہم نے شام کی اور تیری قدرت کے ساتھ ہم نے صبح کی اور تیری مدد کے ساتھ ہم زندہ رہتے ہیں اور تیری مدد کے ساتھ ہم مرتے ہیں اور تیری طرف ہی اٹھنا ہے یعنی مرنے کے بعد۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صبح وشام کی دُعا کا بیان ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معمول کے مطابق پڑھا کرتے تھے اور امت کو تعلیم دی گئی ہے کہ اس سنت پر عمل کر کے دو جہانوں کے منافع کو سمیٹ لیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ ثم آمین۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے تجویز کردہ وظیفہ

۹/۲۲۶۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مُرْنِی بِشَیْءٍ اَقُوْلُهٗ اِذَا اَصْبَحْتُ وَاِذَا اَمْسَيْتُ قَالَ قُلْ اَللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّ كُلِّ شَیْءٍ وَمَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ قُلْهُ اِذَا اَصْبَحْتَ وَاِذَا اَمْسَيْتَ وَاِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَكَ۔ (رواہ الترمذی وابوداود والدارمی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۱۷/٤ حديث رقم ٥٠٦٧۔ والترمذی ١٣٤/٥ حديث رقم ٣٤٥٢۔ والدارمی ٣٧٨/٢ حديث رقم ٢٦٨٩۔ واحمد فی المسند ١٩٦/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ کے رسولؐ! مجھے ایک چیز کا حکم کیجیے میں اس کو ہمیشہ بطور ورد کے پڑھتا رہوں جس وقت میں صبح کروں اور جس وقت میں شام کروں۔ فرمایا کہو اے الٰہی! تو پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے اور آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اے ہر چیز کے رب اور ہر چیز کے مالک میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں ہے میں تجھ سے اپنے نفس کی ہر برائی سے، شیطان کی برائی سے اور شیطان کے شریک کروانے سے پناہ مانگتا ہوں تو اس کو جس وقت صبح کرے کہہ لے اور جس وقت تو شام کرے اور جس وقت تو اپنے سونے کی جگہ پر جائے۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ ورد کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وظیفہ پوچھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے یہ وظیفہ تجویز فرمایا: اَللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّ كُلِّ شَیْءٍ وَمَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ اور فرمایا سوتے جاگتے یہ وظیفہ پڑھتے رہیں۔

مذکورہ دُعا پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اس کو بیماری سے حفاظت میں رکھتا ہے

۱۰/۲۲۶۶ وَعَنْ اَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ یَقُوْلُ فِیْ صَبَاحِ کُلِّ یَوْمٍ وَمَسَاءِ کُلِّ لَیْلَةٍ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَیَضُرُّهٗ شَیْءٌ فَکَانَ اَبَانُ قَدْ اَصَابَهٗ طَرَفُ فَالِجٍ فَجَعَلَ الرَّجُلُ یَنْظُرُ اِلَیْهِ فَقَالَ لَهٗ اَبَانُ مَا تَنْظُرُ اِلَیَّ اَمَا اِنَّ الْحَدِیْثَ کَمَا حَدَّثْتُكَ وَلٰکِنِّیْ لَمْ اَقُلْهُ یَوْمَئِذٍ لِیُمْضِیَ اللّٰهُ عَلَیَّ قَدَرَهٗ (رواه الترمذی وابو داود وابن ماجة وفی روایته) لَمْ تُصِبْهُ فُجَاءَةُ بَلَاءٍ حَتّٰی یُصْبِحَ وَمَنْ قَالَهَا حِیْنَ یُصْبِحُ لَمْ تُصِبْهُ فُجَاءَةُ بَلَاءٍ حَتّٰی یُمْسِیَ۔

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۲۳/٤ حدیث رقم ۵۰۸۸۔ والترمذی ۱۳۲/۵ حدیث رقم ۳٤٤۸۔ وابن ماجه ۱۲۷۳/۲ حدیث رقم ۳۸٦۹۔ واحمد فی المسند ۶۲/۱۔

ترجمہ: حضرت ابان بن عثمان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ وہ ہر روز صبح کے وقت اور ہر رات شام کے وقت کہے کہ میں نے اللہ کے نام کے ساتھ صبح کی اور میں نے اس کے نام کے ساتھ شام کی کوئی چیز زمین و آسمان میں ضرر نہیں کرتی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے اس کو تین بار کہے یعنی جو کوئی صبح و شام اس دُعا کو تین بار پڑھ لے۔ تو کوئی چیز زمین و آسمان میں اس کو ضرر نہیں پہنچائے گی اور نہ ہی اس کو کوئی آفت پہنچے گی۔ پس ابان ان کو ایک قسم کی فالج کی بیماری پہنچی تھی پس سننے والے شخص نے ابان کو بہ نگاہِ تعجب دیکھنا شروع کیا۔ یعنی از راہِ تعجب کے دیکھتا تھا کہ یہ روایت کرتے ہیں جو کوئی اس دُعا کو پڑھے گا اس کو کچھ ضرر نہیں پہنچے گا اور خود فالج کی بیماری میں گرفتار ہے پس ابان نے کہا تو میری طرف کیا دیکھتا ہے؟ خبردار ہو جاؤ! تحقیق حدیث اسی طرح ہے جس طرح میں نے تجھ سے بیان کی ہے یعنی صحیح ہے لیکن میں نے اس دن وہ دعا نہیں پڑھی تھی تاکہ اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی تقدیر جاری کرے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور ابن ماجہ اور ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے: لم تصبه فجاءة بلاء: جو شخص یہ دُعا ہر شام کو تین بار پڑھے اس کو صبح تک ناگہانی مصیبت نہیں پہنچتی اور جو شخص صبح کے وقت اس دُعا کو پڑھے اس کو شام تک ناگہانی مصیبت نہیں پہنچتی۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص یہ مذکورہ دُعا صبح کے وقت یا شام کے وقت پڑھ لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہر بیماری سے محفوظ رکھتا ہے۔ ابان کہتے ہیں کہ جس دن مجھے فالج ہوا میں نے یہ دُعا نہیں پڑھی تھی۔ اس دُعا کی اتنی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ پڑھنے والے کو ہر بیماری سے حفاظت میں رکھتے ہیں۔

صبح و شام کی دُعا

۱۱/۲۲۶۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ اِذَا اَمْسٰی اَمْسَیْنَا وَاَمْسَی الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ رَبِّ

اَسْئَلُكَ خَيْرَ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّمَا بَعْدَ هَا رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَمِنْ سُوْءِ الْكِبَرِ اَوِ الْكُفْرِ وَفِيْ رِوَايَةٍ مِنْ سُوْءِ الْكِبَرِ وَالْكُبْرِ رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ وَاِذَا اَصْبَحَ قَالَ ذٰلِكَ اَيْضًا اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ۔

(رواه الترمذی وابوداود وفی رواية لم يذكر من سوء الكفر)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۲۰۸۸/٤ حديث رقم (۷٤۔ ۲۷۲۳)۔ وابوداؤد فی السنن ۳۱۷/٤ حديث رقم ۵۰۷۱۔ والترمذی ۱۳۳/۵ حديث رقم ۳٤۵۰۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب شام کرتے تو فرماتے تھے کہ ہم نے شام کی اور ملک اللہ کے واسطے شام میں داخل ہوا اور تمام تعریفیں خدا کے واسطے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اے میرے پروردگار! میں تجھ سے اس چیز کی بھلائی مانگتا ہوں جو اس شب میں واقع ہو اور اس چیز کی بھلائی جو اس شب کے بعد واقع ہو اور میں تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اس چیز کی برائی سے کہ جو اس رات میں واقع ہو اور اس چیز کی برائی سے کہ جو اس رات کے بعد واقع ہو۔اے میرے پروردگار! میں تجھ سے کاہلی سے (یعنی عبادت میں سستی سے) اور بڑھاپے کی برائی سے یا کہا کہ کفر کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ میں تجھ سے بڑھاپے کی برائی سے اور تکبر سے پناہ مانگتا ہوں۔اے میرے پروردگار! میں تجھ سے دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں اور جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کرتے تو اس کو کہتے یعنی جو شام کے وقت صبح کے وقت بھی پڑھتے لیکن امسينا اور امسى الملك لله کی بجائے اصبحنا واصبح الملك لله پڑھتے۔اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا ہے اور ترمذی کی روایت میں من سوء الكفر کا ذکر نہیں ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صبح وشام کے وقت دُعا پڑھنے کا ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام مذکورہ دُعائے مسنونہ پڑھا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹیوں کو دُعا سکھلاتے تھے جو کہ اوپر مذکور ہے

۱۲/۲۲۶۸ وَعَنْ بَعْضِ بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهَا فَيَقُوْلُ قُوْلِي حِيْنَ تُصْبِحِيْنَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا فَاِنَّهٗ مَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُصْبِحُ حُفِظَ حَتّٰى يُمْسِيَ وَمَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ حُفِظَ حَتّٰى يُصْبِحَ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۱۹/٤ حديث رقم ۵۰۷۵۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیٹیوں سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سکھلاتے تھے۔پس فرماتے کہ جس وقت تو صبح کرے تو یہ دعا پڑھا کر۔اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے' اللہ کی مدد کے سوا قوت نہیں ہے کہ جو چاہا اللہ تعالیٰ

نے ہو گیا اور جو نہ چاہا نہ ہوا اور میں جانتا ہوں یعنی اعتقاد رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو از روئے جاننے کے گھیر رکھا ہے۔ پس تحقیق جس شخص نے یہ کلمات صبح کے وقت کہے وہ شام تک بلاؤں اور خطاؤں سے محفوظ رہتا ہے اور جس نے شام کے وقت یہ کلمے کہے وہ صبح تک محفوظ رہتا ہے۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک کا خلاصہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی بیٹیوں کو صبح وشام پڑھنے کے لیے دُعا سکھلایا کرتے تھے اور دُعا اوپر حدیث پاک میں مذکور ہے۔

۱۳/۲۲۶۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ اَدْرَكَ مَا فَاتَهُ فِىْ يَوْمِهٖ ذٰلِكَ وَمَنْ قَالَهُنَّ حِيْنَ يُمْسِىْ اَدْرَكَ مَا فَاتَهُ فِىْ لَيْلَتِهٖ۔

(رواه ابوداود)

اخرجه ابوداؤد ٤/ ٣١٩ حديث رقم ٥٠٧٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح کے وقت کہے کہ اللہ پاک ہے جس وقت تم شام کرو اور جس وقت تم صبح کرو اور اسی کے لئے آسمانوں اور زمین میں تعریفیں ہیں اور پڑھو اس وقت کہ جب تم شام کرتے ہو یعنی مغرب اور عشاء کے وقت اور اس وقت کے صبح کرتے ہو اور اس کے لیے تعریف آسمانوں اور زمین میں ہے اور پانی کے ساتھ یاد کرو یا نماز پڑھو عصر کے وقت اور ظہر کے وقت اس قول تک وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ تک جس نے یہ آیتیں صبح کے وقت پڑھیں اس نے وہ چیز پائی جو اس کو اس دن نہ ملی تھی اس سے اس دن میں رہ گئی تھی اور جس نے یہ آیتیں شام کے وقت پڑھیں اس نے وہ چیز پائی جو اسے اس رات میں نہ ملی تھی۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ تُظْهِرُوْن کے لفظ کے بعد آیت یوں ہے: ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے یعنی بچے کو منی اور انڈے سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے یعنی منی کو آدمی سے اور انڈے کو جانور سے اور زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے یعنی اس کے خشک ہونے کے بعد اس کو سرسبز وشاداب کرتا ہے اور اسی طرح تم قبروں سے نکالے جاؤ گے اور حدیث کا حاصل یہ ہے جو کوئی شخص یہ آیت صبح کو پڑھتا ہے تو جو بھلائی اور ورد اس دن میں فوت ہو جاتا ہے اس کو اس کا ثواب دیا جاتا ہے اور اسی طرح شام کے وقت کلمات پڑھنے سے رات کی بھلائی اور ورد فوت ہونے کا ثواب پاتا ہے اور معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ نافع بن ارزق نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ کیا تم قرآن پاک میں پانچوں نمازوں کا ذکر پاتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں اور پھر یہ دونوں آیتیں پڑھیں۔ یعنی فسبحان اللّٰہ سے تظھرون تک اور کہا کہ ان آیتوں نے پانچوں نمازوں کو اور ان کے وقتوں کو قرآن میں جمع کیا ہے۔

مذکورہ وظیفہ پڑھنے سے غلاموں کو آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے

۱۴/۲۲۷۰ وَعَنْ اَبِىْ عَيَّاشٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ كَانَ لَهٗ عِدْلُ رَقَبَةٍ مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِيْلَ وَكُتِبَ لَهٗ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَحُطَّ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَرُفِعَ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَكَانَ فِيْ حِرْزٍ مِّنَ الشَّيْطَانِ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ قَالَهَا اِذَا اَمْسٰى كَانَ لَهٗ مِثْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى يُصْبِحَ قَالَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ فَرَاٰى رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا عَيَّاشٍ يُحَدِّثُ عَنْكَ بِكَذَا وَكَذَا قَالَ صَدَقَ اَبُوْ عَيَّاشٍ۔ (رواه ابو داود وابن ماجة)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳۱۹/٤ حديث رقم ۵۰۷۷۔ وابن ماجه ۱۲۷۳/۲ حديث رقم ۳۸٦۷۔

ترجمہ: ابوعیاشؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح کے وقت کہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اللہ تعالیٰ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس سے دس برائیاں دور کی جاتی ہیں اور اس کے لیے دس درجے بلند کئے جاتے ہیں اور شیطان سے یعنی اس کے شر کے بہکانے سے شام تک پناہ میں ہو جاتا ہے اور جس نے ان کلمات کو شام کے وقت پڑھا اس کے لیے اسی طرح صبح تک ہوتا ہے حماد بن سلمہ اس حدیث کا ایک راوی ہے پس ایک شخص نے رسول خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا پس کہا اے اللہ کے رسولؐ! تحقیق عیاش آپ ﷺ سے ایسی اور ایسی حدیث نقل کرتا ہے یعنی جو مذکور ہوئی ہے فرمایا ابوعیاش رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔ اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں جو وظیفہ ذکر کیا گیا ہے اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص صبح کے وقت اس کو پڑھے گا اس کے نامۂ اعمال میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب لکھا جائے گا اور دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس برائیاں دور کی جائیں گی اور دس درجے بلند کئے جائیں گے اور وہ شیطان کے بہکانے سے پناہ میں رہے گا۔

مذکورہ دُعا پڑھنے کی برکت سے آگ سے خلاصی کا وعدہ

۱۵/۲۲۷۱ وَعَنِ الْحَارِثِ بْنِ مُسْلِمِ التَّمِيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اَسَرَّ اِلَيْهِ فَقَالَ اِذَا انْصَرَفْتَ مِنْ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقُلْ قَبْلَ اَنْ تُكَلِّمَ اَحَدًا اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَاِنَّكَ اِذَا قُلْتَ ذٰلِكَ ثُمَّ مُتَّ فِيْ لَيْلَتِكَ كُتِبَ لَكَ جَوَازٌ مِنْهَا وَاِذَا صَلَّيْتَ الصُّبْحَ فَقُلْ كَذٰلِكَ فَاِنَّكَ اِذَا مُتَّ فِيْ يَوْمِكَ كُتِبَ لَكَ جَوَازٌ مِنْهَا۔

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳۲۰/٤ حديث رقم ۵۰۷۹۔

ترجمہ: حضرت حارث بن مسلم رضی اللہ عنہ تمیمی سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے چپکے سے ان سے بات کہی۔ پس جس وقت تو مغرب کی نماز سے فارغ ہو جائے تو کسی سے کلام کرنے سے پہلے سات بار کہہ اے الٰہی! تو مجھ کو آگ سے پناہ دے۔ پس تحقیق تو جس وقت یہ کہے گا اور اس

رات اگر مر گیا تو تیرے لیے آگ سے خلاصی لکھی جائے گی اور جس وقت تو صبح کی نماز پڑھے پھر اس دعا کو کسی کلام کرنے سے پہلے کہے پس تحقیق اگر تو اس دن مر جائے گا تو تیرے لیے آگ سے خلاصی لکھی جائے گی۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں: اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر کسی سے بات کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھے گا' اللہ تعالیٰ اس کو آگ سے نجات عطا فرمائے گا۔

مذکورہ دُعا پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مواظبت

۲۲۷۲/۱۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ حِيْنَ يُمْسِي وَحِيْنَ يُصْبِحُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِیْ دِيْنِی وَدُنْيَایَ وَاَهْلِیْ وَمَالِیْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِیْ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَيْنِ يَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ يَمِيْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ وَاَعُوْذُ بِعَظْمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ يَعْنِی الْخَسْفَ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۱۸/٤ حدیث رقم ۵۰۷٤۔ وابن ماجه ۱۲۷۳/۲ حدیث رقم ۳۸۷۱۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کو صبح کے وقت اور شام کے وقت چھوڑا نہیں کرتے تھے اے الٰہی! تحقیق میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اے الٰہی! تحقیق میں تجھ سے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور دین کے کاموں میں اور اپنی دنیا کے کاموں میں عیبوں سے سلامتی مانگتا ہوں۔ اپنے اہل اور مال کے حق میں تجھ سے سلامتی مانگتا ہوں۔ اے الٰہی! میرے عیبوں کو ڈھانک دے اور خوف کی چیزوں سے امن میں رکھ۔ یعنی مجھ سے بلائیں دور کر دے۔ اے الٰہی! مجھ کو میرے آگے سے اور میرے پیچھے سے اور میرے دائیں سے اور بائیں سے اور میرے اوپر سے محفوظ رکھ اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری بڑائی سے کہ میں اچانک اپنے نیچے سے یعنی زمین میں دھنس جانے سے ہلاک کیا جاؤں۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ دُعا پر مواظبت فرمایا کرتے تھے اور صبح و شام اکثر یہ دُعا پڑھا کرتے تھے۔

مذکورہ کلمات کو پڑھنے سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے

۲۲۷۳/۱۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ اَللّٰهُمَّ اَصْبَحْنَا نُشْهِدُكَ وَنُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلٰٓئِكَتَكَ وَجَمِيْعَ خَلْقِكَ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا اَصَابَهٗ فِیْ يَوْمِهٖ ذٰلِكَ مِنْ ذَنْبٍ وَاِنْ قَالَهَا حِيْنَ يُمْسِیْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا اَصَابَهٗ فِیْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ مِنْ ذَنْبٍ۔

(رواه الترمذی وابوداودو قال الترمذی هذا حدیث غریب)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ٣٢٠/٤ حدیث رقم ٥٠٧٨۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح کے وقت کہے اے الٰہی! ہم نے صبح کی اس حال میں کہ تیرے عرش کے اٹھانے والوں کو اور تیرے فرشتوں کو اور تیری سب مخلوقات کو اس بات کے ساتھ گواہ بناتے ہیں کہ تحقیق تو اللہ ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے' تو اکیلا ہے' تیرا کوئی شریک نہیں ہے اور تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے ہیں اور تیرے رسول ہیں۔ جو شخص بھی ان کلمات کو صبح کے وقت کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے وہ گناہ بخش دیتا ہے جو اس سے اس دن و رات میں صادر ہوئے ہیں یعنی سوائے کبیرہ گناہوں اور حقوق العباد کے اور اگر ان کلمات کو شام کے وقت کہے اللہ تعالیٰ اس کے وہ گناہ بخش دیتا ہے جو کہ اس سے اس رات میں صادر ہوئے ہیں۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں مذکورہ کلمات کے صبح کے وقت پڑھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دن بھر کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے اور جو شام کے وقت پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے رات کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

صبح وشام کے پڑھنے کا وظیفہ

۲۲۷۴/۱۸ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَقُوْلُ اِذَا اَمْسٰى وَاِذَا اَصْبَحَ ثَلَاثًا رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُرْضِيَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (رواه احمد والترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ١٣٣/٥ حدیث رقم ٣٤٤٩۔ وابن ماجه ١٢٧٣/٢ حدیث رقم ٣٨٧٠۔ واحمد فی المسند ٣٦٧/٥۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی بندۂ مسلم شام کے وقت اور صبح کے وقت تین بار یہ کلمات کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربّ ہونے کی حیثیت سے راضی ہوا اور اسلام کے ساتھ دین ہونے کی حیثیت سے راضی ہوا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ نبی ہونے کی حیثیت سے راضی ہوا مگر از راہِ فضل وکرم کے اللہ تعالیٰ پر لازم ہوگا کہ اس کو قیامت کے دن راضی کرے گا یعنی اتنا ثواب دے گا کہ وہ راضی ہو جائے گا۔ اس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ بعض حدیثوں میں لفظ نبیاً ہے اور بعض میں رسولاً کا لفظ آیا ہے پس مستحب ہے کہ دونوں لفظ نبیاً و رسولاً پڑھے۔

سوتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسنون دُعا

۲۲۷۵/۱۹ وَعَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَنَامَ وَضَعَ يَدَهٗ تَحْتَ رَأْسِهٖ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ اَوْ تَبْعَثُ عِبَادَكَ۔ (رواه الترمذی واحمد عن البراء)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۳۷/۵ حدیث رقم ۳۴۵۸۔ وابن ماجه ۱۳۷۶/۲ حدیث رقم ۳۸۷۷۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سونے کا ارادہ کرتے تھے اپنا ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھتے۔ پھر کہتے اے الٰہی! مجھ کو اپنے عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا یا فرمایا تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا یعنی راوی کو شک ہوا ہے کہ تَجْمَعُ عَلَيْكَ کہا یا بجائے اس کے تَبْعَثُ عِبَادَكَ کہا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے احمدؒ اور براء سے نقل کیا۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ دست مبارک سر کے نیچے رکھتے تھے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ رخسار کے نیچے رکھتے، تطبیق اس میں یوں دی جائے گی کہ کبھی سر کے نیچے رکھتے ہونگے اور کبھی رخسار کے نیچے رکھتے ہونگے جس راوی نے جو دیکھا وہ عمل روایت کر دیا یا کہ کچھ ہاتھ سر کے نیچے ہوتا اور کچھ رخسار کے نیچے ہوتا۔ پس ہر راوی نے اپنی دیکھی ہوئی چیز بیان کی۔

سونے کا مسنون طریقہ

۲۰/۲۲۷۶ وَعَنْ حَفْصَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْقُدَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۱۰/٤ حدیث رقم ۵۰٤۵۔

ترجمہ: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ کرتے تھے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے کلے یعنی (رخسار گال) کے نیچے رکھتے۔ پھر تین بار کہتے: اے الٰہی! تو مجھ کو اپنے اس دن کے عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا مسنون طریقہ بیان کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ سونے سے قبل یہ دعا پڑھ کر سو جاتے۔

سوتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مذکورہ دُعا پڑھا کرتے تھے

۲۱/۲۲۷۷ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ عِنْدَ مَضْجَعِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَغْرَمَ وَالْمَاْثَمَ اَللّٰهُمَّ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ وَلَا يُخْلَفُ وَعْدُكَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۱۲/٤ حدیث رقم ۵۰۵۲۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت فرماتے تھے اے الٰہی! تحقیق میں تیری بزرگی کے ساتھ اور تیرے پورے کلمات کے ساتھ یعنی اسماء وصفات کے ساتھ یا تیری کتابوں کے ساتھ اس چیز کی برائی سے کہ اس کی پیشانی کے بال پکڑنے والا ہے۔ یعنی جو چیز تیرے قبضہ قدرت میں ہے یعنی ہر چیز کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ الٰہی تو

قرض اور گناہ کو دور کرتا ہے۔ اے الٰہی! تیرا لشکر شکست نہیں دیا جاتا۔ آخر الامر میں مغلوب نہیں ہوتا اور تیرا وعدہ خلاف نہیں کیا جاتا اور دولتمند کو تیرے عذاب سے دولتمندی نفع نہیں دیتی بلکہ عمل صالح نفع دیتے ہیں۔ تو پاک ہے اور میں تیری تعریف کے ساتھ پاکی بیان کرتا ہوں۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت یہ مذکورہ دُعا پڑھا کرتے تھے اور اوپر جو دعا مذکورہ ہوئی بڑی جامع ہے۔

استغفار کی فضیلت

۲۲/۲۲۷۸ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یَأْوِیْ اِلٰی فِرَاشِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ ذُنُوْبَہٗ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ اَوْ عَدَدَ رَمْلِ عَالِجٍ اَوْ عَدَدَ وَرَقِ الشَّجَرِ اَوْعَدَدَ اَیَّامِ الدُّنْیَا۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۱۳۷/۵ حدیث رقم ۳۴۵۷۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے بچھونے پر جاتے ہوئے کہے: میں اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا ہوں ایسا کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر وہ مخلوق کی زندہ خبر رکھنے والا ہے اور میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ یہ تین بار کہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اگر چہ وہ دریا کی جھاگ کے برابر ہوں یا ریت (عالج) کے ذرّوں کے برابر یا درخت کے پتوں کی تعداد کے برابر یا دنیا کے دنوں کی گنتی کے برابر۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے یہ کہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں عالج کا لفظ آیا ہے یہ لفظ لام کے زبر اور زیر کے ساتھ ہے اور یہ ایک جنگل کا نام ہے مغرب کی زمین میں وہاں ریت بہت ہوتی ہے اور غرض ان چیزوں کے بیان سے یہ ہے اگر بہت زیادہ گناہ ہونگے تو بھی بخشے جائیں گے۔

قرآن کی سورة کے پڑھنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر فرمادیتے ہیں

۲۳/۲۲۷۹ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَأْخُذُ مَضْجَعَہٗ بِقِرَاءَۃِ سُوْرَۃٍ مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ اِلَّا وَکَّلَ اللّٰہُ بِہٖ مَلَکًا فَلَا یَقْرَبُہٗ شَیْءٌ یُؤْذِیْہِ حَتّٰی یَھُبَّ مَتٰی ھَبَّ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۱۴۱/۵ حدیث رقم ۳۴۱۸۔

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی مسلمان اپنی آرامگاہ میں (سونے کے وقت) قرآن مجید کی کسی سورت کی تلاوت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے تا کہ ضرر پہنچانے والی چیزوں سے اس کی حفاظت کرے۔ پس جب تک وہ بیدار نہیں ہو جاتا اس وقت تک کوئی چیز اس کو ضرر و نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کتاب اللہ کے پڑھنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ متعین کر دیتا ہے جو اس کی نگہبانی کرتا ہے اور ضرر دینے والی چیزوں سے بچا کر رکھتا ہے اور انس رضی اللہ عنہ سے بطریق مرفوع ایک روایت منقول ہے کہ جب کوئی شخص اپنا پہلو بچھونے پر رکھے اور فاتحۃ الکتاب اور قل ھو اللہ احد پڑھے پس تحقیق وہ موت کے سوا ہر چیز سے امن میں رہے گا۔

نماز کے بعد اور سوتے وقت تسبیحات کا بیان

٢٤/٢٢٨٠ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَّتَانِ لَا يَحْصِيْهِمَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ اِلَّا وَهُمَا يَسِيْرٌ وَمَنْ يَّعْمَلُ بِهِمَا قَلِيْلٌ يُسَبِّحُ اللّٰهَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ عَشْرًا وَيَحْمَدُهٗ عَشْرًا وَيُكَبِّرُهٗ عَشْرًا قَالَ فَاَنَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُهَا بِيَدِهٖ قَالَ فَتِلْكَ خَمْسُوْنَ وَمِائَةٌ بِاللِّسَانِ وَاَلْفٌ وَخَمْسُ مِائَةٍ فِى الْمِيْزَانِ وَاِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ يُسَبِّحُهٗ وَيُكَبِّرُهٗ وَيَحْمَدُهٗ مِائَةً فَتِلْكَ مِائَةٌ بِاللِّسَانِ وَاَلْفٌ فِى الْمِيْزَانِ فَاَيُّكُمْ يَعْمَلُ فِى الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ اَلْفَيْنِ وَخَمْسَ مِائَةِ سَيِّئَةٍ قَالُوْا وَكَيْفَ لَا نُحْصِيْهِمَا قَالَ يَاْتِيْ اَحَدَكُمُ الشَّيْطَانُ وَهُوَ فِيْ صَلَاتِهٖ فَيَقُوْلُ اُذْكُرْ كَذَا اُذْكُرْ كَذَا حَتّٰى يَنْفَتِلَ فَلَعَلَّهٗ اَنْ لَّا يَفْعَلَ وَيَاْتِيْهِ فِيْ مَضْجَعِهٖ فَلَا يَزَالُ يُنَوِّمُهٗ حَتّٰى يَنَامَ (رواه الترمذی وابوداود والنسائی وفی رواية ابی داود) قَالَ خَصْلَتَانِ اَوْ خَلَّتَانِ لَا يُحَافِظُ عَلَيْهِمَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَكَذَا فِيْ رِوَايَتِهٖ بَعْدَ قَوْلِهٖ وَاَلْفٌ وَخَمْسُ مِائَةٍ فِى الْمِيْزَانِ قَالَ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا وَثَلَاثِيْنَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ وَيَحْمَدُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَيُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ وَفِيْ اَكْثَرِ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ۔

اخرجه ابوداؤد ٣١٦/٤ حديث رقم ٥٠٦٥۔ والترمذی فی السنن ١٤٣/٥ حديث رقم ٣٤٧١۔ واخرجه النسائی ح۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو چیزیں ایسی ہیں کہ ان پر جو مسلمان مرد محافظت کرتا ہے بہشت میں داخل ہوتا ہے یعنی نجات پانے والوں کے ساتھ داخل ہوگا۔ خبردار ہو جاؤ وہ دونوں چیزیں آسان ہیں۔ (اس طور پر کہ اللہ ان چیزوں پر عمل کرنا جن لوگوں کے لئے آسان کر دے ان لوگوں کے لئے وہ چیزیں مشکل نہیں ہیں) مگر ان پر کام کرنے والے کم ہیں یعنی اللہ کی توفیق نہ ہونے کے باعث ان پر مداومت کرنے والے نادر ہیں ایک تو یہ ہے کہ پاکی کے ساتھ اللہ کو یاد کرے یعنی ہر فرض نماز کے بعد سبحان اللہ دس بار پڑھے اور خدا کی حمد کرے یعنی الحمد للہ کہے دس مرتبہ اور اللہ اکبر کہے دس مرتبہ۔ ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا ہے پس میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ ان تسبیحات کو اپنے ہاتھوں سے گنتے تھے یعنی انگلیوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ڈیڑھ سو ہیں یعنی پانچوں نمازوں کی وجہ سے زبان پر اور ڈیڑھ ہزار میزان میں ہیں یعنی میزان اعمال میں اس کے حساب سے کہ ہر نیکی دس کے برابر لکھی جاتی ہے اور دوسری چیز یہ ہے کہ جب سونے کے لیے بستر پر جائے تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرے اور بہت زیادہ تکبیر کہے اور جو شخص سبحان اللہ کو سو (١٠٠) بار پڑھے گا یعنی سبحان اللہ ٣٣ بار اور اللہ اکبر چونتیس مرتبہ اور الحمد للہ ٣٣ مرتبہ سب مل کر سو (١٠٠)

مرتبہ ہو جائے پس یہ سو (۱۰۰) مرتبہ زبان پر ہے اور میزان واعمال میں ہزار ہیں پس تم میں سے کون شخص ہے جو دن رات میں اڑھائی ہزار برائیاں کرتا ہوگا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم کس طرح ان چیزوں پر محافظت کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے اس حال میں کہ وہ اپنی نماز میں ہوتا ہے پھر شیطان کہتا ہے فلانی چیز کو یاد کر فلانی چیز کو یاد کر یعنی امورِ دنیا اور احوالِ نفسانیہ سے یا جو کچھ کہ نماز کے ساتھ متعلق نہیں اگر چہ امورِ آخرت سے ہو۔ یہاں تک کہ نماز پڑھ کر پھرتا ہے پس شاید کہ وہ ان کلمات پر محافظت کرے اور شیطان اس کی خوابگاہ میں آتا ہے۔ پس ہمیشہ سلاتا رہتا ہے اس کو یہاں تک کو سو جاتا ہے اس کو امام ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے روایت کیا ہے اور ابو داؤد کی روایت میں اختلاف ہے بعض لفظوں میں اسی طرح سے آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو خصلتیں ہیں یا فرمایا دو خلتیں ہیں۔ راوی کو شک ہو گیا ہے کہ وہ لفظ فرمایا یا یہ یعنی دونوں ایک ہی ہیں یعنی دو چیزیں ہیں کہ ان پر مسلمان بندہ محافظت نہیں کرتا بجائے لَا يُحْصِيهِمَا رَجُلٌ مُسْلِم کے لَا يُحَافِظُ عَلَيْهِمَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ کے اور اسی طرح سے ابو داؤد کی روایت میں ہے ان کے قول کے پیچھے وَأَلْفٌ وَخَمْسُ مِائَةٍ فِي الْمِيزَانِ کے اس طرح ہے کہ فرمایا اور تکبیر کہے چونتیس مرتبہ جس وقت اپنے سونے کی جگہ پر آئے اور تینتیس مرتبہ حمد کرے اور تسبیح کرے ۳۳ مرتبہ اور مصابیح کے اکثر نسخوں میں عبداللہ بن عمر ہے یعنی یہ اور فائدہ ذکر کیا گیا ہے کہ مؤلف نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے یہ حدیث نقل کی ہے اور مصابیح کے اکثر نسخوں میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے۔

تشریح ❁ پس حدیث پاک میں لفظ کون تم میں سے آیا ہے الخ یہ شرط محذوف کا جواب ہے اور استفہام میں ایک طرح کا انکار ہے جب اس نے دونوں چیزوں کی محافظت کی ایک دن رات میں اڑھائی ہزار نیکیاں حاصل ہوئیں تو اس سے برائیاں معاف کی جاتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ پس کون تم میں سے دن رات میں نیکیوں سے زیادہ برائیاں کرتا ہے کہ ان سے معاف نہ ہوں پس تمہیں کیا ہے کہ تم ان پر محافظت نہ کرو حاصل یہ کہ نیکیاں برائیوں سے زیادہ ہوتی ہیں ان سے گناہ جھڑ جاتے ہیں نیکیوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے درجے بلند ہوتے ہیں تمہیں چاہیے کہ ان پر محافظت کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ جب اتنا ثواب ہوتا ہے تو ہم ان پر محافظت کیوں نہ کریں گویا کہ انہوں نے ان کے ترک کو بعید جانا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے استبعاد یعنی بعید جاننے کو رد کیا۔ شیطان نماز میں وسوسے ڈالتا ہے یہاں تک کہ نماز کے بعد ذکر سے غافل کر دیتا ہے اور ذکر سے غافل کر کے سلائے رکھتا ہے۔

صبح و شام کے وقت مذکورہ دُعا پڑھنے کی فضیلت

۲۲۸۱/ ۲۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ غَنَّامٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِيْ مِنْ نِعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ فَقَدْ اَدّٰى شُكْرَ يَوْمِهٖ وَمَنْ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ حِيْنَ يُمْسِيْ فَقَدْ اَدّٰى شُكْرَ لَيْلَتِهٖ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ٣١٦/٤ حديث رقم ٥٠٧٣۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن غنام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کسی کے وقت کہے اے

الٰہی! جو چیز مجھ کو صبح کے وقت نعمت میں سے یعنی دینی اور دنیاوی اور ظاہری اور باطنی یا تیری کسی مخلوق کی طرف سے حاصل ہوئی۔ پس تیری ہی طرف سے ہے۔ تو تنہا ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ پس تیرے ہی لیے تعریف ہے اور تیرے لیے شکر ہے پس جو شخص یہ دُعا صبح کے وقت پڑھے پس تحقیق اس نے اس دن کا شکرادا کیا اور جو شخص اسی کی طرح (یعنی یہی دُعا) شام کے وقت پڑھے پس تحقیق اس نے رات کا شکرادا کیا۔ اس کو ابوداوٗد نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص شام کے وقت یہ دُعا پڑھے تو لفظ اصبح کے بجائے لفظ امسی کہے اور روایات میں آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے پروردگار تیری نعمتیں میرے پاس بہت زیادہ ہیں اس کا شکر کیسے ادا کروں؟ حکم ہوا کہ اے داؤد! جب تو نے جان لیا کہ جو نعمتیں تیرے پاس ہیں سب میری ہی طرف سے ہیں تحقیق تو نے ان کا شکرادا کیا۔

بستر پر سوتے وقت کی دُعا

۲۲۸۲/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِیْ شَرٍّ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنِّى الدَّيْنَ وَاَغْنِنِىْ مِنَ الْفَقْرِ۔

(رواه ابوداود والترمذی وابن ماجة ورواه مسلم مع اختلاف يسير)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۲۰۸٤/٤ حديث رقم (٦١۔ ۲۷۱۳)۔ وابوداؤد فی السنن ۳۱۲/٤ حديث رقم ۵۰۵۱۔ والترمذی ۱۳۸/۵ حديث رقم ۵۰۵۱۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے جب آپ سونے کے لیے آتے تو کہتے اے الٰہی! اے آسمانوں کے پروردگار اور اے زمین کے پروردگار اور اے ہر چیز کے پروردگار اور اے دانے کے اور گٹھلی کے پھاڑنے والے۔ یعنی ان کو پھاڑ کر زراعت اور کھجور کا درخت نکالنے والے اے توریت انجیل اور قرآن کے اتارنے والے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ برے کی برائی سے تو اس کی پیشانی کے بال پکڑنے والا ہے یعنی تیرے قبضہ قدرت میں ہے یعنی تو ہی پہلے ہے یعنی قدیم ہے بلا ابتداء کے پس تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے اور تو ہی آخر ہے یعنی بغیر انتہا کے باقی ہے پس تیرے پیچھے کوئی چیز نہیں ہے اور تو ظاہر ہے یعنی باعتبار افعال وصفات کے۔ پس تیرے اوپر کوئی نہیں ہے یعنی تیرے ظہور کے اوپر کوئی چیز تجھ سے ظاہر تر نہیں ہے اور تو پوشیدہ ہے یعنی باعتبار ذات کے۔ پس کوئی چیز تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے اور مجھ سے قرض یعنی اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ادا کر دیجئے اور مجھ کو فقر سے غنی کر دے یعنی مخلوق کے محتاج ہونے سے یا دل کی محتاجگی سے اس کو ابوداوٗدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اور اس کو مسلمؒ نے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچھونے کی طرف یعنی بستر پر لیٹنے کے

لئے تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے اور حصن حصین میں ہے کہ یہ دُعا لیٹ کر پڑھنی چاہیے۔

سوتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک

۲۷/۲۲۸۳ وَعَنْ اَبِیْ اَزْهَرِ الْاَنْمَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَضَعْتُ جَنْبِیْ لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَاخْسَأْ شَيْطَانِیْ وَفُكَّ رِهَانِیْ وَاجْعَلْنِیْ فِی النَّدِیِّ الْاَعْلٰی۔

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۱۳/٤ حدیث رقم ٥٠٥٤۔

ترجمہ: حضرت ابواز ہرانماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت اپنی خوابگاہ کی طرف تشریف لے جاتے تو کہتے کہ میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سوتا ہوں۔ میں نے اپنی کروٹ اللہ کا نام لے کر رکھی۔ اے الٰہی! تو میرے لیے میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے شیطان کو دور کر دے اور میرے گروی کو چھڑا دے اور مجھ کو مجلس میں یعنی ملائکہ مقربین اور انبیاء کی مجلس میں بلند کر دے۔ اس کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں جو بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت مذکورہ دُعا پڑھا کرتے تھے اور گروی کا لفظ حدیث میں آیا ہے اور گروی سے مراد نفس ہے یعنی میرے نفس کو بندوں کے حقوق سے اور اپنے عقاب سے نجات دیدے اور میرے گناہ بخش دے۔

سوتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع دُعا

۲۸/۲۲۸۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَفَانِیْ وَاٰوَانِیْ وَاَطْعَمَنِیْ وَسَقَانِیْ وَالَّذِیْ مَنَّ عَلَیَّ فَاَفْضَلَ وَالَّذِیْ اَعْطَانِیْ فَاَجْزَلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ اَللّٰهُمَّ رَبَّ كُلِّ شَیْءٍ وَمَلِيْكَهٗ وَاِلٰهَ كُلِّ شَیْءٍ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ۔ (رواه ابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۱۳/٤ حدیث رقم ٥٠٥٨۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی خوابگاہ کی طرف رات کے وقت تشریف لے جاتے تو فرماتے سب تعریف خدا کے لیے ہے جس نے مجھ کو کفایت کیا یعنی مخلوق سے بے پروا کیا اور مجھ کو رہنے کے لئے مکان دیا' وہ سردی اور گرمی کو دور کرتا ہے پس اس نے بہت دیا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے بہر حال اے اللہ ہر چیز کے پروردگار اور اس کے مالک اور ہر چیز کے معبود میں تیرے ساتھ یعنی تجھ سے آگ سے پناہ مانگتا ہوں یعنی ان چیزوں سے جو عذاب ودوزخ کا باعث ہیں۔ اس کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ سوتے وقت بڑی جامع دُعا فرمایا کرتے تھے جو اوپر متن حدیث میں مذکور ہے۔

۲۹/۲۲۸۵ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ شَكَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا

اَنَامُ اللَّیْلَ مِنَ الْاَرَقِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِکَ فَقُلْ اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰاتِ السَّبْعِ وَمَا اَظَلَّتْ وَرَبَّ الْاَرْضِیْنَ وَمَا اَقَلَّتْ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنَ وَمَا اَضَلَّتْ کُنْ لِیْ جَارًا مِنْ شَرِّ خَلْقِکَ کُلِّھِمْ جَمِیْعًا اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیَّ اَحَدٌ مِنْھُمْ اَوْ اَنْ یَّبْغِیَ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث لیس اسنا دہ بالقوی والحکیم بن ظھیر الراوی قد ترک حدیثہ بعض اھل الحدیث)

اخرجہ الترمذی فی السنن ١٩٩/٥ حدیث رقم ٣٥٨٩۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی پس عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں تورات کو بے خوابی کی وجہ سے سو نہیں سکتا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تو اپنے سونے کی جگہ کی طرف جائے پس تو کہہ اے الٰہی! سات آسمانوں کے اور اس چیز کے جو سایہ کیے ہوئے ہیں آسمان پر پروردگار اور اے زمینوں کے پروردگار اور اس چیز کے کہ جس کو زمینیں اٹھا رہی ہیں یعنی مخلوقات اور اے شیطانوں کے پروردگار اور ان کے کہ جن کو شیطانوں نے گمراہ کیا ہے۔ یعنی جن وانس ہو میرے لیے پناہ دینے والا اپنی مخلوقات کی سب سے برائی سے اس سے کوئی مجھ پر کوئی زیادتی کرے ان میں سے یا ظلم کرے تیرا پناہ چاہنے والا غالب ہے اور تیری تعریف بہت بڑی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے مگر تو ہی ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا اور کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد قوی نہیں ہے اور حکیم بن ظہیر اس حدیث کے راوی ہیں تحقیق اس کی حدیث بعض محدثین نے چھوڑ دی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی شخص نے اپنی بے خوابی کی شکایت کی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو مذکورہ دُعا پڑھنے کا حکم صادر فرمایا حکم ساتھ خ کے زیر کے ساتھ ہے اور کاف کے ہے اور اصل نسخہ سید کے میں لیے ہے اور حاشیہ پر لکھا ہے کہ صواب حکم ہے اور حصن حصین میں ہے کہ یہ روایت کی طبرانی نے اوسط میں اور ابن ابی شیبہ نے۔ لیکن ان کی روایت میں بجائے اجمعین کے جمیعاً ہے اور یبغی کے یطغی ہے اور بجائے جل ثناؤک سے آخر تک وتبارک اسمك ہے پس اسی لفظ پر یہ دُعا پوری ہو جاتی ہے۔

الفصل الثالث:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو صبح کے وقت مذکورہ دُعا تلقین کیا کرتے تھے

٢٢٨٦/٣٠ عَنْ اَبِیْ مَالِکٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلْ اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ خَیْرَ ھٰذَا الْیَوْمِ فَتْحَہٗ وَنَصْرَہٗ وَنُوْرَہٗ وَبَرَکَتَہٗ وَھُدَاہُ وَاَعُوْذُبِکَ مَنْ شَرِّ مَا فِیْہِ وَمِنْ شَرِّ مَا بَعْدَہٗ ثُمَّ اِذَا اَمْسٰی فَلْیَقُلْ مِثْلَ ذٰلِکَ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجہ ابوداؤد ٣٢٢/٤ حدیث رقم ٥٠٨٤۔

ترجمہ: حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس وقت تم میں سے کوئی صبح کرے پس چاہیے کہ وہ کہے ہم نے اور ملک نے خالص اللہ کے واسطے صبح کی جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اے الٰہی! تحقیق میں تجھ سے اس دن کی کشائش سے بھلائی مانگتا ہوں یعنی میں مقصود اور اس کی مدد کو پہنچوں۔ یعنی اس دن میں میری

مدد کر۔ نفس اور شیطان اور دشمنوں پر غالب رہوں اور اس دن کا نور مانگتا ہوں یعنی علم و عمل کی اس میں توفیق ہو اور اس دن کی برکت مانگتا ہوں یعنی اس دن رزق حلال طیب ہاتھ لگے اور اس کی ہدایت یعنی عمل اور اعتقاد حق پر رہوں اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز کی برائی سے جو اس دن میں ہو اور اس چیز کی برائی سے جو اس کے پیچھے ہو پھر جب کہ شام کرے پس چاہئے کہ اسی کے مانند کہے۔ اس کو ابوداوُدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مذکورہ دُعا تلقین کیا کرتے تھے کہ جو شخص صبح کرے اس کو چاہیے کہ مذکورہ دُعا پڑھے اور شام کو بھی یہ دُعا پڑھے۔ تو بجائے اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ کے امسینا اور امسی الملك پڑھے اور هٰذَا الْيَوْم کی جگہ هذا الليلة اور مذکر ضمیروں کی جگہ مؤنث ضمیریں پڑھے یعنی ہ کی جگہ ها پڑھے۔

انسان کو عافیت مانگنی چاہیے

۳۱/۲۲۸۷ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ يَا اَبَتِ اَسْمَعُكَ تَقُوْلُ كُلَّ غَدَاةٍ اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ بَدَنِيْ اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ سَمْعِيْ اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ بَصَرِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ تُكَرِّرُهَا ثَلَاثًا حِيْنَ تُصْبِحُ وَثَلَاثًا حِيْنَ تُمْسِيْ فَقَالَ يَا بُنَيَّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْبِهِنَّ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَسْتَنَّ بِسُنَّتِهٖ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ٣٢٤/٤ حدیث رقم ٥٠٩٠۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کے واسطے کہا۔ اے میرے باپ میں نے تم کو کہتے ہوئے سنا کہ تم ہر روز کہتے ہو۔ اے الٰہی! مجھ کو میرے بدن میں عافیت دے۔ اے الٰہی! مجھ کو میری شنوائی (یعنی میری سماعت) میں عافیت دے۔ اے الٰہی! مجھ کو میری بینائی میں مدد دے۔ کوئی معبود نہیں ہے مگر تو ہی ہے تم اس کو تین مرتبہ صبح کے وقت اور تین مرتبہ شام کے وقت پڑھتے ہو۔ پس اس نے کہا اے میرے بیٹے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ ان کلمات کے ساتھ دعا مانگتے۔ پس میں پسند کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کروں۔ اس کو امام ابوداوُدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دُعا اور اعمال خیر کے کرنے میں اصل مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امر اور ان کی سنت کی اتباع کا بجالانا ہے نہ کہ عمل کی جزاء اور دعا کی قبولیت۔

صبح کے وقت کی دُعا

۳۲/۲۲۸۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصْبَحَ قَالَ اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْكِبْرِيَاءُ وَالْعَظْمَةُ لِلّٰهِ وَالْخَلْقُ وَالْاَمْرُ وَاللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَمَا سَكَنَ فِيْهِمَا لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوَّلَ هٰذَا النَّهَارِ صَلَاحًا وَاَوْسَطَهٗ نَجَاحًا وَاٰخِرَهٗ فَلَاحًا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

ذَكَرَهُ النَّوَوِيُّ فِي كِتَابِ الْاَذْكَارِ بِرِوَايَةِ ابْنِ السُّنِّي ۔

اخرجه النووی فی الاذکار ص ١٥٥ الحدیث رقم ١٩٢ وابن السنی فی عمل الیوم واللیلة ص ٢٣ الحدیث ٣٨۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کرتے تھے تو کہتے کہ میں نے اور ملک نے اللہ کے واسطے صبح کی اور تمام تعریفیں خدا کے واسطے ہیں اور ذات کی بزرگی اور صفات کی بزرگی خدا کے لیے ہے اور مخلوقات اور حکم اور رات اور دن اور جو رات میں آرام پکڑتے ہیں اور دن میں آرام پکڑتے ہیں۔ سب اللہ ہی کے لیے ہیں اور مخلوق و ملک اس کے ہیں۔ اے الٰہی! اس دن کے پہلے حصے کو نیکی کا سبب بنا دے۔ یعنی تیری طاعت میں خرچ کریں اور اس دن کے درمیان کو حاجات کے برآمد کا سبب بنا دے اور اس دن کے آخر کو نجات کا سبب بنا دے۔ اے سب رحم کرنے والوں میں سے بہت رحم کرنے والے! علامہ نووی نے یہ حدیث کتاب الاذکار میں ابن سنی کی روایت کے ساتھ نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بھی صبح کے وقت کی دُعا کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کو لفظ ارحم الراحمین پر اس لیے ختم کیا۔ کہ اس سے دُعا جلد قبول ہوتی ہے جیسے کہ ایک حدیث میں آیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں ابوامامہ سے بطریق مرفوع روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ اس پر متعین ہے وہ کہتا ہے ارحم الراحمین۔ پس جو شخص اس کو تین مرتبہ کہتا ہے تو اس کو فرشتہ کہتا ہے کہ ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض وقت میں یہ دُعا بھی پڑھا کرتے تھے

٢٢٨٩/٣٣ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اَصْبَحَ اَصْبَحْنَا عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَكَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ وَعَلٰى دِيْنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى مِلَّةِ اَبِيْنَا اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (رواه احمد والدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ٣٧٨/٢ حدیث رقم ٢٦٨٨۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت صبح کرتے تھے تو کہتے تھے ہم نے صبح کی دین اسلام کے اوپر اور کلمہ توحید پر وہ یہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اپنے نبی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر اور اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر جو باطل دین سے بیزار ہو کر دین حق کی جانب متوجہ تھے اور ابراہیم علیہ السلام مشرکوں میں سے نہ تھے۔ یہ احمدؒ اور دارمیؒ نے نقل کی۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے اپنے نبی کے دین پر...... اس لفظ کا ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کی طرف مبعوث تھے اور اپنی طرف بھی یا امت کی تعلیم کے لیے فرمایا۔

بَابُ الدَّعَوَاتِ فِی الْاَوْقَاتِ

مختلف اوقات کی دُعاؤں کا بیان

فائدہ: جواذ کار شارع علیہ السلام سے کسی وقت یا کسی حال میں وارد ہوئے ہیں مسنون ہیں ہر کسی کو ان کا بجالانا اگرچہ ایک بار ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے واسطے ضروری ہیں۔

الفصل الاول:

جماع کے وقت کی دُعا

۲۲۹۰/اعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّاْتِيَ اَهْلَهٗ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَاِنَّهٗ اَنْ يُّقَدَّرَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِيْ ذٰلِكَ لَمْ يَضُرُّهٗ شَيْطَانٌ اَبَدًا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ۳۳۵/٦۔ حديث رقم ۳۲۷۱۔ ومسلم في صحيحه ۱۰۵۸/۲۔ حديث رقم (۱۱٦۔ ۱۲۳٤) واخرجه ابوداؤد في السنن ۲٤۹/۲ حديث رقم ۲۱٦۱ والترمذي ۲۷۷/۲ حديث رقم ۹۸۔۱۔ وابن ماجه ٦۱۸/۱ حديث رقم ۱۹۱۹ والدارمي ۱۹۵/۲ حديث رقم ۲۲۱۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی یا لونڈی سے صحبت کرنے کا ارادہ کرے تو وہ کہے: اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں کہ اے الٰہی! تو ہم کو شیطان سے اور شیطان کو اس اولاد سے دور رکھ کہ جو تو ہم کو نصیب کرے۔ پس تحقیق شان یہ ہے اگر مقدر میں ہوا تو اس جماع سے مرد وعورت کو فرزند دے دیا جائے گا۔ شیطان اس کو کبھی ضرر نہیں پہنچائے گا۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیوی سے ہم بستری کے وقت دُعا پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے اور اس دُعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کو شیطان سے محفوظ رکھتا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ اکثر لوگ یہ پڑھتے اور اولاد ان کی شیطان کے تصرف سے محفوظ نہیں رہتی۔ جواب اس کا یہ ہے کہ ضرر کرنے سے مراد یہ ہے کہ شیطان اس کو کافر نہیں کرتا۔ پس اس میں خاتمہ بالخیر ہونے کی طرف اشارہ ہے یا یہ معنی ہیں کہ شیطان آسیب اور قرع وغیرہ سے ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ یعنی یا پھر ہاتھ پاؤں ٹیڑھے کرنے سے اور اس کی مانند اور علامہ جوزیؒ نے کہا ہے کہ شیطان ان کے دین پر مسلط نہیں ہوسکتا اور مضرت اس کے بیٹے کے حق میں ظاہر نہیں ہوتی بہ نسبت اس کے غیر کے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ضرر پہنچانے سے مراد یہ ہے کہ شیطان اس کو انگلی زور سے نہیں مارتا۔

فکر وغم کی شدت کے وقت مذکورہ دُعا پڑھنی چاہیے

۲/۲۲۹۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ عِنْدَ الْكَرْبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۱۴۵۔ حدیث رقم ۶۳۴۵۔ ومسلم فی صحیحه ۴/۲۰۹۲ حدیث رقم (۸۳۔ ۲۷۳۰) والترمذی فی السنن ۵/۱۵۹ حدیث رقم ۳۴۹۶ وابن ماجه ۲/۱۲۷۸ حدیث رقم ۳۸۸۳۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فکروغم کی شدت کے وقت ارشاد فرمایا: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے بزرگ و بردبار ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو بڑے عرش کا پروردگار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ آسمان وزمین اور بڑے عرش کا پروردگار ہے۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فکروغم کی شدت کے وقت مذکورہ دُعا پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے نجات مانگے۔

غصے کو دُور کرنے کا وظیفہ

۳/۲۲۹۲ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَهٗ جُلُوْسٌ وَاَحَدُهُمَا يَسُبُّ صَاحِبَهٗ مُغْضَبًا قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ لَاَ عْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ مِنَ الْغَضَبِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ فَقَالُوْا لِلرَّجُلِ اَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُوْلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّىْ لَسْتُ بِمَجْنُوْنٍ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۵۱۸۔ حدیث رقم ۶۱۱۵۔ واخرجه مسلم فی صحیحه ۴/۲۰۱۵ حدیث رقم (۱۹۔ ۲۶۱۰) وابوداؤد ۴/۲۴۸ حدیث رقم ۴۷۸۰۔ والترمذی فی السنن ۵/۱۶۷ حدیث رقم ۳۵۱۶۔ وأحمد المسند ۵/۲۴۰

ترجمہ: حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا دو شخصوں نے آپس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ایک دوسرے کو برا بھلا کہا اور ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ایک ان میں سے غصے میں بھرا ہوا اپنے ساتھی کو بہت برا کہتا تھا۔ تحقیق اس کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تحقیق میں البتہ ایک کلمہ جانتا ہوں۔ اگر اس کو کہے تو اس سے غصہ جاتا رہے وہ یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں۔ پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس شخص کو کہا کہ کیا تو وہ چیز نہیں سنتا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی؟ اس نے کہا میں دیوانہ نہیں ہوں۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ مذکورہ حدیث اس آیت سے نکالی گئی ہے: ﴿وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ (حٰم السجدة: ۳۶) اور میں دیوانہ نہیں ہوں۔ اس شخص کے علم میں یہ بات آئی کہ یہ کلمات تو اس شخص کو پڑھنے کے لئے بتائے جاتے ہیں جو دیوانہ ہو گیا ہو اور میں تو دیوانہ نہیں ہوں اس لئے مجھے ان کلمات کے پڑھنے کی کوئی حاجت نہیں۔ اسی بناء پر جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی جانب متوجہ کیا تو اس نے یہ جواب دیا کہ میں دیوانہ نہیں ہوں۔ حالانکہ وہ یہ نہ سمجھا کہ غصہ بھی شیطان کے بہکانے سے ہوتا ہے اور اس کو یہ مفید ہے اور

علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ وہ شخص منافق ہو یا بدخو گنواروں میں سے ہو۔

شیطان سے پناہ مانگو

٤/٢٢٩٣ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمْ صِیَاحَ الدِّیْکَةِ فَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّهَا رَأَتْ مَلَکًا وَاِذَا سَمِعْتُمْ نَهِیْقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ فَاِنَّهٗ رَاٰی شَیْطَانًا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٣٥٠/٦۔ حدیث رقم ٣٣٠٣۔ ومسلم فی صحیحه ٢٠٩٢/٤ حدیث رقم (٨٢۔ ٢٧٢٩)۔ واخرجه ابوداؤد ٣٢٧/٤ حدیث رقم ٥١٠٢۔ والترمذی فی السنن ١٧١/٥ حدیث رقم ٣٥٢٤۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم مرغوں کی آواز سنو۔ پس اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو۔ اس لیے تحقیق وہ فرشتے کو دیکھتے ہیں اور جب تم گدھے کی آواز سنو۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے شیطان مردود کی پناہ مانگو۔ اس لیے تحقیق وہ شیطان کو دیکھتا ہے اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جب مرغ بولتا ہے تو فرشتے کو دیکھ کر آواز دیتا ہے اس وقت تم دُعا کہو تا کہ وہ آمین کہے اور تمہارے لیے بخشش مانگے اور گدھے کی آواز سن کر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھو اس لیے کہ وہ شیطان کو دیکھ کر بولتا ہے اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نیکیوں کے آنے کے وقت رحمت اور برکت اترتی ہے اور ترقی ہے پس اس وقت دُعا کرنی مستحب ہے اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے غضب وعذاب کافروں پر نازل ہوتا ہے پس کفار کے پاس گزرتے وقت پناہ مانگنا مستحب ہے اس خوف کی وجہ سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کو ان کفار کا شر پہنچے۔

سفر کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا

٥/٢٢٩٤ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اسْتَوٰی عَلٰی بَعِیْرِهٖ خَارِجًا اِلَی السَّفَرِ کَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِلَنَا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَاِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِیْهِنَّ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٩٧٨/٢۔ حدیث رقم (٤٢٥۔ ١٣٤٢)۔ وابوداؤد فی السنن ٣٤/٣ حدیث رقم ٢٦٠٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کے لئے نکلتے اور اپنے اونٹ پر سوار ہو جاتے تو اللہ اکبر تین بار کہتے پھر یہ آیت پڑھتے۔ کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے کہ جس نے یہ سواری ہمارے لئے مطیع کر دی ہے اور ہم اس کے واسطے طاقت رکھنے والے نہیں ہیں اور ہم اپنے پروردگار کی طرف پھرنے والے ہیں اور اے الٰہی! تحقیق ہم تجھ سے اس سفر

میں ایسی نیکی' تقویٰ اور عمل کا سوال کرتے ہیں جس سے تو راضی ہو جائے۔ یعنی اے الٰہی! تو اس کو قبول کر لے ہم پر ہمارا سفر آسان کر دے اور ہمارے واسطے لپیٹ دے یعنی اس کی درازگی کو دور کر دے۔ اے الٰہی! تو ہی ہے سفر میں نگہبانی کرنے والا اور اہل میں خبر گیری کرنے والا۔ اے الٰہی! تحقیق میں سفر کی مشقت سے اور بری حالت کے دیکھنے سے یعنی اہل و مال میں نقصان دیکھنے سے پناہ مانگتا ہوں اور غمگین اور بری حالت سے پناہ مانگتا ہوں اور مال اور اہل اور اولاد میں برائی کے آنے سے پناہ مانگتا ہوں یعنی اس چیز سے پناہ مانگتا ہوں کہ سفر سے لوٹ کر آؤں تو اپنے اہل و مال میں نقصان دیکھوں اور رنج اٹھاؤں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے تو اس دعا میں ان الفاظ کے ساتھ اضافہ فرماتے کہ ہم سفر سے سلامتی کے ساتھ اپنے ہم وطنوں کی طرف پھرنے والے ہیں' توبہ کرنے والے ہیں اور بندگی کرنے والے ہیں اپنے پروردگار کی تعریف کرنے والے ہیں۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے وقت مذکورہ دُعا پڑھا کرتے تھے اور بہت سی چیزوں سے خصوصاً سفر کی مشقت سے اور بری چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر کی مشقتوں سے پناہ مانگا کرتے تھے

۶/۲۲۹۵ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَرْجِسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَفَرَ يَتَعَوَّذُ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِى الْاَهْلِ وَالْمَالِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ۹۷۹/۲ حديث رقم (۴۲۶۔ ۱۳۴۳)۔ والترمذى فى السنن ۱۶۱/۵ حديث رقم ۳۵۰۲۔ وابن ماجه ۱۲۷۹/۲ حديث رقم ۳۸۸۸۔ والدارمى فى السنن ۳۷۳/۲ حديث رقم ۲۶۷۲۔ واحمد فى المسند ۸۲/۵۔

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے تھے تو سفر کی مشقت سے اور بری حالت کے لوٹنے سے اور زیادتی کے بعد نقصان سے یعنی اعمال صالح اور اہل و مال میں نقصان سے اور مظلوم کی بددعا سے اور اہل و مال کی بری حالت دیکھنے سے پناہ مانگتے تھے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ مظلوم کی بددُعا سے پناہ مانگنی چاہیے حقیقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظلم سے پناہ مانگتے تھے کہ میں بھولے سے یا جان بوجھ کر کسی پر ظلم نہ کروں تا کہ مظلوم مجھ پر بددُعا نہ کرے۔

مکان میں داخل ہوتے وقت کی دُعا

۷/۲۲۹۶ وَعَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيْمٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ نَزَلَ مَنْزِلاً فَقَالَ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ لَمْ يَضُرَّهٗ شَیْءٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهٖ ذٰلِكَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ۲۰۸۰/۴ حديث رقم (۵۴۔ ۲۷۰۸)۔ وابوداؤد فى السنن ۱۳/۴ حديث رقم ۳۴۹۹۔ والترمذى فى السنن ۱۵۹/۵ حديث رقم ۳۴۹۹۔ وابن ماجه ۱۱۷۴/۲ حديث رقم ۳۵۴۷۔ والدارمى ۳۷۵/۲ حديث رقم ۲۶۸۰ واحمد فى المسند ۲۹۰/۲۔

ترجمہ: حضرت خولہ بنت حکیمؓ کی بیٹی سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' فرمایا کرتے تھے جو کسی مکان

میں اترے یعنی سفر میں ہو یا حضر میں پھر وہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے کلموں یعنی اسماء وصفات کے ساتھ اس چیز کی برائی سے جو اس نے پیدا کی' پناہ مانگتا ہوں اس کو کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی' یہاں تک کہ وہ اس منزل سے کوچ کرے۔ اس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے جب کوئی شخص مکان میں اترے تو مذکورہ دُعا پڑھے جب تک وہ اس منزل میں رہے گا اس کو کوئی چیز ضرر نہیں پہنچائے گی۔

بچھو کے ڈسنے کی دُعا

۸/۲۲۹۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَقِیْتُ مِنْ عَقْرَبٍ لَدَغَتْنِیْ لبَارِحَةَ قَالَ اَمَا لَوْ قُلْتَ حِیْنَ اَمْسَیْتَ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ تَضُرَّكَ ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۸۱/٤ حدیث رقم (۹۰۔ ۲۷۰)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے ایک بچھو سے ایذا پائی کہ اس نے مجھ کو گزشتہ رات میں کاٹا ہے۔ فرمایا خبردار ہو جاؤ۔ اگر تو اس وقت جب تو نے شام کی کہتا کہ میں اللہ تعالیٰ کے کلموں کے ساتھ اس چیز کی برائی سے کہ جو اس نے پیدا کی پناہ مانگتا ہوں' تو تجھ کو کوئی چیز ضرر نہ پہنچا سکتی۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی چیز کسی شخص کو رات کے وقت ایذا دے تو اس کو چاہیے کہ مذکورہ دُعا پڑھے اس کی برکت سے اس کو کوئی چیز تکلیف نہ دے سکے گی اور ترمذی شریف کی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے جو شخص اس کو شام کے وقت تین مرتبہ پڑھے اُس پر زہر بھی اثر نہیں کرتا یعنی اس رات میں کسی جانور کا زہر بھی اس پر اثر نہیں کرتا اور ایک روایت میں صبح کے وقت پڑھنے کا بھی آیا ہے۔ پس ایسا ہی فائدہ صبح کے وقت پڑھنے کا ہوتا ہے فرمایا دن کے وقت موذی چیز کے ضرر سے حفاظت ہوتی ہے اور معقل بن یسار صحابیؓ سے منقول ہے جو لوگ مذکورہ بالا دعا یعنی: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ ...... پڑھتے ہیں ان کا شمار متقین میں ہوتا ہے' اس لئے اُن پر ستر ہزار فرشتے بخشش کی دُعا کرتے ہیں اور اگر وہ مرتا ہے تو شہید مرتا ہے۔

سفر کی حالت میں سحری کے وقت اللہ عزوجل کی تعریف کرنا

۹/۲۲۹۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا كَانَ فِیْ سَفَرٍ وَاَسْحَرَ یَقُوْلُ سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَحُسْنِ بَلَائِهٖ عَلَیْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَاَفْضِلْ عَلَیْنَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۸٦/٤۔ حدیث رقم (٦٨۔ ۲۷۱۸)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم جس وقت سفر میں ہوتے تھے اور سحری کا وقت ہوتا تھا تو فرماتے

کہ سننے والے نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کو سن لیا جو میں نے کی اور اس کی نعمت کی خوبی کے اقرار کو جو میں نے کیا سن لیا۔ اے ہمارے رب! ہماری نگہبانی فرما اور ہم پر احسان فرما۔ ہم کلام الٰہی کے ساتھ آگ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ سفر کی حالت میں سحری کے وقت خدا کی تعریف کیا کرتے تھے اور اس کی نعمتوں کا اقرار کرتے اور اللہ کی مہربانیوں کا سوال کرتے اور اللہ تعالیٰ کی آگ سے پناہ مانگتے تھے۔

جہاد یا عمرہ سے واپس لوٹتے وقت کی دُعا

۱۰/۲۲۹۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ اَوْحَجٍّ اَوْعُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ مِنَ الْاَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيْرَاتٍ ثُمَّ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اٰيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦١٨/٣ حدیث رقم ١٧٩٧۔ ومسلم فی صحیحه ٩٨٠/٢ حدیث رقم (٤٢٨۔ ١٣٤٤)۔ وابوداؤد فی السنن ٨٨/٣ حدیث رقم ٢٧٧٠ والترمذی ٢١٣/٢ حدیث رقم ٩٥٧۔ واحمد فی المسند ٥/٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جس وقت جہاد سے یا حج سے یا عمرہ سے لوٹتے تو ہر بلند جگہ پر تین مرتبہ تکبیریں کہتے پھر کہتے کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہم وطن کی طرف پھرنے والے ہیں' توبہ کرنے والے ہیں' عبادت کرنے والے ہیں' یعنی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والے ہیں۔ اپنے پروردگار کے واسطے تعریف کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کیا ہے یعنی دین کو غالب کیا اور اپنے بندے کی مدد کی یعنی حضور ﷺ کی اور کفار کے گروہوں کو تنہا شکست دی۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ جب جنگ سے واپس لوٹتے تو مذکورہ دُعا پڑھا کرتے تھے اور غزوہ خندق کے موقع پر دس ہزار یا بارہ ہزار کفار قریظہ اور نضیر کے یہود کے علاوہ جمع ہو کر مدینہ پر چڑھ آئے تھے اور نبی کریم ﷺ سے لڑائی کا ارادہ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو اور ملائکہ کے لشکر کو ان پر متعین کر دیا اور ان کو ہلاک و برباد کر دیا۔

مشرکین کے خلاف بددُعا

۱۱/۲۳۰۰ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١٠٦/٦۔ حدیث رقم ٢٩٣٣۔ ومسلم فی صحیحه ١٣٦٣/٣ حدیث رقم (٢١۔ ١٧٤٢)۔

وابوداؤد فی السنن ۴۲/۳ حدیث رقم ۲۶۳۱۔ وابن ماجه فی السنن ۹۳۵/۲ حدیث رقم ۲۷۹۶۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے دن مشرکوں کے خلاف بددُعا کی۔ پس کہا اے الٰہی! کتاب اتارنے والے حساب کے لینے میں جلدی کرنے والے یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آدھے دن میں حساب لے لے گا۔ اے الٰہی! کافروں کے گروہ کو شکست دے دے۔ اے الٰہی! ان کو شکست دے اور ان کو ہلا دے۔ یعنی ان کو مقابلے میں ثابت قدم نہ رکھ۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے موقع پر کافروں اور مشرکوں کے خلاف بددُعا کی۔

۲۳۰۱/۱۲ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِىْ فَقَرَّبْنَا اِلَيْهِ طَعَامًا وَوَطْبَةً فَاَكَلَ مِنْهَا ثُمَّ اُتِىَ بِتَمْرٍ فَكَانَ يَاكُلُهُ وَيُلْقِى النَّوٰى بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ وَيَجْمَعُ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطٰى وَفِىْ رِوَايَةٍ فَجَعَلَ يُلْقِى النَّوٰى عَلٰى ظَهْرِ اِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطٰى ثُمَّ اُتِىَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَهٗ فَقَالَ اَبِىْ وَاَخَذَ بِلِجَامِ دَابَّتِهٖ اُدْعُ اللّٰهَ لَنَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۶۱۵/۳۔ حدیث رقم (۱۴۶۔ ۲۰۴۲) وابوداؤد فی السنن ۳۳۸۱۳ حدیث رقم ۳۷۲۹۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ کے پاس بطور مہمان کے تشریف لائے۔ پس ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا اور ایک مالیدہ جیسی چیز لے کر گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کھایا پھر خشک کھجور لائی گئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کھاتے اور گٹھلی دونوں انگلیوں کے درمیان میں ڈالتے اور اپنی شہادت کی اُنگلی اور درمیان کی انگلی کو اکٹھا کرتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی لایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا۔ پھر میرے باپ نے اس حال میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانور کی لگام پکڑے ہوئے تھے کہنے لگے اے اللہ کے رسول! میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے الٰہی! تو برکت دے ان کے لیے اس چیز میں کہ جو تو نے ان کو روزی دی ہے اور ان کی بخشش فرما اور ان پر رحم کر دے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں انگلیوں کے درمیان گٹھلیاں ڈالتے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ دونوں انگلیوں کی پیٹھ پر ڈالتے تھے ان میں تطبیق اس طرح سے ہے کہ کبھی اس طرح ڈالتے ہونگے اور کبھی اس طرح ڈالتے ہونگے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے۔ اکابر اور مہمان کی سواری کی رکاب اور لگام کا پکڑنا ازراہِ تواضع اور خاطرداری کے لیے اور اسی طرح دروازے تک مہمان کے ساتھ جانا مسنون ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ضیافت کرنے والے کے لیے مسنون ہے کہ مہمان سے دُعا کا مطالبہ کرے اور یہ بھی مسنون ہے کہ ضیافت کرنے والے کے لیے دُعا کرے۔

الفصل الثانی:

چاند دیکھتے وقت کی دُعا

۱۳/۲۳۰۲ عَنْ طَلْحَةَ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ۔(رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ١٦٧/٥ حديث رقم ٣٥١٥۔ والدارمی ٧/٢ حديث رقم ١٦٨٧۔ واحمد فی المسند ١٦٢/١۔

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت چاند کو دیکھتے تو کہتے اے الٰہی! تو چاند کو ہم پر امن و ایمان اور سلامتی کے اور سلام کے ساتھ نکال اور (چاند کو کہتے ہیں کہ) میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب چاند دیکھتے تو یہ مذکورہ دُعا پڑھتے تھے۔ ہلال پہلی اور دوسری اور تیسری رات کے چاند کو کہتے ہیں اس کے بعد قمر کہلاتا ہے پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاند دیکھتے تو دُعا مذکورہ پڑھتے اس کا حاصل یہ ہے کہ اے الٰہی! اس مہینے میں ہم باامن و ایمان اور سلامتی کے ساتھ رہیں۔ تمام آفات سے محفوظ اور اسلام کے احکام پر مستقیم رہیں اور اس کے بعد چاند کو خطاب کر کے فرماتے کہ میرا اور تیرا رب اللہ ہے اس حدیث میں چاند اور سورج کے پوجنے والوں کے لیے رَد موجود ہے جو چاند اور سورج کو رب سمجھتے ہیں۔

مصیبت زدہ کو دیکھ کر مذکورہ دُعا پڑھنی چاہیے

۱۴/۲۳۰۳ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ رَجُلٍ رَأَى مُبْتَلًا فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا اِلَّا لَمْ يُصِبْهُ ذٰلِكَ الْبَلَاءُ كَائِنًا مَا كَانَ ۔ (رواه الترمذی ورواه ابن ماجة عن ابن عمرو قال الترمذی هذا حديث غريب وعمرو بن دينار الراوی ليس بالقوی)

اخرجه الترمذی فی السنن ١٥٧/٥ حديث رقم ٣٤٩٢۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے دونوں نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ مبتلائے بلا کو دیکھے پھر وہ کہے سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے مجھ کو اس چیز سے بچایا کہ اس نے تجھ کو اس کے ساتھ گرفتار کر دیا اور بہتوں پر مجھ کو عزت بخشی' دنیا کی بزرگی ان کو بخشی مگر اس کو آزمائش نہیں پہنچتی۔ اس کو امام ترمذیؒ نے اور ابن ماجہؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور عمرو بن دینار راوی قوی نہیں ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص مبتلائے بلا کو دیکھے تو یہ دُعا پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ ...... تفضیلاً کے لفظ تک پڑھتا ہے تو وہ اس بلا میں گرفتار نہیں ہوتا اور بلا عام ہے خواہ بدنی ہو' برص کی طرح اور جزام اور اندھے ہونے کے اور

ان کے علاوہ اور خواہ بلائے دنیوی ہو۔ مال وجاہ کے حاصل کرنے کی طرح اور خواہ وہ بلائے دینی ہو فسق اور ظلم کی طرح بدعت اور کفر کی طرح غرضیکہ ہر طرح کے مبتلائے بلا کو دیکھ کر یہ دُعا پڑھے۔ لیکن علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص مبتلائے بیماری کو دیکھے تو چپکے سے اس دُعا کو پڑھے اور آزردہ نہ ہو۔ یعنی پریشان نہ ہو اگر گناہ میں یا دنیا میں کسی کو مبتلا دیکھے تو پکار کر پڑھے تاکہ وہ باز رہے اور اگر دیکھے کہ پکار کر پڑھنے میں فساد ہوتا ہے تو اس کو دیکھ کر چپکے سے پڑھے۔

بازار میں داخل ہونے کی دُعا

۲۳۰۴/۱۵ وَعَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ دَخَلَ السُّوْقَ فَقَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَۃٍ وَمَحٰی عَنْہُ اَلْفَ اَلْفِ سَیِّئَۃٍ وَرَفَعَ لَہٗ اَلْفَ اَلْفِ دَرَجَۃٍ وَبَنٰی لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ وقال الترمذی ھذا حدیث غریب وفی شرح السنۃ من قال فی سوق جامع یباع فیہ بدل من دخل السوق)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۱۵۵/۵ حدیث رقم ۳۴۸۸۔ وابن ماجہ ۷۵۲/۲ حدیث رقم ۲۲۳۵۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بازار میں داخل ہوا اور وہ کہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اس کے لیے تعریف ہے وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے مرے گا نہیں اسی کے ہاتھ میں خیر ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور اس سے دس لاکھ برائیاں دور کرتا ہے اور اس کے لیے دس لاکھ درجے بلند کرتا ہے اور اس کے لیے بہشت میں گھر بناتا ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور ابن ماجہؒ اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ حدیث غریب ہے اور شرح السنۃ میں ہے کہ جو شخص **من دخل السوق** (جو شخص بازار میں پہنچ کر) کے بدلے **من قال فی سوق جامع یباع فیہ** (جو شخص بازار میں جہاں چیزوں کی خرید وفروخت ہوتی ہے یہ دعا پڑھے) اس کی اکثر چیزیں بکتی ہیں۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بازار میں داخل ہونے کی دُعا کا ذکر ہے جو شخص مذکورہ دُعا پڑھے گا اس کو دس لاکھ نیکیاں ملیں گی اور دس لاکھ برائیاں دور ہوں گی اور دس لاکھ درجے بلند ہونگے اور جنت میں اس کا گھر بنے گا اتنے ثواب کا سبب یہ ہے کہ بازار غفلت اور جھوٹی قسموں کی جگہ ہے اور شیطانوں کی بادشاہت کی جگہ ہے۔ ایسے مقامات پر اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا بڑا ثواب ملتا ہے۔

جنت کا داخلہ پوری نعمت ہے

۲۳۰۵/۱۶ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یَدْعُوْ یَقُوْلُ اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ تَمَامَ النِّعْمَۃِ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ تَمَامُ النِّعْمَۃِ قَالَ دَعْوَۃٌ اَرْجُوْبِھَا خَیْرًا فَقَالَ اِنَّ مِنْ تَمَامِ النِّعْمَۃِ دُخُوْلَ الْجَنَّۃِ

وَالْفَوْزَ مِنَ النَّارِ وَسَمِعَ رَجُلاً يَقُوْلُ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ فَقَالَ قَدِ اسْتُجِيْبَ لَكَ فَسَلْ وَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلاً وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ الصَّبْرَ فَقَالَ سَئَلْتَ اللّٰهَ الْبَلَاءَ فَسَلْهُ الْعَافِيَةَ۔

(رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۰۲/۵ حدیث رقم ۳۵۹۵۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعا مانگتے ہوئے سنا وہ کہتا ہے اے الٰہی! تحقیق میں تجھ سے پوری نعمت مانگتا ہوں۔ پس فرمایا پوری نعمت کیا چیز ہے؟ پس اس شخص نے کہا میں اس دعا کے ساتھ بہت زیادہ مال کی امید رکھتا ہوں۔ تحقیق پوری نعمت جنت میں داخل ہونا ہے اور دوزخ سے نجات پانا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ اے صاحب بزرگی اور بخشش کرنے والے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق تیری دُعا قبول کی گئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ وہ کہہ رہا ہے اے الٰہی! تحقیق میں تجھ سے صبر مانگتا ہوں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تو نے اللہ سے بلا مانگی۔ پس اس سے عافیت مانگ۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ شخص دنیا کی نعمت کو پوری سمجھ کر اس کی دُعا مانگ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ فانی ہے پوری نعمت جنت میں داخل ہونا ہے اور دوزخ سے نجات پانا ہے اور تو نے بلا مانگی۔ یعنی اس لیے کے صبر بلا پر ہوتا ہے پس عافیت مانگو۔ کہ وہ سب بلا اور آفتوں سے محفوظ رکھے گا کہ بلا بری چیز ہے نہیں مانگنی چاہیے اور اگر بلا نازل ہو جائے تو صبر کرے۔

مجلس سے اُٹھتے وقت کی دُعا

۲۳۰۶/۷ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا فَكَثُرَ فِيْهِ لَغَطُهُ فَقَالَ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْمَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ اِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا كَانَ فِيْ مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ۔ (رواہ الترمذی والبیھقی فی الدعوات الکبیر)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۵۸/۵ حدیث رقم ۳۴۹۴۔ واحمد فی المسند ۴۵۰/۳۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص ایک جگہ پر بیٹھا ہوا اور اس میں بے فائدہ باتیں بہت زیادہ ہوں پھر وہ اٹھنے سے پہلے کہے اے الٰہی! تو پاک ہے اور تیری پاکی تیری تعریف کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا سوا کوئی معبود نہیں ہے میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور میں تجھ سے توبہ کرتا ہوں مگر یہ کہ اس کے لیے بخشش کی جاتی ہے جو اس مجلس میں ہو۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور بیہقی نے دعوات کبیر میں۔

تشریح: اس حدیث پاک میں مجلس سے اٹھتے وقت کے آداب بیان کیے گئے ہیں جو شخص مجلس میں بیٹھے اور اس میں بے فائدہ باتیں ہو رہی ہوں اور اگر اٹھتے وقت مذکورہ دُعا پڑھ لے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرما دیتے ہیں حدیث میں لفظ سے مراد یہاں وہ کلام ہے کہ جس سے وہ گناہ گار ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ لفظ کے معنی ہے بے فائدہ کلام اور اس دُعا کو کفارۃ المجلس کہتے ہیں۔

سواری پر سوار ہوتے وقت کی دُعا

۱۸/۲۳۰۷ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهُ اُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى ظَهْرِهَا قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثًا وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثَلَاثًا سُبْحَانَكَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ثُمَّ ضَحِكَ فَقِيْلَ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ كَمَا صَنَعْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ يَقُوْلُ اللّٰهُ يَعْلَمُ اَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ غَيْرِيْ۔ (رواه احمد والترمذی وابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳/۳۴ حدیث رقم ۲۶۰۲۔ والترمذی ۱٦٤/۵ حدیث رقم ۳۵۱۱۔ واحمد فی المسند ۹۷/۱۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس جانور حاضر کیا گیا کہ وہ اس پر سوار ہو جائیں جب انہوں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو بسم اللہ کہا۔ پس جب کہ اس کی پیٹھ پر چڑھ گئے تو الحمد للہ کہا۔ یعنی سواری کی نعمتوں اور اس کے علاوہ کی بھی نعمتوں پر اللہ کا شکر ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ پاک ہے وہ ذات ہے کہ اس نے اس جانور کو ہمارے واسطے تابعدار کیا اور ہم اس کے واسطے طاقت رکھنے والے نہ تھے اور تحقیق ہم اپنے پروردگار کی طرف پھیرنے والے ہیں پھر تین بار الحمد للہ کہا اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہا تو پاک ہے میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے' پس میرے لیے بخشش کر دے۔ پس تحقیق تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخشا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنسے۔ پوچھا گیا کہ اے امیر المؤمنین آپ کس بات پر ہنسے؟ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ انہوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ میں نے کیا۔ پھر میں نے پوچھا تھا کہ اے اللہ کے رسولؐ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز سے ہنسے؟ فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے راضی ہوتا ہے پس جب وہ کہتا ہے اے میرے پروردگار! میرے واسطے میرے گناہ بخش دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا بندہ جانتا ہے کہ میرے علاوہ کوئی گناہ نہیں بخشا۔ اس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے جب کوئی شخص سواری پر سوار ہو تو مذکورہ دُعا پڑھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے راضی ہونے سے ہنسے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی وجہ سے ہنسے۔

مسافر کو رخصت کرنا مسنون عمل ہے

۱۹/۲۳۰۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَدَّعَ رَجُلًا اَخَذَ بِيَدِهٖ فَلَا يَدَعُهَا حَتّٰى يَكُوْنَ الرَّجُلُ هُوَ يَدَعُ يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْلُ اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَاٰخِرَ عَمَلِكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِيْ رِوَايَتِهِمَا لَمْ يَذْكُرُوْا اٰخِرَ عَمَلِكَ۔

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳/۳۴ حدیث رقم ۲٦۰۰۔ والترمذی ۱٦۲/۵ حدیث رقم ۳۵۰۵۔ وابن ماجه ۹٤۳/۲ حدیث

رقم ٢٨٢٦۔ واحمد فی المسند ٧/٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کسی شخص کو رخصت کرتے تھے تو یعنی مسافر کا ہاتھ پکڑتے تھے پس اس کے ہاتھ کو نہ چھوڑتے تھے یہاں تک کہ وہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو چھوڑتا یعنی یہ حسن خلق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کی وجہ سے تھا اور فرماتے تھے کہ میں نے اللہ کو تیرا دین اور تیری امانت سونپی یعنی میں اللہ تعالیٰ سے تیرے لئے حفاظت دین اور تیری امانت اور تیرا آخری عمل یعنی خاتمہ بخیر طلب کرتا ہوں اور ایک روایت میں خواتیم عملک کے بجائے آخر عملک کے الفاظ ہیں یعنی تیرے آخری عمل بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں' مطلب وہی تھا جو پہلے جملے کا تھا۔ اس کو امام ترمذیؒ، ابوداؤد، ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے اور ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ کی روایت میں آخر میں عملك کا لفظ نہیں ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ امانت سے مراد اموال ہیں کہ جو وہ لوگوں کے ساتھ لین دین کرتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ امانت سے مراد اہل و اولاد ہیں کہ جو گھر میں چھوڑ کر چل بسا۔

مسافر کو الوداع کرنے کا طریقہ

٢٣٠٩/٢٠ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ الْخَطْمِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّسْتَوْدِعَ الْجَيْشَ قَالَ اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَاَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ اَعْمَالِكُمْ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ٣٤/٣ حدیث رقم ٢٦٠١۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ خطمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت لشکر کو رخصت کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو فرماتے میں نے اللہ تعالیٰ کو تمہارا دین' تمہاری امانت اور تمہارے آخری اعمال سونپے۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مسافر یا لشکر کو الوداع کرتے تو مذکورہ الفاظ پڑھ کر اس کے لیے دُعا فرماتے اور اس کو رخصت کرتے اور اس کو اللہ کے سپرد کرتے۔

اپنے اکابرین سے دُعا کروانے کا ثبوت

٢٣١٠/٢١ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُرِيْدُ سَفَرًا فَزَوِّدْنِيْ فَقَالَ زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى قَالَ زِدْنِيْ قَالَ وَغَفَرَ ذَنْبَكَ قَالَ زِدْنِيْ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ قَالَ وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُ مَا كُنْتَ۔ (رواہ الترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ١٦٣/٥ حدیث رقم ٣٥٠٧۔ والدارمی ٣٧٢/٢ حدیث رقم ٢٦٧١۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہنے لگا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں پس مجھ کو تحفہ دیجئے یعنی میرے لئے دُعا کیجئے کہ اس کی برکت میرے سفر میں توشے کی طرح ہو۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ کو تقویٰ کا توشہ دے یعنی پرہیزگاری نصیب کرے کہ وہ آخرت کا توشہ ہے اس

نے کہا کہ میرے لیے زیادہ دُعا کرو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تیرے گناہ بخشے اس نے کہا کہ میرے لیے اور زیادہ دُعا کیجئے۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے دین و دنیا کی خیر میں تمہارے لیے آسانی پیدا فرمائے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے بڑوں سے دُعا کروانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جیسے ایک صحابیؓ نے سفر پر جاتے ہوئے آپ ﷺ سے دُعا کروائی اور آپ ﷺ نے اس کے دین و دنیا کی بھلائی کی دُعا فرمائی۔

مسافر کو نصیحت کرنا مسنون ہے

۲۲/۲۳۱۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُسَافِرَ فَاَوْصِنِیْ قَالَ عَلَیْكَ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَالتَّكْبِیْرِ عَلٰی كُلِّ شَرَفٍ فَلَمَّا وَلَّی الرَّجُلُ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَطْوِلَهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَیْهِ السَّفَرَ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۶۳/۵ حدیث رقم ۳۵۰۸۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں پس مجھ کو نصیحت فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے اوپر خدا کا تقویٰ لازم کرو اور ہر بلند جگہ پر اللہ اکبر کہو پس جب اس شخص نے پشت پھیری تو آپ ﷺ نے اس کے لیے دُعا کی اے الٰہی! تو اس کے لیے سفر کی دوری کو لپیٹ دے یعنی لمبی مسافت کو نزدیک کر دینے کی وجہ سے سفر کی مشقت کو دور کر دے اور اس پر سفر آسان کر دے یعنی سفر کے تمام امور اس پر آسان کر دے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے مسافر کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اپنے اوپر تقویٰ کو لازم کر لو۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور شرک اور گناہ کو ترک کر دو اور مشتبہات کو اور ان چیزوں کو جو حاجت سے زیادہ ہوں اور غفلت کو اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کے خوف کے ور خدا کے علاوہ پر اعتماد کرنے کو ترک کر دو۔

تکلیف دینے والی چیزوں سے پناہ مانگنا

۲۳/۲۳۱۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَفَرَ فَاَقْبَلَ اللَّیْلُ قَالَ یَا اَرْضُ رَبِّیْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِیْكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِیْكِ وَشَرِّ مَا یَدُبُّ عَلَیْكِ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَسَدٍ وَاَسْوَدٍ وَمِنَ الْحَیَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۴/۳ حدیث رقم ۲۶۰۳۔ واحمد فی المسند ۱۳۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رات آتی تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے۔ اے زمین تیرا پروردگار اور میرا پروردگار اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تیری برائی سے پناہ مانگتا ہوں یعنی جو کہ تیری ذات میں برائی ہے مثل خسف وغیرہ یا اس چیز کی برائی سے جو تجھ میں ہے یعنی پانی یا کوئی ایسی بوٹی جو زمین سے پیدا ہو اور ہلاک کر دے میں اس سے بھی پناہ مانگتا

ہوں اور اس چیز کی برائی سے کہ تجھ میں یعنی زہریلے جانور اور ہلاک کرنے والی چیزیں اور اس چیز کی برائی سے کہ جو تجھ پر چلتی پھرتی ہیں یعنی حشرات الارض اور حیوانات کہ ضرر پہنچاتے ہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے شیر' کالے سانپ' ہر طرح کے سانپ' بچھو اور شہر میں رہنے والوں کی برائی سے یعنی آدمیوں کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد جن ہیں کہ ہر شہر ہر زمین میں رہتے ہیں اور جننے والے کی برائی سے اور اس چیز کی برائی سے کہ جنا گیا یعنی ابلیس کے شر سے اور اس کی اولاد سے یا ہر جننے والی کے شر سے اور اس کی اولاد سے میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ تکلیف دینے والی چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ مثلاً سانپ' بچھو اور زہریلے جانور وغیرہ جو ہلاکت کا باعث ہو سکتے ہیں۔

جہاد کے موقع پر آپ ﷺ کی دُعا

۲۴/۲۳۱۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا غَزَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَضُدِىْ وَنَصِيْرِىْ بِكَ اَحُوْلُ وَبِكَ اَصُوْلُ وَبِكَ اُقَاتِلُ ۔ (رواه الترمذی وابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۴۲/۳ حدیث رقم ۲۶۲۲۔ واحمد فی المسند ۱۸٤/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب جہاد کرتے تھے تو کہتے تھے اے الٰہی! تو معتمد علیہ میرا ہے یعنی تجھ پر میرا ہر امر میں بھروسہ ہے اور تو میرا پروردگار ہے' تیری قوت کے ساتھ میں کفار کے مکر کو دفع کرنے کا حیلہ کرتا ہوں اور تیری قوت کے ساتھ دین کے دشمنوں پر حملہ کرتا ہوں اور تیری مدد کے ساتھ دشمنانِ دین سے لڑتا ہوں۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں جہاد کے موقع پر آپ ﷺ جو دُعا فرمایا کرتے تھے اس کا ذکر ہے۔

دشمن سے خوف کے وقت کی دُعا

۲۵/۲۳۱۴ وَعَنْ اَبِىْ مُوْسٰى اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِىْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔ (رواه احمد وابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۸۹/۲ حدیث رقم ۱۵۷۳۔ واحمد فی المسند ٤١٤/٤۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم ﷺ کو جس وقت کسی قوم سے اندیشہ ہوتا تو کہتے اے الٰہی! تحقیق ہم تجھ کو کفار کے مقابل کرتے ہیں یعنی تجھ سے مدد مانگتے ہیں کہ تو ان کے شر کو ہم سے دفع کر دے اور ہمارے اور ان کے درمیان حائل ہو جا اور ہم تیرے ساتھ ان کی برائی سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس کو امام احمد اور ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حصن حصین میں لکھا ہے کہ جو شخص دشمن سے ڈرے یا اور کسی سے تو سورۃ قریش کا پڑھنا ہر برائی سے امان

ہے اور یہ مجرب عمل ہے۔

گھر سے نکلتے وقت کی مسنون دُعا

۲۶/۲۳۱۵ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِهٖ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ نَزِلَّ اَوْنَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْنَجْهَلَ اَوْیُجْهَلَ عَلَیْنَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنِّسَائِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ دَاوٗدَ وَابْنِ مَاجَةَ قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ مَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَیْتِیْ قَطُّ اِلَّا رَفَعَ طَرْفَهٗ اِلَی السَّمَاءِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اُضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْاُظْلَمَ اَوْاَجْهِلَ اَوْیُجْهَلَ عَلَیَّ۔

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۲۵/٤ حدیث رقم ۵۰۹۵۔ والترمذی ۱۵٤/۵ حدیث رقم ۳٤۸۷۔ وابن ماجه ۱۲۷۸/۲ حدیث رقم ۳۸۸٤۔ واحمد فی المسند ۳۰٦/٦۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت اپنے گھر سے نکلتے تو کہتے میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ نکلتا ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔ اے الٰہی! تحقیق ہم پناہ مانگتے ہیں تیرے ساتھ اس سے کہ ہم پھسلیں یعنی بغیر قصد کے گناہ کریں یا گمراہ ہو جائیں۔ یعنی قصداً گناہ کریں یا ظلم کریں یا ظلم کیے جائیں یا ہم جہالت برتیں یا ہم پر جہالت کی جائے۔ اس کو امام احمد، ترمذیؒ اور نسائیؒ نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوداؤد کی روایت میں ہے اور ابن ماجہ کی روایت میں یوں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی میرے گھر سے نکلتے تو آسمان کی جانب نگاہ اٹھاتے اور فرماتے اے الٰہی! تحقیق میں پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ کہ میں گمراہ کیا جاؤں یعنی کوئی مجھے گمراہ کردے یا ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں یا جہالت کروں یا جہالت مجھ پر کی جائے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر سے نکلتے تو مذکورہ دُعا پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول مبارک تھا۔

گھر سے نکلتے وقت جامع دعا

۲۷/۲۳۱۶ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ الرَّجُلُ مِنْ بَیْتِهٖ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ یُقَالُ لَهٗ حِیْنَئِذٍ هُدِیْتَ وَکُفِیْتَ وَوُقِیْتَ فَیَتَنَحّٰی لَهُ الشَّیْطَانُ وَیَقُوْلُ شَیْطَانٌ اٰخَرُ کَیْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هُدِیَ وَکُفِیَ وَوُقِیَ۔

(رواه ابو داود وروی الترمذی الی قوله له الشیطان)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۲۵/٤ حدیث رقم ۵۰۹۵۔ والترمذی ۱۵٤/۵ حدیث رقم ۳٤۸٦ وابن ماجه ۱۲۷۸/۲ حدیث رقم ۳۸۸٦۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص اپنے گھر سے نکلے پھر وہ کہے میں

اللہ کا نام لے کر گھر سے نکلتا ہوں میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اللہ تعالیٰ کی مدد کے سوا میں گناہوں سے نہیں رک سکتا اور عبادت پر قوت نہیں رکھ سکتا۔ کہتے ہیں کہ اس کے لیے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ اے اللہ کے بندے! تجھے راہ راست دکھائی گئی اور تو جمیع مہمات میں کفایت کیا گیا اور تو سب برائیوں سے محفوظ رہا۔ پس شیطان اس سے کنارے ہو جاتا ہے (یعنی ایک طرف ہو جاتا ہے) اور دوسرا شیطان کہتا ہے یعنی اس شیطان کی تسلی کے لیے کہ تجھ کو اس شخص پر تسلط اور تعرض کیسے میسر ہوگا کہ تحقیق وہ ہدایت کیا گیا اور کفایت کیا گیا اور سب برائیوں سے محفوظ رہا اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے لفظ: لَهُ الشَّيْطَانُ تک ابن سنی کی کتاب میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح ۞ ① حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کونسی چیز منع کرتی ہے اس دُعا کے پڑھنے سے جس وقت تم میں سے اس پر امر مشیت تنگ ہو جس وقت وہ گھر پر ہو۔

② **بسم الله على نفسي ومالي وديني اللّٰهم رضني بقضائك وبارك لي فيما قدرت لي حتى لا احب تعجيل مااخرت ولا تاخير ماعجلت۔** یہ روایت کتاب الاذکار امام نووی کی ہے اور ابن ماجہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے گھر سے نماز کے لیے نکلے پس وہ کہے: **اللّٰهم انى اسئلك بحق ممشای هذا فانی لم اخرج كثيرًا ولا بطرًا ولا رياءً ولا سمعةً وخرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك فاسئلك ان تعيذني من النار وان تغفرلي ذنوبي فانه لا يغفر الذنوب الا انت۔** اس دُعا کے پڑھنے والے کی طرف اللہ تعالیٰ بذات خود متوجہ ہوتا ہے اور اس کے لیے ستر ہزار فرشتے دُعا کرتے ہیں۔

اس حدیث پاک میں گھر سے نکلتے وقت کی دُعا کا ذکر ہے۔ راہ راست دکھایا گیا یعنی تو نے جو خدا کا نام لیا اور اس پر توکل کیا اور لاحول پڑھی یعنی اپنے کو عاجز جانا اور تو نے راہِ راست پائی اس لیے کہ راہ راست یہی ہے کہ بندہ یادِ الٰہی میں رہے اور اپنے کام اس کے سپرد کرے۔

گھر میں داخل ہونے کی دُعا

۲۳۱۷/۲۸ وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَلَجَ الرَّجُلُ بَيْتَهٗ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلِجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا ثُمَّ لِيُسَلِّمْ عَلٰی اَهْلِهٖ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۲۵/٤ حدیث رقم ۳٤۸٦۔

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہو پس چاہیے کہ وہ کہے: الٰہی! تحقیق میں تجھ سے داخل ہونے کی بھلائی مانگتا ہوں یعنی آنا اور نکلنا بھلائی کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ہم داخل ہوتے ہیں اور اللہ ہمارا ربّ ہے۔ ہم نے اسی پر بھروسہ کیا پھر اپنے اہل کو سلام کرے۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: حصن حصین میں یہ دُعا ابوداوُدؒ سے نقل کیا گئی ہے اس میں وَلَجْنَا کے لفظ کے بعد بسم اللّٰہ خرجنا بھی ہے پھر اس میں بھی یعنی ابوداوُد میں جو دیکھا اس میں بھی یہ جملہ موجود ہے پس مؤلف مشکوٰۃ یا اس کا کاتب اس جملے کو لکھنا بھول گئے ہونگے۔ پھر اپنے اہل کو سلام کرے۔ علماء نے لکھا ہے اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو بھی ملائکہ کی نیت کے ساتھ سلام کرے۔ وہاں اس طرح لکھا ہوا ہے: السلام علی عباداللّٰہ الصالحین۔ مؤلف۔

نکاح کے وقت مبارکباد دینا مسنون ہے

۲۳۱۸/۲۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا رَفَّاَ الْاِنْسَانَ اِذَا تَزَوَّجَ قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَیْكُمَا وَجَمَعَ بَیْنَكُمَا فِیْ خَیْرٍ۔ (رواه احمد والترمذی وابوداود وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲/۲۴۱ حدیث رقم ۲۱۳۰۔ والترمذی ۲/۲۷۶ حدیث رقم ۱۰۹۷۔ والدارمی ۲/۱۸۰ حدیث رقم ۲۱۷۳۔ وابن ماجه ۱/۶۱۴ حدیث رقم ۱۹۰۵۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کسی آدمی کو نکاح کے وقت دُعا دیتے یعنی دُعا کا ارادہ کرتے تو کہتے: اللہ تعالیٰ تیرے واسطے برکت دے اور تم دونوں کو برکت دے یعنی میاں بیوی کو یعنی تم پر رحمت ہو اور رزق اور اولاد بہت ہو اور اللہ تمہارے درمیان بھلائی کو جمع کرے یعنی طاعت کرتے رہو اور صحت اور عافیت سے رہو اور آپس میں اچھا سلوک کرو اور تمہاری اولاد نیک ہو۔ اس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا بیان کیا گیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو نکاح کے وقت مبارک باد دیتے تو مذکورہ الفاظ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو خیر و برکت سے نوازے صحت اور عافیت سے رہو۔ آپس میں اتحاد و اتفاق سے زندگی بسر کرو۔

اپنے اہل والوں کے لیے خیر و برکت کی دُعا کرنا

۲۳۱۹/۳۰ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَزَوَّجَ اَحَدُكُمْ اِمْرَاَةً اَوِاشْتَرٰی خَادِمًا فَلْیَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ خَیْرَهَا وَخَیْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَیْهِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّمَا جَبَلْتَهَا عَلَیْهِ وَاِذَا اشْتَرٰی بَعِیْرًا فَلْیَاْخُذْ بِذِرْوَةِ سَنَامِهٖ وَلْیَقُلْ مِثْلَ ذٰلِكَ وَفِیْ رِوَایَةٍ فِی الْمَرْاَةِ وَالْخَادِمِ ثُمَّ لِیَاْخُذْبِنَا صِیَتِهَا وَلْیَدْعُ بِالْبَرَكَةِ۔ (رواه ابوداود وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲/۲۴۸ حدیث رقم ۲۱۶۰۔ وابن ماجه ۱/۶۱۷ حدیث رقم ۱۹۱۸۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اپنے باپ یعنی شعیب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا اور انہوں نے اپنے دادا یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور عبداللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ فرمایا جس وقت تم میں سے کوئی کسی عورت سے نکاح کرے یا بردہ (غلام) خریدے پس اس کو چاہیے کہ وہ کہے اے الٰہی!! تحقیق میں تجھ سے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں یعنی اس کی ذات کی بھلائی کا اور اس چیز کی بھلائی کا جس کو تو نے اس میں پیدا کیا یعنی اچھے اخلاق اور میں

تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس کی برائی سے اور اس چیز کی برائی سے کہ جو تو نے پیدا کی یعنی برے اخلاق وافعال اور جب اُونٹ خریدے تو اس کی کوہان کی بلندی کو پکڑے اور کہے اسی طرح یعنی مذکورہ دُعا پڑھے اور ایک روایت میں عورت اور بردے (یعنی غلام) کے بارے میں یوں آیا ہے پھر اس کو چاہیے کہ عورت کی پیشانی کو پکڑے اور برکت کے لیے دُعا کرے۔ اس کو ابوداؤدؒ سے نقل کیا اور ابن ماجہؒ نے۔

تشریح ⊛ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ برکت کے لیے دُعا کرے یعنی اوپر کی دُعا پڑھے یہ دُعا ہمیں حصن حصین سے معلوم ہوتی ہے اور علامہ جزریؒ نے کہا ہے اگر وہ جانور خریدے تو اسی طرح پڑھے۔

غمزدہ کی دُعا

۲۳۲۰/۳۱ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَوَاتُ الْمَكْرُوْبِ اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْا فَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰى نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَاَصْلِحْ لِیْ شَأْنِیْ كُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابوداؤد ۳۲۴/٤۔ حدیث رقم ۵۰۹۰۔

ترجمہ: حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے غمزدہ آدمی کی دُعا یہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے غم جاتا رہتا ہے اے الٰہی! تیری رحمت کا امیدوار ہوں پس مجھ کو لحہ کے لئے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر اس لیے کہ وہ میرا بڑا دشمن ہے اور میری حاجت کو پورا کردے اور میرے کام کو درست کردے۔ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ⊛ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ غمزدہ شخص یہ مذکورہ دُعا کرے اور کہے الٰہی میری حاجت کو پورا کر دے اور میرے تمام کاموں کو درست کردے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

قرض کی ادائیگی کی دُعا

۲۳۲۱/۳۲ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ هُمُوْمٌ لَزِمَتْنِیْ وَدُيُوْنٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَفَلَا اُعَلِّمُكَ كَلَامًا اِذَا قُلْتَهٗ اَذْهَبَ اللّٰهُ هَمَّكَ وَقَضٰى عَنْكَ دَيْنَكَ قَالَ قُلْتُ بَلٰى قَالَ قُلْ اِذَا اَصْبَحْتَ وَاِذَا اَمْسَيْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ قَالَ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ فَاَذْهَبَ اللّٰهُ هَمِّیْ وَقَضٰى عَنِّیْ دَيْنِیْ۔

(رواہ ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۹۳/۲ حدیث رقم ۱۵۵۵۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے فکریں لاحق ہیں اور میرے ذمے قرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تجھ کو ایسا کلام نہ سکھادوں کہ جس وقت تو اس کو کہے اللہ تعالیٰ تیری فکر دور کردے اور تجھ سے تیرا قرض ادا کردے۔ میں نے کہا ضرور بتلائیں۔ فرمایا جس وقت تو صبح کرے اور جس وقت شام

کرے تو یہ کہہ اے الٰہی! تحقیق میں فکر وغم سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں عاجزی اور سستی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں بخیلی اور نامردی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں غلبہ دَین سے یعنی اس کی کثرت سے اور لوگوں کے غلبہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اس شخص نے کہا میں نے یہ کام کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے میری فکر دور کر دی اور میرا قرضہ ادا کر دیا۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ صحابی نے کہا ہے کہ مقرر (دوبارہ) بتلائیے۔ علامہ طیبیؒ نے کہا ہے ظاہر یہ ہے کہ ابوسعید نے اس شخص سے روایت نہیں کی بلکہ اس کا حال دیکھا اور اس کو بیان کیا جیسا کہ پہلی کلام دلالت کرتی ہے مگر یہ کہ تاویل کی جائے اور کہا جائے کہ اس کی تقدیر یہ ہے ابوسعید نے کہا میرے واسطے اس شخص نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے کہا اور عاجزی سے یعنی ادائے اطاعت اور عبادت سے اور مصیبت کے تحمل سے عاجز ہوں اس سے پناہ ہے اور بخل یہ ہے کہ ادائے زکوٰۃ کو' کفارات کو اور واجبات مالیہ کو ترک کرے اور مسائل کو پھیر دے اور مہمان کی ضیافت اور اس کے سلام اور اس کے جواب کو ترک کر دے اور جس علم ومسئلہ کی احتیاج ہو اور یہ جانتا ہو اور پھر سکھائے اور بتائے نہیں دونوں کو ترک کر دے نبی کریم ﷺ کے نام سننے کے وقت اور نامردی ہے اور مراد یہ ہے کہ جہاد کے وقت کافروں سے ڈر کر مقابلہ نہ کر سکے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وقت جرأت نہ کرنا بھی ان میں داخل ہے اور رزق کے معاملے میں دل سے اللہ تعالیٰ پر توکل نہ کرنا وہ بھی اس میں داخل ہے۔

ادائیگی قرض کے لیے دعا

۲۳۲۲/۳۳ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ جَاءَهٗ مُكَاتَبٌ فَقَالَ اِنِّیْ عَجَزْتُ عَنْ كِتَابَتِیْ فَاَعِنِّیْ قَالَ اَلَا اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلٍ كَبِيْرٍ دَيْنًا اَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْكَ قُلْ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔ (رواه الترمذی والبیهقی فی الدعوات الکبیر)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/ ۲۲۰ حدیث رقم ۳۶۳۴۔

ترجمہ: حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک مکاتب آیا پس اس نے کہا کہ تحقیق میں اپنا بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوں یعنی مال کتابت کے ادا کا وقت پہنچ گیا ہے اور میرے پاس مال نہیں ہے پس مال اور دعا کے ساتھ میری مدد کیجیے فرمایا کہ کیا میں تجھ کو وہ کلمات سکھلا دوں جو مجھ کو پیغمبر ﷺ نے سکھائے کہ اگر تجھ پر بڑے پہاڑ کے برابر قرض ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کو تیرے ذمے سے ادا کر دے گا۔ تو کہہ اے الٰہی! مجھ کو اپنے حلال کے ساتھ حرام سے کفایت کر یعنی رزق حلال پہنچا کہ اس کی وجہ سے حرام سے بے پرواہ ہو جاؤں اور مجھ کو بے پرواہ کر ان چیزوں سے جو تیرے سوا ہیں۔ اس کو امام ترمذیؒ نے اور بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں ادائیگی قرض کے لیے دُعا بیان کی گئی ہے کہ جو شخص اس دُعا کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے قرضے کو ادا کر دے گا اگرچہ وہ پہاڑ کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں کہ مالک اس کو لکھوا لے کہ جب تو اتنے روپے ادا کر دے گا تو اسوقت تو آزاد ہے اور بدل کتاب اس مال کو کہتے ہیں کہ اس مکاتب غلام نے اپنے ذمے پر ادا کرنا

اس کا قبول کرلیا۔ تو جب ادا کرے گا اس وقت آزاد ہوگا۔

ہم جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث: اذا سمعتم نباح الکلب فی باب تغطیة الاوانی میں ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

الفصل الثالث:

مجلس سے اُٹھتے وقت کی دُعا

۳۴/۲۳۲۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا جَلَسَ مَجْلِسًا اَوْ صَلّٰى تَكَلَّمَ بِكَلِمَاتٍ فَسَاَلْتُهُ عَنِ الْكَلِمَاتِ فَقَالَ اِنْ تُكُلِّمَ بِخَيْرٍ كَانَ طَابِعًا عَلَيْهِنَّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَاِنْ تُكُلِّمَ بِشَرٍّ كَانَ كَفَّارَةً لَهٗ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ (رواه النسائی)

اخرجه النسائی فی السنن حدیث رقم ۷۷/۶۔ واحمد فی المسند۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ایک جگہ پر بیٹھتے یا نماز پڑھتے یعنی مجلس سے اٹھتے وقت اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد چند کلمے پڑھتے۔ میں نے ان سے پوچھا یعنی ان کا فائدہ پوچھا پس فرمایا اگر نیک کلام کیا جائے یعنی ان کلموں سے پہلے تو یہ کلمے ان پر میسر ہونگے یعنی نیک کلام پر قیامت تک۔ یعنی وہ کلام محفوظ ہوگا۔ اس کا ثواب محفوظ رہے گا۔ ضائع نہیں ہوگا۔ اگر برا کلام کیا جائے۔ یعنی ان کلموں سے پہلے اگر گناہ کا کلام کیا جائے گا تو یہ کلمے اس کی بخشش کا سبب ہو جائیں گے۔ وہ کلمات یہ ہیں: اے الٰہی! تو پاک ہے اور ہم تیری پاکی کے ساتھ تیری تعریف بیان کرتے ہیں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور میں تجھ سے توبہ کرتا ہوں۔ اس کو امام نسائی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ✿ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس سے اٹھتے تو یہ مذکورہ دُعا پڑھتے تا کہ مجلس میں اگر کوئی گناہ وغیرہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کلمات کی برکت سے معاف فرمادے۔

چاند دیکھنے کی دُعا

۳۵/۲۳۲۴ وَعَنْ قَتَادَةَ بَلَغَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَاَى الْهِلَالَ قَالَ هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ اٰمَنْتُ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ ذَهَبَ بِشَهْرِ كَذَا وَجَاءَ بِشَهْرِ كَذَا۔ (رواه ابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۲٤/٤ حدیث رقم ۵۰۹۲۔

ترجمہ: حضرت قتادہؒ سے روایت ہے کہ ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نئے چاند کو دیکھتے تو کہتے کہ بھلائی کا چاند ہے ہدایت کا چاند ہے بھلائی کا چاند ہے ہدایت کا چاند ہے میں ایمان لایا اس ذات کے ساتھ جس نے تجھ کو (یعنی چاند کو) پیدا کیا یعنی یہ بھی تین بار کہتے پھر کہتے سب تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں کہ جو اس مہینے کو لے گیا اور اس مہینے کو لایا یعنی گزشتہ ماہ اور آئندہ کا نام لیتے۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے آپ ﷺ جب چاند دیکھتے تو مذکورہ دُعا پڑھتے تھے۔ اللہ اکبر کہنے کے بعد یہ کہتے: هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ ۔ جیسا کہ دارمیؒ کی روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور ہدایت اور بھلائی کا چاند ہے یہ بمعنی دُعا کے ہے یعنی اس چاند میں ہدایت اور بھلائی ہو یا نیک فال کے طور پر خبر ہے۔

غم وفکر کے وقت کی دُعا

۲۳۲۵/۳۶ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَثُرَ هَمُّهٗ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ وَفِيْ قَبْضَتِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَائُكَ اَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ اَوْعَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوْ اَلْهَمْتَ عِبَادَكَ اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِيْ مَكْنُوْنِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَجِلَاءَ هَمِّيْ وَغَمِّيْ مَا قَالَهَا عَبْدٌ قَطُّ اِلَّا اَذْهَبَ اللّٰهُ هَمَّهٗ وَاَبْدَلَهٗ بِهٖ فَرَحًا۔ (رواہ رزین)

رواہ رزین۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کو بہت زیادہ فکر لاحق ہو۔ پس چاہیے کہ وہ کہے اے الٰہی! تحقیق میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے کا بیٹا ہوں اور تیری لونڈی کا بیٹا ہوں اور میں تیرے قبضے میں ہوں یعنی تیرے ملک وتصرف میں ہوں۔ میری پیشانی کے بال تیرے ہاتھ میں ہیں۔ کوئی حرکت وقوت نہیں ہے سوائے تیری مدد کے ساتھ جو کہ میرے حق میں جاری ہے یعنی تیرے حکم کو کوئی روکنے والا نہیں ہے جو کہے اور چاہے وہ ہی ہوگا۔ تیری قضا یعنی فیصلہ میرے امر میں عدل ہے میں ہر نام کے ساتھ تجھ سے وسیلہ مانگتا ہوں۔ وہ تیرے واسطے ہیں تو نے اس کے ساتھ اپنی ذات کا نام رکھا' تو نے اس کو اپنی کتاب میں اتارا یا تو نے وہ نام اپنی مخلوق کو سکھایا یعنی انبیاء علیہم السلام کو الہام کیا۔ کتاب میں ذکر کرنے کے بغیر یا تو نے اس کو غیب کے پردے کے بیچ اپنے نزدیک کسی کو اختیار کیا۔ اس کی اطلاع سوائے تیرے کسی کو نہیں ہے یہ کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار اور میری آنکھوں کی روشنی اور میرے غم کا دور کرنے والا اور خوف اور غم کو دور کرنے کا ذریعہ بنا' اس کو کوئی بندہ کبھی بھی نہیں کہتا مگر اللہ تعالیٰ اس کا غم دور کر دیتا ہے اور غم کی جگہ بدل دیتا ہے اور خوشی کو لے آتا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس آدمی کو فکر و پریشانی لاحق ہو وہ یہ مذکورہ دُعا پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کا غم دور کر دے گا۔

بلندی پر چڑھتے اور اُترتے وقت کی دُعا کا ذکر

۲۳۲۶/۳۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا اِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَاِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳۵/٤۔ حدیث رقم ۲۹۹۳۔ والدارمی فی السنن ۳۷۳/۲ حدیث رقم ۲٦۷٤۔ واحمد فی المسند ۳۳۳/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب ہم بلند جگہ پر چڑھتے تو ہمیں اللہ اکبر کہتے اور جب اترتے تو سبحان اللہ کہتے ہیں۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب ہم بلندی پر چڑھیں تو ہمیں اللہ اکبر کہنا چاہیے اور جب اتریں تو سبحان اللہ کہنا چاہیے۔

پریشانی کے وقت کی دُعا

۳۸/۲۳۲۷ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا كَرَبَهٗ اَمْرٌ يَقُوْلُ يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب وليس بمحفوظ)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۲۰۱ حديث رقم ۳۵۹۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر غمگین کرتا تو کہتے اے زندہ (مخلوق کو) قائم رکھنے والے میں تیری رحمت کی فریادرسی کرتا ہوں۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے محفوظ نہیں ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے غم کو دور کرنے کے لیے مذکورہ دُعا پڑھنی چاہیے اور یہ حاکم اور ابن سنیؒ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور حاکم اور نسائی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: **ویکرر وهو ساجد يا حی یاقيوم** یعنی سجدے کی حالت میں بار بار کہتے۔

خوف کے وقت کی دُعا

۳۹/۲۳۲۸ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قُلْنَا يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مِنْ شَیْءٍ نَقُوْلُ وَقَدْ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ قَالَ نَعَمْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَ اٰمِنْ رَوْعَاتِنَا قَالَ فَضَرَبَ اللّٰهُ وُجُوْهَ اَعْدَائِهٖ بِالرِّيْحِ وَهَزَمَ اللّٰهُ بِالرِّيْحِ۔ (رواه احمد)

اخرجه احمد فی المسند ۳/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے خندق کے دن عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! یعنی کوئی ایسی چیز ہے یعنی ذکر و دُعا کہ ہم اس کو پڑھیں۔ یعنی تاکہ فتح ہو کیوں کہ ہمارے دل گردن کو پہنچ گئے ہیں۔ یعنی نہایت دشواری اور محنت لاحق ہوتی ہے۔ فرمایا ہاں وہ کلمات یہ ہے۔ اے الٰہی! ہمارے عیب ڈھانک اور ہم کو ڈر سے امن میں رکھ۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا ہے پس اللہ نے ان کے دشمنوں کے منہ ہوا کے ساتھ مارے اور ان کو ہوا کے ذریعہ شکست دی۔ اس کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ صحابہؓ نے جنگ خندق کے موقع پر عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! ہم بہت پریشان ہیں ہمارے دل حلقوں تک پہنچ چکے ہیں اور ہمیں ایسا وظیفہ بتائیں کہ ہم دشمن پر فتح پالیں۔

خندق کے دن کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کافروں پر تیز ہوا مسلط کر دی کہ ان کی ہانڈیاں الٹ دیں اور ان کے خیمے اکھڑ گئے اور کفار کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا کر تباہ و برباد کر دیا۔

بازار میں داخل ہونے کی دُعا

۲۳۲۹/۴۰ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ السُّوْقَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ السُّوْقِ وَخَيْرَ مَافِيْهَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَافِيْهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اُصِيْبَ فِيْهَا صَفْقَةً خَاسِرَةً۔ (رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر)

رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بازار میں تشریف لاتے تو فرماتے میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آیا ہوں اے الٰہی! تحقیق میں تجھ سے اس بازار کی بھلائی مانگتا ہوں۔ یعنی رزق حلال میسر ہو اور اس میں نفع اور برکت ہو اور اس چیز کی بھلائی مانگتا ہوں جو اس میں ہے یعنی لوگ اور میں تیرے ساتھ اس کی برائی سے اور اس چیز کی برائی سے کہ جو اس میں ہے پناہ مانگتا ہوں یعنی عقد ین فاسدہ اور نقصان سے اور مفسد لوگوں سے اے الٰہی! تحقیق میں پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ اس بات سے کہ میں نقصان کے معاملہ کو پہنچوں۔ یہ حدیث بیہقیؒ نے دعوات کبیر میں نقل کی ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں بازار میں داخل ہونے کی دُعا کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ جب بازار میں تشریف لے جاتے تو فرماتے میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر داخل ہوتا ہوں اور اس سے رزق حلال اور نفع اور برکت کا سوال کرتا ہوں۔

بَابُ الْاِسْتِعَاذَةِ

پناہ مانگنے کا بیان

الفصل الاول:

آزمائش سے پناہ مانگنا

۲۳۴۰/۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۱۳/۱۱۔ حدیث رقم ۶۶۱۶۔ ومسلم فی صحیحه ۲۰۸۰/۴ حدیث رقم (۵۳۔ ۲۷۰۷)۔ واحمد فی المسند ۲۴۶/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلا کی مشقت سے اور بدبختی کے پہنچنے سے

اور بری تقدیر سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ اس کو امام بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ آزمائش سے پناہ مانگتے تھے۔ بلا اس حالت کو کہتے ہیں کہ امتحان لیا جائے اور فتنے میں ڈالا جائے۔ اس میں آدمی دشواریوں میں مبتلا ہو اور جہد کے معنی ہیں نہایت مشقت پس اس سے مراد مصیبتیں ہیں کہ جو آدمی کو دین و دنیا میں پہنچیں اور اس کے دفع کرنے سے اور ان کے واقع ہونے سے صبر نہ کرنے پر عاجز ہو۔

اور بری تقدیر سے مراد وہ چیز ہے جو آدمی کے حق میں بری ہو اور دشمنوں کے خوش ہونے سے یعنی دین و دنیا کی مصیبت ہم کو نہ پہنچے کہ جس سے دشمن خوش ہوں۔ لہٰذا یہ دُعا سب مطالب کو جامع ہے۔

اندیشہ اور غم سے نجات کے لیے جامع دُعا

۲/۲۳۳۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۱۷۸۔ حدیث رقم ۶۳۶۹۔ وابوداؤد فی السنن ۲/۹۰ حدیث رقم ۱۵۴۱۔ والترمذی ۵/۱۷۲ حدیث رقم ۳۵۵۱۔ واحمد فی المسند ۳/۲۲۶۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے اے الٰہی! تحقیق میں تیرے خوف سے اور غم سے اور عاجز ہونے سے اور سستی سے اور نامردی سے اور بخیلی سے اور دین کے بوجھ سے اور لوگوں (یعنی ظالموں) کے غلبہ سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ کے خوف اور غم سے اور سستی اور بخیلی سے اور قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبہ سے نجات مانگی ہے۔

جامع دُعا

۳/۲۳۳۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَغْرَمِ وَالْمَاْثَمِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰى وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِیْ كَمَا يُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِیْ وَبَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۱۸۱۔ حدیث رقم ۶۲۷۵۔ ومسلم فی صحیحه ۴/۲۰۷۸ حدیث رقم (۴۹۔ ۵۸۹)۔ والترمذی فی السنن ۵/۱۸۶ حدیث رقم ۳۵۶۰ واحمد فی المسند ۲/۱۸۵۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے اے الٰہی! تحقیق میں سستی سے یعنی طاعت میں

سستی سے اور بڑھاپے سے یعنی بڑھاپے کی وجہ سے بے حواس ہو جانے سے اور اعضاء کے ناکارہ ہونے سے اور قرض سے اور گناہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے الٰہی! تحقیق میں تیرے آگ کے عذاب سے اور قبر کے فتنہ سے اور قبر کے عذاب سے اور دولت کے فتنہ کی برائی سے اور فقر کی فتنہ کی برائی سے اور کالے دجال کے فتنے کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے الٰہی! میرے گناہوں کو برف والے پانی کے ساتھ اور اولوں کے ساتھ دھو دے یعنی مجھ کو گناہوں سے پاک کر دے طرح کی مغفرتوں کے ساتھ پاک کر دے جیسے کہ یہ چیزیں میل سے پاک کرتی ہیں اور میرے دل کو برے اخلاق سے پاک کر دے جیسا کہ سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے اور میرے درمیان اور میرے گناہوں کے درمیان دوری ڈال دے جیسے کہ تو نے مشرق و مغرب کے درمیان دوری رکھی ہے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں آپ ﷺ کی ایک جامع دُعا کا بیان ہے جس میں آگ کے عذاب سے پناہ مانگی گئی ہے یعنی میں پناہ مانگتا ہوں کہ کہیں دوزخیوں میں سے نہ ہو جاؤں اس لیے کہ وہ کفار ہیں۔

اس لیے کہ عذاب کافروں کو ہی ہوگا اور موحدین کا اکرام کیا جائے گا اور آگ کے عذاب سے پاک کیے جائیں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو آگ کے فتنہ سے محفوظ و مامون رکھے گا۔ مراد یہ ہے کہ وہ چیزیں جو آگ اور قبر کے عذاب کا باعث ہوں یعنی گناہ اور فتنہ قبر سے مراد ہے منکر ونکیر کے جواب میں متحیر ہونا اور عذاب قبر سے مراد یہ ہے کہ لوہے کے گرزوں سے مارنا اور اس کو عذاب ہونا جو جواب نہ دے سکے گا اور قبر سے مراد برزخ ہے خواہ قبر ہو یا اور کچھ اور دولت کا فتنہ ہے تکبر اور سرکشی کرنا اور مال حرام کو حاصل کرنا ہے اور اس کو گناہ میں خرچ کرنا اور مال و جاہ کے ساتھ فخر کرنا ہے اور فقر کا فتنہ اغنیاء پر حسد کرنا ہے اور ان کے مالوں میں طمع کرنا ہے اور اس چیز پر راضی نہ ہونا کہ جو اللہ تعالیٰ نے قسمت میں لکھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان تمام چیزوں سے امن میں رکھا۔ لیکن امت کی تعلیم کے لئے ان سے پناہ مانگی ہے۔

دُنیا اور برزخ میں لاحق ہونے والی پریشانیوں سے پناہ مانگنا

۴/۲۳۳۳ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِىْ تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ٤/٢٠٨٨ حديث رقم (٧٣۔ ٢٧٢٢)۔

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے اے الٰہی! تحقیق میں طاعت سے عاجز ہونے سے یعنی قدرت نہ رکھنے سے۔ اطاعت پر اور سستی سے یعنی اچھے کاموں میں اور نامردی سے اور بخیلی سے اور بڑھاپے سے یعنی اعضاء کے ناکارہ ہونے سے اور بڑھاپے کی وجہ سے غمی اور عذاب قبر سے یعنی قبر کی تنگی سے اور وحشت سے اور گرزوں کی مار سے اور بچھوؤں کے ڈنک مارنے سے اور سانپوں کے ڈسنے سے اور ان کی مانند چیزوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے الٰہی! میرے نفس کو پرہیز گاری عطا کر اور اس کو پاک کر۔ تو بہترین ہے ان کے لیے جنھوں نے اس کو پاک کیا

تو اس کا کارساز ہے اور اس کا مالک ہے۔ اے الٰہی! تحقیق میں اس علم سے کہ جو نفع نہ دے اور اس دِل سے کہ جو نہ ڈرے یا اللہ کے ذکر سے تسکین نہ پائے اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو یعنی حریص ہو تسکین پائے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس پر قناعت نہ کرے اور اس دُعا سے کہ اس کے واسطے نہ قبول کی جائے' تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔

تشریح: اس حدیث میں آپ ﷺ نے دنیا اور برزخ میں انسان کو جو پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں ان سے پناہ مانگی ہے اور غیر نافع علم سے بھی آپ ﷺ نے پناہ مانگی ہے یعنی اس علم سے کہ میں اس پر عمل نہ کروں اور نہ اس کو لوگوں کو سکھاؤں اور وہ علم اخلاق اور افعال کو بھی درست نہ کرے یا اس سے مراد وہ علم ہے کہ جس سے دین میں کوئی فائدہ نہ ہو یا اس علم سے مراد وہ علم ہے کہ اس کے سیکھنے میں کوئی اذن شرعی نہ ہو اور ابو طالب مکی نے کہا ہے کہ حضور ﷺ نے علم کی ایک قسم کا حکم بتا دیا جیسے کہ شرک سے پناہ مانگی اور نفاق اور برے اخلاق سے اور جو علم تقویٰ کا باعث نہ ہو تو وہ دنیا کے ابواب میں سے ایک باب ہے اور ہوا یعنی خواہش نفسانی کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔

اچانک آنے والے عذاب اور غضبِ خداوندی سے پناہ مانگنا

۵/۲۳۳۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِعْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۲۰۹۷/٤ حديث رقم (۹٦۔ ۲۷۳۹)۔ وابوداؤد فی السنن ۹۱/۲ حديث رقم ١٥٤٥۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی دُعاؤں میں سے یہ دُعا بھی تھی کہ اے الٰہی! تحقیق میں تیری رحمت کے جاتے رہنے سے اور تیری عافیت کے بدلنے سے۔ یعنی مثلاً صحت کے بدلے بیماری ہو اور غنا کے بدلے محتاجگی ہو اور تیرے اچانک عذاب سے اور تیرے تمام غضبوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اچانک عذاب کے آنے اور غضب خداوندی سے پناہ مانگی ہے اور حدیث پاک میں نعمت سے مراد ایمان اور اسلام اور نیکیاں اور عرفان ہے۔

۶/۲۳۳۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۲۰۸٥/٤ حديث رقم (۹٥۔ ۲۷۱٦)۔ وابوداؤد فی السنن ۹۲/۲ حديث رقم ١٥٥٠۔ واحمد فی المسند ۱۳۹/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے اے الٰہی! تحقیق میں تجھ سے اس کام کی برائی سے جو میں نے کیا اور اس کام کی برائی سے کہ جو میں نے نہیں کیا' پناہ مانگتا ہوں۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں برے کاموں سے پناہ مانگی گئی ہے یعنی جو برے کام کر چکا ہوں ان کی برائی سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔ یعنی ان پر عذاب نہ ہو اور بخشے جائیں اور جو کام میں نے نہیں کیے ان کی برائی سے بھی پناہ مانگتا ہوں یعنی

آئندہ ایسا کوئی کام نہ کروں جو تیری ناراضگی کا باعث ہو۔ یا بُرے کاموں کے ترک کو اپنی خوبی نہ جانوں بلکہ اسے صرف تیرا فضل سمجھوں۔

آپ ﷺ کی ایک جامع دُعا کا بیان

۷/۲۳۳۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ مِنْ اَنْ تُضِلَّنِىْ اَنْتَ الْحَىُّ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱۶/۱۱۔ حدیث رقم ۶۳۱۷۔ ومسلم ۲۰۸۶/۴۔ حدیث رقم (۶۷۔ ۲۷۱۷)۔ والدارمی فی السنن ۴۱۵/۱ حدیث رقم ۱۴۸۶۔ واحمد فی المسند ۹۵/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے۔اے الٰہی! تیرے واسطے میں نے فرمانبرداری کی اور تیرے ساتھ میں ایمان لایا اور تجھی پر میں نے توکل کیا اور تیری ہی طرف میں نے رجوع کیا یعنی گناہوں سے تیری اطاعت کی طرف میں نے رجوع کیا اور تیری مدد کے ساتھ میں (کافروں سے) لڑتا ہوں۔اے الٰہی! تحقیق میں تیری عزت کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے' اس سے کہ تو مجھ کو گمراہ کرے تو ایسا زندہ ہے جس کو موت نہ آئے گی اور جن اور انسان مرجائیں گے۔اس کو امام بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں ایک جامع دُعا کا ذکر ہے جس کے الفاظ اوپر متن حدیث میں مذکور ہیں۔

الفصل الثانی:

چار چیزوں سے پناہ مانگنے کا بیان

۸/۲۳۳۷ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْاَرْبَعِ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَّا يُسْمَعُ۔

(رواه احمد وابو داود وابن ماجة ورواه الترمذی عن عبد الله بن عمرو و النسائی عنهما)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۸۱/۵ حدیث رقم ۳۵۴۹۔ وابن ماجه فی السنن ۱۲۶۱/۲ حدیث رقم ۳۸۳۷۔ واحمد فی المسند ۱۶۷/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے اے الٰہی! تحقیق میں چار چیزوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں' اس علم سے کہ نفع نہ دے اور اس دل سے کہ عاجزی نہ کرے اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس دُعا سے کہ جو قبول نہ کی جائے۔اس کو امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے اس روایت کو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے اور نسائی نے ابوہریرہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے چار چیزوں سے پناہ مانگی ہے: ① غیر نافع علم۔ ② ایسی دعا جو مقبول

نہ ہو۔ ③ ایسا نفس جو سیر نہ ہو۔ ④ اور ایسا دل جس میں خشوع نہ ہو۔

پانچ چیزوں سے پناہ پکڑنے کا بیان

٩/٢٣٣٨ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْ خَمْسٍ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَسُوْءِ الْعُمْرِ وَفِتْنَةِ الصُّدُوْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔ (رواہ ابو داود والنسائی)

اخرجه ابوداؤد ٩٠/٢ حديث رقم ١٥٤٠۔ وابن ماجه ١٢٦٣/٢ حديث رقم ٣٨٤٤۔ واحمد فی المسند ٢٢/١۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ چیزوں سے یعنی نامردی اور بخیلی سے اور عمر کی برائی سے یعنی اتنی عمر ہو کہ قویٰ اور حواس میں فرق آ جائے اور طاعت کی قوت نہ رہے اور سینہ کے فتنے سے یعنی سینے میں برے اخلاق اور برے عقائد جگہ پکڑیں یا حق بات کو قبول نہ کرے اور آزمائشوں کا متحمل نہ ہو اور عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ اس کو ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ پانچ چیزوں سے پناہ پکڑتے تھے: ① نامردی ② بخیلی ③ عمر کی برائی سے ④ سینہ کے فتنے سے ⑤ اور قبر کے عذاب سے۔

ذلت اور محتاجگی سے پناہ مانگنے کا بیان

١٠/٢٣٣٩ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ۔ (رواہ ابو داود والنسائی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ٩١/٢ حديث رقم ١٥٤٤۔ النسائی ٢٧١/٨۔ وابن ماجه ١٢٦٣/٢ حديث رقم ٣٨٤٢۔ واحمد فی المسند ٣٠٥/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے اے الٰہی! تحقیق میں محتاجگی سے کمی سے ذلت سے پناہ مانگتا ہوں اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں۔ اس کو ابوداؤد اور نسائیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان مذکورہ چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے اور محتاجگی سے بھی پناہ مانگا کرتے تھے۔ محتاجگی سے مراد دل کی محتاجگی ہے یعنی دل مال کے جمع کرنے پر حریص ہو۔ یا مال کی محتاجگی مراد ہے کہ اس میں صبر نہ ہو۔ پس حقیقت میں محتاجگی کے فتنہ سے پناہ مانگی اور کمی سے نیکیوں کی کمی مراد ہے نہ کہ مال کی کمی۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی کمی کو اختیار کیا تھا اور کثرت مال کو مکروہ سمجھتے تھے یا کمی سے مراد وہ مال کی کمی ہے کہ جو قوت لایموت کو کفایت نہ کرے اور عبادت کے کرنے میں حرج ہو اور بعضوں نے کہا کہ صبر کی کمی مراد ہے اور ذلت سے مراد گناہوں کی وجہ سے جو ذلت ہو وہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گنہگار ذلیل ہوتا ہے یا انبیاء کی نظر میں مسکینی کی وجہ سے ذلیل ہونا مراد ہے۔

نفاق اور برے اخلاق سے پناہ مانگنے کی دُعا

۱۱/۲۳۴۰ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ۔ (رواہ ابوداود والنسائی)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۲/ ۹۱ حدیث رقم ۱۵۴٦۔ والنسائی ۸/ ۲٦٤۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے اے الٰہی! تحقیق میں تیرے خلاف سے اور نفاق سے اور برے اخلاق سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس کو ابوداؤد اور نسائی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں شقاق کا لفظ آیا ہے یعنی حق سے مخالفت کا اور بعضوں نے کہا کہ شقاق سے مراد آپس میں عداوت ہے اور نفاق سے تمام نفاق کی اقسام مراد ہیں خواہ عقیدہ میں نفاق ہو یا عمل میں یعنی دل میں کفر رکھنا اور اسلام کا ظاہر کرنا اور ظاہر کرنا کسی کے خلاف' اس چیز کے دل میں ہو اور بہت جھوٹ بولنا اور امانت میں خیانت کرنا اور وعدے کے خلاف کرنا وغیرہ ذلک۔

بھوک اور خیانت سے پناہ مانگنے کا بیان

۱۲/۲۳۴۱ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِيْعُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ۔ (رواہ ابو داود والنسائی وابن ماجة)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۲/ ۹۱۱ حدیث رقم ۱۵٤۷۔ وابن ماجه ۲/ ۱۱۱۳ حدیث رقم ۳۳۵٤۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے اے الٰہی! تحقیق میں تجھ سے بھوک سے پناہ مانگتا ہوں۔ پس تحقیق وہ بدترین ہم خواب ہے اور تیرے ساتھ خیانت سے پناہ مانگتا ہوں پس تحقیق وہ دِل کی بری خصلت ہے اس کو ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بھوک سے پناہ مانگی گئی ہے کہ اس سے آدمی کے بدن' قوی وحواس میں اور حضوری و عبادت کرنے میں فتور آتا ہے۔ پس بھوک بہت بری ہے جو ضرر کا باعث ہو اور جو بھوک ریاضت کے لیے بطور اعتدال کے ہو اور موافق حال کے ہو بری نہیں ہے بلکہ وہ باطن کی صفائی اور دل کی نورانیت اور بیچاروں کے لئے بدن کی صحت وسلامتی ہے اور خیانت سے مراد اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنا ہے اور لوگوں کے مالوں میں اور رازوں میں خیانت کرنا ہے۔ چنانچہ اس پر یہ آیت دلالت کرتی ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ (الانفال: ۲۷)

کوڑھ اور جذام اور دیوانگی سے پناہ مانگنے کا بیان

۱۳/۲۳۴۲ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُذَامِ وَالْجُنُوْنِ وَمِنْ سَيِّءِ الْاَسْقَامِ ۔ (رواہ ابوداود والنسائی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ٩٣/٢ حديث رقم ١٥٥٤۔ واحمد فی المسند ١٩٢/٣۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے اور کہتے تھے اے الٰہی! تحقیق میں تیرے ساتھ کوڑھ اور جذام سے اور دیوانگی سے اور بری بیماریوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس کو ابوداؤد اور نسائی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بیماریوں سے پناہ مانگی ہے اس کو تعمیم بعد تخصیص کہتے ہیں یعنی پہلے خاص بری بیماریوں سے پناہ مانگی۔ پھر عام بیماریوں سے مثلاً استسقاء اور دق وغیرہ سے پناہ اس لیے مانگی کہ اکثر لوگ گھن جھاتے ہیں اور ہیئت متغیر ہو جاتی ہے اور آدمی آدمیت سے نکل جاتا ہے اور یہ بیماریاں ہمیشہ رہتی ہیں۔ بخلاف اور بیماریوں کے مثلاً بخار اور درد وغیرھما ان میں یہ حال نہیں ہوتا اور رنج کم ہوتا ہے اور ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے اور ابن ملک نے کہا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جو مرض ایسا ہو کہ لوگ اس مرض والے سے احتراز کرتے ہیں اور اس سے منتفع نہیں ہوتے اور نہ وہ ان سے منتفع ہوتا ہے اور اس مرض کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق سے عاجز ہو تو اس سے پناہ مانگنی مستحب ہے کوڑا اور جذام بالطبع نہیں ہیں یعنی کسی کو لگتے نہیں مگر اکثر ایسا ہوتا ہے کوڑی یا جذامی سے بدن لگانے سے یعنی جذامی کی پیپ لگ کر بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ (معاذ اللہ)

برے عملوں اور اخلاقِ سیئہ سے پناہ مانگنے کا بیان

۱۴/۲۳۴۳ وَعَنْ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَاءِ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥٧٥/٥ الحديث رقم ٣٥٩١۔

ترجمہ: حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کہتے تھے اے الٰہی! تحقیق میں بداخلاقی سے اور برے عملوں سے اور بری خواہشوں سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں برے اخلاق سے اور برے اعمال سے اور بری خواہش جو انسان کو جہنم تک پہنچا دیتی ہیں ان سے پناہ مانگی گئی ہے۔ منکر اس برائی کو کہتے ہیں کہ جس کی بھلائی شریعت سے معلوم نہ ہو اور اس کی برائی شروع سے معلوم ہو اور اخلاق سے مراد باطن کے اعمال ہیں حاصل یہ کہ دل کے برے اعمال سے پناہ مانگی گئی ہے جیسے حسد و کینہ وغیرھما اور برے اعمال سے میں پناہ مانگتا ہوں مراد ظاہر کے برے افعال ہیں اور بری خواہشات سے مراد برے عقیدے ہیں۔

جامع دُعا

۱۵/۲۳۴۴ وَعَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ عَلِّمْنِي تَعْوِيْذًا اَتَعَوَّذُ بِهٖ قَالَ قُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ وَشَرِّ بَصَرِيْ وَشَرِّ لِسَانِيْ وَشَرِّ قَلْبِيْ وَشَرِّ مَنِيِّيْ۔

(رواه ابوداود والترمذی والنسائی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ٩٢/٢ حديث رقم ١٥٥١۔ واحمد فی المسند ٤٢٩/٣۔

ترجمہ: حضرت شتیر بن شکل بن حمید سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ اے اللہ کے نبیؐ! مجھے ایک تعویذ سکھایئے یعنی ایسی دعا سکھایئے کہ اس کے ساتھ میں اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کروں۔ فرمایا کہو اے الٰہی! تحقیق میں تیرے ساتھ اپنی بری شنوائی سے پناہ مانگتا ہوں یعنی برا کلام نہ سنوں اور اپنی بینائی کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں یعنی بری چیز اس سے نہ دیکھوں اور اپنی زبان کی برائی یعنی برے کلام اور بے فائدہ بات سے اور اپنے دِل کی برائی سے یعنی برے عقیدے اور حسد وکینہ وغیرہ دل میں نہ رکھوں اور برے کام پر مصمم (یعنی مضبوط ارادہ نہ کروں) اور اپنی منی کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں یعنی زنا میں صرف نہ ہو اور شہوت کی نظر سے کسی کو نہ دیکھوں۔ اس کو ابوداؤد' ترمذی اور نسائی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں ایک جامع دُعا کا بیان میں ہے جس میں آپ ﷺ نے بہت سی چیزوں سے پناہ مانگی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام چیزوں سے محفوظ و مامون فرمائے۔

زہریلے جانوروں اوراچانک ہلاک کردینے والی چیزوں سے پناہ پکڑنا

۱۶/۲۳۴۵ وَعَنْ اَبِی الْیَسَرِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَدْعُوْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَدْمِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ التَّرَدِّیْ وَمِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْھَرَمِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ یَتَخَبَّطَنِیَ الشَّیْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِیْلِکَ مُدْبِرًا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ لَدِیْغًا۔

(رواہ ابوداود والنسائی وزاد فی روایة اخری والغم)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۹۲/۲ حدیث رقم ۱۵۵۲۔ واحمد فی المسند ۴۲۶/۳۔

ترجمہ: حضرت ابو یسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دُعا مانگا کرتے تھے کہ اے الٰہی! تحقیق میں تجھ سے مکان کے گرنے سے پناہ مانگتا ہوں یعنی مجھ پر دیوار یا مکان نہ گر پڑے کہ ہلاک ہو جاؤں اور میں تجھ سے بلند جگہ سے گرنے سے پناہ مانگتا ہوں اور ڈوبنے سے اور جلنے سے اور بہت زیادہ بڑھاپے سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تیرے ساتھ اس سے کہ شیطان مجھ کو مرنے کے وقت حیران کرے پناہ مانگتا ہوں۔ مرنے کے وقت یعنی وسوسے ڈالے اور دین کو تباہ کر دے اس سے پناہ مانگتا ہوں اور میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے کہ راستے میں پشت دکھا کر مروں یعنی جہاد میں کفار سے بھاگ کر اور میں تجھ سے سانپ' بچھو اور ان کی مانند زہریلے جانور کے کاٹنے سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس کو ابوداؤد اور نسائی نے نقل کیا ہے اور نسائی نے ایک روایت میں غم کا لفظ زیادہ کیا ہے یعنی میں تیرے ساتھ غم سے پناہ مانگتا ہوں۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں ان چیزوں کو بیان کیا گیا ہے جو انسان کو اچانک ہلاک کر دیتی ہیں تو آپ ﷺ نے ان سے بھی پناہ مانگی' ہے اگر کوئی کہے ان میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی وجہ سے انسان شہادت کا درجہ پالیتا ہے پھر آپ ﷺ نے ان سے پناہ کیوں مانگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے اوقات میں انسان کو تکلیف بہت زیادہ ہوتی ہے انسان صبر نہیں کر سکتا۔ مبادا انسان اس کو بہکا کر اس کا دین تباہ نہ کر دے۔ اس لیے ان سے پناہ مانگی گئی ہے اور بہت زیادہ بڑھاپے سے کہ حواس اور قویٰ میں فرق آ جاتا ہے اور آدمی بیہودہ کاموں میں لگ جاتا ہے اور عبادت میں فتور آ جاتا ہے اس سے بھی آپ ﷺ نے پناہ مانگی ہے اور یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک کو یاد کرتا ہے اس سے محفوظ رہتا ہے۔

لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے پناہ طلب کرنا

۲۳۴۶/۱۷ وَعَنْ مُعَاذٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ طَمَعٍ يَهْدِىْ اِلٰى طَبَعٍ۔

(رواه احمد البيهقى فى الدعوات الكبير)

اخرجه احمد فى المسند ۲۳۲/۵۔

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے طمع کے ساتھ پناہ پکڑو کہ وہ تم کو طبع تک پہنچادے۔اس کو احمد اور بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں طمع کا لفظ آیا ہے جس کے معنی امید کے ہیں یعنی لوگوں سے مال کی امید رکھنا اور طبع اصل میں تلوار کے زنگ لگنے کو کہتے ہیں اور یہاں عیب مراد ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے طمع سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ مجھ کو اس حالت کی طرف پہنچادے کہ جو میری زندگی کو معیوب بنادے اور اہل دنیا کے سامنے تواضع کرنا اور سفلوں یعنی کمینوں کے آگے ذلیل ہونا اور ریاکاری کرنا اور سرمایہ داروں کی فضول میں تعریف کرنا اور ان کی چاپلوسی کرنا' اسی طرح اور دوسری چیزیں جو طمع کے وقت لاحق ہوتی ہیں۔اسی لیے کہا کہ طمع دین کے فساد کا باعث ہے اور ورع یعنی تقوی دین کی اصلاح کا باعث ہے اور شیخ علی متقیؒ نے کہا ہے کہ طمع اس کو کہتے ہیں کہ اس مال کی امید رکھے کہ جس کے حاصل ہونے میں شک ہو اور اگر یقین ہو جیسے کسی پر حق ہو یا سچا وعدہ یا کسی سے راسخ محبت ہو اس سے توقع رکھنے کو طمع نہیں کہتے۔

چاند کے غروب ہونے سے پناہ پکڑنا

۲۳۴۷/۱۸ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اسْتَعِيْذِىْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا فَاِنَّ هٰذَا هُوَ الْغَاسِقُ اِذَا وَقَبَ۔ (رواه الترمذى)

اخرجه احمد فى المسند ۲۱۵/۶۔ والترمذى فى السنن ۴۲۱/۵ حديث رقم ۳۳۶۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف دیکھا پس فرمایا اے عائشہ! میں اللہ تعالیٰ سے اس کی (یعنی چاند کی) برائی سے پناہ پکڑتا ہوں۔پس تحقیق یہ فاسق ہے' اندھیرا کرنے والا ہے جب بے نور ہو جائے۔اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: قرآن شریف میں آیا ہے: ﴿غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ﴾ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اس سے مراد چاند ہے جب کہ اس کو گہن لگ جائے۔پس اس سے پناہ مانگنے کا سبب یہ ہے کہ اس کا گہنا خدا تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے اور بلاؤں آزمائشوں کے اترنے پر دلالت کرتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوف اور کانپنے کی حالت میں اٹھ کھڑے ہوتے لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ بلاؤں کے اترنے سے مراد وہ بلائیں اور مصیبتیں نہیں جو منجم یا باطل عقیدہ لوگ کسوف و خسوف کے سلسلے میں ثابت کرتے ہیں اس لیے کہ وہ اہل اسلام کے نزدیک معتبر نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ عبرت کا وقت ہوتا ہے کہ جب چاند نورانیت کے باوجود گہنا گیا اور اس کا نور جاتا رہا کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سے

نورِ ایمان اور عمل بھی جاتا رہے اور اکثر مفسروں نے ﴿وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ﴾ کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ رات کی برائی سے جب تاریک ہو جائے۔

مختصر اور جامع دُعا کا بیان

۱۹/۲۳۴۸ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ يَا حُصَيْنُ كَمْ تَعْبُدُ الْيَوْمَ اِلٰهًا قَالَ اَبِيْ سَبْعَةً سِتًّا فِي الْاَرْضِ وَوَاحِدًا فِي السَّمَاءِ قَالَ فَاَيُّهُمْ تَعُدُّ لِرَغْبَتِكَ وَرَهْبَتِكَ قَالَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ قَالَ يَاحُصَيْنُ اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَسْلَمْتَ عَلَّمْتُكَ كَلِمَتَيْنِ تَنْفَعَانِكَ قَالَ فَلَمَّا اَسْلَمَ حُصَيْنٌ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِي الْكَلِمَتَيْنِ اللَّتَيْنِ وَعَدْتَّنِيْ فَقَالَ قُلْ اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ وَاَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ۔

(رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤٨٥/٥ حديث رقم ٣٤٨٣۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے باپ کے (مشرف باسلام ہونے سے قبل) فرمایا: اے حصین! کتنے معبودوں کی آج کے دن بندگی کرتا ہے۔ میرے باپ نے کہا سات معبودوں کی چھ زمین میں یعنی یغوث اور یعوق اور نسر اور لات اور منات اور عزیٰ (بتوں کے نام ہیں) اور ایک آسمان میں کہ جو سب کا خالق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پس تو کس کو ان میں سے امید و ڈر کے شمار کرتا ہے یعنی کس سے بھلائی کی امید رکھتا ہے اور ڈرتا ہے؟ حصین رضی اللہ عنہ نے کہا جو آسمان میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حصین! خبردار ہو اگر تو اسلام لاتا تو میں تجھ کو دو کلمے سکھاتا کہ تجھ کو دارین میں فائدہ دیتے۔ عمران نے کہا ہے۔ جب حصین مسلمان ہوئے تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! مجھ کو وہ دو کلمے سکھلائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہہ اے الٰہی! میرے دل میں ہدایت ڈال دے اور میرے نفس کی برائی سے مجھ کو پناہ دے۔ اس کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں جو خداؤں کا ذکر آیا ہے اس نے کہا چھ خدا زمین میں اور ایک آسمان میں ہے۔ یہ اس نے اپنے گمان کے مطابق کہا ورنہ اللہ کے لیے ایک مکان مقرر نہیں ہے یا یہ معنی ہے کہ وہ جو آسمان میں ہے جس کی عبادت کی جاتی ہے۔

تعویذ کا ثبوت نابالغ بچے کے لیے

۲۰/۲۳۴۹ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا فَزِعَ اَحَدُكُمْ فِي النَّوْمِ فَلْيَقُلْ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ فَاِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو يُعَلِّمُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وَلَدِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَبْلُغْ مِنْهُمْ كَتَبَهَا فِيْ صَكٍّ ثُمَّ عَلَّقَهَا فِيْ عُنُقِهٖ۔ (رواه ابو داود والترمذی وهذا لفظ)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ٢١٩/٤ حديث رقم ٣٨٩٣۔ والترمذی فی السنن ٥٠٦/٥ حديث رقم ٣٥٢٨۔ واحمد فی

المسند ۱۸۱/۲۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ یعنی شعیب رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے دادا یعنی عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس وقت تم میں سے کوئی نیند میں ڈر جائے پس چاہیے کہ وہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے کلمات کے ساتھ اس کے غضب سے اور اس کے عذاب سے اور اس کے بندوں کی برائی سے اور شیطانوں کے وسوسے سے اور اس سے کہ میرے شیطان میرے پاس حاضر ہوں' پناہ مانگتا ہوں۔ پس ان کلمات کو کہنے والے کو ہرگز نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ کلمات اس کو سکھاتے جوان کی اولاد میں بالغ ہوتا اور نابالغ ہوتا تو یہ کلمات کاغذ پر لکھ کر اس کو اُس کی گردن میں (بطور تعویذ) لٹکاتے۔ اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا ہے اور یہ لفظ ترمذی کے ہیں۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نیند میں ڈرنا شیطان کے تصرف سے ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تعویذ کا گلے میں لٹکانا جائز ہے اور بعض علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ لیکن مختار یہ ہے کہ منکوں وغیرہ کا لٹکانا حرام ہے اور مکروہ ہے اور اگر قرآن کی آیت یا اسمائے الٰہی لکھ کر لٹکادیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

جنت کا سوال کرنا اور آگ سے پناہ مانگنا

۲۱/۲۳۵۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَكَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ الْجَنَّةُ اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ النَّارُ اَللّٰهُمَّ اَجِرْهُ مِنَ النَّارِ۔

(رواه الترمذی والنسائی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٦٠٣/٤ حديث رقم ٢٥٧٢۔ والنسائی فی السنن ٢٧٩/٨ حديث رقم ٥٥٢١۔ واحمد فی المسند ٢٠٨/٣۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے جنت مانگے۔ تین بار یعنی یوں کہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ یا کہے: اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ یا کوئی خاتون اس مضمون کو کہے تو جنت کہتی ہے اے الٰہی! تو اس کو جنت میں داخل کر اور جو شخص آگ سے تین بار پناہ مانگے۔ تو یوں کہے: اَللّٰهُمَّ اَجِرْهُ مِنَ النَّارِ اور زبان سے اس مضمون کو کہے تو آگ کہتی ہے اے الٰہی! تو اس کو آگ سے محفوظ رکھ۔ اس کو امام ترمذی اور نسائی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ مجلس میں اس کو تین بار کہے یا کئی مجالس میں گڑگڑا کر کہے۔

الفصل الثالث:

جادو وغیرہ سے بچنے کی دُعا

۲۲/۲۳۵۱ وَعَنِ الْقَعْقَاعِ اَنَّ كَعْبَ الْاَحْبَارِ قَالَ لَوْلَا كَلِمَاتٌ اَقُوْلُهُنَّ لَجَعَلَتْنِیْ يَهُوْدُ حِمَارًا فَقِيْلَ لَهٗ مَاهُنَّ قَالَ اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِیْ لَيْسَ شَیْءٌ اَعْظَمَ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا

فَاجِرٌ وَّبِاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَ بَرَأَ ۔ (رواہ مالك)

اخرجه مالك فی الموطأ ۹۵۱/۲ حدیث رقم ۱۲ من کتاب السفر۔

ترجمہ: حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کعب احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں یہ کلمے نہ کہتا تو البتہ یہود مجھ کو گدھا بنا لیتے۔ پس ان سے کہا گیا کہ وہ کلمات کیا ہیں؟ کعب نے کہا میں اللہ کی ذات سے کہ وہ بڑا ہے کہ کوئی چیز اس سے بڑی نہیں ہے اور اللہ کے کلموں سے کہ وہ پورے ہیں کہ ان سے کوئی نیک اور بد تجاوز نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کے ناموں کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جو کچھ کہ میں ان ناموں سے جانتا ہوں اور جو کچھ کہ نہیں جانتا۔ اس چیز کی برائی سے جس کو اس نے پیدا کیا اور پراگندہ کیا اور برابر کیا۔ یعنی متناسب الاعضاء کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس کو امام مالکؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں اسمائے حسنیٰ کی برکات بیان کی گئی ہیں اور کہتے ہیں کہ کعب الاحبار یہودیوں میں بڑے دانشمند تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایمان لائے وہ کہتے تھے کہ ایمان لانے کی وجہ سے یہود مجھ سے بغض رکھتے تھے اگر میں یہ دُعا نہ کرتا تو سحر کر کے مجھے گدھے بنا دیتے اور گدھا کرنے سے مراد کہ مجھے بیوقوف ذلیل، مسلوب العقل گدھے کی طرح کر دیتے اور اللہ کے کلموں سے مراد قرآن ہے۔ پس تجاوز نہ کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس کے ثواب وعذاب سے کوئی خارج نہیں ہے یعنی جس سے ثواب یا عذاب کا وعدہ کیا ہے یا اور چیزوں کا قرآن میں وعدہ کیا ہے بلاشبہ ہوتا ہے اور یا اللہ کے کلموں سے مراد صفات الٰہی یا علوم الٰہی میں ان سے بھی کوئی چیز باہر نہیں ہے یعنی اللہ سب کو محیط گھیرے ہوئے ہے۔

فرض نماز کے بعد وظیفہ پڑھنے کا ذکر

۲۳/۲۳۵۲ وَعَنْ مُسْلِمِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ کَانَ اَبِیْ یَقُوْلُ فِیْ دُبُرِ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ فَکُنْتُ اَقُوْلُهُنَّ فَقَالَ اَیْ بُنَیَّ عَمَّنْ اَخَذْتَ هٰذَا قُلْتُ عَنْكَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُهُنَّ فِیْ دُبُرِ الصَّلٰوةِ۔

(رواہ النسائی والترمذی الا انه لم یذکر فی دبر الصلوة وروی احمد لفظ الحدیث وعنده فی دبر کل صلاة)

اخرجه ابوداؤد فی المسند ۳۲۵/۵۔ حدیث رقم ۵۰۹۰۔ والنسائی ۲۶۲/۸ حدیث رقم ۵۴۶۵۔ واحمد فی المسند ۳۶/۵۔

ترجمہ: ابوبکرہ کے بیٹے مسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ میرا باپ ہر نماز کے بعد (یعنی فرض نماز کے بعد یا پیچھے) کہتا تھا کہ اے الٰہی! تحقیق میں تیرے ساتھ کفر سے' فقر سے یعنی فقر قلبی کے فتنہ سے۔ کہ وہ بے صبری ہے اور کفرانِ نعمت اور ان کی طرح سے اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں۔ پس میں یہ کلمے کہتا تھا۔ میرے باپ نے کہا اے میرے بیٹے تو نے یہ کلمے کس سے سیکھے؟ میں نے کہا آپ سے۔ کہا کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کلموں کو نماز کے بعد کہتے تھے۔ اس کو نسائی اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے مگر ترمذی نے لفظ دُبُرِ الصَّلٰوةِ کا ذکر نہیں کیا اور احمدؒ نے لفظ حدیث کے نقل کیے ہیں یعنی باپ اور بیٹے کے ذکر کرنے کے بغیر اور احمدؒ کے نزدیک لفظ فِیْ دُبُرِ کُلِّ الصَّلٰوةِ یعنی لفظ کُلٌ کا اس میں اضافہ ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فرض نماز کے بعد مذکورہ دُعا پڑھنی چاہیے۔

کفراور قرض سے پناہ مانگو

۲۴/۲۳۵۳ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْکُفْرِ وَالدَّیْنِ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَعْدِلُ الْکُفْرَ بِالدَّیْنِ قَالَ نَعَمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ قَالَ رَجُلٌ وَیَعْدِلَانِ قَالَ نَعَمْ۔ (رواہ النسائی)

اخرجه النسائی فی السنن ۲۶۷/۸ حدیث رقم ۵٤۸۵۔ واحمد فی المسند ۳۸/۳۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ سے کفر سے اور دَین (قرض) سے پناہ مانگتا ہوں۔ پس ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر کو دین کے ساتھ برابر کر دیا۔ فرمایا کہ ہاں اور ایک روایت میں آیا ہے اے الٰہی! تحقیق میں تیرے ساتھ کفر کرنے سے اور فقر سے پناہ مانگتا ہوں اور ایک شخص نے کہا کہ اس میں کفر اور فقر برابر کئے جاتے ہیں فرمایا کہ ہاں۔ اس کو نسائی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں کفر اور قرض سے پناہ مانگنے کے بارے میں فرمایا گیا ہے کفر اور دین کو برابر اس لیے فرمایا گیا ہے کہ آدمی دَین (قرض) کے سبب جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور یہ صفات کافروں اور منافقوں میں سے ہیں اور کفر وفقر کو اس کے برابر کیا کہ فقر کی وجہ سے آدمی بے صبری کرتا ہے اور ایسے کلام کرتا ہے جو کفر کا باعث بن جاتے ہیں۔

بَابُ جَامِعِ الدُّعَا

جامع دُعاؤں کا بیان

فائدہ: یعنی اس باب میں ایسی دُعاؤں کا بیان ہے کہ جن کے الفاظ تھوڑے ہیں اور معانی بہت زیادہ ہیں یا جامع ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس میں ایسی دُعائیں ہیں جو مقاصد ومطالب جمع کرنے والی ہیں۔

الفصل الاول:

جامع دُعا

۱/۲۳۵۴ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَدْعُوْا بِھٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَھْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ جِدِّیْ وَھَزْلِیْ وَخَطَائِیْ وَعَمَدِیْ وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۹٦/۱۱۔ حدیث رقم ٦۳۹۸۔ ومسلم فی صحیحه ۲۰۸۷/٤ حدیث رقم (۷۰۔ ۲۷۱۹) واحمد فی المسند ٤۱۷/٤۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ تحقیق وہ یہ دعا مانگتے تھے: اے الٰہی! میرے لیے میری خطا کو اور میری نادانی کو یعنی جن چیزوں کا جاننا یا عمل کرنا مجھ پر ضروری تھا اور میں نے نہیں جانا ان کو اس کو بخش دے اور میری زیادتی میرے کام میں اور وہ گناہ کہ جن کو تو خوب جانتا ہے ان کو مجھ سے یعنی مجھے ان کا علم نہیں ہے جیسا کہ تجھے ہے۔ اے الٰہی! میرے قصد کرنے اور میری ہنسی کو بخش اور میرے نادانستہ اور جان بوجھ کر کرنے کو بخش دے۔ اے الٰہی! میرے لیے میرے گناہ کہ جو میں نے پہلے کئے اور وہ گناہ کہ جو (بالفرض والتقدیر) اس کے بعد ہوں گے اور وہ گناہ جو میں نے چھپ کر کئے ہیں اور وہ گناہ جن کو میں نے اعلانیہ کیا ہے اور وہ گناہ جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے' بخش دے تو جس کو چاہے اپنی رحمت سے توفیق میں آگے کر دے اور جس کو چاہے اپنی قوت سے پیچھے ڈال دے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں ایک جامع دُعا کا بیان ہے یہ سب میرے پاس ہیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہِ تواضع اور کسر نفسی اور زاری کے جناب کبریائی میں کہا' ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب گناہوں سے پاک تھے اور حقیقت میں یہ امت کو تعلیم دی گئی ہے کہ یوں بخشش مانگا کریں۔

دین ودُنیا کی اصلاح کی دُعا

۲/۲۳۵۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْا اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِيْنِیَ الَّذِیْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْيَایَ الَّتِیْ فِيْهَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ فِيْهَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَيٰوةَ زِيَادَةً لِّیْ فِیْ كُلِّ خَيْرٍ وَّاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّیْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۸۷/٤ حدیث رقم (۲۷۲۱/۷۱)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے' اے الٰہی! میرے لیے میرا دین درست کر دے جو کہ میرے کام کا بچاؤ ہے یعنی نفس اور مال اور آبرو دین سے محفوظ رہتے ہیں اور آخرت کے عذاب سے نجات پاتا ہے اور میرے لیے میری دنیا کو درست کر دے کہ اس میں میری زندگانی ہے اور میرے لیے میری آخرت کو درست کر دے کہ اسی کی طرف میرا رجوع کرنا ہے اور میرے لیے ہر نیکی میں زندگی کو زیادتی کا سبب بنا دے کہ زیادہ دیر تک زندہ رہوں اور بہت زیادہ نیک کام کروں اور موت کو ہر برائی سے میرے لیے راحت کا سبب بنا۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا کی درستی قوت کے حاصل ہونے کے ساتھ ہوتی ہے اور آخرت کی درستی اس چیز کی توفیق ہونے سے ہوتی ہے کہ ان کی وجہ سے عذاب سے نجات ہو اور اس جہاں کی سعادتوں تک پہنچنے کا باعث ہو اور اخیر جملے کا حاصل یہ ہے کہ میری موت کلمہ شہادت کہتے ہوئے اور اچھے اعتقاد میں اور توبہ کرتے ہوئے آئے تا کہ دنیا کی مشقت سے خلاصی ہو جائے اور عقبیٰ میں راحت حاصل ہو جائے۔

ہدایت اور تقویٰ مانگنا

۳/۲۳۵۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى ـ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۸۷/٤ حدیث رقم (۷۲ـ ۲۷۲۱)۔ والترمذی فی السنن ٤۸۸/٥ حدیث رقم ۳٤۸۹۔ وابن ماجه ۱۲٦۰/۲ حدیث رقم ۳۸۳۲ واحمد فی المسند ٤۱۱/۱۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ اے الٰہی! تحقیق میں تجھ سے ہدایت اور تقویٰ کا اور نفس کو حرام و مکروہ چیزوں سے (ظاہر و باطن کی) بے پروائی سے باز رکھنے کا سوال کرتا ہوں۔ اس کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور تقویٰ مانگا کرتے تھے اور حرام اور مکروہ چیزوں سے پناہ مانگتے تھے۔ ظاہری اور باطنی استغنائیت کا سوال کیا کرتے تھے۔

افعال و گفتار کی درستگی کا سوال کرنا

۴/۲۳۵۷ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلِ اللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَسَدِّدْنِيْ وَاذْكُرْ بِالْهُدٰى هِدَايَتَكَ الطَّرِيْقَ وَبِالسَّدَادِ سَدَادَ السَّهْمِ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۹۰/٤ حدیث رقم (۷۸۔۲۷۲٥) وأبو داؤد فی السنن ۱۳۰/٤ حدیث رقم ٤۲۲٥۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ارشاد فرمایا کہو اے الٰہی! مجھ کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرما یعنی مجھ کو سیدھی راہ دکھا یعنی افعال و گفتار سیدھی کر دے اور مجھے سیدھا کر دے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) جب تم اللہ سے ہدایت طلب کرو تو سیدھا راستہ طلب کرو تو تیر کی طرح درستی کا تصور کرو۔ اس کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرمائی کہ اپنے افعال و گفتار کی درستی کا سوال کرو اور ہدایت کو طلب کرو یعنی جب ہدایت طلب کرو تو یہ خیال کرو کہ مجھے رہنمائی حاصل ہو۔ اس شخص کی راہنمائی کی طرح کہ وہ سیدھے راستے پر چلتا ہے جب اللہ تعالیٰ سے درست راستے کا سوال کرے تو یہ سوال کرے کہ یا اللہ مجھے اس طرح ہدایت دے کہ جو مجھے راہ راست پر لے آئے جس طرح تیر سیدھا ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نئے مسلمان کو مذکورہ کلمات سکھایا کرتے تھے

۵/۲۳۵۸ وَعَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيْ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ اِذَا اَسْلَمَ عَلَّمَهُ النَّبِيُّ ﷺ الصَّلَاةَ ثُمَّ اَمَرَهٗ اَنْ يَدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ [illegible] اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ ـ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم [illegible] حدیث رقم [illegible]

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ جب کوئی مسلمان ہوتا تو اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سکھلاتے تھے پھر اس کو حکم کرتے کہ ان کلمات کے ساتھ دعا کر کہ اے الٰہی! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر یعنی میرے عیبوں کو ڈھانکنے کے ساتھ اور مجھ کو ہدایت کر اور مجھ کو عافیت سے رکھ اور مجھ کو (حلال) روزی عطا فرما۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی نیا مسلمان ہوتا تو اس کو مذکورہ کلمات سکھایا کرتے تھے۔

دین ودُنیا کی نعمتوں کا سوال

۶/۲۳۵۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَكْثَرُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۹۱/۱۱۔ حديث رقم ۶۳۸۹۔ ومسلم في صحيحه ۲۰۷۱/۴ حديث رقم (۲۷۔ ۲۶۹۰)۔ والترمذي في السنن ۴۸۷/۵ حديث رقم ۳۴۸۷۔ واحمد في المسند ۲۰۸/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر دعا یہ ہوا کرتی تھی اے الٰہی! ہم کو دنیا میں نیکی عطا فرما یعنی نعمتیں اور اچھی حالت عطا فرما اور آخرت میں یعنی موت کے بعد نیکی یعنی اچھے مراتب اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دُعا مانگا کرتے تھے جس میں دین ودنیا کی نعمتوں کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا اکثر اس لیے کرتے تھے کیونکہ یہ بہت جامع دُعا ہے دین ودنیا کے تمام مقاصد کو شامل ہے۔

اگر کوئی طالب صادق بوقت حضور اور مناجات کے خلوت میں بیٹھ کر پڑھے (باطن کی صفائی کے ساتھ) دنیا وآخرت کی حسنات اور ظاہر وباطن کو تصور کر کے دُعا کرے۔ تو دیکھے کہ کیا کچھ ذوق وجمعیت اور نورانیت وسعادت حاصل ہو جاتی ہے۔

الفصل الثّانی:

اللہ تعالیٰ سے کفار پر فتح کا سوال کرنا

۷/۲۳۶۰ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْا يَقُوْلُ رَبِّ اَعِنِّيْ وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ وَانْصُرْنِيْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ وَامْكُرْ لِيْ وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ وَاهْدِنِيْ وَيَسِّرْلِيَ الْهُدٰى لِيْ وَانْصُرْنِيْ عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيَّ رَبِّ اجْعَلْنِيْ لَكَ شَاكِرًا لَكَ ذَاكِرًا لَكَ رَاهِبًا لَكَ مِطْوَاعًا لَكَ مُخْبِتًا اِلَيْكَ اَوَّاهًا مُنِيْبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِيْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِيْ وَاَجِبْ دَعْوَتِيْ وَثَبِّتْ حُجَّتِيْ وَسَدِّدْ لِسَانِيْ وَاهْدِ قَلْبِيْ وَاسْلُلْ سَخِيْمَةَ صَدْرِيْ۔ (رواه الترمذي وابو داود وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد في السنن ۱۷۵/۲ حديث رقم ۱۵۱۰۔ والترمذي في السنن ۵۱۷/۵ حديث رقم ۳۵۵۱۔ وابن ماجه

۱۲۵۹/۲ حدیث رقم ۳۸۳۰۔ واحمد فی المسند ۲۲۷/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُعا مانگا کرتے تھے کہ اے میرے رب! میری دستگیری فرما یعنی مجھے اپنے ذکر وشکر اور حسن عبادت کی توفیق عطا فرما اور مجھ پر ان کو غالب نہ کر کہ وہ مجھ کو تیری اطاعت سے روکیں۔ خواہ شیاطین ہوں خواہ نفس خواہ کفار اور مجھ کو (کفار پر) فتح عطا فرما اور (کفار کو) مجھ پر فتح عطا نہ فرما۔ مجھے کفار پر غالب کر اور ان کو مجھ پر غالب نہ کر اور میرے واسطے مکر کر اور میرے ضرر پر مکر نہ کر اور مجھ کو سیدھا راستہ دکھا اور میرے واسطے سیدھی راہ چلنا آسان کر دے اور ان لوگوں کے خلاف میری مدد کر جنہوں نے مجھ پر زیادتی کی۔ اے میرے ربّ مجھ کو اپنے واسطے شکر کرنے والا بنا۔ یعنی اپنے واسطے ہر وقت ذکر کرنے والا بنا یعنی ہر حال میں اپنے واسطے ڈرنے والا اپنے واسطے بہت زیادہ فرمانبردار اپنے واسطے عاجزی کرنے والا اپنے طرف یعنی بہت زیادہ آہ وزاری کرنے والا یعنی رجوع کرنے والا بنا اے میرے پروردگار میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہ کو دھو دے اور میری دُعا کو قبول کر اور میری دلیل (میرے دشمنوں پر دنیا وآخرت میں) ثابت رکھ اور میری زبان کو درست کر جو سوائے سچ اور حق کے کچھ نہ بولے اور میرے دِل کو سیدھی راہ دکھا اور میرے سینے کی سیاہی نکال دے۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابوداؤد اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: حدیث پاک میں جو مکر کا لفظ آیا ہے ''مکر کر'' یعنی دشمنوں پر مدد کرنے کے واسطے مکر کے معنی فریب کے ہیں اور خدا کے مکر سے مراد دین کے دشمنوں پر بلا کا پہنچنا ہے۔ جس جگہ سے ان کو گمان بھی نہ ہو اور سینہ کی سیاہی سے مراد کینہ اور حسد اور بغض اور ان کے علاوہ اور اخلاقِ بد ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو

۸/۲۳۶۱ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ ثُمَّ بَکٰی فَقَالَ سَلُوا اللّٰہَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فَاِنَّ اَحَدًا لَّمْ یُعْطَ بَعْدَ الْیَقِیْنِ خَیْرًا مِّنَ الْعَافِیَۃِ۔

(رواہ الترمذی وابن ماجۃ وقال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب اسنادا)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۵۲۱/۵ حدیث رقم ۳۵۵۸۔ وابن ماجہ ۱۲۶۵/۲ حدیث رقم ۳۸۴۹۔ واحمد فی المسند ۳/۱۔

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے پھر روئے اور فرمایا اللہ سے بخشش اور عافیت مانگو اس لیے کہ کسی کو یقین کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں دی گئی۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور ابن ماجہؒ نے کہا اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث باعتبار سند کے حسن غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں عافیت مانگنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرنا چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ امت فتنوں میں اور غلبہ شہوت اور حرص میں گرفتار ہو گی اس لیے روئے اور حکم فرمایا کہ بخشش اور عافیت طلب کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان بلیات سے بچالے اور عافیت کے معنی دین میں فتنہ سے سلامتی اور بدن میں بری بیماریوں اور سخت رنج سے نجات ہے۔

سب سے بہتر دُعا عافیت مانگنا ہے

۹/۲۳۶۲ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلاً جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الدُّعَاءِ اَفْضَلُ قَالَ سَلْ رَبَّكَ الْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ثُمَّ اَتَاهُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِيْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الدُّعَاءِ اَفْضَلُ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ اَتَاهُ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ قَالَ فَاِذَا اُعْطِيْتَ الْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَقَدْ اَفْلَحْتَ۔

(رواه الترمذی و ابن ما جة وقال الترمذی هذا حديث حسن غريب اسنادا)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤٩٩/٥ حديث رقم ٣٥١٢۔ وابن ماجه ١٢٦٥/٢ حديث رقم ٣٨٤٨۔ واحمد فی المسند ١٢٧/٣۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! کونسی دُعا بہتر ہے؟ فرمایا اپنے رب سے عافیت مانگ یعنی دین اور بدن میں اور معافات میں سلامتی یعنی اللہ تعالیٰ تجھ کو لوگوں سے عافیت میں رکھے ان کو تجھ سے دنیا میں اور آخرت میں عافیت میں رکھے۔ پھر وہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوسرے دن آیا پھر اس نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! کونسی دُعا بہتر ہے؟ پس فرمایا اسی کی مانند یعنی جو پہلے دن فرمایا تھا۔ پھر وہ تیسرے دن آیا پس فرمایا اسی کی مانند یعنی جو پہلے دن فرمایا تھا یعنی فرمایا جس وقت تو عافیت اور دنیا اور آخرت میں معافات دیا جائے۔ پس تحقیق تو نے چھٹکارا پایا اور مقصد کو پہنچا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور ابن ماجہ نے اور امام ترمذیؒ نے کہا یہ حدیث سند کے اعتبار سے غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بہترین دُعا عافیت مانگنا ہے یعنی دین میں سلامتی اور بدن میں معافات مانگو یعنی اللہ تعالیٰ تجھے عافیت میں رکھے۔ صحابیؓ کے پوچھنے پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عافیت مانگنے پر ہی زور دیا جس سے اس کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کا سوال کرنا

۱۰/۲۳۶۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُعَائِهٖ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَّنْفَعُنِيْ حُبُّهٗ عِنْدَكَ اَللّٰهُمَّ مَا رَزَقْتَنِيْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِّيْ فِيْمَا تُحِبُّ اَللّٰهُمَّ مَا زَوَيْتَ عَنِّيْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغًا لِّيْ فِيْمَا تُحِبُّ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤٨٨/٥ حديث رقم ٣٤٩١۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن یزید خطمیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنی دُعا میں کہتے تھے اے الٰہی! مجھے اپنی دوستی نصیب کر اور اس شخص کی دوستی کہ جو مجھ کو نفع دے اور اس کی دوستی جو تیرے نزدیک ہے اے الٰہی! تو نے مجھے جو کچھ اس چیز میں سے جس کو میں پسند کرتا ہوں عطا کیا ہے اس کو میرے لئے اس چیز میں طاقت کا ذریعہ بنا جسے تو پسند کرتا ہے یعنی جو نعمتیں تو نے مال و عافیت اور نعمت دنیویہ میں سے دی ہیں ان کو طاعت اور شکر کا ذریعہ بنا جس کو

تیری راہ میں خرچ کروں اور تیری رضامندی میں خرچ کروں۔ اے الٰہی! تو نے مجھے ان چیزوں میں سے جن کو میں پسند نہیں کرتا جو کچھ نہیں دیا بس اس کو میری فراغت کا سبب بنا دے جس کو تو پسند کرتا ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کے آخر میں بیان کیا گیا ہے جو تو نے مجھے مال وغیرہ نہیں دیا اپنی عبادت میں مشغول رکھ تا کہ تیری عبادت کی مشغولیت میں کوئی چیز مانع نہ ہو۔ دونوں جملوں کا حاصل یہ ہے اگر دنیا کی نعمت دے تو اس کے شکر کی توفیق دے تا کہ شکر کرنے والے اغنیاء میں سے ہو جاؤں اور اگر تو مجھ کو نہ دے تو اس سے میرے دل کو فارغ رکھ کہ دل اس میں نہ لگا رہے اور عبادت میں مشغول رہوں اور جزع فزع نہ کروں تا کہ فقرائے صابر میں سے شمار کیا جاؤں۔

ایک جامع دُعا

۱۱/۲۳۶۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَلَّمَا كَا نَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ مِنْ مَجْلِسٍ حَتّٰى يَدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الدَّعْوَاتِ لِاَصْحَابِهٖ اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مُصِيْبَاتِ الدُّنْيَا وَمَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّاتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا۔

(رواه الترمذی وقال حديث حسن غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴۹۳/۵ حديث رقم ۳۵۰۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مجلس سے اٹھتے تھے یہاں تک کہ یہ دعائیں اپنے صحابہ کے لئے مانگتے تھے یعنی اس لیے کہ وہ اس میں داخل ہیں یا ان کی تعلیم کے لیے۔ اے الٰہی! ہمارے لیے اپنا خوف نصیب کر اس قدر کہ تو اس کی وجہ سے ہمارے اور ہمارے گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے یعنی اس ڈر کے سبب سے تیرے گناہوں سے بچیں اور ہمیں اپنی طاعت نصیب فرما۔ اس قدر کے تو ہم کو اس کی وجہ سے اپنی بہشت میں پہنچائے اور یقین سے نصیب اچھے کر اس قدر کہ جس کی وجہ سے ہم پر دنیا کی مصیبتیں ٹل جائیں اور بہرہ مند کر ہم کو ہماری سماعتوں کے ساتھ بہرہ مند فرما اور ہماری بے تابیوں کو ہماری قوت کے ساتھ بہرہ مند فرما' جب تک کہ تو ہم کو زندہ رکھے اور بہرہ مندی کو ہمارا وارث بنا یعنی اخیر عمر تک اس کو باقی رکھ۔ یعنی تمام عمر اعضاء اور ہمارے حواس کو سلامت رکھ۔ ہمارے کینہ وانتقال میں اس شخص کو مشغول کر جنہوں نے ہم پر ظلم کیا ہے یعنی ہم کو ظالموں پر بدلہ لینے پر قادر کر دے۔ یا ہماری طرف سے بدلہ لے اور ہم کو فتح دے اس سے جو ہم سے دشمنی رکھے' دشمن دینی ہو یا دنیوی اور ہماری مصیبت ہمارے دین میں شمار نہ کر یعنی ایسی چیزوں میں مبتلا نہ کر' جو دین کے نقصان کا باعث ہوں اور دنیا کو ہمارے لئے بہت بڑا اندیشہ نہ کر و اور نہ ہمارے علم کو مطمع نظر بنا اور ہم پر اس کو مسلط نہ کر کہ جو ہم پر رحم نہ کرے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جامع دُعا کا ذکر ہے۔ حدیث میں الفاظ آئے کہ اے اللہ! ہمیں

یقین نصیب فرما یعنی اپنی ذات اور صفات پر یقین نصیب فرما اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان پر ایسا یقین نصیب فرما کہ دنیا کی سختیاں آسان ہو جائیں مثلاً جس کو اللہ کے رازق ہونے کا یقین ہو جائے گا۔ وہ ہرگز فکر مند نہیں ہوگا اور اس پر بھروسہ کرے گا یا جو شخص یقین کرے گا کہ آخرت کی مصیبتیں سخت ہیں اور یہاں کی مصیبتیں ناپائیدار ہیں' اس کو یہاں کی مصیبتیں آسان ہو جائیں گی۔ پس ایسا یقین عطا فرما اور دنیا کو ہمارے لئے فکروں کا مرکز نہ بنا یعنی ہم دنیاوی تدابیر میں مشغول و مصروف نہ رہیں اور تدبیریں نہ لگے رہیں بلکہ فکر و اندیشہ امور آخرت کا بہت زیادہ رکھیں اور فکر معاش تھوڑا رکھنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

علم کی زیادتی کا سوال کرنا

۱۲/۲۳۶۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کَا نَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَا یَنْفَعُنِیْ وَزِدْنِیْ عِلْمًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ۔

(رواہ الترمذی وابن ماجة وقال الترمذی هذا حدیث غریب اسنادا)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۵۰۴ حدیث رقم ۳۵۹۹۔ وابن ماجه ۱/۹۲ حدیث رقم ۲۵۱۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے اے الٰہی! مجھ کو نفع دے۔ اس چیز کے ساتھ کہ جو تو نے مجھ کو سکھلائی یعنی علم پر عمل نصیب ہو اور مجھ کو وہ چیزیں سکھا جو مجھ کو نفع دیں اور میرے علم (یعنی علم دین) میں اضافہ فرما۔ تمام تعریفیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں اور میں دوزخیوں کے حال سے پناہ مانگتا ہوں یعنی دنیا میں کفر و فسق سے اور آخرت میں عذاب سے بچوں۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اور امام ترمذیؒ نے کہا کہ حدیث غریب ہے باعتبار سند کے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے الٰہی! میرے علم میں اضافہ فرما۔ اللہ تعالیٰ سے آگ والوں کی حالت سے پناہ مانگتا ہوں۔

وحی کی کیفیت کا بیان

۱۳/۲۳۶۶ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ الْوَحْیُ سُمِعَ عِنْدَ وَجْهِهٖ دَوِیٌّ کَدَوِیِّ النَّحْلِ فَاُنْزِلَ عَلَیْهِ یَوْمًا فَمَکَثْنَا سَاعَةً فَسُرِّیَ عَنْهُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَرَفَعَ یَدَیْهِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَکْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَیْنَا وَاَرْضِنَا وَارْضَ عَنَّا ثُمَّ قَالَ اُنْزِلَ عَلَیَّ عَشْرُ اٰیَاتٍ مَنْ اَقَامَهُنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ ثُمَّ قَرَاَ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی خَتَمَ عَشْرَ اٰیَاتٍ۔ (رواہ احمد والترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۳۰۵ حدیث رقم ۳۱۷۳۔ واحمد فی المسند ۱/۳۴۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت وحی نازل ہوتی تھی تو ان پر وحی اترتی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کے پاس سے شہد کی مکھی کی آواز کی طرح سنی جاتی پس ایک دن ان پر وحی اتاری گئی پھر ہم ایک ساعت ٹھہرے۔ یعنی

منتظر رہے۔ پس سختی جو وحی کے اترنے کی وجہ سے وارد ہوئی تھی رفع ہو گئی پس وہ حالت حضور ﷺ سے دور کی گئی تو حضور ﷺ قبلے کے سامنے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا اے الٰہی! ہم پر دنیا و آخرت کی نعمتوں میں اضافہ فرما اور ہمارے لیے دنیا و آخرت میں کمی نہ فرما مسلمانوں کو کم نہ کر اور دنیا میں حاجت روائی کے ساتھ ہمارا اکرام فرما اور عقبیٰ میں منازل کے بلند کرنے میں ہمیں ذلیل نہ فرما یعنی مذکورہ چیزوں کے نہ ہونے کی وجہ سے اور ہم کو دنیا و آخرت کی خیر دے اور ہم کو محروم نہ کر اور ہم کو برگزیدہ فرما۔ یعنی اپنی رحمت وعنایت کے ساتھ اور ہم پر ہمارے علاوہ کو اپنی لطف وعنایت کے ساتھ برگزیدہ نہ فرما اور دشمنانِ دین کو ہم پر غالب نہ فرما اور ہم کو (اپنی رضا پر صبر اور شکر کی توفیق دینے سے) راضی فرما اور تو ہم سے (تھوڑی سے فرمانبرداری سے) راضی ہو جا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر ابھی دس آیتیں اُتاری گئیں اور جو شخص ان کو برپا رکھے ان کو پڑھا کرے یعنی ان پر عمل کرتا رہے گا۔ تو وہ بہشت میں نیکیوں کے ساتھ داخل ہو گا۔ پھر حضور ﷺ نے یہ آیتیں پڑھیں تحقیق مؤمنوں نے فلاح پائی یہاں تک کہ دس آیتیں ختم فرمائیں۔ اس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں شہد کی مکھی کی آواز کی طرح کا جو ذکر ہے یہ آواز حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تھی کہ وہ نبی کریم ﷺ کی طرف وحی پہنچاتے تھے تو وہ صحابہ کے سمجھ میں نہیں آتی تھی جیسے کوئی مکھی کی آواز سنتا ہے اور اس سے کچھ سمجھتا نہیں ہے اور وہ دس آیتیں یہ ہیں:

قد افلح المؤمنون الذين هم فى صلاتهم خاشعون والذين هم عن اللغو معرضون والذين هم للزكوة فاعلون والذين هم لفروجهم حافظون الا على ازواجهم اوما ملكت ايمانهم فانهم غير ملومين فمن ابتغى وراء ذلك فاولٓئك هم العادون والذين هم لامانتهم وعهدهم راعون ۔ والذين هم على صلاتهم يحافظون اولٓئك هم الوارثون الذين يرثون الفردوس هم فيها خالدون ۔

یعنی کامیاب ہوئے وہ مؤمن کہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں یعنی دل سے اور بدن سے اور وہ مؤمن کے بے فائدہ چیزوں سے خواہ کہنے کی ہوں یا کرنے کی ہوں اعراض کرتے ہیں اور وہ مؤمن کہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ مؤمن کو جو اپنے بستروں کو محفوظ رکھتے ہیں یعنی حرام کاری سے مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں سے صحبت کرتے ہیں۔ پس وہ ملامت نہیں کیے گئے ہیں۔ پس جو شخص اس کے علاوہ یعنی اغلام کرے یا ہاتھ وغیرہ سے منی گرائے یا متعہ کرے تو وہ حد حلال سے تجاوز کرنے والے ہیں اور حرام میں پڑنے والے ہیں اور وہ مؤمن کہ جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی محافظت کرتے ہیں اور مؤمن کہ جو اپنی نمازوں پر محافظت کرتے ہیں یعنی شرائط وآداب سے ادا کرتے ہیں وہی لوگ وارث ہیں جو جنت فردوس کے وراث ہونگے وہ جنتوں میں سے اعلیٰ جنت ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

الفصل الثالث:

بینائی کی محرومی پر صبر کرنے سے جنت کا وعدہ

۱۴/۲۳۶۷ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ اِنَّ رَجُلاً ضَرِيْرَ الْبَصَرِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اُدْعُ

اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَنِیْ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قَالَ فَادْعُهُ قَالَ فَاَمَرَهُ اَنْ يَّتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ الْوُضُوْءَ وَيَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ لِيَقْضِیَ لِیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح غریب)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۴۴۱/۱ حدیث رقم ۱۳۸۵۔ واحمد فی المسند ۱۳۸/۴۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق ایک شخص کم سوجھ یا اندھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ پس اس نے عرض کیا (اے اللہ کے رسول!) اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگو کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دے یعنی آنکھ کے خلل سے محفوظ رکھے۔ فرمایا اگر تو چاہے تو میں تیرے لیے دُعا کروں۔ اگر چاہے تو صبر ورضا سے کام لے پس تیرے لیے صبر کرنا بہتر ہے۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کیجئے پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم کیا کہ آداب اور سنتوں کے ساتھ اچھی طرح وضو کرے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھنے کا اور اس دُعا کے ساتھ دعا مانگنے کا حکم دیا: اے الٰہی! تحقیق میں تجھ سے اپنے مقصود کا سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وسیلہ پکڑتے ہوئے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمت والے نبی ہیں۔ پس اے نبی! اس آپ کے وسیلے کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ وہ میری حاجت روائی کے لئے حکم کرے۔ اے الٰہی! نبی کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ❀ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے جو شخص اندھے پن پر صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا فرمائے گا۔ صبر کرنا اس لیے بہتر ہے کہ اس کا ثواب بہشت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جب میں اپنے بندہ کو دونوں آنکھوں کے ساتھ مبتلا کرتا ہوں اور بندہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس کے عوض اس کو بہشت دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کا سوال کرنا

۱۵/۲۳۶۸ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاوٗدَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ يُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَمَالِیْ وَاَهْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ قَالَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَكَرَ دَاوٗدَ يُحَدِّثُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ اَعْبَدَ الْبَشَرِ۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴۸۸/۵ حدیث رقم ۳۴۹۰۔

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ داؤد علیہ السلام کی دُعاؤں میں سے یہ تھی کہ اے الٰہی! تحقیق میں تجھ سے تیری محبت کا اور اس شخص کی دوستی کا جو تجھ کو دوست رکھے اور ایسے عمل کا جو تیری دوستی تک پہنچائے سوال کرتا ہوں۔ اے الٰہی! اپنی دوستی ومحبت کو میری طرف جان کی محبت سے اور میرے اہل وعیال کی محبت سے اور میرے مال اور ٹھنڈے پانی کی محبت سے محبوب کر دے۔ راوی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کرتے

درآنحالیکہ ان کے بارے میں بات کرتے تو کہتے تھے داؤد علیہ السلام اپنے زمانے کے عابد آدمیوں میں سے تھے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ داؤد علیہ السلام بڑے عابد تھے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کا سوال کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اے اللہ تیری دوستی مجھے ٹھنڈے پانی اور اہل وعیال سے اور مال سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

جامع دُعا

۱۶/۲۳۶۹ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ صَلّٰى بِنَا عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ صَلَاةً فَاَوْجَزَ فِيْهَا فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ الْقَوْمِ لَقَدْ خَفَّفْتَ وَاَوْجَزْتَ الصَّلَاةَ فَقَالَ اَمَا عَلَيَّ ذٰلِكَ لَقَدْ دَعَوْتُ فِيْهَا بِدَعَوَاتٍ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ تَبِعَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ هُوَ اَبِيْ غَيْرَ اَنَّهٗ كَنٰى عَنْ نَفْسِهٖ فَسَاَلَهٗ عَنِ الدُّعَاءِ ثُمَّ جَاءَ فَاَخْبَرَ بِهِ الْقَوْمَ اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ اَحْيِنِيْ مَا عَلِمْتَ الْحَيٰوةَ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِّيْ اَللّٰهُمَّ وَاَسْئَلُكَ خَشْيَتَكَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَاَسْاَلُكَ كَلِمَةَ الْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَاَسْاَلُكَ الْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنٰى وَاَسْاَلُكَ نَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ وَاَسْاَلُكَ قُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْقَطِعُ وَاَسْاَلُكَ الرِّضَا بَعْدَ الْقَضَاءِ وَاَسْاَلُكَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَاَسْاَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَائِكَ فِيْ غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ اَللّٰهُمَّ زَيِّنَّا بِزِيْنَةِ الْاِيْمَانِ وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مَهْدِيِّيْنَ ۔ (سنن نسائی)

اخرجه النسائی فی السنن ۵٤/۳ حدیث رقم ۱۳۰۵۔ واحمد فی المسند ۲٦٤/٤۔

ترجمہ: حضرت عطاء بن سائبؒ سے روایت ہے انہوں نے اپنے باپ سے نقل کی ہے کہتے ہیں کہ ہم کو عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی پس اس میں کوتاہی کی یعنی لمبی قراءت اور تسبیحات وغیرہ زیادہ نہ پڑھیں پس ان کو بعض لوگوں نے کہا تحقیق تم نے ہلکی نماز پڑھی اور نماز کو مختصر کر دیا۔ پس عمار رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے فلانے مجھ کو یہ تخفیف مضر نہیں ہے۔ البتہ تحقیق میں نے اس نماز میں یعنی اس کے قعدے میں سجدے میں کئی دُعائیں مانگیں کہ میں نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے پس جناب عمار کھڑے ہوئے ان کے ساتھ قوم سے ایک شخص کھڑا ہوا وہ میرا باپ (عطاء) تھا۔ راوی نے کہا ہے کہ وہ شخص میرا باپ (سائب) تھا اس نے اپنے نفس سے کنایہ کیا ہے یعنی شخص نے اپنے کو کہا اور یوں نہ کہا کہ میں نے عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا پس اس شخص نے عمارؓ سے دُعا کا حال پوچھا۔ پس اس نے دُعا بتا دی۔ پھر وہ شخص آیا اور دُعا کے ساتھ قوم کو خبر دی' وہ یہ ہے: اے الٰہی! بحق اپنے جاننے کے غیب کو اور بحق اپنی مخلوق پر قدرت کے مجھ کو زندہ رکھ جب تو زندگی کو میرے لیے بہتر جانے یعنی جب تک بھلائی برائی پر غالب رہے تو زندگی بہتر ہے اور مجھ کو مار جب کہ تو مرنے کو میرے لیے بہتر جانے یعنی جب برائی بھلائی پر غالب نہ آ جائے اور ظاہری و باطنی فتنے ظاہر ہوں تو اس وقت مرنا بہتر ہے اور اے الٰہی! میں تجھ سے تیرا ظاہر و باطن میں ڈر مانگتا ہوں اور خوشی میں اور خفگی (یعنی پریشانی) میں کلمہ حق کا کہنا مانگتا ہوں اور میں تجھ سے فقر اور دولت کی

حالت میں میانہ روی مانگتا ہوں یعنی بہت زیادہ فقیر نہ ہو جاؤں اور رنج اٹھاؤں اور یا نہایت مالدار ہو جاؤں کہ اسراف کروں اور میں تجھ سے جنت کی نعمتیں مانگتا ہوں جو ختم نہ ہوں اور میں تجھ سے آنکھ کی ٹھنڈک مانگتا ہوں۔ جو ختم نہ ہو اور میں تجھ سے قضاء کے بعد رضا مانگتا ہوں اور میں تجھ سے مرنے کے بعد والی زندگی کی ٹھنڈک مانگتا ہوں۔ یعنی ہمیشہ کی راحت کا سوال کرتا ہوں۔ قرض کے بعد رضا مانگتا اور میں تیرے چہرے کے دیدار کی لذت مانگتا ہوں اور تیرے ملنے کے شوق کی طرف سخت حالت کے بغیر جو کہ ضرر پہنچائے اور نہ فتنے میں گمراہ کرے۔ اے الٰہی! ہم کو ایمان کی زینت کے ساتھ زینت دے کہ ایمان پر ثابت رہیں اور بہت زیادہ نیکیاں کریں اور ہم کو راہ راست دکھانے والے کی طرح راہ راست چلنے والے کی طرح کر دے۔ اس کو نسائی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ حق کا بول مانگتا ہوں خواہ مخلوق مجھ سے راضی ہو یا نہ ہو اپنی خوشی و تنگی میں حق بات کہوں عوام کی طرح نہ ہو جاؤں کہ پریشانی کے وقت برا بولتے ہیں اور خوشی میں خوش آمدید کہتے ہیں اور آنکھ کی ٹھنڈک ہے یعنی جن چیزوں سے کامل لذت پاتا ہے طاعات و عبادات میں یا اولاد کا باقی رہنا مانگتا ہوں یا اس سے مراد ہے نماز پر ہمیشگی کرنا یا دونوں جہانوں کی بھلائی مراد ہے اور سختی کی حالت کے علاوہ یا تو شوق کے ساتھ متعلق ہے یعنی تیرے ملنے کا ایسا شوق چاہتا ہوں کہ میرے سلوک میں نقصان نہ کرا اور ادب کے راستے پر میری استقامت میں اور احکام کی رعایت پر کبھی شوق ایسا ہوتا ہے کہ غلبہ حال کے وقت نقصان کرتا ہے اور یہی مراد اس جملے سے ہے کہ فرمایا: ولا فتنةٍ مضلةٍ۔ یعنی ایسا شوق چاہتا ہوں کہ گمراہ کرنے والی آرائش میں نہ ڈالے اور یا احینی کے ساتھ متعلق ہو جو کہ اوپر مذکورہ سب کو شامل ہو یعنی مجھ کو زندہ رکھ ان مذکورہ نعمتوں کے ساتھ کہ کسی بلا میں گرفتار نہ ہوں کہ اس میں صبر اور شکر نہ کروں اور راہ راست پر چلنے والے یعنی جیسے دوسروں کو اچھی راہ بتائیں تو خود بھی اس پر عمل کریں۔ ایسا نہ ہو کہ خود را فضیحت و دیگرے را نصیحت۔

فجر کی نماز کے بعد کی دُعا

۲۳۷۰/۱۷ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ دُبُرِ الْفَجْرِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا وَرِزْقًا طَیِّبًا۔ (رواہ احمد وابن ماجۃ والبیہقی فی الدعوات الکبیر)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۲۹۸/۱ حدیث رقم ۹۲۴۔ واحمد فی المسند ۲۹۴/۶۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد کہتے تھے کہ اے الٰہی! تحقیق میں تجھ سے نفع دینے والا علم، مقبول عمل اور پاکیزہ رزق مانگتا ہوں۔ اس کو امام احمد، ابن ماجہ اور بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دُعا کا بیان ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فجر کی نماز کے بعد مانگا کرتے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا خاص وظیفہ

۲۳۷۱/۱۸ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ دُعَاءٌ حَفِظْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا اَدَعُهٗ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ اُعَظِّمُ شُکْرَكَ وَاُکْثِرُ ذِکْرَكَ وَاَتَّبِعُ نُصْحَكَ وَاَحْفَظُ وَصِیَّتَكَ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه احمد فی المسند ۳۱۱/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دُعا یاد کی ہے کہ میں اس کو چھوڑتا نہیں ہوں اے الٰہی! مجھے ایسا بنا دے کہ تیرا زیادہ شکر ادا کروں اور تیرا ذکر بہت زیادہ کروں اور تیری نصیحت کی پیروی کروں اور میں تیری وصیت کو یاد رکھوں۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث مذکورہ میں جو نصیحت کے الفاظ آئے ہیں اس سے مراد بندوں کے حقوق ہیں اور وصیت سے مراد اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں یعنی تو نے جو لوگوں کے حق ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور اپنے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے' ان کی محافظت کروں یعنی ادا کرتا رہوں۔

جسمانی وروحانی صحت کا سوال کرنا

۱۹/۲۳۷۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَا نَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْأَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْاَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضٰى بِا لْقَدَرِ۔

اخرجه البزار ذكره فی كنز العمال ۱۸۳/۲ الحديث رقم ۳۶۵۰۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے اے الٰہی! میں تجھ سے بری بیماریوں سے' بدن کی تندرستی صحت یا احوال صحت اور افعال اور اعمال اور حرام سے بچنا اور امانت میں خیانت نہ کروں۔ لوگوں کے اموال میں یا شریعت کے تمام حقوق میں اور اچھا اخلاق ہونا اور تقدیر سے راضی ہونے کا سوال کرتا ہوں۔

تشریح ۞ مذکورہ حدیث میں ایک دُعا کا ذکر ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُعا مانگا کرتے تھے اور فرماتے تھے اے الٰہی! میں بدن کی تندرستی مانگتا ہوں اور حرام سے پناہ مانگتا ہوں اور امانت میں خیانت سے پناہ مانگتا ہوں اور اچھے اخلاق اور تیری رضا مندی کا سوال کرتا ہوں۔

نفاق' ریاکاری' جھوٹ وغیرہ سے پناہ مانگنا

۲۰/۲۳۷۳ وَعَنْ اُمِّ مَعْبَدٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِىْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِىْ مِنَ الرِّيَاءِ وَلِسَانِىْ مِنَ الْكَذِبِ وَعَيْنِىْ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ۔ (رواهما البيهقی فی الدعوات الكبير)

اخرجه الخطيب ذكره فی كنزالعمال ۱۸٤/۲ الحديث رقم ۳۶۶۰۔

ترجمہ: امّ معبد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اے الٰہی! میرے دل کو نفاق سے اور میرے عمل کو ریا سے اور میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے یعنی نظر حرام سے پاک کر دے۔ پس تحقیق تو آنکھوں کی خیانت جانتا ہے اور اس چیز کو کہ جس کو دِل چھپاتے ہیں یعنی خواہش اور گناہ۔ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کی ہیں۔

تشریح ۞ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ کی تفسیر میں منقول ہے مثلاً ایک جماعت مردوں کی بیٹھی تھی اچانک عورت ان کے آگے سے گزری۔ سب لوگوں نے ان کو شرم کی وجہ سے نہ دیکھا جب سب لوگوں نے نظر نیچی کرلی اور ایک شخص نے ان میں سے آنکھ اٹھائی اور چوری سے اس کو دیکھا۔

صحابی کی دُعا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دُنیا وآخرت کی عافیت مانگنے کی نصیحت کرنا

۲۱/۲۳۷۴ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلاً مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَدْ خَفَتَ فَصَارَ مِثْلَ الْفَرْخِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كُنْتَ تَدْعُو اللّٰهَ بِشَيْءٍ اَوْ تَسْاَلُهٗ اِيَّاهُ قَالَ نَعَمْ كُنْتُ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِيَّ بِهٖ فِي الْاٰخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِيْ فِي الدُّنْيَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ لَا تُطِيْقُهٗ وَلَا تَسْتَطِيْعُهٗ اَفَلَا قُلْتَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالَ فَدَعَا اللّٰهَ بِهٖ فَشَفَاهُ اللّٰهُ ۔

اخرجه مسلم في صحيحه ٢٠٦٨/٤ حديث رقم (٢٣ ـ ٢٦٨٨)۔ والترمذي في السنن ٤٨٧/٥ حديث رقم ٣٤٨٧۔ واحمد في المسند ١٠٧/٣۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں سے ایک شخص کی عیادت کی کہ وہ پرندے کے بچے کی طرح خفیف ہوگیا تھا پس اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تو اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتا تھا کسی چیز کے ساتھ یا یہ کہا کہ تو اللہ تعالیٰ سے کچھ چیز مانگتا تھا؟ کہا کہ ہاں مانگتا تھا۔ اے الٰہی! اگر تو آخرت میں مجھے عذاب دینے والا ہے تو اس عذاب کو دنیا میں دینے میں جلدی کر۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو نے عجیب دُعا مانگی تو اللہ کے عذاب کی طاقت نہیں رکھتا۔ یعنی دنیا میں اور تو اس کے عذاب کو دور نہیں کر سکے گا۔ پس تم نے کیوں نہ کہا۔ کہ اے الٰہی! ہم کو دنیا میں بھلائی دے یعنی عافیت اور آخرت میں بھی بھلائی یعنی تقصیرات سے درگزر کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ روایت کرنے والے نے کہا ہے کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی پس اللہ تعالیٰ نے اس کو شخص کو شفا دے دی۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کو دنیا وآخرت کی عافیت اور بھلائیاں مانگنے کی نصیحت کی ہے کیونکہ وہ بیمار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً والی دُعا پڑھا کرو۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس بیمار کو شفا دے دی۔

بلاؤں میں گرفتار ہو جانا اپنے نفس کو ذلیل کرنے کے مترادف ہے

۲۲/۲۳۷۵ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يُّذِلَّ نَفْسَهٗ قَالُوْا وَكَيْفَ يُذِلُّ نَفْسَهٗ قَالَ يَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا يُطِيْقُ۔

(رواه الترمذي وابن ماجة والبيهقي في شعب الايمان وقال الترمذي هذا حديث حسن غريب)

حه الترمذي في السنن ٤٥٣/٤ حديث رقم ٢٢٥٤۔ واحمد في المسند ٤٠٥/٥ والبيهقي في شعب الايمان۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن کے لیے لائق نہیں ہے یہ کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ مؤمن کس طرح اپنے نفس کو ذلیل کرتا ہے؟ فرمایا بلاؤں میں گرفتار ہو جائے اور اس کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور ابن ماجہؒ نے اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں اور امام ترمذیؒ نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص بلاؤں میں گرفتار ہو جائے اور اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو گویا کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل کر رہا ہے مثلاً ایک شخص حساب نہیں جانتا ہے اور وہ امور حساب کو اپنے سر لے لے اس سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کو اس باب میں اس لیے لائے ہیں کہ جس چیز کا متحمل نہ ہو اس کی دُعا بھی نہ مانگے جیسا کہ اوپر کی حدیث میں گزرا ہے۔

ظاہر و باطن کی بہتری کے لیے دُعا مانگنا

۲۳/۲۳۷۶ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَرِيْرَتِيْ خَيْرًا مِنْ عَلَانِيَتِيْ وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِيْ صَالِحَةً اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مِنْ صَالِحِ مَاتُؤْتِي النَّاسَ مِنَ الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ غَيْرَ الضَّالِّ وَلَا الْمُضِلِّ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥/٥٣٤ حديث رقم ٣٥٨٦۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھایا کہ اے الٰہی! میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر بنا دے اور میرے ظاہر کو شائستہ کر دے اے الٰہی! تحقیق میں تجھ سے اس چیز کی بہتری کا سوال کرتا ہوں کہ وہ لوگوں کو اہل سے اور مال سے اور اولاد سے کہ نہ گمراہ ہوں اور نہ گمراہ کریں۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مذکورہ دُعا سکھلائی کہ کہو۔ اے الٰہی! میرے ظاہر کو شائستہ کر دے اور میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر کر دے۔

كِتَابُ الْمَنَاسِكِ

یہ کتاب افعالِ حج کے بیان میں ہے

فائدہ :حج ۹ ہجری یا پانچ یا چھ ہجری میں فرض ہوا۔ پھر آپ ﷺ نے افعال حج کی تعلیم میں مشغولیت کی وجہ سے اور اسباب سفرحج کی تیاری کی وجہ سے اورنویں سال میں حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کو حاجیوں کا امیر مقرر کر کے مکہ کی جانب بھیجا تا کہ لوگوں کو حج کروائیں پھر دسویں سال حضور ﷺ خود حج کے لیے تشریف لے گئے۔

فائدہ :حج عمر میں ایک بارفرض ہے۔فی الفور۔پس اس کا منکر کافر ہےاوراس کا تارک باوجودقدرت کے فاسق اور گنہگار ہوتا ہے۔

حج کی شرائط!

① اسلام ہے یعنی مسلمان پرفرض ہے نہ کہ کافر پر۔

② حریت ہے یعنی آزاد پر ہے نہ کہ غلام پر۔

③ عقل ہے یعنی ہوشیار پر ہے بیہوش اور دیوانے پر نہیں ہے۔

④ بلوغ پر ہے یعنی بالغ پر ہے نہ کہ لڑکے پر۔

⑤ اورصحت پر ہے یعنی تندرست پر ہے نہ کہ بیمار پراور زادراہ کی قدرت پراور سواری پر یعنی جوراستہ کے خرچ اور سواری پر قادر ہےاس پرفرض ہےاور خرچ اس قدر ہو کہ آنے جانے پر کفایت کرے۔

اور ضروریاتِ اصلیہ پر زائد ہواوراس کے عیال کے لئے نفقہ لوٹنے تک کے لیے کافی ہواور اکثرلوگ امن وسلامتی کے ساتھ پہنچ جاتے ہوں۔تو فرض ہےاوراگر اکثرلوگ راستے میں ہلاک ہوجاتے ہوں۔ڈوبنے وغیرہ کے باعث ہے یالٹ جاتے ہوں توحج فرض نہیں ہےاوراگرکبھی کبھی اس کا اتفاق ہوتا ہوتواس کا کوئی اعتبار نہیں ہے جیسے اس زمانہ میں لوگوں کا حال ہے۔اکثر توسلامت واپس لوٹ آتے ہیں اوراکثر ہلاک ہوجاتے ہیں۔حج کی آٹھویں شرط یہ ہے عورت کے لیے خاوند یامحرم کا ہمراہ ہونا ضروری ہے اگراس کے اورمکہ کے درمیان تین دن کی مسافت ہو۔اگرخاوند یامحرم عورت کے ساتھ نہ ہوتوعورت حج کو نہ جائے اورمحرم کے لیے شرط ہے عاقل وبالغ ہونا اور نہ مجوسی ہونہ فاسق ہواوراس کا نفقہ اس عورت پر ہےاورعورت فرض حج محرم کے

ساتھ خاوند کے اذن کے بغیر بھی کر سکتی ہے اگر غلام یا لڑکا احرام باندھے پھر لڑکا یا غلام آزاد ہو جائے اور فرض حج پورا کرے تو فرض ادا نہیں ہوگا پھر اگر لڑکا فرض حج کے لئے از سر نو احرام باندھے تو صحیح ہوگا۔ بخلاف غلام کے اس کا فرض حج کے لیے احرام درست نہیں ہے۔

اور حج کے فرائض یہ ہیں:

① احرام اور وقوف عرفہ اور طواف الزیارہ اور اس کو طواف الافاضۃ اور طواف الرکن بھی کہتے ہیں۔ احرام شرط ہے اور باقی دونوں رکن۔

اور حج کے واجبات یہ ہیں:

① وقوف مزدلفہ۔
② صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا اور رمی جمار اور طواف الصدر کہ اس کو طواف الوداع بھی کہتے ہیں یہ آفاقی (یعنی غیر ملکی) کے لیے ہے اور حلق یا بال کتروائے اور ہر چیز کہ اس کے ترک کی وجہ سے دَم واجب ہو یعنی جانور ذبح کرنا اور ان کے علاوہ وہ سنتیں اور آداب ہیں۔

الفصل الاول:

حج کرنا زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے

۱/۲۳۷۷ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا فَقَالَ رَجُلٌ اَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا فَقَالَ لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ ثُمَّ قَالَ ذَرُوْنِیْ مَا تَرَكْتُكُمْ فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُوَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى اَنْبِيَائِهِمْ فَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَیْءٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَیْءٍ فَدَعُوْهُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۹۷۵/۲ حدیث رقم (۴۱۲۔ ۱۳۳۷)۔ والنسائی فی السنن ۱۱۰/۵ حدیث رقم ۲۶۱۹۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ پس فرمایا اے آدمیو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس حج کرو۔ پھر ایک شخص نے کہا ہم ہر سال حج کریں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے یہاں تک کہ اس شخص نے یہ بات تین بار کہی۔ پھر فرمایا اگر میں ہاں کہتا تو (مبادا) ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تم طاقت نہ رکھتے۔ پھر فرمایا مجھ کو چھوڑ دو۔ جب تک کہ میں تم کو نہ چھوڑوں۔ پس وہ لوگ جو تم سے پہلے تھے یعنی یہود و نصاری کثرت سوال کی وجہ سے اور اپنے انبیاء کے اوپر اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے جیسے بنی اسرائیل کی قوم سے منقول ہے پس جس وقت میں تم کو کسی چیز سے منع کروں پس تم اس کو چھوڑ دو۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ✿ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ حج زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا حکم کیا

تو ایک شخص نے یعنی اقرع بن حابس صحابی نے عرض کیا کہ کیا ہم ہر سال حج کیا کریں؟ وہ سمجھے کہ جیسے اور عبادات نماز' روزہ اور زکوٰۃ عمر میں مکرر ہوتے ہیں' ایسے ہی یہ بھی ہوگا۔ لیکن حضور ﷺ کو ان کا سوال ناگوار معلوم ہوا۔ اس لیے تنبیہاً چپ رہے جواب نہ دیا اور انہوں نے کئی بار سوال کیا۔ آخر جواب دیا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا یعنی اس لیے خدا کے حکم کے بغیر کہتا۔ میں خدا کے حکم کے بغیر نہیں بولتا ہوں اور تم سے پھر نہ ہوسکتا۔ پھر فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو اور مجھ سے فعل کی تعداد کے بارے میں مت پوچھو کہ کتنا ہے اور کیسا ہے کہ جب تک میں تمہارے لیے بیان نہ کروں کہ کتنا ہے اور کیسا ہے۔ حاصل یہ کہ جو کچھ میں کہوں وہ کرو۔ اگر مطلق حکم کروں بلا قید عدد کے اسی طرح بجالاؤ۔ اگر یہ بیان کروں کہ اتنی بار کرو اسی طرح کرو اس لیے کہ مجھے شریعت کو بیان کرنے کے لیے اور احکامات کو پہنچانے کے لیے بھیجا گیا ہے جو کچھ ہے میں تم لوگوں سے بیان کرتا ہوں تمہارے سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اس چیز کی کہ تم طاقت رکھو۔ یہ احکامات کو بجالانے کے لیے تاکید اور مبالغہ ہے یعنی خدا اور رسول ﷺ کے احکام بجالاؤ۔ جہاں تک تم طاقت رکھو یا رفع حرج پر اشارہ ہے مثلاً نماز کی بعض شرائط اور ارکان کے ادا کرنے سے عاجز ہو تو جس قدر ہو سکے اسی قدر ادا کرو۔

۲/۲۳۷۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۷۷/۱۔ حدیث رقم ۲۶۔ ومسلم فی صحیحه ۸۸/۱ حدیث رقم (۱۳۵۔ ۸۳)۔ والترمذی فی السنن ۱۵۹/٤ حدیث رقم ۱٦۵۸۔ والنسائی ۱۱۳/۵ حدیث رقم ۲٦۲٤۔ والدارمی ۲۱٤/۲ حدیث رقم ۲۳۹۳ واحمد فی المسند ۳۷۲/٦۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل بہتر ہے؟ فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ فرمایا پھر کونسا؟ فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ کہا گیا کہ پھر کونسا؟ فرمایا' مقبول حج۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ✿ افضل الاعمال کے بارے میں حدیثیں مختلف آئی ہیں یعنی کسی حدیث میں کسی عمل کو افضل کہا گیا اور کسی حدیث میں کسی عمل کو افضل فرمایا گیا ہے۔ ان میں وجہ تطبیق یہ ہے کہ یہ اختلاف بحیثیت حیثیات اور مقامات اور سائلین کے تفاوت کی وجہ سے ہے اس کا بیان مفصل کتاب الصلوٰۃ میں ہو چکا ہے۔

دورانِ حج معصیت سے پرہیز کرے

۳/۲۳۷۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۸۲/۳۔ حدیث رقم ۱۵۲۱۔ ومسلم فی صحیحه ۹۸۳/۲ حدیث رقم (٤۳۸۔ ۱۳۵۰)۔ والترمذی فی السنن ۱۷٦/۳ حدیث رقم ۸۱۱۔ والنسائی ۱۱٤/۵ حدیث رقم ۲٦۲۷۔ والدارمی ٤۹/۲ حدیث رقم وابن ماجه ۹٦٤/۲ حدیث رقم ۲۸۸۹۔ واحمد فی المسند ٤۹٤/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ کے واسطے حج کرے۔ پس وہ اپنی عورت سے صحبت نہ کرے اور نہ فسق کرے۔ پھر وہ اس دن کی طرح ہے جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا ہے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ جو شخص دورانِ حج معصیت سے پرہیز کرے اور اللہ کی رضا کے لیے حج کرے کہ دنیا کو دکھانے اور سنانے کے لیے اور دوسرے مقاصد کے لیے نہ کرے اور جان لینا چاہیے کہ جو شخص بقصد حج اور تجارت کے جائے تو اس کو ثواب تو ہوتا ہے لیکن اسکے بہ نسبت کم، جو فقط حج ہی کو جائے۔

رفث کے معنی جماع کرنے کے ہیں اور فحش کلام کرنا اور عورتوں سے جماع کے بارے میں بات کرنا اور فسق نہ کرے یعنی گناہ کبیرہ نہ کرے اور صغائر پر اصرار نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (الحجرات: ۱۱) حاصل یہ ہے کہ جو شخص خالص اللہ تعالیٰ کے لیے حج کرے اور اس میں جماع اور بدکلامی نہ کرے اور گناہ کے کام نہ کرے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے کہ ماں کے پیٹ سے گناہوں سے پاک پیدا ہوا تھا۔

ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کفارہ ہے

۲۳۸۰/۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۹۷/۳۔ حدیث رقم ۱۷۷۳۔ ومسلم فی صحیحه ۹۸۳/۲ حدیث رقم (۴۳۷۔ ۱۳۴۹)۔ والترمذی فی السنن ۲۷۲/۳ حدیث رقم و ابن ماجه ۹٦٤/۲ حدیث رقم ۲۸۸۸۔ ومالك فی الموطأ ۳٤٦/۱ حدیث رقم ٦٥ من کتاب الحج۔ واحمد فی المسند ۲٤٦/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک عمرہ دوسرے عمرے تک ان گناہوں کے لیے کفارہ ہے جو ان دونوں کے درمیان میں ہوئے ہیں۔ یعنی صغیرہ گناہ۔ اور مقبول حج کا بدلہ صرف بہشت ہے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص عمرہ کرے گا تو دوسرے عمرے تک اس کے لیے یہ کفارہ ہو جائے گا۔ دوسرے عمرے تک جو صغیرہ گناہ ہونگے اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے اور حج مقبول کا بدلہ بہشت ہی ہے۔

رمضان میں عمرہ کرنے کی فضیلت

۲۳۸۱/۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عُمْرَةً فِیْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦۰۳/۳۔ حدیث رقم ۱۷۸۲۔ ومسلم فی صحیحه ۹۱۷/۲ حدیث رقم (۲۲۱۔ ۱۲۵٦)۔ والنسائی ۱۳۰/٤ حدیث رقم۔ ۲۱۱۔ وابن ماجه ۹۹٦/۲ حدیث رقم ۲۹۹٤۔ والدارمی ۷۳/۲ حدیث رقم ۱۸۵۹۔

واحمد فی المسند ۲۲۹/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تحقیق رمضان میں عمرہ کرنا (ثواب میں) حج کے برابر ہوتا ہے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ تَعْدِلُ: کا معنی ہے برابر۔ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص رمضان میں عمرہ کرے گا اس کو حج کے برابر ثواب ملے گا۔

نابالغ کو نفلی حج کا ثواب ملتا ہے

۶/۲۳۸۲ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقِیَ رَکْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوْا الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالُوْا مَنْ اَنْتَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَرَفَعَتْ اِلَیْهِ امْرَاَۃٌ صَبِیًّا فَقَالَتْ اَلِهٰذَا حَجٌّ قَالَ نَعَمْ وَلَكِ اَجْرٌ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۹۷٤/۲ حدیث رقم (۴۰۹۔ ۱۳۳۶)۔ وابن ماجه ۹۷۱/۲ حدیث رقم ۲۹۱۰۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قافلے سے (مقام) روحاء میں ملاقات کی۔ پس فرمایا کونسی قوم ہو؟ قافلہ والوں نے کہا: ہم مسلمان ہیں۔ پھر قافلہ والوں نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک عورت نے لڑکے کو بلند کیا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کجاوے سے اونچا کر کے دکھایا پھر کہا اس کے واسطے حج (کا ثواب) ہے؟ فرمایا ہاں اور تیرے واسطے بھی ثواب ہے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں نابالغ کے حج کے ثواب کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے مذکورہ حدیث میں جو واقعہ ہے۔ یہ روحاء مقام پر پیش آیا۔ روحا ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے چھتیس کوس کی مسافت پر ہے اور فرمایا ہاں! یہ الفاظ متن میں مذکور ہیں اس کا مطلب یہ کہ اس کے لیے نفلی حج کا ثواب ہے اور تجھ کو بھی ثواب ہوگا۔ تو حج کے افعال بتائے گی یعنی تعلیم کرے گی۔ کیونکہ تو اس کی خبر گیری کرنے والی ہے اور اس کے حج کا باعث ہے اور اگر لڑکا لڑکپن میں حج کرے تو فرض حج اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ اگر بالغ ہونے کے بعد حج کی فرضیت کے شرائط پائی جائیں تو حج کرے اور اس طرح اگر غلام حج کرے تو اس کے ذمے سے بھی حج ساقط نہیں ہوتا آزاد ہونے کے بعد حج کرے اور اگر فقیر حج کرے تو فرض ہی ادا ہوتا ہے غنی ہونے کے بعد پھر اس پر حج کرنا واجب نہیں ہے۔

دوسرے کی طرف سے حج کرنے کا مسئلہ

۷/۲۳۸۳ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ امْرَاَۃً مِنْ خَثْعَمٍ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَرِیْضَةَ اللّٰهِ عَلٰی عِبَادِهٖ فِی الْحَجِّ اَدْرَکَتْ اَبِیْ شَیْخًا کَبِیْرًا لَا یَثْبُتُ عَلَی الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ وَذٰلِكَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۷۸/۳۔ حدیث رقم ۱۵۱۳۔ ومسلم فی صحیحه ۹۷٤/۲ حدیث رقم (۴۰۸۔ ۱۳۳۵)۔ وابوداؤد فی السنن ٤۰۰/۲ حدیث رقم ۱۸۰۹۔ والترمذی فی السنن ۲٦۷/۳ حدیث رقم ۹۲۸۔ والنسائی ۱۱۸/۵ حدیث رقم ۲٦٤۱ وابن ماجه ۹۷۰/۲ حدیث رقم ۲۹۰۷۔ والدارمی ٦۱/۲ حدیث رقم ۱۸۳۱۔ ومالك فی الموطأ ۳۵۹/۹ حدیث رقم ۹۷۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! تحقیق اللہ کے فریضہ نے جو اس کے بندوں پر لازم ہے میرے والد کو بڑا بوڑھا پایا ہے جو سواری پر ٹھیک سے بیٹھ نہیں سکتا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا کہ ہاں حج کرو اور یہ سوال وجواب حَجَّةُ الْوِدَاعِ کے موقع پر تھا۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں دوسرے کی طرف سے حج کرنے کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور مذکورہ مسئلے کا حاصل کلام یہ تھا کہ میرے بوڑھے باپ پر حج فرض ہے اس وجہ سے کہ وہ بڑھاپے میں مسلمان ہوا ہے اور اس کے پاس مال بھی ہے یا مال اس کے ہاتھ لگا ہے اور وہ سواری پر نہیں بیٹھ سکتا۔ کیا میں اس کی طرف سے نیابۃً حج کرسکتی ہوں۔ فرمایا ہاں جان لینا چاہیے کہ حج کرنا غیر کی طرف سے ہے۔ اگر فرض ہو تو جائز ہے والدین کی طرف سے حج کرنا بغیر امر اور وصیت کے بھی اور اگر نفل حج ہو تو باوجود قدرت مطلق کے حج کرنا جائز ہے۔

فقہی روایت کے موافق یہ حدیث اس پر محمول ہوگی کہ باپ نے اجازت وخرچ دیا ہوگا۔ چنانچہ یہ تقریر حضرت شیخ کی تقریر سے سمجھی جاتی ہے کہ وہ تقریر حدیث ابی رزین کی شرح میں لکھی ہوئی ہے اور بعض حضرات کے نزدیک اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔

حج بدل کا مسئلہ

۸/۲۳۸۴ وَعَنْهُ قَالَ اَتٰى رَجُلٌ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُخْتِیْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ وَاِنَّهَا مَاتَتْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ اَكُنْتَ قَاضِيَةً قَالَ نَعَمْ فَاقْضِ دَيْنَ اللّٰهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِالْقَضَاءِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی المسند ۸٤/۱۱ ، حدیث رقم ٦٦٩٩۔ واحمد فی المسند ۳۱۰/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہ میری بہن نے نذر مانی تھی کہ وہ حج کرے گی اور وہ مرگی۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس پر قرض ہوتا کیا تو اس کو ادا کرتا؟ کہا کہ ہاں (فرمایا) پس اللہ کا دین بھی ادا کرو۔ پس وہ ادا کرنے کے زیادہ لائق ہے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ اس شخص کو اپنی بہن سے کچھ مال بطور وراثت سے ملا ہوگا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوق اللہ کو حقوق العباد پر قیاس کیا۔ مسئلہ یہ ہے کہ وراث کے لیے درست ہے کہ مورث کی طرف سے حج کروائے یا خود حج کرے۔

عورت کے ساتھ سفر میں محرم کا ہونا ضروری ہے

۹/۲۳۸۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ وَلَا تُسَافِرَنَّ امْرَاَةٌ وَمَعَهَا مَحْرَمٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُكْتُتِبْتُ فِیْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا وَخَرَجَتِ امْرَاَتِیْ حَاجَّةً قَالَ اذْهَبْ

فَاحْجُجْ مَعَ امْرَأَتِكَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١٤٢/٦۔ حدیث رقم ٣٠٠٦۔ ومسلم فی صحیحه ٩٧٨/٢ حدیث رقم (٤٢٤۔ ١٣٤١)۔

٢٥١٤: اخرجه البخاری فی صحیحه ٧٥/٦۔ حدیث رقم ٢٨٧٥۔ وابن ماجه فی السنن ٩٦٨/٢ حدیث رقم ٢٩٠١۔ واحمد فی المسند ٦٧/٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے یعنی اجنبی مرد وعورت تنہا ایک مکان میں جمع نہ ہوں اور عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے پس ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرا نام فلاں جہاد جو درپیش ہے اور وہاں لشکر جانا ہے اس میں لکھا گیا ہے کہ میں ان کے ساتھ بھی جاؤں اور میری بیوی نے حج کا ارادہ بھی کیا ہے (یعنی میں کیا کروں آیا جہاد کے لیے جاؤں یا بیوی کو اکیلا حج کے لیے جانے دوں یا بیوی کے ساتھ جاؤں اور جہاد میں نہ جاؤں)۔ فرمایا اپنی عورت کے ساتھ حج کرو فرمایا کہ غازی بہت ہیں تیری بیوی کے ساتھ تیرے علاوہ کوئی محرم نہیں ہے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے ساتھ سفر میں محرم کا ہونا کتنا ضروری ہے اجنبی مرد وعورت کو تنہا ایک مکان میں جمع ہونا اور عورت کو سفر کرنا سفر کی حد تک یعنی تین منزل تک بغیر محرم یا خاوند کے درست نہیں ہے حتیٰ کہ سفر حج میں بھی عورت کے ساتھ محرم ہونا شرط ہے۔ حج کے وجوب کی شرط یہ ہے کہ عورت پر جب حج فرض ہوتا ہے تو اس کے ساتھ محرم یا خاوند بھی ہو اور محرم سے مراد وہ ہے جس سے قرابت کی وجہ سے یا دودھ کے تعلق کی وجہ سے یا سسرال کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو۔ شرط یہ ہے کہ وہ عاقل و بالغ ہو مجوسی اور فاسق نہ ہو۔

عورتوں کا جہاد حج ہے

٢٣٨٦/١٠وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ جِهَادُكُنَّ الْحَجُّ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥٦٦/٢۔ حدیث رقم ١٠٨٨۔ ومسلم ٩٧٥/٢ حدیث رقم (٤١٣۔١٣٣٨)۔ والترمذی فی السنن ٢٧٢/٣ حدیث رقم ١١٦٩۔ وابن ماجه ٩٦٨/٢ حدیث رقم ٢٨٩٨۔ والدارمی ٣٧٤/٢ حدیث رقم ٢٦٧٨۔ ومالك فی الموطأ ١٧٩/٢ حدیث رقم ٣٧ من كتاب الاستذان۔ احمد فی المسند ١٣/٢۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کرنے کی اجازت مانگی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارا جہاد حج ہے یعنی تم پر جہاد نہیں ہے اور اگر استطاعت ہو تو حج کرو۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کا جہاد حج ہے یعنی ان پر جہاد فرض نہیں ہے بلکہ اگر وہ استطاعت رکھیں تو حج کریں۔

عورت کو بغیر محرم سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے

۲۳۸۷/۱۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَافِرُ امْرَأَةٌ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵٦٦/۲۔ حدیث رقم ۱۰۸۸۔ ومسلم ۹۷۵/۲ حدیث رقم (۴۱۳۔ ۱۳۳۸)۔ والترمذی فی السنن ۲۷۲/۳ حدیث رقم ۱۱٦۹۔ وابن ماجه ۹٦۸/۲ حدیث رقم ۲۸۹۸۔ والدارمی ۳۷۴/۲ حدیث رقم ۲٦۷۸۔ ومالك فی الموطأ ۱۷۹/۲ حدیث رقم ۳۷ من کتاب الاستذان۔ احمد فی المسند ۱۳/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی عورت ایک دن اور ایک رات کی مسافت کی بقدر سفر نہ کرے مگر اس کے ساتھ محرم ہو۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں عورتوں کو اکیلے سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ عورتوں کو اس جگہ کی طرف نکلنا مباح ہے کہ جو حد سفر سے کم ہو۔ کہ حد سفر میں تین منزل ہے اور اس سے معلوم ہوا ہے کہ بغیر محرم کے بھی عورت کو سفر کی اجازت ہے۔ صحیحین کی روایت میں بھی آیا ہے کہ عورت دوگنا سفر نہ کرے۔ مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند یا محرم ہو۔ پس ظاہری طور پر فقہاء کے اقوال کا اختلاف ان روایات سے معلوم ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ حدیث میں جو مطلق آیا ہے کہ عورت سفر نہ کرے مگر اس کے ساتھ محرم ہو۔ اس کو فقہا نے تین دن پر محمول کیا ہے۔ اس لیے کہ سفر شرعی تین دن سے کم نہیں ہوتا اور حدیثوں میں جو ایک یا دو دن کے سفر سے منع آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ منزل آدھے دن سے زیادہ کی ہو اور جہاں دو دن کے سفر سے منع آیا ہے تو مراد یہ ہے کہ تمام دن چلے اور جہاں ایک دن ایک رات سے منع آیا ہے تو مراد یہ ہے کہ شب و روز چلے تو یہ ایک یا دو دن کا سفر بھی تین دن کے برابر ہو جائے گا۔

مواقیتِ حج

۲۳۸۸/۱۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ لِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهِنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمُهَلُّهٗ مِنْ اَهْلِهٖ وَكَذَاكَ وَكَذَاكَ حَتّٰى اَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۸۷/۳۔ حدیث رقم ۱۵۲٦۔ ومسلم فی صحیحه ۸۳۸/۲ حدیث رقم (۱۱۔ ۱۱۸۱) وابوداؤد فی السنن ۳۵۳/۲ حدیث رقم ۱۷۳۸۔ والنسائی ۱۲٦/۵ حدیث رقم ۲٦۵۸۔ والدارمی فی السنن ۴۷/۲ حدیث رقم ۱۷۹۲۔ واحمد فی المسند ۳۳۲/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کی جگہ معین کی۔ اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفۃ کو اور شام والوں کے جحفۃ کو اور نجدیوں کے لیے قرن منازل کو اور یمن والوں کے لیے یلملم کو بطور میقات معین

کیا۔ پس یہ تمام جگہیں احرام باندھنے کی ہیں ان شہر والوں کے لیے جو کہ مذکور ہوئے ہیں اور ان کے لیے بھی جو ان مقامات سے گزریں ان کے علاوہ یعنی مثلاً ہندوستان والے جب یمن کے راستے پر پہنچے تو یلملم سے احرام باندھیں اور اسی طرح دوسرے شہر والوں کا حال ہے کہ جب احرام کی جگہ پر آئیں تو وہیں احرام باندھیں یہ جگہیں احرام باندھنے کی ہیں۔ پس جو شخص حج اور عمرے کا ارادہ کرے تو جو شخص ان مواضع کے اندر رہنے والا ہے پس اس کے احرام کی جگہ اپنے سے ہے اور اسی طرح یہاں تک کہ اہل مکہ' مکہ سے احرام باندھیں۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں حج کے مواقیت کا بیان کیا گیا ہے۔ ذوالحلیفۃ ایک جگہ کا نام ہے'۔ جو مدینہ سے چھ کوس کے فاصلے پر ہے اور مکہ سے دس منزل کے فاصلے پر ہے اور نجد اصل میں بلند منزل کو کہتے ہیں اور اب تہامہ سے لے کر زمین عراق تک عرب کے شہروں کا نام ہے اور قرن منازل ایک جگہ کا نام ہے جو طائف کے قریب ہے۔

اور یلملم ایک پہاڑ ہے جو مکہ سے دو منزل کے فاصلے پر ہے اور یہ احرام کی جگہیں ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی احرام کی جگہ سے گزر جائے حج اور عمرہ کے ارادہ کے بغیر تو اس کے لیے مکہ میں داخل ہونے کے واسطے احرام باندھنا لازم نہیں ہے جیسا کہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور حنفی مذہب میں مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے' اگر چہ وہ حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو۔ انہوں نے اس حدیث پر عمل کیا ہے لا یجاوز حد المیقات الا محرما۔ یہ حدیث مطلق ہے اس میں حج و عمرے کے ارادے کی قید نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ احرام اس بزرگ مکان کے واسطے سے ہے پس اس میں تاجر اور عمرہ کرنے والا برابر ہیں اور جو میقات کے اندر ہے یعنی احرام کی جگہوں میں ہے ان کو اپنی حاجت کے لئے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز ہے' اس لیے کہ ان کو اکثر مکہ میں آنا پڑتا ہے۔ اگر ہر بار احرام واجب ہو تو حرج ہے پس ان کا حکم اس معاملے میں اہل مکہ کا سا ہے۔ یعنی جیسے اہل مکہ کے لیے درست ہے کہ اگر کسی کام کے لیے مکہ سے نکلیں اور پھر مکہ میں داخل ہوں تو بغیر احرام کے چلے آئیں ویسے ہی ان کے لئے بھی درست ہے۔ کذا فی الہدایہ۔

اور جو شخص اندر رہنے والا ہو یعنی جو شخص ان احرام کی جگہوں کے اندر رہتا ہوں تو اس کی احرام کی جگہ حرم کی حد تک ہے' اس کو میقات پر جانا ضروری نہیں ہے اگر چہ میقات کے قریب ہو اور جو ان احرام باندھنے کی جگہوں میں رہتے ہوں' ان کا حکم اس سے معلوم نہیں ہوتا۔ جمہور علماء کہتے ہیں کہ ان کا حکم اندر والوں کا سا ہے اور اسی طرح یعنی جس قدر مکہ کے نزدیک ہوتا چلا جائے اور احرام کی جگہ کے اندر ہو۔ پس احرام باندھنے کی جگہ اس کی وہیں سے ہے جہاں وہ رہتا ہو آخر حل تک اور اہل مکہ یعنی اہل حرم حج کا احرام مکہ سے باندھیں اور اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مکہ حج اور عمرہ میں احرام باندھنے کی جگہ ہے اور مذہب یہ ہے کہ عمرہ کرنے والا حل کی طرف نکلے اس لیے کہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عمرہ کے احرام کے لئے تنعیم کی طرف نکلنے کا حکم فرمایا جو کہ حل میں ہے۔ پس یہ حدیث حج کے ساتھ مخصوص ہے۔ یعنی یہ حکم مکہ کے حج کرنے والے کے لیے ہے کہ وہاں سے احرام باندھے اور عمرہ کرنے والا حل میں آ کر باندھے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

میقات احرام کا بیان

۱۳/۲۳۸۹ وَعَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُهَلُّ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِى الْحُلَيْفَةِ وَالطَّرِيْقُ الْاٰخَرُ الْجُحْفَةُ وَمُهَلُّ اَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ وَمُهَلُّ اَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ وَمُهَلُّ اَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ۔

(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ۸۴۱/۲ حديث رقم (۱۸۔ ۱۱۸۳)۔ والنسائى فى السنن ۱۲۲/۵ حديث رقم ۲۶۵۱۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مدینہ والوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہ ذی الحلیفہ ہے اور دوسرا راستہ جحفہ ہے اور عراق والوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے جو ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے دو منزل کے فاصلے پر ہے اور نجد والوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہ قرن ہے اور یمن والوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہ یلملم ہے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مدینے سے مکہ آنے کے لیے دو راستے ہیں ایک راستے میں ذی الحلیفۃ آتا ہے اور دوسرے راستے میں جحفہ آتا ہے جو کہ احرام باندھنے کی جگہ ہے یعنی مدینہ والوں کی دوسری راہ میں جحفۃ ملتا ہے اگر اس راستے سے آئیں تو وہاں سے احرام باندھیں۔ جان لینا چاہیے کہ مدینہ والوں کے لیے مکہ آنے کے لیے دو راستے تھے اور اب ایک ہی راستہ ہے جس میں ذی الحلیفۃ آتا ہے اور پھر جحفۃ آتا ہے پس اس صورت میں مدینہ والوں کے لیے دو میقاتیں ہوئیں۔ پس وہ وہاں سے احرام باندھے یعنی ذوالحلیفہ سے اور جحفۃ سے باندھنا بھی جائز ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کا بیان

۱۴/۲۳۹۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ عُمَرٍ كُلُّهُنَّ فِىْ ذِى الْقَعْدَةِ اِلَّا الَّتِىْ كَانَتْ مَعَ حَجَّتِهٖ عُمْرَةٌ مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِىْ ذِى الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةٌ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِىْ ذِى الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةٍ مِنَ الْجِعِرَّانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنَ فِىْ ذِى الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةٌ مَعَ حَجَّتِهٖ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخارى فى صحيحه ۴۳۹/۷۔ حديث رقم ۴۱۴۸ ومسلم فى صحيحه ۹۱۶/۲ حديث رقم (۲۱۷۔ ۱۲۵۳)۔ وابوداؤد فى السنن ۵۰۶/۲ حديث رقم ۱۹۹۴۔ والترمذى ۱۷۹/۳ حديث رقم ۸۱۵۔ والدارمى ۴۶/۲ حديث رقم ۱۷۸۷۔ واحمد فى المسند ۱۳۴/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے۔ سب ذی قعدہ میں تھے مگر وہ عمرہ جو حج کے ساتھ کیا تھا وہ ذی الحجہ کے مہینے میں تھا اور ان چار عمروں کا بیان یہ ہے کہ ایک عمرہ حدیبیہ سے ذیقعدہ کے مہینے میں اور دوسرا عمرہ اس سے اگلے برس میں وہ بھی ذیقعدہ میں ہوا اور تیسرا عمرہ جعرانہ سے ہوا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں غزوہ حنین کی غنیمت بانٹی گئی۔ یہ عمرہ بھی ذیقعدہ کے مہینے میں ہوا اور چوتھا عمرہ ذی الحجہ کے مہینے میں حج کے ساتھ تھا۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے۔ حدیبیہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ حدیبیہ ایک گاؤں کا نام ہے جو مکہ سے نو میل کے فاصلے پر ہے اور اس کا اکثر حصہ حرم میں ہے اور کچھ حل میں ہے اور بیان مجمل عمرہ حدیبیہ کا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینے سے چھ ہجری میں ذیقعدہ کی پہلی تاریخ کو پیر کے دن عمرے کے قصد سے چودہ سو یا اس سے زائد آدمیوں کے ہمراہ مکہ تشریف لے گئے۔ جب حدیبیہ میں پہنچے تو قریش جمع ہو کر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ آنے سے منع کیا اور عہد کیا کہ آئندہ سال آنا اور عمرہ کر لینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صلح کر کے واپس لوٹ آئے تو حقیقت میں یہ عمرہ نہ ہوا لیکن عمرے کا ثواب ملنے کی وجہ سے پہلا عمرہ شمار کیا گیا اور احصار کا حکم یہیں سے مشروع ہوا اور آئندہ سال مکہ اسی عمرے کی قضاء کو گئے اور تین روز وہاں رہے چوتھے روز وہاں سے روانہ ہوئے یہ دوسرا عمرہ ہوا اس عمرے کو عمرۃ القضاء کہتے ہیں چنانچہ یہ نام حدیثوں میں بھی آیا ہے اور یہ حنفیوں کا موید مذہب ہے کہ محرم احصار کی وجہ سے احرام سے نکل آئے اور اس کی قضا واجب ہوتی ہے اور شافعیہؒ کے نزدیک اس کی قضا نہیں ہے اور تیسرا عمرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے ادا کیا جہاں جنگ حنین کا مالِ غنیمت تقسیم کیا گیا۔

اس اجمال کا بیان یہ ہے کہ جعرانہ ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے نو میل کے فاصلے پر ہے' آٹھویں سال ہجری میں فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین پیش آیا اور وہاں سے بے شمار مال غنیمت کا مال مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ یا سولہ دن جعرانہ میں رونق افروز رہے اور مالِ غنیمت تقسیم کیا۔ ان میں ایک روز رات کو بعد از نماز عشاء کے سوار ہو کر مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ کیا اور اسی رات لوٹ آئے اور صبح کی نماز جعرانہ میں ادا کی اور چوتھا عمرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے ساتھ کیا' یہ عمرہ ذی الحجہ میں ہوا اور باقی ذیقعدہ میں ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی چاروں عمرے کیے ہیں جن کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے اور حج اسلام ایک ہی تھا اور ایام جاہلیت میں قریش حج کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کرتے تھے لیکن ان کی گنتی علماء کو معلوم نہیں ہے کہ کتنے کیے واللہ اعلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمرے کا مفصل بیان آئے گا اور اس کا مجمل بیان یہ ہے کہ حج وقوف عرفات ہے اور بیت اللہ کا طواف ہے اور صفا اور مروہ کے مابین سعی ہوتی ہے اور عمرہ میں طواف اور سعی ہوتی ہے اور احرام دونوں میں شرط ہے حج میں بھی اور عمرے میں بھی اور حج فرض بھی ہوتا ہے اور نفل بھی اور عمرہ سنت و نفل ہے مگر کوئی شخص نذر مان لے تو اس کا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کا ذکر

۱۵/۲۳۹۱ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ مَرَّتَيْنِ۔

اخرجه البخاري في صحيحه ۳/ ۶۰۰۔ حديث رقم ۱۷۸۱۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ کے مہینے میں عمرے کیے۔ حج سے پہلے دو مرتبہ عمرہ کیا ہے۔

تشریح ۞ گزشتہ حدیث پاک سے معلوم ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے تین عمرے کئے ہیں اور اس حدیث میں آیا ہے کہ حج سے پہلے دو عمرے کیے ہیں پس ان دونوں حدیثوں میں تطبیق یہ ہے کہ ظاہر میں صلح حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

عمرہ نہیں کیا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ تم حلال ہو جاؤ تو عمرے کا ثواب ملے گا۔اگرچہ ظاہر میں عمرے کے افعال نہیں کیے پس جس روایت میں دو عمروں کا ذکر آیا ہے اور جس روایت میں آیا ہے آپ ﷺ نے حج سے پہلے تین عمرے کیے ہیں۔ایک عمرے سے مراد عمرے کا ثواب ہے۔اس اعتبار سے تین عمرے ہوئے۔مولانا۔

الفصل الثانی:

حج سال میں ایک مرتبہ فرض ہے

۱۶/۲۳۹۲ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَقَامَ الْاَ قْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ اَفِىْ كُلِّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ قُلْتُهَا نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَعْمَلُوْا بِهَا وَلَمْ تَسْتَطِيْعُوْا وَالْحَجُّ مَرَّةً فَمَنْ زَادَ فَتَطَوُّعٌ۔

(رواہ احمد والنسائی والدارمی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۴٤/۲ حدیث رقم ۱۷۲۱۔ والنسائی ۱۱/۵ حدیث رقم ۲٦۲۰۔ وابن ماجه ۹٦۳/۲ حدیث رقم ۲۸۸٦۔ والدارمی ٤٦/۲ حدیث رقم ۱۷۸۸۔ واحمد فی المسند ۲۵۵/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! تحقیق اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے پس اقرع بن حابس کھڑے ہوئے پس کہا کہ ہر سال حج فرض ہے اے اللہ کے رسول ﷺ؟ فرمایا اگر میں اس حج کے لیے ہاں کہہ دیتا یعنی حج واجب ہونے کے واسطے تو البتہ واجب ہو جاتا اور ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا اور اگر فرض ہو جاتا تو تم اس کو نہ کر سکتے اور نہ تم طاقت رکھتے لہٰذا حج ایک ہی بار فرض ہے اور جو ایک مرتبہ سے زیادہ کرے پس وہ نفل ہے۔ اس کو امام احمدؒ اور نسائیؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں پر زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے جو زادِراہ اور سفر کی طاقت رکھتا ہوں۔ہر سال حج فرض نہیں ہے۔

حج کی فرضیت کے لیے شرائط

۱۷/۲۳۹۳ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَلَكَ زَادًا وَّرَاحِلَةً تُبَلِّغُهٗ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ اَنْ يَّمُوْتَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا وَذٰلِكَ اَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔

(رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب وفی اسنادہ مقال وهلال بن عبد الله مجهول والحارث یضعف فی الحدیث)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۷٦/۳ حدیث رقم ۸۱۲۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سواری اور توشہ کا مالک ہو کہ اس کو بیت

اللہ تک پہنچادے اور اس نے حج نہ کیا۔ پس اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے اور یہ جو کچھ مذکورہ ہوا ہے زادِ راہ اور سواری کا' یہ بطورِ شرط کے ہے اور اسی عبادت کے ترک پر وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ بابرکت و برتر نے فرمایا کہ اللہ کے واسطے لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج کرنا واجب ہے' اس پر کہ اس کی طرف طاقت رکھے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں گفتگو ہے اور بلال بن عبداللہ مجہول ہیں اور حارث حدیث میں خفیف شمار ہوتا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں حج کی فرضیت کی شرائط بیان کی گئی ہیں کہ آدمی کے پاس اتنا توشہ ہو کہ راہ میں آتے جاتے کفایت کرے اور اپنے اہل وعیال کو بھی اس قدر دے کر جائے کہ واپس آنے تک کافی ہو جائے پس جس کے پاس اتنا خرچ ہو اور سواری ہو اگرچہ کرایہ کی ہو اور وہ پھر حج نہ کرے تو مرتا ہے اس حالت میں کہ وہ یہودی اور نصرانی ہوتا ہے یعنی کفر میں ان کی طرح ہوتا ہے اگر اس کی فرضیت کا منکر ہو تو ترک کرے اور بغیر انکار کے نہ کرے۔ تو گناہ میں ان کی طرح ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا یہ از راہ تغلیظ وتشدید کے فرمایا غرضیکہ بہر نوع اس کا ترک کرنا ایسا گناہ ہے کہ جس کو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہودی اور نصرانی ہو کر مرتا ہے۔ العیاذ باللہ منہ اور لفظ سَبِیْلًا کے بعد باقی آیت یہ ہے: ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ﴾ یعنی اور جو کوئی کفر کرے اور خدا تعالیٰ کی کفرانِ نعمت کرے یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ بجالائے۔ پس اللہ تعالیٰ عالم کے لوگوں سے بے نیاز ہے۔ یعنی طاعت کریں یا نہ کریں اس کو نفع اور نقصان نہیں ہوتا' فائدہ اور نقصان ان ہی کو ہے پھر ظاہر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تمام آیت پڑھی ہوگی۔ راوی نے لفظ سَبِیْلًا ہی تک پڑھی اس لیے کہ پورا استدلال ساری آیت سے حاصل ہوتا ہے واللہ اعلم۔

استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے پر وعید

۱۸/۲۳۹۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَرُوْرَةَ فِي الْاِسْلَامِ۔

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳۴۸/۲ حدیث رقم ۱۷۲۹۔ واحمد فی المسند ۳۱۲/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صیرورت اسلام میں نہیں ہے اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے استطاعت کے باوجود حج نہ کیا۔ تو اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ صیرورت اس کو کہتے ہیں جس نے کبھی حج نہ کیا ہو۔ یعنی جس نے واجب ہونے کے بعد حج نہ کیا ہو تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ حدیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو حج کی طاقت رکھے اور حج نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے اور اس سے مراد تغلیظ ہے یا یہ نہیں ہے کہ وہ مکمل مسلمان نہیں ہوتا اور بعضوں نے کہا ہے۔ صیرورت کے معنی ترکِ نکاح کے اور ترکِ حج کے ہیں یعنی نکاح کا ترک کرنا اور حج ترک کرنا اسلام میں نہیں ہے بلکہ رہبانیت ہے۔ حاصل یہ کہ مسلمانوں کو نکاح اور حج نہیں چھوڑنا چاہیے۔

ارادۂ حج کی تکمیل جلدی ہونی چاہیے

۱۹/۲۳۹۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْيُعَجِّلْ۔ (رواہ بوداود و الدارمی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲/ ۳۵۰ حدیث رقم ۱۷۳۲۔ وابن ماجه ۲/ ۹۶۲ حدیث رقم ۲۸۸۳۔ والدارمی ۲/ ٤٥ حدیث رقم ۱۷۸٤۔ واحمد فی المسند ۱/ ۲۱٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے پس چاہیے کہ جلدی کرے۔ اس کو ابوداؤدؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص حج کرنے پر قادر ہو پس اس کو چاہیے کہ جلدی کرے اور فرصت کو غنیمت جانے اس لیے کہ اس کی تاخیر میں بہت سی آفتیں ہیں اور ہمارے مذہب کی صحیح روایت اور امام مالکؒ اور احمدؒ سے یہ ہے کہ حج علی الفور واجب ہے یعنی جب حج فرض ہو جائے اور جانے کا موسم آ جائے۔

اور قافلہ بہم پہنچے اگر قافلہ کی ضرورت ہو۔ تو اس سال حج کرے۔ دوسرے سال تک تاخیر نہ کرے اگر کئی سال تک تاخیر کرے گا تو فاسق ہوگا اور اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ پھر اگر اسباب جاتا رہے تو فرض اس کے ذمے رہے گا اور امام محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک واجب علی التراخی ہے یعنی اخیر عمر تک جائز ہے جیسے کہ نماز کی تاخیر آخری وقت تک جائز ہے۔ مگر جب حج کے فوت ہونے کا گمان ہو تو تاخیر نہ کرے۔ اگر کوئی شخص حج فرض ہونے کے بعد مر گیا اور اس نے حج نہ کیا تو وہ تمام کے نزدیک گنہگار مرا اور ہمارے علماء نے لکھا ہے اگر وہ حج نہ کرے اور اس کا مال تلف ہو جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مال قرض لے۔ اگر چہ اس کے ادا پر وہ قادر نہ ہو اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قرض کی عدم ادائیگی کی وجہ سے مواخذہ نہیں کرے گا۔ بشرطیکہ وہ ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو کہ جب قادر ہونگا تو ادا کرونگا۔ فی المرقاۃ والمناسك و درمختار۔

حجِ قِران کرو

۲۰/۲۳۹۶ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَاِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ وَالذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُوْرَةِ ثَوَابٌ اِلَّا الْجَنَّةُ۔ (رواہ الترمذی والنسائی و رواہ احمد وابن ما جة عن عمر الی قوله) خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ۳/ ۱۷۵ حدیث رقم ۸۱۰۔ والنسائی ٥/ ۱۱٥ حدیث رقم ۲٦۳۰۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حج اور عمرہ کو پے در پے کرو۔ پس تحقیق ان دونوں میں سے ہر ایک فقر اور گناہوں کو دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کا' سونے کا اور روپے کا میل دُور کرتی ہے اور حج مقبول کے واسطے ثواب بہشت ہے۔ یہ ترمذی اور نسائی نے اور احمدؒ اور ابن ماجہؒ نے خَبَثَ الْحَدِيْدِ تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں حج قرآن کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ حج قرآن کرو اس میں حج اور عمرہ دونوں ہوتے

ہیں۔ چنانچہ اس کا بیان آگے آئے گا۔ مراد یہ ہے کہ تم نے عمرہ کیا ہو تو پھر حج کرو اور اگر حج کیا ہو تو پھر عمرہ کرو اور فقر سے مراد فقر ظاہر یا فقر باطن ہے یعنی مالدار ہو جاتا ہے یا غنی ہو جاتا ہے۔

حج کن چیزوں کی وجہ سے واجب ہوتا ہے

۲۱/۲۳۹۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُوْجِبُ الْحَجَّ قَالَ الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۷۷/۳ حدیث رقم ۸۱۳۔ وابن ماجه ۹۶۷/۲ حدیث رقم ۲۸۹۷۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! حج کو کونسی چیز واجب کرتی ہے؟ فرمایا: توشہ اور سواری۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں حج کے واجب ہونے کی شرائط کا بیان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حج کے واجب ہونے کی شرط یہ ہے توشہ یعنی خرچ اس قدر ہو کہ آنے جانے کے لیے اور اہل وعیال کے لیے کفایت کرے اور سواری کہ اس پر سوار ہو جائے اور حج کے واجب ہونے کی شرطیں ان شاء اللہ آگے بیان ہونگی' یہاں خاص پر ان دو شرطوں کو اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ اصل ہیں اور اس حدیث میں امام مالکؒ پر رد ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حج اس پر بھی واجب ہوتا ہے جو پیادہ پا چلنے پر قادر ہو اور تجارت یا کمانے پر قدرت رکھتا ہو۔

حاجی کی صفات کا بیان

۲۲/۲۳۹۸ وَعَنْهُ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا الْحَاجُّ قَالَ الشَّعِثُ التَّفِلُ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ الْحَجِّ اَفْضَلُ قَالَ الْعَجُّ وَالثَّجُّ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا السَّبِيْلُ قَالَ زَادٌ وَرَاحِلَةٌ۔ (رواه فی شرح السنة وروی ابن ماجة فی سننه الا انه لم یذکر الفصل الاخیر)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۹۶۷/۲ حدیث رقم ۲۸۹۶۔ والبغوی فی شرح السنة ۱۴/۷ حدیث رقم ۱۸۴۷۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حاجی کی صفت کیا ہے؟ فرمایا سر غبار آلودہ پراگندہ بال' پسینے اور میل کی وجہ سے بو آتی ہو۔ یعنی زینت کو چھوڑنے والا ہو۔ پھر ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول! حج میں کون سی چیزیں (حج کے ارکان کے بعد) بہت زیادہ ثواب رکھتی ہیں۔ فرمایا: تلبیہ کہنے کے ساتھ آواز کا بلند کرنا اور قربانی یا ہدی کا خون بہانا۔ پھر ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول وہ راستہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلام میں حج کی آیت میں آیا ہے: من استطاع الیه سبیلاً۔ تو سبیل سے کیا مراد ہے؟ فرمایا توشہ اور سواری مراد ہے۔ اس کو شرح السنہ میں نقل کیا گیا ہے اور ابن ماجہؒ نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے مگر اخیر کی عبارت ذکر نہیں کی یعنی مقام آخر جو آخیر ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں حاجی کی صفات بیان کی گئی ہیں کہ حاجی دوران حج تمام زینت کے کاموں کو چھوڑ دیتا

ہے بلند آواز سے تلبیہ کہنا اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے اور پھر اس کا ہدی وغیرہ کا خون بہانا بھی اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ محبوب ہے۔

حج بدل کا ثبوت

۲۳/۲۳۹۹ وَعَنْ اَبِیْ رَزِیْنَ الْعُقَیْلِیِّ اَنَّهٗ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِیْ شَیْخٌ کَبِیْرٌ لَا یَسْتَطِیْعُ الْحَجَّ وَلَا الْعُمْرَةَ وَلَا الظَّعْنَ قَالَ حُجَّ عَنْ اَبِیْكَ وَاعْتَمِرْ۔

(رواہ الترمذی وابو داود والنسائی وقال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۴۰۲/۲ حدیث رقم ۱۸۱۰۔ والترمذی ۲۶۹/۳ حدیث رقم ۹۳۰۔ والنسائی ۱۱۱/۵ حدیث رقم ۲۵۲۱۔ وابن ماجه ۹۷۰/۲ حدیث رقم ۲۹۰۶ واحمد فی المسند ۱۰/۴۔

ترجمہ: حضرت ابی رزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پھر اس نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! تحقیق میرا باپ بہت بوڑھا ہے۔ حج وعمرہ کے لئے سوار ہونے کی طاقت نہیں رکھتا یعنی حج اور عمرے کے افعال نہیں کر سکتا اور نہ سوار ہو کر ان کے لیے جا سکتا ہے۔ فرمایا اپنے باپ کی طرف سے حج کرو اور عمرہ کرو۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔ ابوداؤدؒ، نسائیؒ اور ترمذیؒ نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کی تشریح پہلے گزر چکی ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج بدل کی اجازت دی ہے اور اس شخص کو اپنے باپ کی طرف سے حج کرنے کی اجازت دی ہے۔

حجِ بدل کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اپنا حج کرے

۲۴/۲۴۰۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا یَقُوْلُ لَبَّیْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ قَالَ مَنْ شُبْرُمَةُ قَالَ اَخٌ لِیْ اَوْ قَرِیْبٌ لِیْ قَالَ اَحَجَجْتَ عَنْ نَفْسِكَ قَالَ لَا قَالَ حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ۔ (رواہ الشافعی وابو داود وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۴۰۳/۲ حدیث رقم ۱۸۱۱۔ وابن ماجه ۹۶۹/۲ حدیث رقم ۲۹۰۳۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے سنا کہ وہ شبرمہ کی طرف سے لبیک کہہ رہا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ میرا بھائی ہے یا کہا کہ میرا قریبی ہے۔ فرمایا کیا تو اپنی طرف سے حج کر چکا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا پہلے تو اپنی طرف سے حج کر پھر شبرمہ کی طرف سے کرنا۔ اس کو امام شافعیؒ، ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے یہی مذہب امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا ہے کہ جب تک اپنا فرض حج ادا نہ کرے اس وقت تک کسی کی طرف سے حج کرنا درست نہیں ہے۔ امام مالکؒ اور امام اعظمؒ کے نزدیک غیر کی طرف سے حج کرنا درست ہے اگرچہ اس نے اپنا حج نہ کیا ہو۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ پہلے آپ حج کرے پھر دوسرے کی طرف سے حج کرے پس

ان کے نزدیک یہ امر استحباب کے لیے ہے اور یہ بات بہتر ہے واجب نہیں ہے اور بہتر جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف یا منسوخ ہے اس لیے انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔

اہلِ مشرق کی میقات

۲۴۰۱/۲۵ عَنْهُ قَالَ وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِ الْمَشْرِقِ الْعَقِيْقَ۔ (رواہ الترمذی وابو داود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳۵۵/۲ حدیث رقم ۱۷٤۰۔ والترمذی فی السنن ۱۹۳/۳ حدیث رقم ۸۳۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق والوں کے لئے عقیق بطور میقات متعین کر دی۔ اس کو امام ترمذیؒ نے اور ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ عقیق ایک جگہ کا نام ہے جو کہ ذات عرق کے محاذ میں واقع ہے اور مشرق والوں سے وہ لوگ مراد ہیں۔ کہ ان کے گھر حرم سے باہر مشرق کی جانب مکہ میں ہے اور وہی عراقی کہلاتے ہیں۔ جو کہ اگلی حدیث میں مذکور ہیں پس مشرق والوں کے لیے احرام کی جگہیں دو ہیں ایک تو عقیق اور دوسری ذات عرق اور جو کوئی ان دونوں جگہوں میں سے جس جگہ سے بھی گزرے وہیں سے احرام باندھے۔

احرام کی جگہ کا تعین

۲۴۰۲/۲۶ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِاَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتَ عِرْقٍ۔

(رواہ ابو داود والنسائی)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳٥٤/۲ حدیث رقم ۱۷۳۹۔ والنسائی ۱۲۵/۵ حدیث رقم ۲۶۵۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عراق والوں کے لیے احرام کی جگہ ذات عرق معین فرمائی۔ اس کو ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عراق والوں کے احرام باندھنے کی جگہ یعنی میقات کا تعین فرما دیا جو کہ ذات عرق ہے۔

حج انسان کے گناہوں کے بخشنے کا ذریعہ ہے

۲۴۰۳/۲۷ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ اَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى اِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ اَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔

(رواہ ابو داود وابن ماجة)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳۵۵/۲ حدیث رقم ۱۷٤۱۔ وابن ماجه ۹۹۹/۲ حدیث رقم ۳۰۰۱ واحمد فی المسند ۲۹۹/۶۔

ترجمہ: امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص حج یا عمرے کا احرام بیت

المقدس سے مسجد الحرام تک باندھے۔اس کے واسطے گناہ بخشے جاتے ہیں جو اس نے پہلے کئے ہیں اور وہ گناہ جو بعد میں کرے گا یا فرمایا کہ اس کے لیے بہشت واجب ہو جاتی ہے۔اس کو ابوداوٗدؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ حج کی برکت سے اللہ تعالیٰ انسان کے اگلے اور بعد والے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے حدیث میں لفظ وتنویع کے لیے ہے اور اَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ میں راوی کا شک ہے اور جب آدمی بیت المقدس سے مکہ کی طرف آتا ہے تو راستے میں مدینہ مطہرہ سے ملتا ہے۔پس وہ اول اوسط اور آخر میں افضل مقامات سے مشرف ہوتا ہے اس سبب سے عظیم ثواب پاتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس حدیث میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ احرام کی جگہ جتنی دور ہوگی اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا۔انتھی اور جاننا چاہیے کہ احرام کی مواقیت سے تقدیم مواقیت سے احرام کی تقدیم یعنی احرام کی جگہوں سے احرام باندھنا اور اپنے گھر سے احرام باندھ کر جانا ہمارے نزدیک افضل ہے اور امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے اور یہ جب ہے کہ ممنوعات احرام سے بچ سکے اور اگر یہ جانے کہ ممنوعات سے نہیں بچ سکے گا تو میقات سے احرام باندھنا افضل ہے اور حج کے مہینوں سے پہلے ہمارے نزدیک احرام باندھنا مکروہ ہے بلکہ یہی مسلک امام مالکؒ اور احمدؒ کا ہے اور امام شافعیؒ سے ایک روایت تو یہ ہے کہ اس کا احرام ہی درست نہیں ہوتا۔

اور مشہور روایت ان کے نزدیک یہ ہے کہ وہ حج کا احرام بدل کر عمرے کا ہو جاتا ہے۔

الفصل الثالث:

سفر کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرنا توکل کے منافی نہیں ہے

۲۴۰۴/ ۲۸ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اَهْلُ الْيَمَنِ يَحُجُّوْنَ فَلَا يَتَزَوَّدُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ فَاِذَا قَدِمُوْا مَكَّةَ سَأَلُوْا النَّاسَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۳۸۳/۳۔ حديث رقم ۱۵۲۳۔ وابوداؤد فی السنن ۳۴۹/۲ حديث رقم ۱۷۳۰۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یمن والے حج کرتے تھے اور توشہ نہیں لیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ ہم توکل کرنے والے ہیں پس جب مکہ میں آئے تو لوگوں سے مانگتے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی تو سوال کرنے کے بجائے توشہ اور پرہیزگاری اختیار کرو۔اس لیے کہ بہترین توشہ پرہیزگاری ہے یعنی یہ سفر آخرت کا توشہ ہے اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث پاک میں ترغیب دی گئی ہے کہ سفر کے لیے توشہ تیار کرو۔کہ جس طرح یمن کے لوگوں نے توکل کو توشہ خیال کیا تھا اگرچہ حقیقت میں وہ توکل نہ تھا پس فرمایا کہ تقویٰ بہتر ہے اس سے اس کو توشہ ٹھہراؤ اور آیت اور حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسباب رکھنا توکل کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ کاملین کے نزدیک بھی افضل ہے اور جو دلی ارادہ کرے۔محض توکل کا یعنی اسباب کے بغیر اس کو بھی کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ مضبوط ہو کر صبر کر سکے۔

عورتوں کا جہاد

۲۹/۲۴۰۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ قَالَ نَعَمْ عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لَا قِتَالَ فِيْهِ اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ۔

اخرجه ابن ماجه ۹۶۸/۲ حديث رقم ۲۹۰۱۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! عورتوں پر جہاد ہے؟ فرمایا کہ عورتوں پر ایسا جہاد ہے کہ اس میں لڑائی نہیں ہے کہ وہ حج وعمرہ کریں۔ اس کو ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کے جہاد کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ عورتوں کا جہاد حج وعمرہ ہے۔ کیونکہ حج وعمرے میں لڑائی تو نہیں ہوتی۔ لیکن سفر کی مشقت اور مفارقت گھر کے لوگوں سے ضرور ہوتی ہے اور وطن سے جدائی ہوتی ہے جیسے کہ جہاد میں۔ پس وہ عورتوں کے حق میں بمنزلہ جہاد کے ہیں۔

وسعت کے باوجود حج نہ کرنے پر وعید

۳۰/۲۴۰۶ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَمْنَعْهُ مِنَ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ اَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ اَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ اِنْ شَاءَ يَهُوْدِيًّا وَاِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا۔

اخرجه الدارمي في السنن ۴۵/۲ حديث رقم ۱۷۸۵۔

ترجمہ: حضرت ابی امامہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص کہ جس کو ظاہری حاجت نے سواری نے اور توشہ کے نہ ہونے نے یا ظالم بادشاہ نے یا قید کرنے والے مرض نے حج سے نہ روکا ہو۔ پس وہ مر گیا اور اس نے حج نہ کیا۔ پس اگر وہ چاہے تو یہودی ہو کر مرے اور اگر چاہے نصرانی ہو کر مرے اس کو دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہ کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔ حدیث میں ظالم بادشاہ کے بارے میں آیا ہے کہ یعنی راستہ میں ظالم بادشاہ سے اپنے مال وجان کے تلف پر ڈرتا ہے تو اس پر حج فرض نہیں اور اس طرح بیماری ہو کہ سفر نہ کر سکے۔ تو وہ مانع حج ہے پس اندھے اور فالج زدہ پر حج فرض نہیں ہے۔ ساری حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جس کے پاس سواری اور راستے کا خرچ ہو اور کوئی ظالم بادشاہ اور بیماری بھی مانع نہ ہو اس کے باوجود وہ حج نہ کرے تو وہ چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی ہو کر مرے اللہ تعالیٰ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے اور اس کا بیان اوپر گزر چکا ہے۔

حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں

۳۱/۲۴۰۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ الْحَاجُّ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰهِ اِنْ دَعَوْهُ

اَجَابَهُمْ وَاِنِ اسْتَغْفَرُوْهُ غَفَرَ لَهُمْ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۹۶٦/۲ حدیث رقم ۲۸۹۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے پیغمبر ﷺ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتا ہے اور اگر بخشش چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دیتا ہے۔ اس کو ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول کرتا ہے اور اگر بخشش مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دیتا ہے۔

۳۲/۲۴۰۸ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَفْدُ اللّٰهِ ثَلَاثَةٌ اَلْغَازِىْ وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ۔ (رواه النسائی والبیهقی فی شعب الایمان)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۹۶٦/۲ حدیث رقم ۲۸۹۳۔ والبیهقی فی شعب الایمان۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا' فرماتے ہیں کہ اللہ کے تین مہمان ہیں: ① جہاد کرنے والا۔ ② حج کرنے والا ③ عمرہ کرنے والا۔ اس کو امام نسائی و بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ پہلے بیان ہو چکا۔

حاجی سے سلام و مصافحہ کا ثبوت

۳۳/۲۴۰۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَقِيْتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَصَافِحْهُ وَمُرْهُ اَنْ يَّسْتَغْفِرَلَكَ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بَيْتَهٗ فَاِنَّهٗ مَغْفُوْرٌ لَّهٗ۔ (رواه احمد)

اخرجه احمد فی المسند ۶۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت تو حاجی سے ملاقات کرے۔ یعنی جو کہ حج کر چکے ہیں پس تو اس کو سلام کر اور اس سے مصافحہ کر اور اس سے کہہ کہ تیرے لئے (اللہ سے) بخشش طلب کرے' اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو۔ اس لیے کہ تحقیق وہ بخشا گیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حاجی کے گھر میں داخل ہونے سے قبل اس کو سلام و مصافحہ کرنا چاہیے۔ گھر میں داخل ہونے سے پہلے کی قید اس لیے لگائی کہ وہ ابھی تک خدا کے راستے میں ہے اور اپنے اہل و عیال میں مشغول نہیں ہوا۔ گناہوں سے پاک ہے۔ اس کی دعا بہت زیادہ قبول ہوتی ہے اور عمرہ کرنے والا اور جہاد کرنے والا اور طالب علم بھی حج کرنے والے کے حکم میں ہیں یعنی جب یہ گھر کو آئیں تو ان سے بھی گھر میں داخل ہونے سے پہلے سلام و مصافحہ کرنا چاہیے اور بخشش کی دعا کروانی چاہیے کہ وہ بھی مغفور ہیں۔

حج وعمرہ کرنے والے کو جہاد کرنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے

۳۴/۲۴۱۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ حَاجًّ اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ غَازِيًا ثُمَّ مَاتَ فِيْ طَرِيْقِهٖ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَجْرَ الْغَازِیْ وَالْحَاجِّ وَالْمُعْتَمِرِ۔ (رواه البيهقى فى شعب الا يمان)

اخرجه البيهقى فى شعب الايمان ٤٨٤/٣۔ حديث رقم ٤١٠٠۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حج، عمرے یا جہاد کے ارادے سے نکلا پھر اس کی راہ میں مر گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہاد کرنے والے، حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھتا ہے۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حج وعمرہ کرنے والے کو جہاد کرنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے یعنی وہ ان ہی کے حکم میں ہے اور وہ شخص علم دین کی طلب کے لیے نکلا تھا اور پھر مر گیا یعنی اس کے لئے عالموں کا سارا ثواب لکھا جاتا ہے۔

بَابُ الْاِحْرَامِ وَالتَّلْبِيَةِ

احرام باندھنے اور لبیک کے کہنے کا بیان

فائدہ: احرام کو احرام اس لیے کہتے ہیں کہ کئی چیزیں احرام باندھنے والے کو اپنے اوپر حرام کرنی ہوتی ہیں چنانچہ ان کا بیان ان شاء اللہ آگے ہوگا۔

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ ۔

الفصل الاول:

احرام کی حالت میں خوشبو لگانے کا مسئلہ

۱/۲۴۱۱ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاِحْرَامِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّحْرِمَ وَلِحِلِّهٖ قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ بِالْبَيْتِ بِطِيْبٍ فِيْهِ مِسْكٌ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِیْ مِسْكٍ مفارق رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخارى فى صحيحه ٣٩٦/٣۔ حديث رقم ١٥٣٩ ومسلم فى صحيحه ٨٤٧/٢ حديث رقم (٣٧۔ ١١٨٩)۔ وابوداؤد فى السنن ٣٥٨/٢ حديث رقم ١٧٤٥ والترمذى ٢٥٩/٣ حديث رقم ٩١٧۔ والنسائى ١٣٧/٥۔ حديث رقم ٢٦٩٣ وابن ماجه ٩٧٦/٢ حديث رقم ٢٩٢٦۔ ومالك فى الموطأ ٣٢٨/١٣٢٨ حديث رقم ١٧ من كتاب الحج، فى السنن ٥١/٢ حديث رقم ١٨٣۔ واحمد فى المسند ٩٨/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کو احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگاتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام سے نکلنے کے لیے طواف کعبہ سے پہلے خوشبو لگاتی تھی کہ اس میں مشک ہوتا تھا۔ گویا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھتی ہوں اور اس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم محرم ہوتے گویا کہ وہ چمک میری آنکھوں کے سامنے پھرتی ہے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: روایت مذکورہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم احرام کا ارادہ کرتے تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو لگاتی تھی اور خوشبو ایسی ہوتی تھی کہ اس میں مشک بھی ہوتا تھا تو اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر احرام سے پہلے خوشبو لگائے اور اس کا اثر احرام کے بعد باقی رہے تو کچھ مضر نہیں ہے اس لیے کہ احرام کے ممنوعات سے ہے خوشبو کا احرام باندھنے کے بعد استعمال کرنا نہ کے پہلے۔ پس امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمدؒ کا مسلک تو یہی ہے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مکروہ ہے احرام سے پہلے ایسی خوشبو لگانا کہ اس کا اثر احرام باندھنے کے بعد اور ان کے احرام سے نکلنے پر باقی رہے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ عید کے دن مزدلفہ سے منیٰ کو آتے ہیں جمرہ عقبہ کے رمی کے بعد احرام سے نکل آتے ہیں اور سب کچھ حلال ہو جاتا ہے مگر عورت حلال نہیں ہوتی یہاں تک کہ مکہ کو آتے ہیں اور طوافِ افاضہ کرتے ہیں پھر عورت حلال ہو جاتی ہے پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم احرام سے نکلے تو جب بھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طواف کرنے سے پہلے خوشبو لگاتی۔

بلند آواز سے تلبیہ کہنا

۲/۲۴۱۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ مُلَبِّدًا يَقُوْلُ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَا يَزِيْدُ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ۔

(متفق عليه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٤٠٨/٣ حديث رقم ١٥٤٠۔ ومسلم في صحيحه ٨٤٢/٢ حديث رقم (٢١۔ ١١٨٤)۔ وابوداؤد ٣٦٠/٢ حديث رقم ١٧٧٤۔ وابن ماجه ١٠١٣/٢ حديث رقم ٣٠٤٧۔ والدارمي ٥٣/٢ حديث رقم ١٨٠٨۔ واحمد في المسند ١٣١/٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ بلند آواز میں کہتے تھے کہ اے الٰہی! میں حاضر ہوں تیری خدمت میں' اے الٰہی میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ تحقیق سب تعریف' نعمت اور بادشاہت تیرے واسطے ہے۔ ان کلمات پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔ اسے بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بلند آواز سے تلبیہ کہتے تھے اور تلبیہ کیے ہوئے ہوتے تھے تلبیہ یہ ہے کہ محرم اپنے سر میں گوند یا خطمی یا مہندی یا کچھ اور چیز ڈالے تا بال آپس میں مل جائیں اور ان میں غبار نہ بیٹھے اور جوئں

سے محفوظ رہیں اور لفظ والملک کا عطف ہے الحمد پر اس لیے لفظ والملک پر عطف کرنا مستحب ہے اور لبیک کہنے میں اختلاف کیا گیا ہے اور ہمارے لیے صحت احرام کے لیے سنت ہے اور امام مالکؒ نے کہا ہے کہ واجب نہیں ہے لیکن اس کے ترک کرنے سے دم لازم آتا ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سنت ہے۔ اس کے دَم کرنے سے دَم نہیں آتا یعنی اکثر اسی قدر کہتے تھے ورنہ اور الفاظ ان کے علاوہ روایت کیے گئے ہیں۔ پھر ان الفاظ میں کمی کرنا مکروہ ہے اور زیادتی کرنا مکروہ نہیں ہے۔ بلکہ مستحب ہے اور تمام علماء کے نزدیک بلند آواز سے تلبیہ کہنا مستحب ہے۔

۳/۲۴۱۳ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدْخَلَ رِجْلَهٗ فِى الْغَرْزِ وَاسْتَوَتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ قَائِمَةً اَهَلَّ مِنْ عِنْدِ مَسْجِدِ ذِى الْحُلَيْفَةِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ٦٩/٦۔ حديث رقم ٢٨٦٥۔ ومسلم في صحيحه ٨٤٥/٢ حديث رقم (٢٧۔ ١١٨٧)۔ وابوداؤد في السنن ٣٧٥/٢ حديث رقم ١٧٧٣ والنسائي ١٦٢/٥ حديث رقم ٢٧٥٧۔ وابن ماجه ٩٧٣/٢ حديث رقم ٢٩١٦۔ والدارمي ٩٨/٢ حديث رقم ١٩٢٩۔ ومالك في الموطأ ٣٣٢/١ حديث رقم ٢٩ من كتاب الحج۔ واحمد في المسند ١٨/٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا پاؤں رکاب میں داخل کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنی اٹھاتی اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد ذی الحلیفہ کے پاس احرام باندھتے' اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ✿ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز پڑھ کر مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں ادا کی جو کہ اہل مدینہ کی میقات ہے اور رات وہاں گزاری اور صبح کو احرام باندھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھنے کے بعد اور اس کے کھڑے ہونے سے پہلے لبیک کہی اور روایت میں آیا ہے کہ بیدا جو کہ ایک بلند جگہ کا نام ہے وہاں پہنچ کر لبیک کہی۔ پس امام شافعیؒ نے تو اول روایت پر عمل کیا ہے کہ اونٹ پر بیٹھ کر لبیک کہے اور امام اعظمؒ اور امام مالکؒ اور احمدؒ نے دوسری روایت پر عمل کیا ہے کہ ان کے نزدیک مستحب یہ ہے احرام کی دو رکعتیں پڑھنے کے بعد احرام کی نیت کرے اور اس حال میں لبیک کہے کہ بیٹھا ہو۔ چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر اونٹ پر بیٹھ کر لبیک کہے تو درست ہے لیکن نماز کے بعد افضل ہے اور ان روایات میں یوں تطبیق دی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلے پر لبیک کہی پھر جب اونٹنی پر سوار ہوئے تب بھی کہی۔ جب بیداء مقام پر پہنچے تو بھی کہی۔ چنانچہ اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ تکرار لبیک حالتوں اور زمانوں اور مکانوں کے تغیر کے ساتھ درست ہے پس جس راوی نے جہاں سے لبیک کہتے ہوئے سنا' وہ سمجھا کہ یہیں سے لبیک کہنی شروع کی اور اس توجیہ کی مؤید روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے کہ حضرت شیخ کے ترجمہ میں ذکر کی گئی ہے۔

بلند آواز سے تلبیہ کہنے کا ثبوت

۴/۲۴۱۴ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصْرُخُ بِالْحَجِّ صُرَاخًا۔

اخرجه مسلم في صحيحه ٩١٤/٢ حديث رقم (٢١١۔ ١٢٤٧)۔ واحمد في المسند ٥/٣۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اس حال میں کہ ہم حج کے ساتھ

چلاتے تھے ساتھ حج کے۔اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لیے نکلے تو چلاتے تھے یعنی بلند آواز سے تلبیہ کہتے تھے اور شاید کہ حج کا اقتصار اس لیے کیا ہے کہ وہ اصل اور مقصود اعظم ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ راوی کا حال ہے اور جو کہ اس کے موافق تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال مسکوت عنہ ہے کہ دوسری روایت سے واضح ہوگا۔پس یہ روایت آئندہ روایات کے منافی نہیں ہے۔

بلند آواز سے تلبیہ کہنا

۵/۲۴۱۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنْتُ رَدِيْفَ اَبِىْ طَلْحَةَ وَاِنَّهُمْ لَيَصْرَخُوْنَ بِهِمَا جَمِيْعًا اَلْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ۔

(رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۴۲۱/۳ حديث رقم ۱۵۶۲۔ واخرجه مسلم فی صحيحه ۸۷۳/۲ حديث رقم (۱۱۸۔ ۱۲۱۱) واخرجه ابوداؤد ۳۸۱/۲ حديث رقم ۱۷۷۹ وابن ماجه ۹۹۸/۲ حديث رقم ۳۰۰۰۔ ومالك فی الموطأ ۳۳۵/۱ حديث رقم ۳۶ من كتاب الحج۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں ابوطلحہ کی سواری کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور تحقیق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یعنی اکثر صحابہ دونوں کے ساتھ (یعنی حج وعمرہ کے ساتھ) چلاتے تھے۔اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بلند آواز سے صحابہ کرام تلبیہ پڑھا کرتے تھے اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قران افضل ہے اور قران کے معنی آگے معلوم ہونگے ان شاء اللہ تعالیٰ اور یہی ہمارا مذہب ہے اس لیے کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کیسے کر سکتے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا ہوگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی قران کیا۔

حج کرنے والوں کی اقسام

۶/۲۴۱۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ وَاَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَاَمَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَحَلَّ وَاَمَّا مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ اَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَلَمْ يَحِلُّوْا حَتّٰى كَانَ يَوْمَ النَّحْرِ۔

(متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۵۳۹/۳۔ حديث رقم ۱۶۹۱۔ ومسلم فی صحيحه ۹۰۱/۲ حديث رقم (۱۷۴۔ ۱۲۲۷) وابوداؤد فی السنن ۳۹۷/۲ حديث رقم ۱۸۰۵ والنسائی ۱۵۱/۵ حديث رقم ۲۷۳۲۔ واحمد فی المسند ۱۳۹/۲۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر نکلے تو ہم میں سے بعض وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے محض عمرے کا احرام باندھا اور بعض وہ لوگ تھے جنہوں نے حج اور عمرے کا اکٹھا احرام باندھا اور

بعض ہم میں وہ لوگ تھے جنہوں نے محض حج کا احرام باندھا اور نبی کریم ﷺ نے حج کا احرام باندھا۔ پس جس نے عمرے کا احرام باندھا وہ حلال ہو گیا اور جس نے حج کا احرام باندھا اور یا حج اور عمرے کو جمع کیا پس وہ نحر کے دن تک حلال نہیں ہوا۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ حج کرنے والے تین قسم پر ہیں ایک تو مفرد اور مفرد وہ ہے کہ وہ حج کا احرام باندھے اور دوسرا قارن اور قارن وہ ہے کہ وہ حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھے اور تیسرا متمتع، متمتع وہ ہے کہ اول عمرے کا احرام میقات سے حج کے مہینوں میں باندھے اور عمرے کے افعال بجالائے پھر اگر ہدی کا جانور ساتھ لایا ہے تو احرام باندھ کر رکھے اور اگر ہدی نہیں لایا تو احرام سے نکل آئے اور مکہ میں بیٹھا رہے جب حج کے ایام آئیں تو حج کا احرام حرم میں باندھے اور حج کرے چنانچہ ان احکام کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا اور حضور ﷺ کے حج کے بارے میں حدیثیں مختلف آئی ہیں۔

بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ مفرد تھے۔ چنانچہ یہ حدیث بھی ان ہی میں سے ہے اور اکثر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ قارن تھے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ متمتع تھے پس ان میں تطبیق یوں دی گئی ہے کہ بعضوں نے حضور ﷺ سے فقط لبیك بحجة ہی سنا اور لفظ وعمرہ کا نہیں سنا۔ انہوں نے کہا حضور ﷺ مفرد تھے اور بعضوں نے لبیك بحجة و عمرہ سنا، انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ قارن تھے اور بعضوں نے لبیک بعمرہ سنا۔

انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ متمتع تھے اور احتمال یہ ہے کہ حضور ﷺ کبھی لبیك بحجة اور کبھی لبیك بعمرہ اور کبھی لبیك عمرہ فرماتے۔ پس جس نے جو کچھ سنا وہ روایت کیا قرآن اور تمتع کے افعال آپس میں مشابہ ہیں بعض صحابہ نے جانا کہ حضور ﷺ نے قرآن کیا ہے وہی نقل کر دیا اور بعضوں نے جانا کہ تمتع کیا ہے وہی نقل کیا ہے اور یا تمتع سے مراد تمتع لغوی ہے یعنی نفع اٹھانا اور وہ قرآن میں موجود ہے اور قارن عمرے کے ساتھ ساتھ حج سے بھی متنفع ہوتا ہے۔ واللہ اعلم اور جس نے عمرے کا احرام باندھا یعنی حج سے پہلے پس وہ حلال ہو گیا یعنی وہ طواف کرنے کے بعد اور سعی کرنے کے بعد اور حلق یعنی سر منڈانے کے بعد عمرے کے احرام سے نکل آیا۔ پس اس کو تمام احرام کے ممنوعات حلال ہو گئے پھر حج کا اور جس نے حج یا حج و عمرے کا احرام باندھا وہ احرام سے نہیں نکلا۔ یہاں تک کہ نحر کا دن آ جائے۔ پس نحر کے دن جمرۃ العقبہ کی رمی کرنے کے بعد اور حلق کے بعد احرام سے حلال ہو جائے گا پھر اس کو تمام ممنوعات احرام درست ہو جائیں گے سوائے عورتوں سے مباشرت کے کہ وہ طواف رکن کے بعد درست ہوتی ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَحَلَّ وَاَمَّا مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ ......

حج کو عمرے کے ساتھ داخل کرنا

۲۴۱۷/۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ بَدَ اَفَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ اَهَلَّ بِالْحَجِّ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۳۹/۳۔ حدیث رقم ۱۶۹۱۔ ومسلم فی صحیحه ۹۰۱/۲ حدیث رقم (۱۷۴۔ ۱۲۲۷)۔
وابوداؤد فی السنن ۳۹۷/۲ حدیث رقم ۱۸۰۵ والنسائی ۱۵۱/۵ حدیث رقم ۲۷۳۲۔ واحمد فی المسند ۱۳۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر تمتع کیا پہلے عمرہ کا احرام باندھا' پھر حج کا احرام باندھا تمتع کیا یعنی فائدہ اٹھایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں عمرے کا احرام باندھا اور پھر حج کا احرام باندھا۔ یعنی حج کو عمرے میں داخل کیا۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں پہلے عمرے کا احرام باندھا اور پھر حج کا احرام باندھا۔ اس لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فائدہ اٹھایا اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج وعمرہ کو ملا دیا تو اس لحاظ سے قارن ہوئے۔

الفصل الثانی:

احرام میں سلے ہوئے کپڑے پہننے کی اجازت نہیں ہے

۸/۲۴۱۸ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهٗ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجَرَّدَ لِإِهْلَالِهٖ وَاغْتَسَلَ۔

(رواہ الترمذی و الدارمی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۹۲/۳ حدیث رقم ۸۳۰ و الدارمی فی السنن ۴۸/۲ حدیث رقم ۱۷۹۴۔

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احرام کے لیے سلے ہوئے کپڑے اتارے اور غسل کیا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب احرام باندھتے تو سلے ہوئے کپڑے اتارتے اور غسل فرماتے اور لنگی باندھتے اور حالت احرام میں چادر اوڑھتے اور احرام کے لیے غسل کرنا افضل ہے اور وضو کرنا بھی کافی ہے۔

تلبید کرنے کی اجازت ہے

۹/۲۴۱۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّدَ رَأْسَهٗ بِالْغُسْلِ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳۶۰/۲ حدیث رقم ۱۷۴۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے بال ایسی چیزوں کے ساتھ جماتے کہ جن سے سر دھویا جاتا ہے۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے تلبید کا ثبوت ملتا ہے کہ تلبید کرنے کی اجازت ہے۔ تلبید کہتے ہیں گوند یا خطمی وغیرہ سے بال جمالینا تاکہ غبار وغیرہ سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ اس کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔

بلند آواز سے تلبیہ کہنا

۱۰/۲۴۲۰ وَعَنْ خَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اٰمُرَ اَصْحَابِيْ اَنْ يَّرْفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِالْإِهْلَالِ اَوِ التَّلْبِيَةِ۔

(رواہ مالك والترمذی وابو داود والنسائی وابن ماجة والدارمی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ٤٠٥/٢ حدیث رقم ١٨١٤۔ والترمذی فی السنن ١٩١/٣ حدیث رقم ٨٢٩ والنسائی فی السنن ١٦٢/٥ حدیث رقم ٢٧٥٣۔ وابن ماجه ٩٧٥/٢ حدیث رقم ٢٩٢٢۔ والدارمی ٥٣/٢ حدیث رقم ١٨٠٩۔ ومالك فی الموطأ ٣٣٤/١ حدیث رقم ٣٤ من کتاب الحج۔ واحمد فی المسند ٥٥/٤۔

ترجمہ: حضرت خلاد بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے مجھے حکم دیا۔ کہ میں اپنے دوستوں کو حکم کروں کہ وہ اپنی آوازیں اہلال کے ساتھ یا تلبیہ کے ساتھ بلند کریں۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے تلبیہ کہتے تھے لفظ اور راوی کا شک ہے کہ بالاهلال کہا یا بالتلبیة کہا دونوں کے معنی ایک ہیں۔ لبیک کہنا اور پکار کر لبیک کہنا مرد کو مستحب ہے۔ لیکن اتنا نہ چلائے کہ نفس کو تکلیف ہو اور عورت چپکے سے اس طرح کہے کہ خود ہی سنے، دوسرے کو آواز نہ آئے۔

لبیک کہنے والے کی عظمت

۲۴۲۱/۱۱ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُلَبِّيْ اِلَّا لَبّٰى مَنْ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ مِنْ حَجَرٍ اَوْ شَجَرٍ اَوْ مَدَرٍ حَتّٰى تَنْقَطِعَ الْاَرْضُ مِنْ هٰهُنَا وَهٰهُنَا۔

(رواہ الترمذی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ١٨٩/٣ حدیث رقم ١٢٨۔ وابن ماجه ٩٧٤/٢ حدیث رقم ٢٩٢١۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ لبیک کہتا ہو۔ مگر لبیک کہتے ہیں جو اس کے داھنی طرف ہیں اور جو اس کے بائیں طرف ہیں پھر یا درخت یا ڈھیلے سے یہاں تک کہ زمین اس طرف سے یعنی دائیں اور بائیں طرف سے ختم ہو جائے۔ اس کو ابن ماجہؒ اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں لبیک کہنے والے کی عظمت شان بیان کی گئی ہے یعنی جو کوئی لبیک کہتا ہے تو زمین کی سب چیزیں اس کی موافقت کرتی ہیں یعنی وہ بھی لبیک کہتی ہیں۔

احرام باندھنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک

۲۴۲۲/۱۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَعُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اِذَا اسْتَوَتْ بِهِ النَّاقَةُ قَائِمَةً عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ اَهَلَّ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَيْكَ وَالْعَمَلُ۔ (متفق علیه ولفظه لمسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه حدیث رقم ١٥٤٩۔ ومسلم فی صحیحه ٨٤٢/٢ حدیث رقم (١٩۔ ١١٨٤)۔ وابوداؤد فی السنن ٤٠٤/٢ حدیث رقم ١٨١٢۔ والترمذی ١٨٨/٣ حدیث رقم ٨٢٦ والنسائی ١٦٠/٥ حدیث رقم ٢٧٥٠ وابن ماجه

۹۷۴/۲ حدیث رقم ۲۹۱۸۔ ومالك فی الموطأ ۳۳۱/۱ حدیث رقم ۲۸ من كتاب الحج۔ واحمد فی المسند ۳/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحلیفۃ میں دو رکعتیں پڑھتے تھے جس وقت کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذی الحلیفۃ کے پاس کھڑی اونٹنی اٹھاتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ اپنی آواز بلند کرتے یعنی مشہور لفظ لبیک کے ساتھ اور تلبیہ میں اضافہ کرے' یہ کہ میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ اے الٰہی میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ میں تیری خدمت میں حاضر ہوں اور نیک بختی حاصل کرتا ہوں تیری خدمت اور بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے میں تیری خدمت میں حاضر ہوں اور تیری طرف رغبت ہے اور عمل تیرے ہی لیے ہے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے اور اس کے لیے الفاظ مسلم کے ہیں۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحلیفۃ میں دو رکعتیں پڑھتے جو کہ احرام کی سنتیں ہیں۔ تو ان میں سورۃ کافرون اور سورۃ اخلاص پڑھتے اور احرام کی نیت کرتے اور ان کے بعد لبیک کہتے۔ پھر جب کہ اونٹنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سوار کر کے مسجد ذی الحلیفہ کے پاس کھڑی ہوتی تو لبیک کے مشہور کہتے اور ان میں کچھ الفاظ زیادہ کہتے۔

اللہ تعالیٰ سے خوشنودی مانگنا اور معافی طلب کرنا

۱۳/۲۴۲۳ وَعَنْ عُمَّارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا فَرَغَ مِنْ تَلْبِيَتِهٖ سَأَلَ اللّٰهَ رِضْوَانَهٗ وَالْجَنَّةَ وَاسْتَعْفَاهُ بِرَحْمَتِهٖ مِنَ النَّارِ۔ (رواہ الشافعی)

اخرجه الامام الشافعی۔

ترجمہ: حضرت عمارہ بن خزیمۃ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے باپ یعنی خزیمۃ سے نقل کیا ہے۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے یہ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم لبیک کہنے سے فارغ ہوتے اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کے ساتھ آگ سے خوشنودی' جنت اور معافی طلب کرتے۔ اس کو امام شافعیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ ہمارے علماء نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا مستحب ہے جب کہ لبیک کہنے سے فارغ ہو اور آواز پست کرے درود بھیجتے ہیں بہ نسبت لبیک کہنے سے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی خوشنودی اور جنت مانگنے اور اللہ تعالیٰ سے آگ سے پناہ مانگنے اور اپنے لیے جو چاہے دعا کرے اور اسی حالت میں کسی کو سلام علیک کہنا مکروہ ہے لیکن اگر کوئی سلام کرے تو اس کو جواب دینا جائز ہے پھر ایک مرتبہ لبیک کہنا ہمارے نزدیک شرط ہے اور ایک بار سے زیادہ سنت ہے یہاں تک کہ اس کو چھوڑنے پر گناہ لازم آتا ہے۔

الفصل الثالث:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج کے لیے اعلان کرنا

۱۴/۲۴۲۴ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَرَادَ الْحَجَّ اَذَّنَ فِي النَّاسِ فَاجْتَمَعُوْا فَلَمَّا اَتَى الْبَيْدَاءَ اَحْرَمَ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۸٤٣/٢ حدیث رقم (٢٢۔ ١١٨٥)۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حج کا ارادہ کیا لوگوں کو خبر دار کر دیا۔ پس لوگ جمع ہوئے اور میدان بیداء میں آئے اور احرام باندھا۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حج کا ارادہ کیا تو لوگوں کو خبر دار کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو بہت زیادہ مخلوق مدینہ منورہ میں جمع ہوگئی۔ پس جب بیداء مقام پر تشریف لائے جو کہ ایک میدان کا نام ہے۔ ذی الحلیفۃ کے قریب ہے تو احرام باندھا۔ یعنی اپنے احرام کو لبیک کہہ کر ظاہر کیا۔ اس لیے کہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء مسجد ذی الحلیفۃ میں احرام کی دو رکعتیں پڑھنے کے بعد احرام باندھا۔

مشرکوں کا تلبیہ پڑھنا

۱۵/۲۴۲۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَقُوْلُوْنَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ فَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلَكُمْ قَدْ قَدْ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا وَهُمْ يَطُوْفُوْنَ بِالْبَيْتِ۔

(رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۸٤٣/٢ حدیث رقم (٢٢۔ ١١٨٥)۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مشرک کہتے تھے ہم تیری خدمت میں حاضر ہیں۔ تیرے واسطے کوئی شریک نہیں ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم پر افسوس ہے پس معنی میں اتنا ہی کہو۔ اس سے زیادہ نہ کہو۔ مگر وہ مشرک اس سے زیادہ کہتے تھے مگر وہ بس شریک کہ ملک تیرے لیے ہے اور تو اس کا مالک کا یعنی بت کا اور مشرک کہتے تھے اور وہ شریک یعنی بت تیرا مالک نہیں ہے ان کلمات کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے کہتے تھے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ مشرک بھی حج اور عمرہ اور طواف وغیرہ خانہ کعبہ کے گرد کرتے تھے اور ہمیشہ اس کی تعظیم کرتے لیکن شرک کی وجہ سے اس طرح لبیک کہتے: لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ۔ حق تعالیٰ سے شرک کی نفی کرے اور بتوں کا استثناء کرے کہ وہ خدا کے شریک ہیں لیکن اس کے مملوک ہیں جب وہ یہاں تک پہنچے: لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس قدر کہو کہ خدا کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس سے زیادہ نہ کہو۔ یعنی اِلَّا شَرِيْكًا حقیقت میں یہ ان کا کہنا ان کے کمال حق پر دلالت کرتا ہے کہ مملوک مالک کا شریک کیسے ہوسکتا ہے۔

بَابُ قِصَّةِ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

یہ باب حجۃ الوداع کے قصے کے بیان میں ہے

فائدہ: وداع واؤ کے زبر کے ساتھ رخصت کرنے کے معنی میں ہے اور حجۃ الوداع اس حج کو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

دسویں سال حج فرض ہونے کے بعد حج کیا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ اس میں حضور ﷺ نے لوگوں کو شریعت کے احکام کی تعلیم کی اور ان کو رخصت کیا اور اپنی رحلت کی خبر دی اور ان کو ادائے رسالت پر اور احکام کے پہنچانے پر گواہ بنایا اور یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی جامع تر احادیث اس میں ڈیڑھ سو فقہ کے مسائل ہیں اور اگر کوئی غور کرے تو اس سے زیادہ بھی نکل سکتے ہیں۔

الفصل الاول:

حجۃ الوداع کا ذکر

۲۴۲۵/۱ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَثَ بِالْمَدِيْنَةِ تِسْعَ سِنِيْنَ لَمْ يَحُجَّ ثُمَّ اَذَّنَ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ فِى الْعَاشِرَةِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجٌّ فَقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ بَشَرٌ كَثِيْرٌ فَخَرَجْنَا مَعَهٗ حَتّٰى اِذَا اَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَوَلَدَتْ اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بْنَ اَبِىْ بَكْرٍ فَاَرْسَلَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَصْنَعُ قَالَ اغْتَسِلِىْ وَاسْتَثْفِرِىْ بِثَوْبٍ وَاَحْرِمِىْ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتّٰى اِذَا اسْتَوَتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ عَلَى الْبَيْدَاءِ اَهَلَّ بِالتَّوْحِيْدِ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ قَالَ جَابِرٌ لَسْنَا نَنْوِىْ اِلَّا الْحَجَّ لَسْنَا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ حَتّٰى اِذَا اَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهُ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ فَطَافَ سَبْعًا فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشٰى اَرْبَعًا ثُمَّ تَقَدَّمَ اِلٰى مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ فَقَرَأَ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْبَيْتِ وَفِىْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَرَأَ فِى الرَّكْعَتَيْنِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَقُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى الرُّكْنِ فَاسْتَلَمَهٗ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ اِلَى الصَّفَا فَلَمَّا دَنَا مِنَ الصَّفَا قَرَأَ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ فَبَدَأَ بِالصَّفَا فَرَقِىَ عَلَيْهِ حَتّٰى رَاَى الْبَيْتَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَوَحَّدَ اللّٰهَ وَكَبَّرَهٗ وَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ ثُمَّ دَعَا بَيْنَ ذٰلِكَ قَالَ مِثْلَ هٰذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ نَزَلَ وَمَشٰى اِلَى الْمَرْوَةِ حَتَّى انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِىْ بَطْنِ الْوَادِىْ ثُمَّ سَعٰى حَتّٰى اِذَا صَعِدَتَا مَشٰى حَتّٰى اَتَى الْمَرْوَةَ فَفَعَلَ عَلَى الْمَرْوَةِ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا حَتّٰى اِذَا كَانَ اٰخِرُ طَوَافٍ عَلَى الْمَرْوَةِ نَادٰى وَهُوَ عَلَى الْمَرْوَةِ وَالنَّاسُ تَحْتَهٗ فَقَالَ لَوْ اَنِّى اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِىْ مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ اَسُقِ الْهَدْىَ وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهٗ هَدْىٌ فَلْيَحِلَّ وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِعَامِنَا هٰذَا اَمْ لِاَبَدٍ فَشَبَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَهٗ وَاحِدَةً فِى الْاُخْرٰى وَقَالَ دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِى الْحَجِّ مَرَّتَيْنِ لَا بَلْ لِاَبَدٍ اَبَدٍ لَا بَلْ لِاَبَدٍ اَبَدٍ وَقَدِمَ عَلِىٌّ مِّنَ الْيَمَنِ بِبُدْنِ النَّبِىِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ مَاذَا قُلْتَ حِيْنَ فَرَضْتَ الْحَجَّ قَالَ قُلْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اُهِلُّ بِمَا اَهَلَّ بِهٖ رَسُوْلُكَ قَالَ فَاِنَّ مَعِىَ الْهَدْىَ فَلَا تَحِلُّ قَالَ فَكَانَ جَمَاعَةُ الْهَدْىِ الَّذِىْ قَدِمَ بِهٖ عَلِىٌّ مِنَ الْيَمَنِ وَالَّذِىْ اَتٰى بِهِ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةً قَالَ فَحَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ وَقَصَّرُوْا اِلَّا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ مَعَهٗ هَدْىٌ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ تَوَجَّهُوْا اِلٰى مِنٰى فَاَهَلُّوْا بِالْحَجِّ وَرَكِبَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ مَكَثَ قَلِيْلًا حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَاَمَرَ بِقُبَّةٍ مِّنْ شَعْرٍ تُضْرَبُ لَهٗ بِنَمِرَةَ فَسَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ اِلَّا اَنَّهٗ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِى الْجَاهِلِيَّةِ فَاَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَتٰى عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهٗ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا حَتّٰى اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ فَرُحِلَتْ لَهٗ فَاَتٰى بَطْنَ الْوَادِىْ فَخَطَبَ النَّاسَ وَقَالَ اِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِىْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِىْ بَلَدِكُمْ هٰذَا اَلَا كُلُّ شَىْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَىَّ مَوْضُوْعٌ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ وَاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنُ رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَكَانَ مُسْتَرْضِعًا فِىْ بَنِىْ سَعْدٍ فَقَتَلَهٗ هُذَيْلٌ وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ وَاَوَّلُ رِبًا اَضَعُ مِنْ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ كُلُّهٗ فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِى النِّسَاءِ فَاِنَّكُمْ اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ اَنْ لَا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ اَحَدًا تَكْرَهُوْنَهٗ فَاِنْ فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَقَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ كِتَابُ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تُسْئَلُوْنَ عَنِّىْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَاَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ فَقَالَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا اِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا اِلَى النَّاسِ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ رَكِبَ حَتّٰى اَتَى الْمَوْقِفَ فَجَعَلَ بَطْنَ نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ اِلَى الصَّخَرَاتِ وَجَعَلَ حَبْلَ الْمُشَاةِ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ قَلِيْلًا حَتّٰى غَابَ الْقُرْصُ وَاَرْدَفَ اُسَامَةَ وَدَفَعَ حَتّٰى اَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلّٰى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِاَذَانٍ وَاحِدٍ وَاِقَامَتَيْنِ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ فَصَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ بِاَذَانٍ وَاِقَامَةٍ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتّٰى اَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَدَعَاهُ وَكَبَّرَهٗ وَهَلَّلَهٗ وَوَحَّدَهٗ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتّٰى اَسْفَرَ جِدًّا فَدَفَعَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَاَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ حَتّٰى اَتٰى بَطْنَ مُحَسِّرٍ فَحَرَّكَ قَلِيْلًا ثُمَّ سَلَكَ الطَّرِيْقَ الْوُسْطَى الَّتِىْ تَخْرُجُ عَلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرٰى حَتّٰى اَتَى الْجَمْرَةَ الَّتِىْ عِنْدَ الشَّجَرَةِ فَرَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِّنْهَا

مِثْلَ حَصَى الْخَذْفِ رَمٰى مِنْ بَطْنِ الْوَادِىْ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمَنْحَرِ فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَسِتِّيْنَ بَدَنَةً بِيَدِهٖ ثُمَّ اَعْطٰى عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ وَاَشْرَكَهٗ فِىْ هَدْيِهٖ ثُمَّ اَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ فَجُعِلَتْ فِىْ قِدْرٍ فَطُبِخَتْ فَاَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَفَاضَ اِلَى الْبَيْتِ فَصَلّٰى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ فَاَتٰى عَلٰى بَنِىْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَسْقُوْنَ عَلٰى زَمْزَمَ فَقَالَ انْزِعُوْا بَنِىْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَوْلَا اَنْ يَّغْلِبَكُمُ النَّاسُ عَلٰى سِقَايَتِكُمْ لَنَزَعْتُ مَعَكُمْ فَنَاوَلُوْهُ دَلْوًا فَشَرِبَ مِنْهُ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ٨٨٦/٢ حديث رقم (١٤٧ ـ ١٢١٨)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں نو برس ٹھہرے رہے حج نہیں کیا لیکن عمرہ کیا جیسا کہ گزرا پھر لوگوں کو دسویں سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے خبر دی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پس مدینہ میں بہت زیادہ آدمی آئے پس ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر وعصر کے مابین نکلے یعنی جبکہ پانچ دن ذیقعدہ میں سے باقی رہ گئے تھے۔ یہاں تک کہ ہم ذوالحلیفہ میں پہنچے۔ پس اسماء بنت عمیس ؓ نے محمد بن ابی بکرؓ کو جنم دیا تو اسماء رضی اللہ عنہا نے کسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا یعنی کہ میں احرام کے بارے میں کیا کروں؟ یعنی احرام باندھوں یا نہیں اور باندھوں تو کیونکر باندھوں؟ فرمایا غسل کر اور کپڑے کی لنگوٹ اور احرام باندھ۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذی الحلیفہ میں نماز پڑھی اور پھر اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا نام ہے۔ یہاں تک کہ جب میدان بیداء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کھڑی ہوئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باآواز بلند تلبید پڑھا' یعنی اے الٰہی! میں تیری خدمت میں حاضر ہوں اے الٰہی میں تیری خدمت میں حاضر ہوں تیری خدمت میں حاضر ہوں تیرے لیے کوئی شریک نہیں ہے میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ تحقیق نعمت' تعریف و بادشاہت تیرے ہی لئے ہے' تیرا کوئی شریک نہیں۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اس سے پہلے حج کی نیت نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ہم (حج کے مہینوں میں) عمرے کو جانتے تھے یہاں تک کہ جب ہم خانہ کعبہ کے نزدیک آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ یعنی اس پر ہاتھ رکھا اور بوسہ دیا پھر تین بار جلدی اور اکڑ کر خانہ کعبہ کے گرد طواف کیا اور چار بار آہستہ پھر مقام ابراہیم کے پاس تشریف لائے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا تم مقام ابراہیم کو یعنی اس کے حوالی کو جائے نماز بناؤ۔ پھر مقام ابراہیم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے درمیان اور خانہ کعبہ کے درمیان شمار کیا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتوں میں قل ھو اللہ احد اور قل یایہا الکافرون پڑھی۔ پھر حجر اسود کی طرف لوٹے پس اس کو بوسہ دیا پھر مسجد کے دروازے سے نکلے یعنی باب الصفا سے صفا پہاڑ کی طرف نکلے۔ پس جب صفا پہاڑ کے قریب ہوئے تو یہ آیت تلاوت فرمائی۔ تحقیق صفاء اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ یعنی اللہ کے دین کی نشانیوں میں سے ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں شروع کرتا ہوں اس چیز کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے شروع کیا اس چیز کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ذکر صفا کا کیا اور پھر مروہ کا کیا۔ اس طرح میں بھی پہلے صفا پر چڑھتا ہوں اور پھر مروہ پر چڑھونگا۔ پس صفا کے ساتھ شروع کیا پس اس پر چڑھے یہاں تک کہ خانہ کعبہ کو دیکھا پھر بیت اللہ کے سامنے ہوئے پس پھر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بیان کی۔ یعنی لا الہ الا اللہ کہا اور اس کی بڑائی بیان کی یعنی اللہ اکبر کہا اور کہا کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے کوئی معبود نہیں مگر اللہ ایک

ہے اس نے اپنا وعدہ پورا کیا یعنی اسلام کا بول بالا کرنے کا وعدہ کیا اور بندے کی مدد کی۔ یعنی حضور ﷺ اور کافروں کے گروہ کو شکست دی۔ تنہا یعنی خندق کی لڑائی میں پھر اس کے درمیان دعا کی۔ اس طرح تین بار کہا۔ یعنی ذکر کیا اور دعا کی اور پھر ذکر کیا اور دعا کی اس طرح تین مرتبہ کیا اور صفا سے اترے اور مروہ پہاڑ کی طرف چلے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کے قدم مبارک نشیبی میدان کی طرف پہنچے یعنی میدان کی بلندی سے پستی کی طرف آئے پھر دوڑے یہاں تک کہ جب چڑھنے لگے۔ تو حضور ﷺ کے دونوں قدم یعنی نشیبی سے بلندی مروہ پر چڑھنے لگے۔ آہستہ چلے یعنی دوڑنا بند کر دیا یہاں تک کہ مروہ پر آئے پھر مروہ پر بھی ایسا ہی کیا جو صفا پر کیا تھا۔ یہاں تک جب آخری چکر مروہ پر ہوا۔ تو پکارا اس حالت میں کہ آپ ﷺ مروہ پر تھے اور لوگ پہاڑ کے نیچے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں اپنے معاملے کے بارے میں پہلے جانتا ہوتا جو کہ میں نے بعد میں جانا تو میں اپنے ساتھ ہدی نہ لاتا اور میں حج کو عمرہ بنا دیتا۔ پس جو شخص تم میں سے ایسا ہو کہ اس کے پاس ہدی نہ ہو پس چاہیے کہ حلال ہو جائے یعنی حج کے احرام سے باہر ہو جائے اور حج کو عمرہ بنا ڈالے۔ پس سراقہ بن مالک بن جعشم کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا اسی سال ہمارے لیے ہے یا یہ حکم ہمیشہ ہمارے لیے ہے۔ پس نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں اور فرمایا کہ عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے۔ دو مرتبہ فرمایا یعنی یہ حکم خاص اسی برس میں نہیں ہے بلکہ ہمیشہ کے لیے۔ یعنی حج کے مہینوں ہمیشہ کے لئے عمرہ کرنا جائز ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے اکثر اونٹ نبی کریم ﷺ کے لیے لے کر آئے۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن کے حاکم بن کر گئے تھے پھر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کیا تم پر احرام باندھتے وقت حج لازم تھا؟ جب تو نے حج کی نیت کی تھی تو کیا کہا تھا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اے الٰہی میں احرام باندھتا ہوں اسی چیز کے ساتھ کہ جس کے ساتھ تیرے رسول ﷺ نے احرام باندھا تھا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے ساتھ ہدی ہے' میں احرام سے نکل نہیں سکتا۔ یعنی جب تم نے نیت کی ہے۔ تو میں حج و عمرے کا احرام باندھے ہوئے ہوں اور میرے ساتھ ہدی احرام سے میں نہیں نکل سکتا ہے۔ یہاں تک کہ عمرے اور حج سے فارغ نہ ہو جاؤں۔ پس تم بھی احرام سے نہ نکلو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پس یہ تمام اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے لائے تھے اور وہ اونٹ جن کو پیغمبر ﷺ لے کر آئے تھے ان کی تعداد سو (۱۰۰) تھی تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا پس سب لوگ حلال ہوئے اور اپنے بال کتروائے یعنی جن کے ساتھ ہدی نہ تھی اور وہ عمرے سے فارغ ہونے کے بعد عمرے کے احرام سے نکل آئے۔ مگر نبی کریم ﷺ اور وہ لوگ کہ جن کے ساتھ ہدی تھی وہ حلال نہ ہوئے پس جب کہ ترویہ کا دن آیا یعنی ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ تو منیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا ارادہ فرمایا پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے حج کا احرام باندھا۔ یعنی وہ لوگ جو عمرے کے احرام سے نکل آئے تھے اپنے عمرے سے فارغ ہونے کے بعد اور نبی کریم ﷺ سوار ہوئے یعنی جب آفتاب طلوع ہوا اور منیٰ میں پہنچے پس منیٰ میں نماز پڑھی۔ یعنی مسجد خیف میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء اور فجر تک ٹھہرے رہے یعنی نماز فجر ادا کرنے کے بعد تھوڑی دیر ٹھہرے رہے یہاں تک سورج نکل آیا اور آپ ﷺ نے خیمے لگانے کا حکم کیا جو بالوں کا بنا ہوا تھا کہ حضور ﷺ کے لیے وادیٔ نمرہ میں خیمہ کھڑا کیا جائے پھر نبی کریم ﷺ منیٰ سے عرفات کی طرف چلے اور قریش گمان نہیں کرتے تھے مگر یہ کہ حضور ﷺ حج کے لیے مشعر حرام کے پاس ٹھہرے ہونگے جیسے کہ قریش زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے پس نبی کریم ﷺ مزدلفہ سے گزرے یہاں تک کہ میدان عرفات میں آئے پس خیمہ جو کہ وادیٔ نمرہ میں کھڑا کیا گیا تھا آپ ﷺ اس میں اُترے اور اس میں ٹھہرے یہاں

تک کہ جب دوپہر ڈھلی۔ قصوا کو لانے کا حکم کیا جو کہ حضور ﷺ کی اونٹنی کا نام تھا۔ پس حضور ﷺ کے لیے زین کسی گئی پھر حضور ﷺ اونٹنی پر سوار ہو کر وادیٔ نمرہ میں تشریف لائے پھر لوگوں کو خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا تمہارے خون اور تمہارے مال یعنی آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ کرو اور کسی کا مال چوری دغا بازی سے نہ کھاؤ تمہارے اس دن یعنی عرفہ کی حرمت کی طرح اور تمہارے اس مہینے یعنی ذی الحجہ کی حرمت کی طرح اور تمہارے اس شہر یعنی مکہ کی حرمت کی طرح تم پر حرام قرار دیئے ہیں یعنی جیسے تم حرام جانتے ہو کسی کا مال لینے سے اور اس دن میں خون کرنے سے اور اس مہینے میں اور اس شہر میں۔ اس طرح سے ہمیشہ اور ہر جگہ خون کرنا اور ناحق مال لینا۔ آپس میں حرام ہے خبردار امر جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے رکھی گئی ہے اور پست و پامال ہے یعنی باطل و موقوف ہے یعنی جو کچھ کسی نے کیا اسلام سے پہلے میں نے معاف کر دیا اور جو جاہلیت کی رسمیں تھیں موقوف کر دیں اور جاہلیت کے خون موقوف کر دیئے یعنی نہ اس میں قصاص ہے اور نہ دیت اور نہ کفارہ اور تحقیق سب سے پہلا خون میں اپنے خونوں میں سے معاف کرتا ہوں وہ خون ابن ربیعہ بن حارث کا ہے اور وہ بنی سعد کے ہاں دودھ پیتا تھا۔ اس کو ہذیل نے قتل کیا تھا اور جاہلیت کے سود کو موقوف کیا گیا اور سب سے پہلا سود اپنے سودوں میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کا ہے تحقیق وہ بالکل موقوف کر دیا گیا۔ پھر عورتوں کے حق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ پس تحقیق تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ لیا۔ یعنی اس کے عہد کے ساتھ لیا ہے ان کے حقوق کی رعایت میں اور تم نے ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے حکم کے ساتھ حلال کیا۔ فانکحوا ہے اور تمہارا ان پر حق ہے کہ وہ تمہارے بچھونوں پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں کہ تم جس کو ناپسند سمجھتے ہو۔ یعنی تمہاری مرضی کے بغیر کسی کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دیں۔ خواہ مرد ہو یا عورت۔ پس اگر یہ کام کریں یعنی آنے کی اجازت دیں پس ان کو سختی کے بغیر مارو اور ان کا حق تم پر بھی ان کی روزی یعنی کھانا پینا اور اسی کے حکم میں داخل ہے اپنے مکان اور ان کا کپڑا اپنے وسعت کے مطابق دو اور تحقیق میں نے تم میں ایک ایسی چیز چھوڑی ہے کہ تم ہرگز گمراہ نہیں ہوں گے جب تک اس کو مضبوط سے تھامے رکھو گے اور اس پر عمل کرتے رہو گے۔ اگر تم چنگل ماروں گے اس چیز کے ساتھ جو کتاب اللہ میں ہے اور تم سے میرے بارے میں دین کے احکامات کو پہنچانے اور نہ پہنچانے سے متعلق پوچھا جائے گا۔ پس تم کیا جواب دو گے؟ تو صحابہ ؓ نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دیں گے کہ تحقیق آپ نے پیغمبری پہنچا دی اور آپ نے امانت ادا کر دی اور آپ نے خیر خواہی کی پھر حضور ﷺ نے شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھایا اور اس کو لوگوں کی طرف جھکایا اور تین مرتبہ فرمایا اے الٰہی گواہ رہ گواہ رہ۔ یعنی اپنے بندوں کے اقرار پر گواہ رہو پھر حضرت بلال ؓ نے اذان دی پھر تکبیر کہی پھر نماز پڑھی۔ پھر تکبیر کہی پھر عصر کی نماز پڑھی اور ان دونوں کے درمیان کچھ نہیں پڑھا یعنی نہ سنت اور نہ نفل۔ پھر سوار ہوئے یہاں تک کہ میدانِ عرفات میں موقف کی جگہ تشریف لائے۔ پس اپنی قصواء اونٹنی کا پیٹ پتھروں کی طرف کیا اور جبل مشاۃ کو اپنے آگے کیا۔ جو کہ ایک جگہ کا نام ہے اور قبلے کے سامنے ہوئے پس مسلسل کھڑے رہے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوا اور زردی جاتی رہی۔ یہاں تک کہ آفتاب غائب ہوا اسامہ ؓ کو پیچھے سوار کیا اور جلدی چلے یہاں تک کہ مزدلفہ میں آئے پھر اس میں ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھیں اور ان دونوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی نہ سنت اور نہ نفل پھر لیٹے رہے یہاں تک فجر طلوع ہوئی پھر فجر کی نماز پڑھی۔ اس وقت کہ ان کے واسطے فجر اذان اور تکبیر کے ساتھ ظاہر ہوئی پھر اونٹنی پر سوار ہوئے یہاں تک مشعر حرام پر آئے۔ پس آپ ﷺ قبلہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور تکبیر

کہی اور لا الٰہ الا اللہ کہا اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بیان کی۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ...... پس آپ ﷺ مسلسل کھڑے رہے یہاں تک کہ صبح خوب روشن ہوگئی پھر آفتاب کے نکلنے سے پہلے چلے اور فضل بن عباسؓ کو پیچھے سوار کیا اور وادی محسر میں پہنچے۔ پس سواری کو تھوڑی سی حرکت دی۔ پھر درمیان کے راستے میں سے جمرہ عقبہ کے پاس پہنچے یہاں تک کہ جمرہ کے پاس آئے جو کہ ایک درخت کے پاس ہے پس اس پر خذف کی کنکریوں کی طرح سات کنکریاں پھینکیں یعنی جو انگلیوں میں رکھ کر پھینکتے ہیں۔ ان کی مقدار کو بیان کرنا مقصود ہے وہ باقلا کے دانے کے برابر تھیں' ان کنکریوں میں سے ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے تھے۔ حضور ﷺ نے کنکریاں وادی کے اندر سے ماریں۔ پھر قربانی کی جگہ کی طرف لوٹ گئے جو کہ منیٰ میں ہے۔ پس حضور ﷺ نے تریسٹھ (۶۳) اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کئے' باقی یعنی سینتیس حضرت علی نے ذبح کیے اور حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی ہدی میں شریک کیا پھر حضور ﷺ نے ہر اونٹ میں سے ایک ایک گوشت کا ٹکڑا لیا پھر یہ ٹکڑے ایک ہانڈی میں ڈالے گئے پس ٹکڑے پکائے گئے پس دونوں صاحبوں نے اس قربانی کے گوشت میں سے کھایا اور دونوں نے اس کا شوربہ پیا۔ پھر نبی کریم ﷺ سوار ہوئے اور خانہ کعبہ کی طرف چلے اور طواف کیا پس مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی پھر عبدالمطلب کی اولاد کے پاس آئے یعنی اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے پاس تشریف لائے کہ وہ زمزم کا پلاتے تھے اور اولاد عبدالمطلب سے زمزم کا پانی کھنچواتے تھے اس لیے کہ یہ بہت ثواب کی بات ہے اگر مجھے خوف نہ ہوتا اس کا کہ لوگ تم پر غلبہ کریں گے۔ تمہارے پانی پلانے پر تو البتہ میں بھی تمہارے ساتھ پانی کھینچتا۔ یعنی خوف صرف اس بات کا ہے کہ لوگ مجھے کھینچتا ہوا دیکھ کر میری اتباع کریں گے۔ اور ازدحام (بھیڑ) کریں گے اور یہ منصب تمہارے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اگر اس کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی تمہارے ساتھ کھینچتا تو اولاد عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو ڈول دیا حضور ﷺ نے اس سے پیا اور اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں حجۃ الوداع کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ حج کے موقع پر بہت زیادہ آدمی جمع تھے بعضوں نے کہا کہ اس حج میں حضور ﷺ کے ساتھ نوے ہزار آدمی جمع ہوئے اور بعض حضرات نے کہا ایک سوتیس ہزار آدمی تھے اور سب سے پہلے اسماء جعفر بن ابی طالب نے نکاح کیا۔ پھر ان کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا اور پھر ان کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا تو جب حضور ﷺ حج کو تشریف لائے تو اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکرؓ کے نکاح میں تھیں اور ان سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے اور انہوں نے غسل کیا۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ غسل کرنا نفاس والی عورت کے لیے مسنون ہے اور یہ غسل نظافت صفائی کے لیے ہے نہ کہ طہارت کے لیے اور اسی لیے نفاس والی عورت کو احرام کے لیے تیمم کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے تقسیم کرنا نہیں آیا اور حائض کا بھی یہی حکم ہے اور احرام باندھ یعنی احرام کی نیت کر اور لبیک کہہ اس سے معلوم ہوا کہ احرام نفاس والی عورت کے لیے درست ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے اور نماز پڑھی۔ یعنی دو رکعتیں سنت احرام کی پڑھیں اور زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ اگر میقات میں ہو تو مسجد میں دو رکعات ادا کرے اور اگر کوئی دوسری جگہ مسجد کے علاوہ ہو تو وہاں پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اوقات مکروہیہ میں نماز نہ پڑھے اور علماء فرماتے ہیں کہ تحیۃ المسجد بھی فرض نماز کی طرح ہے' فرض نماز اس کے قائم مقام ہو جاتی ہے اور ہم عمرہ کو نہیں جانتے تھے یہ پہلے جملے کی تاکید ہے زمانہ جاہلیت میں یہ معمول تھا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو بڑا گناہ جانتے تھے اب حضور ﷺ نے اس کا رد کر دیا اور آپ ﷺ نے حج کے

مہینوں میں عمرہ کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ اس کا بیان آگے آئے گا اور جس وقت کہ ہم آئے یعنی اول ذی طوی میں اترے اور رات کو وہیں رہے۔ پھر چوتھی ذی الحجہ کو نہائے اور مکہ میں داخل ہوئے اور باب السلام کی طرف سے قصد کیا اور تحیۃ المسجد نماز نہیں پڑھی۔ اس لیے کہ وہاں کا تحیہ طواف ہے اور پھر خانہ کعبہ کا طواف کرنے میں جلدی چلے۔ سات مرتبہ اس کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ پس تین بار چکر لگانے میں جلدی کی کندھے ہلا کر جیسے پہلوان چلتے ہیں اور چار مرتبہ اپنی چال چلے اور جلدی چلے اور جلدی چلنے کا سبب یہ تھا جب آپ ﷺ عمرۃ القضاء کے لیے مکہ میں آئے تو مشرکوں نے کہا کہ ان کو مدینہ کی گرمی نے سست کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ اس طرح چل کر قوت کا اظہار کرو۔ پھر علت کے دور ہونے کے بعد بھی وہی حکم باقی رہا اور اس حدیث میں اضطباع کا ذکر نہیں ہے اور وہ بھی طواف کے وقت مسنون ہے چنانچہ اور حدیثوں میں مذکور ہے اور اضطباع اسے کہتے ہیں کہ چادر دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لیتے ہیں وہ بھی قوت کے اظہار کے لیے ہے اور پھر مقام ابراہیم کی طرف آگے بڑھے یعنی طواف کرنے کے بعد اور مقام ابراہیم ایک پتھر کا نام ہے کہ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر کعبہ کو بنایا تھا۔ اس پر ان کے پاؤں کا نشان ہے اور مقام ابراہیم کے معنی ہیں کہ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور اب وہ خانہ کعبہ کے آگے ایک حجرے میں رکھا ہے پس اس کے پیچھے کھڑے ہو کر حضور ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں اور اس جگہ کھڑے ہو کر یہ نماز پڑھنا افضل ہے اور جائز ہے ہر جگہ حرم پاک میں خواہ مسجد حرام میں پڑھے اور خواہ مسجد سے باہر پڑھے اور ہر طواف کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا واجب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سنت ہیں اور قل ھو اللہ احد اور قل یایھا الکافرون ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ قل ھو اللہ پہلی رکعت میں پڑھے اور قل یایھا الکافرون دوسری رکعت میں پس سورت کی تقدیم و تاخیر یعنی متاخر سورت مقدم پر لازم آئی۔ علماء کرام نے اس کی توجیہ یہ لکھی ہے کہ واو مطلق جمع کے لیے ہے یعنی دونوں رکعتوں میں دونوں سورتیں پڑھے۔ تقدم و تاخیر کچھ نہیں ہے پس مذکورہ اشکال لازم نہیں آتا اور علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ راز کی بات اس میں یہ ہے کہ قل ھو اللہ احد توحید کے اثبات کے لیے ہے اور قل یایھا الکلفرون بیزاری شرک کے لیے ہے۔

تو لہٰذا توحید کو مقدم کیا۔ اس اہتمام شان کی خاطر اور بعض روایتوں میں تقدیم قل یایھا الکافرون کی بھی آتی ہے۔

اور پھر صفا کی طرف تشریف لے گئے یہاں تک کہ خانہ کعبہ کو دیکھا اور اس زمانے میں خانہ کعبہ صفا سے دکھائی دیتا تھا اور اب مسجد الحرام کی عمارت سے چھپ گیا ہے لیکن حجر اسود حرم کے بعض دروازوں کے محاذ سے معلوم ہوتا ہے اور جو صفا پر کہا تھا یعنی جیسے ذکر اور دعا صفا پر کی تھی ویسے ہی مروہ پر کی اور صفا و مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی فرمائی۔ پس ابتداء صفا سے ہوئی اور ختم مروہ پر کی اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جن دنوں چھوٹے تھے ان کی والدہ حضرت ہاجرہؑ پانی کی تلاش کو گئیں جب نشیب میں پہنچی تو حضرت اسماعیلؑ ان کی نظر سے غائب ہو گئے وہ صفا اور مروہ پر چڑھ کر ان کو دیکھتی تھیں تو یہ انکی سنت ہے حضور ﷺ بھی ان کی یہ سنت بجالاتے اور اب مٹی بھر گئی ہے صفا اور مروہ کے درمیان وہ پستی باقی نہیں رہی اور اب وہاں نشان بنا دیے ہیں سنت کی بجا آوری کے لیے وہاں دوڑتے ہیں اور اگر میں اپنے امر کو پہلے جان لیتا۔ اس کلام کی شرح طویل ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ جب مکہ پہنچے اور عمرہ ادا کر چکے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا جو ہدی لے کر نہیں آیا وہ عمرہ کرے اور احرام کھول دے اور حج عمرہ کے ساتھ کرے اور اس کے بعد ایام حج میں احرام باندھے اور حج کرے اور جو کوئی ہدی کا جانور ساتھ لایا ہے تو وہ عمرہ کرے اور اپنے احرام پر رہے حج تک یعنی عمرہ کرنے

کے بعد حج کے احرام سے نہ نکلے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہدی ساتھ لے آئے تھے اس لیے احرام باندھے رکھا۔ یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گراں گزری۔ سب سے پہلے تو یہ کہ ہم احرام سے نکلیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھ رکھیں اور ان کی متابعت کو چھوڑ دیں اور دوسرے اس لیے کہ ہمارے درمیان اور عرفہ کے درمیان صرف پانچ دن ہیں پس مناسب نہیں ہے کہ ہم احرام سے نکلیں اور عورتوں کے پاس جائیں اور ہمارے ستروں سے منی ٹپکتی ہو اور پھر عرفہ میں جائیں اور حج کریں اور تیسرے یہ کہ زمانہ جاہلیت میں حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا نہایت برا تھا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہوئے اور فرمایا کہ میں کیا کروں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس طرح ہے اگر میں یہ بات پہلے جان لیتا کہ تمہارا احرام سے نکلنا دشوار ہوگا تو میں ہدی ساتھ نہ لاتا اور احرام سے نکل آتا اور فسخ حج عمرہ کے ساتھ کرتا اور میں نہیں جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس طرح ہوگا۔ علامہ نوویؒ نے کہا ہے کہ علماء نے اختلاف کیا اس فسخ حج کو عمرے کے ساتھ کرنے پر کہ آیا یہ خاص صحابہؓ کے لئے تھا یا اوروں کے لئے بھی جائز ہے تو امام احمدؒ نے کہا اور اہل ظاہر کی ایک جماعت سے یہ منقول ہے کہ حکم صرف صحابہؓ کے لیے نہیں تھا بلکہ اب بھی یہ حکم باقی ہے قیامت تک رہے گا۔

تو اس شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ حج کا احرام باندھے اور ہدی اس کے ساتھ ہو۔ حج کے احرام کو فسخ کرنا عمرے کے ساتھ درست نہیں ہے اور عمرے کے اعمال کر کے حلال ہو جانا اور امام مالکؒ اور شافعیؒ اور ابوحنیفہ رحمہم اللہ اور جمہور علماء نے سلف و خلف سے منقول ہے کہ یہ عمل خاص صحابہ کرام ہی کے لیے تھا صرف اسی سال تاکہ اس چیز کی مخالفت ہو جائے جس کو اہل جاہلیت حرام جانتے تھے یعنی عمرے کو حج کے مہینوں میں اور اس حدیث پر امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ نے عمل کیا ہے کہ جو کوئی عمرے کا احرام باندھے اور ہدی ساتھ نہ لائے تو وہ احرام سے نکل آئے اور جو شخص عمرے کا احرام باندھے اور ہدی ساتھ نہ لایا ہو۔ تو وہ احرام سے نہ نکلے یہاں تک کہ نحر کے دن ہدی ذبح کی جائے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ محض عمرے کے اعمال سے فارغ ہونے کے بعد عمرے کے احرام سے حلال ہو جائے اگرچہ ہدی ساتھ لایا ہو۔ حدیث پاک میں لفظ آیا ہے کہ کتراوئے بال یعنی بالوں کا منڈانا احرام سے نکلنے کے بعد افضل ہے اور اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بال کتراوئے تاکہ باقی بال حج میں منڈوائیں اور منیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور آٹھویں کو منیٰ میں جانا اور وہاں رات گزارنا ہمارے نزدیک واجب نہیں ہے بلکہ مسنون ہے اور لفظ نمرہ نون کے زبر کے ساتھ اور میم کے زیر کے ساتھ ہے جو کہ ایک پہاڑ کا نام ہے عرفات کے قریب ہے حرم کی زمین وہاں تک ہے اور عرفات حل میں ہے اور قریش گمان کرتے تھے..... یعنی قریش گمان کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشعر حرام کے پاس ٹھہریں گے۔ مشعر ایک پہاڑ کا نام ہے جو کہ مزدلفہ میں ہے جیسا کہ قریش زمانہ جاہلیت میں ٹھہرتے تھے اور اس موقف کو حمس کہتے تھے اور کہتے ہیں کہ قریش کے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور اہل حرم اللہ کی ہے اور عرفات میں نہیں جاتے تھے بخلاف تمام عربوں کے وقوف عرفہ کرتے تھے تو انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ میں ٹھہریں گے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں نہ ٹھہرے اور عرفات میں پہنچ گئے اور خطبہ فرمایا۔ یعنی دو خطبے پڑھے اول میں حج کے احکام بیان کئے اور کثرت ذکر دعا کی جانب رغبت دلائی اور دوسرا خطبہ پہلے کی بنسبت چھوٹا تھا' اس میں محض دعا تھی اور ابن ربیعہ بن حارث الخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ عبدالمطلب کے بیٹے تھے ان کے بیٹے کا نام ربیعہ تھا اور ربیعہ کے بیٹے کا نام ایاس تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے پوتے تھے ان کے خون لینے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرما دیا اور عباسؓ بن عبدالمطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے ایام جاہلیت میں سود کھاتے تھے اور لوگوں کے ذمے بہت زیادہ سود تھا وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرما دیا۔

پھر عصر کی نماز پڑھی...... یعنی حضور ﷺ نے ظہر اور عصر کی نماز کو جمع کیا' اس کو جمع تقدیم کہتے ہیں۔ میدانِ عرفات میں وقوف کرنے کے لیے کہ دونوں نمازیں ملا کر پڑھ لیتے ہیں اور ان کے درمیان میں سینتیں اور نوافل نہ پڑھے تاکہ جمع باطل نہ ہو جائے اس لیے کہ پے در پے پڑھنا ان نمازوں کا واجب ہے اور آفتاب غائب ہوا یہ تاکید اور بیان غروب کا ہے تاکہ کوئی گمان نہ کرے کہ غروب سے مراد قریب غروب کے ہیں اور یہاں تک کہ مزدلفہ میں آئے جو میدانِ عرفات اور منیٰ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے' وہاں رات کو قیام کرنا ہمارے نزدیک سنت ہے اور امام احمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے تو حضور ﷺ نے وہاں پہنچ کر نماز پڑھی ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ جیسے کہ ظہر اور عصر عرفات میں پڑھی تھیں اور یہی تینوں اماموں کا مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک اذان کے ساتھ اور ایک تکبیر کے ہیں اس لیے کہ عشاء یہاں اپنے وقت پر نہیں ہے۔ پس علیحدہ تکبیر کی ضرورت اعلام کی زیادتی کے لئے نہیں ہے اور عرفہ میں اپنے وقت پر نہیں ہوتی ہے تو زیادتی اعلام کی احتیاج ہے اور صحیح مسلم میں اس کو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو تحسین وتصحیح کہا ہے اور مشعر الحرام مزدلفہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے یعنی وہاں کا ٹھہرنا ہمارے نزدیک واجب ہے اور محشر مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ جب حضور ﷺ یہاں پہنچے تو سواری کو حرکت دی یعنی جلدی ہانکی۔ تھوڑی سی دور۔ یعنی اس وادی کی مسافت کی بقدر اور جلدی چلنے کا سبب یہ تھا کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جس جگہ پر کسی قوم پر عذاب نازل ہوا ہوتا تو اس جگہ سے آپ ﷺ بطور عبرت کے جلدی گزرتے پس محشر میں اصحابِ فیل ہلاک ہوئے تھے وہاں سے جلدی گزرے اور بعضوں نے کہا وہاں نصاریٰ یا مشرکین ٹھہرا کرتے تھے ان کی مخالفت کے لیے جلدی چلے پس ہر ایک کے لیے مستحب ہے کہ اس جگہ سے جلدی چلے۔ حضور ﷺ کی پیروی کے لیے اور پھر بیچ کی راہ چلے یعنی جس راستے سے جاتے ہوئے تشریف لے گئے تھے وہ راستہ اور تھا اور یہ دوسرا راستہ تھا اور اس کو طریق ضب کہتے ہیں اور اس کو طریق مازمین بھی کہتے ہیں۔ یہ دونوں پہاڑوں کے نام ہیں اور یہ راستہ جمرہ کبریٰ میں جا کر نکلتا ہے اور یہاں تک کہ اس جمرہ کے پاس آئے جو درخت کے نیچے ہے مراد وہی جمرۃ العقبہ میں جا کر نکلتا ہے ہے جو کہ مذکورہ ہوا ہے اور جمرہ مناروں کو کہتے ہیں وہاں کئی منارے ہیں کہ ان پر سنگریزے مارے جاتی ہیں ان کا مفصل بیان آگے آئے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور شریک کیا...... یعنی حضور ﷺ نے ان کو کچھ اونٹ دیے تاکہ وہ اپنی طرف سے ذبح کریں یا تو ماقی اونٹوں میں سے دیے یا دوسرے دیے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اپنی قربانی کے گوشت سے کھانا مستحب ہے اور خانہ کعبہ کی طرف چلے اور طواف کیا اس طواف کو طواف افاضہ کہتے ہیں اور طواف رکن بھی کہتے ہیں یہ بھی ایک حج کا رکن ہے اور اس پر حج پورا ہو جاتا ہے اور یہ طواف نحر کے روز افضل ہے اور بعد میں بھی جائز ہے اور مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی اور ابن عمرؓ سے ایک روایت یہ بھی آئی ہے کہ حضور ﷺ نے ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی' دونوں میں وجہ تطبیق یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی اور منیٰ میں نوافل پڑھے ہوں' اس کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے گمان کیا ہے کہ ظہر کی نماز پڑھی یا یوں کہا جائے گا کہ دونوں روایتیں جب متعارض ہوئیں تو دونوں ساقط ہوگئیں پھر اس کو ترجیح دی گئی کہ حضور ﷺ نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی اس لیے کہ وہاں نماز پڑھنا افضل ہے واللہ اعلم بالصواب: (ع)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حج کا واقعہ/ احرام باندھنے کا طریقہ

۲/۲۴۲۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيَحْلِلْ وَمَنْ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَاَهْدٰى فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلَّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا وَفِيْ رِوَايَةٍ فَلَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ بِنَحْرِ هَدْيِهٖ وَمَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهٗ قَالَتْ فَحِضْتُ وَلَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمْ اَزَلْ حَائِضًا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَلَمْ اُهْلِلْ اِلَّا بِعُمْرَةٍ فَاَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَنْقُضَ رَأْسِيْ وَاَمْتَشِطَ وَاُهِلَّ بِالْحَجِّ وَاَتْرُكَ الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ حَتّٰى قَضَيْتُ حَجِّيْ بَعَثَ مَعِيَ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ بَكْرٍ وَاَمَرَنِيْ اَنْ اَعْتَمِرَ مَكَانَ عُمْرَتِيْ مِنَ التَّنْعِيْمِ قَالَتْ فَطَافَ الَّذِيْنَ كَانُوْا اَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْعُمْرَةِ ثُمَّ حَلُّوْا ثُمَّ طَافُوْا بَعْدَ اَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِنًى وَاَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَاِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَاحِدًا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٤١٩/١ حديث رقم ٣١٩ ۔ ومسلم ٨٧٠/٢ حديث رقم (١٢١١/١١١)۔ واخرجه ابو داؤد في السنن ٣٨١/٢ حديث رقم ١٧٨١ ۔ والنسائي في السنن ١٦٥/٥ حديث رقم ٢٧٦٤ ۔ واحمد في المسند ١٧٧/٦ ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' فرماتی ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں نکلے۔ پس بعض لوگ ہم میں سے وہ تھے جنہوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا فقط اور بعض ہم میں سے وہ لوگ تھے جنہوں نے صرف حج کا احرام باندھا تھا۔ پس جب ہم مکہ میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے فقط عمرے کا احرام باندھا ہے اور ہدی ساتھ نہیں لایا پس اس کو چاہیے کہ حلال ہو جائے یعنی سر منڈائے یا بال کترا ونے کے ساتھ احرام سے نکل آئے اور جس نے عمرے کا احرام باندھا ہے اور ہدی بھی ساتھ لایا ہے پس اسکو چاہیے کہ عمرے کے ساتھ حج کا بھی احرام باندھے یعنی حج کو عمرے کے ساتھ داخل کرے' پس قارن ہو جائے پھر احرام سے نہ نکلے۔ یہاں تک کہ دونوں سے حلال ہو۔ یعنی حج اور عمرے کے افعال پورے کرے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ حلال نہ ہو جب تک اپنی ہدی کو ذبح نہ کر لے۔ یعنی عید کے دن اور جس نے حج کا احرام باندھا ہے چاہے وہ ہدی ساتھ لایا ہو۔ حج کے ساتھ عمرے کا احرام باندھا ہو یا نہ باندھا ہو۔ پس اس کو چاہیے کہ وہ اپنا حج پورا کرے مگر جس شخص کو حج کے ساتھ عمرہ کرنے کا حکم کیا گیا ہو وہ پورا نہ کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حائضہ ہوئی اور میں نے عمرے کی وجہ سے خانہ کعبہ کا طواف بھی نہیں کیا تھا اور نہ ہی میں صفا اور مروہ میں گئی تھی۔ اس لیے کہ سعی طواف سے قبل درست نہیں ہے۔ ورنہ حیض کی حالت میں سعی منع نہیں ہے پس میں حیض کی حالت میں مبتلا رہی۔ یہاں تک کہ عرفہ کا دن آ گیا اور میں نے عمرے کے علاوہ احرام نہیں باندھا تھا۔ پس مجھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا یہ کہ میں اپنا سر کھولوں اور میں کنگھی کروں یعنی میں عمرے کے احرام سے نکلوں اور ان چیزوں کو مباح کروں جو احرام کی وجہ سے مجھ پر حرام ہوئی تھیں اور حج کا احرام باندھوں اور میں عمرے کو چھوڑ دوں پھر جب فارغ ہو

جاؤں حج سے تو عمرے کے احرام کی قضا کروں پس میں نے یہ کام کیا یہاں تک کہ میں نے اپنا حج ادا کیا تو میرے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ (میرے بھائی) کو اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے عمرے کے بدلے تنعیم سے عمرہ کروں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان شخصوں نے خانہ کعبہ کا طواف کیا کہ جنہوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا۔ یعنی عمرے کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی۔ پھر احرام سے نکلے اور پھر اس کے بعد اور طواف کیا پھر منیٰ سے مکہ کی طرف تشریف لے آئے اور یہ طواف حج کے لیے کیا۔ اس کو طواف افاضہ کہتے ہیں اور جن شخصوں نے حج اور عمرے کو جمع کیا تھا۔ پس اس کے علاوہ انہوں نے ایک طواف نہیں کیا۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ تنعیم ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے تین کوس دور ہے یعنی حرم سے باہر ہے یعنی حل میں ہے اور عمرے میں احرام شرط ہے کہ حل سے باندھا جائے خواہ احرام باندھنے والا مکی ہو یا غیر مکی اور حج کا احرام مکی حرم سے باندھے اور غیر مکی حل سے اور جن شخصوں نے حج اور عمرے کو جمع کیا تھا یعنی ابتداً یا ایک کو دوسرے میں داخل کیا انہوں نے قربانی کے دن ایک ہی طواف کیا ہے اور یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور ہمارے لیے قارن کو دو طواف کرنے لازمی ہیں ایک طواف عمرے کے لیے جب کہ مکہ میں داخل ہو اور دوسرا طواف وقوف عرفہ کے بعد حج کے لیے۔ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے اور جب کہ مکہ میں تشریف لائے تو طواف کیا اور دوسرا طواف الزیادۃ وقوف کے بعد کیا اور دار قطنی کی ایک روایت ہے اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ قارن دو طواف کرے اور صفا اور مروہ کی دو بار سعی کرے اور حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی اس طرح منقول ہے کہ قارن دو طواف کرے اور دو مرتبہ سعی کرے۔

حدیث مذکورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متمتع اور قارن ہونے کا ذکر

۳/۲۴۲۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْیَ مِنْ ذِی الْحُلَيْفَةِ وَبَدَاَ فَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ اَهَلَّ بِالْحَجِّ فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ اَهْدٰی وَمِنْهُمْ مَنْ لَّمْ يُهْدِ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَالَ لِلنَّاسِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ اَهْدٰی فَاِنَّهٗ لَا يَحِلُّ مِنْ شَیْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰی يَقْضِیَ حَجَّهٗ وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ مِنْكُمْ اَهْدٰی فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَلْيُهْدِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فِی الْحَجِّ وَسَبْعَةً اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَهْلِهٖ فَطَافَ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ وَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ اَوَّلَ شَیْءٍ ثُمَّ خَبَّ ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ وَمَشٰی اَرْبَعًا فَرَكَعَ حِيْنَ قَضٰی طَوَافَهٗ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَاَتَی الصَّفَاءَ وَالْمَرْوَةَ سَبْعَةَ اَطْوَافٍ ثُمَّ لَمْ يَحِلَّ مِنْ شَیْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰی قَضٰی حَجَّهٗ وَنَحَرَ هَدْيَهٗ يَوْمَ النَّحْرِ وَاَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاقَ الْهَدْیَ مِنَ النَّاسِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۳۹/۳ حدیث رقم ۱۶۹۱۔ ومسلم فی صحیحه ۹۰۱/۲ حدیث رقم (۱۷۴۔ ۱۲۲۷)۔

وابوداؤد فی السنن ۳۹۷/۲ حدیث رقم ۱۸۰۵ والنسائی ۱۵۱/۵ حدیث رقم ۲۷۳۲۔ واحمد فی المسند ۱۳۹/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عمرے کے ساتھ حج میں فائدہ اٹھایا۔ یعنی سب سے پہلے عمرے کا احرام باندھا اور پھر حج کا اور پھر اپنے ساتھ ذی الحلیفہ سے ہدی لے کر چلے جو کہ ایک جگہ کا نام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے احرام باندھا تھا اور شروع فرمایا پھر احرام باندھا عمرے کا اور پھر حج کا احرام باندھا۔ پس لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرے کو حج کے ساتھ کر کے تمتع کیا۔ یعنی عمرے کے ساتھ ملایا۔ پس بعض لوگوں میں یہ بھی تھے کہ جنہوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا ان میں بعض ہدی لائے تھے اور بعض ان میں وہ تھے کہ وہ ہدی نہیں لائے تھے۔ پس جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے تو لوگوں کے لیے حکم فرمایا یعنی عمرہ کرنے والوں کے لیے جو تم میں سے ہدی لے کر آیا ہے پس وہ حلال نہ ہو کسی چیز سے اور وہ باز رہے۔ یعنی احرام سے نہ نکلے یہاں تک کہ حج کر لے اور جو شخص تم میں سے ہدی لے کر نہ آیا ہو وہ خانہ کعبہ کا طواف کرے۔ یعنی عمرے کا طواف کرے اور صفا اور مروہ کی سعی کرے اور بال کتروائے' اس کو چاہیے کہ وہ عمرے کے احرام سے نکلے یعنی جو چیزیں منع تھیں احرام میں اب وہ مباح ہوگئیں پھر حرم کی زمین سے حج کا احرام باندھے اور یوم نحر کو ہدی ذبح کرے' احرام کرے حج کے ساتھ یعنی حرم کی زمین سے اور ہدی ذبح کرے یعنی نحر کے دن رمی جمار کے بعد سر منڈانے سے پہلے کہ متمتع کے لیے شکر گزاری کے لیے واجب ہے۔ اس نعمت کی کہ حج اور عمرہ کو ادا کرنے کی توفیق ہوئی پس جو شخص ہدی نہ پائے پس چاہیے کہ حج کے ایام میں تین دن روزے رکھے یعنی حج کے مہینوں میں احرام کے بعد نحر کے دن سے پہلے تین روزے رکھے اور افضل یہ ہے کہ ساتویں' آٹھویں' نویں کو رکھے اور سات دن جب کہ اپنے اہل والوں کی طرف پھرے یعنی لوٹے۔ یعنی حج کے افعال سے فارغ ہو جائے اگرچہ مکہ میں ہوں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ جب کہ مکہ میں آئے یعنی عمرے کا طواف کیا اور لبیک کہنے کے بعد حجر اسود کو بوسہ دیا پھر تین مرتبہ طواف میں جلدی جلدی اکڑ کر چلے اور چار مرتبہ اپنی چال چلے۔ یعنی ایک بار جو خانہ کعبہ کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ اس کو شوط کہتے ہیں پس سات شوط بطور مذکور ہے اور سات شوط کا ایک طواف ہوتا ہے۔ پھر مقام ابراہیم کے نزدیک دو رکعت نماز پڑھی۔ اس وقت اس نے اپنا طواف پورا کیا پھر سلام پھیرا۔ یعنی صلوٰۃ الطواف پڑھی کہ وہ ہمارے نزدیک واجب ہے پھر خانہ کعبہ سے اور صفا پر آئے' آپ نے خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگائے پھر کسی چیز سے حلال نہ ہوئے کہ باز رہے تھے اس چیز سے یعنی احرام سے نہ نکلے۔ یہاں تک کہ اپنا حج پورا کیا اور اپنی ہدی قربانی کے دن یعنی دس ذی الحجہ کو ذبح کی۔ پس اب حلق کے ساتھ حلال ہوئے ہر چیز سے سوائے جماع کے اور منیٰ سے چل کر مکہ میں آئے پھر خانہ کعبہ کا طواف کیا یعنی طواف افاضہ پھر ہر چیز سے حلال ہو گئے کہ روکا ہوا تھا اپنے آپ کو اس چیز سے یعنی اب جماع کرنا بھی حلال ہو گیا اور اس چیز کی طرح کیا۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس شخص کی طرح کیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہدی لے کر آیا تھا۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم متمتع تھے اور درست بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے اس کی تاویل یہ ہے کہ متمتع سے مراد تمتع لغوی ہے یعنی نفع اٹھانا اور وہ قرآن میں موجود ہے کہ قارن عمرے کے ساتھ حج کر کے متنفع ہوتا ہے۔

حج کے مہینوں میں عمرے کا جواز

۴/۲۴۲۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ عُمْرَةٌ اسْتَمْتَعْنَا بِهَا فَمَنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ الْهَدْىُ فَلْيَحِلَّ الْحِلَّ كُلَّهٗ فَاِنَّ الْعُمْرَةَ قَدْ دَخَلَتْ فِى الْحَجِّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۹۱۱/۲ حديث رقم (۲۰۳۔ ۱۲۴۱)۔ والنسائی فی السنن ۱۸۱/۵ حديث رقم ۲۸۱۵۔ والدارمی ۷۲/۲ حديث رقم ۱۸۵٦۔ واحمد فی المسند ۲۳٦/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ عمرہ ہے ہم نے اس کے ساتھ فائدہ اٹھایا پس وہ شخص جس کے پاس ہدی نہ ہو اس کو چاہیے کہ حلال ہو جائے' اس لیے کہ عمرہ کرنا حج کے مہینوں میں قیامت کے دن تک داخل ہوا ہے۔ اس کو امام مسلم نے نقل کیا ہے اور یہ بات دوسری فصل سے خالی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں تمتع کا ذکر آیا ہے اور یہاں تمتع سے مراد تمتع لغوی ہے یعنی فائدہ اٹھانا اور باقی شرح اس حدیث کی اوپر بیان ہو چکی ہے۔

الفصل الثالث:

احرام کی تبدیلی کا حکم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تامل

۵/۲۴۲۹ وَعَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فِىْ نَاسٍ مَعِىَ قَالَ اَهْلَلْنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ خَالِصًا وَحْدَهٗ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُبْحَ رَابِعَةٍ مَضَتْ مِنْ ذِى الْحِجَّةِ فَاَمَرَنَا اَنْ نَحِلَّ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ حِلُّوْا وَاَصِيْبُوا النِّسَاءَ قَالَ عَطَاءٌ وَلَمْ يَعْزِمْ عَلَيْهِمْ وَلٰكِنْ اَحَلَّهُنَّ لَهُمْ فَقُلْنَا لَمَّا لَمْ يَكُنْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عَرَفَةَ اِلَّا خَمْسٌ اَمَرَنَا اَنْ نُفْضِىَ اِلٰى نِسَائِنَا فَنَأْتِىْ عَرَفَةَ تَقْطُرُ مَذَاكِيْرُنَا الْمَنِىَّ قَالَ يَقُوْلُ جَابِرٌ بِيَدِهٖ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى قَوْلِهٖ يُحَرِّكُهَا قَالَ فَقَامَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْنَا فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّىْ اَتْقَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَصْدَقُكُمْ وَاَبَرُّكُمْ وَلَوْ لَا هَدْىٌ لَحَلَلْتُ كَمَا تَحِلُّوْنَ وَلَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِىْ مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ اَسُقِ الْهَدْىَ فَحِلُّوْا فَحَلَلْنَا وَسَمِعْنَا وَاَطَعْنَا قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ عَلِىٌّ مِنْ سِعَايَتِهٖ فَقَالَ بِمَ اَهْلَلْتَ قَالَ بِمَا اَهَلَّ بِهِ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا قَالَ وَاَهْدٰى لَهٗ عَلِىٌّ هَدْيًا فَقَالَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِعَامِنَا هٰذَا اَمْ لِاَبَدٍ قَالَ لِاَبَدٍ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۸۸۳/۲ حديث رقم (۱۴۱۔ ۱۲۱٦)۔ والنسائی فی السنن ۱۷۸/۵ حديث رقم ۲۸۰۵۔ وابن ماجه ۹۹۲/۲ حديث رقم ۲۹۸۰۔ واحمد فی المسند ۱۷۵/۴۔

ترجمہ: حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا' میرے ساتھ سننے میں بہت سے آدمی شریک تھے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے حج کا خالص تر یعنی صرف حج کا بغیر عمرے کے احرام باندھا۔ عطاءؒ نے کہا کہ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحجہ کی چوتھی تاریخ کی صبح کو تشریف لائے۔ پس ہم کو حکم کیا کہ حلال ہو جائیں۔ عطاءؒ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال ہو جاؤ اور عورتوں کے پاس جاؤ یعنی ان سے صحبت بھی کرو۔ عطاء فرماتے ہیں کہ صحبت کرنی ان پر واجب نہیں ہے لیکن عورتیں ان کے لیے حلال ہیں امر وجوب کے لیے نہ تھا اور صحبت کرنے کا حکم اباحت کے لیے ہے ہم نے بطور تعجب کے کہا جب کہ ہمارے درمیان اور عرفہ کے درمیان پانچ راتیں تھیں ہم کو حکم کیا کہ ہم اپنی بیویوں سے صحبت کریں پھر میدان عرفات میں حاضر ہوں۔ اس حالت میں کہ ہمارے عضو مخصوص منی کو ٹپکار ہے ہوں۔ یعنی جماع کے قریب ہوئے ہوں اور اس کو جاہلیت میں عیب شمار کرتے تھے اور حج میں باعث نقصان سمجھتے تھے عطاءؒ نے کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اشارہ کیا گویا کہ میں ان کے ہاتھ کے اشارے کی طرف دیکھ رہا ہوں اور وہ اپنے ہاتھ کے ساتھ ہلاتے تھے۔ پس جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ کہنے کے لیے کھڑے ہوئے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہاری نسبت خدا سے بہت زیادہ ڈرتا ہوں اور تم میں سے زیادہ سچا ہوں۔ اور تم میں سے زیادہ نیک ہوں اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی البتہ میں حلال ہو جاتا جیسے کہ تم حلال ہوئے اور اگر میں اپنے کام کو پہلے سے جانتا ہوتا' اس چیز کو جو میں نے بعد میں جانا تو میں ہدی کو نہ لاتا یعنی اگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا احرام سے نکلنا ایسا شاق ہوگا تو میں ہدی ساتھ نہ لاتا اور میں بھی احرام سے نکل آتا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حلال ہو جاؤ تو پھر ہم حلال ہوئے اور ہم نے سنا اور طاعت کی۔ عطاءؒ کہتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے کام سے آئے جو یمن کے قاضی بن کر گئے تھے وہاں سے آئے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کس چیز کے ساتھ تم نے احرام باندھا۔ کہا اس چیز کے ساتھ احرام باندھا جس کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا کہ یوم نحر کو ہدی ذبح کرنا جو کہ قارن کے لیے واجب ہے اور حالت احرام میں ٹھہرے رہو۔ اب جیسے کہ میں نے کہا ہے جابر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدی لے کر آئے یا اپنے لئے ہدی لے کر آئے پس سراقہ بن مالک بن جعشم یعنی مالک کے بیٹے سراقہ نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا اس سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے؟ یعنی عمرے کا جائز ہونا حج کے مہینوں میں اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حج کے متعلق اتنی صاف بات کہ ہم نے حج کا احرام باندھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے گمان کے مطابق کہی اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں گزر چکا ہے کہ بعضوں نے عمرے کا احرام باندھا اور بعضوں نے حج وعمرہ کا اور بعضوں نے محض حج کا یا صحابہ سے مراد اکثر صحابہ یا بعض صحابہؓ یا وہ صحابہ مراد ہیں جو ہدی ساتھ نہیں لائے تھے اور یہ ظاہر تر ہے اور جابر رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا یعنی ستر کے ملنے کو تشبیہ دی۔ ہاتھ کے ملنے کے ساتھ کہ اس طرح ملتے جائیں کہ اہل عرب کی عادت ہے کہ کلام کرنے میں اعضاء کے ساتھ اشارہ کرتے ہیں۔

احرام کی تبدیلی کے حکم پر لوگوں کا متردد ہونا

۶/۲۴۳۰ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَ رْبَعٍ مَضَیْنَ مِنْ ذِی الْحِجَّةِ اَوْ خَمْسٍ فَدَخَلَ عَلَیَّ وَهُوَ غَضْبَانٌ فَقُلْتُ مَنْ اَغْضَبَكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَدْخَلَهُ اللّٰہُ النَّارَ قَالَ اَوَ مَا شَعَرْتِ اَنِّی اَمَرْتُ النَّاسَ بِاَمْرٍ فَاِذَا هُمْ یَتَرَدَّدُوْنَ لَوْ اَنِّی اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْیَ مَعِیَ حَتّٰی اَشْتَرِیَهُ ثُمَّ اَحِلَّ كَمَا حَلُّوْا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۸۷۹/۲ حدیث رقم (۱۳۰۔ ۱۲۱۱)۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحجہ کی چوتھی تاریخ کو میرے پاس اس حالت میں تشریف لائے کہ غصے میں تھے۔ پس میں نے کہا اے اللہ کے رسول! کس چیز نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصے میں مبتلا کر دیا؟ اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل کرے فرمایا کیا تو نہیں جانتی کہ تحقیق میں نے لوگوں میں سے بعضوں کو ایک کام کا کہ عمرے کے ساتھ حج کرنے کا حکم کیا پھر وہ تردد کرتے ہیں اور اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا اس چیز کا جو میں نے بعد میں جانی تو میں اپنی ہدی اپنے ساتھ نہ لاتا۔ یہاں تک کہ میں اس کو مکہ سے یا راستے سے خریدتا پھر حلال ہو جاتا جس طرح لوگ حلال ہوئے۔ اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احرام کی تبدیلی کے حکم پر تردد کا اظہار کرنا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تردد کا اظہار اس لیے کر رہے تھے کہ سنت رسول کی متابعت چھوٹ جائے گی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہدی ساتھ لے کر آئے تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام نہیں کھولا اور جو لوگ ہدی ساتھ نہیں لائے تھے ان کو حکم ہوا کہ وہ عمرہ کر کے احرام کھول دیں اور وہ حج اور عمرے کو ساتھ نہ ملائیں۔

بَابُ دُخُوْلِ مَكَّةَ وَالطَّوَافِ

یہ باب مکہ میں داخل ہونے اور طواف کرنے کے بیان میں ہے

فائدہ: اس باب میں مکہ میں داخل ہونے کی کیفیت بیان کی ہے کہ کس طرف سے داخل ہوئے اور کس طرف سے نکلے اور کس وقت آئے اور طواف کی کیفیت ذکر کی ہے اور حجر اسود کو بوسہ دینا وغیرہ ذلک۔ اور مکة کے معنی ہلاک اور نقصان کرنے کے ہیں اور اس شہر اشرف کو مکہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ گناہوں کو ہلاک اور کم کر دیتا ہے۔ اس میں ظلم اور کجروی کرنے والے کو ہلاک کرتا ہے۔

الفصل الاوّل:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دخولِ مکہ کے وقت معمول

۱/۲۴۳۱ عَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَقْدُمُ مَكَّةَ اِلَّا بَاتَ بِذِىْ طُوًى حَتّٰى يُصْبِحَ وَيَغْتَسِلَ وَيُصَلِّىْ فَيَدْخُلَ مَكَّةَ نَهَارًا وَاِذَا نَفَرَ مِنْهَا مَرَّ بِذِىْ طُوًى وَبَاتَ بِهَا حَتّٰى يُصْبِحَ وَيَذْكُرُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۳۵/۳ حدیث رقم ۱۷۷۳۔ ومسلم فی صحیحه ۹۱۹/۲ حدیث رقم (۲۲۶۔ ۱۲۵۹)۔ وابوداؤد فی السنن ۴۳۵/۲۔ حدیث رقم ۱۸۶۵ والنسائی فی السنن ۱۹۹/۵ حدیث رقم ۲۸۶۲۔ والدارمی ۹۷/۲ حدیث رقم ۱۹۲۷۔ ومالك فی الموطأ ۳۲٤/۱ حدیث رقم ۲۰ من کتاب الحج۔

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ میں تشریف نہیں لاتے تھے۔ مگر یہ کہ ذی طوی میں رات گزارتے' یہاں تک صبح کرتے اور نہاتے اور نماز پڑھتے دن کے وقت مکہ میں داخل ہوتے اور جس وقت مکہ سے نکلتے تو ذی طوی میں رات گزارتے اس میں صبح تک رہتے اور ذکر کرتے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذی طوی میں رات گزارا کرتے تھے اور صبح تک وہیں رہتے تھے اور یہ جگہ مکہ کے قریب ہے اور حرم کے اندر ہے تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آتے تو رات کو ذی طوی میں استراحت کے لیے ٹھہرتے پھر صبح نہاتے اور نماز پڑھتے نماز سے مراد اول نماز ہے کہ وہاں کے جانے کے لیے پڑھتے تھے اور پھر جب مکہ سے واپس لوٹتے تو پھر بھی ذی طوی میں رہتے یہاں تک کہ اسباب اور اصحاب اکٹھے ہو جاتے اور ابن ملک نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دن کے وقت مکہ میں آنا مستحب ہے تاکہ خانہ کعبہ کو دیکھے اور دعا کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دخولِ مکہ کا ذکر

۲/۲۴۳۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ اِلٰى مَكَّةَ دَخَلَهَا مِنْ اَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ اَسْفَلِهَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۳۷/۳۔ حدیث رقم ۱۵۷۷۔ ومسلم فی صحیحه ۹۱۸/۲ حدیث رقم (۲۲٤۔ ۱۲۵۸)۔ وابوداؤد فی السنن ٤۳۷/۲ حدیث رقم ۱۸۶۹۔ والترمذی فی السنن ۲۰۹/۳ حدیث رقم ۸۵۳۔ والنسائی ۲۰۰/۵ حدیث رقم ۲۸۶۵۔ وابن ماجه ۹۸۱/۲ حدیث رقم ۲۹٤۰ واحمد فی المسند ٤۰/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ کی طرف حجۃ الوداع کے موقع پر تشریف لائے' بلندی کی طرف سے اور نشیب کی طرف سے داخل ہوئے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث پاک میں آپ ﷺ کے دخول مکہ اور خروج مکہ کا ذکر ہے۔ آپ ﷺ مکہ میں بلندی کی طرف سے داخل ہوئے ذی طوی میں اور مکہ کا جنت المعلیٰ قبرستان بھی ادھر ہی ہے اور نشیب دوسری جانب میں ہے ان دونوں روایتوں میں کوئی منافاۃ نہیں ہے اس لیے کہ نشیب کی طرف سے جو نکل کر مدینہ کی طرف آتے ہیں تو ذی طوی پر گزر ہوتا ہے اور وہاں رات کو رہتے ہیں اور صبح کو مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ مولانا۔

طواف کرنے کے لیے پاکی شرط ہے

۳/۲۴۴۳ وَعَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَدْ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ اَنَّ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَبِهِ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ اَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ ثُمَّ حَجَّ اَبُوْ بَكْرٍ فَكَانَ اَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَبِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ مِثْلَ ذٰلِكَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٩٦/٣۔ حدیث رقم ١٦١٤۔ ومسلم فی صحیحه ٩٠٦/٢ حدیث رقم (١٩٠۔ ١٢٣٥)۔

ترجمہ: عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم ﷺ نے حج کیا۔ پس مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ تحقیق شریعت میں پہلی چیز جو آپ ﷺ نے کی وہ یہ تھی کہ آپ ﷺ مکہ میں آئے تو وضو کیا اور پھر خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ یعنی عمرے کا طواف کیا (اس لیے کہ حضور ﷺ قارن تھے یا متمتع تھے) پھر عمرہ نہ ہوا پھر (آپ ﷺ کے بعد) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حج کیا تو انہوں نے بھی خانہ کعبہ کے طواف سے حج کے مناسک کی ابتداء کی پھر عمرہ نہ ہوا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی طرح کیا۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے وضو کیا اس لیے کہ پہلے ہی گزر چکا ہے کہ حضور ﷺ ذی طوی میں غسل کرتے تھے اور جمہور کے نزدیک طہارت صحت طواف کے لیے شرط ہے اور ہمارے نزدیک واجب ہے اور عمرہ نہ ہوا اوپر کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکہ میں آنے کے بعد عمرہ کیا اور لیکن جو ہدی لائے تھے وہ احرام باندھے رہے اور جو نہ لائے وہ احرام سے نہ نکلے پس عمرے کے نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ حج کو فسخ کر کے یعنی موقوف کر کے عمرہ نہیں کیا اور احرام سے باہر نہیں آئے بلکہ احرام پر رہے اس لیے کہ قارن تھے نحر کے دن احرام سے نکلے اور راوی نے یہ اس لیے بیان کیا ہے تاکہ ان لوگوں کا رد ہو جائے جو گمان کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے حج کو فسخ کر کے عمرہ کیا ہے یا مراد ہے تمام حضرات نے صرف عمرہ حج کے بعد نہیں کیا بلکہ اسی عمرہ پر اکتفاء کیا ہے جو حج کے ساتھ ملا ہوا تھا۔

طواف کی کیفیت کا ذکر

۴/۲۴۴۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ اَوَّلَ مَا يَقْدِمُ مَعِيَ ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ وَمَشٰى اَرْبَعَةً ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٧٧/٣۔ حدیث رقم ١٦١٦۔ ومسلم فی صحیحه ٩٢٠/٢۔ حدیث رقم (٢٣١۔ ١٢٦١) وابوداؤد فی السنن ٤٤٩/٢ حدیث رقم ١٨٩٣ والنسائی فی السنن ٢٢٩/٥ حدیث رقم ٢٩٤١۔ واحمد فی المسند

۱۲۵/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حج یا عمرے کا طواف کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین شوط (چکروں) میں جلدی کرتے اور چار مرتبہ یعنی چکروں میں اپنی چال پر چلتے۔ پھر طواف کی دو رکعتیں پڑھتے پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث میں طواف کا ذکر کیا گیا ہے کہ جو خانہ کعبہ کے اردگرد پھرے تو اس کو شوط کہتے ہیں اور سات شوط کا ایک طواف ہوتا ہے۔ تو طواف کرتے وقت تین بار یعنی تین چکروں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلدی چلتے تھے یعنی قدم پاس پاس رکھتے جلد جلد چلتے اور دوڑتے اور اچھلتے نہ تھے اور بقیہ چار مرتبہ اپنی چال پر چلتے تھے۔

طواف میں چلنے کی کیفیت کا بیان

۵/۲۴۳۵ وَعَنْهُ قَالَ رَمَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَجَرِ اِلَى الْحَجَرِ ثَلَاثًا وَمَشٰى اَرْبَعًا وَكَانَ يَسْعٰى بِبَطْنِ الْمَسِيْلِ اِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۷۷/۳۔ حدیث رقم ۱۶۴۴۔ ومسلم فی صحیحه ۹۲۰/۲ حدیث رقم (۲۳۰۔ ۱۲۶۱)۔ والترمذی فی السنن ۲۱۲/۳ حدیث رقم ۸۵۷ ومالك فی الموطأ ۳۶۵/۱ حدیث رقم ۱۰۸ من کتاب الحج۔ والدارمی فی السنن ۶۴/۲ حدیث رقم ۱۸۴۱۔ واحمد فی المسند ۴۰/۲۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے دوران حجر اسود سے حجر اسود تک تین چکروں میں جلدی چلے اور بقیہ چار چکروں میں اپنی موافق چال چلے اور بطن میل میں دوڑتے تھے جس وقت صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے تھے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کے تین چکروں میں جلدی چلتے تھے اور باقی چار چکروں میں اپنی چال پر چلتے تھے سعی کرنے کے معنی صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ چکر لگانا ہے۔ یہ ہمارے نزدیک واجب ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک رکن ہے۔ بطن میل ایک جگہ کا نام ہے جو صفا اور مروہ کے درمیان ہے اس کے سروں پر پہچانے کے لئے نشان بنادیئے گئے ہیں۔ اس میں تمام علماء کے نزدیک سعی کرنے کے وقت جلدی چلنا سنت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجر اسود کو بوسہ دینا

۶/۲۴۳۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ اَتَى الْحَجَرَ فَاسْتَلَمَهٗ ثُمَّ مَشٰى عَلٰى يَمِيْنِهٖ فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشٰى اَرْبَعًا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۹۲۰/۲ حدیث رقم (۲۳۲۔ ۱۲۶۱)۔ والترمذی فی السنن ۲۱۱/۳ حدیث رقم ۸۵۶۔ والنسائی ۲۲۸/۵ حدیث رقم ۲۹۳۹۔ والدارمی ۶۴/۲ حدیث رقم ۱۸۴۰۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تشریف لائے تو حجر اسود کے پاس آئے

پس اس کو بوسہ دیا پھر اپنے دائیں ہاتھ چلے۔ پس بازو ہلا کر جلدی چلے۔ یعنی جیسے کہ پہلوان چلتے ہیں تین مرتبہ اور بقیہ چار چکروں میں اپنی چال پر چلے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو سب سے پہلے حجر اسود کے پاس آئے اس کو بوسہ دیا پھر اپنے دائیں طرف بازو ہلا کر چلے یعنی جیسے کہ پہلوان چلتے ہیں تین مرتبہ اور چار مرتبہ اپنی درمیان چال چلے۔

آپ ﷺ کا حجر اسود کو بوسہ دینے کا ذکر

۲۴۳۷/۷ وَعَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ سَالَ رَجُلُ ابْنَ عُمَرَ عَنْ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۷۵/۳۔ حدیث رقم ۱۶۱۱۔ والترمذی فی السنن ۲۱۵/۳ حدیث رقم ۸۶۱۔ والنسائی ۲۳۱/۵ حدیث رقم ۲۹۴۶۔

ترجمہ: حضرت زبیر بن عربیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حجر اسود کو بوسہ دینے کے بارے میں پوچھا۔ پس فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس کو ہاتھ لگاتے اور بوسہ دیتے ہوئے دیکھا۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث پاک میں آپ ﷺ کے حجر اسود کو بوسہ دینے کا ذکر ہے۔ آپ ﷺ پہلے اس کو ہاتھ لگاتے اور پھر بوسہ دیتے۔

آپ ﷺ خانہ کعبہ کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے مگر دو رکنوں کو

۲۴۳۸/۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمْ اَرَا لنَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُ مِنَ الْبَيْتِ اِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۷۳/۳۔ حدیث رقم ۱۶۰۹۔ ومسلم فی صحیحه ۹۲۵/۲ حدیث رقم (۲۴۷۔ ۱۲۶۹)۔ والترمذی فی السنن ۲۱۳/۳ حدیث رقم ۸۵۸۔ واحمد فی المسند ۱۱۴/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خانہ کعبہ کو ہاتھ لگاتے ہوئے نہیں دیکھا مگر دو رکنوں کو جو یمن کی جانب ہیں۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے

تشریح ❁ خانہ کعبہ کے چار رکن ہیں یعنی چار کونے ہیں ایک رکن تو وہ ہے کہ جس میں حجر اسود ہے اور دوسرا اس کے سامنے ہے رکن یمانی حقیقت میں یہی ہے تغلیباً دونوں کو رکن یمانی کہتے ہیں۔ دو رکن اور ہیں' ایک رکن عراقی ہے اور دوسرا شامی ہے۔ مگر دونوں کو شامی کہتے ہیں اور جس رکن میں حجر اسود ہے اس کو دوہری فضیلت ہے ایک تو یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے اور دوسرے یہ کہ اس میں حجر اسود ہے اور رکن یمانی کو صرف ایک ہی فضیلت حاصل ہے کہ وہ صرف حضرت ابراہیم علیہ

الصلوٰۃ والسلام کا بنایا ہوا ہے۔

الغرض کے یہ دونوں شامیوں پر فضیلت رکھتے ہیں اس سبب سے یہ استلام کے ساتھ خاص کئے گئے ہیں اور استلام کے معنی ہیں لمس کرنا۔ یعنی چھونا یا تو ہاتھ وغیرہ کے ساتھ ہوتا ہے یا بوسہ لینے کے ساتھ ہوتا ہے یا دونوں کے پس رکن اسود بہر کیف افضل ہے اس لیے کہ اس کو بوسہ دیتے ہیں یا ہاتھ لگا کر اشارہ کر کے چومتے ہیں اور رکن یمانی کو فقط ہاتھ ہی سے چھوتے ہیں اور دو رکن جو شامیوں کے ہیں ان کو نہ ہاتھ لگاتے ہیں اور نہ ہی بوسہ دیتے ہیں۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم محجن کے ساتھ بوسہ دیتے تھے

۲۴۳۹/۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ طَافَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰی بَعِیْرٍ یَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۷۲/۳۔ حدیث رقم ۱۶۰۷۔ ومسلم فی صحیحه ۹۲۶/۲ حدیث رقم (۲۲۳۔ ۱۲۷۲)۔ وابوداؤد ۴۴۱/۲ حدیث رقم ۱۸۷۷۔ والنسائی ۱۲۳۳/۵ حدیث رقم ۲۹۵۴۔ وابن ماجه ۹۸۳/۲ رقم ۲۹۴۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا اور حجر اسود کو محجن کے ساتھ بوسہ دیتے تھے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا یہ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خصوصیت ہوگی یا کسی عذر کی وجہ سے کیا ہوگا۔ ہمارے نزدیک پیادہ پا طواف کرنا واجب ہے۔ اور علامہ طیبی شافعیؒ نے کہا ہے کہ اگرچہ پیادہ پا طواف کرنا افضل ہے لیکن حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سوار ہو کر اس لیے کیا تا کہ سو لوگ دیکھیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اور ایک اشکال اور وارد ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ بلا شبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے رمل کیا ہے یعنی حجۃ الوداع میں کندھے ہلا کر جلدی چلے اور اس مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔ جواب یہ ہے کہ پیادہ پا طواف کرنا قدوم میں تھا اور سوار ہو کر طواف کرنا طواف افاضہ میں تھا قربانی کے دن اس کو طواف الرکن بھی کہتے ہیں جو کہ فرض ہوتا ہے تا کہ لوگ طواف کے افعال سیکھ لیں اور محجن اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کا سرا خمدار ہو۔ اس لکڑی سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اشارہ کرتے تھے اور پھر اس کو چومتے تھے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بیت اللہ کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر کیا

۲۴۴۰/۱۰ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَیْتِ عَلٰی بَعِیْرٍ كُلَّمَا اَتٰی عَلَی الرُّكْنِ اَشَارَ اِلَیْهِ بِشَیْءٍ فِیْ یَدِهٖ وَكَبَّرَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۹۰/۳ حدیث رقم ۱۶۱۳۔ والترمذی فی السنن ۲۱۸/۳ حدیث رقم ۸۶۵۔ والنسائی فی السنن ۲۳۳/۵۔ حدیث رقم ۲۹۵۵۔ والدارمی ۶۵/۲ حدیث رقم ۱۸۴۵۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خانہ کعبہ کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر کیا۔ جب حجر

اسود کے پاس آتے تو اس کی طرف ایک چیز (یعنی لکڑی) کے ساتھ اشارہ کرتے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں تھی اور اللہ اکبر کہتے۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھیڑ کی وجہ سے اس طرح اشارہ کرتے ہوں گے اس لیے کہ ہمارے مذہب میں یہ ہے اگر کوئی شخص بوسہ لینے سے یا ہاتھ لگانے سے عاجز ہو تو اشارہ کرے ورنہ اشارہ نہ کرے۔

خمدار لکڑی کے سرے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ دیتے تھے

۲۴۴۱/۱۱ وَعَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ وَیَسْتَلِمُ الرُّکْنَ بِمِحْجَنٍ مَعَهٗ وَیُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۹۲۷/۲ حدیث رقم (۲۵۷۔ ۱۲۷۵)۔ واخرجه ابن ماجه ۹۸۳/۲ حدیث رقم ۲۹۴۹۔

ترجمہ: حضرت ابو طفیلؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کا طواف سوار ہو کر کرتے تھے اور خمدار لکڑی کے ساتھ حجر اسود کی طرف اشارہ کرتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لکڑی کو بوسہ دیتے تھے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ ہاتھ لگا کر چومتے تھے۔ پس ان میں تطبیق یوں دی جائے گی۔ کہ کسی طواف میں بوسہ دیا ہو اور کسی میں ہاتھ لگا کر چوما ہو اور کسی میں بھیڑ کی وجہ سے اشارہ کیا ہو یا یہ کہ ہر شوط کے بعد بوسہ دینا ہے کسی شوط کے بعد بوسہ دیتے ہونگے اور کسی کے بعد ہاتھ لگا کر چومتے ہونگے اور کسی کے بعد ازدحام کی وجہ سے اشارہ کرتے ہونگے۔

۲۴۴۲/۱۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْکُرُ اِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا کُنَّا بِسَرِفَ طَمِثْتُ فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْکِیْ فَقَالَ لَعَلَّكِ نَفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ ذٰلِكِ شَیْءٌ کَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰی بَنَاتِ اٰدَمَ فَافْعَلِیْ مَا یَفْعَلُ الْحَاجُّ غَیْرَ اَنْ لَا تَطُوْفِیْ بِالْبَیْتِ حَتّٰی تَطْهُرِیْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۰۰/۱۔ حدیث رقم ۲۹۴۔ ومسلم فی صحیحه ۸۷۳/۲ حدیث رقم (۱۲۰۔ ۱۲۱۱)۔ وابوداؤد فی السنن ۳۸۲/۲ حدیث رقم ۱۷۸۲۔ والنسائی ۱۵۶/۵ حدیث رقم ۲۷۴۱۔ وابن ماجه ۹۸۸/۲ حدیث رقم ۲۹۶۳ والدارمی ۶۶/۲ حدیث رقم ۱۸۴۶۔ ومالك فی الموطأ ۴۱۱/۱۔ حدیث رقم ۲۲۴۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ تو صرف تلبیہ یعنی لبیک کہتے تھے اور بعضوں نے کہا کہ ہم سوائے حج کے اور کسی چیز کا قصد نہیں کرتے تھے۔ یعنی مقصود اصل حج تھا نہ کہ عمرہ۔ پس عمرے کا ذکر نہ کرتے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نیت میں بھی نہ تھا پس جب کہ ہم سرف میں پہنچے تو میں حائضہ ہوگئی۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں رو رہی تھی یعنی اس گمان کے مطابق کہ حیض حج سے باز رکھے گا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید کہ تم حائضہ ہوگئی ہو؟ میں نے کہا ہاں! فرمایا یہ ایسی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے مقدر میں کر دی ہے پس تو خانہ کعبہ کے طواف کے علاوہ ہر وہ عمل کر جو حاجی کرتے ہیں اور یہاں تک کہ تو پاک ہو جائے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے کیا ہے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں جو سرف کا لفظ آیا ہے سرف ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے چھ (۶) میل کے فاصلے پر ہے اور سوائے اس کے کہ تو حائضہ ہونے کی حالت میں طواف نہ کر اور اس طرح سعی بھی نہ کر اس لیے کہ سعی طواف کے بغیر درست نہیں ہے اور یہاں تک کہ حیض سے پاک ہو جائے اور غسل کرے تو طواف و سعی کرے اور یہ حدیث پہلے قول کے منافی ہے یعنی میں نے عمرے کا احرام باندھا تھا۔ اے الٰہی کچھ نہیں بنتی مگر یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول کہ ہم ذکر نہیں کرتے تھے مگر حج کا اس سے مراد یہ ہے کہ اس سفر میں ہمارا مقصد اصلی حج تھا اور حج کی تین اقسام ہیں جو کہ قرآن تمتع اور افراد ہیں پس بعض ہم سے افراد کرنے والے تھے اور بعض تمتع کرنے والے تھے اور بعض قرآن کرنے والے تھے اور میں نے تمتع کا قصد کیا تھا پس میں نے عمرہ کیا پھر جب کہ مجھ کو حیض کا عذر لاحق ہوا اور عرفہ کے دن تک باقی رہا اور وقوف حج تک مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موقوف رکھنے کا حکم فرمایا اور باقی افعال حج کرنے کی اجازت دے دی۔

مشرک کو خانہ کعبہ کے طواف کرنے کی ممانعت

۱۳/۲۴۴۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِیْ اَبُوْبَكْرٍ فِی الْحَجَّةِ الَّتِیْ اَمَّرَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِیْ رَهْطٍ اَمَرَهٗ اَنْ يُؤَذِّنَ فِی النَّاسِ اَلَا لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفَنَّ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۷۷/۱۔ حدیث رقم ۳۶۹۔ ومسلم فی صحیحه ۹۸۲/۲ حدیث رقم (۴۳۵۔ ۱۳۴۷)۔ وابوداؤد فی السنن ۴۸۳/۲ حدیث رقم ۱۹۴۶۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے پہلے جس حج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا اس حج میں مَیں بھی تھا قربانی کے دن ایک جماعت کو حکم کیا کہ لوگوں میں اعلان کر دیں کہ خبردار ہو جاؤ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی خانہ کعبہ کا ننگا طواف کرے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جب حج فرض ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دینی مشغولیت کی وجہ سے حج کو نہ جا سکے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حاجیوں کے قافلے کا امیر بنا کر بھیجا اور اس جماعت کو حکم کیا کہ وہاں پہنچ کر اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور حج کرنا صرف مسلمانوں کے لیے خاص ہے یہ بات اس آیت کی وجہ سے ارشاد فرمائی: اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا۔

اور یہ اعلان کہ کوئی خانہ کعبہ کا ننگے ہونے کی حالت میں طواف نہ کرے۔ یہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی عادت تھی کہ وہ ننگے طواف کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم ان کپڑوں میں خدا کی عبادت نہیں کریں گے جس میں ہم گناہ کیا کرتے تھے اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا۔

الفصل الثانی:

خانہ کعبہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگنی چاہیے

۲۴۴۴/۱۴ عَنِ الْمُهَاجِرِ الْمَكِّيِّ قَالَ سُئِلَ جَابِرٌ عَنِ الرَّجُلِ يَرَى الْبَيْتَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَقَالَ قَدْ حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَكُنْ نَفْعَلُهُ۔ (رواه الترمذی وابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۴۳۷/۲ حدیث رقم ۱۸۷۰۔ والترمذی ۲۱۰/۳ حدیث رقم ۸۵۵۔ والنسائی ۲۱۲/۵ حدیث رقم ۲۸۹۵۔

ترجمہ: حضرت مہاجر مکیؒ سے روایت ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا کہ جو خانہ کعبہ کو دیکھے اور دعا کے لئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے یعنی یہ مشروع ہے یا نہیں؟ پس جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے نبی کریمؐ کے ساتھ حج کیا ہم خانہ کعبہ کو دیکھ کر دعا کرنے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ خانہ کعبہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور شافعیؒ اور مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ ہاتھ نہ اٹھائے اور امام احمدؒ کے نزدیک ہاتھ اٹھائے اور دعا کرے طیبیؒ ملا علی قاریؒ نے مرقات میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب اور امام شافعیؒ کا مذہب اس کے خلاف نقل کیا ہے کہ ہاتھ اٹھائے۔

ملا علی قاریؒ نے مناسک میں اس کو مکروہ لکھا ہے اور بعض حضرات سے اس کا جواز نقل کیا ہے اور ہدایہ اور درمختار سے بھی عدم رفع ہی معلوم ہوتا ہے۔

خانہ کعبہ کی طرف دیکھ کر ہاتھ اُٹھانا

۲۴۴۵/۱۵ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ أَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ مَكَّةَ فَأَقْبَلَ إِلَى الْحَجَرِ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ أَتَى الصَّفَا فَعَلَاهُ حَتّٰى يَنْظُرَ إِلَى الْبَيْتِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَذْكُرُ اللّٰهَ مَا شَاءَ وَيَدْعُوْا۔

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۴۰۵/۳ حدیث رقم (۸۴۔ ۱۷۸۰)۔ وابوداؤد فی السنن ۴۳۸/۲ حدیث رقم ۱۸۷۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے پھر حجر اسود کی طرف متوجہ ہوئے پھر اس کو بوسہ دیا پھر خانہ کعبہ کا طواف کیا پھر صفا کے پاس آئے یعنی طواف کی نماز کے بعد۔ پس اس پر چڑھے یہاں تک کہ خانہ کعبہ کی طرف دیکھا۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھائے پھر اللہ کا ذکر کرنا شروع کیا یعنی تکبیر و تہلیل کرتے تھے جس وقت چاہتے تھے اور دعا مانگی۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کو دیکھا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور یہ جو عوام کرتے ہیں تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے ہیں جیسے کہ نماز میں اٹھاتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

طواف نماز کی طرح ہے

۲۴۴۶/۱۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الطَّوَافُ حَوْلَ الْبَیْتِ مِثْلَ الصَّلٰوۃِ اِلاَّ اَنَّکُمْ تَتَکَلَّمُوْنَ فِیْہِ فَمَنْ تَکَلَّمَ فِیْہِ فَلاَ یَتَکَلَّمَنَّ اِلاَّ بِخَیْرٍ۔

(رواہ الترمذی والنسائی والدارمی وذکر الترمذی جماعۃ وقفوہ علی ابن عباس)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۲۹۳/۳ حدیث رقم ۹۔ والنسائی ۲۲۲/۵ حدیث رقم ۲۹۲۲۔ والدارمی ۶۶/۲ حدیث رقم ۱۸۴۷۔ واحمد فی المسند ۳۷۷/۵۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنا نماز کی طرح ہے مگر تحقیق تم اس میں بولتے ہو پس جو کوئی اس میں بولے اس کو چاہیے کہ نیکی ہی بولے۔ اس کو امام ترمذیؒ اور نسائیؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے ایک جماعت کا ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث اس پر موقوف کی ہے۔

تشریح ✿ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے طواف ثواب میں نماز کی طرح ہے لیکن فرق یہ ہے کہ طواف میں کلام کرتے ہو اور کلام مفسد نہیں ہے جیسے نماز میں مفسد ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ کلام اور جو چیزیں کہ وہ کلام کے حکم میں اور نماز کے منافی ہیں لیکن کھانا اور پینا اور تمام افعال کثیرہ مفسد طواف نہیں ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ طواف میں قبلے کی طرف منہ کرنا شرط نہیں ہے اور اصل طواف کے وقت بھی شرط نہیں ہے اور دوسری شرطیں نماز کی یعنی طہارت حقیقیہ اور حکمیہ اور ستر کا ڈھکنا معتبر ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک نماز کی طرح ہے یعنی جس طرح یہ چیزیں نماز میں شرط ہیں ویسے ہی طواف میں بھی شرط ہیں اور ہمارے نزدیک واجب ہیں اس لیے کہ مثل نماز ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعینہٖ نماز ہو جائے اور طواف نماز کی طرح کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز طواف سے افضل ہے۔

حجر اسود جنت کا پتھر ہے

۲۴۴۷/۱۷ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَھُوَ اَشَدُّ بَیَاضًا مِنَ اللَّبَنِ فَسَوَّدَتْہُ خَطَایَا بَنِیْ اٰدَمَ۔ (رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۲۲۶/۳ حدیث رقم ۸۷۷۔ واحمد فی المسند ۳۰۷/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حجر اسود بہشت سے اترا ہے اور وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا اور اس کو بنی آدم کے گناہوں نے سیاہ کر دیا۔ اس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ اور کہا ہے کہ یہ حدیث اور صحیح ہے۔

تشریح ✿ اس حدیث پاک میں حجر اسود کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہ پتھر جنت سے آیا تھا اور دودھ کی طرح سفید تھا اور لوگوں نے ہاتھ لگا لگا کر اپنے گناہوں کی وجہ سے سیاہ کر دیا لہٰذا دیکھنا چاہیے کہ جب پتھر پر گناہوں کا اثر ہو گیا ہے تو لوگوں کے دلوں کا گناہوں کی وجہ سے کیا حال ہو گا' معاذ اللہ منہ۔

حجر اسود قیامت کے دن گواہی دے گا

۱۸/۲۴۴۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجَرِ وَاللّٰهِ لَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهٗ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهٖ يَشْهَدُ عَلٰى مَنِ اسْتَلَمَهٗ بِحَقٍّ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۹۴/۲ حدیث رقم ۹۶۱۔ وابن ماجه ۹۸۲/۲ حدیث رقم ۲۹۴۴۔ والدارمی ۶۳/۲ حدیث رقم ۱۸۳۹۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے حق میں فرمایا کہ اللہ کی قسم! البتہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اٹھائے گا' اس کے واسطے دو آنکھیں ہوں گی ان کے ساتھ دیکھے گا ایک زبان ہوگی اس کے ساتھ وہ بولے گا اور اس شخص کے حق میں گواہی دے گا جس شخص نے حق کے ساتھ اس کو بوسہ دیا ہوگا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے ابن ماجہ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں حجر اسود کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ حجر اسود قیامت کے دن اللہ کی قسم بوسہ دینے والوں کے حق میں گواہی دے گا۔ جس نے ایمان اور صدق اور یقین کے ساتھ ثواب کی نیت سے اس کو بوسہ دیا ہوگا' اس کے لیے گواہی دے گا کہ اس نے مجھے بوسہ دیا تھا اور یہ حدیث بھی ظاہر پر محمول ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ بینائی کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور جمادات کو قوت گویائی بھی دے سکتا ہے۔

حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوت ہیں

۱۹/۲۴۴۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الرُّكْنَ وَالْمَقَامَ يَاقُوْتَتَانِ مِنْ يَاقُوْتِ الْجَنَّةِ طَمَسَ اللّٰهُ نُوْرَهُمَا وَلَوْ لَمْ يَطْمِسْ نُوْرَهُمَا لَاَضَاءَ مَابَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

(رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی سننه ۲۹۲/۳ حدیث رقم ۹۵۹۔ والنسائی فی ۲۲۱/۵ الحدیث رقم ۲۹۱۹۔ واحمد فی المسند ۳۱۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تحقیق حجر اسود اور مقام ابراہیم بہشت کے یاقوتوں میں سے یاقوت ہیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے نور کو دور کر دیا ہے اور اگر ان کا نور دور نہ کرتا تو البتہ یہ دونوں ہر اس چیز کو جو مشرق اور مغرب کے درمیان ہے' روشن کر دیتے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوت ہیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے نور کو دور کر دیا شاید کہ ان کے نوروں کو دور کرنے میں یہ حکمت ہے تاکہ ایمان بالغیب رہے۔

طواف کرتے ہوئے واجبات وسنن وآداب کا لحاظ کرنا ضروری ہے

۲۰/۲۴۵۰ وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُزَاحِمُ عَلَى الرُّكْنَيْنِ زِحَامًا مَا رَاَيْتُ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُزَاحِمُ عَلَيْهِ قَالَ اِنْ اَفْعَلْ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مَسْحَهُمَا كَفَّارَةٌ لِلْخَطَايَا وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَنْ طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ اُسْبُوْعًا فَاَحْصَاهُ كَانَ كَعِتْقِ رَقَبَةٍ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَا يَضَعُ قَدَمًا وَلَا يَرْفَعُ اُخْرٰى اِلَّا حَطَّ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً وَكَتَبَ لَهٗ بِهَا حَسَنَةً۔

(رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی سننه ۲۹۲/۳ حدیث رقم ۹۵۹۔ والنسائی فی ۲۲۱/۵ الحدیث رقم ۲۹۱۹۔ واحمد فی المسند ۳۱۲۔

ترجمہ: حضرت عبید اللہ بن عمیرؒ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما لوگوں کے اوپر رکنوں کے ہاتھ لگانے پر غلبہ کرتے تھے رکنوں کے معنی حجر اسود اور رکن یمانی کے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ اس پر یعنی ہر ایک پر ان دونوں رکنوں سے غلبہ کرتے ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اگر میں غلبہ کروں تو میرا انکار نہ کرو۔ اس لیے کہ تحقیق میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تحقیق ان دونوں رکنوں کو ہاتھ لگانا گناہوں کے لیے کفارہ ہے اور میں نے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو کوئی خانہ کعبہ کا طواف سات مرتبہ کرے اور اس کی محافظت کرے۔ یعنی واجبات وسنن وآداب اس کے بجالائے تو اس کو غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا تو میں نے سنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے تھے جب کوئی طواف میں قدم رکھتا ہے اور اٹھاتا ہے دوسری مرتبہ یعنی طواف میں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے گناہ دور کر دیتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کے لیے نیکی لکھی جاتی ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما لوگوں پر غلبہ کرتے یعنی لوگوں کو چیر پھاڑ کر وہاں ہاتھ لگانے کے لیے پہنچتے لیکن اس طرح کہ لوگوں کو تکلیف نہ ہوتی ہو چنانچہ اگر کوئی شخص لوگوں کو دھکے دیتے ہوئے ان کو گراتے ہوئے ان دونوں رکنوں تک پہنچے اور لوگوں کو تکلیف محسوس ہو تو وہ گنہگار ہوگا تو ایسی صورت میں چاہیے کہ دور سے ہاتھ سے اشارہ کرے۔ چنانچہ اس کا بیان اوپر ہو چکا ہے اور سات بار اس میں تین احتمال ہیں ایک تو یہ کہ سات چکر لگائے یعنی سات بار خانہ کعبہ کے گرد چکر لگائے کہ سات شوط ایک طواف ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ سات طواف کرے اور تیسرے یہ کہ سات روز تک طواف کرے۔

دونوں رکنوں کے درمیان پڑھنے والی دُعا

۲۱/۲۴۵۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۴۴۸/۲ الحدیث رقم ۱۸۹۲۔ واحمد فی المسند ۴۱۱/۳

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ دونوں رکنوں کے درمیان

یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان فرماتے تھے۔اے ہمارے ربّ ہم کو دنیا کی بھلائی اور آخرت کی بھلائی عطا فرما اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ دونوں رکنوں کے درمیان یہ مذکورہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

سعی کی اہمیت

۲۲/۲۴۵۲ وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ اَخْبَرَتْنِيْ بِنْتُ اَبِيْ تُجْرَاةَ قَالَتْ دَخَلْتُ مَعَ نِسْوَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ دَارَ اٰلِ اَبِيْ حُسَيْنٍ نَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَرَاَيْتُهٗ يَسْعٰى وَاِنَّ مِئْزَرَهٗ لَيَدُوْرُ مِنْ شِدَّةِ السَّعْيِ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اسْعَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ السَّعْيَ۔

(رواه فی شرح السنة وروی احمد مع اختلاف)

اخرجه الدارقطنی ۲۵٦/۲ من کتاب الحج الحدیث رقم ۸۷ من باب المواقیت والبغوی فی شرح السنن ۱٤۰/۷ الحدیث رقم ۱۹۲۱۔ واحمد فی المسند ٤۲۱/٦۔

ترجمہ: شبیہ کی بیٹی صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں کہ مجھ کو ابو نجران کی بیٹی نے خبر دی کہ میں قریش کی عورتوں کے ساتھ آل ابی حسین کے گھر گئی تاکہ ہم نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھیں اور وہ صفا اور مروہ کے درمیان پھرتے ہیں تاکہ ان کے جمال وکمال سے مشرف ہو جائیں اور ان کے عمل و برکت سے مستفید ہو جائیں۔ پس میں نے ان کو صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتے ہوئے دیکھا اس حال میں کہ تحقیق ان کا تہہ بند ان کے پاؤں کے گرد زیادہ دوڑنے کی وجہ سے پھر رہا تھا اور میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ سعی کرو۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی فرض کر دی ہے۔ اس کو شرح السنة میں نقل کیا گیا ہے اور امام احمدؒ نے اس کو اختلاف کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تم پر سعی کرنا فرض ہے امام شافعیؒ تو اس کے معنی یہ لیتے ہیں کہ ان کے نزدیک صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا فرض ہے جو سعی نہ کرے اس کا حج باطل ہوتا ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ "سعی کرنا فرض ہے" کے معنی یہ لیتے ہیں کہ ان کے نزدیک سعی کرنا واجب ہے اس کے ترک سے دم واجب ہوتا ہے یعنی دُنبہ وغیرہ ذبح کرنا لازم آتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اونٹ پر سوار ہو کر سعی فرمائی

۲۳/۲۴۵۳ وَعَنْ قُدَامَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَلٰى بَعِيْرٍ لَا ضَرْبَ وَلَا طَرْدَ وَلَا اِلَيْكَ اِلَيْكَ۔ (رواه فی شرح السنة)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲٤۷/۳ الحدیث رقم ۹۰۳۔ والنسائی ۲۷۰/۵ الحدیث رقم ۳۰٦۱۔ وابن ماجه ۱۰۰۹/۲ الحدیث رقم ۳۰۳۵۔ واحمد فی المسند ٤۱۳/۳۔

ترجمہ: حضرت قدامہ بن عبداللہ بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو صفا اور مروہ کے درمیان

اونٹ پر سعی کرتے دیکھا۔ وہ نہ مارتے تھے اور نہ ہانکتے تھے اور نہ ہی کہتے تھے کہ ایک طرف ہو جاؤ۔ ایک طرف ہو جاؤ۔
اس کو شرح السنۃ میں نقل کیا گیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اونٹ پر بیٹھ کر سعی فرمائی یعنی حضور ﷺ نے سعی سوار ہو کر فرمائی اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پیدل چل کر کی ان میں یوں تطبیق دی جائے گی کہ کسی سعی کرنے میں پیادہ پا تھے اور کسی میں اُمت کی تعلیم کی خاطر ہی ان کو ہانکتے تھے' یا کسی عذر کی وجہ سے سوار تھے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پیادہ پا سعی کرنے کی قدرت شرط کے ساتھ واجب ہے پس بغیر عذر کے ترک کرے تو دم آتا ہے اور نہ مارتے تھے یعنی لوگوں کو نہ مارتے تھے اور نہ ہی ان کو ہانکتے تھے اور نہ ہی کہتے تھے ایک طرف ہو جاؤ۔ جیسا کہ بادشاہوں اور ظالموں کی عادت ہوتی ہے اور اس سے مقصود لوگوں پر طعن ہوتا ہے کہ یہ حرکت کرتے رہیں۔

اضطباع کا طریقہ

۲۴/۲۴۵۴ وَعَنْ يَعْلَى ابْنِ اُمَيَّةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ مُضْطَبِعًا بِبُرْدٍ اَخْضَرَ۔ (رواه الترمذی وابوداود وابن ماجة والدارمی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲/۴۴۳ الحدیث رقم ۱۸۸۳۔ والترمذی فی ۳/۲۱۴۔ الحدیث رقم ۸۵۹۔ وابن ماجه ۲/۹۸۴ الحدیث رقم ۲۹۵۴۔ والدارمی فی سننه ۲/۶۵ الحدیث رقم ۱۸۴۳۔ واحمد فی المسند ۴/۲۲۳۔

ترجمہ: حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے تحقیق آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اس حال میں کہ آپ ﷺ سبز چادر کے ساتھ یعنی سبز خطو کی چادر کے ساتھ اضطباع کرنے والے تھے۔ اس کو امام ترمذیؒ، ابوداؤدؒ ابن ماجہ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں اضطباع کے بارے بیان کیا گیا ہے کہ اضطباع کس کو کہتے ہیں۔ اضطباع کہتے ہیں چادر کو داھنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالے جس طرح ہانکے اوڑھتے ہیں اور اس قسم کے اوڑھنے کا سبب اوپر مذکورہ ہو چکا ہے۔

اضطباع کرنا سنت ہے

۲۵/۲۴۵۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهٗ اِعْتَمَرُوْا مِنَ الْجِعِرَّانَةِ فَرَمَلُوْا بِالْبَيْتِ ثَلَاثًا وَجَعَلُوْا اَرْدِيَتَهُمْ تَحْتَ اٰبَاطِهِمْ ثُمَّ قَذَفُوْهَا عَلٰى عَوَاتِقِهِمُ الْيُسْرٰى۔ (رواه ابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲/۴۴۴ الحدیث رقم ۱۸۸۴۔ واحمد فی المسند ۱/۳۰۶۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابہؓ نے جعرانہ سے عمرہ کیا جو ایک جگہ کا نام ہے مکہ سے آٹھ کوس کے فاصلے پر ہے پس تین مرتبہ جلدی چلے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے اور اپنی چادروں کو اپنی بغلوں کے نیچے کیا پھر ان کو اپنے بائیں کندھوں پر ڈالا۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں اضطباع کے بارے میں بتایا گیا ہے یعنی اضطباع کیا جو کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے اور اضطباع ہمارے نزدیک سارے طواف میں سنت ہے بخلاف رمل کے یعنی جلدی چلنا دو تین شرطوں کے ساتھ ہے اور اضطباع سوائے طواف کے مستحب نہیں ہے اور جو عوام احرام کی ابتداء سے اضطباع کرتے ہیں حج اور عمرہ میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے بلکہ حالت نماز میں مکروہ ہے۔

الفصل الثالث:

رکن یمانی اور حجر اسود کو ہاتھ لگانا

۲۶/۲۴۵۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَا تَرَكْنَا اِسْتِلَامَ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيِّ وَالْحَجَرِ فِيْ شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا (متفق عليه) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا قَالَ نَافِعٌ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَبَّلَ يَدَهٗ وَقَالَ مَا تَرَكْتُهٗ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۷۱/۳۔ الحدیث رقم ۱۶۰۶۔ ومسلم فی ۹۲۴/۲ الحدیث رقم (۲۴۵۔ ۱۲۶۸)۔ والنسائی فی ۲۳۲/۵ الحدیث رقم ۲۹۵۲۔ والدارمی فی ۶۳/۲ الحدیث رقم ۱۸۳۸۔ اخرجه مسلم فی صحیحه ۹۲۴/۲ الحدیث رقم (۲۴۶۔ ۱۲۶۸)۔ وابوداؤد فی ۴۴/۲ الحدیث رقم ۱۸۷۶۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے ان دونوں رکنوں کو بھیڑ میں بھی ہاتھ لگانا نہیں چھوڑا' جب سے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ ان دونوں رکنوں کو ہاتھ لگاتے تھے۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔ بخاریؒ اور مسلم شریف کی ایک روایت میں یوں ہے کہ نافع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنا ہاتھ حجر اسود کو لگاتے دیکھا پھر اپنے ہاتھ کو بوسہ دیتے اور فرماتے کہ میں نے نہیں چھوڑا جب سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ لگاتے دیکھا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجر اسود کو ہاتھ لگاتے ہوئے دیکھا' اس وقت سے میں نے حجر اسود کو ہاتھ لگانا نہیں چھوڑا۔

عذر کی وجہ سے سوار ہو کر طواف کرنے کی اجازت ہے

۲۷/۲۴۵۷ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اَشْتَكِيْ فَقَالَ طُوْفِيْ مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ اِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۹۰/۳۔ الحدیث قم ۱۶۳۳۔ ومسلم فی ۹۲۷/۲ الحدیث رقم (۲۵۸۔ ۱۲۷۶)۔ وابوداؤد فی السنن ۴۴۳/۲ الحدیث رقم ۱۸۸۲۔ وابن ماجه فی ۹۸۷/۲ الحدیث رقم ۲۹۶۱۔ والنسائی فی ۲۲۳/۵ الحدیث رقم ۲۹۲۶۔ ومالك فی الموطأ ۳۷۰/۱ الحدیث رقم ۱۲۳ من کتاب الحج۔

ترجمہ: حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شکایت کی کہ تحقیق میں بیمار ہوں

یعنی پیدل چل کر طواف نہیں کرسکتی۔ پس فرمایا کہ لوگوں سے پرے پرے (یعنی دور ہو کر طواف کرو اس حال میں کہ تم سوار ہو۔ پس میں نے طواف کیا اور رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے خانہ کعبہ کے پہلو میں یعنی خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ متصل نماز پڑھتے تھے اور نماز میں ﴿وَالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ﴾ کی تلاوت کر رہے تھے۔ اس کو بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کعبہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے یعنی سورۃ طور ایک رکعت میں پڑھی جیسا کہ عادت شریفہ تھی یا دونوں رکعتوں میں پڑھی اور اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ عذر کی وجہ سے سوار ہو کر طواف کرنا جائز ہے اور بلا عذر جائز نہیں ہے اس لیے کہ پیادہ پا طواف کرنا واجب ہے۔

حجر اسود کا بوسہ لینا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے

۲۸/۲۴۵۸ وَعَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَيَقُوْلُ اِنِّىْ لَاَ عْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ مَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْ لَا اَنِّىْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۶۲/۳۔ الحدیث رقم ۱۵۹۷۔ ومسلم فی ۹۲۵/۲ الحدیث رقم (۲۵۱۔ ۱۲۷)۔ وابوداؤد فی ۴۳۸/۲ الحدیث رقم ۱۷۷۳۔ والترمذی فی ۲۱۴/۳ الحدیث رقم ۸۶۰۔ والنسائی فی ۲۲۷/۵ الحدیث رقم ۲۹۳۷ وابن ماجه فی ۹۸۱/۲ الحدیث رقم ۲۹۴۳۔ ومالك فی الموطأ ۳۶۷/۱ الحدیث رقم ۱۱۵ من کتاب الحج۔ واحمد فی المسند ۵۴/۱۔

ترجمہ: حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا وہ کہتے تھے کہ تحقیق میں البتہ جانتا ہوں کہ تحقیق تو پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی تکلیف اور اگر میں نے نبی کریم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ اس کو امام بخاری اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لیے کہا تھا تا کہ بعض نومسلم اس کے چومنے کی وجہ سے فتنے میں نہ پڑیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ پتھر بذاتہٖ کچھ نفع اور ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی بجا آوری کی وجہ سے نفع ہوتا ہے کہ اس کے چومنے کی وجہ سے ثواب ملتا ہے۔

رکن یمانی پر ستّر فرشتے متعین کیے گئے ہیں

۲۹/۲۴۵۹ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وُكِّلَ بِهٖ سَبْعُوْنَ مَلَكًا يَعْنِى الرُّكْنَ الْيَمَانِىَّ فَمَنْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالُوْا اٰمِيْنَ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فی سننه ۹۸۵/۲ الحدیث رقم ۲۹۵۷۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رکن یمانی پر ستّر فرشتے متعین ہیں۔ پس جو شخص کہے کہ اے الٰہی تحقیق میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور دنیا و آخرت میں عافیت مانگتا ہوں اے

ہمارے رب ہمیں دنیا و آخرت میں بھلائی نصیب فرما اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا تو وہ فرشتے اس دعا پر آمین کہتے ہیں۔ اس کو ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ مذکورہ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب رکن یمانی کی یہ فضیلت ہے تو رکن اسود کی اس سے بھی زیادہ ہو گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ فضیلت اور خاصیت رکن یمانی ہی کے لیے ہو اور رکن اسود کے لیے اس سے زیادہ فضیلتیں ہوں' اس میں کوئی منافات نہیں ہے اور اس حدیث میں جو کہ پہلے گزری ہے کہ حضور ﷺ دونوں رکنوں کے درمیان ربنا پڑھتے تھے اس لیے کہ جب رکن یمانی کی طرف پہنچے اور چلتے وقت یہ دعاء شروع کی اس لیے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ ان دونوں کے درمیان واقع ہو گئی ہے اس لیے کہ دعا کے لیے ٹھہرنا طواف میں تو درست نہیں ہے جیسے کہ جاہل عوام کرتے ہیں۔

طواف کی فضیلت

۳۰/۲۴۶۰ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَلَا يَتَكَلَّمُ اِلاَّ بِسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ مُحِيَتْ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ كُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَرُفِعَ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَمَنْ طَافَ فَتَكَلَّمَ وَهُوَ فِيْ تِلْكَ الْحَالِ خَاضَ فِي الرَّحْمَةِ بِرِجْلَيْهِ كَخَائِضِ الْمَاءِ بِرِجْلَيْهِ۔

اخرجه ابن ماجه فی سننه ۹۸۶/۲ الحیث رقم ۲۹۵۷۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص خانہ کعبہ کا طواف سات بار کرے اور کلام نہ کرے مگر سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے اس سے دس برائیاں دور کی جاتی ہیں اور اس کے واسطے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے واسطے دس درجے بلند کیے جاتے ہیں اور جو شخص کہ طواف کرے اور اس میں کلام کرے وہ اس حالت میں ہے یعنی حالت طواف میں وہ دریائے رحمت میں اپنے دونوں پاؤں کے ساتھ اس طرح داخل ہوتا ہے جس طرح اپنے پاؤں کے ساتھ کوئی شخص پانی میں داخل ہوتا ہے۔ اس کو ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص طواف کے دوران کلمات مذکورہ پڑھے اور اس کلام کو دوبارہ لائے تاکہ پہلے کے ثواب کا بیان کریں اور بغیر تکلف کے ظاہری معنی یہ ہیں۔ کہ ان کلمات کے مانند اور اذکار کے مانند کلام کرے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ

وقوفِ عرفات کا بیان

فائدہ: عرفہ مکانِ مخصوص کا نام ہے اور زمان کے معنی میں بھی آتا ہے اور نو ذی الحجہ کو عرفہ کا دن بھی کہتے ہیں اور عرفات جمع

کے لفظ کے ساتھ فقط مکان کے معنی ہی میں آتا ہے اور جمع باعتبار جوانب واطراف کے ہے اور عرفہ اس کا نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس مکان میں حضرت آدم علیہ السلام اور حوا کا جنت سے اترنے کے بعد آپس میں تعارف ہوا تھا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کے افعال تعلیم کرتے تھے اور کہتے تھے عرفت یعنی تو نے پہچانا وہ کہتے تھے عرفت میں نے پہچانا اور وقوف عرفہ حج کا دونوں رکنوں میں سے رکن اعظم ہے۔

الفصل الاول:

عرفات کے دن تکبیر وتہلیل کہنا

۲۴۶۱/۱ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ بَکْرِ الثَّقَفِیِّ اَنَّهٗ سَأَلَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَهُمَا غَادِيَانِ مِنْ مِنٰى اِلٰى عَرَفَةَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ فِیْ هٰذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُهِلُّ مِنَّا الْمُهِلُّ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ مِنَّا فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۱۰/۳۔ الحدیث رقم ۱۶۵۹۔ ومسلم فی صحیحه ۹۳۳/۲ الحدیث رقم (۱۲۸۵/۲۷٤) ومالك فی ۳۳۷/۱ الحدیث رقم ٤۳ من کتاب الحج۔ واحمد فی المسند ۱۱۰/۳۔

ترجمہ: محمد بن ابی بکر ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا اس حال میں کہ دونوں صبح کے وقت منیٰ سے عرفات کی طرف جاتے تھے کہ تم اس دن یعنی عرفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا افعال کرتے تھے؟ پس انس رضی اللہ عنہ نے لبیک کہا۔ ہم میں سے لبیک کہنے والا لبیک کہتا تھا' پس انکار نہ کیا جاتا تھا اس پر اور تکبیر کہنے والا تکبیر کہتا تھا ہم میں سے پس اس پر بھی انکار نہیں کیا جاتا تھا۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ علامہ طیبیؒ نے کہا کہ اس دن تکبیر کہنا حاجیوں کے لئے اذکار کی مانند ہے۔ لیکن سنت نہیں ہے بلکہ ان کے لیے لبیک کہنا سنت ہے جب تک جمرۃ العقبی کی رمی نہ کرلیں اور عرفہ کی صبح کو تکبیر کہنا نمازوں کے پیچھے واجب ہے حاجیوں اور غیر حاجیوں کے لیے یعنی آخر ایام تشریق تک یعنی تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک اور ہر فرض پڑھنے والے پر نماز کے بعد تکبیر کہنا واجب ہے۔ فتویٰ اسی پر ہے۔

وقوف کے مقامات کا ذکر

۲۴۶۲/۲ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحَرْتُ هٰهُنَا وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ فَانْحَرُوْا فِیْ رِحَالِكُمْ وَوَقَفْتُ هٰهُنَا وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ وَوَقَفْتُ هٰهُنَا وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۸۹۳/۲ الحدیث رقم (۱٤۹۔ ۱۲۱۸)۔ وابوداؤد السنن ٤۷۸/۲ الحدیث رقم ۱۹۳۶۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے اس جگہ اور منیٰ کے مقام پر نحر کیا۔ تمام جگہ نحر کرنے کی ہے' پس نحر کرو اپنے ڈیروں پر اور میں نے وقوف کیا ہے اس جگہ پر ویسے تمام جگہ وقوف کرنے کی ہے اور میں

نے اس جگہ وقوف کیا ہے اور مزدلفہ تمام جگہ وقوف کرنے کی ہے۔اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں جائے وقوف کے بارے میں بیان کیا گیا ہے منیٰ کے مقام پر آپ ﷺ نے معین جگہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ میں نے یہاں نحر کیا ہے اور منیٰ میں ہر جگہ نحر کرنا درست ہے اور اسی طرح عرفات میں اپنے جائے وقوف کی طرح اشارہ فرمایا ہے کہ میں نے تو یہاں وقوف کیا ہے اور تمام عرفات میں سوائے بطن عرفہ کے وقوف درست ہے اور مزدلفہ میں اس کو جمع بھی کہتے ہیں اپنے وقوف کی جگہ ہے اور منیٰ میں جس جگہ آپ ﷺ نے نحر کیا تھا اور وہ جگہ معلوم ومعروف ہے اس کو محزالنبی کہتے ہیں آپ ﷺ نے مشعرالحرام کے قریب کسی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے تو یہاں وقوف کیا ہے اور تمام مزدلفہ میں وقوف کرنا درست ہے سوائے وادی محسر کے اور اس میں شک نہیں ہے کہ حضور ﷺ کے وقوف کرنے کی جگہ افضل ہے۔

عرفہ کے دن کی فضیلت

۳/۲۴۶۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ اَكْثَرَ مِنْ اَنْ يُعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَاِنَّهُ لَيَدْنُوْ ثُمَّ يُبَاهِيْ بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ فَيَقُوْلُ مَا اَرَادَ هٰؤُلَاءِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۹۸۲/۲ الحدیث رقم (۴۳٦۔ ۱۳۴۸)۔ والنسائی فی ۲۵۱/۵ الحدیث رقم ۳۰۰۳۔ وابن ماجه ۱۰۰۳/۲ الحدیث رقم ۳۰۱۴۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں از روئے آزاد کرنے کے سوائے عرفہ کا دن کہ اللہ تعالیٰ اس میں بندوں کو آگ سے آزاد کرتا ہے۔اس دن سب دنوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ بندوں کو آگ سے آزاد کرتا ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ رحمت ومغفرت کے ساتھ نزدیک ہوتا ہے پھر حاجیوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے۔پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ لوگ کیا چاہتے ہیں یعنی جو کچھ چاہتے ہیں میں وہی دونگا۔اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن اپنے بندوں کو آگ سے آزاد کرتا ہے۔تمام دنوں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ اس دن زیادہ آزادی فرماتا ہے یعنی آگ سے خلاصی عطا فرما دیتا ہے اور پھر فرشتوں کے سامنے حاجیوں کے بارے میں فخر کرتا ہے۔پس اللہ تعالیٰ خوش ہو کر ارشاد فرماتا ہے یہ لوگ جو چاہتے ہیں میں وہی ان کو دونگا۔

الفصل الثانی:

موقف عرفات کا ذکر

۴/۲۴۶۴ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ خَالٍ لَهٗ يَزِيْدُ ابْنُ شَيْبَانَ قَالَ كُنَّا فِيْ مَوْقِفٍ لَنَا بِعَرَفَةَ يُبَاعِدُهٗ عَمْرٌو وَمِنْ مَوْقِفِ الْاِمَامِ جِدًّا فَاَتَانَا ابْنُ مِرْبَعٍ الْاَنْصَارِيِّ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْكُمْ يَقُوْلُ لَكُمْ قِفُوْا عَلٰى مَشَاعِرِكُمْ فَاِنَّكُمْ عَلٰى اِرْثٍ مِنْ اِرْثِ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(رواہ الترمذی وابو داود والنسائی وابن ماجۃ)

اخرجہ ابوداؤد فی سننہ ٤٦٩/٢ الحدیث رقم ١٩١٩۔ والترمذی فی ٢٣٠/٣ الحدیث رقم ٨٨٣ [والنسائی فی ٢٥٥/٥ الحدیث رقم ٣٠١٤]۔ وابن ماجہ فی ١٠٠١/٢ الحدیث رقم ٣٠١١۔ واحمد فی المسند ١٣٧/٤۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے ماموں سے نقل کیا ہے اس کو یزید بن شیبان کے نام سے یاد کیا جاتا تھا کہتے ہیں کہ ہم میدانِ عرفات میں اپنے ٹھہرنے کی جگہ پر تھے۔ عمرو اس ٹھہرنے کی جگہ کو امام سے بہت دور بیان کرتا تھا۔ ہمارے پاس مربع انصاری کے بیٹے آئے پھر کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمہاری طرف ایلچی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اپنی عبادت کی جگہ پر ٹھہرو۔ پس تحقیق تم اوپر میراث کے ہو۔ یعنی متابعت کے لحاظ سے اپنے باپ کی میراث یعنی ابراہیم علیہ السلام کی میراث پر ہوں۔ اس کو امام ترمذیؒ، ابوداوُدؒ، نسائی اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ عرب کی ہر قوم وقبیلہ پہلے زمانے میں عرفات کے مقام پر ایک موقف معین پر ٹھہرا کرتا تھا اور قبیلہ یزید بن شیبان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موقف سے بہت دور تھا۔ امام کے موقف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف اس سے عبارت ہے پس انہوں نے چاہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی ابن مربع ان کا نام تھا ان کو یہ کہہ کر بھیجا کہ اپنے ہی قدیمی موقف پر ٹھہرے رہو جو کہ تمہارے باپ دادا سے چلا آتا ہے۔ اپنے مشاعر پر ہی رہو۔ وہاں سے منتقل نہ ہو کیونکہ عرفات کا میدان تمام ہی موقف ہے امام سے دوری اور نزدیکی میں کوئی فرق نہیں ہے یہ بات ان کی تسلی کے لیے کہلا بھیجی تا کہ آپس میں خلاف ونزاع واقع نہ ہو۔

موقفوں کا بیان

۲۴۶۵/۵ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ وَكُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ وَكُلُّ فِجَاجِ مَكَّةَ طَرِيْقٌ وَمَنْحَرٌ۔ (رواہ ابوداود والدارمی)

اخرجہ ابوداؤد فی سننہ ٤٧٨/٢ الحدیث رقم ١٩٣٧۔ وابن ماجہ ١٠١٣/٢ الحدیث رقم ٣٠٤٨۔ والدارمی ٧٩/٢ الحدیث رقم ١٨٧٩۔ واحمد فی المسند ٣٢٦/٣۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عرفہ کا میدان ٹھہرنے کی جگہ ہے اور جو جگہ منیٰ میں ہے ذبح کرنے کی ہے اور جو جگہ مزدلفہ میں ہے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور تمام راہیں مکہ کی راہیں ہیں اور ذبح کرنے کی جگہیں ہیں اس کو ابوداوُدؒ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث پاک میں یہ بیان کیا ہے مکہ میں جانے کے لیے جو بھی راستہ اختیار کریں وہی درست ہے اور مکہ میں جس جگہ ہدی ذبح کریں درست ہے اس لیے کہ اس کو حرم میں ذبح کرنا چاہیے اور مکہ مکرمہ حرم میں واقع ہے لیکن منیٰ میں ذبح کرنے کی عادت ہے قربانی کے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کو منیٰ میں ٹھہرتے ہیں وہاں ذبح کرتے ہیں اور مقصود اصل جواز ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقوف کی جگہ اور ذبح کی جگہ دوسری راہ سے افضل ہے۔

سواری پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا جائز ہے

۶/۲۴۶۶ وَعَنْ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ عَرَفَةَ عَلٰى بَعِيْرٍ قَائِمًا فِي الرِّكَابَيْنِ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی ۴۶۹/۲ الحدیث رقم ۱۹۱۷۔ واحمد فی المسند ۳۰/۵۔

ترجمہ: حضرت خالد بن ہودہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ عرفہ کے دن لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے یعنی میدان عرفات میں اونٹ پر دونوں رکابوں پر کھڑے ہو خطبہ دے رہے تھے۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند ہونے کے لیے رکابوں پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا تا کہ دور اور نزدیک والے سب سنیں اور منتفع ہو جائیں۔

بہترین دُعا عرفہ کے دن کی دُعا ہے

۷/۲۴۶۷ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ وَخَيْرُ مَا قُلْتُ اَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ قَبْلِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (رواه الترمذی وروی مالك عن طلحة ابن عبيد الله الى قوله لا شريك له)

اخرجه الترمذی فی سننه ۵۳۴/۵ الحدیث رقم ۳۵۸۵۔

ترجمہ: عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اپنے باپ یعنی شعیب سے انہوں نے اپنے دادا سے یعنی عبداللہ بن عمرو سے نقل کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دعاؤں میں سے بہترین دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے یعنی میدان عرفات میں یا ہر جگہ اور بہترین اس چیز کی کہ جو میں نے یا دوسرے نبیوں نے مجھ سے پہلے کی۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' کوئی اس کا شریک نہیں' اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور مالکؒ نے طلحہ بن عبید سے لَا شَرِيْكَ لَهٗ تک نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بہترین دعا عرفہ کی دعا ہے یعنی وہ دعا جو میدانِ عرفات میں کی جائے۔

عرفہ کے دن شیطان کی رسوائی

۸/۲۴۶۸ وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كَرِيْزٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَارُئِيَ الشَّيْطَانُ يَوْمًا هُوَ فِيْهِ اَصْغَرُ وَلَا اَدْحَرُ وَلَا اَحْقَرُ وَلَا اَغْيَظُ مِنْهُ فِيْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَمَا ذَاكَ اِلَّا لِمَا يَرٰى مِنْ تَنَزُّلِ الرَّحْمَةِ وَتَجَاوُزِ اللّٰهِ عَنِ الذُّنُوْبِ الْعِظَامِ اِلَّا مَا رُئِيَ يَوْمَ بَدْرٍ فَقِيْلَ مَارُئِيَ يَوْمَ بَدْرٍ؟ قَالَ فَاِنَّهٗ قَدْ رَاٰى

جِبْرِیْلَ یَزَعُ الْمَلَآئِکَۃَ ۔ (رواہ مالک مرسلا وفی شرح السنۃ بلفظ المصابیح)

اخرجه مالك فى ٤٢٢/١ الحديث رقم ٢٤٥ من كتاب الحج والبغوى فى شرح السنة ١٥٨/٧ الحديث رقم ١٩٣٠۔

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن کریز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان کو عرفہ کے دن کے برابر کسی اور دن نہیں دیکھا گیا کہ جس میں وہ بہت ذلیل اور راندہ ہوا اور بہت حقیر ہوا اور اپنے سے بہت غصے ہوا یعنی شیطان کو ہمیشہ نیکیاں دیکھ کر غصہ آتا ہے اور خوار ہوتا ہے اور عرفہ کے دن خاص طور پر سب دنوں سے زیادہ خوار و غضبناک ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ ہر خاص و عام پر رحمت کو اترتا ہوا دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بڑے گناہوں کو معاف کر دینا اور بدر کے دن اس کو دیکھا گیا ہے کہ اس کی خواری عرفہ کے دن کی طرح تھی کیونکہ اسی دن مسلمانوں نے کافروں کو شکست دی اور ان کو عزت ملی اور شوکت اسلام حاصل ہوئی پس تحقیق شیطان نے دیکھا کہ جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی صفوں کو ترتیب دے رہے ہیں یعنی مشرکین سے لڑائی کرنے کے لیے صفوں کو ترتیب دے رہے ہیں۔ اس کو امام مالکؒ نے بطریق ارسال نقل کیا ہے اور شرح السنۃ میں یہ حدیث لفظ مصابیح کے ساتھ روایت کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شیطان عرفہ کے دن مسلمانوں پر خدا کی رحمت کو اترتے ہوئے دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ اس دن بہت زیادہ غضبناک ہوتا ہے اور ذلیل و خوار ہوتا ہے اور اس طرح بدر کے دن بھی اس کا یہی حال ہوا تھا کہ مسلمانوں کی عزت اور شوکت اسلام دیکھ کر برداشت نہیں کر سکا اور نہایت ذلیل و خوار ہوا۔

عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر یعنی حاجیوں پر فخر کرتا ہے

۹/۲۴۶۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ عَرَفَۃَ اِنَّ اللّٰہَ یَنْزِلُ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَیُبَاھِیْ بِھِمُ الْمَلَآئِکَۃَ فَیَقُوْلُ انْظُرُوْا اِلٰی عِبَادِیْ اَتَوْنِیْ شُعْثًا غُبْرًا ضَاجِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ اُشْھِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَھُمْ فَیَقُوْلُ الْمَلَآئِکَۃُ یَا رَبِّ فُلَانٌ کَانَ یُرْھَقُ وَفُلَانٌ وَفُلَانَۃٌ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ قَدْ غَفَرْتُ لَھُمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا مِنْ یَوْمٍ اَکْثَرَ عَتِیْقًا مِنَ النَّارِ مِنْ یَوْمِ عَرَفَۃَ۔

اخرجه البغوى فى شرح السنة ١٥٩/٧ الحديث رقم ١٩٣١۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت عرفہ کا دن ہوتا ہے تحقیق اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف (اپنی رحمت و احسان و کرم کے ساتھ) نزول فرماتا ہے پھر حاجیوں کے ساتھ فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے میرے بندوں کی طرف دیکھو کہ میرے پاس پراگندہ بال اور گرد آلود ہونے کی حالت میں دور سے آئے ہیں یعنی لبیک و ذکر کے ساتھ کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ تحقیق میں نے ان کو بخش دیا ہے ان کو فرشتے کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار فلاں شخص گناہ کرتا ہے اور فلاں شخص اور فلاں عورت گناہ کرتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں کہ تحقیق میں نے ان کو بھی بخش دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں اللہ نے لوگوں کو آگ سے آزاد کیا ہو سوائے عرفہ کے دن کے۔ اس کو شرح السنۃ میں نقل کیا گیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ حاجیوں کو میدان عرفات میں اکٹھے دیکھ کر فرشتوں کے سامنے فخر سے کہتا ہے کہ دیکھو میرے بندے مجھ سے دعائیں مانگ رہے ہیں اور بخشش مانگ رہے ہیں اور میں نے ان کو بخش دیا ہے اور گناہ گاروں کو بھی آگ سے نجات دے دی ہے۔

الفصل الثالث:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ کو وقوف عرفہ کا حکم فرمایا

۱۰/۲۴۷۰ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ قُرَيْشٌ وَمَنْ دَانَ دِيْنَهَا يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانَ يُسَمُّوْنَ الْحُمُسَ فَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُوْنَ بِعَرَفَةَ فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ اَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْتِيَ عَرَفَاتٍ فَيَقِفَ بِهَا ثُمَّ يُفِيْضَ مِنْهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۸٦/۸ـ الحدیث رقم ۴۵۲۰ـ ومسلم فی ۸۹۳/۲ الحدیث رقم (۱۵۱ـ ۱۲۱۹)ـ وابوداؤد فی ٤٦٦/۲ الحدیث رقم ۱۹۱۰ـ والترمذی فی ۲۳۱/۳ الحدیث رقم ۸۸٤ـ والنسائی ۲٥٤/٥ الحدیث رقم ۳۰۱۲ـ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا کہ قریش اور ان کے تابعین مزدلفہ میں کھڑے ہوتے تھے اور قریش حمس نام رکھے جاتے تھے یعنی شجاع اور تمام عرب میدان عرفہ میں ٹھہرا کرتے تھے پس جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا یہ کہ عرفات میں آئیں اور اس میں ٹھہریں اور پھر وہاں سے لوٹیں پس اللہ تعالیٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں۔ پھر اس جگہ سے جہاں سے لوگ پھرتے ہیں۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ میدان عرفہ میں وقوف کریں اور پھر وہاں سے لوٹیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اُمت کے حق میں قبول ہونے پر شیطان کا واویلا کرنا

۱۱/۲۴۷۱ وَعَنْ عَبَّاسِ بْنِ مِرْدَاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا لِاُمَّتِهٖ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ بِالْمَغْفِرَةِ فَاُجِيْبَ اِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ مَا خَلَا الْمَظَالِمِ فَاِنِّيْ اٰخِذٌ لِلْمَظْلُوْمِ مِنْهُ قَالَ اَيْ رَبِّ اِنْ شِئْتَ اَعْطَيْتَ الْمَظْلُوْمَ مِنَ الْجَنَّةِ وَغَفَرْتَ لِلظَّالِمِ فَلَمْ يُجَبْ عَشِيَّتَهٗ فَلَمَّا اَصْبَحَ بِالْمُزْدَلِفَةِ اَعَادَ الدُّعَاءَ فَاُجِيْبَ اِلٰى مَا سَاَلَ قَالَ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ تَبَسَّمَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اِنَّ هٰذِهٖ لَسَاعَةٌ مَا كُنْتَ تَضْحَكُ فِيْهَا فَمَا الَّذِيْ اَضْحَكَكَ اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ قَالَ اِنَّ عَدُوَّ اللّٰهِ اِبْلِيْسَ لَمَّا عَلِمَ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدِ اسْتَجَابَ دُعَائِيْ وَغَفَرَ لِاُمَّتِيْ اَخَذَ التُّرَابَ فَجَعَلَ يَحْثُوْهُ عَلٰى رَاْسِهٖ وَيَدْعُوْ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ فَاَضْحَكَنِيْ مَا رَاَيْتُ مِنْ جَزْعِهٖ۔ (رواه ابن ماجة روى البيهقي في كتاب البعث والنشور نحوه)

اخرجه ابن ماجه فی ۱۰۰۲/۲ الحدیث رقم ۳۰۱۳ـ واحمد فی المسند ١٤/٤ـ

ترجمہ: حضرت عباس بن مرادس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے واسطے عرفہ کی شام کو بخشش کی دعا مانگی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول کی گئی اور فرمایا کہ تحقیق میں نے سوائے بندوں کے حقوق کے ان کو بخش دیا ہے۔ پس تحقیق میں مظلوم کے واسطے ظالم سے حق لونگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے میرے رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت کی نعمتوں میں سے نواز اس کے حق کے بدلے جو ظالم نے لیا ہے اور ظالم کو بخش دے پس عرفہ کی شام کو قبول نہ کی گئی پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں صبح کی پھر دعا مانگی پس دعا قبول کی گئی اس چیز کی جو مانگی تھی پس راوی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے۔ یا راوی نے کہا کہ مسکرائے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں کہ یہ وقت ہنسنے کا وقت نہیں تھا۔ یعنی مقتضائے حال اس ساعت کا نہیں ہے کہ تم ہنسو۔ پس کس چیز نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا؟ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کے دانتوں کو ہنسائے یعنی ہمیشہ آپ کو خوش رکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق خدا نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق خدا کے دشمن ابلیس نے جب یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی ہے اور میری اُمت کو بخش دیا ہے پس اپنے سر پر مٹی ڈالنی شروع کی اور ہلاکت اور ویل کے ساتھ پکارنا شروع کر دیا تو کہنے لگا بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ پس مجھے اس کے اضطراب نے ہنسایا۔ اس کو ابن ماجہ نے اور بیہقیؒ نے کتاب البعث والنشور میں اس کی مانند نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغفرت عام ہے کہ حق تعالیٰ اپنے حقوق کو بھی بندوں کے حقوق بھی بخش دیں گے لیکن یہ قید لگانے کے قابل ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سال حج میں تھے ان کے لیے یہ بات ہے یا اس کے حق میں ہے کہ جس کا حج مقبول ہو۔ کہ فسق و فجور حج میں نہ واقع ہو یا اس ظالم پر محمول ہے کہ اس نے توبہ کر لی ہے لیکن ادائے حقوق سے عاجز ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ جاننا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہر مسلمان کو پہنچے گی خواہ صالح ہو یا گنہگار ہو۔ پس اللہ تعالیٰ شفاعت کی وجہ سے جنت میں ان کے درجات بلند کر دے گا اور اکثر گنہگاروں کو بخش دے گا پھر ان کو جنت میں داخل کرے گا اور جو لوگ دوزخ میں ہونگے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا اثر ان کے حق میں یہ ہوگا کہ عذاب کم ہو جائے گا اور اس کی مدت کم ہو جائے گی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی مغفرت ان شاء اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو خواہ صالح ہو خواہ فاجر ہو پس صالح کے تو درجے جنت میں بلند ہونگے اس چیز سے زیادہ کہ وہ عمل کی وجہ سے اس کا مستحق تھا اور فاجر کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کرے گا یا اس کی عذاب کی مدت کم کر دے گا پس یہ بھی مغفرت کی ایک قسم ہے۔ مولانا ولی اللہ۔

بَابُ الدَّفْعِ مِنْ عَرَفَةَ وَالْمُزْدَلِفَةِ

عرفات اور مزدلفہ سے واپسی کا بیان

الفصل الاول:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ عرفات سے کس طرح لوٹے تھے

۱/۲۴۷۱ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سُئِلَ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ كَيْفَ كَا نَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِيْنَ دَفَعَ قَالَ كَانَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ فَاِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی ۵۱۸/۳، الحدیث رقم ۱۶۶۶۔ ومسلم فی صحیحه ۹۳۶/۲ الحدیث رقم (۲۸۳۔ ۱۲۸۶)۔ والنسائی فی سُننه ۲۵۸/۵ الحدیث رقم ۳۰۲۳۔ والدارمی فی ۸۰/۲ الحدیث رقم ۱۸۸۰۔ ومالك فی الموطأ ۳۹۲/۱ الحدیث رقم ۱۷۶۔ واحمد فی المسند ۲۱۰/۵۔

ترجمہ: حضرت ہشام بن عمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے نقل کی ہے یعنی عروہ رضی اللہ عنہ سے عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں کس طرح چلتے تھے جس وقت میدان عرفات سے لوٹے؟ فرمایا کہ تیز چلتے تھے پس جب کشادہ راستہ پاتے تو اپنی سواری دوڑاتے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں کس طرح چلتے تھے؟ فرمایا: جب لوٹتے تھے تو تیز چلتے تھے اور راستے کو کشادہ پاتے تو اپنی سواری دوڑاتے۔

اُونٹوں کو تیز چلنے کے لیے مارنا منع ہے

۲/۲۴۷۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ دَفَعَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهٗ زَجْرًا شَدِيْدًا وَضَرْبًا لِلْاِبِلِ فَاَشَارَ بِسَوْطِهٖ اِلَيْهِمْ وَقَالَ يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَاِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْاِيْضَاعِ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۲۳/۳۔ الحدیث رقم ۱۶۷۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفہ کے دن میدانِ عرفات سے منیٰ کی طرف لوٹے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے زجر شدید یعنی بلند آواز کے ساتھ جانوروں کا ہانکنا بلند آواز کے ساتھ اور اونٹوں کو مارنا سنا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کوڑے کے ساتھ لوگوں کی طرف اشارہ کیا یعنی تا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنیں اور فرمایا اے لوگو! تمہارے لیے آرام سے چلنا لازم ہے اس لیے کہ تحقیق دوڑانا نیکی نہیں

ہے۔اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ نیکی فقط دوڑانے میں ہی نہیں ہے بلکہ حج کے افعال ادا کرنے اور ممنوعات سے پرہیز کرنے میں ہے۔ حاصل یہ ہے نیکیوں کی طرف جلدی کرنا بہت خوب ہے لیکن اس طرح سے نہیں کہ جو مکروہات کی طرف پہنچے اوراس پر گناہ مرتب ہوں۔ پس اس حدیث میں اور پہلی حدیث میں منافات نہ ہوئی۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمیشہ لبیک کہتے رہے

۳/۲۴۷۳ وَعَنْهُ اَنَّ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ اِلَى الْمُزْدَلِفَةِ ثُمَّ اَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ اِلَى مِنًى فَكِلَاهُمَا قَالَ لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخارى فى صحيحه ٥٣٢/٣ـ الحديث رقم ١٦٨٦ـ ١٦٨٧)ـ ومسلم فى صحيحه ٩٣١/٢ الحديث رقم (٢٦٦ـ ١٢٨٠)ـ والترمذى فى سننه ٢٦٠/٣ الحديث رقم ٩١٨ـ والنسائى فى ٢٧٦/٥ الحديث رقم ٣٠٨١ـ وابن ماجه ١٠١١/٢ الحديث رقم ٣٠٤٠ـ والدارمى فى ٨٧/٢ الحديث رقم ١٩٠٤ـ واحمد فى المسند ١١٤/١ـ

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پیچھے عرفہ سے مزدلفہ تک سوار تھے پھر فضل کو مزدلفہ سے منیٰ تک پیچھے بٹھایا۔ پس دونوں نے کہا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمیشہ لبیک کہتے رہے یہاں تک کہ جمرۃ العقبہ پر کنکریاں پھینکیں یعنی نحر کے دن جب جمرۃ العقبہ پر کنکریاں پھینکیں تو لبیک کہنا موقوف کیا۔اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جمرۃ العقبہ پر کنکریاں پھینکنے کے وقت تک لبیک کہتے رہے۔

مغرب اور عشاء دونوں نمازوں کو مزدلفہ میں جمع کرنا

۴/۲۴۷۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِجَمْعٍ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهَا بِاِقَامَةٍ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا وَلَا عَلٰى اَثَرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا۔ (رواه لبخارى)

اخرجه البخارى فى صحيحه ٥٢٣/٣ـ الحديث رقم ١٦٧٣ـ وابوداؤد فى سننه ٤٧٤/٢ الحديث رقم ١٩٢٦ـ واحمد فى المسند ٥٦/٢ـ

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مغرب اور عشاء کی نماز مزدلفہ میں پڑھی۔یعنی عشاء کے وقت میں دونوں اکٹھی پڑھیں ان میں سے ہر ایک کے لیے تکبیر کہی یعنی مغرب کے لیے علیحدہ تکبیر کہی اور عشاء کے لیے الگ تکبیر کہی اور ان دونوں کے درمیان اوران دونوں میں سے ہر ایک کے پیچھے نفل نہ پڑھے۔اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے ان نمازوں کے بعد جو نفل پڑھنے کی نفی کی ہے تو اس سے سنتوں اور وتروں کی نماز ان دونوں کے بعد لازم نہیں آتی۔ باب قصۃ حجۃ الوداع میں جو بڑی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے گزری اور اس میں جو یہ جملہ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔ اس کی شرح میں ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے جب مغرب وعشاء کی نماز مزدلفہ میں پڑھ چکے تو مغرب اور عشاء کی سنتیں اور وتر پڑھے۔

مغرب اور عشاء کی نمازوں کو مزدلفہ میں جمع کرنا

۲۴۷۵/۵ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلَاةً اِلَّا لِمِيْقَاتِهَا اِلَّا صَلَاتَيْنِ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ وَصَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۳۰/۳۔ الحدیث رقم ۱۶۸۲۔ ومسلم فی ۹۳۸/۲ الحدیث رقم (۲۹۲۔ ۱۲۸۹)۔ وابوداؤد فی سننه ۴۷۷/۲ الحدیث رقم ۱۹۳۶۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز اپنے وقت میں ادا کرتے ہی دیکھا سوائے دو نمازوں کے مغرب اور عشاء کی نماز مزدلفہ میں یعنی مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں پڑھی اور فجر کی نماز اس دن یعنی مزدلفہ میں نحر کے دن اس کے وقت سے پہلے پڑھی۔ س کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دو نمازوں کے علاوہ اور نماز ظہر اور عصر کی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں جمع کی ہیں کہ عصر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھی۔ اس کا ذکر یہاں نہیں کیا اس لیے کہ ہر کوئی دن کے ہونے کی وجہ سے جانتا ہے اس کے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور وقت سے پہلے مراد یہ ہے کہ معمولی وقت سے پہلے تاریکی میں کہ اُجالے میں پڑھتے تھے نہ یہ کہ فجر سے پہلے پڑھی۔ اس لیے کہ فجر کی نماز وقت سے پہلے پڑھنا تمام علماء کے نزدیک درست نہیں ہے۔

مزدلفہ کی رات ضعیفوں کو پہلے بھیج دینا

۲۴۷۶/۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِيْ ضَعَفَةِ اَهْلِهٖ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۲۶/۳۔ الحدیث رقم ۱۶۷۸۔ ومسلم فی ۹۴۱/۲ الحدیث رقم (۳۰۱۔ ۱۲۹۳) وابوداؤد فی السنن ۴۷۹/۲ الحدیث رقم ۱۹۳۹۔ والترمذی فی ۲۴۰/۳ الحدیث رقم ۸۹۳۔ والنسائی ۲۶۱/۵ الحدیث رقم ۳۰۳۲۔ واحمد فی المسند ۳۴۴/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں ان شخصوں میں سے تھا کہ جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی رات میں اپنے ضعیفوں کے معاملے میں آگے بھیجا۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان یا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضعیفوں کو پہلے روانہ کر دیتے تھے کہ ضعیفوں سے مراد عورتیں

اور بچے ہیں ان کو منیٰ کی جانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے روانہ کر دیا تھا۔ ان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے روشن ہونے کے بعد اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے سوار ہوئے سنت یہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل والوں کو بھیج دیا تا کہ ازدحام سے بچ جائیں اور روایت میں ہے چنانچہ وہ آگے آتی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو روانہ کیا اور فرمایا کہ جمرۃ العقبہ کی رمی نہ کرنا مگر آفتاب کے نکلنے کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض روایتوں میں مطلق آیا ہے کہ جاؤ اور جمرۃ العقبہ کی رمی کرو اور اس پر امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے عمل کیا ہے ان کے نزدیک آدھی رات کے بعد رمی جمار جائز ہے۔

رمی جمار کے لیے کنکریاں مزدلفہ کے راستے سے اُٹھائیں

۲۴۷۷/۷ وَعَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَكَانَ رَدِيْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ قَالَ فِيْ عَشِيَّةِ عَرَفَةَ وَغَدَاةِ جَمْعٍ لِلنَّاسِ حِيْنَ دَفَعُوْا عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَهُوَ كَافٌّ نَاقَتَهُ حَتّٰى دَخَلَ مُحَسِّرًا وَهُوَ مِنْ مِنًى قَالَ عَلَيْكُمْ بِحَصَى الْخَذْفِ الَّذِيْ يُرْمٰى بِهِ الْجَمْرَةُ وَقَالَ لَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمَى الْجَمْرَةَ۔

اخرجه مسلم في صحيحه ۹۳۱/۲ الحديث رقم (۲۶۸۔ ۱۲۸۲)۔ والنسائي في ۲۶۸/۵۔ الحديث رقم ۳۰۵۵۔

ترجمہ: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے یعنی جب کہ مزدلفہ سے منیٰ کو چلے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام کو اور مزدلفہ کی صبح کو لوگوں کو فرمایا کہ جس وقت کہ لوٹیں اور اپنی سواریوں کو ہانکا اور فرمایا تم کو کنکریاں کا اٹھانا لازم ہے یعنی اس میدان سے مارنے والی کنکریاں کی طرح جمرہ پر ماری جائیں یعنی مناروں پر اور فضل نے کہا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لبیک کہتے رہے یہاں تک کہ کنکریاں جمرہ کو ماریں یعنی جمرۃ العقبہ کو جب پہلی کنکری ماری تو لبیک کہنا بند کر دی۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے عرفہ کی شام کو یعنی جب کہ عرفات کے میدان سے مزدلفہ کو چلے اور اس وقت فضل رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھے اور مزدلفہ کی صبح کو یعنی جب کہ مزدلفہ سے منیٰ کو آئے تھے اور اس وقت فضل رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھے اور محسر منیٰ سے ہے اور وہ مزدلفہ کے آخر میں منیٰ کے قریب ایک جگہ ہے اور خذف کہتے ہیں چھوٹی کنکری کو یا کھجور کی گٹھلی کو جسے شہادت کی دونوں انگلیوں کے درمیان رکھ کر پھینکتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی کنکریاں چنے کے دانے کے برابر ہوتی ہیں یہاں سے اٹھا لو اور کنکریاں جس جگہ سے بھی اٹھائیں جائز ہے۔ مگر وہ کنکریاں مناروں پر ایک دفعہ ماری جائیں۔ پھر ان کو نہ اٹھائے اور اگر ان میں سے بھی اٹھائے تو جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے اور شرح نقایہ میں لکھا ہے کہ ان کنکریوں سے رمی کرنی کفایت تو کرتی ہے لیکن یہ فعل برا ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ سات کنکریاں اٹھائے۔ جمرۃ العقبہ کی رمی کے لیے یا ستر کنکریاں اٹھائے کہ سات کنکریاں تو آج کام آئیں گی اور تریسٹھ اور دنوں کے لیے رکھے۔

میدانِ محسر میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اونٹنی تیز چلایا کرتے تھے

۸/۲۴۷۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَفَاضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ جَمْعٍ وَعَلَیْہِ السَّکِیْنَۃُ وَاَمَرَھُمْ بِالسَّکِیْنَۃِ وَاَوْضَعَ فِیْ وَادِیْ مُحَسِّرٍ وَاَمَرَھُمْ اَنْ یَّرْمُوْا بِمِثْلِ حَصَی الْخَذْفِ وَقَالَ لِعَلِّیْ لَا اُرَاکُمْ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا لَمْ اَجِدْ ھٰذَا الْحَدِیْثَ فِی الصَّحِیْحَیْنِ اِلَّا فِیْ جَامِعِ التِّرْمِذِیِّ مَعَ تَقْدِیْمٍ وَتَاخِیْرٍ۔

اخرجه ابوداؤد فی سننه ۴۸۲/۲ الحدیث رقم ۱۹۴۴۔ والترمذی فی ۲۳۴/۳ الحدیث رقم ۸۸۶۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے چلے اوران پر چلنے میں تسکین تھی اورلوگوں کو حکم کیا آہستہ چلنے کے ساتھ اوراپنی اونٹنی میدان محسر میں جلدی چلائی اور لوگوں کو حذف کی کنکریاں (یعنی چنے کے برابر) مارنے کا حکم دیااور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشادفرمایا: شاید میں تم کو اس سال کے بعد نہ دیکھوں گا۔ صاحب مشکوٰۃ نے کہاہے کہ میں نے یہ حدیث صحیحین (یعنی بخاری ومسلم) میں نہیں پائی مگر جامع ترمذی میں تقدیم وتاخیر کے ساتھ پائی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیاہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا یعنی میں دنیا سے رخصت ہوجاؤں گا لہٰذا مجھ سے دین کے احکام اورحج کے احکام معلوم کرلو۔اس سبب سے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حج کے موقع پراحکامات کی تعلیم دی اوراپنے صحابہ کوالوداع کیااور آئندہ سال یعنی ہجرت کے گیارہویں سال ربیع الاول کوحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔صاحب مشکوٰۃ نے کہاہے میں نے یہ حدیث بخاری ومسلم میں نہیں پائی مگر جامع ترمذی (اورابوداؤد ۱۲) میں تقدیم وتاخیر کے ساتھ پائی یعنی صاحب مصابیح اس کو پہلی فصل میں لائے ہیں تو یہ دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث صحیحین کی ہے پس ان کو چاہیے تھا کہ یہ حدیث پہلی فصل میں نہ لاتے دوسری فصل میں لاتے اور تقدیم وتاخیر کی وجہ سے اعتراض پھر بھی باقی رہتاہے۔

الفصل الثانی:

آفتاب کو پگڑیوں کے ساتھ تشبیہ دینا

۹/۲۴۷۹ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَیْسِ بْنِ مَخْرَمَۃَ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اَھْلَ الْجَاھِلِیَّۃِ کَانُوْا یَدْفَعُوْنَ مِنْ عَرَفَۃَ حِیْنَ تَکُوْنُ الشَّمْسُ کَاَنَّھَا عَمَائِمُ الرِّجَالِ فِیْ وُجُوْھِھِمْ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ وَمِنَ الْمُزْدَلِفَۃِ بَعْدَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ حِیْنَ تَکُوْنُ کَاَنَّھَا عَمَائِمُ الرِّجَالِ فِیْ وُجُوْھِھِمْ وَاِنَّا لَانَدْفَعُ مِنْ عَرَفَۃَ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَنَدْفَعُ مِنَ الْمُزْدَلِفَۃِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ ھَدْیُنَا مُخَالِفٌ لِھَدْیِ عَبَدَۃِ الْاَوْثَانِ وَالشِّرْکِ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان وقال خطبنا وساقہ ونحوہ)

اخرجه الحاکم فی المستدرک ۲۷۷/۲۔

ترجمہ: حضرت محمد بن قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا پس فرمایا کہ تحقیق اہل

جاہلیت عرفات سے اس وقت واپس آئے تھے گویا کہ آفتاب ایسا ہوگیا جیسا کہ مردوں کی پگڑیاں ان کے چہروں کے اوپر اور تحقیق ہم عرفات سے نہیں چلیں گے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو اور ہم مزدلفہ سے آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے چلتے۔ ہمارا طریقہ بت پوجنے والوں اور شرک کرنے والوں کے طریقے سے مختلف ہے۔

تشریح ۞ مردوں کی پگڑی یعنی جس طرح پگڑی کا کچھ حصہ بل دینے سے اندر ہو جاتا ہے اور کچھ حصہ باہر رہتا ہے اس طرح سورج کا بھی کچھ حصہ ڈوب گیا اور کچھ باہر تھا۔

اور اس طرح مزدلفہ سے بھی اس وقت چلے جب آدھا سورج طلوع تھا اور آدھا نہیں یعنی سورج نکل رہا تھا۔

اور اصل نسخہ میں رواہ کے بعد سفیدی چھوٹی ہوتی ہے اور ایک صحیح نسخہ میں حاشیے پر لکھا ہے کہ (رواہ البیھقی فی شعب الا یمان وقال خطبنا وساقه ونحوہ)۔

رات میں رمی جائز نہیں

۱۰/۲۴۸۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ اُغَيْلِمَةُ بَنِىْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلٰى حُمُرَاتٍ فَجَعَلَ يَلْطَحُ اَفْخَاذَنَا وَيَقُوْلُ اُبَيْنِىَّ لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔

(رواہ ابوداود والنسائی وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فی سننه ۴۸۰/۲ الحدیث رقم ۱۹۴۰۔ والنسائی فی ۲۷۰/۵ الحدیث رقم ۳۰۶۴۔ وابن ماجه ۱۰۰۷/۲ الحدیث رقم ۳۰۲۵۔ واحمد فی المسند ۳۲۶/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مزدلفہ کی رات میں روانہ کیا اور عبدالمطلب کے خاندان کے ہم کئی بچے تھے اور گدھے ہماری سواری تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری رانوں پر ہاتھ مارتے اور فرماتے تھے میرے چھوٹے بچو! جب تک سورج نہ نکلے تم منارے پر کنکریاں نہ پھینکنا۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

تشریح ۞ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رات میں رمی جائز نہیں یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر علماء کا مسلک ہے۔

جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک آدھی رات کے بعد رمی جائز ہے نیز طلوع فجر کے بعد سورج نکلنے سے پہلے اگرچہ تمام علماء کے نزدیک جائز ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کراہت کے ساتھ جواز کے قائل ہیں۔ حنفی مسلک کے مطابق طلوع آفتاب کے بعد رمی مستحب ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مستدل حدیث اور اس کی تاویل

۱۱/۲۴۸۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَرْسَلَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاُمِّ سَلَمَةَ لَيْلَةَ النَّحْرِ فَرَمَتِ الْجَمْرَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ ثُمَّ مَضَتْ فَاَفَاضَتْ وَكَانَ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِىْ يَكُوْنُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا۔

(رواہ ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی ۲/۴۸۱ الحدیث رقم ۱۹۴۲۔

ترجمہ: امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو بقرعید کی رات میں مزدلفہ بھیج دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے نماز فجر سے پہلے جمرہ عقبہ پر کنکریاں ماریں پھر وہاں سے آئیں اور طواف افاضہ کیا اور یہ وہ دن تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے یعنی یہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں ان کے رات کے بھیجنے کی طرف اور رات میں رمی کرنے کے سبب کی طرف اور دن کے وقت طواف افاضہ کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ بخلاف اور عورتوں کے کہ انہوں نے آئندہ رات طواف افاضہ کیا اور امام شافعیؒ نے اس حدیث سے فجر سے پہلے رمی جمرہ کرنے کے بارے میں دلیل پکڑی ہے۔ اگرچہ افضل فجر کے بعد ہے اور دوسروں نے کہا یہ رخصت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو تھی اور رمی دن کے وقت فجر سے پہلے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی وجہ سے درست نہیں ہے اور ممکن ہے کہ فجر کی نماز سے مراد وقتِ فجر ہو۔

مقیم یا عمرہ کرنے والا حجراسود کو بوسہ دے

۲۴۸۲/۱۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ يُلَبِّي الْمُقِيْمُ اَوِ الْمُعْتَمِرُ حَتّٰى تَسْتَلِمَ الْحَجَرَ۔

(رواه ابوداود وقال وروى موقوفا على ابن عباس)

اخرجه ابوداؤد فی سننه ۲/۴۰۶ الحدیث رقم ۱۸۱۷۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ مقیم یا عمرہ کرنے والا لبیک کہے یہاں تک کہ حجراسود کو بوسہ دے۔ اس کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے یعنی مرفوع اور ابوداؤدؒ نے کہا ہے کہ جو روایت کی گئی ہے یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔

تشریح: مقیم آدمی جو کہ عمرہ کرنے والوں میں سے مکہ کا رہنے والا ہو اور عمرہ کرنے والا جو کہ باہر سے آیا ہوا ہو عمرہ کرے۔ پس او تنوع کے لیے آتا ہے یہاں تک کہ بوسہ دے۔ مقصود یہ ہے کہ عمرے میں حجراسود کو چومتے وقت لبیک موقوف کرے جیسے کہ حج میں جمرۃ العقبہ کی رمی کے وقت موقوف کرتے ہیں۔

الفصل الثالث:

عرفات سے واپسی کا ذکر

۲۴۸۳/۱۳ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُرْوَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ الشَّرِيْدَ يَقُوْلُ اَفَضْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا مَسَّتْ قَدَمَاهُ الْاَرْضَ حَتّٰى اَتٰى جَمْعًا۔ (رواه ابوداود)

اخرجه احمد فی المسند ۴/۳۸۹۔

ترجمہ: یعقوب بن عاصم بن عروہ تابعیؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے شرید صحابی سے سنا کہ میں عرفات سے واپسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں زمین پر نہ لگے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ میں آئے۔ اس کو ابوداؤدؒ

نے نقل کیا ہے

تشریح ❁ اس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ آپ ﷺ تمام راستے سوار ہو کر چلے پیادہ پا نہیں چلے نہ یہ کہ بالکل زمین پر اترے اس لیے کہ صحیح بخاری میں آیا ہے کہ حضور ﷺ پہاڑ کے درے کی طرف تشریف لے گئے اور پیشاب کیا پھر وضو فرمایا اور اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! نماز کا وقت آ گیا ہے فرمایا نماز آگے ہے یعنی مزدلفہ میں پڑھیں گے۔

ظہر وعصر کی نماز جمع کرنا آپ ﷺ کی سنت ہے

۲۴۸۴/۱۴وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَالِمٌ اَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ یُوْسُفَ عَامَ نَزَلَ بِابْنِ الزُّبَیْرِ سَأَلَ عَبْدَاللّٰهِ کَیْفَ نَصْنَعُ فِی الْمَوْقِفِ یَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ سَالِمٌ اِنْ کُنْتَ تُرِیْدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلَاةِ یَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ صَدَقَ اَنَّهُمْ کَانُوْا یَجْمَعُوْنَ بَیْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِی السُّنَّةِ فَقُلْتُ لِسَالِمٍ اَفَعَلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَالِمٌ وَهَلْ یَتَّبِعُوْنَ ذٰلِكَ اِلَّا سُنَّتَهٗ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۱۳/۳۔ الحدیث رقم ۱۶۶۲۔

ترجمہ: حضرت ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ مجھ کو سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ حجاج یوسف نے اس سال مکہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا' مکہ میں آ کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ہم کس طرح عرفہ کے دن ٹھہریں؟ یعنی ظہر وعصر کی نماز وقوف سے پہلے پڑھیں یا درمیان میں یا پیچھے؟ پس سالم نے کہا اگر تو سنت کا ارادہ کرتا ہے تو ظہر وعصر عرفہ کے دن صبح سویرے پڑھ۔ پس عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ سالم نے سچ کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت طریقہ ادا کرنے کے لیے ظہر وعصر کو جمع کرتے تھے۔ ابن شہابؒ نے کہا کہ میں نے سالم سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح کیا تھا؟ پس سالمؒ نے کہا اس طرح نماز پڑھ' اس معاملے میں ہم نبی کریم ﷺ کے طریقے کی اتباع کرتے ہیں۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ حجاج بن یوسف مشہور ظالم بادشاہ ہے جس نے ایک لاکھ اور بیس ہزار آدمی باندھ کر قتل کیے وہ عبدالملک بن مروان کی طرف سے مکہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر چڑھائی کر کے آیا تھا اور اس کے بعد ان کو سولی پر چڑھا دیا۔ اس کے بعد عبد الملک بن مروان نے اسی سال حجاج بن یوسف کو حاجیوں کا امیر بنا کر بھیجا اور اس کو حکم کیا حج کے تمام افعال میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اقوال واحوال کی پیروی کرنا اور ان سے مسائل حج پوچھتے رہنا اور ان کی مخالفت نہ کرنا پس اس حالت میں ان سے یہ مسئلہ مذکورہ بھی پوچھا۔

بَابُ رَمْیِ الْجِمَارِ

مناروں پر کنکریاں پھینکنے کا بیان

فائدہ: جمار اصل میں سنگریزوں کو کہتے ہیں اور جمار حج ان سنگریزوں کا نام ہے جو مناروں پر مارے جاتے ہیں اور جن

مناروں پر وہ سنگریزے مارے جاتے ہیں' ان پر جمار کے پھینکنے کی وجہ سے جمرات کہتے ہیں اور جمرات تین ہیں۔ جمرہ اولیٰ اور جمرۃ وسطیٰ اور جمرۃ العقبہ۔ عید کے دن تو فقط جمرۃ العقبی پر ہی کنکریاں مارتے ہیں اور گیارہوں اور بارہویں اور تیرہویں ذی الحجہ کو تینوں پر کنکریاں مارتے ہیں اوران پر کنکریاں مارنا واجب ہیں۔

الفصل الاول:

حج کرنے سے پہلے حج کے احکامات سیکھنے ضروری ہیں

۱/۲۴۸۵ عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ يَوْمَ النَّحْرِ وَيَقُوْلُ لِتَاْخُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ فَاِنِّيْ لَا اَدْرِيْ لَعَلِّيْ لَا اَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِيْ هٰذِهٖ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۹٤۳/۲ الحدیث رقم (۳۱۰۔ ۱۲۹۷)۔ وابوداؤد فی سننه ٤۹٥/۲ الحدیث رقم ۱۹۷۰۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی سواری پر سوار ہو کر قربانی کے دن کنکریاں مارتے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ افعال حج سیکھو۔ اس لیے کہ تحقیق میں نہیں جانتا۔ شاید میں اس حج کے بعد (آئندہ) حج نہ کر سکوں۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ قربانی کے دن جمرۃ العقبہ کی رمی منیٰ میں سوار ہو کر کرے اور جو شخص منیٰ میں پیادہ یعنی پیدل پہنچے اس کو چاہیے کہ جمرۃ العقبہ کی رمی پیدل چل کر کرے اور گیارہویں بارہویں کو پیدل چل کر رمی کرے اور تیرہویں تاریخ کو سوار ہو کر اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ وہ رمی جس کے بعد میں رمی ہو۔ جیسے کہ جمرۃ اولیٰ اور جمرۃ وسطیٰ کی اس میں افضل ہے کہ پیادہ پا کرے۔ اس لیے کہ اس کے بعد کھڑا رہنا ہے اور دعا کرنا اور پیادہ پا حالت عاجزی کے قریب تر ہے اور جو کچھ کہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرۃ العقبہ کی رمی قربانی کے دن سوار ہو کر کی اور دوسرے دنوں میں سب جمرات پر پیادہ رمی کی۔

کنکریاں پھینکنے کا طریقہ

۲/۲۴۸۶ وَعَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَى الْجَمْرَةَ بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۹٤٤/۲ الحدیث رقم (۳۱۳۔ ۱۲۹۹)۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خذف کی کنکریوں کی طرح یعنی چھوٹی چھوٹی کنکریوں کے ساتھ مناروں کو مارتے ہوئے دیکھا۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں کنکریاں پھینکنے کا طریقہ مختلف لکھا ہے۔ لیکن صحیح تر یہ ہے کہ شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کے سروں کو پکڑ کر یعنی چٹکی میں رکھ کر پھینکے اور معمول بھی اسی طرح ہے۔

چاشت کے وقت کنکریاں مارنا

۳/۲۴۸۷ وَعَنْهُ قَالَ رَمٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَاَمَّا بَعْدَ ذٰلِكَ فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۷۹/۳۔ تعلیقاً۔ واخرجه مسلم فی ۹۴۵/۲ الحدیث رقم (۳۱۴۔ ۱۲۹۹)۔ وابوداؤد فی سننه ۴۹۶/۲ الحدیث رقم ۱۹۷۱ والترمذی فی ۲۴۱/۳ الحدیث رقم ۸۹۴۔ والنسائی فی ۲۷۰/۵ الحدیث رقم ۳۰۶۳۔ وابن ماجه فی ۱۰۱۴/۲ الحدیث رقم ۳۰۵۳۔ والدارمی ۸۵/۲ الحدیث رقم ۱۸۹۶۔ واحمد فی المسند ۳۱۹/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن چاشت کے وقت جس وقت دو پہر ڈھلی مناروں پر کنکریاں ماریں۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر مناروں پر کنکریاں ڈال دے پھینکے نہیں تو کافی ہے لیکن برا ہے بخلاف رکھ دینے کے' یہ کافی بھی نہیں ہے۔ اور ضحوۃ آفتاب کے زوال سے پہلے تک کے وقت کو کہتے ہیں اور قربانی کے دن کے بعد یعنی ایام تشریق جو کہ تیرہویں تک ہے زوال کے بعد رمی کرتے تھے۔ ابن ہمامؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ رمی کا وقت عیدالضحیٰ کے دوسرے دن یعنی گیارہویں تاریخ کو زوال کے بعد ہوتا ہے اور اسی طرح تیسرے دن۔ پھر اگر مکہ کو جائے تو تیرہویں کی فجر سے پہلے چلا جائے اور اگر فجر ہونے کے بعد جائے تو رمی ضروری ہے اور اس دن زوال سے پہلے بھی رمی جائز ہے۔

اللہ اکبر کہہ کر کنکریاں پھینکنا

۴/۲۴۸۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ اِنْتَهٰى اِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرٰى فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهٖ وَمِنًى عَنْ يَمِيْنِهٖ وَرَمٰى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَمَى الَّذِىْ اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۸۰/۳۔ الحدیث رقم ۱۷۴۹۔ ومسلم فی صحیحه ۹۴۲/۲ الحدیث رقم (۳۰۵۔ ۱۲۹۶) وابوداؤد فی السنن ۴۹۷/۲ الحدیث رقم ۱۹۷۴ والترمذی ۲۴۵/۳ الحدیث رقم ۹۰۱۔ والنسائی فی ۲۷۴/۵ الحدیث رقم ۳۰۷۲ وابن ماجه فی ۱۰۰۸/۲ الحدیث رقم ۳۰۳۰۔ واحمد فی المسند ۴۵۸/۱۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جمرہ کبری کی طرف پہنچے۔ یعنی جمرۃ العقبہ کے پس خانہ کعبہ اپنے بائیں طرف کیا اور منیٰ کو اپنے دائیں طرف اور اللہ اکبر کہہ کر کنکریاں پھینکتے تھے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے۔ پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسی طرح سے انہوں نے کنکریاں پھینکیں جن پر (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر) سورۃ بقرہ اتاری گئی۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جمرات کی رمی کرتے وقت خانہ کعبہ کو اپنے بائیں طرف کرنا اور منیٰ

کو دائیں طرف کرنا مستحب ہے کہ قبلہ رو کھڑا ہو اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے تھے: اللہ اکبر اللّٰھم اجعلہ حجا مبرورا ذنبًا مغفورًا وعملاً مشکورًا اور سورۃ بقرہ کو خاص اس لیے ذکر کیا ہے۔

کنکریاں پھینکنے کا طریقہ

۵/۲۴۸۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاِسْتِجْمَارُ تَوٌّ وَرَمْیُ الْجِمَارِ تَوٌّ وَالسَّعْیُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ تَوٌّ وَالطَّوَافُ تَوٌّ وَاِذَا اسْتَجْمَرَ اَحَدُکُمْ فَلْیَسْتَجْمِرْ بِتَوٍّ۔ (رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۹۴۵/۲ الحدیث رقم (۳۱۵۔ ۱۳۰۰)۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ استنجا طاق ہے یعنی تین ڈھیلے کے ساتھ اور طاق عدد کنکریاں پھینکے یعنی سات کنکریاں پھینکے صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگائے اور خانہ کعبہ کے گرد چکر لگانا بھی طاق ہے یعنی سات بار چکر لگائے اور جس وقت تم میں سے کوئی دھونی لے تو اس کو چاہیے کہ طاق مرتبہ لے۔ یعنی تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ۔ اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ سات سات کنکریاں پھینکنا جمرات پر واجب ہے اور سات مرتبہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہے اور سات مرتبہ خانہ کعبہ کے گرد چکر لگانا جمہور علماء کے نزدیک فرض ہے اور ہمارے نزدیک پہلے چار چکر لگانا فرض، باقی واجب ہیں۔

الفصل الثانی:

حضور ﷺ نے اُونٹنی پر سوار ہو کر (جمرۃ العقبہ کی) رمی فرمائی

۶/۲۴۹۰ وَعَنْ قُدَامَۃَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْمِی الْجَمْرَۃَ یَوْمَ النَّحْرِ عَلٰی نَاقَۃٍ صَھْبَاءَ لَیْسَ ضَرْبٌ وَلَا طَرْدٌ وَلَیْسَ قِیْلُ اِلَیْکَ اِلَیْکَ۔

(رواہ الشافعی والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والدارمی)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۲۴۷/۳ الحدیث رقم ۹۰۳۔ والنسائی فی ۲۷۰/۵ الحدیث قم ۳۰۶۲۔ وابن ماجہ ۱۰۰۹/۲ الحدیث رقم ۳۰۳۵۔ والدارمی ۸۷/۲ الحدیث رقم ۱۹۰۱۔ واحمد فی المسند ۴۱۲/۳۔ ۴۱۳۔

ترجمہ: قدامہ بن عبداللہ بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو قربانی کے دن صہباء اونٹنی پر سوار ہو کر جمرۃ العقبہ پر کنکریاں پھینکتے ہوئے دیکھا۔ اونٹنی پر سوار ہو کر اس جگہ نہ مارنا تھا اور نہ ہانکنا تھا اور نہ یہ کہنا کہ ایک طرف ہو جاؤ۔ اس کو امام شافعی، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ صہباء اس اونٹنی کو کہتے ہیں کہ اس کی سفیدی سرخی کے ساتھ ملی ہوئی ہو اس طرح کہ بالوں کی نوکیں سرخ ہوں۔ الحاصل یہ کہ جیسے امیروں کے آگے چوکیدار اور نقیب اہتمام کرنے کے لیے چلتے ہیں اسی طرح حضور ﷺ کے آگے چلنے کا

معمول نہ تھا۔

۲۴۹۱/۷ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ رَمْيُ الْجِمَارِ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِإِقَامَةِ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (رواه الترمذی والدارمی وقال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۴۴۷/۲ الحدیث رقم ۱۸۸۸۔ والترمذی فی ۲۴۶/۲ الحدیث رقم ۹۰۲۔ والدارمی فی ۷۱/۲ الحدیث رقم ۱۸۵۳۔ واحمد فی المسند ۱۳۹/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مناروں کا مارنا اور صفا و مروہ کی رمی کرنا اللہ کی یاد کو قائم کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ ترمذی، دارمی اور امام ترمذیؒ نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہراً یہ ایسے افعال ہیں کہ ان کا عبادت ہونا معلوم نہیں ہوتا لیکن ان کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے اور سعی کے دوران ماثورہ دعائیں پڑھنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

منیٰ کی جگہ سب لوگوں کے لیے برابر ہے

۲۴۹۲/۸ وَعَنْهَا قَالَتْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا نَبْنِي لَكَ بِنَاءً يُظِلُّكَ بِمِنًى قَالَ لَا مِنًى مُنَاخُ مَنْ سَبَقَ۔

(رواه الترمذی وابن ماجة والدارمی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۲۱/۲ الحدیث رقم ۲۰۱۹۔ وابن ماجه فی ۱۰۰۰/۲ الحدیث رقم ۳۰۰۷۔ والدارمی ۱۰۰/۲ الحدیث رقم ۱۹۳۷۔ واحمد فی المسند۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمارت نہ بنا دیں کہ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سایہ حاصل کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ منیٰ اس شخص کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے جو پہلے پہنچے۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابن ماجہ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ خصوصیت اس میں سبقت کے ساتھ ہے نہ کہ مکان بنانے کے ساتھ یعنی منیٰ ایسی جگہ ہے کہ اس میں کسی کے لیے خصوصیت نہیں ہے جو منیٰ میں پہلے پہنچ جائے اس کا مستحق وہی ہے۔

الفصل الثالث:

ابن عمر رضی اللہ عنہما کے وقوف کا ذکر

۲۴۹۳/۹ عَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقِفُ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ وُقُوْفًا طَوِيْلًا يُكَبِّرُ اللّٰهَ وَيُسَبِّحُهٗ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُو اللّٰهَ وَلَا يَقِفُ عِنْدَ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ۔ (مالك الموطا)

اخرجه مالك فی الموطأ ۴۰۷/۱ الحدیث رقم ۲۱۲ من کتاب الحج۔

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق ابن عمر رضی اللہ عنہما لمبا ٹھہرنے سے یعنی زیادہ دیر ٹھہرنے سے پہلے دو مناروں کے پاس ٹھہرتے اور اللہ اکبر، سبحان اللہ اور الحمد للہ کہتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے اور جمرۃ العقبہ کے نزدیک نہ

ٹھہرتے۔ اس کو امام مالکؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث میں دو مناروں سے مراد جمرہ اولیٰ اور وسطیٰ ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب رمی کر کے فارغ ہو جائے وہاں ٹھہر کر دعا وغیرہ کر کے دعا وآہ وزاری اور قیام کرنا مسنون ہے اور علماء نے لکھا ہے سورۃ بقرہ پڑھنے کی بقدر کھڑے رہنا چاہیے اور بعض اہل اللہ اتنا کھڑے رہتے ہیں کہ ان کے پاؤں پر ورم آ جاتے ہیں اور دعا کے لیے جمرۃ العقبہ کے نزدیک نہیں ٹھہرتے تھے اور اس سے دعا بالکل ترک کرنا لازم نہیں آتا اور باب یوم النحر میں آئے گا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح دیکھا ہے۔

بَابُ الْهَدْيِ

یہ باب ہدی کے بیان میں ہے

فائدہ: ہدی زبر اور دال کے سکون کے ساتھ ان چار پایوں کا نام ہے کہ جو حرم میں ثواب کے لئے ذبح کئے جاتے ہیں خواہ بکری، دنبہ، بھیڑ ہو خواہ بیل، بھینس واونٹ ہو جو کہ قربانی میں شرط ہے۔ تو ان میں بکری اور اس کی طرح جانور کفایت کر جاتے ہیں یعنی کافی ہیں۔ مگر حالت جنابت میں طواف الزیارۃ کرے۔ یا حیض کی حالت میں جماع کرے یا وقوف عرفہ کے بعد سر منڈانے سے پہلے جماع کرے تو اس سے یہ کفایت نہیں کرتے مگر بدنہ یعنی اونٹ یا گائیں اور ہدی دو قسم پر ہے: واجب اور تطوع یعنی نفل پھر واجب ہدی کی کئی قسمیں ہیں: ① ہدی قرآن۔ ② ہدی تمتع ③ ہدی جنایات اور نذر کی ہدی اور ہدی احصار۔ اور ہدی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بندہ ہدی بطور ہدیہ اللہ کے دربار میں بھیجتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے نزدیکی حاصل کرتا ہے۔

الفصل الاول:

ہدی کو قلادہ پہنانا جائز ہے

۱/۲۴۹۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ دَعَا بِنَاقَتِهِ فَأَشْعَرَهَا فِيْ صَفْحَةِ سَنَامِهَا الْأَيْمَنِ وَسَلَتِ الدَّمَّ عَنْهَا وَقَلَّدَهَا نَعْلَيْنِ ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ اَهَلَّ بِالْحَجِّ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ٩١٢/٢ الحديث رقم (٢٠٥۔ ١٢٤٣)۔ وابوداؤد فی السنن ٣٦٢/٢ الحديث رقم ١٧٥٢۔ والترمذی فی ٢٤٩/٣ الحديث رقم ٩٠٦ والنسائی فی ١٧٠/٥ الحديث رقم ٢٧٧٤۔ والدارمی فی ٩١/٢ الحديث رقم ١٩١٢۔ واحمد فی المسند ٢١٦/١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ذی الحلیفہ میں پڑھی۔ پھر اونٹنی منگوائی پھر اونٹنی کے داہنی کوہان کے کنارے میں زخم کیا اور خون صاف کر دیا اور گلے میں دو جوتیوں کا ہار ڈالا پھر اپنی اونٹنی پر

سوار ہوئے جس کا نام قصوا تھا پس جب اونٹنی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا اور بیداء مقام پر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے لیے تلبیہ پڑھا۔اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے چلے اور ذی الحلیفہ میں پہنچے جو کہ اہلِ مدینہ کی میقات ہے تو ظہر کی نماز پڑھی پھر اپنی اونٹنی منگوائی کہ جس کو بطور ہدی کے لے کر چلے تھے پس اس کی کوہان کے داہنی جانب نیزہ مارا اور خون صاف کر کے ہدی کی علامت کے لئے دو جوتیوں کا ہار اس کے گلے میں ڈال دیا تا کہ لوگ اس نشانی سے معلوم کر لیں کہ ہدی ہے اس سے کوئی تعرض نہ کریں اگر راستہ بھول جائے تو لوگ پہنچادیں اور اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ جس اونٹنی پر یہ علامت نہ دیکھتے تو اس کو لوٹ لیتے اور جس پر یہ علامت دیکھتے تو اس کو چھوڑ دیتے پھر شارع علیہ السلام نے مذکورہ اعراض کی وجہ سے اس کو درست رکھا اور جمہور ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اشعار کرنا یعنی زخمی کرنا مسنون ہے لیکن بکری' بھیڑ' دُنبہ وغیرہ میں اشعار نہ کرے اس لیے کہ کمزور ہیں اور تقلید کافی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہار ڈالنا مستحب ہے اور اشعار مطلقاً مکروہ ہے اور علماء نے اس کی تاویل کی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے کے اشعار کو مکروہ کہا ہے کہ اس وقت رگ کو بہت زیادہ زخمی کر دیتے تھے کہ زخم کے سرایت کرنے کا خوف ہوتا تھا اصل اشعار کو مکروہ نہیں سمجھتے تھے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی اور باب صلوٰۃ السفر میں بخاری اور مسلم میں حدیث گزری ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز مدینہ منورہ میں پڑھی اور عصر ذی الحلیفہ میں پڑھی۔ان میں تطبیق یوں دی جائے گی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز مدینہ میں نہیں پڑھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نفل پڑھتے دیکھ کر گمان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ذی الحلیفہ میں پڑھی اور حج اور عمرے کے لیے لبیک کہی۔اس لیے کہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج اور عمرے کے ساتھ لبیک کہتے تھے پس راوی نے فقط حج ہی کا ذکر کیا ہے اس لیے کہ وہ اصل ہے یا یہ کہ عمرے کا ذکر نہ سنا ہوگا۔

ہدی کے گلے میں ہار ڈالنا جائز ہے

۲/۲۴۹۵ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً اِلَى الْبَيْتِ غَنَمًا فَقَلَّدَهَا۔ (متفق علیه)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۹۵۸/۲ الحديث رقم (۳٦۷۔ ۱۳۲۱)۔ وابن ماجه فی السنن ۱۰۳٤/۲ الحديث رقم ۳۰۹٦۔ واحمد فی المسند ٤۲/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خانہ کعبہ کی طرف بکریاں بطور ہدی بھیجیں۔ پھر ان کے گلے میں ہار ڈالا۔اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اشعار کرنا بکریوں میں نہیں ہے اور ان کو ہار ڈالنا مسنون ہے امام مالک کا اس میں اختلاف ہے۔

ہدی دینے کا جواز

۳/۲۴۹۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ ذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَائِشَةَ بَقَرَةً يَوْمَ النَّحْرِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٩٥٦/٢ الحديث رقم (٣٥٦۔ ١٣١٩)۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ایک گائے قربانی کے دن ذبح کی۔ اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو ہدی دینا درست ہے جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے گائے ذبح کی۔

۴/۲۴۹۷ وَعَنْهُ قَالَ نَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهٖ بَقَرَةً فِيْ حَجَّتِهٖ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٩٥٦/٢ الحديث رقم (٣٥٧۔ ١٣١٩)۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی بیویوں کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔ اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اوپر والی حدیث اس بات پر محمول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کے اذن سے قربانی کی ہوگی۔ اس لیے کہ کسی کی اجازت کے بغیر کسی کی طرف سے قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔ علامہ طیبی اور مشہور ائمہ کے نزدیک یہی ہے کہ گائے سات آدمیوں کی طرف سے کرنی جائز ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ایک گائے یا ایک گائے بکری وغیرہ تمام گھر والوں کی طرف سے کافی ہے یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ اگر سات سے زیادہ کی طرف سے کی ہوگی اور دوسروں کے نزدیک یہ حدیث محمول ہے کہ سات کی طرف سے ہوگی۔

بدنوں کو ہار پہنانا جائز ہے

۵/۲۴۹۸ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ثُمَّ قَلَّدَهَا وَاَشْعَرَهَا وَاَهْدَاهَا فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ اُحِلَّ لَهٗ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٥٤٢/٣۔ الحديث رقم ١٦٩٦۔ ومسلم في صحيحه ٩٥٩/٢ الحديث رقم (٣٦٩۔ ١٣٢١) والنسائي ١٧٥/٥ الحديث رقم ٢٧٩٣۔ ومالك في الموطأ ٣٤٠/١ الحديث رقم ٥١ من كتاب الحج۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اونٹوں کے اپنے ہاتھ سے ہار بٹے اور ان کے گلے میں ڈالے اور ان کو زخمی کیا یعنی ان کے کوہانوں کو داغا اور ان کو ہدی بنا کر خانہ کعبہ کی طرف بھیجا۔ یعنی جب نویں سال حج فرض ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو حاجیوں کا امیر بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ ہدی کے اونٹ بھیجے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی چیز حرام نہ ہوئی جو چیز کہ حلال کی گئی تھی۔ اس کو بخاری رحمہ اللہ اور مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر احرام کے احکام جاری نہ ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

نے یہ بات اس لیے کہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جو کوئی مکہ کی طرف ہدی لے کر جائے یا بھیجے اس پر وہ چیزیں حرام ہوتی ہیں جو محرم پر حرام ہوتی ہے جب تک کہ ہدی حرم میں پہنچ جائے اور ذبح کر دی جائے۔ اس حدیث کو بیان کر کرے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو رد کرنا مقصود تھا۔

۶/۲۴۹۹ وَعَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَهَا مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدِیْ ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ اَبِیْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵٤٥/۳۔ الحدیث رقم ۱۷۰۰۔ ومسلم ۹۵۹/۲ الحدیث رقم (۳٦۹۔ ۱۳۲۱)۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے میں نے اونٹوں کے ہار علوف کے بٹے جو میرے پاس تھا پھر اونٹوں کو ہدی بنا کر میرے باپ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ بھیجا۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ معلوم ہو چکا۔

مطلق ہدی پر سوار ہونا ممنوع نہیں ہے

۲۵۰۰/۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلاً يَسُوْقُ بُدْنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا فَقَالَ اِنَّهَا بُدْنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا فَقَالَ اِنَّهَا بُدْنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ فِی الثَّانِيَةِ اَوِ الثَّالِثَةِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۳٦/۳۔ الحدیث رقم ۱٦۸۹۔ ومسلم فی ۹٦۰/۲ الحدیث رقم ۳۷۱۔ ۱۳۲۲)۔ وابوداؤد فی السنن ۳٦۷/۲ الحدیث رقم ۱۷٦۰ والترمذی فی ۲۵٤/۳ الحدیث رقم ۹۱۱۔ والنسائی فی ۱۷٦/۵ الحدیث رقم ۲۷۹۹۔ ومالك فی الموطأ ۳۷۷/۱ الحدیث رقم ۱۳۹ من کتاب الحج واحمد فی المسند ۵۰۵/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کو دیکھا اونٹ کو ہانکتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا کہ یہ ہدی ہے یعنی میں کیسے اس پر سوار ہوں وہ یہ سمجھا کہ مطلقاً ہدی پر سوار ہونا درست نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ اس نے کہا کہ یہ ہدی ہے فرمایا سوار ہو جاؤ میں تجھ کو کہتا ہوں اور پھر تو عذر کرتا ہے یہ بات دوسری یا تیسری مرتبہ فرمائی۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ مطلقاً ہدی پر سوار ہونا ممنوع نہیں ہے بلکہ ہدی پر سوار ہونے کی اجازت ہے۔

ہدی پر سوار ہونے کا مسئلہ

۸/۲۵۰۱ وَعَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ سُئِلَ عَنْ رُكُوْبِ الْهَدْیِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ارْكَبْهَا بِالْمَعْرُوْفِ اِذَا اُلْجِئْتَ اِلَيْهَا حَتّٰى تَجِدَ ظَهْرًا۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۹٦۱/۲ الحدیث رقم (۳۷۵۔ ۱۳۲٤)۔ وابوداؤد فی السنن ۳٦/۲ الحدیث رقم ۱۷٦۱ والنسائی ۱۷۷/۵ الحدیث رقم ۲۸۰۲۔

ترجمہ: حضرت ابوزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ان سے ہدی پر سوار

ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے اس پر اچھی طرح سوار ہو یعنی اس طرح سوار ہو کہ اس کو ضرر نہ پہنچے اور جس وقت تو اس کی طرف مضطر ہو یہاں تک کہ دوسری سواری نہ ملے۔اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدی پر سوار ہونے کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ ہدی پر سوار ہونا درست ہے یا نہیں۔بعض تو کہتے ہیں اگر ضرر نہ کرے تو سوار ہو جاؤ اور حنفیہ کہتے ہیں اگر ضرورت پڑے تو سوار ہو جاؤ اور اگر ضرورت نہ پڑے تو سوار نہ ہو۔تو جن روایتوں میں مطلقاً سوار ہونے کا حکم آیا ہے تو وہ ضرورت پر محمول ہیں۔

قریب المرگ ہدی کا مسئلہ

۹/۲۵۰۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ عَشَرَ بُدْنَةً مَعَ رَجُلٍ وَاَمَّرَهُ فِيْهَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ اَصْنَعُ بِمَا اُبْدِعُ عَلَيَّ مِنْهَا قَالَ انْحَرْهَا ثُمَّ اصْبُغْ نَعْلَيْهَا فِيْ دَمِهَا ثُمَّ اجْعَلْهَا عَلٰى صَفْحَتِهَا وَلَا تَاْكُلْ مِنْهَا اَنْتَ وَلَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ رُفْقَتِكَ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ۹۶۲/۲ الحديث رقم (۳۷۷۔ ۱۳۲۵)۔ وابوداؤد فى السنن ۳۶۸/۲ الحديث رقم ۱۷۶۳۔ واحمد فى المسند ۲۱۷/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص (ناجیہ اسلمی) کے ساتھ سولہ اونٹ (بطور ہدی کے) بھیجے۔یعنی وہ نگہبانی کرتا ہوا لے جائے اور مکہ پہنچ کر ذبح کرے۔پس اس نے کہا اے اللہ کے رسول! کہ میں اس اونٹ کو کیا کروں جو ان میں سے تھکاوٹ کی وجہ سے یا دبلا پن کی وجہ سے قریب المرگ ہو کر چل نہ سکے۔فرمایا اس کو ذبح کرو اور اس کی دونوں پاپوشین کو اس کے خون میں رنگ دو۔یعنی وہ جوتیاں جو بطور ہار کے گلے میں ڈالی تھیں پر پھر تو ان پاپوشوں کو اس کے کوہان کے کناروں پر رکھ دے اور تو اور تیرے دوست اس میں سے نہ کھائیں۔اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں جوتیوں کو اونٹ کے خون میں رنگ کر اس کے کوہان پر نشان لگانے کے لئے آپ ﷺ نے اس لیے فرمایا تاکہ راستے میں چلنے والے لوگوں کو پتہ چل جائے کہ یہ ہدی ہے پس اس میں سے فقیر لوگ کھائیں نہ کہ اغنیاء کہ اغنیاء کا کھانا حرام ہے اور تو اس میں سے نہ کھا۔ برابر ہے کہ فقیر ہو یا غنی ان کو مطلقاً منع اس لیے کیا کہ کہیں فقر کا بہانہ کر کے اپنے کھانے کے لیے ذبح نہ کر ڈالیں اور اگر کوئی کہے جب اس کو کوئی نہ کھائے گا قافلہ میں سے تو یوں ہی ضائع ہوگا۔جواب یہ کہ جنگل کے رہنے والے ان کے پیچھے منتفع ہوں گے اور کبھی دوسرے قافلے والے آئیں گے اور وہ فائدہ اٹھائیں گے اس سے راستے میں جو ہدی ہلاک ہونے لگے اور اس کو ذبح کرے اس کا وہی حکم ہے جو اوپر مذکورہ ہو چکا ہے اس کا کھانا اغنیاء اور دوسرے قافلے والوں کے لیے درست نہیں ہے لیکن اس میں تفصیل ہے چنانچہ وہ ملتقی الابحر اور درمختار میں مذکورہ ہے کہ ہدی جو ہلاک ہونے لگے یا عیب دار ہو تو دوسری ہدی اس کے قائم مقام کرے اور اس کو جو چاہے کرے اور اگر نفل ہدی ہلاک ہونے لگے تو اس کو ذبح کر دے اور جوتی اس کے خون میں رنگ کر اس کی گردن پر چھاپہ لگا دے اور اس سے نہ کھائے اور نہ ہی غنی کھائے انتہی اور جو

ہدی جا کر ذبح کی جائے اس کا حکم اس فصل کے اخیر میں مذکورہ ہو چکا ہے کہ نفلی ہدی اور متعہ اور قرآن اور قربانی میں سے کھانا مستحب ہے اور ان کے علاوہ درست نہیں ہے اور نثار حسین کو اس حدیث کی شرح میں بھول ہوئی ہے کہ لکھا ہے کہ یہ حکم اس ہدی کا ہے کہ جس کو بطور نذر اپنے اوپر واجب کیا ہو اور جبکہ نفل ہو تو کھانا اس کا درست ہے انتھی۔ تو انہوں نے راستے کی ہدی کو وہاں کی ہدی پر قیاس کیا ہے اور لکھا ہے اور یہ متون کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۵۰۳/۱۰ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبُدْنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۹۵۵/۲ الحدیث رقم (۳۵۰۔ ۱۳۱۸)۔ وابوداؤد فی السنن ۲۳۹/۳ الحدیث رقم ۲۸۰۹۔ والترمذی فی السنن ۲۴۸/۳ الحدیث رقم ۹۰۴ وابن ماجه ۱۰۴۷/۲ الحدیث رقم ۳۱۳۲۔ ومالك فی الموطأ ۴۸۶/۴ الحدیث رقم ۹ من کتاب الضحایا۔ واحمد فی المسند ۲۹۳/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم نے حدیبیہ کے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونٹ اور گائے سات آدمیوں کی کی طرف سے نحر کیے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اکثر اہل علم کے لیے دلیل ہے کہ سات کا ایک اونٹ اور گائے میں میں شریک ہونا جائز ہے جب کہ سب کی نیت ثواب کی ہو۔ خواہ ثواب ایک طرح کا ہو۔ جیسے ایک کو ہدی منظور ہو اور دوسرے کو بھی ہدی یا ثواب مختلف ہو جیسے کہ بعض ہدی کا ارادہ کریں اور بعض لوگ قربانی کا اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر بعض لوگ ثواب کا ارادہ کریں اور بعض گوشت کا تو بھی جائز ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اس میں شریک ہونا مطلقاً واجب نہیں ہے اور بکری میں شریک ہونا جائز نہیں ہے بالاجماع۔

نحر کرنے کا طریقہ

۲۵۰۴/۱۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ اَتٰى عَلٰى رَجُلٍ قَدْ اَنَاخَ بُدْنَتَهٗ يَنْحَرُهَا قَالَ ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۴۶/۳ الحدیث رقم ۱۷۱۳۔ ومسلم فی صحیحه ۹۵۶/۲ الحدیث رقم (۳۵۸۔ ۱۳۲۰) وابوداؤد فی السنن ۳۷۱/۲ الحدیث رقم ۱۷۶۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کے پاس آئے کہ جس نے اپنا اونٹ نحر کرنے کے لئے بٹھایا تھا۔ اس کو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: تم اس کو کھڑا کرو اور (اس کا بایاں) پاؤں باندھو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو پکڑو۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث پاک میں نحر کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ نحر اونٹ کے سینے میں نیزہ مارنے کو کہتے ہیں اور ذبح چھری وغیرہ سے گائے وغیرہ کا گلا کاٹنے کو کہتے ہیں۔ پس اونٹ میں نحر سنت ہے اور گائے بکری وغیرہ میں ذبح سنت ہے اور اونٹ کے نحر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے بایاں زانوں رسّی سے باندھے اور اس کے سینے پر نیزہ مارے تا کہ خون

جاری ہو جائے اور گر پڑے اور ابن ہمامؒ نے لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کھڑا کر کے نحر کرنا افضل ہے اور اگر کھڑا نہ کر سکے تو بٹھا کر نحر کرنا لٹا کر کرنے سے افضل ہے اور گائے، بکری وغیرہ کو بائیں پہلو پر لٹا کر پاؤں رکھ کر ذبح کرے۔

گوشت، جھول وغیرہ اور چمڑہ کو صدقہ کرنا چاہیے

۱۲/۲۵۰۵ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقُوْمَ عَلٰی بُدْنِهٖ وَاَنْ اَتَصَدَّقَ بِلَحْمِهَا وَجُلُوْدِهَا وَاَجِلَّتِهَا وَاَنْ لَّا اُعْطِیَ الْجَزَّارَ مِنْهَا قَالَ نَحْنُ نُعْطِيْهِ مِنْ عِنْدِنَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۵۶/۳۔ الحدیث رقم ۱۷۱۶۔ واخرجه مسلم فی صحیحه ۹۵۴/۲ الحدیث رقم (۳۴۸۔ ۱۳۱۷)۔ وابوداؤد فی السنن ۳۷۱/۲ الحدیث رقم ۱۷۶۹ والدارمی ۱۰۱/۲ الحدیث رقم ۱۹۴۰۔ وابن ماجه ۱۰۳۵/۲ الحدیث رقم ۳۰۹۹۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے اپنے اونٹوں کی خبر گیری کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ ان کے گوشت پوست (چمڑا) اور جھولیں کو صدقہ کروں اور ان میں سے قصاب کو نہ دوں یعنی انکی مزدوری ان میں سے نہ دوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم اس کو مزدوری اپنے پاس سے دیں گے۔ اس کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❀ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اونٹوں سے مراد وہ اونٹ ہیں جن کو حضور ﷺ مکہ کی طرف حجۃ الوداع کے موقعہ پر بطور ہدی کے لے گئے تھے' ان کی تعداد سو تھی جیسے کہ اوپر گزرا ہے اور ہدی کی جھول' مہار اور کھال وغیرہ کو اللہ کے لیے دے دیا۔ قصاب کو ہدی کا گوشت یا اس کا چمڑا مزدوی کے طور پر نہ دے اور احساناً دے تو جائز ہے بالا جماع اور کھال کو بیچ کر اس کی قیمت اللہ کے راستے میں دے دے تو جائز ہے اور ہدی کا دودھ نہ دوہے بلکہ اس کی چھاتی پر ٹھنڈا پانی چھڑک دے تاکہ دودھ منقطع ہو جائے اور اگر دوہے تو اللہ کے لیے صدقہ کر دے۔

قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنا جائز ہے

۱۳/۲۵۰۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا لَا نَاْكُلُ مِنْ لُحُوْمِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلَاثٍ فَرَخَّصَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوْا وَتَزَوَّدُوْا فَاَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۵۷/۳ الحدیث رقم ۱۷۱۹۔ ومسلم فی ۵۶۲/۳ الحدیث رقم (۳۰۔ ۱۹۷۲)۔ واحمد فی المسند ۳۸۸/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ہم قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے تھے پھر نبی کریم ﷺ نے رخصت دے دی پس فرمایا کھاؤ اور توشہ کرو یعنی تین دن کے بعد بھی پس ہم نے کھایا اور توشہ کیا۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❀ ابتدائے اسلام میں لوگوں کو گوشت کی احتیاج بہت زیادہ تھی۔ حضور ﷺ نے حکم فرمایا کہ قربانی کا گوشت تین دن کے بعد تک جمع کر کے نہ رکھا کرو بلکہ اللہ کے لیے دے دیا کرو۔ اس کے بعد ضرورت نہ رہی اور قربانی کرنا سب کے

لیے میسر ہو گیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے اجازت فرمادی کہ اگر تین دن کے بعد بھی جمع کر کے رکھ لو تو اجازت ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور شمنیؒ نے کہا کہ نفلی ہدی، متعہ قرآن اور قربانی کے جانور کا گوشت کھانا مستحب ہے۔ ان کے علاوہ کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ کفارات میں سے ہوتی ہیں۔

الفصل الثانی:

۲۵۰۷/۱۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَھْدٰی عَامَ الْحُدَیْبِیَّۃِ فِیْ ھَدَایَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَمَلاً کَانَ لِاَبِیْ جَھْلٍ فِیْ رَأْسِہٖ بُرَۃٌ مِنْ فِضَّۃٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مِّنْ ذَھَبٍ یَغِیْظُ بِذٰلِکَ الْمُشْرِکِیْنَ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حدیبیہ کے سال اپنے ساتھ ہدایا کے اونٹ لے کر گئے۔ ابوجہل کے اونٹ کے ناک میں چاندی کی ایک نتھنی تھی اور ایک روایت میں آیا ہے کہ سونے کی تھی۔ اس کا مقصد مشرکین کو غصے میں مبتلا کرنا تھا۔ مشرکوں کو غصے میں ڈالتے تھے اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ حضور ﷺ ۶ ہجری کو عمرے کے لئے تشریف لے گئے۔ مشرکوں نے حدیبیہ مقام پر روک لیا اور مکہ میں نہ آنے دیا۔ چنانچہ یہ قصہ مشہور ہے پس اس سفر میں جو اونٹ حضور ﷺ بطور ہدی ذبح کرنے کے لیے لے گئے تھے ان میں ایک اونٹ ابوجہل کا بھی تھا کہ بدر کی لڑائی میں غنیمت میں آیا تھا اس کو حضور ﷺ اس لیے لے گئے تھے تا کہ مشرکین دیکھ کر غمگین ہو جائیں اور جلیں کہ یہ مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا ہے اور ذبح کیا گیا۔ تو لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو غمگین کرنا اور غصے میں ڈالنا مستحب ہے۔

ذبح ہونے والی ہدی کا حکم

۲۵۰۸/۱۵ وَعَنْ نَاجِیَۃَ الْخُزَاعِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ اَصْنَعُ بِمَا عَطِبَ مِنَ الْبُدْنِ قَالَ انْحَرْھَا ثُمَّ اغْمِسْ نَعْلَھَا فِیْ دَمِھَا ثُمَّ خَلِّ بَیْنَ النَّاسِ وَبَیْنَھَا فَیَاْکُلُوْنَھَا۔

(رواہ مالک والترمذی وابن ماجۃ ورواہ ابو داوٗد والدارمی عن ناجیۃ الاسلمی)

اخرجہ الترمذی فی ۲۵۳/۳ الحدیث رقم ۹۱۰ وابن ماجہ ۱۰۳۶/۲ الحدیث رقم ۳۱۰۶۔ ومالک فی الموطأ ۳۸۰/۱ الحدیث رقم ۱۴۸ من کتاب الحج۔ واحمد فی المسند ۳۳۴/۴۔

ترجمہ: حضرت ناجیہ خزاعی ؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں ہدی کے جانوروں میں سے اس جانور کے ساتھ کیا کروں جو مرنے کے قریب ہو؟ فرمایا کہ اس کو ذبح کر دو پھر اس کی پاپوش کو اس کے خون سے رنگ دو یعنی جو کہ اس کا ہار ہے اس کو خون میں رنگ کر اس کی گردن پر چھاپ دو پھر اس ہدی کو لوگوں کے درمیان چھوڑ دو یعنی فقراء کو اس کے کھانے سے منع نہ کرو تا کہ وہ اس سے کھالیں۔

تشریح ❁ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ہدی کے گوشت کو فقراء کھا سکتے ہیں جیسا کہ پہلی فصل میں اس کا مفصل بیان ہو چکا ہے اور ناجیہ اسلمی سے ظاہر یہ ہے کہ اختلاف نسبت میں ہے اور ذات ایک ہے، اس لیے کہ ناجیہ صحابہ میں سے ایک

ہیں۔ پس بعضوں نے اسلمی کہا اور بعضوں نے خزاعی اور یہ دونوں نام ان کے قبیلے کے ہیں۔

قربانی کے دن کی فضیلت

۲۵۰۹/۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُرْطٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَعْظَمَ الْاَيَّامِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ يَوْمَ الْقَرِّ قَالَ ثَوْرٌ وَهُوَ الْيَوْمُ الثَّانِيْ قَالَ وَقُرِّبَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٌ خَمْسٌ اَوْ سِتٌّ فَطَفِقْنَ يَزْدَلِفْنَ اِلَيْهِ بِاَيَّتِهِنَّ يَبْدَأُ قَالَ فَلَمَّا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا قَالَ فَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ خَفِيَّةٍ لَمْ اَفْهَمْهَا فَقُلْتُ مَا قَالَ قَالَ مَنْ شَاءَ اقْتَطَعَ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابوداؤد في السنن ۳۶۹/۲ الحديث رقم ۱۷۶۵۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے فرمایا دنوں میں بڑا دن اللہ کے نزدیک قربانی کا دن ہے ثور (جو کہ اس حدیث کا راوی ہے) نے کہا کہ اس کے بعد قر کا دن ہے اور وہ دوسرا دن ہے یعنی گیارہویں تاریخ کا دن ہے۔ راوی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پانچ یا چھ اونٹ قریب کیے گئے۔ پس اونٹوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہونا شروع کیا تاکہ کسی کو ان میں پہلے ذبح کریں۔ راوی نے کہا۔ جب جانوروں کی گردنیں زمین پر گریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ سے کچھ فرمایا کہ میں سمجھ نہ سکا۔ پھر میں نے اس شخص کو کہا جو میرے پاس تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا جی چاہے اس ہدی میں سے کاٹ کرلے جائے۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث میں آیا ہے کہ قربانی کا دن بہت بڑا دن ہے علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ باقی دنوں سے قربانی کا دن افضل ہے اس لیے کہ ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں کو تمام دنوں کے مقابلے میں افضل کہا گیا ہے۔ انتہی اس سے مراد رمضان کا یا ذوالحجہ کا عشرہ ہے پھر بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام میں سے افضل ذی الحجہ کا عشرہ ہے۔ پس حاصل یہ ہے کہ عشرہ ذی الحجہ کا حرام مہینوں میں افضل ہے اور عشرہ رمضان کا مطلقاً افضل ہے اور یہ بعید نہیں ہے کہ کہا جائے کہ افضلیت باعتبار حیثیت کے مختلف ہے یعنی رمضان میں روزے رکھے جاتے ہیں اور عبادت کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے اور اخیر عشرہ میں اعتکاف ہوتا ہے تو اس جہت سے تو عشرہ اخیر رمضان کا افضل ہے اور عشرہ ذی الحجہ میں افعال حج اور قربانی ہوتی ہے اس جہت سے وہ افضل ہے اور پھر قر کا دن یعنی عید کا دوسرا دن۔ یہ نام اس لیے ہوا ہے کہ لوگ اس دن منیٰ میں ادائے مناسک میں رنج اٹھانے کے بعد قرار و آرام پکڑتے ہیں اور صحیح حدیث میں یہ آیا ہے کہ عرفہ افضل دن ہے۔ پس یہاں بھی وہی مراد ہے کہ تمام ایام سے افضل قر کا دن ہے۔ تاکہ کسی کو ان میں پہلے ذبح کریں اس لیے کہ اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت کو حاصل کرنا چاہتے تھے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

الفصل الثالث:

قربانی کے گوشت کا مسئلہ

۲۵۱۰/۱۷ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَکْوَعِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ضَحّٰی مِنْکُمْ فَلَا یُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَفِیْ بَیْتِهٖ مِنْهُ شَیْءٌ فَلَمَّا کَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَفْعَلُ کَمَا فَعَلْنَا الْعَامَ الْمَاضِیَ قَالَ کُلُوْا وَاَطْعِمُوْا وَادَّخِرُوْا وَاْتَجِرُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ الْعَامَ کَانَ بِالنَّاسِ جُهْدٌ فَاَرَدْتُّ اَنْ تُعِیْنُوْا فِیْهِمْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۲۴۔ الحدیث رقم ۵۵۶۹۔ ومسلم فی صحیحه ۳/۱۵۶۳ الحدیث رقم (۳۴۔ ۱۹۷۴)۔

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تم میں سے قربانی کرے۔ پس وہ تیسرے دن کے بعد صبح نہ کرے اس حال میں اس کے گھر میں کچھ قربانی کا گوشت ہو۔ پس جب اگلا سال آیا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم ایسا ہی کریں جیسا کہ ہم نے گزشتہ سال کیا تھا۔ یعنی قربانی کا گوشت تین دن کے بعد نہ رکھیں؟ فرمایا کھاؤ اور کھلاؤ اور ذخیرہ کرو۔ تحقیق اس سال لوگوں پر محنت و مشقت محتاجگی تھی پس میں نے چاہا جمع کرنے سے منع کروں یہ کہ تم ان کی مدد کرو۔ اب ضرورت نہیں رہی اگر رکھو گے تو اجازت ہے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ✿ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سال مدینہ منورہ میں قحط شدید ہو گیا تھا کہ مدینہ باہر کے رہنے والوں سے بھر گیا تھا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جتنا گوشت لوگوں کے پاس ہے تقسیم کر دیں جمع نہ رکھیں۔ آئندہ سال جب ضرورت نہ رہی تو رکھنے کی اجازت دے دی۔

۲۵۱۱/۱۸ وَعَنْ نُبَیْشَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا کُنَّا نَهَیْنَا کُمْ عَنْ لُحُوْمِهَا اَنْ تَاْکُلُوْهَا فَوْقَ ثَلَاثٍ لِکَیْ تَسَعَکُمْ جَاءَ اللّٰهُ بِالسَّعَةِ فَکُلُوْا وَادَّخِرُوْا اَلَا وَاِنَّ هٰذِهِ الْاَیَّامَ اَیَّامُ اَکْلٍ وَّشُرْبٍ وَّذِکْرِ اللّٰهِ۔ (رواه ابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳/۲۴۳ الحدیث رقم ۲۸۱۳۔ وابن ماجه مختصراً فی ۲/۱۰۵۵ الحدیث رقم ۳۱۶۰۔ والدارمی ۲/۱۰۸ الحدیث رقم ۱۹۵۸۔

ترجمہ: حضرت نبیشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تحقیق ہم تم کو قربانی کے گوشت یا ہدی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ کھانے سے منع کرتے تھے تاکہ تم کو وسعت ہو یعنی تمہارے فقراء کو بھی پہنچے۔ اب اللہ تعالیٰ نے وسعت کر دی ہے پس کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور ثواب طلب کرو۔ یعنی تصدق کرنے کے ساتھ خبردار رہو اور تحقیق یہ دن یعنی منیٰ کے چاروں دن کھانے پینے اور اللہ کی یاد کے ہیں۔ پس روزہ ان دنوں میں حرام ہے۔

تشریح ✿ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دن اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے کے ہیں' اللہ تعالیٰ کے اس

قول کے مطابق: ﴿ فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآئَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ﴾۔

بَابُ الْحَلْقِ

سر منڈانے کا بیان

یہ باب سر منڈانے کے بیان میں ہے یعنی اس باب میں سر منڈانے اور بال کتروانے کا ذکر ہے اور مؤلف نے افضل بیان کے ساتھ اکتفا کیا ہے کہ احرام سے نکلے تو سر منڈانا بال کتروانے سے افضل ہے اور اس کے آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے حج اور عمرے کے سر منڈوانے کے بارے میں تفصیل ذکر ہوگی ان شاء اللہ۔

الفصل الاول:

سر منڈانا افضل ہے

۱/۲۵۱۲ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَ رَأْسَهٗ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَاُنَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۱۰۹/۸، الحدیث رقم ٤٤١١۔ ومسلم فی صحيحه ۹٤٥/۲ الحدیث رقم (۳۱٦۔ ۱۳۰۱) وابوداؤد فی السنن ۵۰۰/۲ الحدیث رقم ۱۹۸۰ واحمد فی المسند ۱۲۸/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر حجۃ الوداع میں منڈایا اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے سر منڈایا اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بال کتروائے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی وجہ سے اور فضیلت حاصل کرنے کے لیے سر منڈایا اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواز پر عمل کر کے بال کترائے اور صحیحین وغیرہ میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء میں بال کتروائے۔ پس دونوں چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں لیکن سر منڈانا افضل ہے۔

۲/۲۵۱۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ لِيْ مُعَاوِيَةُ اِنِّيْ قَصَّرْتُ مِنْ رَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْمَرْوَةِ بِمِشْقَصٍ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۵٦۱/۳۔ الحدیث رقم ۱۷۳۰۔ ومسلم فی صحيحه ۹۱۳/۲ الحدیث رقم (۲۰۹۔ ۱۲٤٦) واخرجه ابوداؤد فی ۳۹٦/۲ الحدیث رقم ۱۸۰۲ والنسائی فی ۲٤٤/۵ الحدیث رقم ۲۹۸۷۔ واحمد فی المسند ۹٦/٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے معاویہ نے فرمایا کہ میں نے مروہ کے قریب تیر کی پیکان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کترے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ بعض لوگوں نے کہا ہے مشقص بڑی قینچی کو کہتے ہیں اور یہ معنی مناسب تر اور ظاہر تر ہیں اور ثابت ہوا ہے کہ

حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر بال نہیں کتروائے بلکہ سر منڈوایا تھا۔ پس معاویہ رضی اللہ عنہ کا تیر کی پیکان سے نبی کریم ﷺ کے بال کاٹنا عمرۃ القضاء کے موقعہ پر تھا۔

''مروہ کے قریب'' یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ عمرۃ القضاء کے موقعہ پر تھا۔ اگر حج کے موقعہ پر ہوتا تو بال کتروانے کا ذکر منیٰ کے قریب کرتے۔

سر منڈانے والوں کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے رحمت کی دُعا فرمائی

۳/۲۵۱۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَالْمُقَصِّرِيْنَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ۵۶۱/۳ الحديث رقم ۱۷۲۷۔ ومسلم في صحيحه ۹۴۵/۲ الحديث رقم (۳۱۷۔ ۱۳۰۱)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر ارشاد فرمایا: اے الٰہی! سر منڈانے والوں پر رحم فرما۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور کتروانے والوں کے لیے بھی رحمت کی دعاء کیجئے اے اللہ کے رسول! فرمایا: اے الٰہی! سر منڈانے والوں پر بھی رحم کر۔ صحابہؓ نے عرض کیا بالوں کے کتروانے والوں کے لیے بھی رحمت کی دعا کر دیجئے اے اللہ کے رسولؐ! حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اور کتروانے والوں پر بھی رحم فرما۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ آپ ﷺ سر منڈانے والوں کے لیے رحمت کی دعا فرمائی اور صحابہؓ کے اصرار پر کتروانے والوں کے لیے بھی رحمت کی دعا کی۔

۴/۲۵۱۵ وَعَنْ يَحْيَى بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ جَدَّتِهٖ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ دَعَا لِلْمُحَلِّقِيْنَ ثَلَاثًا وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ مَرَّةً وَاحِدَةً۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۹۴۶/۲ الحديث رقم (۳۲۱۔ ۱۳۰۳)۔

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اپنی دادی سے کہ جن کی کنیت ام الحصین ہے' سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر نبی کریم ﷺ کو سر منڈانے والوں کے لئے دعا کرتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے سر منڈانے والوں کے لئے تین مرتبہ اور کتروانے والوں کے لئے ایک مرتبہ دعا فرمائی۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیحین کی روایت جو اوپر مذکور ہو چکی ہے کہ حضور ﷺ نے سر منڈانے والوں کے لیے دوبارہ دعا فرمائی اور تیسری مرتبہ کتروانے والے لوگوں کے لیے دعا فرمائی۔ اور صحیحین کی ایک روایت میں آیا ہے کہ چوتھی مرتبہ حضور ﷺ نے کتروانے والوں کے لیے دعا کی ہے اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تین مرتبہ سر منڈانے والوں کے لیے دعا کی اور ایک مرتبہ کتروانے والوں کے لیے دعا فرمائی۔ خواہ تیسری مرتبہ کو شریک کر لیا خواہ چوتھی مرتبہ علیحدہ ان کے لیے دعا کی۔ وجہ تطبیق ان میں یہ ہے کہ یہ دعا کئی مجلسوں میں کی ہو۔ کسی میں دو مرتبہ سر منڈانے والوں کے لیے دعا کی ہو اور

تیسری مرتبہ کتروانے والوں کے لیے دعا کی ہو اور کسی مجلس میں تین مرتبہ سرمنڈانے والوں کے لیے کی ہو اور چوتھی مرتبہ کتروانے والوں کے لیے کی ہو۔ یا یہ کہ جس راوی نے جو سنا اس نے وہی روایت کر دیا۔

۵/۲۵۱۶ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتٰی مِنًی فَاَتَی الْجَمْرَۃَ فَرَمَاھَا ثُمَّ اَتٰی مَنْزِلَہٗ بِمِنًی وَنَحَرَ نُسُکَہٗ ثُمَّ دَعَا بِالْحَلَّاقِ وَنَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّہُ الْاَیْمَنَ فَحَلَقَہٗ ثُمَّ دَعَا اَبَا طَلْحَۃَ الْاَنْصَارِیَّ فَاَعْطَاہُ اِیَّاہُ ثُمَّ نَاوَلَ الشِّقَّ الْاَیْسَرَ فَقَالَ اِحْلِقْ فَحَلَقَہٗ فَاَعْطَاہُ اَبَا طَلْحَۃَ فَقَالَ اَقْسِمْہُ بَیْنَ النَّاسِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۹۴۸/۲ الحدیث رقم (۳۲۶۔ ۱۳۰۵)۔ وابوداؤد فی السنن ۵۰۰/۲ الحدیث رقم ۱۹۸۱۔ والترمذی فی السنن ۲۵۵/۳ الحدیث رقم ۹۱۲۔ واخرجه احمد فی المسند ۱۳۷/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں آئے پھر جمرۃ العقبہ کے پاس تشریف لائے۔ پس اس کو کنکریاں ماریں۔ پھر اپنے مکان میں تشریف لائے کہ جو منیٰ میں تھا اور اپنی ہدی ذبح کی۔ پھر مونڈنے والے کو بلایا۔ اس کا نام معمر بن عبد اللہ تھا اور اپنے سر کی داہنی جانب سر مونڈنے والے کے آگے کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مونڈا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ انصاریؓ کو بلایا اور منڈے ہوئے بال ان کو دیے اور پھر اپنے سر کی بائیں طرف آگے کی اور فرمایا مونڈ پس اس نے سر مونڈا۔ پس منڈے ہوئے بال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دیئے اور فرمایا کہ بالوں کو لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ دائیں طرف سے مونڈنے کی ابتداء کرنا سنت ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دائیں طرف سر منڈانے والے کا اعتبار ہے اور بعض نے کہا کہ دائیں طرف سے سر مونڈنے والے کا معتبر ہے۔

نحر کے دن خوشبو کا استعمال

۶/۲۵۱۷ وَعَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ کُنْتُ اُطَیِّبُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ یُّحْرِمَ وَیَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ اَنْ یَّطُوْفَ بِالْبَیْتِ بِطِیْبٍ فِیْہِ مِسْکٌ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحح ۳۹۶/۳۔ حدیث رقم ۱۵۳۹۔ ومسلم فی ۸۴۹/۲ حدیث رقم (۴۶۔ ۱۱۹۱)۔ وابوداؤد فی السنن ۳۵۸/۲ الحدیث رقم ۱۷۴۵۔ والترمذی فی ۲۵۹/۳ حدیث رقم ۹۱۷۔ والنسائی فی ۱۳۷/۵ الحدیث رقم ۲۶۸۵۔ وابن ماجه فی ۹۷۶/۲ حدیث رقم ۲۹۲۶۔ ومالك فی الموطأ ۳۲۸/۱ الحدیث رقم ۱۷ من کتاب الحج۔ واحمد فی المسند ۱۸۶/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھنے سے پہلے یعنی حج یا عمرے کا احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگاتی تھی یا عمرے کا دونوں کا قربانی کے دن خانہ کعبہ کا طواف کرنے سے پہلے یعنی سرمنڈانے کے بعد اور کپڑے پہننے کے وقت خوشبو لگاتی تھی کہ اس میں مشک ہوتا تھا۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ علماء نے لکھا ہے احرام کو خوشبو لگانا اولیٰ ہے اس میں مشک گلاب ہے اور نحر کے دن احرام سے نکل آتے ہیں اور سوائے عورتوں کے سب چیزیں حلال ہو جاتی ہیں اور طواف کے بعد عورت بھی حلال ہو جاتی ہے یعنی اس سے جماع کرنا بھی

حلال ہو جاتا ہے۔

۲۵۱۸/۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفَاضَ یَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ رَجَعَ فَصَلَّی الظُّهْرَ بِمِنًی۔

اخرجه مسلم فی صحیحه ۹۵۰/۲ الحدیث رقم (۳۳۵۔۱۳۰۸)۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم نحر کے دن (رمی اور ذبح کرنے کے بعد) مکہ میں تشریف لائے اور چاشت کے وقت فرض طواف کیا پھر اسی روز واپس لوٹے اور منیٰ میں ظہر کی نماز پڑھی۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حجۃ الوداع کے باب میں حضرت جابرؓ سے حدیث گزری ہے۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ حضور ﷺ نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی اور مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منیٰ میں پڑھی وجہ تطبیق ان دونوں میں جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے فائدے میں ذکر دی گئی ہے جو چاہے وہاں سے دیکھ لے۔

الفصل الثانی:

عورت کو سر منڈوانا ممنوع ہے

۲۵۱۹/۸ وَعَنْ عَلِیٍّ وَعَائِشَةَ قَالَا نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْاَۃُ رَاْسَهَا۔

(رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۷۵/۳ الحدیث رقم ۹۱۴۔

ترجمہ: حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے دونوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے عورت کو سر منڈوانے سے منع فرمایا ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کو سر منڈوانا ممنوع ہے یعنی جب عورتیں احرام سے نکلیں تو ان پر سر منڈانا واجب نہیں ہے بلکہ حرام ہے اور ان پر بالوں کا کتروانا واجب ہے بخلاف مردوں کے ایک چیز ان میں سے واجب ہے لیکن سر منڈانا افضل ہے پھر ہمارے نزدیک کتروانے والے کے لیے واجب ہے ایک انگشت کی بقدر سر کے بالوں کے چوتھائی سے اور تمام سر سے کتروانا مستحب ہے اور منڈانے میں چوتھائی سر کا منڈانا واجب ہے اور سارے سر کا افضل ہے بہتر مذہب تو یہ ہے جو کہ ابن ہمام نے اختیار کیا ہے اور امام مالکؒ نے اختیار کیا ہے کہ سارے سر کا منڈانا اور کتروانا واجب ہے اور صواب یہی ہے۔ یہ باب تیسری فصل سے خالی ہے۔

۲۵۲۰/۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ عَلَی النِّسَاءِ الْحَلْقُ اِنَّمَا عَلَی النِّسَاءِ التَّقْصِیْرُ۔ (رواہ ابو داود والترمذی والدارمی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۰۲/۲ الحدیث رقم ۱۹۸۵۔ والدارمی فی ۸۹/۲ الحدیث رقم ۱۹۰۶۔ والدارقطنی فی ۲۷۱/۲ الحدیث رقم ۱۶۵ من کتاب الحج۔

ترجمہ: اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورتوں کے لئے سر منڈوانا لازم نہیں

بلکہ انہیں تو فقط اپنے بال کتروانے چاہئیں۔(ابوداؤد، ترمذی، دارمی)

الفصل الاول:

افعال حج میں تقدیم وتاخیر سے کوئی گناہ نہیں ہے

۲۵۲۱/اعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْأَلُوْنَهُ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَمْ اَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ فَقَالَ اِذْبَحْ وَلَا حَرَجَ فَجَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ لَمْ اَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ فَقَالَ اِرْمِ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا اُخِّرَ اِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ (متفق عليه وفى رواية لمسلم) اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ قَالَ اِرْمِ وَلَا حَرَجَ وَاَتَاهُ اٰخَرُ فَقَالَ اَفَضْتُ اِلَى الْبَيْتِ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ قَالَ اِرْمِ وَلَا حَرَجَ۔

اخرجه البخارى فى ٥٦٩/٣ الحديث رقم ١٧٣٦۔ ومسلم فى ٩٤٨/٢ الحديث رقم (٣٢٧۔ ١٣٠٦)۔ وابوداؤد فى السنن ٥١٦/٢ الحديث رقم ٢٠١٤۔ والترمذى فى ٢٥٨/٣ الحديث رقم ٩١٦۔ وابن ماجه فى ١٠١٤/٢ الحديث رقم ٣٠٥١ مالك فى الموطأ ٤٢١/١ الحديث رقم ٢٤٢۔ واحمد فى المسند ١٥٩/٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں منیٰ کے مقام پر لوگوں کے لیے ٹھہرے اس لیے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل پوچھتے تھے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا تھا میں نے اپنا سر ذبح کرنے سے پہلے منڈایا۔ پس فرمایا کہ ذبح کرلے اب کوئی گناہ نہیں ہے پھر ایک اور شخص آیا اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا تھا پس میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے نحر کیا فرمایا اب کنکریاں پھینکو اور کوئی گناہ نہیں ہے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کی تقدیم یا تاخیر کے بارے میں سوال کیا' مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے اور مسلمؒ کی ایک روایت میں آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں نے کنکریاں پھینکنے سے پہلے سر منڈایا فرمایا پھینکو کوئی گناہ نہیں ہے اور ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے کنکریاں پھینکنے سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ فرمایا اب کنکریاں پھینک لے کوئی گناہ نہیں ہے۔

تشریح ❁ نحر کے دن چار چیزیں اس ترتیب سے کرنی چاہئیں کہ پہلے منیٰ میں پہنچ کر جمرۃ العقبہ کی رمی کرے جو کہ ایک منارے کا نام ہے سات کنکریاں مارے پھر جانور کو ذبح کرے پھر سر منڈائے پھر مکہ میں جا کر خانہ کعبہ کا طواف کرے۔ یہ ترتیب اکثر علماء کے نزدیک اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بھی ان ہی میں سے ہیں۔ پس دَم نہیں کرتے یعنی جانور ذبح کرنا ان کے نزدیک اگر کوئی چیز آگے پیچھے ہو جائے واجب نہیں ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ ترتیب واجب ہے اور امام اعظمؒ اور امام مالکؒ ان میں سے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حرج کے نہ ہونے سے مراد جہل ونسیان کی وجہ سے گناہ کا نہ ہونا ہے لیکن دم واجب ہے یعنی ان میں سے اگر کوئی چیز آگے پیچھے ہو جائے تو ایک بکری یا اس کے مانند ذبح کرے اور علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کے مثل روایت کی ہے اور دم واجب کیا پس اگر وہ یہ معنی نہ سمجھتے تو دَ

کیوں واجب کرتے۔ واللہ اعلم۔

۲/۲۵۲۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْئَلُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى فَيَقُوْلُ لَا حَرَجَ فَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ رَمَيْتُ بَعْدَ مَا اَمْسَيْتُ فَقَالَ لَا حَرَجَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۵۹/۳ الحدیث رقم ۱۷۳۵۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نحر کے دن منیٰ میں سوال کیا گیا' فرماتے ہیں کوئی گناہ نہیں پس آپ سے ایک شخص نے پوچھا کہ میں نے کنکریاں شام ہونے کے بعد ماری ہیں۔ پس فرمایا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اگر دیگر ائمہ کرام رحمہم اللہ کے نزدیک قربانی کے دن غروبِ آفتاب تک کنکریاں مارنے میں تاخیر کرے تو دَم لازم آجاتا ہے اور شام سے پیچھے ان کے نزدیک عصر کے بعد ہے اور ہمارے مذہب میں تفصیل ہے کہ کنکریاں مارنے کے لیے قربانی کے دن فجر کے طلوع ہونے کے بعد جواز کا وقت ہے اساءۃ کے ساتھ یعنی جائز ہے لیکن برا ہے اور طلوع آفتاب کے بعد زوال تک مسنون ہے اور مابعد زوال کے غروب تک بغیر برا ہونے کے وقت جواز کا ہے اور رات کو مارنا بھی جائز ہے لیکن برا ہونے کے ساتھ کیونکہ اساءۃ اس صورت میں ہے کہ بغیر عذر کے رات تک تاخیر کرے پس اگر چرواہے اور ان کی طرح کے لوگ رات کو کنکریاں ماریں تو ان کے حق میں برا نہیں ہے چنانچہ اس حدیث میں جو فرمایا ہے تو وہ شخص چرواہا یا اس کے مانند ہوگا فرمایا کہ گناہ نہیں ہے اس لیے کہ معذور تھا اور ابن ہمامؒ نے کہا ہے کہ صبح تک رمی میں بلا عذر تاخیر کرے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک رمی کو صبح تک بلا عذر مؤخر کرے تو اس پر دم لازم آتا ہے بخلاف صاحبینؒ کے پھر وقت مسنون دونوں کے نزدیک قربانی کے دن زوال کے بعد غروب آفتاب تک اور غروب کے فجر طلوع ہونے تک وقت مکروہ ہے اور جب طلوع ہو تو ادا کا وقت فوت ہوگیا اور صاحبینؒ کے نزدیک باقی ہے اور قضاء کا وقت اتفاقاً باقی ہے اور جب چوتھے دن کا آفتاب غروب ہو جائے یعنی تیرہویں کا تو ادا کا وقت اور قضاء کا وقت سب ائمہ کرام کے نزدیک فوت ہو جاتا ہے۔

الفصل الثانی:

افعالِ حج میں تقدیم وتاخیر معاف ہے

۳/۲۵۲۳ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اَفَضْتُ قَبْلَ اَنْ اَحْلِقَ قَالَ اِحْلِقْ اَوْ قَصِّرْ وَلَا حَرَجَ وَجَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ قَالَ اِرْمِ وَلَا حَرَجَ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۵۸/۳ الحدیث رقم ۹۱۶۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول! تحقیق میں نے سر منڈانے سے قبل طواف افاضہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا سر منڈا لے یا کتروا لے اور کوئی گناہ نہیں ہے اور ایک اور شخص آیا' اس نے کہا کہ میں نے کنکریاں پھینکنے سے قبل ذبح کیا ہے۔ فرمایا کنکریاں پھینکو اور کوئی گناہ نہیں ہے اور

امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ افعال حج میں اگر تقدیم وتاخیر ہو جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔

الفصل الثالث:

۴/۲۵۲۴ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجًّا فَكَانَ النَّاسُ يَأْتُوْنَهُ فَمِنْ قَائِلٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَعَيْتُ قَبْلَ اَنْ اَطُوْفَ اَوْ اَخَّرْتُ شَيْئًا اَوْ قَدَّمْتُ شَيْئًا فَكَانَ يَقُوْلُ لَا حَرَجَ اِلَّا عَلٰى رَجُلٍ اقْتَرَضَ عِرْضَ مُسْلِمٍ وَهُوَ ظَالِمٌ فَذٰلِكَ الَّذِىْ حَرِجَ وَهَلَكَ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی ۵۱۷/۲ الحدیث رقم ۲۰۱۵۔

ترجمہ: حضرت اُسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرنے کے لیے نکلا۔ پس لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پس بعض کہنے والوں میں سے کسی نے کہا اے اللہ کے رسولؐ میں نے طواف کرنے سے پہلے صفا ومروہ میں چکر لگایا یا میں نے ایک چیز بعد میں کی یا ایک چیز پہلے کی۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کوئی گناہ نہیں ہے لیکن گناہ اس شخص کو ہے کہ وہ کسی مسلمان کی آبروریزی کرے اس حال میں کہ وہ شخص ظالم ہے پس یہ شخص ظالم ہے گنہگار ہے اور ہلاک ہوا۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے صفا اور مروہ میں چکر لگایا ہے اگر احرام باندھے' طواف قدوم یا نفلی طواف سے قبل سعی کر لی تو درست نہیں یعنی طواف افاضہ سے قبل سعی کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ سعی' احرام کے باندھتے اور طواف قدوم کے بعد ہو' حدیث کا مطلب یہ ہے افعال منیٰ میں تقدیم وتاخیر سے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ گناہ اس شخص پر ہے کہ کوئی ناحق کسی کی از راہ ظلم آبروریزی کرے یعنی اہانت یا غیبت وغیرہ کرے اس سے وہ شخص خارج ہو جاتا ہے جو کسی کی دین کے لیے آبروریزی کرے' وہ گنہگار نہیں ہے۔

بَابُ خُطْبَةِ يَوْمِ النَّحْرِ وَرَمْىِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَالتَّوْدِيْعِ

قربانی کے دن خطبہ کا بیان' ایامِ تشریق میں رمی کرنا اور طوافِ وداع کے بیان میں

الفصل الاول:

منیٰ کے مقام پر خطبہ

۱/۲۵۲۵ عَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَ رَجَبُ مُضَرَ الَّذِىْ بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ وَقَالَ اَىُّ شَهْرٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ

وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ فَقَالَ اَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ اَىُّ بَلَدٍ هٰذَا قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ الْبَلْدَةُ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاَىُّ يَوْمٍ هٰذَا قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِىْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِىْ شَهْرِكُمْ هٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْاَلُكُمْ عَنْ اَعْمَالِكُمْ اَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِىْ ضُلَّالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ اَلَاهَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۷۳/۳۔ الحدیث رقم ۱۷۴۱۔ ومسلم فی ۱۳۰۷/۳ الحدیث رقم (۳۱۔ ۱۶۷۹) وابن ماجه في السنن ۸۵/۱ الحدیث رقم ۲۳۳۔ والدارمی ۹۳/۲ الحدیث رقم ۱۹۱۶۔ واحمد فی المسند ۴۰/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو قربانی کے دن خطبہ دیا۔ فرمایا: تحقیق زمانہ اپنی وضع کی طرح اللہ تعالیٰ کے آسمان و زمین کو پیدا کر کے دن سے پھر گیا ہے یعنی سال بارہ مہینے کا ہو گیا ان میں سے چار مہینے باحرمت ہیں تین توپے درپے ذیقعدہ' ذی الحجہ اور محرم اور رجب مضر کا کہ جب وہ جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان میں ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سکوت فرمایا یہاں تک ہم نے گمان کیا کہ اس کا نام ذی الحجہ کے علاوہ رکھیں گے پھر فرمایا گیا ذی الحجہ نہیں ہے ہم نے کہا ذی الحجہ مقرر ہے۔ فرمایا تو کونسی بستی ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) زیادہ جانتے ہیں۔ پھر سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ اس کے نام کے علاوہ نام رکھیں گے فرمایا کہ کیا بلدہ نہیں ہے جو مکہ کا نام ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ بلدہ مقرر ہے۔ فرمایا کہ یہ کونسا دن ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں پھر سکوت کیا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ نام رکھیں گے۔ پھر فرمایا: کیا یہ نحر کا دن نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا ہاں! یوم نحر ہے۔ تحقیق تمہارا خون' تمہارے اموال اور تمہاری عزت تم پر اس دن کے حرام ہونے کی طرح۔ تمہاری اس بستی کے حرام ہونے کی طرح اور تمہارے اس مہینے کے حرام ہونے کی طرح حرام ہیں اور البتہ تم اپنے پروردگار سے ملو گے پس تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا پس خبردار میری وفات کے بعد گمراہ ہو کر پھر نہ جانا کہ بعض تمہارا بعض کی گردن مارے خبردار کیا میں نے احکام الٰہی تم تک پہنچا دیئے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہاں پہنچا دیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے الٰہی تو ان کے اقرار پر گواہ رہ تاکہ قیامت کے دن منکر نہ ہوں پس چاہیے کہ حاضر غائب کو پہنچا دے پس بعض زیادہ پہنچائیں گے جو کہ زیادہ سننے والے ہیں۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ کے نزدیک اول ایام نحر میں خطبہ مستحب ہے اور ہمارے نزدیک نحر کے دوسرے دن خطبہ مستحب ہے۔ چنانچہ صحیح حدیثوں میں دوسرے دن کی قید آتی ہے وہ ہمارے مذہب کی مؤید ہیں پس یہ خطبہ مذکورہ بطور نصیحت کے ہوگا اور خطبہ معروفہ دوسرے دن نحر کے ہوگا واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور پیدائش سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے: ﴿اِنَّ

عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾ تک کلام کے معنی یہ ہیں کہ عرب نے ایام جاہلیت میں تغیر کر دیا تھا اور ایک برس تیرہ مہینے کا مقرر کیا تھا۔ پس حج میں تاخیر کرتے تھے ہر دو برس میں ایک مہینے سے دوسرے مہینے تک کہ اس کے بعد ہوتا پس اس کے مہینے متبدل ہوا کرتے اور حرام کے مہینوں کو حلال ٹھہراتے ان مہینوں کے علاوہ جو حرمت کے مہینوں سے پہلے ہیں ان میں لڑتے نہیں تھے اور ان کی بہت تعظیم کرتے تھے اور اس حساب سے حرمت والوں کو حلال کر ڈالا تھا یعنی اگر چہ وہ واقعتاً محرم ہوتا تو اس کو وہ اپنے حساب سے محرم نہ جانتے اور لڑتے اور ان مہینوں کے علاوہ کو اپنے حساب سے حرام ٹھہراتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ﴾۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو باطل کر دیا اور اس کو اصل ہیئت پر مقرر فرمایا پس جس سال حضور ﷺ نے حجۃ الوداع فرمایا اسی برس ذی الحجہ کا مہینہ اپنی جگہ پر تھا پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا انما الزمان قد استدار کھیئۃ یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ذی الحجہ کا مہینہ اس وقت میں ہو پس اس کو یاد رکھو اور اس وقت حج کیا کرو اور ایک مہینے سے دوسرے مہینے کی طرف مبدل نہ کیا کرو اور علامہ بیضاویؒ نے کہا ہے کہ جب عرب میں حرام کا مہینہ آتا تھا تو ان کو اس میں لڑنا منظور ہوتا حلال ٹھہرا لیتے اور اس کی جگہ کسی اور مہینے کو ٹھراتے یہاں تک کہ مہینوں کی خصوصیت ترک کر دی تھی اور صرف اعداد کا اعتبار گیا تھا پس گویا کہ عرب تاخیر میں اختلاف رکھتے تھے۔ واللہ اعلم۔

اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا جملہ مستانفہ ہے یعنی پہلے جملے کے واسطے علیحدہ ہے اور چار مہینے باحرمت ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ جمہور نے کہا ہے کہ قتال کی حرمت ان میں منسوخ ہے اور مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں ظلم سے مراد معاصی کا ارتکاب ہے یعنی ان مبارک مہینوں میں گناہ کا ارتکاب کر کے اپنے خسارہ مت کرو۔ جس طرح حرم میں اور احرام کی حالت میں گناہ کا ارتکاب کرنا برا ہے اسی طرح ان مبارک مہینوں میں بھی گناہ کا ارتکاب کرنا برا ہے۔ جمہور علماء کے قول کی مؤید یہ بات بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شوال اور ذی القعدہ کے مہینے میں طائف کو گھیرا اور قبیلہ ہوازن کے خلاف لڑائی کی اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ان مہینوں کی حرمت اب بھی باقی ہے اور مضر قبیلے کا نام ہے جو عرب میں رجب کے مہینے کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے اس رجب کی ان کی طرف نسبت کی گئی اور کہا گیا رجب مضر اور حضور ﷺ نے مہینوں کے بارے میں اس لیے پوچھا تا کہ لوگوں کے دلوں میں مہینوں کی حرمت اور شہر کی حرمت اور دن کی حرمت قرار پکڑے اس لیے ان کو بیان کرنا ضروری تھا پھر لوگوں نے جو جواب میں کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ خوب جانتے ہیں از راہِ ادب کہا اور تا کہ معلوم کریں کہ اس سوال سے کیا غرض ہے اور ایک روایت میں کفاراً ضلالاً کے بدلے آیا ہے یعنی اعمال میں کافروں کے مشابہ نہ ہو جاؤ کہ بعض بعض کو قتل کرنے لگے۔

رمی کے وقت کا بیان

۲/۲۵۲۶ وَعَنْ وَبْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ مَتٰى اَرْمِي الْجِمَارَ قَالَ اِذَا رَمٰى اِمَامُكَ فَارْمِهٖ فَاَعَدْتُ عَلَيْهِ الْمَسْاَلَةَ فَقَالَ كُنَّا نَتَحَيَّنُ فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا۔ (رواه البخاری)

خرجه البخاری فی صحیحه ۵۷۹/۳ الحدیث رقم ۱۷۴۶۔ وابو داؤد فی السنن ۴۹۶/۲ الحدیث رقم ۱۹۷۲۔

ترجمہ: حضرت وبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں مناروں پر کس وقت کنکریاں پھینکوں یعنی گیارہویں یا بارہویں ذی الحجہ کو؟ فرمایا جس وقت تیرا امام پھینکے یعنی تو بھی اس کی رمی میں پیروی کر۔ وہ بہ نسبت تیرے رمی کے وقت کو زیادہ جانتا ہے۔ پھر میں نے مسئلہ عرض کیا یعنی میں نے رمی کے وقت کی تحقیق طلب کی۔ پس فرمایا کہ ہم رمی کے وقت کا انتظار کرتے تھے جس وقت دو پہر ڈھلتی ہے ہم رمی کرتے یعنی کنکریاں پھینکتے تھے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا۔

تشریح ❁ اس حدیث میں کنکریاں پھینکنے کے وقت کے بارے میں بیان کیا گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امام کی پیروی کرو وہ تم سے بہتر جانتا ہے اور فرمایا کہ ہم اس وقت کنکریاں پھینکتے تھے جب دو پہر ڈھلتی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا کنکریاں مارنے کا طریقہ

۳/۲۵۲۷ وَعَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَرْمِیْ جَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ عَلٰی اِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتّٰی يُسْهِلَ فَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ طَوِيْلاً وَيَدْعُوْا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَرْمِی الْوُسْطٰی بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمٰی بِحَصَاةٍ ثُمَّ يَاْخُذُ بِذَاتِ الشِّمَالِ فَيُسْهِلُ وَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ يَدْعُوْ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ وَيَقُوْمُ طَوِيْلاً ثُمَّ يَرْمِیْ جَمْرَةَ ذَاتِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِیْ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ حَصَاةٍ وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْلُ هٰكَذَا رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۸۲/۳۔ الحدیث رقم ۱۷۵۲۔

ترجمہ: حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ منارے کے نزدیک سات کنکریاں پھینکتے تھے اور وہ ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے پھر آگے بڑھتے یہاں تک کہ نرم زمین پر آتے پھر قبلے کے سامنے دیر تک سورۂ بقرہ پڑھنے کی بقدر کھڑے رہتے اور دعا مانگتے اور ہاتھ اٹھاتے پھر سات کنکریاں اللہ اکبر کہہ کر درمیانی برجی پر پھینکتے۔ جب کنکری پھینکتے تو پھر بائیں طرف چلتے یہاں تک کہ نرم زمین پر آتے اور قبلے کے سامنے کھڑے ہوتے۔ پھر دعا مانگتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے اور دیر تک کھڑے رہتے اور پھر جمرۂ عقبہ پر نالے کے اندر سے سات کنکریاں پھینکتے۔ ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے اور اس کے نزدیک نہ ٹھہرتے پھر لوٹتے اور کہتے کہ اس طرح سے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے۔

تشریح ❁ ترتیب مذکور سے رمی کرنا ہمارے نزدیک سنت ہے لیکن احتیاط کا تقاضا اس میں یہ ہے کہ اس کو ترک نہ کرے اسی لیے کہ یہ امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے پھر پے در پے رمی کرنا سنت ہے اور امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق نالے کے اندر سے مارنا واجب ہے۔ ہدایہ میں لکھا ہوا ہے اگر جمرۃ العقبہ پر کنکریاں اوپر کی جانب سے ماری جائیں تو کافی ہیں لیکن یہ خلاف سنت ہے۔ اور پہلے دو مناروں کے پاس ٹھہرنا اور دعا کرنا ثابت ہے اور تیسرے منارے کے پاس ٹھہرنا ثابت نہیں ہے۔ اور اسکی حکمت معلوم نہیں ہے اگرچہ بعضوں نے لکھا ہے۔

منیٰ میں رات ٹھہرنے کا حکم

۴/۲۵۲۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيْتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ اَجْلِ سِقَايَتِهٖ فَاَذِنَ لَهٗ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۹۰/۳۔ الحدیث رقم ۱۷۴۵۔ ومسلم فی صحیحه ۹۵۳/۲ الحدیث رقم (۳۴۶۔ ۱۳۱۵) وابوداؤد فی السنن ۴۹۱/۲ الحدیث رقم ۱۹۵۹ وابن ماجه فی ۱۰۱۹/۲ الحدیث رقم ۳۰۶۵۔ والدارمی فی ۱۰۲/۲ الحدیث رقم ۱۹۴۳ واحمد فی المسند ۱۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبدالمطلب کے بیٹے عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کو مکہ میں رہنے اور منیٰ کی راتوں میں سبیل زمزم کی خدمت کے لیے اجازت طلب کی۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا ہے کہ زمزم کا پانی پینا طواف افاضہ کے بعد مستحب ہے پس اس زمانے میں کتنے حوض آب زمزم سے بھرے رہتے تھے نہ کہ کنوئیں پراز دحام کی وجہ سے کوئی نہ پی سکے تو ان حوضوں میں سے پانی پیے اور اس کے داروغہ عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب تھے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور ان کے کئی نائب تھے جو پلایا کرتے تھے پس جن راتوں کو منیٰ میں رہتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ اگر اجازت ہو تو میں پانی پلانے کی خدمت کے لیے مکہ میں رہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی اور جمہور علماء کے نزدیک معلوم راتوں میں منیٰ میں رہنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سنت ہے اور ایک روایت امام شافعیؒ اور احمد سے بھی یہی ہے اور معتبر رات کے رہنے میں اکثر رات ہے۔ یعنی آدھی رات سے زیادہ اور ایسا ہی حکم اس جگہ کا ہے کہ رات کا قیام مستحب ہے لیلۃ القدر وغیرہ کی طرح کہ اکثر رات کا قیام کرنا مستحب ہے اور جو حضرات سنت کہتے ہیں وہاں رات رہنے کی دلیل ان کی یہی حدیث ہے کہ اگر واجب ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رات رہنے کی اجازت کیوں دیتے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جائز ہے جو پانی پلانے میں مشغول ہو۔ عباس رضی اللہ عنہ کی طرح اور اگر اس کو شدید عذر ہو تو پھر بھی رات کو منیٰ میں رہنا ترک کرسکتا ہے انتہیٰ۔ پس اشارہ کیا ہے اس طرف کہ سنت کا ترک کرنا جائز نہیں ہے مگر عذر کے ساتھ اور عذر کی وجہ سے برائی دور ہو جاتی ہے۔

آبِ زمزم پلانا ثواب ہے

۵/۲۵۲۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ اِلَى السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقٰى فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا فَضْلُ اذْهَبْ اِلٰى اُمِّكَ فَاْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ مِّنْ عِنْدِهَا فَقَالَ اسْقِنِيْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُمْ يَجْعَلُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِيْهِ قَالَ اسْقِنِيْ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ اَتٰى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْقُوْنَ وَيَعْمَلُوْنَ فِيْهَا فَقَالَ اعْمَلُوْا فَاِنَّكُمْ عَلٰى عَمَلٍ صَالِحٍ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا اَنْ تُغْلَبُوْا لَنَزَلْتُ حَتّٰى اَضَعَ الْحَبْلَ عَلٰى هٰذِهٖ وَاَشَارَ

اِلٰی عَاتِقِهٖ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۹۱/۳۔ الحدیث رقم ۱۶۳۵۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مکہ کی سبیل کی طرف تشریف لائے پس زمزم کا پانی مانگا پس عباس ؓ نے اپنے بیٹے کو کہا: اے فضل! تو اپنی ماں کے پاس جا اور نبی کریم ﷺ کے لیے پانی لے کر آ۔ یعنی وہ پانی مستعمل نہ ہو۔ پس حضور ﷺ نے فرمایا مجھ کو اس میں سے پلا۔ پس حضرت عباس ؓ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! لوگ اپنے ہاتھ اس میں ڈالتے ہیں۔ فرمایا مجھ کو اسی میں سے پلا پس حضور ﷺ نے اس پانی میں سے پیا پھر زمزم کے کنویں کے پاس آئے اور لوگ یعنی اولاد عبدالمطلب لوگوں کو پانی پلاتے تھے اور پلانے میں محنت کرتے تھے پھر فرمایا کام کیے جاؤ تم ایک نیک کام کے اوپر ہو فرمایا اگر مجھے خوف نہ ہوتا لوگ غلبہ کریں گے یعنی لوگ میری اتباع سنت سے پانی کھینچنے میں تم پر غالب آ جائیں گے اور تم لوگوں کو پانی کھینچنے نہیں دیں گے اور یہ کام تمہارے ہاتھ سے جاتا رہے گا یعنی میں اترتا اپنی اونٹنی پر سے کہ حضور ﷺ سوار تھے اس پر تاکہ لوگ دیکھیں اور احکام سیکھیں یہاں تک میں اس پر رسی رکھتا اور اپنے کندھے کی طرف اشارہ فرمایا۔

تشریح ۞ حدیث میں لفظ آیا ہے کہ لوگ اپنے ہاتھ ڈالتے ہیں۔ یعنی گمان یہ ہے اکثر لوگوں کے ہاتھ صاف نہیں ہوتے اور وہ اس میں ہاتھ ڈالتے ہیں اس لیے آپ ﷺ کے لیے الگ رکھے ہوئے پانی میں سے منگایا حضور ﷺ نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں ہے اسی میں سے پلاؤ پس اس میں سے پیا اور اس کے موافق وہ روایت ہے کہ حضور ﷺ بطور تبرک کے لوگوں کے وضو سے بقیہ پانی کو پینا پسند کرتے تھے اور انس ؓ سے بطریق مرفوع منقول ہے۔ یہ تواضع سے ہے کہ یہ آدمی اپنے چھوٹے بھائی سے پیئے اور حدیث سورالمؤمنین غیر معروف ہے اور روایت سے معلوم ہوا ہے نہ حضور ﷺ پانی کھینچنے اور پینے کے لیے نہیں اترے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ جب طواف افاضہ کر چکے تو زمزم سے ڈول کھینچا آپ ﷺ کے ساتھ کسی نے نہیں کھینچا۔ پس پیا پھر کنویں میں ڈالا۔ پس وجہ تطبیق ان میں یہ ہے کہ اول حضور ﷺ بھیڑ کو دیکھ کر نہ اترے ہونگے پھر دوبارہ تشریف لائے اور پانی کھینچا اور پیا۔

۶/۲۵۳۰ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّی الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ رَكِبَ اِلَی الْبَیْتِ فَطَافَ بِهٖ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۸۵/۳۔ الحدیث رقم ۱۷۵۶۔ والدارمی فی السنن ۷۷/۲ الحدیث رقم ۱۸۷۳۔

ترجمہ: حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر عصر مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں پھر تھوڑی دیر کے لئے محصب میں سو گئے پھر سوار ہو کر خانہ کعبہ کی طرف تشریف لائے اور اس کا طواف (طواف وداع) کیا۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ محصب اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں کہ جہاں سنگریزے بہت زیادہ ہوں اور اب ایک جگہ کا نام ہے جو منیٰ کے متصل ہے اور اس کو ابطح اور بطحاء اور خیف بنی کنانہ بھی کہتے ہیں اس لیے راوی نے کہا کہ حضور ﷺ نے محصب میں نماز پڑھی اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ابطح میں نماز پڑھی اور محصب میں اترنا تیرہویں ذی الحجہ کو منیٰ

سے نکلنے کے بعد تھا۔

۷/۲۵۳۱ وَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ سَأَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قُلْتُ اَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ بِمِنًى قَالَ فَاَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ قَالَ بِالْاَبْطَحِ ثُمَّ قَالَ افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ اُمَرَاؤُكَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۰۷/۳۔ الحدیث رقم ۱۷۶۳۔ ومسلم فی صحیحح ۹۵۰/۲ الحدیث رقم (۳۳۶۔ ۱۳۰۹)۔ وابوداؤد فی السنن ۴۶۷/۲ الحدیث رقم ۱۹۱۲ والترمذی فی ۲۹۶/۳ الحدیث رقم ۹۶۴۔ والنسائی فی ۲۴۹/۵ الحدیث رقم ۲۹۹۷۔

ترجمہ: حضرت عبدالعزیز بن رفیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مجھ کو اس چیز کی خبر دو کہ جو آپ نے جانی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز آٹھویں تاریخ ذی الحجہ کو کہاں پڑھی؟ انس رضی اللہ عنہ نے کہا منیٰ میں عبدالعزیز نے کہا یعنی میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفر کے دن نماز کہاں پڑھی؟ تو انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابطح میں نماز پڑھی پھر انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو ایسا کر جیسا کہ تیرے سردار کرتے ہیں۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❀ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا اور تو اس طرح کر جس طرح امراء کرتے ہیں ان کی مخالفت نہ کر کہ وہ فتنہ انگیزی کا باعث ہو اور یہ امر کوئی ضروری بھی نہیں ہے اور پہلی حدیث سے یہ معلوم ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز محصب میں پڑھی اور اس میں ظہر کی نماز سے یعنی اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی یا محصب میں اسی کو ابطح بھی کہتے ہیں پس دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں رہا۔

۸/۲۵۳۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَ نُزُوْلُ الْاَبْطَحِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ اِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهُ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۹۱/۳۔ الحدیث رقم ۱۷۶۵۔ ومسلم فی ۹۵۱/۲ الحدیث رقم (۳۳۹۔ ۱۳۱۱)۔ وابوداؤد فی السنن ۵۱۳/۲ رقم الحدیث ۲۰۰۸ والترمذی ۲۶۴/۳ الحدیث رقم ۹۲۳۔ وابن ماجه ۱۰۱۹/۲ الحدیث رقم ۳۰۶۷ واحمد فی المسند ۲۳۰/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابطح میں اترنا سنت نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے اترتے تھے کہ اس میں اترنا نکلنے کے لئے بہت آسان تھا۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❀ حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ ابطح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے اترتے تھے تا کہ اسباب وہاں چھوڑ جائیں اور مکہ میں جا کر طواف الوداع کریں وہاں سے نکل کر مدینہ کو آنے لگیں تو نکلنا آسان ہو اور جان لینا چاہیے کہ اختلاف اس میں ہے تحصیب یعنی محصب میں اترنا سنت ہے یا نہیں؟ بعض نے کہا وہ حج کی سنتوں میں سے ہے اور افعال حج کے تتمہ میں سے ہے۔ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں فرمایا ہم ان شاء اللہ خیف بنی کنانہ میں کل اترنے والے ہیں کہ وہاں مشرکوں نے آپس میں عہد کیا تھا اور قسم کھائی تھی کو بنی ہاشم کے ساتھ اور بنی عبدالمطلب کے ساتھ مخالطت اور نکاح اور خرید و فروخت اور ملاقات نہیں کریں گے یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد نہیں کر دیں گے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ اسلام نشانیوں کو اس مکان میں ظاہر کریں کہ جہاں کافروں نے نشانیاں ظاہر کی تھیں اور خدا تعالیٰ کی نعمت کا شکریہ ادا کریں اور طبرانی میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ لوگوں کو اس کا حکم کرتے تھے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ صحیح تر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محصب میں اترنا اس قصد سے تھا کہ مشرکوں کو باری تعالیٰ کی قدرت دکھائیں اس لیے وہاں اترنا سنت ہے انتہی اور بعض لوگوں نے کہا کہ سنت نہیں ہے بلکہ ایک اتفاقی امر تھا کہ ابورافع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کا نگہبان تھا وہاں اترا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں خیمہ کھڑا کیا بحسب اتفاق اپنی رائے کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امر نہیں تھا یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے۔ جاننا چاہیے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں اترے اگرچہ بطریق اتفاق کے تھا تو وہاں اترنا اچھا ہے صحابہؓ اور خلفائے راشدین بھی اس پر عمل کرتے تھے اور اگر نہ اترتے تو کچھ لازم نہیں آتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے عمرۃ القضاء کا بیان

۹/۲۵۳۳ وَعَنْهَا قَالَتْ اَحْرَمْتُ مِنَ التَّنْعِيْمِ بِعُمْرَةٍ فَدَ خَلْتُ فَقَضَيْتُ عُمْرَتِيْ وَانْتَظَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاَبْطَحِ حَتّٰى فَرَغْتُ فَاَمَرَ النَّاسَ بِالرَّحِيْلِ فَخَرَجَ فَمَرَّ بِالْبَيْتِ فَطَافَ بِهٖ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ هٰذَا الْحَدِيْثُ مَا وَجَدْتُهٗ بِرِوَايَةِ الشَّيْخَيْنِ بَلْ بِرِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ مَعَ اخْتِلَافٍ يَسِيْرٍ فِيْ اٰخِرِهٖ۔

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۱۲/۲ الحدیث رقم ۲۰۰۵۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے تنعیم سے عمرے کا احرام باندھا۔ پس میں مکہ میں داخل ہوئی اور میں نے اپنا عمرہ ادا کیا یعنی جو کہ حیض کی وجہ سے رہ گیا تھا اس کی قضا کی جیسا کہ حجۃ الوداع کے باب میں آیا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابطح میں میرا انتظار کیا یہاں تک کہ میں فارغ ہوئی پھر لوگوں کو کوچ کرنے کا حکم فرمایا' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابطح سے نکلے اور خانہ کعبہ کے پاس آئے پھر فجر کی نماز سے پہلے طواف (الوداع) کیا پھر مدینے کی طرف نکلے۔ مؤلف نے کہا ہے یہ حدیث میں نے بخاریؒ اور مسلمؒ کے علاوہ نہیں پائی بلکہ ابوداؤد نے اس روایت کو آخر میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو پھر مدینہ کی طرف نکلے احتمال ہے کہ نماز فجر سے پہلے نکلے ہوں یا نماز کے بعد اور تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ یعنی ابوداؤد کی روایت میں اور مصابیح کی روایت میں تھوڑا سا اختلاف ہے پس اس میں صاحب مصابیح پر اعتراضات ہیں کہ حدیث فصل اول میں ذکر کی ہے اور ابوداؤدؒ نے مخالفت کی ہے۔ واللہ اعلم۔

طواف وداع آفاقی کے لیے ضروری ہے

۱۰/۲۵۳۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَنْصَرِفُوْنَ فِيْ كُلِّ وَجْهٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْفِرَنَّ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ اٰخِرُ عَهْدِهٖ بِالْبَيْتِ اِلَّا اَنَّهٗ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۸۵/۳۔ الحدیث رقم ۱۷۵۵۔ ومسلم فی ۹۶۳/۲ الحدیث رقم (۳۷۹۔ ۱۳۲۷)۔ وابوداؤد فی السنن ۵۱۰/۲ الحدیث رقم ۲۰۰۲ وابن ماجه ۱۰۲۰/۲ الحدیث ۳۰۷۰۔ والدارمی ۹۹/۲ الحدیث رقم

۱۹۳۲۔ واحمد فی المسند ۱/۲۲۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ (حج کرنے کے بعد) ہر طرف پھرتے تھے پھر اپنے ملک کی طرف چلے جاتے تھے خواہ طواف کرتے یا نہ کرتے یعنی اس کے مقید نہیں تھے کہ مکہ میں آئیں اور طواف وداع کریں پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں کوئی نہ نکلے یعنی آفاقی یہاں تک کہ اس کا آخری وقت خانہ کعبہ میں ہو یعنی طواف کرے مگر حائضہ سے اور نفاس والی عورت سے طواف وداع موقوف کر دیا گیا ہے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس طواف کو طوافِ وداع بھی کہتے ہیں اور طواف صدر بھی۔ یہ طواف واجب ہے اور کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ اس کے بعد جتنی دیر مرضی ٹھہرے۔ لیکن افضل یہ ہے کہ نکلتے وقت کرے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے اگر کوئی شخص طواف وداع کرے اور اقامت کرے تو میرے نزدیک محبوب تر ہے یعنی بہت پسندیدہ ہے یہاں تک کہ دوسرا طواف کرے اور یہ طواف اہل مکہ پر نہیں ہے اور نہ ان پر جو میقات کے اندر رہتے ہیں اور نہ اس پر ہے جو مکہ کے اندر قیام پذیر ہو گیا ہو اور پھر اس کا نکلنا منظور ہو اور اس طرح حج فوت کرنے والے پر بھی نہیں ہے اور نہ عمرہ کرنے والے پر ہے اور اس طرح طواف میں رمل یعنی اکڑ کر چلنا بھی نہیں ہے اور نہ اس کے بعد سعی ہے۔

حائضہ کے لیے طوافِ وداع کی ضرورت نہیں ہے

۲۵۳۵/۱۱ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ حَاضَتْ صَفِيَّةُ لَيْلَةَ النَّفْرِ فَقَالَتْ مَا اَرَانِیْ اِلاَّ حَابِسَتَكُمْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقْرٰى حَلْقٰى اَطَافَتْ يَوْمَ النَّحْرِ قِيْلَ نَعَمْ قَالَ فَانْفِرِیْ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳/۵۹۵۔ الحدیث رقم ۱۷۷۱۔ ومسلم فی ۲/۹۶۵ الحدیث رقم (۳۸۷۔ ۱۲۱۱) وابن ماجه فی السنن ۲/۱۰۲۱ الحدیث رقم ۳۰۷۲۔ واحمد فی المسند ۶/۸۵۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نفر کے دن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حیض والی ہوئیں پس کہنے لگیں کہ میں اپنے کو نہیں گمان کرتی کہ تم لوگوں کو مدینہ سے کوچ کرنے سے روکوں گی۔ اس لیے کہ میں حائضہ ہو گئی ہوں اور میں نے طواف وداع نہیں کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے اور زخمی کرے کیا اس نے قربانی کے دن طواف زیارت کیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ فرمایا پھر چلو (اب رکنے کی ضرورت نہیں ہے)۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث میں جو آیا ہے کہ روز نفر کی رات سے۔ اس سے مراد وہ رات ہے کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم محصب میں رہے تھے یعنی تیرھویں کی رات اور وہ رات باب الحج میں سابق دن کے ساتھ نہ کہ آئندہ کے ساتھ منسوب ہے یعنی روز نفر کی رات تیرھویں کی ہے اور حضرت صفیہؓ نے یہ گمان کیا تھا کہ طواف وداع طواف الزیارۃ کی طرح ہے اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے عذر کی وجہ سے جائز ہے اس لیے فرمایا ہلاک کرے اصل میں یہ بد دعا ہے لیکن یہاں بد دعا کا ارادہ نہیں ہے بلکہ عربوں کی عادت ہے کہ ایسے کلمات ازراہ پیار کے بولتے ہیں پس چل یعنی مدینہ کی طرف بغیر طواف وداع کے اس لیے کہ اس کا وجوب عذر کی وجہ سے ساقط ہے اور طواف الزیارۃ کر چکی ہے اور اگر نہ کر چکی ہوتی تو ٹھہرنا پڑتا۔

الفصل الثانی:

حج اکبر کے دن کا ذکر

۱۲/۲۵۳۶ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قَالُوْا يَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا اَلَا لَا يَجْنِيْ جَانٍ عَلٰى نَفْسِهٖ اَلَا لَا يَجْنِيْ جَانٍ عَلٰى وَلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ عَلٰى وَالِدِهٖ اَلَا وَاِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ اَيِسَ اَنْ يُّعْبَدَ فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا اَبَدًا وَلٰكِنْ سَتَكُوْنُ لَهٗ طَاعَةٌ فِيْمَا تَحْتَقِرُوْنَ مِنْ اَعْمَالِكُمْ فَسَيَرْضٰى بِهٖ۔ (رواه ابن ماجة والترمذی وصححه)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤٠١/٤ الحديث رقم ٢١٥٩۔ وابن ماجه فی ١٠١٥/٢ الحديث رقم ٣٠٥٥۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع کے موقع پر سنا' فرماتے تھے یہ کونسا دن ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ دن حج اکبر کا ہے پس تحقیق تمہارے خون اور تمہارے مال اور آبرو تمہارے درمیان حرام کی گئیں ہیں۔ تمہارے اس دن کی حرمت کی طرح خبردار کوئی ظلم کرنے والا ظلم نہیں کرتا۔ مگر اپنی جان پر جو کوئی کسی پر ظلم کرتا ہے اس کا وبال اس پر پڑتا ہے وہ اس کے آنے کی وجہ سے ماخوذ ہوتا ہے پکڑا نہیں جاتا خبردار رہو شیطان ناامید ہوا اس سے کہ تمہارے شہر مکہ میں اس کی عبادت کی جائے لیکن شیطان کی فرمانبرداری ان چیزوں میں ہو گی کہ جن کو تم اپنے عملوں سے حقیر جانو گے پس وہ اس کے ساتھ خوش ہوگا یعنی گناہوں کے حقیر جاننے کی وجہ سے۔ اس کو ابن ماجہ اور ترمذی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے اور ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

تشریح ✿ اس حدیث مبارکہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ حج اکبر کا دن ہے کہ حج اکبر مطلق حج کا نام ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے: وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْۤءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ۔ علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ وہ عید کا دن ہے اس لیے کہ اس دن حج تمام ہوتا ہے اور اس میں حج کے بڑے بڑے افعال ہوتے ہیں اور صراحۃً بھی کہا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے دن حجۃ الوداع میں جمرات کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ یہ دن حج اکبر کا ہے اور حج کی صفت اکبر اس لیے فرمائی کہ عمرے کو حج اصغر کہتے ہیں اور اوپر کی حدیث میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا جواب تھا۔ اللہ ورسولہ اعلم اور اس میں یہ جواب مذکور ہوا ہے کہ دن حج اکبر کا ہے شاید یہ کہ بعضوں نے یہ جواب دیا ہے اور بعضوں نے وہ جواب دیا ہو۔

اور تحقیق خون تمہارے یعنی جیسا اس دن اور اس شہر میں آپس میں ایک دوسرے کا خون کرنے اور مال لینے کو اور بے آبروئی کرنے کو حرام و برا سمجھتے ہو۔ اسی طرح سے یہ اعمال ہر جگہ اور ہر وقت برے ہیں اور کوئی ظلم کرنے والا اپنے بیٹے پر ظلم نہیں کرتا۔ ظاہر تر یہ ہے کہ یہ نفی ہے کہ کوئی ظلم کرنے والا ظلم نہیں کرتا نہ بیٹا اپنے باپ پر اور نہ ہی باپ اپنے بیٹے پر یعنی کوئی کسی کے ظلم کرنے پر ماخوذ نہیں۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کے قول کے موافق ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔ یعنی کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور خاص یہ دونوں ذکر کیے گئے ہیں اس لیے کہ یہ رشتے میں زیادہ قریب ہیں پس جب کہ آپس میں

ماخوذ نہیں ہیں تو ان کے علاوہ بطریق اولیٰ ماخوذ نہیں ہوئے۔ تو گویا پہلے جملے کی تاکید ہے اور عبادت کیا جائے یعنی فرمانبرداری کی جائے خدا تعالیٰ کے علاوہ یعنی کوئی شخص شیطان کے بہکانے سے مکہ میں غیر اللہ کی عبادت نہیں کرے گا اور مراد یہ ہے کہ کفار مکہ میں حملے کے لیے قتل کے لیے اور لوٹنے وغیرہ کے لئے خفیہ طور پر جاتے ہیں۔

اور صغائر کے حقیر جاننے سے مراد یہ ہے کہ گناہ کرتے ہو اور ان کو حقیر جانتے ہو۔ ان عملوں میں شیطان کی فرمانبرداری کی ہے شیطان اس سے راضی ہوتا ہے اور وہ عمل باعث فتنہ وفساد کے ہوتے ہیں۔

قوله لايجني جان على نفسه : کو شارحین نے ان کے لفظ کے بغیر نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ نفی نہی کے ہے یعنی کوئی اپنے نفس پر ظلم نہ کرے مراد یہ ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اس لیے کہ جو کوئی کسی پر ظلم کرتا ہے حقیقت میں وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو عذاب کا مستحق کر دیتا ہے، پس ایک روایت میں یہ جملہ ان الفاظ میں آیا ہے: **لا يجني الا على نفسه** لیکن اس عاجز نے جو ابن ماجہ میں دیکھا تو لفظ الا موجود ہے اور مولانا صاحب زاد اللہ شرفاً کے نسخہ میں لفظ الا کا ہے اس لیے ترجمہ اس کے موافق ہو گیا ہے۔

منیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار ہو کر خطبہ دیا

۲۵۳۷/۱۳ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ عَمْرٍو الْمُزَنِيِّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ بِمِنًى حِيْنَ ارْتَفَعَ الضُّحٰى عَلٰى بَغْلَةٍ شَهْبَاءَ وَعَلِيٌّ يُعَبِّرُ عَنْهُ وَالنَّاسُ بَيْنَ قَائِمٍ وَقَاعِدٍ۔ (رواه ابو داود)

اخرجه ابوداؤد في السنن ۴۸۹/۲ الحديث رقم ۱۹۵۶۔

ترجمہ: حضرت رافع بن عمرو المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منیٰ میں لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت کہ چاشت کا وقت بلند ہوا۔ یعنی نحر کے دن اول وقت فجر کے سوار ہو کر۔ اس کے بالوں کے سرے سرخ تھے اور اندر سے سفید اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لوگوں کو بیان کرتے تھے یعنی جو لوگ کہ دور تھے ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سمجھاتے جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اور بعض لوگ کھڑے تھے اور بعض بیٹھے تھے۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خچر پر سوار ہو کر منیٰ میں خطبہ دے رہے تھے۔ مجمع زیادہ تھا لوگ کچھ بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ کھڑے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو بتا رہے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور تھے۔

۲۵۳۸/۱۴ وَعَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَّرَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النَّحْرِ اِلَى اللَّيْلِ۔ (رواه الترمذی وابوداود وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد في السنن ۵۰۹/۲ الحديث رقم ۲۰۰۰۔ والترمذی فی ۲۶۲/۳ حديث رقم ۹۲۰۔ وابن ماجه فی ۱۰۱۷/۲ الحديث رقم ۳۰۵۹۔ واحمد فی المسند ۳۰۹/۱۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن رات تک طواف زیارۃ کو مؤخر کیا۔ یہ حدیث ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ طواف زیارت کو مؤخر کرنا' یا تو سب کے لیے یا عورتوں کے لیے جائز ہے۔ اس لیے کہ ثابت ہوا ہے کہ حضور ﷺ نے طواف الزیارۃ کیا ہے قربانی کے دن پھر مکہ میں نماز پڑھی یا منیٰ میں نماز پڑھی۔ طیبیؒ نے کہا ہے کہ اول وقت اس کا امام شافعیؒ کے نزدیک عید کی آدھی رات کے بعد ہے اور دن کے نزدیک عید کے دن کی فجر طلوع ہونے تک ہے اور اس کے آخری وقت جب بھی طواف کرے جائز ہے انتہیٰ لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے کہ ایام نحر کے ہوں اگر ان سے تاخیر کرے گا تو دم یعنی جانور کا ذبح کرنا لازم آئے گا۔

۲۵۳۹/۱۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرْمُلْ فِي السَّبْعِ الَّذِيْ اَفَاضَ فِيْهِ۔

(رواہ ابو داود و ابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲/ ۵۰۹ الحدیث رقم ۲۰۰۱۔ وابن ماجه فی ۲/۱۰۱۷ الحدیث رقم ۳۰۶۰۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے طواف زیارت میں رمل نہیں کیا۔ اس کو ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ رمل اس کو کہتے ہیں کہ چھاتی نکال کر کندھے کو حرکت دیتے ہوئے جلدی چلنا۔ پس یہ کام حضور ﷺ کے لئے طوافِ زیارت میں فرض تھا لیکن اس لیے نہیں کیا کیونکہ طوافِ قدوم میں کر چکے تھے۔

مسئلہ: یعنی طواف زیارت بغیر سعی اور رمل کے کرے اگر اس طواف سے پہلے سعی و رمل کر چکا ہے اور اگر یہ دونوں چیزیں نہیں کی ہیں تو طواف الزیارۃ کرے۔

۲۵۴۰/۱۶ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَمٰى اَحَدُكُمْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَقَدْ حَلَّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا النِّسَاءُ۔ (رواہ فی شرح السنة وقال اسناد ہ ضعیف وفی روایة احمد والنسائی عن ابن عباس قال اذا رمی الحمرة فقد حل اکل شیء الا النساء)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳/۴۹۹ الحدیث رقم ۱۹۷۸۔ والدارقطنی فی ۲/۲۷۶ الحدیث رقم ۱۸۵ من باب المواقیت۔ واحمد فی المسند ۶/۱۴۳۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارے اور سر منڈوائے اور بال کتروائے تو اس کے لیے ہر چیز سوائے عورتوں کے حلال ہوگئی۔ یعنی عورتوں سے صحبت کرنا ابھی حلال نہیں ہوا۔ یہ طواف زیارۃ کے بعد حلال ہوں گی۔ یہ صاحب مصابیح نے شرح السنۃ میں نقل کیا ہے اور کہا کہ اس کی اسناد ضعیف ہیں اور احمد کی روایت میں ہے اور نسائیؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں کہا ہے کہ جس وقت کہ جمرہ پر یعنی جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارے۔ پس تحقیق اس کے لیے ہر چیز سوائے عورتوں کے حلال ہوگئی۔

تشریح ❁ حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے سر منڈانے اور بال کتروانے کے بعد ہر چیز حلال ہو جاتی ہے مگر عورتیں حلال نہیں ہوتیں۔

کنکریاں مارنے کے اوقات

۱۷/۲۵۴۱ وَعَنْهَا قَالَتْ اَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اٰخِرِ يَوْمِهٖ حِيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى مِنٰى فَمَكَثَ بِهَا لَيَالِيَ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ يَرْمِي الْجَمْرَةَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ كُلَّ جَمْرَةٍ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ وَيَقِفُ عِنْدَ الْاُوْلٰى وَالثَّانِيَةِ فَيُطِيْلُ الْقِيَامَ وَيَتَضَرَّعُ يَرْمِي الثَّالِثَةَ فَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۴۹۷/۲ الحدیث رقم ۱۹۷۳۔ والدارقطنی فی ۲۷۴/۲ الحدیث رقم ۱۷۹ من باب المواقیت۔ واحمد فی المسند ۹۰/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن آخر میں طواف افاضہ کیا یعنی عید قربان کے آخری روز میں اس وقت کہ ظہر کی نماز پڑھی پھر منیٰ کی طرف تشریق کے دن کی راتوں میں ٹھہرے یعنی گیارہویں' بارہویں' تیرہویں ذی الحجہ کو ہر جمرہ کو کنکریاں مارتے تھے جس وقت دو پہر ڈھل جاتی یعنی سات کنکریاں مناروں کو تکبیر کے ساتھ مارتے اور پہلے مینار کے پاس ٹھہرتے اور دوسرے یعنی وسطی کے پاس اور ٹھہرنا لمبا کرتے اذکار کے لیے اور طرح طرح کی دعاؤں کے ساتھ اور عرض حاجات کے ساتھ آہ وزاری کرتے اور تیسرے منار کو مارتے اور اس کے پاس نہ ٹھہرتے۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث میں دلیل ہے اس بات کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز قربانی کے دن مکہ میں پڑھی اور ظہر کے بعد طواف کیا اور اس کے پاس دعا کے لیے نہ ٹھہرتے تھے۔

۱۸/۲۵۴۲ وَعَنْ اَبِي الْبَدَّاحِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرِعَاءِ الْاِبِلِ الْبَيْتُوْتَةِ اَنْ يَرْمُوْا يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ يَجْمَعُوْا رَمْيَ يَوْمَيْنِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ فَيَرْمُوْهُ فِيْ اَحَدِهِمَا۔

(رواه مالك والترمذی والنسائی وقال الترمذی هذا حديث صحيح)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۴۹۷/۲ الحدیث رقم ۱۹۷۵۔ والترمذی فی ۲۸۹/۳ احدیث ۹۵۵۔ والنسائی ۲۷۳/۵ الحدیث رقم ۳۰۶۹۔ وابن ماجه فی ۱۰۰۱/۲ الحدیث رقم ۳۰۳۷۔ ومالك فی الموطأ ۴۰۸/۱ الحدیث رقم ۲۱۸ من کتاب الحج۔ واحمد فی المسند ۴۵۰/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوالبداح بن عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کے چرانے والوں کو منیٰ میں شب باشی یعنی رات گزارنے کو ترک کرنے پر اجازت مرحمت فرمائی اور جمرۃ العقبہ کو نحر کے دن کنکریاں ماریں پھر دو دن کے مارنے کو قربانی کے دن کے بعد جمع کیا۔ پس ماریں دونوں دن کا مارنا ان دونوں میں سے ایک میں۔ اس کو امام مالکؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ اور کہا ہے امام ترمذیؒ نے یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ چرانے والوں کو اجازت دے دی کہ ایام تشریق کی راتوں میں منیٰ میں نہ رہیں۔ اس لیے کہ وہ جانوروں کو چرانے میں مشغول ہوتے ہیں اور ان کو اجازت دی کہ وہ عید کے دن جمرۃ العقبی

پر کنکریاں ماریں فقط عید کے دوسرے دن نہ ماریں بلکہ تیسرے دن میں دونوں دنوں کی قضاء اور اداء اور ائمہ کرام رحمہم اللہ کے نزدیک تقدیم رمی جائز نہیں ہے دوسرے دن عید کے یعنی تیسرے دن بھی بارہویں کی رمی بھی کرے تو درست نہیں ہے اور تاخیر درست ہے کہ دوسرے دن کے بدلے تیسرے دن میں مارے۔

بَابُ مَا يَجْتَنِبُهُ الْمُحْرِمُ

یہ باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جن سے محرم پرہیز کرے

فائدہ :اس بات میں ان چیزوں کا بیان کیا گیا ہے جن کا کرنا محرم کے لیے حرام ہے خواہ ان سے دم واجب ہو یا صدقہ دینا یا کچھ واجب نہ ہو اور ان کا بیان ہے کہ محرم ان کا کرنا مباح ہے اور اس میں صدقہ یہ ہے کہ آدمی ایک صاع یعنی دو سیر گیہوں یا ایک صاع یا تھوڑی سی غیر معین چیز دے۔

الفصل الاول:

محرم کن کن چیزوں سے پرہیز کرے؟

۱/۲۵۴۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَ لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ اِلَّا اَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ فَيَلْبَسُ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوْا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ۔ (متفق عليه وزاد البخاري في رواية) وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ۔

اخرجه البخاري في صحيحه ٤٠١/٣۔ الحديث رقم ١٥٤٢۔ ومسلم في ٨٣٤/٢ الحديث رقم (١۔ ١١٧٧)۔ وابوداؤد في السنن ٤١٠/٢ الحديث رقم ١٨٢٣ والترمذي في ١٩٤/٣ الحديث رقم ٨٣٣۔ والنسائي في ١٢٩/٥ الحديث رقم ٢٦٦٧۔ وابن ماجه ٩٧٧/٢ الحديث رقم ٢٩٢٩۔ والدارمي في ٤٩/٢ الحديث رقم ١٧٩٨۔ ومالك في الموطأ ٣٢٤/١ الحديث رقم ٨ من كتاب الحج واحمد في المسند ٣٢/٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ محرم کپڑوں کی کونسی قسم پہنے اور کیا نہ پہنے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کرتے پہنو اور پگڑیاں نہ باندھو اور نہ پائجامے اور بارانیاں اوڑھو اور موزے نہ پہنو۔ مگر وہ شخص کہ جو جوتے نہ پائے۔ پس وہ موزے پہنے اور چاہیے کہ وہ موزے دونوں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ ڈالے اور نہ ان کپڑوں کو پہنو جن کو زعفران لگی ہو اور نہ وہ کپڑا پہنو جن کو ورس لگی ہوئی ہو۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کی ہے اور امام بخاریؒ نے اور ایک روایت میں زیادہ کیا ہے اور احرام والی عورت نقاب ڈالے اور دستانے نہ پہنے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کرتوں کے پہننے سے مراد یہ ہے اور پائجاموں کے پہننے سے یہ ہے کہ جس طرح پہننے کا معمول ہے کہ کرتے کو گلے میں پہنتے ہیں اور پائجامہ کو پاؤں میں پہنتے ہیں پس اس طرح پہننا منع ہے اگر

ان کو چادر کی طرح بدن پر ڈال لے تو منع نہیں ہے اس لیے کہ اس صورت میں یہ نہیں کہیں گے کہ اس نے کُرتا پہنا ہے اور پائجامہ پہنا ہے اور نہ ہی بارانی اس سے مراد ہے کہ اس چیز نہ پہنے کہ سر کو ڈھانپ لے۔ خواہ ٹوپی ہو خواہ بارانی خواہ کوئی اور چیز ہو۔ مگر جو ایسی چیز ہو۔ کہ عرف میں اس کو پہننا اور اوڑھنا نہ کہتے ہوں۔ کونڈھے کے رکھ لینے کی طرح اور گٹھری کے اٹھانے لینے پر کوئی مضائقہ نہیں ہے اور ٹخنے سے مراد اس جگہ پر ہڈی ہے حنفی مذہب کے نزدیک جو پاؤں کے نیچے کی جانب درمیان میں ہوتی ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہی ٹخنا ہے جس کا وضو میں دھونا فرض ہے اور علماء نے اختلاف کیا ہے کہ جس کے پاس جوتا نہ اور وہ موزہ پہن لے تو کیا اس پر فدیہ واجب ہوتا ہے یا نہیں پس امام مالکؒ اور شافعیؒ نے کہا اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور ان کے علماء نے کہا ہے کہ اس پر فدیہ ہے جیسے جب سر منڈانے کی ضرورت پڑے تو سر منڈوائے اور فدیہ دے اور ورس ایک خاص قسم کی گھاس ہے جو زرد رنگ کی ہے اور زعفران کے مشابہ ہے اور اور ورس کے رنگ سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس میں خوشبو ہوتی ہے ان میں اور نہ نقاب ڈالے...... کا مطلب یہ ہے یعنی مُنہ کو برقع اور نقاب سے نہ ڈھانپے اور مُنہ پر کوئی چیز ایسی ڈالے کہ وہ الگ رہے تو یہ جائز ہے اور مرد کو مُنہ ڈھانکنا حرام ہے عورت کی طرح ہمارے نزدیک اور یہی امام مالکؒ اور احمدؒ نے کہا ہے۔ ایک روایت میں اور امام شافعیؒ کا اس میں اختلاف ہے اور ہودج اگر سر کو لگے تو اس میں بیٹھنا منع ہے اور اگر نہیں لگتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے اور اس طرح خانہ کعبہ کا پردہ اور خیمہ سر کو لگے تو ان کے نیچے کھڑا ہونا منع ہے ورنہ نہیں ہے۔

محرم کے لیے رخصت کا ذکر

۲/۲۵۴۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُوْلُ اِذَا لَمْ يَجِدِ الْمُحْرِمُ نَعْلَيْنِ لَبِسَ خُفَّيْنِ وَاِذَا لَمْ يَجِدْ اِزَارًا لَبِسَ سَرَاوِيْلَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥٧/٤۔ الحدیث رقم ١٨٤١۔ ومسلم فی صحیحه ٨٣٥/٢ الحدیث رقم ١١٧٨/٤۔ وابوداؤد فی السنن ٤١٣/٢ الحدیث رقم ١٨٢٩۔ والنسائی فی ١٣٢/٥ الحدیث رقم ١٦٧١۔ وابن ماجه فی ٩٧٧/٢ الحدیث رقم ٢٩٣١ والدارمی فی ٥٠/٢ الحدیث رقم ١٧٩٩۔ واحمد فی المسند ٢١٥/١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت محرم جوتے نہ پائے تو وہ موزے پہن لے اور جس وقت تہہ بند نہ پائے تو پائجامہ پہن لے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں محرم کے لیے سہولت کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ موزے پہنے یعنی ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر۔ جیسا کہ اوپر کی حدیث میں گزر چکا ہے اور جس صورت میں تہہ بند نہ ہو اور ازار پہن لے تو اس پر امام شافعی کے نزدیک فدیہ نہیں ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک ہے کہ وہ پائجامہ کو پھاڑ کر تہہ بند بنالے اور اگر بغیر پھاڑے پہنے گا تو دم آئے گا۔ یعنی اس کو جانور ذبح کرنا پڑے گا۔

محرم کو خوشبو لگانا منع ہے

۳/۲۵۴۵ وَعَنْ يَعْلَى ابْنِ اُمَيَّةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعِرَّانَةِ اِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ اَعْرَابِيٌّ عَلَيْهِ جُبَّةٌ وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِالْخَلُوْقِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَحْرَمْتُ بِالْعُمْرَةِ وَهٰذِهٖ عَلَيَّ فَقَالَ اَمَّا الطِّيْبُ الَّذِيْ بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَاَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجِّكَ۔

(متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۹۳/۳۔ الحدیث رقم ۱۵۳٦۔ ومسلم فی ۸۳٦/۲ الحدیث رقم (٦۔ ۱۱۸۰)۔ وابو داؤد فی السنن ٤۰۷/۲ الحدیث رقم ۱۸۱۹۔

ترجمہ: یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جعرانہ میں تھے۔ کہ اچانک ایک گنوار شخص یعنی دیہاتی آیا کہ اس پر کرتہ تھا اور وہ شخص خلوق میں لتھڑا ہوا تھا جو ایک قسم کی خوشبو ہے زعفران وغیرہ سے بنتی ہے پس اس نے کہا اے اللہ کے رسول تحقیق میں نے عمرے کا احرام باندھا تھا اس حال میں کہ یہ کرتہ میرے بدن پر تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خوشبو کو تین مرتبہ دھو ڈال اور کرتے کو اتار دے پھر اپنے عمرے کے احرام میں اس طرح کر جس طرح تو اپنے حج کے احرام میں کرتا ہے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں محرم کے پرہیز کا بیان کیا گیا ہے کہ محرم کو چاہیے کہ وہ ایک منزل دور ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرے کا احرام وہاں سے باندھا تھا اور دھونے کا اس لیے حکم فرمایا ہے کہ زعفران کا مردوں کو استعمال کرنا حرام ہے اور تین مرتبہ دھونے کا حکم اس لیے فرمایا ہے کہ خوب اچھی طرح خوشبو زائل ہو جائے ورنہ واجب تو فقط اصل خلوق کا جدا کرنا ہی ہے جس طرح بھی ہو اور پھر ان کا مطلب یہ ہے تو عمرے کے احرام میں اس طرح پرہیز کر جس طرح حج کے احرام میں کرتا ہے اور محرم اگر بغیر خوشبو کے سرمہ لگائے گا زینت کے لیے تو مکروہ ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو مکروہ نہیں اور پھر جان لینا چاہیے کہ جو چیزیں احرام میں حرام ہیں اگر قصداً ان کا مرتکب ہوگا تو تمام علماء کے نزدیک اس میں فدیہ واجب ہوگا اور اگر بھول کر مرتکب ہوگا تو امام شافعیؒ ثوریؒ احمد و اسحٰق رحمہم اللہ کے نزدیک اس پر فدیہ لازم نہیں ہوگا۔

اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالکؒ کے نزدیک واجب ہوگا۔

محرم آدمی نکاح نہ کرے اور نہ کسی کا نکاح کرائے

۴/۲۵۴٦ وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكَحُ وَلَا يَخْطُبُ۔

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۰۳۰/۲ الحدیث رقم (٤۱۔ ۱٤۰۹)۔ وابو داؤد فی السنن ٤۲۱/۲ الحدیث رقم ۱۸٤۱۔ والترمذی فی ۱۹۹/۳ الحدیث رقم ۸٤۰ والنسائی فی ۱۹۲/۵ الحدیث رقم ۲۸٤٤۔ وابن ماجه ٦۳۲/۱ الحدیث رقم ۱۹٦٦۔ والدارمی ۱۸۹/۲ الحدیث رقم ۲۱۹۸۔ ومالك فی الموطأ ۳٤۸/۱ الحدیث رقم ۷۰ من کتاب الحج۔ واحمد فی المسند ۵۷/۱۔

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محرم کے لیے درست نہیں ہے کہ نکاح کرے اور یہ بھی درست نہیں ہے کہ محرم کسی کا نکاح کرائے یعنی بولایت یا بوکالت کسی کا بھی نکاح نہ کرائے اور یہ بھی درست نہیں ہے کہ محرم منگنی کرے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ امام شافعیؒ اور جمہور علماء کے نزدیک پہلی دونوں نہیاں تحریمی ہیں اور تیسری نہی پس ان کے نزدیک درست نہیں ہے اپنا نکاح کرنا اور دوسرے کا نکاح کرنا بھی درست نہیں ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک تینوں نہیاں تنزیہی ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

۵/۲۵۴۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَیْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥١/٤۔ الحدیث رقم ١٨٣٧۔ ومسلم فی صحیحه ١٠٣١/٢ الحدیث رقم (٤٦۔ ١٤١٠) وابوداؤد فی السنن ٤٢٣/٢ الحدیث رقم ١٨٤٤۔ والترمذی فی ٢٠١/٣ الحدیث رقم ٨٤٢۔ والنسائی فی ١٩١/٥ الحدیث رقم ٢٨٤٠۔ وابن ماجه فی ٦٣٢/١ الحدیث رقم ١٩٦٥۔ والدارمی فی ٥٨/٢ الحدیث رقم ١٨٢٢۔ واحمد فی المسند ٢٦٦/١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے حالت احرام میں نکاح کیا۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کا احرام باندھے ہوئے تھے۔

حالتِ احرام میں ہم بستر ہونا ممنوع ہے

۶/۲۵۴۸ وَعَنْ یَزِیْدَ بْنَ الْاَصَمِّ ابْنِ اُخْتِ مَیْمُوْنَةَ عَنْ مَیْمُوْنَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ (رواه مسلم) قَالَ الشَّیْخُ الْاِمَامُ مُحِی السُّنَّةِ وَالْاَکْثَرُوْنَ عَلٰی اَنَّهٗ تَزَوَّجَهَا حَلَالًا وَظَهَرَ اَمْرُ تَزْوِیْجِهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ ثُمَّ بَنٰی بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ بِسَرِفَ فِیْ طَرِیْقِ مَکَّةَ۔

اخرجه مسلم فی صحیحه ١٠٣٢/٢ الحدیث رقم (٤٨۔ ١٤١١)۔ وابوداؤد فی السنن ٤٢٢/٢ الحدیث رقم ١٨٤٣۔ والترمذی فی ٢٠٣/٣ الحدیث رقم ٨٤٥ وابن ماجه فی ٦٣٢/١ الحدیث رقم ١٩٦٤۔ واحمد فی المسند ٣٣٥/٦۔

ترجمہ: اصم بن یزید جو کہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں' انہوں نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا' اس حال میں کہ وہ احرام میں تھے اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔ شیخ امام محی السنۃؒ نے کہا ہے کہ اکثر تینوں امام اور ان کے تابعین کے نزدیک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے حالت احرام کے بغیر نکاح کیا اور ان کے نکاح کا امر اس وقت ظاہر ہوا کہ وہ حالت احرام میں تھے پھر ان کے ساتھ ہم بستر ہوئے۔ یعنی ان کے ساتھ حالت احرام کے بغیر مقام سرف میں مکہ کے راستے میں صحبت کی۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حالت احرام میں صرف نکاح کیا اور

ان سے صحبت مقام سرف میں ہوئی۔ سرف ایک جگہ کا نام ہے جو کہ مکہ کے راستے میں ہے مکہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے اور عجیب اتفاق یہ بھی ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات بھی مقام سرف میں ہوئی تھی اور یہ جان لینا چاہیے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث اور یزید بن اصم کی حدیث کی دونوں متعارض ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کا نکاح حالت احرام کے علاوہ ہوا ہے پس ہمارے علماء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو یزید کی حدیث پر ترجیح دی ہے' اس لیے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما یزید سے حفظ وثقہ میں افضل واکمل ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث بخاریؒ اور مسلمؒ میں ہے۔ باقی رہی بات کہ عثمانؓ کی حدیث میں نہی وارد ہوئی ہے اپنے نکاح کرنے اور غیر کے نکاح کرنے سے اس کی تاویل کی گئی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنا نکاح کرنا اور غیر کا نکاح کرنا محرم کی شان نہیں ہے اس لیے کہ یہ عبادت میں مشغول ہے نہ یہ کہ تحریم مراد ہے چنانچہ اس حدیث کے فائدہ میں اس کا بیان گزر چکا ہے اور جو شافعیہؒ نے محمول کیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حالت احرام ظاہر ہوا ہے اس اعتبار سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محرم تھے پس یہ تکلف ہے۔

حالتِ احرام میں سر دھونا جائز ہے

۲۵۴۹/۷ وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَا نَ یَغْسِلُ رَأْسَهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥٠/٤ـ الحدیث رقم ١٨٤٠ـ ومسلم فی ٨٦٤/٢ الحدیث رقم (٩١ـ ١٢٠٥)ـ وابوداؤد فی السنن ٤٢٠/٢ الحدیث رقم ١٨٤٠ والنسائی فی ١٢٨/٥ الحدیث رقم ٢٦٦٥ـ وابن ماجه ٩٧٨/٢ الحدیث رقم ٢٩٤٣ـ واحمد فی المسند ٤١٨/٥ـ

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں اپنا سر دھوتے تھے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ محرم کے لیے سر دھونا بغیر اختلاف کے جائز ہے۔ اس شرط پر کہ بال نہ ٹوٹنے پائے اور اگر وہ خطمی سے سر دھوئے تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر دم لازم آتا ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک اس لیے کہ یہ خوشبو کی قسم سے ہے اور اگر صابن یا بیری کے پتے سے یا ان کی طرح چیزوں سے سر دھوئے تو اس پر تمام حضرات کے نزدیک کچھ نہیں ہے۔

۲۵۵۰/۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ احْتَجَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١٢/٤ الحدیث رقم ١٨٣٥ـ ومسلم فی صحیحه ٨٦٢/٢ الحدیث رقم (٨٧ـ ١٢٠٢)ـ وابوداؤد فی السنن ٤١٨/٢ الحدیث رقم ١٨٣٥ والترمذی فی ١٩٨/٣ الحدیث رقم ٨٣٩ـ والنسائی فی ١٩٣/٥ الحدیث رقم ٢٨٤٥ وابن ماجه فی ١٠٢٩/٢ الحدیث رقم ٣٠٨١ـ والدارمی فی ٥٧/٢ الحدیث رقم ١٨١٩ واحمد فی المسند ٢١٥/١ـ

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں بھری ہوئی سینگی کھنچوائی۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک حالت احرام میں سینگی لگوانا جائز ہے بشرطیکہ بال نہ ٹوٹنے پائیں۔

احرام کی حالت میں آنکھوں پر لیپ کرنے کی اجازت ہے

۹/۲۵۵۱ وَعَنْ عُثْمَانَ حَدَّثَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الرَّجُلِ اِذَا اشْتَکٰی عَیْنَیْہِ وَھُوَ مُحْرِمٌ ضَمَّدَھُمَا بِالصَّبِرِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۸۶۳/۲ الحدیث رقم (۸۹۔ ۱۲۰۴)۔ وابوداؤد فی السنن ۴۱۹/۲ الحدیث رقم ۱۸۳۸۔ والترمذی فی ۲۸۷/۳ والحدیث رقم ۹۵۲۔ والنسائی فی السنن ۱۴۳/۵ الحدیث رقم ۲۷۱۱۔ والدارمی ۹۸/۲ الحدیث رقم ۱۹۳۰۔

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے حق میں بیان کیا کہ جب اس کی آنکھیں دکھیں یا ضعف بصارت ہو اس حال میں کہ وہ محرم ہو تو وہ ان کو ایلوے کے ساتھ لیپ کرے۔ اس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ محرم کی آنکھوں پر لیپ کرنے اجازت ہے۔ تاج المصادر میں تضمید کے معنی لیپ کرنے کے ہیں اور دوسرے علماء آنکھوں کے اندر بطور سرمہ لگانے کے لکھتے ہیں اور علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ تضمید اصل میں زخم پر پٹی باندھنے کو کہتے ہیں اور زخم پر دوا لگانے کو بھی کہتے ہیں اگرچہ باندھا نہ جائے پھر جان لینا چاہیے کہ اگر محرم سرمہ لگائے اس طرح کہ اس میں خوشبو ہو تو اس پر صدقہ لازم ہوگا اگر بہت زیادہ خوشبو ہو تو اس پر دم آئے گا اور اگر ایسا سرمہ لگائے کہ اس میں خوشبو نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر کوئی محرم سر اور مُنہ کے سوا کسی اور عضو پر پٹی باندھے تو اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا لیکن مکروہ ہے اور اگر چوتھائی سر یا مُنہ کا حصہ ڈھانکے گا تو اس پر دم لازم ہوگا اور اگر چوتھائی سر یا مُنہ سے کم ڈھانکے گا تو اس پر صدقہ آئے گا۔

احرام کی حالت میں سورج کی گرمی سے سایہ کرنا جائز ہے

۱۰/۲۵۵۲ وَعَنْ اُمِّ الْحُصَیْنِ قَالَتْ رَاَیْتُ اُسَامَۃَ وَبِلَالًا وَاَحَدُھُمَا اٰخِذٌ بِخِطَامِ نَاقَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَہٗ یَسْتُرُہٗ مِنَ الْحَرِّ حَتّٰی رَمٰی جَمْرَۃَ الْعَقَبَۃِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۹۴۴/۲ الحدیث رقم (۳۱۲۔ ۱۲۹۸)۔ وابوداؤد فی السنن ۴۱۶/۲ الحدیث رقم ۱۸۴۳۔ النسائی فی ۲۶۹/۵ الحدیث رقم ۳۰۶۰۔

ترجمہ: حضرت ام حصین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں کہ میں نے اسامہ اور بلال رضی اللہ عنہما کو دیکھا اس حال میں کہ ان میں سے ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور دوسرے یعنی اسامہ رضی اللہ عنہ اپنا کپڑا اُٹھائے ہوئے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر) سورج کی گرمی سے سایہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرۃ العقبہ کو کنکریاں ماریں۔ اس کو امام

مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صحابی رسول حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کرتے تھے یعنی کپڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے اونچا تھا سر کو نہیں لگتا تھا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ تاج کی طرح اٹھا ہوا تھا لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ محرم کو سایہ کی اجازت ہے بشرطیکہ سایہ کرنے والی چیز سر کو نہ لگے اور یہی اکثر علماء کا قول ہے اور امام مالکؒ اور احمدؒ نے اس کو مکروہ کہا ہے۔

مجبوری کی بنا پر سر منڈانا جائز ہے

۲۵۵۳/۱۱وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهٖ وَهُوَ بِالْحُدَیْبِیَةِ قَبْلَ اَنْ یَدْخُلَ مَكَّةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَهُوَ یُوْقِدُ تَحْتَ قِدْرٍ وَالْقُمَّلُ تَتَهَافَتُ عَلٰی وَجْهِهٖ فَقَالَ اَتُؤْذِیْكَ هَوَامُّكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ رَأْسَكَ وَاَطْعِمْ فَرَقًا بَیْنَ سِتَّةِ مَسَاكِیْنَ وَالْفَرَقُ ثَلَاثَةُ اٰصُعٍ اَوْصُمْ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ اَوِ انْسُكْ نَسِیْكَةً۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۲/٤۔ الحدیث رقم ۱۸۱٤۔ ومسلم فی ۸٦۱/۲ الحدیث رقم (۸۳۔ ۱۲۰۱)۔ والترمذی فی السنن ۲۸۸/۳ الحدیث رقم ۹۵۳۔ ومالك فی الموطأ ٤۱۷/۱ الحدیث رقم ۳۸ من كتاب الحج واحمد فی المسند ۲٤۱/۱۔

ترجمہ: کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر گزر ہوا اور وہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حدیبیہ میں تھے اور کعب رضی اللہ عنہ محرم تھے اور وہ ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہے تھے اور جوئیں ان کے منہ یعنی چہرے پر پڑ رہی تھیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا جوئیں تجھے ایذا دیتی ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنا سر منڈوا لو اور ایک فرق کے برابر کھانا چھ مسکینوں کو کھلا دو اور فرق تین صاع کا ہوتا ہے یا تین دن روزے رکھ یا جانور ذبح کر جو ذبح کرنے کے لائق ہو۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حضرت کعبؓ انصاری اصحابِ شجرہ میں سے ایک صحابی ہیں۔ ان کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ نہایت سبق آموز ہے۔ ان کے پاس ایک بت تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے اور عبادہ بن صامت ان کے دوست تھے۔ ایک روز عبادہ رضی اللہ عنہ کعب کے پاس آئے دیکھا کہ کعب بت کی پوجا کر کے گھر سے نکلے تھے اور عبادہ رضی اللہ عنہ گھر میں گئے اور بت کو توڑ ڈالا۔ جب کعب رضی اللہ عنہ گھر میں آئے تو دیکھا کہ بت ٹوٹا ہوا پڑا ہے غصے میں آئے اور یہ چاہا کہ عبادہ کو برا کہیں۔ پھر سوچا اور دل میں کہا کہ اگر اس بت کے اندر کوئی طاقت ہوتی تو اپنے آپ کو بچا لیتا۔ یہ سوچ کر مسلمان ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ جب ہدایت دیتا ہے تو یوں دیتا ہے۔ بہرحال اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر کوئی شخص حالت احرام میں کسی عذر مثلاً جوئیں، زخم یا درد کی وجہ سے اپنا سر منڈوائے تو اسے اختیار ہے کہ جزاء کے طور پر چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا چاہے تو تین روزے رکھے اور چاہے تو جانور ذبح کر لے۔

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ ط فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًی مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْیَةٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ج۔ "یعنی اگر تم میں سے کوئی مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (اور وہ اپنا سر حلق کروا دے) تو وہ فدیہ کے طور پر یا تو روزے رکھے یا صدقہ دے یا جانور کی قربانی کرے۔"

الفصل الثانی:

عورت کے محظوراتِ احرام

۱۲/۲۵۵۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى النِّسَاءَ فِيْ اِحْرَامِهِنَّ عَنِ الْقُفَّازَيْنِ وَالنِّقَابِ وَمَا مَسَّ الْوَرْسُ وَالزَّعْفَرَانُ مِنَ الثِّيَابِ وَلْتَلْبَسْ بَعْدَ ذٰلِكَ مَا اَحَبَّتْ مِنْ اَلْوَانِ الثِّيَابِ مُعَصْفَرٍ اَوْ خَزٍّ اَوْ حُلِيٍّ اَوْ سَرَاوِيْلَ اَوْ قَمِيْصٍ اَوْ خُفٍّ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۴۱۲/۲ الحدیث رقم ۱۸۲۷۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو احرام کی حالت میں دستانے پہننے اور نقاب کے ڈالنے سے منع فرماتے تھے یعنی اس طرح کے نقاب سے جو منہ کو لگے اور اس کپڑے کے پہننے سے کہ جس کو ورس اور زعفران لگی ہو اور چاہیے کہ اس کے بعد (یعنی احرام سے نکلنے کے بعد) وہ کپڑوں کی اقسام سے پہنے جو بھی قسم ہو۔ کسمی ہو یا حریا زچور ہو یا پائجامہ ہو یا کرتہ ہو یا موزہ۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں عورت کے احرام کے ممنوعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد کا مطلب ہے۔ یعنی احرام سے نکلنے کے بعد پہنے۔ حضرت شیخؒ نے تو یہ معنی لکھے ہیں اور ملا علی قاریؒ نے یہ معنی لکھے ہیں کہ اس کے بعد جو چیز ذکر کی گئی۔ کہ سوائے مذکورہ چیزوں کے جو چاہے کپڑے پہنے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حدیث کا ظاہر سے فرق معلوم ہوتا ہے زعفرانی کپڑے اور کسم سے رنگے ہوئے کپڑوں کے مابین اور ہمارے مذہب میں دونوں منع ہیں۔ **خزانۃ الاکمل، ولو الجی** اور فقہ کی دوسری کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر محرم کسب کا یا زعفران کا یا ورس کا چمکتا ہوا کپڑا پہنے ایک دن یا زیادہ تو اس پر دم لازم آتا ہے اور اگر ایک دن سے کم پہنے تو صدقہ دینا لازم آتا ہے پس مناسب ہے کہ اس حدیث کو کسم سے رنگے ہوئے کپڑے پر محمول کیا جائے کہ جن میں خوشبو نہ ہو اور علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ زیور کا کپڑوں کے ساتھ مجازاً ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا احرام کی حالت میں مُنہ کھولنے کا طریقہ

۱۳/۲۵۵۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْرِمَاتٌ فَاِذَا جَاوَزُوْا بِنَا سَدَلَتْ اِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَّأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا فَاِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ۔

(رواہ ابو داود والا بن ماجۃ معناہ)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۴۱۶/۲ الحدیث رقم ۱۸۳۳۔ وابن ماجه ۹۷۹/۲ الحدیث رقم ۲۹۳۵۔ واحمد فی المسند ۳۰/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم حالت احرام میں (سفر کے دوران) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور (حالت حرام کے باعث ہمارے چہرے کھلے ہوئے تھے) اور قافلے ہمارے قریب سے گزرتے تھے جب کوئی قافلہ ہمارے پاس سے گزرتا تو ہم میں ہر عورت اپنی چادر (پردے کی غرض سے) اپنے سر پر (اس طرح) ڈالتی کہ وہ چادر ان

کے مُنہ کے ساتھ نہ لگتی۔ اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہؒ نے اس معنی میں ذکر کیے ہیں۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک کا خلاصہ بالکل واضح ہو چکا ہے کہ جب کوئی قافلہ ہمارے پاس سے گزرتا تو سر اور منہ کو ڈھانک لیتی تھیں اور جب گزر جاتا تو پردہ ہٹا لیتی تھیں۔

احرام کی حالت میں خوشبو کا استعمال ممنوع ہے

۱۴/۲۵۵۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَدَّھِنُ بِالزَّیْتِ وَھُوَ مُحْرِمٌ غَیْرَ الْمُقَتَّتِ یَعْنِیْ غَیْرَ الْمُطَیَّبِ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۹٤/۳ الحدیث رقم ۹٦۲۔ وابن ماجه فی ۱۰۳۰/۲ الحدیث رقم ۳۰۸۳۔ واحمد فی المسند ۱٤٥/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت میں بغیر خوشبو کے زیتون کا تیل استعمال کرتے تھے۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ مقتت اس تیل کو کہتے ہیں کہ خوشبو والے پھول ڈال کر اس کو پکا لیا جائے' تاکہ تیل خوشبودار ہو جائے یا اس میں خوشبودار تیل ملایا جائے۔ پھر جان لینا چاہیے کہ محرم اگر سارے عضو پر خوشبو والا تیل لگائے یا اس کی طرح بنفشہ کا تیل اور گلاب کا اور موتیا وغیرہ کا تیل لگائے تو اس پر دم یعنی جانور ذبح کرنا لازم آتا ہے بالاتفاق اور اگر زیتون کا تیل لگائے یا تلوں کا تیل کہ اس میں خوشبو نہ ملی ہو اور بہت زیادہ لگائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر دم لازم آئے گا اور صاحبین کے نزدیک صدقہ دینا ہوگا۔ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب یہ دونوں تیل خوشبو سے بالکل خالی ہوں اور ان کو کسی خوشبودار پھول کے بغیر پکایا گیا نہ ہو کیونکہ اگر زیتون کا یا تلوں کے تیل میں خوشبو ہوگی یا اس میں کسی خوشبودار پھول کو ڈال کر پکایا گیا ہوگا تو اس صورت میں تمام ائمہ کرام رحمہم اللہ کے نزدیک اس کو استعمال کرنے کی وجہ سے دم واجب ہوگا اور یہی اختلاف اس صورت میں ہے کہ تیل بہت زیادہ لگائے۔ اگر زیتون کا یا تلوں کا تیل کم لگائے تو اس پر بالاتفاق صدقہ دینا لازم آئے گا۔ پھر یہ دم وغیرہ دونوں تیلوں سے اس وقت دینا لازم آتا ہے کہ ان کو بطور خوشبو لگانے کے استعمال کرے اور اگر ان کو بطور دوا کے استعمال کرے تو اس پر بالاجماع کچھ نہیں آئے گا۔ بخلاف مشک کے استعمال کرنے ان کے استعمال سے بہرنوع دم لازم آتا ہے۔ خواہ بطور خوشبو کے استعمال کرنے کے ہو اور خواہ بطور دوا کے ہو۔

الفصل الثالث:

سلا ہوا کپڑا پہننا محرم کے لیے منع ہے

۱۵/۲۵۵۷ وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ وَجَدَ الْقُرَّ فَقَالَ اَلْقِ عَلَیَّ ثَوْبًا یَا نَافِعُ فَاَلْقَیْتُ عَلَیْہِ بُرْنُسًا فَقَالَ تُلْقِیْ عَلَیَّ ھٰذَا وَقَدْ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّلْبَسَہُ الْمُحْرِمُ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ٤١٣/٢ الحدیث رقم ١٨٢٨۔

ترجمہ: حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سردی محسوس کی اور کہا کہ اے نافع! مجھ پر کپڑا ڈال دو۔ پس میں نے ان پر بارانی ڈال دی پس فرمایا تو مجھ پر یہ ڈالتا ہے؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کو برساتی پہننے سے منع فرمایا ہے۔اس کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم کے لئے سلا ہوا کپڑا پہننا' اس طرح استعمال کرنا جس طرح انسان کا معمول ہوتا ہے منع ہے ورنہ صرف برساتی کو بدن پر ڈال لینا منع نہیں ہے چنانچہ اس کا بیان اوپر ہو چکا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا ہے۔ پس یا تو مذہب ان کا یہی ہوگا کہ مطلق سلے ہوئے کپڑے کے استعمال سے پرہیز کرتے ہونگے یا اس لیے منع کیا کہ نافع رحمہ اللہ نے ان کا سر ڈھانک دیا ہوگا۔

حالتِ احرام میں سینگی لگوانا جائز ہے

۱۶/۲۵۵۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ احْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ مِنْ طَرِيْقِ مَكَّةَ فِيْ وَسَطِ رَأْسِهٖ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥٠/٤۔ الحدیث رقم ١٨٣٦۔ ومسلم فی صحیحه ٨٦٢/٢ الحدیث رقم ١٨٣٦۔ ومسلم فی صحیحه ٨٦٢/٢ الحدیث رقم (٨٨۔ ١٢٠٣)۔ والنسائی فی السنن ١٩٤/٥ الحدیث رقم ٢٨٥٠۔ والدارمی ٥٧/٢ الحدیث رقم ١٨٢٠۔ ومالك فی الموطأ ٣٤٩/١ الحدیث رقم ٤٧ من كتاب الحج۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مالک جو بحینہ کے بیٹے ہیں' کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے درمیان میں مکہ کے راستے میں لحی جمل کے مقام پر احرام کی حالت میں سینگوائی کھنچوائی۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ مالک' عبداللہ کے والد کا نام ہے اور بحینہ ان کی والدہ کا نام ہے۔ گویا ابن بحینہ عبداللہ کی دوسری صفت ہے۔ اس لیے مالک کے لفظ کو تنوین کے ساتھ پڑھتے ہیں اور ابن بحینہ میں الف لکھا جاتا ہے اور بحینہ عبداللہ کی والدہ تھیں اور مالکؒ کی بیوی اور سر میں پچھنے لگوانے سے بال ضرور ٹوٹے ہونگے۔ پس یہ حالت ضرورت پر محمول ہے اور اگر محرم ایسی جگہ پر پچھنے لگوائے جہاں بال نہ ہوں تو پھر اس پر فدیہ لازم نہیں ہوتا۔

مسئلہ: اگر کوئی محرم چوتھائی حصے سے کم بال منڈوائے یا سینگی لگوانے کی وجہ سے اس کے سر کے چوتھائی حصے کے بال ٹوٹ جائیں تو اس پر صدقہ واجب ہوگا۔ یعنی وہ جزاء کے طور پر یا تو کسی بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا اسے نصف صاع گندم دیدے۔ اگر کوئی شخص حالت احرام میں بلا عذر چوتھائی حصے سے زائد سر منڈوائے یا سینگی لگوائے' اور اس کی وجہ سے چوتھائی سر سے زیادہ بال ٹوٹ جائیں تو اس پر دم لازم ہو جائے گا۔ اس کو جزا کے طور پر ایک بکری یا اس کی طرح کا کوئی جانور ذبح کرنا پڑے گا اور اگر عذر کی وجہ سے چوتھائی سر سے زیادہ منڈائے یا عارضہ کی وجہ سے پچھنے لگوائے اور اس قدر بال ٹوٹیں تو محرم کو تین چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے بکری ذبح کرے یا چھ مسکینوں کو تین صاع گیہوں دے ہر مسکین کو دو دو سیر یا تین روزے رکھے۔ متصل رکھ لے یا متفرق اور اگر پچھنوں کی جگہ سے پچھنوں کے لیے بال منڈائے تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دم

لازم آتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک صدقہ لازم آتا ہے اور پچھنوں کی جگہ سے گردن کے دونوں کنارے اور گدی مراد ہے اور اگر ساری گردن منڈائے تو بالاتفاق دم آتا ہے اور اگر پوری سے کم منڈائے گا تو صرف صدقہ آتا ہے اور خود سے بال ٹوٹیں تو کچھ لازم نہیں آتا۔ مناسک ملاعلی۔

احرام کی حالت میں پچھنے لگوانا

۲۵۵۹/۱۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ احْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ عَلٰى ظَهْرِ الْقَدَمِ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِهٖ۔ (رواہ ابو داود والنسائی)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ٤١٨/٢ الحديث رقم ١٨٣٧۔ والنسائی فی ١٩٤/٥ الحديث رقم ٢٨٤٩۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درد کی وجہ سے اپنے پیر کی پشت پر احرام کی حالت میں ابھری ہوئی سینگی کھنچوائی۔ اس کو ابوداؤد اور نسائی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پیر کی پشت پر سینگی لگوانے سے بالوں کے ٹوٹنے کا کوئی احتمال ہی نہیں۔ اور عذر بھی فی الحال موجود تھا۔

حدیث مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر احرام کی حالت کے نکاح فرمایا

۲۵۶۰/۱۸ وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ حَلَالٌ وَبَنٰى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ وَكُنْتُ اَنَا الرَّسُوْلُ بَيْنَهُمَا۔ (رواہ احمد والترمذی وقال هذا حديث حسن)

اخرجه الترمذی فی السنن ٢٠٠/٣ الحديث رقم ٨٤١۔ والدارمی فی ٥٩/٢ الحديث رقم ١٨٢٥ واحمد فی المسند ٣٣٣/٦۔

ترجمہ: ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح کیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احرام کے تھے اور ان کے ساتھ شب زفاف گزاری اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت میں نہ تھے اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور میمونہ رضی اللہ عنہا کے درمیان پیغام پہنچانے والا تھا۔ اس کو امام احمدؒ اور ترمذی نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ اوپر کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی گزری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا ہے کہ بغیر حالت احرام میں کیا ہے۔ جان لینا چاہیے کہ وہ حدیث بخاری اور مسلمؒ میں آتی ہے اور یہ دونوں میں سے ایک میں بھی نہیں ہے پس یہ حدیث اس درجے کو نہیں پہنچی ہے۔

بَابُ الْمُحْرِمِ يَجْتَنِبُ الصَّيْدَ

محرم کے لئے شکار کی ممانعت کا بیان

فائدہ: محرم آدمی کا شکار اور دوسرے کی رہنمائی کرنی' شکار کرنے کے لیے حرام ہے تمام علماء کے نزدیک اور اگر ان افعال میں سے کچھ بھی کرے گا تو اس پر بدلہ لازم ہوگا۔ یعنی شکار کی قیمت دو عادل آدمیوں کے فیصلہ کے ساتھ لازم ہوگی۔ اس جگہ کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا جس جگہ شکار کیا ہے یا اس جگہ کی قریب کے مقام کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور شکار کی جگہ اس کی قیمت نہ ہو پھر اگر وہ چاہے تو اس کی قیمت کے ساتھ ہدی خریدے اگر اس میں آ سکے۔ پس اس کو حرم میں ذبح کرے اور اگر چاہے تو اس کی قیمت سے خریدے اور ہر فقیر کو آدھا صاع دے اگر گیہوں ہو اور اگر کھجور یا جو ہو تو ایک صاع دے۔ یعنی چار چار سیر دے اس سے کم نہ دے اور اگر چاہے تو ہر فقیر کے کھانے کے بدلے روزے رکھے۔ ایک ایک روزہ اگر فقیر کے کھانے سے تھوڑا سا بچ جائے تو اس کو اللہ کے لیے دے دے یا اس کے بدلے ایک روزہ رکھے اور قصداً شکار کرنے والا اور بھول کر کرنے والا برابر ہے اور اگر شکار کو زخمی کرے یا اس کا عضو کاٹے یا اس کا بال اکھاڑے تو اس چیز کا بدلہ دے کیونکہ اس کی قیمت ناقص ہوگئی ہے۔

اور اگر اس کے پر اکھیڑے یا ہاتھ پاؤں اس کے کاٹے۔ پس وہ ایسا ہو جائے وہ اپنے آپ کو بلی وغیرہ سے بچا نہ سکے تو اس پر پوری قیمت ہے اور اگر اس کا دودھ دوہے' پس اس کے دودھ کی قیمت دے اور اسی طرح اگر انڈا توڑا تو اس کی قیمت دے اور محرم کے شکار کے کھانے کے بارے میں تفصیل ہے۔ اگر محرم خود شکار کرے یا کوئی اور محرم شکار کرے تو اس کو کھانا بلا اتفاق حرام ہے اور اگر محرم شکار اپنے لیے یا محرم کے لیے اس کی اجازت سے یا اس کی اجازت کے بغیر شکار کرے اس میں کئی مذہب اور اقوال علماء ہیں۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا مذہب جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان میں ہیں اور بعض تابعین رحمہم اللہ کا یہ ہے کہ محرم پر شکار کا کھانا حرام ہے مطلقاً اور ان کی دلیل صعب بن جثامہ کی حدیث ہے اور امام شافعیؒ اور احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر محرم آپ شکار کرے یا کوئی دوسرا اس کی اجازت کے ساتھ یا اس کی اجازت کے بغیر اس کے لیے شکار کرے تو حرام ہے اور اگر غیر محرم شکار کرے اپنے لیے اور کچھ اس محرم کے لیے بطور ہدیہ کے بھیجے تو حلال ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب اور علماء کا یہ ہے کہ محرم کو شکار کا گوشت کھانا حلال ہے جب تک وہ خود شکار نہ کرے اور اس کے کرنے کا حکم نہ کرے اور راستہ نہ بتائے اور اس کی طرف اشارہ نہ کرے اور شکار کرنے پر مدد نہ کرے اگرچہ اس کے لیے شکار کیا جائے چنانچہ ابوقتادہ کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے اور شکار سے مراد اصل خلقت کے اعتبار سے حیوان وحشی ہے کہ پیدائش ونسل اس کی جنگل میں ہو۔ پس محرم کو بکری' دنبہ' بھیڑ' گائے' اونٹ' مرغ اور بطخ گھر کی پلی ہوئی کو ذبح کرنا جائز ہے اور محرم اگر کبوتر کو ذبح کرے گا تو اس پر بدلہ آئے گا اور پلے ہوئے ہرن کے اور دریائی جانور کا شکار کرنا۔ محرم وغیر محرم کو حلال ہے خواہ اس کو کھاتے ہوں یا نہ کھاتے ہوں اس آیت شریفہ کی وجہ سے:

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ. پھر محرم پر بالاتفاق جنگل کے جانوروں کا شکار کرنا حرام ہے جو کہ کھائے جاتے ہیں۔ ان کو صاحب بدائع دو قسم پر تقسیم

کیا ہے ایک تو وہ طبعاً ایذا دیتے ہیں اور ابتدا کرتے ہیں تکلیف دیتے ہیں اگر شیر' چیتے اور بھیڑے اور ان کی طرح پس محرم کو قتل کرنا جائز ہے اور اس پر کچھ نہیں آتا اور ایک وہ ہیں جو ایذاء کے ساتھ ابتداء نہیں کرتے جیسے چرغ وغیرہ پس محرم کے لیے ان جانوروں کو مارنا جائز ہے اگر اس کو ایذاء پہنچائیں اور اس پر کچھ نہیں آئے گا اور اگر وہ ایذاء نہ پہنچائیں تو محرم کو ابتداءً مارنا مباح نہیں ہے اگر ابتداءً مارے گا تو اس پر بدلہ لازم آئے گا۔

الفصل الاول:

احرام کی حالت میں گورخر کا ہدیہ قبول نہ کرنا

۱/۲۵۶۱ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جُثَّامَةَ اَنَّهٗ اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَّحْشِيًّا وَهُوَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاٰى مَا فِيْ وَجْهِهٖ قَالَ اِنَّا لَمْ نَرُدَّهٗ عَلَيْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۱/٤۔ الحدیث رقم ۱۸۲۵۔ ومسلم فی ۸۵۰/۲ الحدیث رقم (۵۰۔ ۱۱۹۳)۔ والترمذی فی السنن ۲۰٦/۳ الحدیث رقم ۸٤۹۔ والنسائی فی ۱۸۳/۵ الحدیث رقم ۲۸۱۹۔ وابن ماجه فی ۱۰۳۲/۲ الحدیث رقم ۳۰۹۰ والدارمی فی ٦۰/۲ الحدیث رقم ۱۸۳۰۔ ومالك فی الموطأ ۳۵۳/۱ الحدیث رقم ۸۳ من کتاب الحج۔ واحمد فی المسند ۳۷/٤۔

ترجمہ: حضرت صعب بن جثامہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس بطریق تحفہ گورخر بھیجا حالانکہ اس وقت آپ ﷺ مقام ابواء یا ودان میں تھے۔ پس نبی کریم ﷺ نے ان پر پھیر دیا۔ پس جب کہ حضور ﷺ نے وہ چیز دیکھی کہ جو اس کے چہرے پر تھی یعنی قبول نہ کرنے کی وجہ سے آپ ﷺ نے ناخوشی اور غم کو محسوس کیا۔ ارشاد فرمایا ہم نے واپس نہیں کیا مگر یہ کہ ہم احرام کی حالت میں تھے۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث پاک میں دو لفظ آتے ہیں ابواء اور ودان یہ جگہوں کے نام ہیں جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ہیں اور ظاہراً یہ حدیث ان کی دلیل ہے جو مطلقاً محرم کو شکار کا گوشت کھانے کو حرام کہتے ہیں اور ہمارا مذہب حضرت عمرؓ' ابو ہریرہؓ' طلحہ بن عبداللہ اور عائشہ رضی اللہ عنہم کی طرح ہے پس ہمارے نزدیک یہ ہے کہ انہوں نے گورخر زندہ شکار کر کے بھیجا تھا ان کا لینا درست نہیں ہے اس لیے لوٹا دیا لیکن ایک روایت میں آیا ہے کہ گورخر کا گوشت بھیجا اور ایک روایت میں آیا ہے گورخر کی ران بھیجی اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کا ٹکڑا بھیجا ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی اس کا گوشت مراد ہے جواب یہ ہے کہ اولاً زندہ گورخر بھیجا ہوگا وہ نہ لیا۔ پھر ران بھیجی اور گورخر اس کو بعضوں نے گوشت مراد لیا اور بعض نے ٹکڑا اور ہماری بڑی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ کے پاس عرج کے مقام پر احرام کی حالت میں گورخر لایا گیا۔ حضور ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم کیا کہ اس کو اپنوں میں بانٹ دو اور شافعیہؒ کہتے ہیں کہ اس گمان کے مطابق کہ میرے لیے شکار کیا گیا ہے۔

حنفیہ کا استدلال

۲/۲۵۶۲وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَخَلَّفَ مَعَ بَعْضِ اَصْحَابِهٖ وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَأَوْا حِمَارًا وَحْشِيًّا قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ فَلَمَّا رَأَوْهُ تَرَكُوْهُ حَتّٰى رَاٰهُ اَبُوْقَتَادَةَ فَرَكِبَ فَرَسًا لَهٗ فَسَاَلَهُمْ اَنْ يُّنَاوِلُوْهُ سَوْطَهٗ فَاَبَوْا فَتَنَاوَلَهٗ فَحَمَلَ عَلَيْهِ فَعَقَرَهٗ ثُمَّ اَكَلَ فَاَكَلُوْا فَنَدِمُوْا فَلَمَّا اَدْرَكُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلُوْهُ قَالَ هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَیْءٌ قَالُوْا مَعَنَا رِجْلُهٗ فَاَخَذَهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكَلَهَا (متفق عليه وفی رواية) لَهُمَا فَلَمَّا اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمِنْكُمْ اَحَدٌ اَمَرَهٗ اَنْ يَّحْمِلَ عَلَيْهَا اَوْ اَشَارَ اِلَيْهَا قَالُوْا لَا قَالَ فَكُلُوْا مَا بَقِیَ مِنْ لَحْمِهَا۔

اخرجه البخاری فی صحیحح ۲۹/۴۔ الحدیث رقم ۱۸۲۴۔ ومسلم فی صحیحه ۸۵۱/۲ الحدیث رقم (۵۶۔ ۱۱۹۶)۔ وابوداؤد فی السنن ۴۲۸/۲ الحدیث رقم ۱۸۵۲۔ والترمذی فی ۲۰۴/۳ الحدیث رقم ۸۴۷۔ والنسائی فی ۱۸۲/۵ الحدیث رقم ۲۸۱۶ وابن ماجه فی ۱۰۳۳/۲ الحدیث رقم ۳۰۹۲۔ ومالك فی الموطأ ۳۵۰/۱ الحدیث رقم ۷۶ من کتاب الحج۔

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ (حدیبیہ کے سال) نکلے پس وہ اپنے بعض دوستوں سے پیچھے رہ گئے اور ان کے دوست محرم تھے اور ابوقتادہ غیر محرم تھے پس ان کے دوستوں نے گورخر کوان کے دیکھنے سے پہلے دیکھا پس جب ان کے دوستوں نے دیکھا تو چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس کو ابوقتادہ نے دیکھا پس وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے پھر اپنے دوستوں سے اپنا کوڑا مانگا' مگر انہوں نے کوڑا دینے سے انکار کر دیا' پھر ابوقتادہ نے کوڑا لیا یعنی گھوڑے سے اتر کر پھر گورخر پر حملہ کیا پس اس کو مارا اور کھایا اور ساتھ والوں نے بھی کھایا پھر اس کی وجہ سے پریشان ہوئے کہ محرم کو مطلقاً شکار درست نہیں ہے پس جب حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی۔ تو اس کا حکم پوچھا۔ کہ آیا اس کا کھانا ہمارے لیے درست تھا یا نہیں؟ فرمایا کہ کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس اس کا پاؤں ہے پس اس کو نبی کریم ﷺ نے لیا اور کھایا۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے اور ایک روایت ان دونوں میں سے یہ ہے کہ جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابوقتادہ ؓ کو حکم کیا تھا یہ کہ گورخر پر حملہ کرے یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کھاؤ' جو اس کے گوشت میں سے باقی ہے۔

تشریح ❁ حدیث پاک میں جو بیان ہوا ہے کہ اس کو کھایا اور ایک صحیح روایت میں یہ آیا ہے کہ حضور ﷺ نے اس کو نہیں کھایا۔ ان میں تطبیق یوں دی جائے گی کہ اولاً حضور ﷺ نے نہیں کھایا ہوگا اس خوف سے کہ کسی محرم نے حکم کیا ہوگا یا مدد کی ہوگی پس جب یہ امر محقق ہو گیا تو نوش فرمایا اور صریح حکم کیا تھا یا دلالت بھی کی یعنی اس کی طرف راستہ بتایا تھا اور دلالت اور اشارہ میں فرق یہ ہے کہ دلالت زبان سے ہوتی ہے اور اشارہ ہاتھ سے ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ دلالت غائب میں ہوتی ہے اور اشارہ حاضر میں محرم کو دلالت کرنا حرام ہے حلال میں اور حرام میں اور غیر محرم کو حرم میں حرام ہے۔ نہ کہ حلال میں اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ محرم کو شکار کا گوشت کھانا مباح ہے اگر خود شکار نہ کیا ہو اور دلالت اور اشارہ اور مدد

نہ کی ہو اور اس میں رد ہے ان حضرات کا جو شکار کے گوشت کو مطلقاً کھانا منع کرتے ہیں۔

احرام کی حالت میں مذکورہ جانوروں کو مارنا گناہ نہیں ہے

۳/۲۵۶۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحَرَمِ وَالْاِحْرَامِ اَلْفَارَةُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَاةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۵۵/٦۔ الحدیث رقم ۳۳۱۵۔ ومسلم فی ۸۵۷/۲ الحدیث رقم (۷۲۔ ۱۱۹۹)۔ وابوداؤد فی السنن ٤۲٤/۲ الحدیث رقم ۱۸٤٦۔ والنسائی فی ۱۸۷/۵ الحدیث رقم ۲۸۲۸۔ وابن ماجه ۱۰۳۱/۲ الحدیث رقم ۳۰۸۸۔ ومالك فی الموطأ ۳۵٦/۱ الحدیث رقم ۸۹ من کتاب الحج واحمد فی المسند ۸/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پانچ جانوں کو حرم میں احرام کی حالت میں مارنا گناہ نہیں ہے چوہا' کوا' چیل' بچھو اور کاٹنے والا کتا۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ کوے سے مراد الغراب الابقع سیاہ وسفید کوا ہے کہ جو اکثر مردار اور نجاست کو کھاتا ہے جیسا کہ آئندہ روایت میں آیا ہے اور اس سے کھیتی کھانے والا کوا نکل گیا کہ اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور اس کی چونچ اور پاؤں کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ کاٹنے والے کتے کے حکم میں وہ تمام درندے شامل ہیں جو حملہ کرتے ہیں۔ ایسے تمام جانوروں کو حالت احرام میں حرم میں مارنا جائز ہے۔

موذی جانوروں کو مارنے کا حکم

۴/۲۵۶۴ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ فَوَاسِقٌ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ اَلْحَيَّةُ وَالْغُرَابُ الْاَبْقَعُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْحُدَيَّا۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۵۵/٦۔ الحدیث رقم ۳۳۱٤۔ ومسلم فی ۸۵٦/۲ الحدیث رقم (٦٦۔ ۱۱۹۸)۔ والترمذی فی السنن ۱۹۷/۳ الحدیث رقم ۸۳۷۔ والنسائی فی ۱۸۸/۵ الحدیث رقم ۲۸۲۹۔ وابن ماجه فی ۳۱/۲۔ الحدیث رقم ۳۰۸۷۔ واحمد فی المسند ۱٦٤/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ موذی جانور حل میں بھی مارے جائیں اور حرم میں بھی مارے جائیں یعنی مارنے والا بغیر احرام کے ہو یا احرام باندھے ہوئے ہو۔ سانپ' سیاہ وسفید کوا' چوہا' کاٹنے والا کتا اور چیل۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کتے کا مارنا حرام ہے جس میں منفعت ہو اور ایسے ہی اس کتے کا مارنا جس میں نہ نفع اور نہ نقصان ہو اور ان جانوروں کا مارنا جن کا ذکر متن حدیث میں گزر چکا ہے۔ صرف ان ہی پر حصر نہیں ہے بلکہ یہی حکم سب موذی جانوروں کا ہے چیونٹی کی طرح اور مچھر اور پسو اور چچڑی اور کھٹمل وغیرہ اور اگر جوئیں ماری جائیں تو پھر حسب توفیق صدقہ دینا واجب ہوگا۔

الفصل الثانی:

محرم کوشکار کرنے کا ممانعت

۵/۲۵۶۵ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَحْمُ الصَّيْدِ لَكُمْ فِی الْاِحْرَامِ حَلَالٌ مَالَمْ تَصِيْدُوْهُ اَوْ يُصَادُ لَكُمْ۔ (رواہ ابو داود والترمذی والنسائی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۴۲۷/۲ الحدیث رقم ۱۸۵۱۔ والترمذی فی ۱۰۳/۳ الحدیث رقم ۸۴۶۔ والنسائی فی ۱۸۷/۵ الحدیث رقم ۲۷۲۸۔ والدارقطنی فی ۲۹۰/۲ الحدیث رقم ۲۴۳ من باب المواقیت۔ واحمد فی المسند ۳۶۲/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ حالت احرام میں شکار کا گوشت تمہارے لئے حلال ہے بشرطیکہ تم نے وہ شکار نہ کیا ہو یا وہ شکار تمہارے لیے نہ کیا گیا ہو۔ اس کو ابوداؤدؒ اور نسائیؒ اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر تم حالت احرام میں شکار کرو گے یا تمہارے لیے شکار کیا جائے گا۔ اگر شکار کرنے والا محرم نہ ہو تو اس شکار کا گوشت کھانا تمہارے لئے درست نہ ہوگا۔ اس حدیث سے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے دلیل پکڑی ہے اس سے کہ اس شکار کا گوشت حرام ہے جس کو غیر محرم نے احرام والے کے واسطے شکار کیا ہو اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ معنی لیے ہیں کہ اگر بطریق تحفہ کے تمہاری طرف بھیجا گیا ہو تو اس کا گوشت حرام ہوگا اور اگر گوشت بھیجے تو حرام نہیں ہوگا اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر تمہارے حکم سے شکار کیا جائے تو اس کا کھانا درست نہیں ہے۔

پس اس شکار کا گوشت حرام نہیں ہوگا جس کو غیر محرم احرام والے کے لیے اس کے امر کے بغیر یا دلالت کے بغیر یا اشارے کے بغیر ذبح کرے۔

الجراد بمعنی ٹڈی

۶/۲۵۶۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجَرَادُ مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ۔

(رواہ ابو داود والترمذی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۴۲۹/۲ الحدیث رقم ۱۸۵۳۔ والترمذی فی ۲۰۷/۳ الحدیث رقم ۸۵۰۔ وابن ماجه فی ۱۰۷۴/۲ الحدیث رقم ۳۲۲۲۔ واحمد فی المسند ۳۰۶/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ٹڈی دریا کے شکار سے ہے۔ اس کو ابوداؤد اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ ٹڈی کو دریا کا شکار اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ دریا کے شکار کے مشابہ ہے اس بات میں کہ ذبح کے بغیر درست ہے پس محرم کو ٹڈی کا مارنا جائز نہیں ہے اور اس کے مارنے کی وجہ سے اس پر صدقہ دینا لازم آئے گا۔ یعنی اللہ کے لیے جو چاہے دے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ ٹڈی جنگل کے شکار میں سے ہے۔ ابن ہمامؒ نے کہا ہے کہ اکثر علماء کا یہی

مذہب ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹڈی کا شکار کرنا محرم کے لیے جائز ہے۔ اس لیے کہ یہ دریا کے شکار کی طرح ہے اور دریا کا شکار محرم کے لیے حلال ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مطابق کہ: اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُہٗ

حملہ کرنے والے درندے کو مارڈالنے کا حکم

۷/۲۵۶۷ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقْتُلُ الْمُحْرِمُ السَّبُعَ الْعَادِیَ۔

(رواہ الترمذی وابو داود ابن ماجۃ)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۴۲۵/۲ الحدیث رقم ۱۸۴۸۔ والترمذی فی السنن ۱۹۸/۳ وابن ماجه فی السنن ۱۰۳۲/۲ الحدیث رقم ۳۰۸۹۔ واحمد فی المسند ۳/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محرم حملہ کرنے والے درندے کو مارڈالے۔ اس کو امام ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں محرم کے لئے حملہ کرنے والے درندے کو مارڈالنے کا حکم ہے۔

چرغ کے شکار کا حکم

۸/۲۵۶۸ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَمَّارٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ الضَّبُعِ اَصَیْدٌ ھِیَ فَقَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ اَیُؤْکَلُ فَقَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ سَمِعْتَہٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ۔

(رواہ الترمذی والنسائی والشافعی وقال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۲۲/۴ الحدیث رقم ۱۷۹۱۔ والنسائی فی ۲۰۰/۷ الحدیث رقم ۴۳۲۳۔ والدارقطنی فی ۲۴۶/۲ الحدیث رقم ۴۵ من باب المواقیت واحمد فی المسند ۳۱۸/۳۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے چرغ جانور کے بارے میں پوچھا کہ کیا اس کا شکار ہے؟ پس انہوں نے کہا کہ ہاں۔ پس میں نے کہا کیا کھایا جائے؟ فرمایا کہ ہاں! پھر میں نے کہا کہ تم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ اس کو امام ترمذیؒ اور نسائی اور امام شافعیؒ نے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ یہ حدیث چرغ کے شکار کے بارے میں ہے کہ اس کا شکار کھانا محرم کے لیے حرام ہے یا حلال۔ چرغ کے گوشت کا کھانا امام شافعیؒ کے نزدیک مذکورہ بالا حدیث کی وجہ سے درست ہے اور امام مالک اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حدیث کی وجہ سے جو آئندہ آنے والی ہے درست نہیں ہے۔

چرغ کے شکار کرنے پر جزا

۹/۲۵۶۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّبُعِ قَالَ هُوَ صَيْدٌ وَيَجْعَلُ فِيْهِ كَبْشًا اِذَا اَصَابَهُ الْمُحْرِمُ۔ (رواه ابو داود وابن ماجة والدارمی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ١٥٨/٤ الحديث رقم ٣٨٠١۔ وابن ماجه فی ١٠٧٨/٢ فی الحديث رقم ٣٢٣٦۔ والدارمی فی ١٠٢/٢ الحديث رقم ١٩٤١۔ والدارقطنی فی ٢٤٦/٢ الحديث رقم ٤٨ من باب المواقيت۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چرغ جانور کے بارے میں پوچھا' فرمایا کہ وہ شکار ہے اور جس وقت محرم اس کو پہنچے تو اس کے بدلے دُنبہ یا مینڈھا (راہ خدا میں) قربان کرے۔ اس کو ابوداؤدؒ اور ابن ماجہ اور دارمیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر محرم نے احرام کی حالت میں چرغ کا شکار کیا تو اس کے بدلے ایک دنبہ مینڈھا اللہ کی راہ میں دینا پڑے گا۔

چرغ اور بھیڑیئے کا مسئلہ

۱۰/۲۵۷۰ وَعَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ جَزِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الضَّبُعِ قَالَ اَوَيَاْكُلُ الضَّبُعَ اَحَدٌ وَسَاَلْتُهُ عَنْ اَكْلِ الذِّئْبِ قَالَ اَوَ يَاْكُلُ الذِّئْبَ اَحَدٌ فِيْهِ خَيْرٌ۔

(رواه الترمذی وقال ليس اسناده بالقوی)

اخرجه الترمذی فی ٢٢٢/٤ الحديث رقم ١٧٩٢۔ وابن ماجه فی ١٠٧٧/٢ الحديث رقم ٣٢٣٥۔ ١) الحديث رقم ((النصب لست آكله ولا احرمه)) وليس ((الضبع)) اخرجه البخاری فی ٦٦٢/٩ الحديث رقم ٥٥٣٦۔ ومسلم فی ٥٤٢/٣ الحديث رقم (٤٠۔ ١٩٤٣)۔ والله تعالى اعلم۔

ترجمہ: حضرت خزیمہ بن جزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چرغ کے کھانے کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا چرغ کو کوئی کھاتا ہے؟ یعنی کسی کو کھانا نہیں چاہیے اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھیڑیے کے کھانے کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا کیا ایسا شخص جس میں بھلائی یعنی ایمان ہو بھیڑیے کو کھاتا ہے؟ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس کی اسناد قوی نہیں ہے۔

تشریح ۞ یہ حدیث نفس مضمون میں صحیح ہے اگرچہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے اور ابن ماجہ کی روایت نے اس کو تقویت دی ہے اس کے لفظ یہ ہیں: ومن يا كل الضبع۔ اور یہ حدیث اس کی مؤید ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ذی ناب کے کھانے سے یعنی کچلیوں والے جانوروں سے منع فرمایا ہے اور یہ ذی ناب درندہ ہے پس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تحریم اور اباحت کے دلیلوں کے تعارض کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے۔

الفصل الثالث:

محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کا حکم

۱/۲۵۷۱ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ وَنَحْنُ حُرُمٌ فَأُهْدِيَ لَهُ طَيْرٌ وَطَلْحَةُ رَاقِدٌ فَمِنَّا مَنْ اَكَلَ وَمِنَّا مَنْ تَوَرَّعَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ طَلْحَةُ وَافَقَ مَنْ اَكَلَهُ قَالَ فَاَكَلْنَاهُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۸۵۵/۲ الحديث رقم (۵۶۔ ۱۱۹۷)۔ والنسائی فی السنن ۱۸۲/۵ الحديث رقم ۲۸۱۷۔ والدارمی فی ۶۰/۲ الحديث رقم ۱۸۲۹۔ واحمد فی المسند ۱۶۱/۱۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان تیمیؒ سے روایت ہے کہ ہم طلحہؓ بن عبیداللہ کے ساتھ تھے اس حال میں کہ ہم محرم تھے پس ان کے لئے ایک پرندہ بطور ہدیہ کے بھیجا اور طلحہ سوئے ہوئے تھے پس ہم میں سے بعض آدمیوں نے کھایا یعنی اس لیے کہ محرم کے لیے کھانا جائز ہے محرم کو شکار کا گوشت کھانا اگر حکم نہ کیا ہو اور بعضوں نے ہم میں سے پرہیز کیا یعنی اس گمان پر کہ محرم کو اس کا کھانا درست نہیں ہے۔ حضرت طلحہؓ جاگے تو کھانے والوں کی موافقت کی پس طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے اس کے مثل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھایا۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا ہے کہ موافقت کی یعنی قول وفعل کے ساتھ یعنی یا تو زبانی کہا کہ اچھا کیا یا آپ نے بھی باقی رکھا ہوا کھایا اور جانور سے مراد ہے کہ وہ جانور بڑا تھا کہ جماعت کو کافی ہو گیا۔

بَابُ الْاِحْصَارِ وَفَوْتِ الْحَجِّ

یہ باب محرم کے روکنے اور حج کے فوت ہو جانے کے بارے میں ہے

فائدہ: محرم کے روکنے سے مراد یہ ہے کہ جب محرم کو حج سے بیماری یا دشمن یا پیسوں کا خرچ ہو جانا' روک دے یا محرم عورت کا خاوند راستے میں مر جائے اس کو چاہیے کہ وہ ایک بکری بھیجے کہ وہ اس کی طرف سے حرم میں وقت معین میں ذبح کی جائے اور جانور کے ذبح ہونے کے بعد سر منڈوانے اور بال کتروانے کے بغیر احرام سے نکل جائے اور قارن ہو تو دو جانور بھیجے اور تینوں اماموں کے نزدیک رکنا دشمن کی وجہ سے ہوتا ہے پس مریض ان کے نزدیک احرام پر باقی رہتا ہے اگر عذر جاتا رہا اور حج فوت ہو جائے تو عمرے کے افعال کے بعد احرام سے نکلے اور حج کے فوت ہونے یعنی احرام باندھے ہوئے تھا اور وقوت عرفہ پانا وقوف کی عدت میں کہ وہ وقت عرفہ کے زوال کے بعد قربانی کے دن طلوع فجر تک ہے اگر چہ ایک ساعت ہو اور یہاں ایک عجیب مسئلہ ہے اگر کوئی شخص وہاں اخیر رات کو پہنچے اور عشاء کی نماز نہ پڑھی ہو اور اگر اس کو خوف ہو کہ اگر وہ عرفات کو جائے گا تو عشاء کی نماز فوت ہو جائے گی اور اگر عشاء میں مشغول ہو گا تو وقوف عرفہ فوت ہو جائے گا۔ تو بعضوں نے کہا ہے کہ عشاء کی نماز میں مشغول ہو

جائے اگرچہ وقوف عرفہ فوت ہو جائے اور بعضوں نے کہا ہے کہ نماز چھوڑ دے اور عرفہ کی طرف چلا جائے۔

مسئلہ: درمختار میں لکھا ہے اگر عشاء کا اور وقوف کا وقت تنگ ہو اور وقوف کا تو نماز چھوڑ دے اور عرفات کی طرف چلا جائے۔

الفصل الاول:

احصار کا حکم

۲۵۷۲/۱ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدْ اُحْصِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَلَقَ رَأْسَهٗ وَجَامَعَ نِسَاءَهٗ وَنَحَرَ هَدْيَهٗ حَتّٰى اعْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٤/٤۔ الحديث رقم ۱۸۰۹۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا گیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر منڈوایا اور اپنی عورتوں سے یعنی کامل حلال ہونے کے بعد صحبت کی اور اپنی ہدی ذبح کی اور اگلے سال عمرہ کیا۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھ کر مکہ کو چلے تھے حدیبیہ کے مقام پر مشرکین نے روک لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم احرام سے نکل آئے اور جَامَعَ نِسَاءَهٗ میں واؤ مطلق جمع کے لیے ہے یعنی ترتیب وغیرہ سے منڈانا مذکور نہیں اور صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب حدیبیہ کے مقام پر احرام سے نکلے۔ جب کہ ان کو مشرکین نے روکا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرے کا احرام باندھے ہوئے تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کیا یعنی ہدی ذبح کی اور اپنا سر منڈایا اور پھر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ اور نحر کرو۔ پھر سر منڈاؤ اور ہدایہ میں ہے کہ پھر احرام سے نکلے۔ ابن ہمامؒ نے فرمایا کہ اس قید نے یہ فائدہ دیا ہے کہ محصر ہدی کے ذبح ہونے سے پہلے احرام سے نہیں نکلتا پس اگر مجھے یعنی رکنے والے نے ہدی بھیجی اور کہلا بھیجا کہ فلانے دن ذبح کرنا اور اس نے گمان کیا کہ روز موعود میں ذبح کی گئی اسے کوئی چیز ممنوع احرام کی گئی اور معلوم ہوا کہ اس نے اس وقت ذبح نہیں کی تھی تو اس پر بدلہ لازم ہوگا یعنی جانور ذبح کرنا وغیرہ ذلک اور اسی طرح اگر حل میں ذبح کی اس گمان پر کہ یہ حرم ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک کہ ہدی کو ذبح کرنا جہاں روکا جائے جائز ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ محصر ہدی کو حرم میں ذبح کرے اور باقی ہدایا میں دونوں کا اتفاق ہے کہ حرم ہی میں ذبح کئے جائیں اور جو حضرات رکنے کی جگہ پر ذبح کرنے کو کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے حدیبیہ کے مقام پر ہدی ذبح کی باوجود کہ وہ حل کی زمین ہے اور حنفیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہدی کا حرم میں پہنچانا حرم میں ممکن نہ تھا۔ پس ضرورت کی وجہ سے وہاں ذبح کی اور بعض کہتے ہیں کہ حدیبیہ کا کچھ حصہ حل میں ہے اور کچھ حصہ حرم میں ہے، پس شاید کہ حرم میں ذبح کی ہوگی اور اگلے سال یعنی ہجری کے ساتویں سال میں اس سے معلوم ہوا ہے اگر کوئی محصر ہو یعنی عمرہ یا حج کرنے سے رک جائے تو اس کی قضا کرے۔ ہمارے نزدیک اس کی قضاء واجب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس پر قضا نہیں ہے اور اگلے سال کے عمرے کا

نام عمرۃ القضاء ہونا ہمارے مذہب میں موید ہے۔

حدیبیہ کا واقعہ

۲/۲۵۷۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدَايَاهُ وَحَلَّقَ وَقَصَّرَ اَصْحَابُهُ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤/٤۔ الحدیث رقم ١٨١٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے نکلے پس کفار قریش نے خانہ کعبہ کے پیچھے ہمیں روک لیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہدی کے جانور ذبح کیے اور سر منڈایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بال کتروائے۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نے بال کتروائے اور بعضوں نے سر منڈوائے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ محصر پر بال کتروانا یا منڈوانا لازم نہیں ہے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمدؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ ہے یہ کرنا چاہے ان میں سے ایک چیز کو بال منڈوانے اور کتروانے میں سے کسی ایک کو اختیار نہیں کرے گا تب بھی احرام سے نکل جائے گا اور اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا۔

۳/۲۵۷۴ وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ قَبْلَ اَنْ يَّحْلِقَ وَاَمَرَ اَصْحَابَهُ بِذٰلِكَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١٠/٤ الحدیث رقم ١٨١١۔ واحمد فی المسند ٣٢٧/٤۔

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہؓ سے روایت ہے کہ تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈوانے سے پہلے نحر کیا۔ اور اپنے صحابہ کو سر منڈوانے سے پہلے یعنی نحر کرنے کا حکم کیا۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ بالکل واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈاونے سے پہلے نحر کیا اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی یہی حکم دیا۔

احصار کی وجہ سے حج کی قضا کرے

۴/۲۵۷۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ اَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ حُبِسَ اَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا فَيُهْدِىْ اَوْ يَصُوْمَ اِنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا۔ (رواه البخاری)

اخرجه النسائی فی السنن ١٦٩/٥ الحدیث رقم ٢٧٦٩۔

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یہ کہ انہوں نے کہا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یعنی ان کا قول تم کو کافی نہیں ہے کہ تم

میں سے کسی کو حج کرنے سے روک لیا جائے یعنی حج کے بڑے رکن سے کوئی عذر مانع ہو جیسے کہ وقوف عرفہ ہے اور طواف اور سعی سے مانع نہ ہو خانہ کعبہ کا طواف کرے اور صفا اور مروہ کی سعی کرے پھر ہر چیز سے حلال ہو جائے' یہاں تک کہ اگلے سال حج کرے پھر ہدی ذبح کرے یا اگر ہدی نہ پائے تو روزہ رکھے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جان لینا چاہیے کہ جس شخص کا حج فوت ہو جائے اگر وہ مفرد ہو تو اس پر حج کی آئندہ سال قضا ہے اور نہ ہی اس پر عمرہ ہے اور نہ ہی دم ہے یعنی جانور ذبح کرنا بخلاف محصر کے کہ اگر راستے میں حج کرنے سے روکا جائے تو حرم میں ہدی بھیجے' وہاں ذبح ہو تو احرام سے نکل جائے اور آئندہ سال حج کی قضاء کرے اور اگر مفرد ہے تو عمرہ کرے اور اگر قارن ہے تو دو عمرے کرے اور اگر وہاں پہنچ کر یعنی وقوف عرفہ سے عذر کی وجہ سے روکا جائے۔ یعنی وقوف عرفہ نہ کر سکے اور اگر طواف اور سعی کر سکتا ہے تو طواف اور سعی کرے یعنی عمرہ کر کے احرام سے نکل آئے اور آئندہ سال حج کی قضا کرے پھر ہدی ذبح کرے یا اگر ہدی نہ پائے تو روزہ رکھے اور اس حدیث میں بھی یہی صورت مذکور ہے اور اگر وہ قارن ہو یعنی حج اور عمرے کی نیت کی ہو تو وہ طواف کرے اور عمرے کے واسطے اور اس کے لیے سعی کرے پھر وہ حج کے فوت ہونے کی وجہ سے دوسرا طواف کرے اور اس کے لیے سعی کرے اور سر منڈوائے یا بال کتروائے اور اس سے دَم قران باطل ہوگا اگر متمتع ہوگا تو اس کا تمتع باطل ہوگا اور اس سے ساقط ہو جائے گا اور اگر ساتھ ہدی لایا ہو۔ تو اس کو جو چاہے کرے اور ان سب فوت کرنے والوں پر سال قضاء میں حج واجب ہوگا۔

احصار کی وجہ سے احرام کھولنا جائز ہے

۵/۲۵۷۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ لَهَا لَعَلَّكِ اَرَدْتِ الْحَجَّ وَاللّٰهِ مَا اَجِدُنِیْ اِلَّا وَجِعَةً فَقَالَ لَهَا حُجِّیْ وَاشْتَرِطِیْ وَقُوْلِیْ اَللّٰهُمَّ مَحِلِّیْ حَيْثُ حَبَسْتَنِیْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۱۳۲/۹۔ الحديث رقم ۵۰۸۹۔ ومسلم فی ۸۶۷/۲ الحديث رقم (۱۰۴۔ ۱۲۰۷)۔ والنسائی فی السنن ۶۸/۵ الحديث رقم ۲۷۶۸۔ واحمد فی المسند ۱۶۴/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ زبیر کی بیٹی ضباعہ کے پاس آئے۔ پس آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ شاید تو حج کا ارادہ رکھتی ہے؟ اس نے کہا ہاں! لیکن اللہ کی قسم! میں اپنے آپ میں چلنے کی طاقت نہیں رکھتی' میں بیمار ہوں اور اپنے آپ میں بیماری کی وجہ سے ضعف پاتی ہوں میں نہیں جانتی کہ بیماری کی وجہ سے حج پورا کر سکوں گی یا نہیں۔ پس آپ ﷺ نے اس کے لیے فرمایا کہ تو حج کر یعنی حج کا احرام باندھ اور شرط کر لے اور تو کہہ اے الٰہی! میرا احرام سے نکلنے کا مکان اس جگہ ہو جہاں تو مجھ کو روکے' اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے یعنی یہ الفاظ کہو۔ اَللّٰهُمَّ مَحِلِّیْ حَيْثُ حَبَسْتَنِیْ۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صحابیہ کے لیے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس جگہ مرض پیدا ہو اور خانہ کعبہ کی طرف نہ چل سکے تو اس جگہ پر احرام سے باہر نکل جائے اور ائمہ ثلاثہ کا کہنا ہے کہ احصار یعنی رکنا بیماری کی وجہ سے

نہیں ہوتا وہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ اگر مرض کی وجہ سے احرام سے باہر نکلنا مباح ہوتا تو اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم شرط کرنے کا حکم نہ کرتے کیونکہ وہ بے فائدہ تھی اور امام اعظمؒ جو کہتے ہیں کہ احصار مرض کی وجہ سے وہ حجاج بن عمرو انصاریؓ والی حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں جو کہ آگے آ رہی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے شرط لگانے کے قائل نہ تھے اور کہتے تھے کیا تمہارے نبی کی سنت تمہارے لیے کافی نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ شرط کرنے کا فائدہ آیا اس عورت کے حق میں تھا کہ وہ جلدی احرام سے نکل آئے گی اس لیے کہ اگر وہ شرط نہ لگاتی اور دیر کر کے احرام سے نکلتی جب تک ہدی حرم میں نہ پہنچتی اور امام اعظمؒ کا یہی مذہب ہے کہ محصر کے لیے درست نہیں ہے کہ ہدی ذبح ہونے سے پہلے احرام سے نکلے۔ مگر یہ کہ شرط لگانے یعنی اگر یہ شرط لگالے کہ جہاں میں رکوں گا وہاں احرام سے نکل آؤں گا تو محض رکنے کی وجہ سے ہدی ذبح کرنے کے بغیر حلال ہو جاتا ہے۔

الفصل الثانی:

جانوروں کو بدلنے کا حکم

۶/۲۵۷۷ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اَصْحَابَهٗ اَنْ يُبَدِّلُوا الْهَدْيَ الَّذِيْ نَحَرُوْا عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۴۳۴/۲ الحدیث رقم ۱۸۶۴۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم کیا کہ وہ ہدی کے جانوروں کو بدلیں وہ جانور جو حدیبیہ کے سال میں عمرۃ القضاء میں ذبح کیے گئے تھے۔ اس کو ابوداؤد میں نقل کیا گیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ احصار سے پہلے یعنی رکنے کی وجہ سے جو ہدی کے جانور ذبح کئے تھے جب آئندہ سال عمرۃ القضا بجالائیں اور ان کے بدلے جانور ذبح کریں تاکہ ذبح کرنا حرم میں واقع ہو۔ اس لیے کہ احصار کی ہدی حرم کے علاوہ ذبح نہیں کی جاتی۔ جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور جس صورت میں حدیبیہ میں ذبح کرنا غیر حرم میں تھا ظاہر ہے اور اگر ہم کہیں کہ حدیبیہ بھی حرم تھا۔ اس لیے کہ اکثر حدیبیہ حرم میں ہے پس ہدی کا بدلنا احتیاط اور غفلت کے حاصل کرنے کے لیے تھا اور امر استحباب کے واسطے ہے اور لفظ رواہ کے بعد مشکوٰۃ کے نسخہ میں سفیدی چھوٹی ہوئی ہے اور ایک نسخہ میں ابوداؤد کا لفظ لاحق کر دیا ہے اور ایک نسخہ میں یہ عبارت زیادہ ہے: **وفیه قصة فی سنده محمد بن اسحاق۔**

احصار دشمن کے علاوہ بھی ممکن ہے

۷/۲۵۷۸ وَعَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كُسِرَ اَوْ عُرِجَ فَقَدْ حَلَّ وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ۔ (رواہ الترمذی وابوداود والنسائی وابن ماجة والدارمی وزاد ابو داود فی روایة اخری اَوْ مَرِضَ وقال الترمذی هذا حدیث حسن وفی المصابیح ضعیف)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۴۳۳/۲ الحدیث رقم ۱۸۶۲۔ والترمذی فی ۲۷۷/۳ الحدیث رقم ۹۴۰۔ والنسائی فی

۱۹۸/۵ الحدیث رقم ۲۸۶۱۔ وابن ماجه فی ۱۰۲۸/۲ الحدیث رقم ۳۰۷۷۔ والدارقطنی فی ۲۷۷/۲ الحدیث رقم ۱۹۱ من باب المواقیت۔ واحمد فی المسند ۴۵۰/۳۔

ترجمہ: حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص کہ اس کا پاؤں ٹوٹ جائے یا لنگڑا ہو جائے پس تحقیق حلال ہو گیا یعنی اس کے لئے احرام کا ترک کرنا جائز ہے اور پھر اپنے وطن کی طرف آئے اور اس پر آئندہ سال حج لازم ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور دارمیؒ نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں ابوداؤد نے زیادہ کہا ہے کہ یا بیمار ہو جائے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ حدیث حسن ہے اور مصابیح نے کہا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص کو احرام باندھنے کے بعد دشمن کے احصار کے علاوہ کوئی واقعہ پیش آ جائے تو اس کے لئے احرام کا ترک کرنا جائز ہے۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ احصار یعنی رکنا بغیر دشمن کے بھی ہوتا ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور یہ روایت ضعیف ہے یعنی اس کی سند ضعیف ہے اور اس کی سند ضعیف ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سند ترمذی وغیرہ کی بھی ضعیف ہو اور تعارض کی وجہ سے ترمذی کے حسن کہنے کی وجہ سے اس روایت کو ترجیح ہوگی اور بغوی کے ضعیف کہنے کی بنا پر نسخہ میں لفظ حسن کے بعد صحیح بھی ہے اور تورپشتی نے کہا ہے کہ اس کو ضعیف کہنا باطل ہے۔

حج کا رکن اعظم وقوف عرفہ ہے

۸/۲۵۷۹ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحَجُّ عَرَفَةُ مَنْ اَدْرَكَ عَرَفَةَ لَيْلَةَ جَمْعٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ فَقَدْ اَدْرَكَ الْحَجَّ اَيَّامُ مِنًى ثَلَاثَةٌ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔

(رواه الترمذی وابوداود والنسائی و ابن ماجة والدارمی وقال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۴۸۵/۲ الحدیث رقم ۱۹۴۹۔ والترمذی فی ۲۳۷/۳ الحدیث رقم ۸۸۹۔ وابن ماجه فی ۱۰۰۳/۲۔ الحدیث رقم ۳۰۱۵ واخرجه الدارمی فی ۸۲/۲ الحدیث رقم ۱۸۸۷۔ والنسائی فی ۲۶۴/۵ الحدیث رقم ۳۰۴۴ واحمد فی المسند ۳۳۵/۴۔

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن یعمر دیلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے حج عرفہ ہے یعنی حج کا بڑا رکن ذی الحجہ کی نویں تاریخ وقوف عرفہ ہے کہ جس نے وقوف عرفہ پایا مزدلفہ کی رات میں یعنی ذی الحجہ کی دسویں رات میں فجر کے طلوع ہونے سے پہلے پس تحقیق اس نے حج پالیا۔ منیٰ کے دن تین ہیں یعنی گیارہویں بارہویں تیرہویں کہ جن کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ ان تین دنوں میں منیٰ میں رہتے ہیں اور رمی کرتے ہیں پس جو شخص کہ دو دن میں جلدی کرے پس اس پر گناہ نہیں ہے اور جو شخص کہ تاخیر کرے پس اس پر گناہ نہیں ہے۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور دارمیؒ اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس نے حج پایا یعنی حج فوت نہ ہوا اگر وقوف عرفہ سے پہلے جماع

نہ کیا ہو تو فساد سے امن میں رہے گا اور جس نے وقوف نہ کیا یعنی عرفات میں نہ ٹھہرا یہاں تک کہ فجر ہوگئی اس پر عمرے کے افعال واجب ہیں۔ پھر احرام سے نکل آئے اور ہمیشہ احرام (آئندہ سال تک) باندھے رہنا حرام ہے۔ اور جو شخص جلدی کرے۔ جو شخص تینوں مناروں پر بارہویں تاریخ کو دوپہر کے بعد کنکریاں مار کر مکہ میں آ گیا۔ اس پر کچھ گناہ نہیں ہے اور اس سے تیرہویں رات کا رہنا ساقط ہوگیا ہے اور تیرہویں تاریخ کو کنکریاں مارنا بھی ساقط ہوگیا اور جو شخص بارہویں تاریخ کو کنکریاں مار کر مناروں پر منیٰ میں ہی ٹھہرا رہے یہاں تک کہ تیرہویں تاریخ کو بھی تینوں مناروں پر کنکریاں مارے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے یعنی دونوں باتیں جائز ہونے میں برابر ہیں اگرچہ کثرتِ عبادت کی وجہ سے تاخیر افضل ہے۔

اور یہ بھی آیا ہے کہ اہل جاہلیت دو فریق تھے بعض جلدی کرنے کو گناہ جانتے تھے اور بعض تاخیر کو گناہ سمجھتے تھے پس یہ حکم نازل ہوا کہ تاخیر اور تعجیل دونوں برابر ہیں اور کسی میں گناہ نہیں ہے۔

بَابُ حَرَمِ مَكَّةَ حَرَسَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى

حرم مکہ کا بیان اللہ تعالیٰ اس کو آفات سے محفوظ رکھے

فائدہ: حرم کہتے ہیں زمین کے اس حصے کو جو کعبہ اور مکہ کے اردگرد ہے خانہ کعبہ کی تعظیم کی وجہ سے حرم کو بھی اللہ تعالیٰ نے معظم ومکرم کیا ہے اور اس کا نام حرم بزرگی کی وجہ سے ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت سی چیزیں حرام کی ہیں کہ وہ دوسرے مقامات پر حرام نہیں ہیں اور حرم کا ہونے کا سبب بعضوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین میں بھیجا تو وہ شیاطین سے ڈرتے تھے کہ وہ مجھ کو ہلاک نہ کر ڈالیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو بھیجا کہ ان کی نگرانی کریں پس جہاں جہاں حرم کی حدیں ہیں وہاں ہر طرف فرشتے کھڑے ہوتے ہیں۔ پس جتنی زمین خانہ کعبہ اور فرشتوں کے کھڑے رہنے کی جگہ ہوگی وہ بھی حرم میں داخل ہوگی اور بعضوں نے کہا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کو بناتے وقت حجر اسود کو رکھا تو زمین روشن ہوگئی پس جتنی زمین حجر اسود کی وجہ سے روشن ہوئی وہ حرم ہوئی اور حرم کی حدوں کے اوپر ہر طرف علامت کے منارے بنے ہوئے ہیں، مگر جدہ اور جعرانہ کی جانب نہیں ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ:

حرم کے احرام کا بیان

۲۵۸۰/۱عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا وَقَالَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَاِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِاَحَدٍ قَبْلِىْ وَلَمْ يَحِلَّ لِىْ اِلَّا سَاعَةً مِنْ نَّهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ اِلَّا مَنْ

عَرَّفَهَا وَلاَ يُخْتَلٰى خَلاَهَا فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلاَّ الْاِذْخِرَ فَاِنَّهٗ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ فَقَالَ اِلاَّ الْاِذْخِرَ۔ (متفق عليه) وَفِىْ رِوَايَةِ اَبِىْ هُرَيْرَةَ لاَ يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلاَ يَلْتَقِطُ سَاقِطَتَهَا اِلاَّ مُنْشِدٌ۔

اخرجه البخاری فی صحيحه ٤٦/٤۔ الحديث رقم ١٨٤٣۔ ومسلم فی ٩٨٦/٢ الحديث رقم (٤٤٥۔ ١٤٥٣)۔ والنسائی فی ٢٠٣/٥ الحديث رقم ٢٨٧٤۔ وابن ماجه فی ١٠٣٨/٢ الحديث رقم ٢٨٧٤۔ واحمد فی المسند ٢٥٩/١ اخرجه مسلم فی صحيحه ٩٨٨/٢ الحديث رقم (٤٤٧۔ ١٣٥٥) وابوداؤد فی السنن ٥١٨/٢ الحديث رقم ٢٠١٧۔ واحمد فی المسند ٢٣٨/٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا کہ ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت خالص کرنا عمل میں باقی ہے اور جس وقت جہاد کے لیے بلائے جاؤ یعنی امام جہاد کا حکم کرے تو جہاد کے لیے نکلو اور فتح مکہ کے دن فرمایا تحقیق یہ شہرز مین حرم ہے اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اس کی بے حرمتی کو حرام کیا ہے اور اس کی تعظیم ان پر واجب کی ہے اس دن سے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے یعنی اس کی حرمت قدیم ہے پس وہ اللہ تعالیٰ کی حرمت کے ساتھ قیامت تک کے لئے حرام کیا گیا ہے اور تحقیق کسی کے لئے اس میں قتال نہ ہوا ہے اور نہ میرے لیے قتال حلال ہے مگر دن کی ایک گھڑی۔ یعنی فتح مکہ کے دن پس یہ زمین (اس دن کے بعد) اللہ کی عطا کردہ حرمت کے باعث قیامت کے دن (نفخۂ اولیٰ پھونکے جانے تک) ہر شخص کے لئے حرام قرار دیا گیا ہے۔ پس اس کا خاردار درخت نہیں کاٹا جائے گا۔ اگرچہ اس سے تکلیف ہو اور اس کے شکار کو بھگایا نہیں جائے گا یعنی معترض شکار کی غرض سے یا جانور کو ستانے کے لئے نہیں بھگائے گا اور اس کے لقطے کو نہ اٹھایا جائے مگر جو شخص کہ اس تعریف کرے یعنی اس کو اس کا اٹھانا جائز ہے اور اس کی گھاس نہ کاٹی جائے۔ پس ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مگر اذخر (ایک گھاس کا نام ہے) جسے لوہار اور سنار استعمال کرتے ہیں کیونکہ ان کو ضرورت ہوتی ہے۔ لوہے سونے اور چاندی کے گلانے میں اور ان کے گھروں کے کام آتی ہے یعنی گھروں کی چھتوں کے بنانے کے کام آتی ہے پس فرمایا مگر اذخر یعنی اس کو اکھاڑنا جائز ہے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ اس کا درخت نہ کاٹا جائے اور یہ اس کی گری چیز (فقط) تلاش کرنے والا اٹھائے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ ہجرت نہیں ہے یعنی جب نبی کریم ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو ہجرت فرض تھی اس شخص پر جو شخص استطاعت رکھتا تھا۔ پھر جب مکہ فتح ہوا تو ہجرت منقطع ہوئی جو کہ فرض تھی اس لیے کہ مکہ دار الحرب رہا۔ پس ہجرت کی وجہ سے وہ درجہ حاصل نہیں ہوا جو مہاجرین کو حاصل ہوا لیکن اجر جہاد کی وجہ سے اور اچھی نیت کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اور وہ ہجرت کہ جو دین کی محافظت اور احکام اسلام کی خاطر ہو تو وہ قیامت تک باقی رہے گی اور خاردار درخت نہ کاٹا جائے چہ جائیکہ کہ بغیر کانٹے کے درخت ہو تو اس کو کاٹنا بطریق اولیٰ ناجائز ہے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ جو شخص حرم کی گھاس کاٹے یا اس کا درخت جو کہ مملوک نہیں ہے اور خودرو ہو اس پر اس کی قیمت لازم ہوگی۔ مگر خشک گھاس کے کاٹنے پر قیمت دینا لازم نہیں آتا لیکن اس کا کاٹنا بھی درست نہیں ہے اور حرم کی گھاس چرائی نہ جائے مگر اذخر کہ اس کا کاٹنا اور چرانا جائز

ہے اور کماۃ یعنی کھنبی بھی مستثنیٰ ہے اس لیے کہ نباتات سے نہیں ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک جانوروں کو حرم کی گھاس چرانا جائز ہے۔

اور لقطہ اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو گری پڑی ملے اور اس کا مالک معلوم نہ ہو تو اس کا حکم غیر حرم کی چیز کے ہے کہ وہ لوگوں کے مجمع میں تعریف کرے اور کہے کہ کسی کی چیز ہمیں ملی ہے۔ پھر اگر مالک کے بارے میں معلوم نہ ہو اور یہ فقیر ہو تو اپنے کام میں لے آئے اور اگر غنی ہو تو اللہ کے راستے میں خرچ کر دے اس کے بعد اگر مالک آجائے تو اس کو اس کی قیمت دیدے اور حرم کے لقطہ میں صرف تعریف ہے جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے جب تک مالک نہ ملے اس کو اپنے پاس رکھے اور خرچ نہ کرے اور صدقہ نہ کرے اور اس چیز کو اپنی ملکیت نہ بنائے اور یہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور اکثر علماء نے حرم کے لقطہ اور اس کے علاوہ میں فرق نہیں کیا ہے اور ہمارا مذہب بھی یہی ہے اور ان کی دلیل وہ حدیثیں ہیں کہ جن میں مطلقاً لقطہ کا حکم بیان کیا گیا ہے، جن کا بیان ان شاء اللہ باب اللقطہ میں ہوگا اور اس حدیث کے معنی ان کے نزدیک یہ ہیں کہ ایک برس مکمل تعریف کرے جیسا کہ دوسرے مقامات پر کرتے ہیں اور ایام حج کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

بغیر ضرورت کے مکہ مکرمہ میں ہتھیار اٹھانا جائز نہیں ہے

۲/۲۵۸۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِاَحَدِكُمْ اَنْ يَّحْمِلَ بِمَكَّةَ السِّلَاحَ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۹۸۹/۲ الحدیث رقم (۴۴۹۔ ۱۳۵۶)۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ تم میں سے کسی کے لیے حلال نہیں ہے کہ مکہ میں ہتھیار اٹھائے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں بغیر ضرورت کے ہتھیار اٹھانا درست نہیں ہے یہ جمہور علماء کا قول ہے اور حسنؒ نے کہا ہے کہ مطلقاً ہتھیار اٹھانا مکہ میں مکروہ ہے یعنی خواہ ضرورت سے ہو اور خواہ بلا ضرورت ہو۔

حرم پاک میں قصاص کا مسئلہ

۳/۲۵۸۲ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلٰى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهٗ جَاءَ رَجُلٌ وَقَالَ اِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلْهُ۔ (متفق علیه)

اخرجه فی صحیحه ۴۶/۴۔ الحدیث رقم ۱۸۴۶۔ ومسلم فی ۹۸۹/۲ الحدیث رقم (۴۵۰۔ ۱۳۵۷)۔ والترمذی فی ۱۷۴/۴ الحدیث رقم ۱۶۹۳۔ والنسائی فی ۲۰۰/۵ الحدیث رقم ۲۸۶۷۔ والدارمی ۱۰۱/۲ الحدیث رقم ۱۹۴۸۔ ومالك فی الموطأ ۴۲۳/۱ الحدیث رقم ۲۴۷ من کتاب الحج۔ واحمد فی المسند ۱۶۴/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں فتح مکہ کے دن داخل ہوئے اور ان کے سر مبارک پر خود تھا۔ پس جب اس کو اتارا تو ایک شخص آیا یعنی فضل بن عبید اور اس نے کہا کہ تحقیق ابن خطل کعبہ کے پردے کو پکڑے

ہوئے ہے۔ فرمایا اس کو مار ڈالو۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ حضور ﷺ جب خود پہنے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے اس شخص کے لیے جو نسک یعنی حج یا عمرے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور یہ صحیح تر قول امام شافعیؒ کا ہے اور شمنیؒ نے کہا ہے کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میقات سے بغیر احرام کے تجاوز نہ کرو اور یہ بھی ہے کہ احرام اس جگہ کی تعظیم کی خاطر ہے پس اس میں حج کرنے والا اور غیر حج کرنے والا برابر ہے اور ان کے علاوہ حضور ﷺ جو بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے، فتح مکہ کے دن تو حضور ﷺ کو اس ساعت میں بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا حلال ہو گیا تھا' جیسا کہ حدیث مبارکہ سے سمجھا جاتا ہے اور اس کو مار ڈالو۔ علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ ابن خطل مرتد ہو گیا تھا اور اس نے ایک مسلمان کو مار ڈالا تھا جو اس کا خادم تھا اور اس نے ایک گانے والی لڑکی پال رکھی تھی جو نبی کریم اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی اور اسلامی احکامات کی ہجو بیان کرتی تھی۔ پس اس کو مار ڈالنے کا حکم صادر فرمایا اس سے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ حدوں اور قصاص کا حرم مکہ میں قائم کرنا جائز ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کو مرتد ہونے کی وجہ سے مارا اور اگر قتل قصاص ہی کے لیے کیا ہو تو اس کو محمول کریں گے کہ اس کا قتل اس گھڑی مباح ہونے کی وجہ سے ہوا ہوگا۔

دخولِ مکہ کے وقت آپ ﷺ سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے

۲۵۸۳/۴ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۹۹۰/۲ الحدیث رقم (۴۵۱۔ ۱۳۵۸)۔ والنسائی فی السنن ۲۰۱/۵ الحدیث رقم ۲۸۶۹۔ والدارمی فی ۱۰۱/۲ الحدیث رقم ۲۸۶۹۔ والدارمی فی ۱۰۱/۲ الحدیث رقم ۱۹۳۹۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے دن بغیر احرام کے داخل ہوئے اور آپ ﷺ پر سیاہ پگڑی تھی۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ خود پہنے ہوئے ہونگے اور اس پر عمامہ باندھا ہوا ہوگا اور احرام نہ باندھنے کی تقریر ابھی گزر چکی ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل موجود ہے سیاہ رنگ پہننا مستحب ہے جیسا کہ حنفیہ کا مذہب ہے۔

تخریب کعبہ لشکر کا ذکر

۲۵۸۴/۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ جَيْشُ الْكَعْبَةَ فَاِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَاٰخِرِهِمْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَيْفَ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ

وَاٰخِرِهِمْ وَفِيهِمْ اَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ قَالَ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَاٰخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٣٣٨/٤ الحدیث رقم ٢١١٨ کتاب الحج باب هدم الکعبة ومسلم فی صحیحه ٢٢١٠/٤ الحدیث رقم (٢٨٨٤/٨) بلفظ مختلف۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک لشکر خانہ کعبہ کو خراب کرے گا۔ پس جس وقت ایک زمین میں پہنچے گا تو اپنے اول اور آخر کے ساتھ دھنسا دیا جائے گا۔ یعنی تمام لوگوں کو دھنسا دیا جائے گا۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! کس طرح اپنے اوّل اور اپنے آخر کے ساتھ دھنسا دیا جائے گا اور اُن میں اِن کے بازاری لوگ ہونگے اور ان میں وہ شخص بھی ہوگا جو ان میں سے نہیں ہے اور خانہ کعبہ کے خراب کرنے میں شریک نہیں ہے بلکہ کمزور اور ان کے قیدی ہونگے۔ فرمایا ان کو بھی اپنے اول اور اپنے آخر کے ساتھ دھنسایا جائے گا پھر ان کو اپنی نیتوں پر اٹھایا جائے گا۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانے کی حالت کی خبر دی ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے زمانے میں یہ بادشاہ مصر کا لشکر جس کا نام سفیانی ہوگا اس قسم کا ارادہ کرے گا اور فرمایا کہ دھنسا دیا جائے گا۔ یعنی وہ دھنسائے جائیں گے۔ پس ان میں یہ بھی داخل ہونگے۔ اگرچہ قصدان کا ان جیسا نہیں ہوگا۔ لیکن انہوں نے ان کی بھیڑ بڑھائی ہوگی اور فساد پر ان کی مدد کی ہوگی پھر سب لوگ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔ جو اسلام کی نیت رکھتا ہوگا جنت میں داخل ہوگا اور جو کفر کی نیت رکھتا ہوگا دوزخ میں داخل ہوگا۔

خانہ کعبہ کی خرابی حبشی کے ہاتھوں میں ہوگی

۲۵۸۵/۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُوالسُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبْشَةِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی ٤٦٠/٣ الحدیث رقم ١٥٩٦۔ ومسلم فی ٢٢٢/٤ الحدیث رقم (٥٧۔ ٢٩٠٩) واخرجه النسائی فی السنن ٢١٦/٥ الحدیث رقم ٢٩٠٤ واحمد فی المسند ٣١٠/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خانہ کعبہ کو دو چھوٹی اور پتلی پنڈلیوں والا شخص حبشیوں میں سے خراب کرے گا۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خانہ کعبہ کی خرابی حبشیوں کے ہاتھوں ہوگی اور یہ مقام عبرت ہے کہ خانہ کعبہ باوجود اس قدر وعظمت کے ایک حقیر آدمی کے ہاتھوں خراب ہوگا اور جب خانہ خدا خراب ہوگا تو قیامت قائم ہوگی اور دنیا خراب ہوگی کیونکہ اس عالم کی آبادی اور بقا خانہ مبارک کے وجود کے ساتھ ہے۔

خانہ کعبہ کو خراب کرنے والے شخص کا ذکر

۲۵۸۶/۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَاَنِّيْ بِهٖ اَسْوَدَ اَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا۔

(رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳/ ٤٦٠۔ الحدیث رقم ۱۵۹۵۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ فرمایا کہ میں خانہ کعبہ کے خراب کرنے والے کو دیکھتا ہوں وہ ایک شخص ہوگا سیاہ رنگ والا پھڈا ہوگا جو خانہ کعبہ کا ایک ایک پتھر پتھر اُکھاڑ دے گا۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اَفْحَجَ کا لفظ جیم پر حاء کی تقدیم کے ساتھ اس کو کہتے ہیں جس کے پنجے ملے ہوئے ہوں گے اور ایڑیاں اور پیڈلیاں دور دور رہوں گی۔

الفصل الثانی:

حرم میں ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

۲۵۸۷/۸ عَنْ يَعْلَى ابْنِ اُمَيَّةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ احْتِكَارُ الطَّعَامِ فِي الْحَرَمِ اِلْحَادٌ فِيْهِ۔ (رواه ابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲/ ۵۲۲ الحدیث رقم ۲۰۲۰۔

ترجمہ: حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حرم میں غلہ کا بند کرنا کجروی ہے۔ اس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں ذخیرہ اندوزی سے منع کیا گیا ہے کہ وہ غلہ گرانی میں خریدے اس نیت سے کہ جب بہت گراں ہوگا تو بیچوں گا یہ ہر شہر میں حرام ہے لیکن حرم میں احتکار کرنا بہت سخت حرام ہے جیسا کہ فرمایا کجروی ہے یعنی حق سے باطل کی طرف مائل ہونا ہے جو کلام اللہ میں مذکور ہے: وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۔ ''اور جو شخص حرم میں ظلم وستم کے ساتھ کجروی کا ارادہ کرے گا ہم اس کو دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔''

مسئلہ: جانوروں اور آدمیوں کی خوارک بند کر کے رکھنا یعنی ذخیرہ کرنا نیت مذکورہ سے اس شہر میں کہ شہر والوں کو ضرر کرے۔

مکہ کی فضیلت

۲۵۸۸/۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَّةَ مَا اَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَاَحَبَّكِ اِلَيَّ

وَلَوْلَا اَنَّ قَوْمِیْ اَخْرَجُوْنِیْ مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن صحيح غريب اسنادا)

اخرجه الترمذی فی السنن ٦٧٩/٥ الحديث رقم ٣٩٢٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے لئے ارشاد فرمایا کہ تو خوب شہر ہے اور میرے نزدیک بہت زیادہ محبوب ہے اگر میری قریش قوم مجھے تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے علاوہ کہیں نہ رہتا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح غریب ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں مکہ مکرمہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور یہ جمہور کی دلیل ہے اس بات پر کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے اور امام مالک کے نزدیک مدینہ مکہ سے افضل ہے۔

زمین میں سب سے زیادہ محبوب مقام مکہ ہے

۲۵۸۹/۱۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِیِّ بْنِ حَمْرَاءَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا عَلَى الْحَزْوَرَةِ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنَّكِ لَخَيْرُ اَرْضِ اللّٰهِ وَاَحَبُّ اَرْضِ اللّٰهِ اِلَى اللّٰهِ وَلَوْلَا اِنِّیْ اُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ٦٧٩/٥ الحديث رقم ٣٩٢٥۔ وابن ماجه فی ١٠٣٧/٢ الحديث رقم ٣١٠٨۔ والدارمی فی ٣١١/٢ الحديث رقم ٢٥١٠۔ واحمد فی المسند ٣٠٥/٤۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عدی بن حمراءؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حزورہ کے اوپر کھڑے ہوئے دیکھا۔ پس فرمایا اللہ کی قسم! (اے مکہ!) تحقیق تو خدا کی زمین میں سب سے بہتر ہے اور مجھے بہت محبوب ہے۔ مجھے میری قوم تجھ سے نہ نکالتی تو میں تجھے چھوڑ کر نہ جاتا۔ اس کو امام ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ حزورہ مکہ میں ایک جگہ کا نام ہے مکہ مکرمہ میں وہاں کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو خطاب کر کے فرمایا: اللہ کی قسم! اور اس حدیث میں دلالت ہے کہ مؤمن کے لیے مناسب ہے کہ مکہ سے نہ نکلے مگر جب کہ نکالا جائے اس سے حقیقۃً یا حکماً اور حکماً سے مراد ہے دینی و دُنیوی ضرورت ہو اور اسی لیے کہا گیا ہے مکہ میں داخل ہونا سعادت ہے اور اس سے نکلنا شقاوت ہے۔ مکہ کی فضیلت کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کی شرح میں خوب تفصیل سے اس کو ذکر کیا ہے اور در مختار میں لکھا ہے کہ مکہ اور مدینے کی مجاورت مکروہ نہیں ہے اس شخص کے لئے جس کو اپنے نفس پر قابو ہو کہ مجھ سے گناہ نہیں ہوگا تو وہاں رہے ورنہ وہاں رہائش اختیار نہ کرے۔

حرمتِ مکہ کا بیان

الفصل الثالث:

۲۵۹۰/۱۱ عَنْ اَبِیْ شُرَيْحٍ الْعَدَوِیِّ اَنَّهٗ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوْثَ اِلَى مَكَّةَ اِئْذَنْ لِیْ اَيُّهَا

الْاَمِیْرُ اُحَدِّثْكَ قَوْلاً قَامَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ اُذُنَایَ وَوَعَاهُ قَلْبِیْ وَاَبْصَرَتْهُ عَيْنَایَ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهٖ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَّسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضُدُ بِهَا شَجَرَةً فَاِنْ اَحَدٌ تَرَخَّصَ بِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا فَقُوْلُوْا لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذِنَ لِرَسُوْلِهٖ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَاِنَّمَا اَذِنَ لِیْ فِيْهَا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْاَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيْلَ لِاَبِیْ شُرَيْحٍ مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو قَالَ قَالَ اَنَا اَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنْكَ يَا اَبَا شُرَيْحٍ اِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيْذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ۔ (متفق علیه وفی البخاری اَلْخَرْبَةُ اَلْجِنَايَةُ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤١/٤۔ الحدیث رقم ١٨٣٢۔ ومسلم فی ٩٨٧/٢ الحدیث رقم (٤٤٦۔ ١٣٥٤)۔ والترمذی ١٧٣/٣ الحدیث رقم ٨٠٩ واحمد فی المسند ٣٨٥/٦۔

ترجمہ: حضرت ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عمرو بن سعد سے اس وقت جبکہ وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہے تھے' یہ عرض کیا کہ اے میرے سردار! مجھے اجازت دیں' میں آپ کے سامنے وہ حدیث بیان کروں جس کو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے اگلے روز ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ میرے کانوں نے اس کو سنا اور میرے دل نے اسے یاد رکھا اور میری آنکھوں نے اس کو دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور ثنا کی پھر فرمایا تحقیق مکہ کو اللہ نے بزرگی دی ہے اور اس کو لوگوں نے بزرگی نہیں دی۔ پس مکہ اس شخص کے واسطے حلال نہیں ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے کہ اس میں خونریزی کرے یعنی اگرچہ قتل کے لائق ہو اور جو قتل کے لائق ہے اس کو ہر جگہ قتل کرنا حرام ہے خواہ حرم میں ہو خواہ غیر حرم میں اور حلال نہیں ہے کہ اس میں درخت کاٹے۔ اگر کوئی مکہ میں قتال کے لئے رسول اللہ ﷺ کے عمل سے رخصت تلاش کرے تو اس کو کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اجازت دی تھی' تمہیں اجازت نہیں دی۔ چنانچہ مجھے بھی صرف ایک ساعت کے لئے اس شہر میں قتال کی اجازت دی گئی تھی۔ آج کے دن اس شہر کی قدر و عظمت گزشتہ روز کی طرح ہی ہے اور چاہیے کہ حاضر غائب کو پہنچائے۔ پس ابوشریح سے کہا گیا کہ عمرو نے تجھ کو کیا جواب دیا؟ ابوشریح نے کہا عمرو نے کہا کہ میں اس حدیث کو آپ سے زیادہ جانتا ہوں اے ابوشریح! تحقیق حرم گنہگار کو' خون کے ساتھ بھاگنے والے کو اور تقصیر کے ساتھ بھاگنے والے کو پناہ نہیں دیتا۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ اور بخاری نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں حرمت مکہ کا بیان ہے کہ عمرو بن سعید عبدالملک بن مروان کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا۔ پس وہ مکہ کی طرف عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل کے کرنے کے واسطے لشکر بھیجتا تھا۔ اس کو ابوشریح صحابیؓ نے بیان کیا جو کہ مذکور ہوا ہے اور گنہگار خلیفہ کی طرف نکلے۔ یعنی اس کے گمان کے مطابق عبدالملک خلیفہ برحق تھا۔ اس پر عبداللہ بن زبیرؓ نے خروج کیا اس حال میں کہ وہ خلیفہ باطل تھا اور حرم شریف کی طرف خون کر کے بھاگنے والے کو تقصیر کر کے بھاگنے والے کو بھی پناہ نہیں دیتا۔ یعنی اگر کوئی دین میں فساد پیدا کرنے کی کوشش کرے اور پھر حرم شریف کی طرف بھاگ کر آ جائے۔ اس کا بدلہ اس سے ساقط نہیں ہوگا الحاصل یہ کہ عبداللہ بن زبیرؓ گنہگار رہے کہ وہ امام کی اطاعت سے نکل گیا ہے اگر حرم سے نکل آئے تو میں اس کو سزا دوں گا اور اگر حرم سے نہیں نکلے گا تو میں حرم میں اس کو مارواؤں گا۔

تعظیم مکہ کا بیان

۱۲/۲۵۹۱وَعَنْ عَيَّاشِ بْنِ اَبِىْ رَبِيْعَةَ الْمَخْزُوْمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ بِخَيْرٍ مَا عَظَّمُوْا هٰذِهِ الْحُرْمَةَ حَقَّ تَعْظِيْمِهَا فَاِذَا ضَيَّعُوْا ذٰلِكَ هَلَكُوْا۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فى السنن ۳۸/۲۔ الحديث رقم ۳۱۱۰۔

ترجمہ: حضرت عیاش بن ربیعہ مخزومیؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ اُمت ہمیشہ بھلائی کے ساتھ قائم رہے گی جب تک اس حرمت کی (یعنی مکہ اور اس کے حرم کی) تعظیم کرے گی۔ جیسے تعظیم کا حق ہے اور جس وقت اس تعظیم کو ضائع کریں گے' ہلاک ہو جائیں گے۔ اس کو ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کے تحت کچھ حج کے مسائل لکھے جاتے ہیں۔ غنی کا حج فقیر کے حج سے افضل ہے۔ فرض حج' والدین کی فرمانبرداری سے اولیٰ ہے۔ بخلاف نفل حج کے کہ اس سے والدین کی فرمانبرداری افضل ہے اور نفل حج سے اور صدقہ میں اختلاف کیا گیا ہے یعنی صدقہ افضل ہے یا حج نفل بزازیہ میں حج کی افضلیت کو ترجیح ہے اس لیے کہ اس میں مال بھی خرچ ہوتا ہے اور بدن کی مشقت بھی ہوتی ہے اور وقوف جمعہ کو ستر حجوں پر زیادتی حاصل ہوتی ہے اور اس میں ہر شخص کی بلا واسطہ مغفرت کی جاتی ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ حج سے بڑے بڑے گناہ بھی جھڑتے ہیں یا نہیں۔ بعضوں نے تو کہا ہے کہ ہاں جھڑتے ہیں جیسے حربی مسلمان ہوتا ہے تو اس کے سب گناہ جھڑتے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے حقوق اللہ کے متعلق گناہ جھڑتے ہیں اور بندوں کے حقوق معاف نہیں ہوتے جیسے ذمی مسلمان ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرماتے ہیں نہ کہ حقوق العباد والے کے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ اہل سنت کا اجماع ہے اس بات پر کہ بڑے گناہوں کو صرف توبہ ہی ختم کرتی ہے اور اس سے دین کے ساقط ہونے کا کوئی قائل نہیں ہے۔ اگرچہ دین حق تعالیٰ کے متعلق ہو جیسے دین نماز اور زکوٰۃ کے۔ مگر قرض کے ادا کرنے کا گناہ ہے اور نماز کو تاخیر سے پڑھنے کا اور ان کی مانند ساقط ہو جاتا ہے اور جو کہ گناہ کے جھڑنے کا قائل ہیں۔ ان کی مراد یہی ہے اور خانہ کعبہ میں داخل ہونا مستحب ہے جب کہ اس کو اور دوسرے کو ایذا نہ ہو اور خانہ کعبہ کے غلاف کو خریدنا جائز نہیں ہے اور پردے کا بنی شیبہ ہے بلکہ تو امام سے لیوے یا اس کے نائب سے پیوے اور اس کو پہننا جائز ہے ان کا اگرچہ اجنبی ہو یا خاص ہو اور اگر کہیں سے۔ کوئی قتل کر کے حرم میں آ بیٹھے۔ تو اس کو قتل نہ کرے جب تک وہاں سے باہر نہ نکلے۔ مگر جب حرم ہی میں قتل کرے۔ تو قاتل کو وہاں مارنا جائز ہے اور اگر خانہ کعبہ میں قتل کرے۔ تو اس کو قتل نہ کیا جائے اور آب زم زم سے استنجاء کرنا مکروہ ہے نہ کہ نہانا اور مکہ مکرمہ مدینہ سے افضل ہے مگر جس قطعہ زمین پر رسول کریم ﷺ کے اعضاء لگے ہوئے ہوں یعنی اس پر وہ دفن کیے گئے ہیں وہ مطلقاً افضل ہے حتی کہ کعبہ سے اور عرش اور کرسی سے بھی اور حضور ﷺ کی قبر کی زیارت مستحب ہے بلکہ بعضوں نے کہا ہے کہ واجب ہے اس کے لیے کہ فراغت رکھتا ہو اور اگر حج فرض ہو تو زیارت سے پہلے حج کرے اور اگر حج نفل ہو تو اس کو اختیار ہے چاہے حج سے پہلے کرے چاہے زیارت جب تک کہ مدینہ منورہ کے پاس نہ گزرے اگر مدینہ منورہ کے پاس گزرے تو سب سے پہلے حضور ﷺ کی زیارت کی نیت کرے اور حضور ﷺ کی مسجد کی زیارت کی نیت بھی کرے اس لیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس میں نماز پڑھنا ہزار نمازوں سے بہتر ہے مسجد حرام میں نماز پڑھنے کے علاوہ میں یعنی

اس میں لاکھ نمازوں کا ثواب ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اور عبادتوں کا بھی زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ یہ مسائل درمختار میں سے لکھے گئے ہیں پھر میں نے چاہا حج کی ترکیب بیان کروں اور اس کے ضروری مسائل لکھوں ایک جگہ پر۔ اگرچہ ترکیب اور اکثر حدیثوں کے مسائل متفرق فائدوں میں لکھے جا چکے ہیں مگر ایک جگہ اکھٹے لکھنے میں عوام کو بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے پس اس عرفہ میں فارسی کا رسالہ حضرت مرشد برحق مولانا محمد الحق صاحب زادہ اللہ شرفا کہ اس میں حج کے ضروری مسائل معتبر کتابوں بہت اچھی ترکیب لکھتے ہیں اس عاجز کے ہاتھ لگے۔ اس کو ہندی زبان میں بیان کر کے ایک فصل میں لکھتا ہوں۔

سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ جو شخص حج کا ارادہ کرے اس کو چاہیے کہ سب سے پہلے اپنی نیت درست کرے اور محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ادائے قرض کا ارادہ کرے کچھ نام و نمود کا خیال نہ ہو۔ ورنہ سب محنت برباد ہو جائے گی۔ پھر اگر یہ ہندوستان کا رہنے والا ہے تو جب جہاد میں بیٹھ کر مکہ معظمہ کی طرف جانے لگے تو یلملم کے محاذ سے احرام باندھے اور احرام کا باندھنا چار طرح پر ہے اور فقط حج کے احرام باندھنے کو نصر کہتے ہیں دوسرے یہ کہ عمرے کا احرام باندھے اور پھر مکہ معظمہ میں پہنچ کر عمرے کے افعال ادا کرے حج کے مہینوں میں احرام سے نکل آئے۔ پھر احرام باندھ کر حج ادا کرے اس کو تمتع کو کہتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ عمرے کا احرام باندھے حج کے مہینوں کے علاوہ میں اور عمرے کے افعال کر کے احرام سے نکل آئے چوتھے یہ کہ میقات پر یا اس کے محاذی کے قریب پہنچ کر حج اور عمرے کا احرام باندھے۔ اس صورت میں مکہ معظمہ پہنچ کر عمرے کے افعال بجالائے اور احرام سے نہ نکلے۔ جب کہ حج کے ایام آئیں افعال حج کر کے احرام سے نکلے۔ اس کو قرآن کہتے ہیں اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک افراد تمتع سے بہتر ہے تو جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو اس کے لیے مستحب ہے ہاتھ پاؤں اور بغلوں کے بال اور زیر ناف کے بال دور کرے اور لبیں لیوے اور اگر سر منڈانے کی عادت ہو تو سر بھی منڈوائے ورنہ کنگھی کرے اگر بیوی یا لونڈی ساتھ ہو تو صحبت کرے پھر وضو کرے یا نہائے اور نہانا افضل ہے اور لنگی باندھے اور نئی اور سفید چادر اوڑھے اور یہ افضل ہے اور اگر دونوں دھلی ہوئی ہوں یا ایک کپڑا پہننے سے ستر ڈھنک جائے تو بھی جائز ہے اور خوشبو لگائے اور دو رکعتیں پڑھے پھر اگر قرآن کا ارادہ رکھتا ہو تو یوں کہے: **اللهم انی ارید الحج والعمرة فیسره لی و تقبله منی**۔ اور اگر تمتع کا ارادہ کرے تو یوں کہے: **اللهم انی ارید العمرة فیسر هالی وتقبلها منی**۔ اگر افراد کا ارادہ کرے تو یوں کہے: **اللهم انی ارید الحج فیسره لی وتقبله منی**۔ اگر نیت دل سے ہو تو بھی کافی ہے پھر لبیک کہے۔ پس جب لبیک کہے اور حج یا عمرے کی نیت کرے تو محرم ہوا۔

لبیك اللّٰهم لبیك، لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد والنعمة له الملك لا شریك لك ان الفاظ سے کم اور زیادہ کہنا جائز ہے اس کے بعد اکثر اوقات بلند آواز سے لبیک کہتا رہے خصوصاً نماز کے بعد خواہ فرض نماز ہو یا نفل نماز ہو اور سحر کے وقت اور قافلہ سے ملنے کے وقت اور بلندی پر چڑھنے کے وقت اور اترتے وقت۔ بلندی سے جنگل میں غرضیکہ کہ اس سفر کو نماز کا حکم لاگو ہوتا ہے جیسے کہ نماز میں انتقالات کے وقت تکبیر کہے۔ ایسے ہی اس سفر میں بلندی پر چڑھتے وقت اور بلندی سے اترتے وقت لبیک کو ورد زبان سے کہے اور جب کہ محرم ہو تو لازم ہے کہ کتنی چیزوں سے پرہیز کرے۔ کرتے کی مانند پہنا ہوا کپڑا پہنے اور انگرکھا اور جاما اور فرغل اور جبہ اور قبا اور پائجامہ اور بارانی اور موزے اور داستانہ اور ٹوپی اور ان کے مانند اور پہننے سے مراد ان کا پہننا جس طرح اس کے پہننے کی عادت ہے اگر عادت کے خلاف پہنے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے مثلاً کرتہ یا پائجامہ بدن پر نہ

پہنے اور اگر ان کو اوڑھ لے یا بطور لنگ کے ان کو باندھے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور محرم رنگین کپڑا نہ پہنے کہ وہ خوشبودار رنگ سے رنگا ہوا ہو۔ زعفران اور کیسنی کی طرح لیکن دھلا ہوا ہو اور خوشبو نہ آتی ہو تو درست ہے اور اپنی بیوی سے جماع نہ کرے اور جو چیزیں باعث جماع ہیں وہ بھی نہ کرے مثلاً بوسہ لینے اور شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانے سے پرہیز کرے اور بے حیائی کی باتیں نہ کرے اور جماع کا ذکر عورتوں کے روبرو (یعنی سامنے نہ کرے) اور فسق و فجور نہ کرے اور کسی سے جنگ وجدال نہ کرے اور وحشی صحرائی شکار نہ کرے۔ حتی کہ اشارہ بھی نہ کرے اور نہ اس کو بتائے اور نہ ہی شکار کرنے والے کی مدد کرے اور دریائی مچھلی وغیرہ کا شکار درست ہے اور خوشبو کا استعمال نہ کرے اور ناخن اور بال اور سر اور ڈاڑھی بلکہ تمام بدن کے بال دور نہ کرے اور نہ منڈائے اور نہ ہی کترائے اور نہ ہی اکھیڑے اور سر کے بال داڑھی کو خطمی وغیرہ سے نہ دھوئے اور محرم کو نہانا جائز ہے اور حمام میں داخل ہونا اور گھر کے اور کجاوے کے سایہ میں بیٹھنا اور باندھنا ھمیانی وغیرہ کا کمرہ میں اور اپنے دشمن سے لڑنا اور اپنا منہ اور سر کسی چیز سے نہ ڈھانکے اور جون نہ مارے اور کچھ جانوروں کا مارنا حالت احرام میں جائز ہے ان کے مارنے سے دم اور دیت واجب نہیں ہوتی' وہ یہ ہیں: کوا' چیل' سانپ' بچھو' چوہا' چچڑی' کچھوا' بھیڑیا' گیدڑ پروانہ' مکھی' چیونٹی' گرگٹ' بھڑ' پسو' پشہ' مچھر' حملہ کرنے والا درندہ اور موذی جانور۔

حج کے فرائض چار ہیں:

① احرام۔ ② وقوف عرفہ کے دن اور اس کا وقت زوال کے بعد عید الضحیٰ کی فجر تک ہے اور ③ تیسرا فرض طواف الزیارۃ ہے جو کہ عید الضحیٰ کے دن کرنا بہتر ہے اور ایام نحر سے تاخیر کرنے میں دم لازم آتا ہے اور ④ چوتھا فرض ان میں ترتیب قائم کرنا ہے' یعنی سب سے پہلے احرام باندھے اور اس کے بعد وقوف عرفہ کرے اور اس کے بعد طواف الزیارۃ کرے اگر ایک فرض بھی ان میں سے فوت ہو جائے گا۔ تو حج نہیں ہوگا۔

حج کے واجبات!

۱وقوف مزدلفہ۔ ۲۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔ ۳۔ اور مناروں پر کنکریاں مارنا۔ ۴۔ طواف الصدر یعنی طواف الافاضۃ کرنا آفاقی کے لیے یعنی جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور سر منڈانا یا بال کتروانا اور میقات سے احرام باندھنا اور وقوف عرفات آفتاب کے غروب ہونے تک اور حجر اسود سے طواف شروع کرنا اور بعضوں نے اس کو سنت کہا ہے اور دائیں طرف سے طواف شروع کرنا اور پیدل چل کر طواف کرنا۔ اگر کچھ عذر نہ ہو اور باطہارت طواف کرنا اور طواف میں ستر کا ڈھانکنا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی صفا سے شروع کرنا۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی پیادہ پا کرنی چاہیے اگر عذر نہ ہو اور قارن اور متمتع کا بکری کو ذبح کرنا اور ہر چکر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا اور رمی اور حلق اور ذبح کے درمیان ترتیب قائم کرنا' اس طرح کہ اولاً رمی کرے پھر ذبح کرے' پھر طواف زیارت کرے اور طواف الزیارۃ ایام نحر میں کرنا اور اس طرح طواف کرنا کہ حطیم طواف کے اندر آ جائے اور طواف کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا اور مکان معین اور زمان معین میں حلق کرنا یعنی حرم میں اور ایام نحر میں اور ممنوعات کا ترک کرنا یعنی جماع وغیرہ کا وقوف عرفہ کے بعد اور جو چیزیں کہ ان کے ترک کرنے سے دم لازم آئے وہ بھی واجب ہیں اور ان کے علاوہ سنتیں ہیں اور آداب اور مستحبات ہیں اور دم جانور ذبح کرنے سے عبارت ہے خواہ اونٹ ہو یا گائے یا بکری۔ بکری

یا بکری کی طرح ہر جگہ کفایت کرتی ہے مگر جب کہ طواف الزیارۃ حالت جنابت میں کیا ہو یا حیض میں وقوف عرفہ کے بعد سر منڈانے سے جماع کرے پہلے تو ان میں کافی نہیں ہے مگر بدلہ یعنی اونٹ یا گائے اور اپنی ہدی قرآن اور تمتع اور نفلی ہدی اور قربانی کے جانور میں سے کھانا مستحب ہے اور ان کے علاوہ میں سے کھانا جائز نہیں ہے۔ اور اگر ہدی لانے سے قارن اور متمتع ہدی سے عاجز ہو تو اس پر دس روزے رکھنا لازم ہیں۔

تین روزے نحر کے پہلے دن رکھے اور افضل یہ ہے کہ اخیر روزہ عرفہ کے دن واقع ہو اور سات روزے حج سے فارغ ہونے کے بعد رکھے جہاں چاہے اور اگر سر منڈانے سے پہلے ہدی پر قادر ہو تو اس پر ہدی ہی لازم ہے اس وقت بدل روزہ نہیں ہوگا اور جس وقت مکہ کی طرف جانے کا ارادہ کرے تو نہائے اور یہ مستحب ہے اور مکہ معظمہ میں بلندی کی جانب سے داخل ہو اور دن کے وقت مکہ میں جانا رات کے جانے سے بہتر ہے اور جب شہر میں داخل ہو تو سامان کے رکھنے کے بعد جہاں رکھنا منظور ہو مسجد الحرام میں جائے اور مستحب اور بہتر یہ ہے کہ مسجد الحرام میں داخل ہونے کے وقت لبیک کہے اور بنی شیبہ کے دروازہ سے داخل ہو اس کو باب السلام بھی کہتے ہیں مسجد میں جائے اس حال میں کہ متواضع اور خشوع کرنے والا اور اپنے کو ذلیل وحقیر جانے کعبہ کی عظمت و بزرگی کا لحاظ کرنے والا اور جب بیت اللہ کو دیکھے تو تکبیر وتہلیل کہے اور جب مسجد الحرام میں ہو تو طواف عمرہ کرے اور طواف قدوم کہ جو کہ قارن اور مفرد وغیرہ مکی کے لیے مستحب ہے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سے پہلے حجر اسود کی طرف منہ کر کے تکبیر وتہلیل کہے اور حجر اسود کو بوسہ دے اور بوسہ دیتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے جیسے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت اٹھاتے ہیں اور بوسہ دیتے وقت کسی کو ایذا نہ ہو پس اگر ازدحام کی وجہ سے بوسہ نہ دے سکے تو ہاتھ لگا کر چومے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو لکڑی کو لگا کر چومے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کر کے چومے اور تکبیر وتہلیل وتحمید کہے اور درود شریف پڑھے اور طواف حجر اسود کی جانب سے شروع کرے اور سات بار خانہ کعبہ کے گرد چکر لگائے اور اضطباع کی صورت میں طواف کرے یعنی دائیں بغل کے نیچے سے چادر نکال کر بائیں کندھے پر ڈالے اور سات بار مع حطیم کے طواف کرے اور پہلے تین چکروں میں رمل بھی کرے یعنی کندھے ہلا کر جلد چلے اور سینہ نکال کر جیسے بانکے چلتے ہیں اور جب حجر اسود کے پاس سے گزرے تو اس طرح کرے جس طرح پہلے کیا تھا یعنی بوسہ وغیرہ دے اور تکبیر وغیرہ پڑھے اور طواف کو حجر اسود پر بوسہ دینے پر کرے اور رکن یمانی کو جو کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے بلکہ ہاتھ ہی لگائے اس کے بعد دو رکعت نماز ادا کرے جو کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے اور یہ نماز مقام ابراہیم کے نزدیک پڑھے اور اگر ازدحام کی وجہ سے مقام ابراہیم کے قریب جگہ نہ مل سکے تو مسجد میں جہاں چاہے وہاں پڑھے اور نماز کے بعد دعا مانگے جو چاہے اور زمزم کے کنویں پر جا کر پیٹ بھر کر پانی پیئے اور پھر مقام ملتزم پر آئے اور حجر اسود کو بوسہ دے اور تکبیر وتہلیل پڑھے اور پھر درود پڑھے اور بہتر ہے کہ طواف زیارت کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے اور اگر طواف قدوم کے بعد بھی کرے تو جائز ہے پھر مسجد الحرام سے باہر نکل کر صفا کی طرف آئے اور صفا پر اس قدر بلند ہو کہ خانہ کعبہ کی طرف نظر پڑے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور تکبیر وتہلیل اور حمد اور درود پڑھے اور جو چاہیے دعا کرے پھر اپنی چال سے مروہ کی طرف اترے اور جب وادی کے بطن میں پہنچے تو میل اخضر سے دوسرے میل تک پہنچے اور پھر اپنی چال سے مروہ پر چڑھ جائے اور قبلے کے سامنے کھڑا ہو کر جیسے تکبیر وغیرہ صفا پر کی تھی ایسے ہی مروہ پر بھی کہے اس طرح سات مرتبہ آمد ورفت کرے۔ صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم

کرے اور سعی کی شرط یہ ہے کہ طواف کے بعد ہو اور اگر طواف سے پہلے سعی کی تو سعی کا دوبارہ کرنا لازم ہے اور اس سعی کے لیے طہارت لازم ہے اور وقوف عرفہ اور مزدلفہ اور رمی جمار کے لیے طہارت شرط نہیں ہے لیکن اولیٰ ہے اور طواف کے لیے طہارت لازم ضروری ہے اور طواف اور سعی کرتے وقت بات کرنا مکروہ ہے اور جب سعی سے فارغ ہو جائے تو پھر مسجد الحرام میں جا کر دو رکعت نماز پڑھے اور یہ بہتر ہے واجب نہیں ہے اور اس کے بعد مکہ معظمہ میں ٹھہرا رہے اور نفلی طواف جس قدر چاہے کرے اور ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ کو مکہ میں بیان ہوتا ہے اور امام خطبہ پڑھتا ہے اس میں حج کے احکام منیٰ کی طرف نکلنے کے بارے میں بیان کئے جاتے ہیں اور وقوف عرفہ کے بارے میں اس کو سننا بہت مفید ہے اور اسی طرح میدان عرفات میں عرفہ کے دن اور گیارہویں تاریخ کو منیٰ میں احکام حج بیان ہوتے ہیں اس کو بھی سنے اور پھر اگر احرام سے نکل آیا ہو تو آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھ کر طلوع آفتاب کے بعد منیٰ میں جائے اور اگر ظہر کی نماز پڑھ کر آئے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور رات منیٰ میں گزارے اور اگر آٹھویں تاریخ کو منیٰ میں نہ آسکے تو عرفات میں جس جگہ چاہے اترے سوائے بطن عرفہ کے اور جبل عرفات کے نزدیک ٹھہرنا افضل ہے اور اس دن کے بعد غسل کرے جو کہ سنت ہے اور عرفات میں وقوف کرے اس کے بغیر حج ادا نہیں ہو تا ہے اس لیے کہ وہ فرض ہے اور امام کا خطبہ سنے اور امام کے ساتھ احرام کی شرط کے ساتھ اور ثنا اور درود شریف عاجزی کے ساتھ اور سورج غروب ہونے کے وقت امام کے ہمراہ مزدلفہ میں آئے اور راستے کے درمیان میں استغفار اور لبیک اور حمد اور دو رکعت بہت زیادہ پڑھتا رہے اور مزدلفہ میں آکر امام کے ساتھ مغرب اور عشاء کی جمع کرے اور رات کو وہیں قیام کرے کیونکہ رات کو رہنا واجب ہے اور مستحب ہے کہ تمام رات نماز اور تلاوت پاک اور ذکر اور دعا میں مشغول رہے اور پھر فجر کی نماز تاریکی میں ادا کرے اور پھر مزدلفہ میں وقوف کرے جہاں چاہے۔ سوائے وادی محسر کے بلکہ جب اس وادی سے گزرے وہاں سے جلدی گزرے اور فجر کے بعد وقوف کرے روشنی ہونے تک اور روشنی کے بعد آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے منیٰ کی طرف روانہ ہو اور وہاں پہنچ کر جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارے۔

اور جب پہلا سنگریزہ مارے تو لبیک موقوف کرے پھر جانور ذبح کرے اور پھر سر منڈائے یا بال کتروائے اس کے بعد مکہ میں آکر طواف الزیارۃ کرے اور اگر پہلے سعی کی ہے پس اس وقت سعی کی حاجت نہیں ہے اور اگر پہلے سعی نہیں کی ہے تو طواف الزیارۃ کے بعد کرے کہ جس طرح مذکور ہوا ہے اور سر منڈانے کے بعد مستحب ہے کہ ناخن کتروائے اور لبیں لے اور سر منڈانے کے بعد جو چیز حرام ہوئی تھی محرم پر حلال ہو جائے گی مگر جماع اور جو چیزیں جماع کی ہیں وہ طواف الزیارۃ کے بعد حلال ہونگی اور طواف الزیارۃ کے بعد منیٰ میں آکر رات کو قیام کرے پھر ایام منیٰ میں دن کو مکہ میں جا کر طواف اور خانہ کعبہ کی زیارت کرتا رہے اور رات کو منیٰ رہے اور نحر کے دوسرے دن بھی گیارہویں کو تینوں جمعرات پر یعنی مناروں پر رمی کرے۔ یعنی پہلا جمرہ جو کہ مسجد خیف کے متصل ہے اس کو جمرہ اولیٰ کہتے ہیں' اس پر سات کنکریاں مارے۔ اس کے بعد اس جمرہ پر کہ جو اس کے متصل ہے اس کو جمرہ وسطیٰ کہتے ہیں اور اس کے بعد جمرہ عقبہ پر سات سات سنگریزے مارے اور ہر سنگریزہ مارنے کے وقت تکبیر کہتا رہے اور اسی طرح تیسرے دن یعنی بارہویں کو تینوں جمرات پر سات سات سنگریزے مارے اور چوتھے دن اگر تیرہویں تاریخ کو وہاں رہے تو اس پر رمی تینوں جمعرات کی لازم ہے اور اگر کوچ گیا تو رمی اس سے ساقط ہو جائے گی اور رمی کا وقت گیارہویں بارہویں تاریخ کو زوال کے بعد ہے لیکن تیرہویں اگر زوال سے پہلے اور فجر کے طلوع ہونے کے بعد رمی کرے تو جائز ہے اگرچہ مسنون

زوال کے بعد ہے گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو زوال کے بعد رمی کرنی جائز ہے اور مستحب ہے کہ سنگریزے چھوٹے ہوں اور بہت بڑے نہ ہوں اور پاک ہوں اور جمرات کے قریب سے سنگریزے نہ اٹھائے بلکہ مزدلفہ میں یا راستے میں اٹھائے اور چٹکی میں پکڑ کر پھینکے اور رمی کرتے وقت جمرات سے فاصلہ کم از کم پانچ ہاتھ سے کم نہ ہو اور اگر زیادہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور جو رمی ہے اس کے بعد بھی رمی ہے یعنی جمرۂ وسطیٰ کی رمی اور جمرہ وسطیٰ پیادہ پا کرے اور جو رمی کے اس کے بعد رمی نہ ہو یعنی جمرۃ العقبہ کی رمی پیادہ اور سوار اس میں یکساں ہے اور نشیبی نالہ میں کھڑے ہو کر بلندی کی طرف رمی کرے اور اس وقت منیٰ دائیں ہاتھ کی طرف ہو اور خانہ کعبہ بائیں ہاتھ کی طرف ہو اور اگر کنکریاں مناروں سے دور پڑیں تو درست نہیں ہے۔ مناروں پر یا نزدیک پڑھنی چاہیے اور دائیں ہاتھ سے پھینکیں اور ہر کنکری علیحدہ علیحدہ پھینکے اور اگر ایک ہی دفعہ سب کے سب ڈال دیں تو جائز نہیں ہے اور اگر وہ یک مشت پھینکا تو ایک ہی کنکر شمار ہوگا اور ان افعال کے بعد وادی محصر میں اگر دو ساعت ٹھہرے پھر طواف الصدر کے لیے جائے اور اگر وہاں سے آنا منظور ہو یعنی تہیہ ہو اور اگر ملے میں ٹھہرنا منظور ہو تو چلتے وقت یہ طواف کرنا چاہیے اور یہ طواف واجب ہے اور اس طواف میں رمل اور سعی نہیں ہے اور اس کے بعد زمزم کے کنویں کے قریب آ کر پیٹ بھر کر پانی پیئے کئی مرتبہ اور ہر مرتبہ کعبہ کے طرف دیکھے اور آب زمزم منہ اور بدن اور سر پر بھی ملے اور پھر بیت اللہ کی طرف آئے۔ اگر آسانی کے ساتھ اندر داخل ہوسکتا ہے تو اندر داخل ہو جائے اور اگر اندر داخل نہ ہو سکے تو خانہ کعبہ کے آستانہ کو بوسہ دے اور سینہ اور چہرہ ملتزم سے لگائے اور کعبہ کے پردہ کو پکڑ کر گریہ وزاری بہت زیادہ کرے اور اس وقت بھی تکبیر وتہلیل اور اذکار واشغال اور حمد وثنا میں مشغول ہو اور اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرے اور اپنا منہ کعبہ کی طرف کر کے الٹے پاؤں مسجد سے باہر نکلے اور جس طرف چاہے روانہ ہو اور عمرہ سنت ہے واجب نہیں ہے اور اس کا وقت تمام سال ہے مگر ایام حج میں مکروہ ہے غیر قارن کے لیے اور حج کے ایام یہ ہیں عرفہ کا دن اور ایام تشریق اور عمرہ کا رکن طواف ہے اور اس میں واجب دو چیزیں ہیں ایک صفا اور مروہ کے درمیان سعی دوسرا سر منڈانا یا بال کتروانا۔

عمرے کی شرائط اور آداب اور سنن:

وہی ہیں جو حج کے ہیں اور جنایات کے احکام یہ ہیں:

اگر محرم خوشبو کا استعمال ایک کامل عضو پر کرے یا اپنے سر پر مہندی کا خضاب کرے یا زیت کا استعمال کرے یا تمام دن سیاہ کپڑا پہنے اس طرح کہ اس کے پہننے کی عادت ہے یا پورا دن اپنے سر کو ڈھانکے یا چوتھائی سر کو منڈائے یا اس سے زیادہ یا ایک بال یا زیر ناف کے بال کو یا گردن کے بال کو کاٹے۔ دونوں ہاتھوں کے یا دونوں پاؤں کے یا ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے ناخن تراشے یا طواف قدوم یا طواف صدر جنابت کی حالت میں کرے یا فرض طواف بے وضو کرے یا امام سے پہلے عرفات سے واپس لوٹے۔ یا سعی کو ترک کر دے یا وقوف مزدلفہ ترک کر دے یا ایک روز رمی ترک کر دے یا اول دن کی رمی ترک کر دے یا حرم سے باہر سر منڈائے یا حالت احرام میں بیوی کا بوسہ لے۔ یا اس کو شہوت کے ساتھ چھوئے یا سر منڈانے میں تاخیر کرے یا طواف زیارت کو ایام نحر سے مؤخر کرے یا فعل حج کو دوسرے فعل حج پر مقدم کرے مثلاً ذبح سے پہلے سر منڈائے تو ان تمام مذکورہ صورتوں میں دم واجب ہوتا ہے۔ اگر تلبید کرے یعنی مہندی وغیرہ سے سر کے بال جمائے یا قارن ذبح سے پہلے سر منڈائے تو

اس پر دو دم واجب ہیں اور اگر محرم خوشبو استعمال کرے ایک عضو سے کم یا اپنا سر ڈھانکے یا سلا ہوا کپڑا پہنے ایک دن سے کم پہنے یا چوتھائی سے کم سر منڈائے یا پانچ سے کم ناخن تراشے یا متفرق مجلسوں میں پانچ ناخن تراشے یا طواف قدوم یا طواف الصدر بے وضو کرے یا تین مناروں سے ایک منارے کی رمی ترک کردے نحر کے دن کے بعد یا اپنے کے علاوہ کا سر مونڈے تو ان تمام صورتوں میں صدقہ واجب ہوتا ہے اور صدقہ آدھا صاع گیہوں ہے اور اگر محرم خوشبو کو استعمال کرے یا سر منڈائے یا اپنے عذر کے ساتھ یا بیماری کی وجہ سے سلا ہوا کپڑا پہنے پس ان صورتوں میں محرم پر لازم ہے کہ تینوں چیزوں میں سے ایک چیز کرے بکری ذبح کرے یا چھ مسکینوں کو تین صاع گیہوں دے ہر مسکین کو آدھا صاع دے یا متصل تین روزے رکھے یا متفرق اور اگر محرم شکار کرے یا شکار کا بتائے یا اس کی طرف اشارہ کرے تو اس پر بدلہ لازم آتا ہے یعنی دو عادلوں کے تشخیص کے ساتھ بحسب قیمت شکار کی قیمت دے۔ اس جگہ جہاں شکار کیا ہو یا اس کی قریبی جگہ کی قیمت کا حساب ہوگا۔ اگر شکار کی جگہ پر اس کی قیمت کا حساب تو اگر چاہے اس کی قیمت کے ساتھ ہدی خریدے اور اس کو حرم میں ذبح کرے اور اگر چاہے اس کا غلہ خریدے اور ہر ہر فقیر کو آدھا صاع دے۔ اگر گیہوں ہو اور اگر کھجور یا جو ہوں تو ایک ایک صاع یعنی چار چار سیر دے اور اگر چاہے روزہ رکھے۔ اناج کے بدلے ایک ایک روزہ رکھے اور ان تمام جنایات میں قصداً کرنے والا اور بھول کر کرنے والا اور عالم اور جاہل اور رغبت کرنے والا اور جبراً کرنے والا دونوں برابر ہیں اور اگر محرم خالص خوشبو بہت زیادہ لگائے تو دم لازم آتا ہے اور خوشبو سونگھے اور خوشبو دار پھول اور خوشبو دار میوہ تو محرم پر کچھ واجب نہیں ہے مگر یہ افعال مندرجہ بالا مکروہ ہیں اور جوں مارنے پر ایک مٹھی کی طرح کھانا صدقہ کرنا لازم آتا ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ اپنے بدن سے یا سر سے کپڑے سے پکڑ کر مارے اور اگر زمین سے پکڑ کر مارے تو کچھ واجب نہیں ہوتا اور اگر کپڑوں کو دھوپ میں ڈالے اس نیت سے جوئیں مرجائیں اور جوئیں بہت زیادہ مرجائیں تو اس پر آدھا صاع گیہوں کا صدقہ کرنا لازم آتا ہے اور اگر آفتاب میں خشک ہونے کے لیے ڈالے اور جوؤں کے مارنے کی نیت نہ ہو اور وہ مرجائیں۔ تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوتا الحمد اللہ حج کے مسائل پورے ہوچکے ہیں اور اب دعائیں لکھی جاتی ہیں۔

احرام باندھتے وقت کی دُعا:

میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں' میں حاضر ہوں بے شک تعریف اور نعمت اور سلطنت تیری ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔

مذکورہ دُعا اگر اضافہ کے ساتھ بھی پڑھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں:

میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں میں نیک بختی چاہتا ہوں اس حال میں کہ بھلائی تیرے دست قدرت میں ہے اور رغبتیں تیری ہی جانب سے ہیں اور عمل بھی تیری جناب سے ہے میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں مخلوق کے معبود میں حاضر ہوں۔

احرام باندھنے کے بعد کی دعا:

اے اللہ میں تجھ سے تیری رضا اور جنت کا سوالی ہوں اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں تیرے غصے اور (تیری سلگائی ہوئی) جہنم سے۔ اے اللہ میں نے تیرے لیے اپنے بال و کھال کو اپنے خون کو عورتوں اور خوشبو سے اور ہر اس چیز سے روک لیا جو تو نے محرم پر

حرام کی میں (اس رک جانے سے) تجھ کریم کی رضا جوئی کا خواستگار ہوا اے اللہ میری مدد فرما عمرہ کی ادائیگی پر/ فریضہ حج کی ادائیگی پر اور اس (حج/عمرہ) کو میری جانب سے قبول فرما اور مجھے رکھ دے ان لوگوں کی جماعت میں کہ جن سے تو راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہیں اور تو قبول فرما یقیناً میں نے تیری خاطر اپنے بال ڈھال کو اپنے گوشت پوست اور اپنے خون و ہڈیوں کو روکے رکھا۔

حد حرم میں داخل ہوتے وقت:

اے اللہ یہ بلاشبہ تیرا اور تیرے رسول ﷺ کا حرم ہے اے اللہ تو میرے دماغ اور میرے خون و میری ہڈی کو جہنم پر حرم کر دے اور مجھے اس دن کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔

مکہ مکرمہ کو دیکھتے وقت:

اے اللہ میرے لیے سرزمین مکہ کو صباء سکونت بنا دے اور مجھے اس سرزمین میں رزق حلال نصیب فرما۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا و آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا اے اللہ میں تجھ سے اس بھلائی کا سوالی ہوں جو بھلائی تیرے حبیب ﷺ نے تجھ سے مانگی اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس شر سے جس سے آپ کی نبی حضرت محمد ﷺ نے پناہ مانگی۔

بیت اللہ کی زیارت کے وقت:

اے اللہ اپنے گھر کے شرف، عظمت، عزت، نیکیوں اور اس کی ہیبت کو بڑھا دے۔

مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت:

میں اللہ عظیم المرتب ذات کے باعزت ہونے اور اس کی ازلی بادشاہت کی شیطان مردود سے پناہ چاہتا ہوں، میں اللہ کے نام سے داخل ہو رہا ہوں اور رحمت کاملہ اور سلامتی نازل ہو۔ رسول اللہ (ﷺ) پر نازل ہوا اے اللہ میرے تمام گناہوں سے درگزر فرمایا اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اے اللہ تو سراپا سلام ہے اور تیری جانب سے سلامتی ہے اور سلامتی تیرے حضور لوٹتی ہے اے اللہ تو سلامتی کے ساتھ ہم سب کو زندہ رکھ اور ہمیں سلامتی کے گھر (جنت) میں داخل فرما۔

اے ہمارے پروردگار! تو بابرکت اور تو عالی المرتبت ذات ہے اے باعزت و باوقار ذات۔

حجر اسود کے قریب پڑھنے کی دعا:

اللہ سب سے بڑا ہے۔

طواف شروع کرتے وقت:

اے اللہ میں تجھ پر ایمان لا کر اور تیری کتاب (قرآن مجید) کی تصدیق کر کے اور تیرے وعدے کو پورا کر کے اور تیرے نبی حضرت محمد ﷺ کی سنت کی پیروی کر کے طواف کر رہا ہوں۔

باب ملتزم کے قریب پڑھنے کی دعا:

اے اللہ یہ گھر اور یہ حرم تیرا ہی ہے اور یہ امن وسکون تجھ ہی سے ہے اور یہ مقام تیری ہی جانب ہے جہنم سے پناہ کا ذریعہ ہے۔

رکن عراقی کے قریب پڑھنے کی دعا:

اے اللہ میں شرک اور (تیری ذات صفات میں) شک سے اور کفر سے نفاق سے اور بدبختی سے اور برے اخلاق سے لوٹنے کی برائی اہل ومالی اور اولاد کے منظر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

میزاب رحمت کے نزدیک پڑھنے کی دعا:

اے اللہ مجھے اپنے عرش کے نیچے سایہ عطا کر اس روز (یعنی روزِ قیامت) جس روز عرش کے بغیر کوئی سایہ میسر نہ ہوگا اے اللہ مجھے اپنے حبیب ﷺ کے ہاتھوں اس جام کا مشروب پلا کہ اس کے بعد کبھی میری پیاس نہ رہے۔

رکن شامی کے نزدیک پڑھنے کی دعا:

اے اللہ اس صبح کو مقبول صبح بنا دے اور اس کوشش کو بلند فرمالے اور گناہ کو بخش دے اور ایسی تجارت جس میں ہرگز خسارہ نہ ہو اور ظلمات سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے غالب اے بخشنے والے اے رب اب تو بخشش فرما اور تو رحم فرما اور تو درگزر فرما جس کو تو جانتا ہے۔ بے شک تو بہت معزز ومکرم ہے۔

رکن یمانی کے نزدیک پڑھنے کی دعا:

اے اللہ میں کفر اور عذابِ قبر سے اور زندگی اور موت کی آزمائش سے اور دنیا اور آخرت کی رسوائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان پڑھنے کی دعا:

اے ہمارے ربّ ہمیں دنیا وآخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں جہنم کی آگ سے بچا۔ اے اللہ مجھے قناعت عطا کر اس روزی پر جو تو نے مجھے عطا کی اور برکت دے مجھے اس میں ہر حالت میں جو مجھ سے مخفی ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کے لیے حکومت ہے اور اسی کے لیے خوشی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

دعائے مذکورہ تمام طواف اور ملتزم کے نزدیک بھی پڑھی جاسکتی ہے: اے مضبوط گھر کے رب میری گردن کو جہنم سے چھڑا دے اور مجھے ہر برائی سے مامون رکھ اور مجھے قناعت دے اپنی عطا کردہ روزی میں قناعت دے اور مجھے اس میں مجھے برکت عطا فرما۔

باب ملتزم کی چوکھٹ کے نزدیک خانہ کعبہ کے پردہ کے پکڑنے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے: اے پانے والے اے بزرگ وبرتر تو ہمیشہ مجھے وہ نعمت عطا کر جس نعمت کے ساتھ تو نے مجھ پر انعام کیا۔ الٰہی! میں تیرے در پہ کھڑا ہوں اور تیرے چوکھٹ

سے لپٹا ہوا تیری رحمت کا امیدوار ہوں میں تیری گرفت سے ڈرتا ہوں اے اللہ میرے بالوں اور میرے جسم وجان کو آتش پر حرام کردے۔اے اللہ جیسے کہ تو نے میرے چہرے کو اپنے غیر کے سامنے سجدہ نہ ہونے سے محفوظ رکھا' میرے چہرے کو اپنے غیر کے علاوہ سوال کرنے سے بھی محفوظ رکھ۔

اے اللہ! اے بیت اللہ کے مالک رب ہماری اور ہمارے باپوں اور ہماری ماؤں کی گردنوں کو آگ سے چھڑا دے۔ے مہربان وکریم ذات اے بخشنے والے اے غالب اے جبار ہمارے رب ہم سے ہمارے نیک اعمال قبول فرما اور بے شک تو بہت زیادہ سننے والا اور بہت زیادہ جاننے والا ہے رجوع فرما ہم پر بے شک تو بہت زیادہ رجوع کرنے والا اور مہربان ہے۔

مقام ابراہیم کے نزدیک یہ آیت کریمہ پڑھی جائے: اور تم مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔

طواف کے بعد دو رکعتوں کے اختتام کے بعد یہ دعا پڑھی جائے: اے اللہ بلاشبہ تو میری پوشیدہ وظاہر باتوں سے خبردار ہے اور تو میری حاجت کو جانتا ہے بس میرے سوال پر عنایت فرما حالانکہ تو خبردار ہے جو کچھ میرے جی میں ہے پس میرے گناہوں کی بخشش فرما۔اے اللہ میں تجھ سے ایمان کا سوالی ہوں اس ایمان کا جو میرے دل کو پختہ کرے اور پختہ یقین کا سوالی ہوں حتی کہ میں جانتا ہوں کہ مجھے وہی ملتا ہے جو میرے نوشتہ تقدیر میں ہے اس حال میں کہ میں تیری تقسیم پر راضی ہوں۔اے نہایت مہربان ذات۔

آبِ زمزم پیتے وقت:

اے اللہ میں تجھ سے نفع بخش علم کا اور کشادہ رزق کا اور ہر بیماری سے صحت یابی کا سوال کرتا ہوں اے اللہ اس (پانی) کو ہر بیماری سے شفا بنادے ہر بیماری سے اور مجھے اخلاص اور یقین عطا فرما اور مجھے دنیا وآخرت میں عافیت فرما۔

صفا پر چڑھتے وقت:

بلاشبہ صفا ومروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں اللہ سب سے بڑا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے حکومت اور اسی کے تعریف مجھے وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے وہ زندہ وجاوید ہے اسے موت نہیں آتی اسی کے دست قدرت میں بھلائی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔وہ اکیلا ہے اس نے اپنے وعدے کے پورا کیا اور اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اپنے لشکر کو غلبہ بخشا اور اس نے (دشمن) کے لشکروں کو شکست خوردہ کیا' وہ اکیلا ہے' اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے' ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں خالص اسی کے دین کے لیے اور اگرچہ یہ بات کافروں پر ناگوار گزرے۔

صفا اور مروہ کے درمیان پڑھی جانے والی دعا:

اے میرے رب مجھے معاف کردے اور مجھ پر رحم فرما اور درگزر فرما اس چیز سے جو تیرے علم میں ہے بے شک تو نہایت غالب وعزت والا ہے۔اے ہمارے رب ہمیں دنیا وآخرت کی بھلائی نصیب فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔

عرفہ کے دن میدان عرفات میں پڑھی جانے والی دعا:

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے' کوئی اس کا شریک نہیں اسی کے لیے بادشاہت اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہ فرشتوں پر ہر وقت قدرت رکھنے والا ہے اے اللہ میرے دل میں' میری سماعت میں اور میری بصارت میں نور کور کھ دے۔ اے اللہ میرے لیے میرے سینے کو کھول دے اور میرے معاملے کو مجھ پر سہل کر دے اور میں دل کے وساوس سے اور طرح طرح کے معاملات سے اور قبر کے فتنہ سے تجھ سے پناہ کا طالب ہوں۔ اے اللہ میں دن ورات میں داخل ہونے والے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس شر سے جس سے ہوائیں سرکش ہو جاتیں ہیں اللہ سب سے بڑا ہے اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اللہ سب سے بڑا ہے اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اللہ سب سے بڑا ہے اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں کوئی اس کے سوا معبود نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اے اللہ میری ہدایت کے ساتھ راہنمائی فرما اور مجھے تقویٰ کے ساتھ پاک کر دے اور دنیا و آخرت میں مجھ سے درگزر فرما۔

عرفہ کے دن آپ ﷺ اکثر یہ دعا پڑھا کرتے:

اے اللہ تیرے لیے ایسی ہی تعریفیں ہیں جو تو نے بیان کیں اور تو بہتر ہے اس سے جو ہم کہتے ہیں اے اللہ تیرے لیے ہی ہے میری نماز میری قربانی میرا جینا اور میرا مرنا اور تیرے حضور ہی میرا ٹھکانا ہے اے اللہ میں تجھ سے ایسی بہتری کا سوالی ہوں جس سے ہوا (بادِ صبا) چلتی ہے اور تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے شر سے جس سے ہوا (آندھی) چلتی ہے۔ اے اللہ میری رہنمائی فرما ہدایت کے ساتھ اور مجھے آراستہ کر دے پرہیز گاری کے ساتھ اور مجھ سے دنیا و آخرت میں درگزر فرما اے اللہ میں تجھ سے پاکیزہ و بابرکت روزی کا سوالی ہوں۔

عرفہ کی رات ہزار مرتبہ پڑھے جانے والے دس کلمات:

1. پاک ہے وہ ذات کہ اس کا عرش آسمان میں ہے۔
2. پاک ہے وہ ذات کہ زمین میں اس کے چلنے کی جگہ ہے۔
3. پاک ہے وہ ذات سمندر میں اس کا راستہ ہے۔
4. پاک ہے وہ ذات کہ آگ اس کے زیر تسلط ہے۔
5. پاک ہے وہ ذات کہ جنت میں اس کی رحمت ہے۔
6. پاک ہے وہ ذات کہ قبر میں اس کا فیصلہ ہے
7. پاک ہے وہ ذات کہ ہوا میں اس کی روح ہے۔
8. پاک ہے وہ ذات جس نے آسمانوں کو بلند کیا۔
9. پاک ہے وہ ذات کے جس نے زمین کو پست کیا (بچھایا)
10. پاک ہے وہ ذات نہیں ہے ٹھکانا اور نہ ہی جائے نجات (یعنی نجات کی جگہ) مگر اسی (اللہ) کی طرف۔

جب مدینہ طیبہ نظر آئے تو یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اے اللہ یہ تیرے رسول ﷺ کا حرم ہے پس اس کو میرے لیے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ بنادے اور عذاب سے امن کا ذریعہ بنادے اور برے حساب سے امن کا ذریعہ بنادے۔

مدینہ منورہ کی حد میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اے اللہ یہ تیرے رسول ﷺ کا حرم ہے پس اس کو میرے لیے آگ سے بچاؤ اور عذاب سے امن اور برے حساب سے پاک کردے۔

روضۂ اقدس کے نزدیک یہ کلمات پڑھے جائیں:

سلامتی ہو آپ پر اے اللہ کے رسول ﷺ سلامتی ہو آپ پر اے اللہ کے نبی سلامتی ہو آپ پر اے اولاد آدم (علیہ السلام) کے سردار سلامتی ہو آپ پر اے رسولوں کے سردار اور خاتم النّبیین اے تمام جہانوں کے پروردگار کے رسول سلامتی ہو آپ پر اور آپ کے اہل اور آپ کے پاکیزہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر اور آپ کی پاکیزہ ازواج رضی اللہ عنہن پر مؤمنین کی ماؤں پر اللہ آپ کو بدلہ دے ہماری طرف سے بہتر جزاء وہ اللہ نے دی ہے حضور علیہ السلام کو اپنی اُمت میں سے۔

اور رحمت کاملہ نازل فرما محمد ﷺ پر جب تک تیرا ذکر کرنے والے ذکر کرتے رہیں اور جب تک تجھ سے غفلت کرنے والے غافل رہیں۔

بَابُ حَرَمِ الْمَدِيْنَةِ حَرَّسَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى

یہ باب مدینہ کے حرم (مدینہ کے گرد) کے بارے میں ہے اللہ اسکو محفوظ رکھے

فائدہ: بہت سی حدیثیں مدینہ اور اس کے گرد کے بارے میں آئی ہیں اور علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

ہمارے نزدیک اس کے حرم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کی تعظیم وتکریم کرے نہ یہ کہ وہ مکہ کی طرح حرم ہے۔ پس ہمارے نزدیک مدینہ اور اس کے اردگرد کے درخت کاٹنا اور اس میں شکار کرنا حرام نہیں ہے اور تینوں اماموں کے نزدیک یہ چیزیں حرام ہیں وہاں بھی بغیر ضمان کے بدلہ نہیں آتا۔

الفصل الاول:

احترام مدینہ کا بیان

۲۵۹۲/۱عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا كَتَبْنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الْقُرْاٰنَ وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَدِيْنَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا اَوْ اٰوٰى

مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَمَنْ وَالٰى قَوْمًا بِغَيْرِ اِذْنِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ (متفق علیہ) (وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ)۔

اخرجه البخاري في صحيحه ٨١/٤۔ الحديث رقم ١٨٧٠۔ ومسلم في صحيحه ٩٩٤/٢ الحديث رقم (٤٦٧۔ ١٣٧٠) وابوداؤد في السنن ٥٢٩/٢ الحديث رقم ٢٠٣٤۔ والترمذي في ٣٨١/٤ الحديث رقم ٢١٢٧۔ والدارمي في ٣١٧/٢ الحديث رقم ٢٥٢٩۔ واحمد في المسند ٨١/١۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے ان باتوں کے یا اس چیز کے کہ جو صحیفہ میں ہے کچھ نہیں لکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صحیفہ میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مدینہ عیر اور ثور کے درمیان حرم ہے پس جو شخص مدینہ میں بدعت پیدا کرے یا وہ چیز کہ جو کتاب وسنت کے مخالف ہو یا بدعتی کو ٹھکانا دے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اس کے فرض قبول نہیں کیے جاتے یعنی اس کے فرائض ونوافل کامل قبول نہیں ہوتے۔ مسلمانوں کا عہد ایک ہے' اس کوشش کو ان کا ادنیٰ حاصل کر سکتا ہے۔ پس جو شخص مسلمانوں کے عہد کو توڑے تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت ہے اس سے فرائض ونوافل قبول نہیں کیے جاتے اور جو شخص ایک قوم سے سوال کرے اپنے ساتھیوں کی اجازت کے بغیر تو اس پر خدا کی اور فرشتوں کی اور سو آدمیوں کی لعنت ہے۔ اس کے فرض ونوافل قبول نہیں کئے جائیں گے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے بخاری اور مسلمؒ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کی طرف دعوی کرے یعنی یہ کہے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں اور حقیقت میں اس کا بیٹا نہیں ہے یا اپنے کو غیر مالک کی طرف نسبت کرے پس اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے اس سے فرائض اور نوافل قبول نہیں کئے جائیں گے۔

تشریح ۞ حدیث مذکورہ احترام مدینہ کے بارے میں ہے۔ اس چیز کے کہ اس صحیفہ میں آیا ہے کہ لوگوں نے آپس میں یہ کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صحیفہ کے ساتھ یعنی کتاب کے اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے قرآن کے نہیں لکھا اور اس چیز کے کہ جو صحیفہ میں ہے اور صحیفہ سے مراد ورق کاغذ ہے کہ اس میں احکام دیات ہیں اور بعض احکام لکھتے تھے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار کے غلاف میں رہتا تھا اور مدینہ حرم ہے اور بزرگ قدر ہے اور اس میں ایسی چیز کا جو حقارت کا باعث ہو منع ہے اور شافعیہ کے نزدیک مدینہ حرام ہے یعنی بمعنی حرم کے ہے یعنی مدینہ حرم مکہ کی طرح ہے۔ جو چیزیں کہ حرم مکہ میں کرنا حرام ہیں' مدینہ میں بھی حرام ہیں۔ اس حرم کی حد عیر اور ثور کی ہے یہ مدینہ مطہرہ کے دونوں طرف دو پہاڑ ہیں اور لفظ حرف کے معنی فرض اور نفل کے ہیں یا تو یہ شفاعت اور لفظ عدل کے معنی ہیں۔ نفل یا فرض اور بعضوں نے کہا ہے کہ شفاعت ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ توبہ ہے اور مسلمانوں کا عہد ایک ہے یعنی ایک یہ بھی حکم لکھا ہوا تھا اس صحیفہ میں کہ مسلمانوں کا عہد وامان ایک شی کی مانند ہے ان کا ادنیٰ آدمی اس کے ساتھ سعی حاصل کر سکتا ہے یعنی اختیار

عہد وامان دینے کا رکھتا ہے اس کے امان دینے سے دوسروں کو سعی کرنی اس کے عہد پورا کرنے میں لازم ہوتی ہے الحاصل یہ کہ کوئی مسلمانوں میں سے اگر چہ حقیر ہو غلام وعورت کے امان دینے کی طرح کسی کافر کو اور اس سے عہد کرے اور اپنی پناہ میں لائے تو جائز نہیں ہے کسی کو اس کا عہد توڑنا جائز نہیں ہے اور جو کوئی مسلمان کے عہد کو توڑے یعنی اس کافر کو قتل کرے یا اس کا مال لے تو اس پر بھی لعنت ہے۔

اور جو شخص کہ موالات یعنی دوستی کرے اس کو جان لینا چاہیے کہ ولا دو قسم پر ہے ایک تو ولا موالات وہ یہ ہے کہ عرب کی عادت تھی کہ آپس میں دوستی رکھتے تھے اور عہد باندھتے تھے اور قسم کھاتے تھے کہ نیک و بد آپس میں شریک و مدد ومعاون رہیں گے اور آپس میں ایک دوسرے کے دوست رہیں گے اور دشمن سے دشمنی رکھیں گے اور ایام جاہلیت میں حق و باطل کے امر پر بھی مدد کریں گے اور اسلام میں امر حق ہی پر مدد کرتے تھے اور اکثر اہل عرب میں آ کر صحابہ سے عقد موالات باندھتے تھے اور دوسری قسم ولا عتاقہ ہے کہ جس نے آزاد کیا ہے اس غلام پر حق ولا ثابت ہوا۔ کہ اس غلام کے عصبہ ہونے کے وقت وہ آزاد کرنے والا اس کا وارث ہوتا ہے اور ذوی الفروض سے جو کچھ بچتا ہے وہ لیتا ہے پس احتمال ہے کہ موالات سے مراد یہاں قسم اول ہو۔ پس معنی یہ ہونگے کہ ایک شخص کے موالی یعنی دوست مذکور ہوں تو نہیں چاہیے کہ دوسری قوم کو موالی ٹھہرائے اپنے موالی کے اذن کے بغیر اس میں ایک طرح کی عہد شکنی اور مسلمانوں کو ایذا دینا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ولاء عتاقہ مراد ہو۔ پس اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ جو شخص اپنی آزادی کی نسبت اپنے آزاد کرنے والے کے علاوہ کی طرف کرے تو مستحق لعنت ہوتا ہے جیسا کہ لعنت کا مستحق ہوتا باپ کے علاوہ کی طرف نسبت کرنے والا لعنت کا مستحق ہوتا ہے اس صورت میں قید اذن موالیہ کے بغیر غالب کے ہے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ اگر آزاد غلام اپنے مالک سے اذن چاہتا ہے اس بات کی وہ اذن نہیں دیتا پس اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اگر مالک اذن دے دے۔ تو نسبت کرنا غیر کی طرف درست ہو اس لیے کہ جھوٹ لازم آئے گا اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے قرآن اور مذکورہ صحیفہ کے کچھ نہیں لکھا۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے شیعوں کا افتراء صریح باطل ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے ساتھ وصیت کی تھی اور اہل بیت کو راز کی ایسی باتیں بتائیں جو اوروں کو نہیں بتائیں۔ تو یہ سب دعوے باطل ہیں اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ علم کا لکھنا مستحب ہے۔

حرمتِ مدینہ کا بیان

۲/۲۵۹۳ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ اَنْ يُّقْطَعَ عِضَاهُهَا اَوْ يُقْتَلَ صَيْدُهَا وَقَالَ الْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ لَا يَدَعُهَا اَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا اِلَّا اَبْدَلَ اللّٰهُ فِيْهَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ وَلَا يَثْبُتُ اَحَدٌ عَلٰى لَاْوَائِهَا وَجَهْدِهَا اِلَّا كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا اَوْ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۹۹۲/۲ الحدیث رقم (۴۵۹۔ ۱۳۶۳) واحمد فی المسند ۱۸۱/۱۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق میں مدینہ کے سنگستان

کے دونوں کناروں کے درمیان حرام قرار دیتا ہو کہ اس کے خاردار درخت کاٹے جائیں یا اس کا شکار مارا جائے اور فرمایا مدینہ اس میں رہنے والے مؤمنوں کے لئے دنیا و آخرت میں بہتر ہے اگر اس کی بھلائی کو جان لیں تو اس کو نہ چھوڑیں اور نہ وہاں سے جائیں اور دنیا کی فراغت کے لیے اس کو کوئی بے رغبتی نہ چھوڑے گا بلکہ اللہ تعالیٰ اس میں اس شخص کو بدلے گا کہ وہ اس سے بہتر ہو گا یعنی مدینہ کو اس کے نہ ہونے سے ضرر نہیں ہو گا۔ بلکہ اس کے لیے مفید ہو گا یعنی کوئی اس کی سختی اور بھوک پر صبر نہیں کرے گا مگر میں اس کے واسطے شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ فرمایا کہ گواہ ہونگا یعنی اس کی اطاعت کا قیامت کے دن میں گواہ ہونگا۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کا درخت نہ کاٹا جائے اس کو ہمارے علماء نے نہی تنزیہی پر محمول کیا ہے اور بے رغبتی سے بھی کوئی ضرورت کسی وجہ سے چھوڑ دے گا وہ اس میں داخل نہیں ہے اور اخیر حدیث میں مدینہ کے رہنے والوں کے لیے خاتمہ بالخیر ہونے کی بشارت ہے اور اس پر تنبیہ ہے مؤمن کو یہ لائق ہے کہ حرمین شریفین میں رہ کر صابر شاکر رہے اور ظاہر کی نعمتوں کی طرف نظر نہ کرے اس لیے کہ اصل نعمت آخرت کی نعمت ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے۔ **اللّٰھم لا عیش الا عیش الاخرۃ۔**

مدینہ منورہ کی سکونت کی فضیلت

۳/۲۵۹۴ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَصْبِرُ عَلَی الْاَوْاءِ الْمَدِیْنَۃِ وَشِدَّتِھَا اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ اِلَّا کُنْتُ لَہٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۰۰۴/۲ الحدیث رقم (۴۸۴۔ ۱۳۷۸)۔ ومالك فی الموطأ ۸۸۵/۲ الحدیث رقم ۳ من کتاب المدینة۔ واحمد فی المسند ۲۸۸/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مدینہ کی سختی اور بھوک پر اور محنت پر میری اُمت میں سے صبر کرے گا میں اس کے لیے قیامت کے دن شفاعت کرونگا۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ کے اندر رہے گا اور اس کی بھوک پیاس اور سختی کو برداشت کرے گا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں قیامت کے دن اس کی سفارش کروں گا۔

نیک پھل دیکھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے لیے دُعا فرماتے

۴/۲۵۹۵ وَعَنْہُ قَالَ کَانَ النَّاسُ اِذَا رَاَوْا اَوَّلَ الثَّمَرَۃِ جَاءُوْا بِہٖ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَخَذَہٗ قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ مُدِّنَا اَللّٰھُمَّ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ عَبْدُكَ وَخَلِیْلُكَ وَنَبِیُّكَ وَاِنِّیْ عَبْدُكَ وَنَبِیُّكَ وَاِنَّہٗ دَعَاكَ لِمَکَّۃَ وَاَنَا اَدْعُوْكَ لِلْمَدِیْنَۃِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ لِمَکَّۃَ وَمِثْلِہٖ مَعَہٗ ثُمَّ قَالَ یَدْعُوْ اَصْغَرَ وَلِیْدٍ لَّہٗ فَیُعْطِیْہِ ذٰلِكَ الثَّمَرَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۰۰۰/۲ الحدیث رقم (۴۷۳۔ ۱۳۷۳) والترمذی فی السنن ۴۷۲/۵ الحدیث رقم ۳۴۵۴۔

وابن ماجه فی ۱۱۰۵/۲ الحدیث رقم ۳۳۲۹۔ والدارمی فی ۱۴۵/۲ الحدیث رقم ۲۰۷۲۔ ومالك فی الموطأ ۸۸۵/۲ الحدیث رقم ۲ من کتاب المدینة، واحمد فی المسند ۳۳۰/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوگ جس وقت نیا پھل دیکھتے تو حضور ﷺ کے پاس لے کر آتے تھے تو جس وقت حضور ﷺ لیتے تو کہتے اے الٰہی ہمارے واسطے ہمارے میوئے ہمارے شہر ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت دے۔ اے الٰہی تحقیق ابراہیم تیرا بندہ ہے اور تیرا گہرا دوست ہے اور تیرا نبی ہے اور تحقیق میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں اور ابراہیم نے تجھ سے مکہ کے لئے دعا کی تھی جو کہ اس آیت میں مذکور ہے: ﴿فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ﴾ اور میں تجھ سے مدینے کے لیے دعا کرتا ہوں جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے واسطے کی تھی اور مثل اس کے اس کی دعا کے ساتھ یعنی اس کی دعا کے دوگنا ہونے کے ساتھ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے اہل بیت میں سے سب سے چھوٹے بچے کو بلاتے اور اس کو پھل دیتے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ برکت کے معنی زیادہ ہونے کے اور ہمیشگی کے ہیں پس میوے کی برکت تو ظاہر ہے اور شہر کی برکت یہ ہے کہ شہر میں وسعت ہو اور لوگ بہت زیادہ ہوں تو حضور ﷺ کی دعا قبول ہوئی' مسجد بھی بڑھائی گئی اور شہر بھی بڑھا اور مسلمانوں سے خوب آباد ہوا اور صاع اور مد پیمانوں کے نام ہیں ان کی برکت سے مراد یہ ہے کہ رزق میں فراخی ہو اور حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور حبیب کا مرتبہ خلیل سے بڑا ہے لیکن حضور ﷺ نے اپنی اس صفت کو بیان نہیں فرمایا اور اپنے آپ کو صرف بندہ اور نبی کہا۔ تواضع' عاجزی وانکساری کی خاطر ایسا کیا اور حضور ﷺ چھوٹے بچے کو نیا پھل اس لیے دیتے تھے تا کہ وہ خوش ہو جائے۔

حرمتِ مدینہ کا بیان

۵/۲۵۹۶ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ فَجَعَلَهَا حَرَامًا وَاِنِّیْ حَرَّمْتُ الْمَدِیْنَةَ حَرَامًا مَا بَیْنَ مَازِمَیْهَا اَنْ لَّا یُهْرَاقَ فِیْهَا دَمٌ وَلَا یُحْمَلَ فِیْهَا سِلَاحٌ لِقِتَالٍ وَلَا تُخْبَطُ فِیْهَا شَجَرَةٌ اِلَّا لِعَلَفٍ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۰۰۱/۲ الحدیث رقم (۴۷۵۔ ۱۳۷۴) واحمد فی المسند۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیم نے مکہ کو بزرگی دی۔ یعنی ظاہری بزرگی۔ پس اس کو حرام گھر جانا یعنی شمار کیا اور تحقیق میں نے مدینہ منورہ کو اس کی دونوں طرفوں کے درمیان بزرگی دی۔ اس کے ساتھ کہ اس میں خونریزی نہ کی جائے اور نہ اس میں لڑائی کے لئے ہتھیار اٹھایا جائے اس کی دونوں طرفوں کے درمیان اور نہ اس میں درخت کو جھاڑا جائے یعنی درخت کے پتے مگر جانوروں کے کھانے کے واسطے اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک مین یہ بیان کیا گیا ہے کہ علامہ تورپشتی نے کہا کہ حرمت المدینہ جو فرمایا اس سے مراد تعظیم ہے نہ کہ حرم کے دوسرے احکام اس سے متعلق ہیں اور اس کی دلیل حضور ﷺ کا قول ہے کہ اس کے درخت کے پتے جانوروں

کے لئے جھاڑنا جائز ہے' حرم مکہ کے جو درخت ہیں ان کے پتے جھاڑنے کسی حالت میں درست نہیں ہیں اور مدینہ میں شکار کرنا بعض صحابہ کرامؓ نے حرام جانا ہے اور جمہور صحابہ کرامؓ نے مدینہ منورہ میں پرندوں کا شکار کرنے سے منع نہیں کیا اور ہمیں اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے کوئی حدیث معلوم نہیں ہے۔ دوسرے مقام پر اس کو خوب تفصیل سے لکھا ہے جو چاہے ان کی شرح میں دیکھ لے۔

مدینہ منورہ کے درخت کاٹنے کی ممانعت

۲۵۹۷/۶ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ سَعْدًا رَكِبَ اِلٰى قَصْرِهٖ بِالْعَقِيْقِ فَوَجَدَ عَبْدًا يَقْطَعُ شَجَرًا اَوْ يَخْبِطُهٗ فَسَلَبَهٗ فَلَمَّا رَجَعَ سَعْدٌ جَاءَهٗ اَهْلُ الْعَبْدِ فَكَلَّمُوْهُ اَنْ يَّرُدَّ عَلٰى غُلَامِهِمْ اَوْ عَلَيْهِمْ مَا اَخَذَ مِنْ غُلَامِهِمْ فَقَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ اَرُدَّ شَيْئًا نَفَّلَنِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبٰى اَنْ يَّرُدَّ عَلَيْهِمْ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۹۹۳/۲ الحدیث رقم (۴۶۱۔ ۱۳۶۴) واحمد فی المسند ۱۶۸/۱۔

ترجمہ: حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ اپنے محل کی طرف سوار ہوئے جو کہ عقیق مقام پر واقع تھا پس ایک غلام کو پایا کہ اس کے درخت کاٹتا تھا یا پتے جھاڑتا تھا۔ پس سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے کپڑے چھین لے۔ پس جب سعد رضی اللہ عنہ مدینہ کی طرف آئے تو غلام کے مالک ان کے پاس آئے اور گفتگو کی یہ کہ جو چیز آپؓ نے اس غلام سے لی ہے (یعنی اس کے کپڑے) وہ اس کو واپس کر دیں یا اس کے مالکوں کو واپس کر دیں یعنی اس کے کپڑے پس سعدؓ نے کہا۔ خدا کی پناہ یہ کہ میں لوٹا دوں اس کی طرف اس چیز کو جو مجھے نبی کریم ﷺ نے دلوائی ہے سعدؓ نہ مانے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں جو سعد رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا ہے اس سے مراد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں کہ جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ عقیق ایک جگہ کا نام ہے جو کہ مدینہ کے قریب ہے اور یا ان پر راوی کا شک ہے کہ ان کے مالکوں نے کہا: علی غلامھم کی بجائے علیھم کہا یعنی ہم کو واپس کر دو جو کچھ ہمارے غلام سے لیا ہے۔ جو شخص کسی کو مدینہ میں شکار کرتا ہو یا درخت کاٹتے ہوئے دیکھے اس کے کپڑے چھین لے یہ حدیث منسوخ ہے یا اس کی تاویل کی گئی ہے کہ یہ امر زجر و تنبیہ کے طور پر تھا اور علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ امام مالک اور امام شافعیؒ کا مشہور مذہب ہے کہ مدینہ کے شکار کرنے پر اور اس کے درخت کاٹنے پر بدلہ لازم نہیں آتا بلکہ یہ بدلہ کے لازم آنے کے بغیر حرام ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ بدلہ حرم مکہ کی طرح واجب ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ حرام بھی نہیں ہے۔ انتہی یہ ہمارا مذہب ہے لیکن مکروہ ہے۔

مدینہ منورہ کے لیے برکت کی دُعا

۲۵۹۸/۷ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وُعِكَ اَبُوْبَكْرٍ وَبِلَالٌ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ

وَصَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحح ٤/٩٩۔ الحدیث رقم ١٨٨٩۔ ومسلم فی صحیحه ١٠٠٣/٢ الحدیث رقم (٤٨٠۔ ١٣٧٦) ومالك فی الموطأ ٨٩٠/٢ الحدیث رقم ١٤ من كتاب الجامع۔ واحمد فی المسند ٥٦/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ بخار میں مبتلا ہو گئے پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور میں نے ان کو خبر دی۔ پس فرمایا اے الٰہی تو مدینہ منورہ کو ہمارا محبوب بنا دے جس طرح تو نے مکہ کو ہمارا محبوب بنایا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے تو مدینہ کی آب وہوا کو درست کر اور ہمارے واسطے اس کے صاع اور مد میں برکت ڈال دے اور اس کی تپ (یعنی بخار) کو نکال یعنی تپ کی شدت وکثرت کو نکال کر جحفہ میں منتقل فرما۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے حالت بخار میں پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے وہ اس وقت بلند آواز کے ساتھ مکہ کا اور اس کی موافق میوا کا ذکر اور مکانات کا اور پہاڑوں کی لطافت کا ذکر کرنے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حال نبی کریم سے عرض کیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ دعا مانگی اور جحفہ ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ اور مدینے کے درمیان میں ہے اس زمانہ میں وہاں یہود رہتے تھے اور روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں ہجرت سے قبل وبا اور بیماری بہت زیادہ تھی پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ یہ وبائیں اور بیماریاں کفار کی زمین میں جائیں اور اس حدیث میں کفار کے خلاف امراض اور ہلاکت کی بددعا کرنے اور ان کے شہروں کے خراب ہونے کی بددعا کرنے کی دلیل ہے۔

مدینہ کی وباء کا ذکر

۲۵۹۹/۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فِيْ رُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَدِيْنَةِ رَأَيْتُ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّأْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى نَزَلَتْ مَهْيَعَةَ فَتَأَوَّلْتُهَا اَنَّ وَبَاءَ الْمَدِيْنَةِ نُقِلَ اِلٰى مَهْيَعَةَ وَهِيَ الْجُحْفَةُ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٢٦/١٢ الحدیث رقم ٧٠٣٩۔ والترمذی فی السنن ٤٦٩/٤ الحدیث رقم ٢٢٩٠۔ وابن ماجه فی ١٢٩٣/٢ الحدیث رقم ٣٩٢٤۔ والدارمی فی ١٧٤/٢ الحدیث رقم ٢١٦١۔ واحمد فی المسند ١٠٧/٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب دیکھنے کے بارے میں مدینہ کی بابت کہ میں نے ایک کالی عورت پراگندہ بالوں والی دیکھی مدینہ منورہ سے نکلی۔ یہاں تک کہ وہ مھیعۃ میں اتری۔ جو کہ ایک جگہ کا نام ہے پس میں نے اس خواب کی تعبیر یہ ٹھہرائی کہ مدینہ کی وباء مھیعۃ کی طرف گئی جو کہ جحفہ کا نام ہے اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ کی وباء کالی پراگندہ بالوں والی عورت کی صورت میں مدینہ منورہ سے نکل کر مھیعۃ مقام پر اتری۔ جو کہ ایک جگہ کا نام ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس خواب کی تعبیر یہ ٹھہرائی کہ یہ مدینہ منورہ کی وبا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل مدینہ کے بارے میں پیشینگوئی

۹/۲۶۰۰ وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَبِىْ زُهَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَأْتِىْ قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَيُفْتَحُ الشَّامُ فَيَأْتِىْ قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَيُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَأْتِىْ قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹۰/۴۔ الحدیث رقم ۱۸۷۵۔ ومسلم فی صحیحه ۱۰۰۹/۲ الحدیث رقم (۴۹۷۔ ۱۳۸۸) ومالك فی الموطأ ۸۸۷/۲ الحدیث رقم ۷ من کتاب الجامع۔ واحمد فی المسند ۲۲۰/۵۔

ترجمہ: حضرت سفیان بن ابی زہیرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جب یمن فتح کیا جائے گا پس ایک قوم ہوگی جو اپنے اہل والوں کے ساتھ اور اپنے تابعداروں کے ساتھ کوچ کرے گی اور مدینہ ان کے واسطے بہتر ہوگا اگر مدینہ کا بہتر ہونا جان لیں تو وہ اس کو نہ چھوڑیں اور شام فتح کیا جائے گا پھر ایک قوم آہستہ چلے گی۔ وہ اپنے اہل والوں کے ساتھ اپنے تابعداروں کے ساتھ کوچ کرے گی اور مدینہ ان کے لیے بہتر ہوگا اگر وہ جان لیں تو مدینہ کو نہ چھوڑیں اور عراق فتح کیا جائے گا پس ایک قوم آئے گی اور وہ آہستہ رو ہوگی۔ پس وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ اور اپنے تابعداروں کے ساتھ کوچ کرے گی اور مدینہ ان کے لیے بہتر ہوگا اگر وہ جانیں تو مدینہ کو نہ چھوڑیں۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے یعنی یہ شہر اسلام میں فتح پائیں گے اور لوگ معیشت اور دنیا کے فائدے اور فانی لذتوں کی خاطر اپنے اہل وعیال اور تابعداروں کے ساتھ نکل کر وہاں جا کر رہیں گے اور اگر وہ حقیقت حال اور دین و دنیا کی بھلائی جان لیں تو وہاں سے نہ نکلیں۔

مدینہ منورہ کی دوسری بستیوں پر فضیلت

۲۶۰۱/۱۰ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرٰى يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبُ وَهِىَ الْمَدِيْنَةُ تَنْفِى النَّاسَ كَمَا يَنْفِى الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۸۷/۴۔ الحدیث رقم ۱۸۷۱۔ ومسلم فی صحیحه ۱۰۰۶/۲ الحدیث رقم (۴۸۸۔ ۱۳۸۲) والترمذی فی السنن ۶۷۷/۵ الحدیث رقم ۳۹۲۰ ومالك فی الموطأ ۸۸۶/۲ الحدیث رقم ۵ من کتاب الجامع واحمد فی المسند ۳۸۴/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ہجرت کرنے کا حکم کیا گیا ہے ایسی بستی کی طرف جو سب بستیوں پر غالب آتی ہے اس کو یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ منورہ ہے مدینہ برے آدمیوں کو دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل کو دور کرتی ہے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں مدینہ منورہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ مدینہ ایک ایسی بستی ہے جو سب بستیوں پر غالب آتی ہے جو شخص اس میں رہتا ہے غالب ہوتا ہے اور دوسرے شہروں کو فتح کرتا ہے اور یہ عظیم الشان شہر کی خاصیت ہے جو کوئی آتا ہے اکثر شہروں پر غالب آتا ہے پہلے عمالقہ کی قوم آئی اس میں غالب آئی اور اس نے دوسرے شہروں کو فتح کیا۔ اس کے بعد یہود آئے وہ عمالقہ پر غالب ہوئے پھر انصار پہنچے وہ یہود پر غالب ہوئے پھر سیّد المرسلین اور صحابہ رضی اللہ عنہم آئے اب جس طرح غلبہ حاصل ہوا وہ سب کے سامنے واضح ہے پورے عالم مشرق سے مغرب تک۔ اور اس شہر کا نام پہلے یثرب اور اثرب تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے تو اس کا نام مدینہ رکھا تمدن اور لوگوں کے اجتماع کی وجہ سے اور آپ نے منع فرمایا کہ اس کو یثرب نہ کہا کریں یا تو اس لیے کہ وہ جاہلیت کا نام تھا۔ دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ معنوی لحاظ سے یہ نام بالکل نامناسب تھا اس لئے کہ اس کے معنی ہلاک وفساد کے ہیں اور تیسری وجہ یہ ہے کہ یثرب ایک بت یا ایک ظالم شخص کا نام تھا اور بخاری نے اپنی تاریخ میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو کوئی ایک مرتبہ یثرب کہے اُسے چاہیے کہ دس مرتبہ مدینہ کہے۔ تاکہ اس کی تلافی وتدارک ہو سکے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ استغفار کرے اور برے آدمیوں سے مراد اہل کفر وشرک ہیں کہ وہاں سے غلبہ اسلام کے بعد نکالے گئے تھے۔

۲۶۰۲/۱۱ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ سَمّٰى الْمَدِيْنَةَ طَابَةً۔

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۰۰۷/۲ الحدیث رقم (۴۹۱۔ ۱۳۸۵)۔ واحمد فی المسند ۱۰۸/۵۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کا نام طابہ رکھا ہے۔ اس کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر مدینہ منورہ کا نام طابہ ظاہر فرمایا تھا اور ایک روایت میں طیبہ آیا ہے بمعنی پاک وخوش یعنی شرک کی نجاستوں سے پاک ہے اور اس کی آب وہوا سلیم طبیعتوں کے موافق ہے اور اس کے رہنے والے خوش ہیں۔

مدینہ میں رہنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھا

۲۶۰۳/۱۲ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصَابَ الْاَعْرَابِيَّ وَعْكٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ فَاَبٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ فَاَبٰى ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ فَاَبٰى فَخَرَجَ الْاَعْرَابِيُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِيْ خَبَثَهَا وَتَنْصَعُ طِيْبَهَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹۶/۴۔ الحدیث رقم ۱۸۸۳۔ ومسلم فی صحیحه ۱۰۰۶/۲ الحدیث رقم (۴۸۹۔ ۱۳۸۳)۔ والنسائی فی السنن ۱۵۱/۷ الحدیث رقم ۴۱۸۵ ومالك فی الموطأ ۸۸۶/۲ الحدیث رقم ٤ من کتاب الجامع واحمد فی المسند ۳۰۶/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کی) بیعت کی اور اس اعرابی کو مدینہ میں شدید بخار ہوا۔ اس نے مدینہ میں رہنا ناپسند کیا اور وہاں سے نکلنا چاہا۔

پس وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا اے محمد ﷺ میری بیعت مجھے لوٹا دو۔ پس نبی کریم ﷺ نے انکار کیا پھر حضور ﷺ کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا کہ مجھ کو میری بیعت پر لوٹا دو۔ نبی کریم ﷺ نے انکار کیا پھر وہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھ کو میری بیعت پر لوٹا دو۔ حضور ﷺ نے انکار کیا۔ پھر وہ اعرابی مدینہ سے نبی کریم ﷺ کی اجازت کے بغیر نکل گیا۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرمایا یہ مدینہ بھٹی کی مانند ہے اپنی میل کو دور کرتا ہے اور اپنے اچھے شخص کو خالص کرتا ہے یعنی برے آدمی کو نکال دیتا ہے اور پاک کو پلید سے پاک اور خالص کر دیتا ہے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو یہ بات بہت پسند تھی کہ لوگ مدینہ میں رہائش پذیر ہوں۔ اس لیے حضور ﷺ نے بیعت کے لوٹانے سے انکار کیا اس لیے کہ جس طرح اسلام کی بیعت کو ختم کرنے کی اجازت نہیں ہے اسی طرح آپ ﷺ کے ساتھ رہنے کی بیعت کو بھی ختم کرنے کی اجازت نہیں ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ مدینہ کا برے آدمیوں کو نکالنا اور اچھوں کو خالص کرنا تو حضور ﷺ کے زمانے میں تھا یا آخری زمانے میں ہوگا جب دجال ملے گا تو مدینے کو ہلایا اور جھاڑا جائے گا۔ ہر کافر و منافق باہر نکلے گا اور دجال کی طرف جائے گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ ہر زمانہ میں ہوگا۔

۱۳/۲۶۰۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَنْفِی الْمَدِیْنَةُ شِرَارَهَا کَمَا یَنْفِی الْکِیْرُ خَبَثَ الْحَدِیْدِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۰۰۵/۲ الحدیث رقم (۴۸۷۔ ۱۳۸۱)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مدینہ اپنے شریروں کو دور کرے گا۔ جیسے کہ بھٹی لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔ اس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ بالکل واضح ہے کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک مدینہ اپنے شریروں کو اپنے سے دور نہ کر دے گا۔

مدینہ منورہ میں دجال اور طاعون کا داخلہ ممنوع ہے

۱۴/۲۶۰۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَنْقَابِ الْمَدِیْنَةِ مَلَآئِکَةٌ لَّا یَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹۵/۴ الحدیث رقم ۱۸۸۰۔ ومسلم فی ۱۰۰۵/۲ الحدیث رقم (۴۸۵۔ ۱۳۷۹) والترمذی فی السنن ۴۴۶/۴ الحدیث رقم ۲۲۴۲۔ ومالك فی الموطأ ۸۹۲/۲ الحدیث رقم ۱۶ من کتاب الجامع۔ واحمد فی المسند ۳۹۳/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مدینے کے دروازوں یا راستوں پر فرشتے نگہبان مقرر ہیں اس میں طاعون کی بیماری اور دجال داخل نہ ہوں گے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ طاعون ایک وبا کے علاوہ ایک بیماری کا نام بھی ہے اور یہ بیماری حضور ﷺ کی دعاء سے مدینہ منورہ میں نہیں ہوئی۔ یہ ہمارے نبی ﷺ کا صریح معجزہ ہے۔ شیخ ولی اللہ فی المسوی اور حضرت شیخ نے طاعون کا ترجمہ وبا کیا ہے اور لکھا ہے وبا کا داخل نہ ہونا دجال کے نکلنے کے وقت ہوگا یا ہمیشہ سے ہوگا۔

۱۵/۲۶۰۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ اِلَّا سَيَطَأُهُ الدَّجَّالُ اِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ لَيْسَ نَقْبٌ مِنْ اَنْقَابِهَا اِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ يَحْرُسُوْنَهَا فَيَنْزِلُ السَّبِخَةَ فَتَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ بِاَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِ كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹۵/٤ الحدیث رقم ۱۸۸۱۔ ومسلم فی صحیحه ۲۲٦٥/٤ الحدیث رقم (۱۲۳۔ ۲۹٤۳)۔ واحمد فی المسند ۱۹۱/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مکہ اور مدینہ کے سوا کوئی شہر ایسا نہیں ہے جس کو دجال پامال نہ کرے گا اور مکہ اور مدینے کے راستوں میں سے کوئی راستہ ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ اس پر فرشتے صف باندھے کھڑے ہوئے ہیں اور اس کی نگہبانی کرتے ہیں پس دجال مدینہ سے باہر زمین شور میں اترے گا۔ پس اپنے رہنے والوں کے ساتھ تین مرتبہ ہلے گا۔ اس زلزلے کے نتیجے میں ہر کافر اور منافق مدینہ سے نکل کر دجال کے پاس چلا جائے گا۔۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ مکہ اور مدینہ کے سوا ہر شہر کو دجال پامال کرے گا اس کے راستوں کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو مقرر فرمایا ہے اس پر فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور اس کی نگہبانی کرتے ہیں اور دجال مدینہ سے باہر شور زمین پر اترے گا اور مدینہ اپنے رہنے والوں کے ساتھ تین مرتبہ ہلایا جائے گا۔

مدینہ والوں سے مکر وفریب کرنا ناممکن ہے

۱۶/۲۶۰۷ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكِيْدُ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَحَدٌ اِلَّا اِنْمَاعَ كَمَا يَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹٤/٤ الحدیث رقم ۱۸۷۷۔ ومسلم فی صحیحه ۱۰۰۸/۲ الحدیث رقم (٤۹٤۔ ۱۳۸۷) وابن ماجه فی السنن ۱۰۳۹/۲ الحدیث رقم ۳۱۱٤۔

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ والوں سے کوئی مکر نہیں کرے گا مگر یہ کہ گھل جائے گا جیسا کہ نمک پانی میں گھلتا ہے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ شارح حدیث نے بیان کیا ہے کہ ناپاک یزید کا یہی حال ہوا کہ جو چند دن کے بعد حرہ کے بعد دق اور سل کی بیماری سے ہلاک ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ بہت زیادہ محبوب تھا

۱۷/۲۶۰۸ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَنَظَرَ اِلٰى جُدُرَانِ الْمَدِيْنَةِ اَوْضَعَ رَاحِلَتَهٗ وَاِنْ كَانَ عَلٰى دَابَّةٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹۸/٤ الحدیث رقم ۱۸۸٦۔ والترمذی فی السنن ٤٦٥/٥ الحدیث رقم ۳٤٤۱۔ واحمد فی المسند ۱۵۹/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ یہ کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کسی سفر سے آئے تو مدینہ کے دیواروں کی طرف دیکھتے اپنے اونٹ کو دوڑاتے اور اگر دابہ پر ہوتے یعنی گھوڑے پر یا خچر پر یا ان کے مانند پر تو مدینہ کی محبت کی وجہ سے اس کو چلاتے۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔

اُحد پہاڑ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار محبت

۲۶۰۹/۱۸ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهٗ اُحُدٌ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ یُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ حَرَّمَ مَکَّةَ وَاِنِّیْ اُحَرِّمُ مَا بَیْنَ لَا بَتَیْهَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۰۴/۱۳ الحدیث رقم ۷۳۳۳۔ ومسلم فی صحیحه ۹۹۳/۲ الحدیث رقم (۴٦٤۔ ۱۳٦۵) وابن ماجه فی السنن ۱۰۴۰/۲ الحدیث رقم ۳۱۱۵۔ ومالك فی الموطأ ۸۸۹/۲ الحدیث رقم ۱۰ من کتاب الجامع۔ واحمد فی المسند ۱۴۹/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے احد پہاڑ ظاہر ہوا پس فرمایا یہ پہاڑ ہمیں دوست رکھتا ہے اور ہم اس کو پسند کرتے ہیں اے الٰہی ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام کیا۔ یعنی اس کا حرام ہونا حرام کیا اور تحقیق میں اس جگہ کو حرام کرتا ہوں جو مدینہ کے سنگستان کے دونوں طرف ہے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا تحقیق یہ ظاہر پر محمول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم اور فہم محبت اور عدوات جمادات میں بھی رکھا ہے جیسے کہ انکے حال کے لائق ہے خصوصاً انکی محبت اور انبیاء اور اولیاء کے ساتھ خصوصاً سید الانبیاء اور سلطان الاولیاء سے کہ محبوب عالم اور عالم کے پروردگار کے محبوب ہیں اور جس کو نور خدا پسند کرتا ہے اسکو سب دوست رکھتے ہیں اسلئے کہ ہر چیز اس کی مخلوق اور تابعدار ہے۔ چنانچہ کھجور کے تنے کا رونا حضورؐ کی مفارقت سے ہے یہ اس دعویٰ کی صریح دلیل ہے اور میں حرام کرتا ہوں یعنی بزرگ کرتا ہوں حرام سے یہ مراد نہیں ہے کہ مکہ کی طرح حرام ہے یعنی اسکے درخت کاٹنے درست نہیں ہیں۔

۲۶۱۰/۱۹ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُحُدٌ جَبَلٌ یُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۴۴/۳۔ الحدیث رقم ۱۴۸۲۔ ومسلم فی ۱۰۱۱/۲ الحدیث رقم (۵۰۴۔ ۱۳۹۳)۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس کو پسند کرتے ہیں۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ خلاصہ حدیث اس کا پہلے بیان ہو چکا ہے۔

الفصل الثانی:

حرمتِ مدینہ کا بیان

۲۶۱۱/۲۰ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ رَاَیْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَخَذَ رَجُلًا یَصِیْدُ فِیْ حَرَمِ الْمَدِیْنَةِ الَّذِیْ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَبَهٗ ثِیَابَهٗ فَجَاءَ مَوَالِیْهِ فَکَلَّمُوْهُ فِیْهِ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ هٰذَا الْحَرَمَ وَقَالَ مَنْ اَخَذَ اَحَدًا يَصِيْدُ فِيْهِ فَلْيَسْلُبْهُ فَلَا اَرُدُّ عَلَيْكُمْ طُعْمَةً اَطْعَمَنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ اِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُ اِلَيْكُمْ ثَمَنَهٗ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۳۳/۲ الحدیث رقم ۲۰۳۷۔ واحمد فی المسند ۱۷۰/۱۔

ترجمہ: حضرت سلیمان بن ابی عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک شخص کو پکڑا کہ جوحرم میں شکار کرتا تھا یعنی مدینہ کے گرد۔ وہ حرم کہ جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم ٹھہرایا ہے پس سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے کپڑے چھین لیے پس اس کے مالک آئے اور سعد رضی اللہ عنہ سے اس کے مقدمہ کے بارے میں کلام کیا۔ پس سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام ٹھہرایا ہے یہ حرم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی شکار کرنے والے کو اس میں پکڑے پس چاہیے کہ اس کا سامان چھین لے۔ پس میں وہ بخشش تم پر نہیں لوٹاؤں گا جو مجھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دلوائی ہے لیکن اگر تم چاہو تو بطور احسان کے تمہیں اس کی قیمت دے دوں۔ اس کو ابوداودؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور اس میں حرمت مدینہ منورہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔

مدینہ کے درخت کاٹنے کی ممانعت

۲۱/۲۷۱۲ وَعَنْ صَالِحٍ مَوْلٰى لِسَعْدٍ اَنَّ سَعْدًا وَجَدَ عَبِيْدًا مِنْ عَبِيْدِ الْمَدِيْنَةِ يَقْطَعُوْنَ مِنْ شَجَرَةِ الْمَدِيْنَةِ فَاَخَذَ مَتَاعَهُمْ وَقَالَ يَعْنِيْ لِمَوَالِيْهِمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى اَنْ يُقْطَعَ مِنْ شَجَرِ الْمَدِيْنَةِ شَيْءٌ وَقَالَ مَنْ قَطَعَ مِنْهُ شَيْئًا فَلِمَنْ اَخَذَهٗ سَلَبُهٗ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۳۳/۲ الحدیث رقم ۲۰۳۸۔

ترجمہ: صالح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو کہ حضرت سعد کے غلام تھے تحقیق سعد رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے غلاموں میں سے کچھ غلام پائے کہ جو مدینہ کے درخت کاٹ رہے تھے۔ پس سعد رضی اللہ عنہ نے ان کا سامان لے لیا اور غلاموں کو کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرماتے تھے کہ مدینہ کا درخت کاٹا جائے اور فرمایا جو اس میں سے کچھ کاٹے پس اس کا سامان اس شخص کے لیے ہے جو شخص اس کو پکڑے۔ اس کو ابوداودؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ درست بات یہ ہے: عَنْ صَالِحٍ مَوْلٰى لِسَعْدٍ لفظ عَنْ لکھنے والوں سے رہ گیا ہے یا مصنف کو سہو ہوا ہے اس لیے کہ صالح سعد کا غلام نہیں ہے بلکہ صالح تو امہ کا آزاد کردہ غلام ہے اور صالح نے یہ روایت حضرت سعد کے آزاد کردہ غلام سے روایت کی ہے۔

مقام وج کی فضیلت و اہمیت

۲۲/۲۷۱۳ وَعَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ صَيْدَ وَجٍّ وَعِضَاهَهٗ حَرَمٌ مُحَرَّمٌ لِلّٰهِ (رواہ ابو داود) وَقَالَ مُحي السنة وَجٌّ ذَكَرُوْا اَنَّهَا مِنْ نَاحِيَةِ الطَّائِفِ وَقَالَ الْخَطَّابِيُّ اَنَّهٗ بَدَلَ اَنَّهَا۔

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۲۸/۲ الحدیث رقم ۲۰۳۲۔ واحمد فی المسند ۱۶۵/۱۔

ترجمہ: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وج کا شکار اور اس کے کانٹے دار درخت حرام ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے حرام کئے گئے ہیں اس کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور محی السنۃ نے کہا ہے کہ علماء نے تحقیق کی ہے کہ وج طائف کی جانب ایک جگہ ہے اور خطابی نے کہا ہے کہ انہ کا لفظ انھا کی جگہ ہے۔

تشریح ۞ حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے یا اس کے دوستوں کی وجہ سے یعنی غازیوں کی وجہ سے وج کا شکار اور خاردار درخت حرام کئے گئے ہیں اور علماء نے لکھا ہے کہ وج کی اہمیت حمی کی وجہ سے تھی یعنی اس میں غازیوں کے گھوڑوں کی گھاس وغیرہ محفوظ کی جاتی تھی اس لئے اس میں شکار کے لیے جانا حرام ہے اور اس میں درخت وغیرہ کا کاٹنا بھی حرام ہے یہ حرمت بطریق حرم کے نہ تھی اگر بطریق حرم کے تھی تو ایک وقت کے لیے مخصوص تھی پھر منسوخ ہوگئی اور امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ اس میں شکار نہ کیا جائے اور نہ اس کا درخت کاٹا جائے لیکن ضمان یعنی بدلے کا ذکر نہیں کیا گیا۔

مدینہ میں مرنے کی فضیلت

۲۷۱۴/۲۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا فَاِنِّيْ اَشْفَعُ لِمَنْ يَّمُوْتُ بِهَا۔ (رواہ احمد و الترمذی و قال ھذا حدیث حسن صحیح غریب اسنادا)

اخرجه الترمذی فی السنن ٦٧٦/٥ الحدیث رقم ٣٩١٧۔ وابن ماجه فی ١٠٣٩/٢ الحدیث رقم ٣١١٢۔ واحمد فی المسند ٧٤/٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ مدینہ میں مرے۔ پس تحقیق میں شفاعت کرونگا اس شخص کے واسطے نقل کیا ہے۔ باس طور پر کہ اگر وہ گنہگار ہوگا تو میں اس کی بخشش کرواؤں گا اور اگر وہ نیک ہے تو میں اس کے درجات بلند کرواؤں گا۔ اس کو احمدؒ اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے سند کے اعتبار سے غریب ہے۔

تشریح ۞ حدیث کے پہلے جملے کے معنی یہ ہیں کہ جو کوئی مدینہ میں سکونت اختیار کرنے پر قدرت رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ مدینہ میں رہے یہاں تک کو اس کو موت آ جائے پس چاہیے کہ اس میں رہے یہاں تک کہ اس میں مرے تو میں اس کی شفاعت کروں گا اگر وہ گناہ گار ہوگا تو گناہ بخشواؤں گا اور اگر نیک ہوگا تو اس کے درجے بلند کرواؤں گا اور شفاعت سے وہ خاص شفاعت مراد ہے کہ جیسی وہاں کے رہنے والوں کے لیے ہوگی۔ پس اوروں کے لیے نہیں ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عام شفاعت سب مسلمانوں کے لیے ہوگی پس افضل یہ ہے کہ جس کی عمر بڑی ہو یا کشف وغیرہ سے معلوم ہو۔ کہ موت قریب پہنچ گئی ہے تو وہ مدینہ میں جا رہے تا کہ اس نعمت عظمیٰ کو پہنچے' کیا خوب ہے دعا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی ہے: **اللھم ارزقنی شھادةً فی سبیلك واجعل موتی ببلد رسولك۔** اے الٰہی مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرما اور مجھے اپنے رسول کے شہر میں موت عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم جیسے بے زور و بے پر کو بھی اس نعمت سے مالا مال فرمائے' آمین۔

۲۷۱۵/۲۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰخِرُ قَرْيَةٍ مِّنْ قُرَى الْاِسْلَامِ خَرَابًا الْمَدِيْنَةُ **رواه الترمذی وقال۔** (ھدا حدیث حسن غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ٦٧٦/٥ الحدیث رقم ٣٩١٩۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اسلام کی بستیوں میں سے آخری بستی جو خراب ہونے والی ہوگی وہ مدینہ کی بستی ہوگی۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ۞ حدیث پاک میں آیا ہے کہ قیامت کے قریب سب شہر وغیرہ ویران ہونگے اور مدینہ سب کے بعد ویران ہو گا یہ فضیلت حضور ﷺ کی برکت سے مدینہ منورہ کو حاصل ہوئی ہے۔

۲۷۱۶/۲۵ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَيَّ اَيَّ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ نَزَلْتَ فَهِيَ دَارُ هِجْرَتِكَ الْمَدِيْنَةُ اَوِ الْبَحْرَيْنِ اَوْ قِنِّسْرِيْنَ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٦٧٨/٥ الحديث رقم ٣٩٢٣۔ فی المخطوطة ((هجرة))۔

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے میرے طرف وحی کی کہ ان تین شہروں میں سے: ① مدینہ۔ ② بحرین۔ ③ قنسرین میں سے آپ ﷺ جس شہر میں (سکونت اختیار کرنے کی غرض سے) اتریں گے وہی شہر آپ کے لئے دار الہجرت ہوگا۔ اس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ بحرین دریائے عمان میں ایک جزیرہ ہے اور قنسرین ایک شہر ہے اور حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ ان تینوں جگہوں میں جہاں چاہو رہو اور تاریخ مدینہ میں لکھا ہے کہ ہجرت سے قبل حضور ﷺ کو ان مذکورہ جگہوں میں رہنے کے بارے میں اختیار دیا گیا تھا پھر آخر میں مدینہ کی جانب ہجرت کرنا متعین ہو گیا۔

الفصل الثالث:

دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوگا

۲۷۱۷/۲۶ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ رُعْبُ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ عَلٰى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی ٩٥/٤ الحديث رقم ١٨٧٩۔ واحمد فی المسند ٤٧/٥۔

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے فرمایا کانے دجال کا خوف بھی مدینہ میں داخل نہیں ہوگا اور اس دن مدینہ کے دجال کے خروج کے وقت سات دروازے ہونگے یعنی سات راہیں ہوں گی ہر دروازے پر دو دو فرشتے یعنی دائیں بائیں محافظت کے لیے ہوں گے۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ حدیث پاک خلاصہ بالکل واضح ہے مدینہ منورہ میں دجال داخل نہیں ہوگا۔

۲۷۱۸/۲۷ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَيْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٩٧/٤ الحديث رقم ١٨٨٥۔ ومسلم فی صحيحه ٩٩٤/٢ الحديث رقم (٤٦٦۔ ١٣٦٩)۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے فرمایا کہ اے الٰہی تو مدینہ کو اس برکت

سے دوہری برکت عطا فرما جو تو نے مکہ شہر کو عطا کی ہے۔ اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کے لیے دعا فرمائی ہے کہ اے الٰہی! مدینہ کو دوہری برکت نصیب فرما جیسا کہ مکہ کو عطا فرمائی ہے۔ یعنی مدینہ کی قوت میں نسبت مکہ مکرمہ کی قوت کے دوہری برکت دے اور یہ مکہ میں حسنات کے زیادہ ہونے کے اعتبار سے اس کے افضل ہونے کے منافی نہیں ہے۔

۲۷۱۹/ ۲۸ وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ اٰلِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَ نِیْ مُتَعَمِّدًا كَانَ فِیْ جِوَارِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَكَنَ الْمَدِيْنَةَ وَصَبَرَ عَلٰى بَلَائِهَا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا وَشَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ مَاتَ فِیْ اَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللّٰهُ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

اخرجه البيهقى فى شعب الايمان۔

ترجمہ: ایک شخص سے روایت ہے جو کہ خطاب کی اولاد میں سے تھا' اس نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے قصداً میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا اور میری پناہ میں ہوگا اور جو شخص مدینہ منورہ میں رہا اور اس نے اس کی سختیوں پر صبر کیا تو میں قیامت کے دن اس کے لئے گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا اور جو شخص دونوں حرموں میں سے ایک یعنی مکہ و مدینہ میں مرے گا۔ قیامت کے دن اس کو اللہ تعالیٰ امن والوں میں سے اٹھائے گا۔

تشریح ۞ اس حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جو مدینہ منورہ میں خاص میری زیارت کے لیے ثواب کی خاطر آئے گا نہ کہ تجارت کی غرض سے اور نہ لوگوں کو سنانے اور دکھانے کے لیے الغرض کوئی دنیوی غرض نہ ہوگی۔ محض میری زیارت کے لیے آیا ہے۔

روضۂ اطہر کی زیارت کی فضیلت

۲۷۲۰/ ۲۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَيَاتِیْ۔

(رواهما البيهقى فى شعب الا يمان)

اخرجه البيهقى فى شعب الايمان۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت ہے کہ جس شخص نے حج کیا پھر میرے مرنے کے بعد میری قبر کی زیارت کی۔ پس وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ بیہقی نے شعب الایمان یہ دونوں حدیثیں نقل کیا ہیں۔

تشریح ۞ روضۂ مبارک کی زیارت کرنے والا آپ ﷺ کی زندگی میں زیارت کرنے والے کی مثل ہے' اس لیے کہ حضور ﷺ اپنی قبر میں حیات ہیں اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مناسب تر یہ ہے کہ حج کے بعد زیارت کرے اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص میری قبر کی زیارت کرے اس کے لیے میری شفاعت لازم ہو جاتی ہے اور ایک روایت میں آیا ہے جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی پس تحقیق اس نے مجھ پر ظلم کیا اور روایت میں آیا ہے کہ جس نے مکہ کی طرف قصد کیا۔ یعنی حج کے لیے پھر میری زیارت کا قصد کیا اور میری مسجد کے مشرف ہونے کا ارادہ کیا تو اس کے لیے دو حج مبرور یعنی مقبول حج لکھے جاتے ہیں۔ ع جذب القلوب۔

بوجہ روضۂ اطہر کے سرزمین مدینہ کی فضیلت

۳۰/۲۷۲۱ وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا وَقَبْرٌ يُحْفَرُ بِالْمَدِيْنَةِ فَاطَّلَعَ رَجُلٌ فِي الْقَبْرِ فَقَالَ بِئْسَ مَضْجَعُ الْمُؤْمِنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَمَا قُلْتَ قَالَ الرَّجُلُ اِنِّي لَمْ اُرِدْ هٰذَا اِنَّمَا اَرَدْتُّ الْقَتْلَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مِثْلَ الْقَتْلِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا عَلَى الْاَرْضِ بُقْعَةٌ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ يَّكُوْنَ قَبْرِيْ بِهَا مِنْهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

رواه مالك مرسلاً

اخرجه مالك فی الموطأ ٤٦٢/٢ الحديث رقم ٣٣ من كتاب الجهاد۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور مدینہ منورہ میں ایک قبر کھودی جا رہی تھی۔ پس ایک شخص نے قبر میں جھانکا اور کہا مؤمن کی خوابگاہ بری ہے یعنی قبر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بری وہ چیز ہے کہ جو تو نے کہی۔ اس شخص نے کہا کہ میرا ارادہ یہ کہنے کا نہیں تھا بلکہ اس بات سے میری غرض راہِ الٰہی میں شہید ہونے کی فضیلت کو ظاہر کرنا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (ہاں! بات تو ٹھیک ہے) قتل فی سبیل اللہ کی طرح میرے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے۔ زمین میں کوئی جگہ محبوب تر نہیں ہے میرے نزدیک کہ جس میں میری قبر ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ دعا ارشاد فرمائی۔ مالکؒ نے یہ بات بطریق ارسال کے روایت کی۔

تشریح ✿ بری ہے..... کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز بری ہے جو تو نے مؤمن کی قبر کے متعلق کہی ہے کیونکہ مؤمن کی قبر تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اس نے کہا کہ مطلقاً نہیں کہا ہے کہ قبر بری خوابگاہ ہے بلکہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اللہ کے راستے میں شہید ہونا گھر میں مرنے سے بہتر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پسند فرمایا اور فرمایا کہ شہید کی مانند کوئی نہیں ہے اور پھر اس شخص کی فضیلت بیان کی کہ وہ مدینہ میں مرے اور مدینہ میں دفن کیا جائے چاہے وہ شہید ہو یا غیر شہید۔

وادیٔ عقیق کی فضیلت

۳۱/۲۷۲۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِوَادِي الْعَقِيْقِ يَقُوْلُ اَتَانِي اللَّيْلَةَ اٰتٍ مِنْ رَّبِّيْ فَقَالَ صَلِّ فِيْ هٰذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةٌ فِيْ حَجَّةٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَقُلْ عُمْرَةٌ وَحَجَّةٌ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٣٩١/٣۔ الحديث رقم ١٥٣٤۔ وابو داؤد فی السنن ٣٩٤/٢ الحديث رقم ١٨٠٠۔ وابن ماجه ٩٩١/٢ الحديث رقم ٢٩٧٦۔ واحمد فی المسند ٢٤/١۔ ١) وهی قراءة شاذة۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ عمر بن خطابؓ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وادی عقیق میں تھے فرمایا میرے پاس آج رات میرے پروردگار کی طرف سے آنے والا آیا یعنی فرشتہ اور کہنے لگا کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور وہ عمرہ کہو جو حج کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ عمرہ اور حج کہو۔ یعنی اس میں نماز عمرہ

اور حج کے برابر ہوتی ہے۔ اس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث پاک میں وادیٔ عقیق کی فضیلت بیان کی گئی ہے وادی عقیق ایک جنگل کا نام ہے اور عمرہ و حج کہو یعنی وہاں کی نماز کو عمرے کے برابر شمار کرو کہ جو حج میں ہے۔ نماز کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے کہ اس جنگل میں نماز پڑھنا حج اور عمرہ کا حکم رکھتی ہے اور مدینہ منورہ کے مذکورہ فضائل کے علاوہ اور بھی بہت سے فضائل منقول ہیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کی مٹی کو پاک اور اس شہر کے میوہ جات میں شفا رکھی ہے۔

اکثر حدیثوں میں آیا ہے کہ مدینہ کے غبار میں ہر بیماری سے شفا ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ جذام اور برص سے شفا ہے اور حضور ﷺ نے اپنے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ بخار کا علاج اس خاک پاک سے کریں اور مدینہ منورہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے بات متواتر چلی آتی ہے اور اس مٹی کے واسطے بطور دوا کے لے جانے کے لیے آثار وارد ہوئے ہیں اور اکثر علماء نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ شیخ مجد الدین فیروز آبادی فرماتے ہیں کہ میں نے خود اس کا تجربہ کیا ہے میرا غلام ایک مکمل سال سے بخار کی بیماری میں مبتلا تھا میں نے یہ مٹی تھوڑے سے پانی میں ڈالی اور اس غلام کو پلادی۔ میرے غلام نے اسی دن صحت پائی اور میں نے بھی یعنی حضرت شیخ عبد الحقؒ نے اس معالجہ کا تجربہ کیا ہے' کہتے ہیں کہ جن ایام میں میں وہاں قدموں کے مرض میں گرفتار تھا تو طبیبوں کے اتفاق کے مطابق یہ مرض لا علاج تھا۔ تو میں نے خاک پاک سے شفا پائی۔ تھوڑے دنوں میں میں نے اس مرض سے شفا پائی اور مدینہ منورہ کے میووں سے شفا طلب کی۔ صحیحین میں ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ جو شخص سات عجوہ کھجوریں نہار منہ کھائے' اسے کوئی زہر و سحر اثر نہیں کرے گا اور مدینہ منورہ کی فضیلت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے لوگوں کو وصیت کی کہ میری اُمت والوں کے لیے اس شہر کے رہنے والوں کے لیے تعظیم لازم ہے کہ میرے ہمسایوں کی حرمت کی حفاظت کریں اور ان کے حقوق کی رعایت کی حفاظت کریں اور ان میں کمی نہ کریں اور جو کچھ ان سے صادر ہو مواخذہ نہ کریں اور حتی المقدور درگزر کریں جب تک کے حق قائم کریں۔ جو کوئی ان کی حرمت کی حفاظت کرے گا میں اس کا گواہ اور شفاعت کرنے والا ہونگا اور جو شخص اہل مدینہ کی حرمت کا خیال نہ رکھے گا اس کو طینۃ الخبال سے پلایا جائے گا اور طینۃ الخبال دوزخ میں ایک حوض ہے' اس میں دوزخیوں کا پیپ ولہو جمع ہوتا ہے اور روایت میں آیا ہے کہ ایک دن حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک اٹھائے اور دعا کی خدایا جو کوئی میرے ساتھ اور میرے شہر والوں کے ساتھ برائی کا خیال کرے اس کو ہلاک کردے اور فرمایا آپ ﷺ نے جو کوئی مدینہ والوں کو ڈرائے گا گویا کہ اس نے مجھے ڈرایا اور نسائی شریف میں آیا ہے کہ جس نے ازراہ ظلم کے اہل مدینہ کو ڈرایا اس کو اللہ تعالیٰ ڈرائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ' فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی اور روایت میں آیا ہے کہ کوئی عمل اس کا مقبول نہیں ہے نہ فرض اور نہ نفل اور وہاں کے آداب یہ ہیں کہ جس قدر وہاں رہے اس کو غنیمت جانے اور حتی الامکان مسجد میں حاضر رہے اور اس میں اعتکاف کرے اور خیرات کرے اور تمام اوقات کو صرف نماز و روزہ اور درود اور طاعت میں صرف کرے اور اگر مسجد میں ہو تو نظر حجرہ شریف سے نہ پھیرے اور اگر مسجد کے باہر ہو تو قبر شریف پر نظر رکھے اور خضوع اور خشوع سے نظر رکھے۔ اس کا حکم استحباب کے طور پر خانہ کعبہ کی طرف نظر کرنے کا حکم ہے اور نورانیت اور شہر کے باہر سے روضہ شریف پر نظر کرنے سے اہل ذوق کو جو نورانیت اور سکون حاصل ہوتا ہے اس کیفیت کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔

ع ذوق این می نشناسی بخدا تانہ چشی

اور ادب وہاں کا یہ ہے کہ جس قدر شب بیداری وہاں ہو سکے کرے' اگر چہ ایک شب کیوں نہ ملے اس ایک رات کی قدر شب قدر سے کم نہیں ہے بلکہ زیادہ ہے اور چاہیے کہ اس شب میں ایک ہی شب ساری عمر کا ماحصل سمجھتے ہوئے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود پڑھے بلکہ تمام شب اس میں مشغول رہے۔

اور اگر نیند آنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال' جمال با کمال کا کر کے لذت حاصل کرے اور اس کو دور کر دے جب حضرت کے جمال باکمال کا خیال کرے گا تو نیند کہاں اور غفلت کہاں۔

اور وہاں کے آداب یہ ہیں کہ دل اور زبان اور اعضاء کو مسجد شریف میں داخل ہونے کے وقت ہر بری چیز اور خلاف اولیٰ سے بچائے اور ہمیشہ اس کا تصور رکھے کہ کس عظیم ہستی کے پاس حاضر ہوں اگر کوئی ایسے اوقات میں مخل ہو تو اس سے کنارہ کشی اختیار کرے اور بقدر ضرورت مختصر کلام پر اکتفاء کرے اور مسجد کے آداب اوپر گزر چکے ہیں اور وہاں تھوک وغیرہ نہ ڈالے اس کو خصوصاً ملحوظ خاطر رکھے اور مسجد میں آنے سے پہلے روضہ شریف اور منبر کے درمیان مصلےٰ پہلے سے نہ بچھوائے بلکہ اگر اس فضیلت کو حاصل کرنے کا شوق ہو تو سب سے پہلے ان پر بیٹھے اور قرآن کے ختم کرنے میں اس مسجد میں جو قرآن کے اترنے کی اور جبرائیل کی جگہ ہے اگر چہ ایک بار ہو کوتاہی نہ کرے اور اگر ہو سکے تو پڑھے اور مطالعہ کرے یا کسی سے ان کتابوں کو سنے' جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلتوں کو افضل الصلوٰۃ واشرف التسلیمات بیان کیا گیا ہو تاکہ عبادت کا شوق پیدا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا شوق پیدا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد جنت البقیع کی زیارت کرے کہ اس میں صحابہ کی قبریں ہیں اور سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اور مسجد قبا کی زیارت اور مساجد اور کنوؤں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مکانات کی زیارت کرے لیکن اس میں کلام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت کے بعد ہر روز جنت البقیع کی زیارت کرے یا جمعہ کے دن کرے۔ جیسا کہ اب عادت ہوتی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ ہر روز کرے اور ہر مرتبہ قبر شریف پر گزرے اگر چہ مسجد سے باہر کھڑا رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجے اگر چہ کئی بار گزرا ہو اور اگر قبر شریف کے سامنے آئے تو زیارت کے آداب بجالائے اور وہاں کے لوگوں کی محبت و تعظیم کو ضرور ملحوظ خاطر رکھے۔ اگر چہ فسق وبدعت کے منسوب ومطعون ہو۔ اس لیے کہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی ہی کافی ہے' اگر چہ یہ صرف گناہ وبدعت کے زائل نہیں ہوتا اور حسن خاتمہ اور مغفرت سے محروم نہیں کرتا اور زیارت سے فارغ ہونے کے بعد جب وطن واپس آنے کا ارادہ کرے' چاہیے کہ مسجد نبوی سے نماز ودعا کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ کے یا اس کے قریب سے رخصت ہو۔ اس کے بعد قبر مبارک کی زیارت آداب کے ساتھ کرے اور کونین کی سعادت کے حاصل ہونے کی دعا مانگے اور جس کے لیے چاہے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور ان عبادات کے قبول ہونے اور اہل وعیال میں سلامتی کے ساتھ پہنچنے کی دعا کرے اور یہ دعا پڑھے:

اللّٰھم انا نسلك فی سفر نا ھذا البر دوا لتقوٰی ومن العمل ماتحب وترضی اللھم لا تجعل ھذا آخر العھد بنبیك ومسجد ہ وحرمه ویسرلی العود الیه۔ والعکوف لدیه وارزقنی العفووالعافیه فی الدنیا والاٰخرة ورددنا الٰی اھلنا سالمین غانمین امنین اور حصول مقصود اور قبولیت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ اس وقت رونے کا غلبہ ہوتا ہے بلکہ گریہ وزاری تمام اوقات میں ذوق کے باعث اور نشان امیدواری ہے۔

ایں دلم باغست وچشم ابروش ☆ ابر گرید باغ خند وشاد وخوش

اگراس وقت کسی شخص پر رونے کی کیفیت طاری نہ ہوتو اس کو چاہیے کہ بہ تکلف اپنے اوپر ایسی کیفیت طاری کرے' ان باتوں کا تصور اپنے ذہن میں لے کر آئے کہ جن کے باعث گریہ وزاری کی کیفیت پیدا ہو۔ بہرکیف اس مقام میں رونا قبولیت کی علامت ہے اور اس کے بعد روتا ہوا وہاں سے غمگین حالت میں لوٹے اور رخصت کے وقت الٹے پاؤں نہ پھرے۔ یہ خالی کعبہ کے ہی لیے ہے اور رخصت کہ وقت جس قدر ہو صدقہ کرے اور لوٹنے کے آداب یہ ہیں کہ لوٹتے وقت' سفر والے آداب کی رعایت کرے۔ اور جب اپنے شہر میں پہنچے تو یہ دعا پڑھے:

اللّٰهم انی اسئلك خیرها وخیر اهلها وخیر مافیها۔ واعوذبك من شرها وشراهلها وشرمافیها اللهم واجعل لنا بها قرارًا ورزقًا حسنًا۔

اور جب شہر میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے:

لا اله الا اللّٰه وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی كل شیٔ قدیر۔ ائبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون۔ لا اله الا اللّٰه وحده صدق وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده واعز جنده فلاشي بعده اور اپنے آنے کی خبر پہنچنے سے پہلے اپنے اہل والوں کو پہنچائے اور اچانک گھر میں نہ آئے اور نہ رات کو آئے بہترین وقت چاشت کا وقت ہے یا رات سے پہلے دن آخر میں اور گھر میں آنے سے پہلے مسجد میں قصد کرے اور دو رکعت نماز پڑھ اگر مکروہ وقت نہ ہو اور دعا کرے اور سلامتی سے پہنچنے کی نعمت کا شکر یہ بجالائے اور کہے : **الحمد للّٰه الذی بنعمته وجلاله تتم الصالحات** اور جو کوئی سامنے آئے تو مصافحہ کرے اور گلے ملنا بھی جائز ہے بشرطیکہ ملنے والا امرد نہ ہو اور جب گھر میں آئے دو رکعت نماز پڑھے شکر اور دعا اور حمد وثناء مولیٰ کی بجالائے اور گھر والوں کی خبر پوچھ کر مسجد یا کسی اور جگہ میں گھر کے قریب آکر بیٹھے تا کہ ملنے کو آئیں۔ پس جو کوئی ملنے آئے تو اس سے تواضع اور خوشی سے پیش آئے اور خصوصاً شہر میں آنے سے پہلے کی دعا کرے خصوصاً حاجی شہر میں پہنچنے سے پہلے مستجاب ہے اور اگر کوئی خلافِ شرع چیز دیکھے مثل دَف ومزامیر کے تو منع کرے اور خلاصہ آداب اور حج کے تمام افعال کا یہ ہے کہ اس مبارک سفر سے پھرنے کے بعد تجدید توبہ کا قصد کرے اور تقویٰ کو لازم پکڑے اور نیکیوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اس لیے کہ علماء نے کہا ہے کہ مبرور حج کی علامت یہ ہے کہ جس حالت سے گیا تھا اس سے بہتر ہو کر لوٹے اور اس کی علامت یہ ہے اس کو نبی کریم ﷺ کی اتباع پر حرص ہو اور دنیا اور اس کے اہل کی محبت سے دل سرد ہو سے اور آخرت کی محبت سے سرگرم ہو۔

اللہ تعالیٰ کی مدد وتوفیق کے ساتھ دوسری جلد کا کام پورا ہوا۔ **صلی اللّٰه تعالٰی علی خیر خلقه محمد واله واصحابه اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔**

تمت بالخیر